PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN DEBATES

12th June, 1964

Vol. VI—No. 11

Part (II)

OFFICIAL REPORT

CONTENTS

Friday, the 12th June, 1964.

	Page
Recitation from the Holy Qur'an ...	1
Suspension of Question Hour for the days allotted for discussion of the Budget ...	2
Adjournment Motions—*Re*:	
Prohibition to remove grains from fields by tenants of Upper Tanawal ...	3
Transfer of Khan Abdus Samad Khan Achakzai, a detenu, to Lyallpur Jail ...	6
Railway Budget, 1964-65—	
Discussion on the Railway Budget as a whole ...	11

Price : Rs. 2.15

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Friday, the 12th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqui, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا
وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ
يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ
يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

پ ۲۱ - س ۲۹ - ع ۲ - آیات ۵۷ تا ۶۲

ہر متنفس موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ اور جو لوگ
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشت کے اونچے اونچے محلات میں جگہ دینگے جن کے نیچے نہریں
جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہینگے عمل کرنیوالوں کا یہ خوب بدلا ہے جو صبر کرتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ
رکھتے ہیں اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے ہیں اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے
اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا اور
سورج و چاند کو کس نے (تمہارے زیر فرمان کیا تو کہہ دینگے اللہ نے پھر کہاں الٹے جا رہے ہیں خدا ہی اپنے
بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بلاشبہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے

Mir Muhammad Murad Khan Jamali :Sir, there is no quorum.

Mr. Speaker : Let there be a count (Count was taken). The House is not in quorum. Let the bells be rung. (Quorum bells were rung). The House is in quorum

Begum Jahan Ara Shah Nawaz : Sir, I understand from the papers that the Report on the Economic Survey of Pakistan is ready and has been circulated to the members of the National Assembly. May I request that we the members of the Provincial Assembly should also be supplied with copies of that Report in order to understand the economic position of Pakistan.

وزیر خزانہ۔یہ idea مجھے پسند ہے ۔ میں کوشش کرونگا کہ ہر ممبر کو یہ رپورٹ دے دیجائے ۔

Mr. Speaker : I would request the Government to supply copies of that Report to the Members of this House

Suspension of Question Hour for the days allotted for discussion of the Budget.

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔جناب والا ۔ ہمارے ممبروں کی خواہش ہے اور میرے خیال میں سارا ہاؤس agreed ہے کہ question hour بجٹ سیشن میں suspend کر دیں تاکہ سب صاحبان کو موقع ملے اور وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں ۔

خواجہ محمد صفدر۔آپ کی مراد جنرل ڈسکشن کے دوران سے ہے ۔

وزیر خزانہ۔جنرل ڈسکشن چاہے جنرل بجٹ کا ہو سب کے دوران question hour suspend ہو جائے ۔

مسٹر سپیکر۔آپ کا خیال یہ ہے کہ آج اور کل پورا دن . . . . .

وزیر خزانہ۔اور پھر کٹ موشن کے سلسلے میں بھی جیسا یہ چاہیں یہ مجھ سے بات کر لیں یہ سلسلہ اگر مناسب ہوگا تو چلتا رہیگا ۔

خواجہ محمد صفدر۔حالات جیسا کہیں گے جو کچھ انہیں نے فرمایا ہے اگر اس کی ضرورت پڑی تو میں ان کی خدمت میں عرض کرونگا اور اپنی جانب سے درخواست کرونگا ۔

وزیر خزانہ۔جیسا یہ چاہیں گے ویسا ہی میں کرونگا ۔

Mr. Speaker : These days are 12, 13th, 18th, 19th, 20th and 22nd June. Have we decided that the question hour stands suspended for all these days ?

Minister of Finance : Yes, Sir.

Mr. Speaker : Then there will be no questions on these days.

ADJOURNMENT MOTIONS

PROHIBITION TO REMOVE GRAINS FROM FIELDS BY TENANTS OF UPPER TANAWAL

Mr. Speaker : Now, we will take up the adjournment motion of Maulana Ghulam Ghaus, which was deferred for today.

Minister of Revenue (Khan Pir Muhammad Khan): Sir, that pertains to the Services and General Administration Department because the Order was passed under section 144. This is the general information which I got that there was tension between landlords and the tenants.....

مولانا غلام غوث۔اردو میں فرمائیے ۔

مسٹر سپیکر۔خانصاحب آپ اردو میں فرما دیں ۔

وزیر مال۔جناب کوئی رول ہے جس کے تحت میں اردو ہی میں عرض کروں ۔

مسٹر سپیکر۔رول نہیں خانصاحب courtesy کے تحت آپ اردو میں فرمائیں ویسے مولانا صاحب کا آپ کو احترام بھی بہت ہے ۔

وزیر مال۔احترام کے طور پر اگر یہ کہیں تو میں پشتو میں عرض کر دوں . . . . .

جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ مسئلہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن سے تعلق رکھتا ہے اور میں نے papers میمن صاحب کو pass on کر دئے ہیں لیکن یہ واقعات ہیں کہ کافی عرصے سے . . . . .

خواجہ محمد صفدر۔جناب مسئلہ کیا ہواجناب وزیر مال صاحب اس کا جواب دے رہے ہیں یا وزیر قانون صاحب جواب دینگے ۔

وزیر مال۔مسئلہ یہ ہے کہ اگر میرے جواب سے یہ مطمئن ہوگئے تو ٹھیک ہے اور اگر مطمئن نہ ہوئے تو in the mean time ۔لا منسٹر صاحب آ جائیں گے ۔

پوزیشن یہ ہے ۔ جناب کہ جیسا کہ اس معزز ایوان کو معلوم ہے ۔ کہ ۱۹۶۲ء میں بھی وہاں پر clash ہوا ۔ اور مزارعین اور مالکان کے درمیان پچھلے سال بھی clash ہوا تھا اور یہاں اس معزز ایوان میں ایک بل پاس ہوا ۔ جس کے ذریعے مالکان اور مزارعین کے حصص کا تعین ہوگیا ۔ جس میں چالیس فیصد اور ساٹھ فیصد علی الترتیب کے حساب سے مالک کا حصہ چالیس فیصد اور مزارع کا حصہ ساٹھ فیصد ہوگا ۔ اب جب فصل تیار ہوئی ۔ تو لوکل ایڈمنسٹریشن کو دوبارہ ایکشن آرڈنری لاء کے تحت لینا پڑا ۔ اس لئے انہوں نے دفعہ نمبر ۱۴۴ ضابطۂ فوجداری کے تحت حکم جاری کر دیا ۔ کہ جب تک مالک اور مزارع کا حصہ تقسیم نہ ہوگا ۔ خرمن سے غلہ نہ اٹھایا جائیگا ۔ اور چونکہ یہ آرڈر آرڈنری لاء کے تحت دفعہ نمبر ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے تحت جاری کیا گیا ہے ۔ اس لئے فاضل ممبر کو یہ حق حاصل نہیں ہے ۔ کہ اس کے متعلق تحریک التوا پیش کریں ۔ یہ آرڈنری لاء کے تحت حکم جاری ہوا ہے ۔ اور یہ حکم ڈی ۔ سی ۔ ہزارہ نے جاری کیا ہے ۔ تو یہ مختصر واقعات تھے ۔ جن کے تحت ڈی ۔ سی نے ضابطہ فوجداری کی دفعہ نمبر ۱۴۴ کے تحت آرڈر جاری کیا تھا ۔

مولانا غلام غوث (ہزارہ ۔ ۴)۔جناب سپیکر ۔ یہ بڑا اہم

مسئلہ ہے ۔ اور ستر اسی ہزار آبادی سے اس کا تعلق ہے ۔ اور یہ اتنی سرسری بات نہیں ہے ۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایک حکم جاری کرے جیلوں اور حوالاتوں کو تو بھر دے ۔ اس وقت غنڈہ ایکٹ کے تحت وہاں چار آدمی گرفتار ہیں ۔ جن میں میاں فتح اللہ صاحب جو تحصیل کونسل لیگ کے صدر ہیں ۔ جو وہاں کے رئیس اعظم ہیں اور نہایت شریف آدمی ہیں ۔

وزیر مال ــ اس میں میاں فتح اللہ کا ذکر نہیں ہے ۔ اور دفعہ نمبر ۱۴۴ میں کسی کو پکڑا نہیں جاتا ۔

مولانا غلام غوث ــ جناب والا ۔ اس سلسلے میں وہاں جو کچھ ان کے ساتھ ہو رہا ہے ۔ میں وہ عرض کرونگا ۔ قانون کے تحت اور قانون کے مطابق . . . . .

مسٹر سپیکر ــ یہ بحث تو اس پر بعد میں ہوگی ۔ آپ یہ فرمائیں کہ یہ کارروائی عام قانون کے تحت کی گئی ہے یا نہیں ۔

مولانا غلام غوث ۔ عام قانون اس پر حاوی اس لئے نہیں ہوتا ۔ کہ مالک اور مزارع کے حقوق کے تصفیے کے لئے وہاں ایبٹ آباد کی دیوانی عدالت میں کیس دائر ہے ۔ اور وہاں اس کا تصفیہ نہیں ہو سکا ۔ وہاں تین چار حکومتیں مسلط ہیں ۔ ایک فرید خان آئی ۔ جی پولیس، ایک نواب فرید خان مسلط ہیں ۔ اور ایک خان آف پھلرہ وہ سب بالکل خود مختار ہیں ۔ اور وہاں حکومت پاکستان کی مداخلت نہیں ہے ۔ اور دو مہینے سے وہاں غلہ بند ہے ۔ اور غلے کی بٹائی کے لئے قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی تھی ۔ کیونکہ جب بٹائی نہ ہو تو قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے ۔

مسٹر سپیکر ــ مولانا صاحب ان کے خلاف جو کارروائی کی گئی ہے یہ دفعہ ۱۴۴ کے تحت کی گئی ہے ۔ کیا یہ صحیح ہے ۔

مولانا غلام غوث۔یہ غلط ہے۔ دفعہ نمبر ۱۴۴ کے نفاذ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا ۔ کیونکہ وہاں کسی قسم کے نقص امن کا خطرہ نہ تھا ۔ اگر وہ بٹائی نہیں دے رہے تھے ۔ تو وہ عدالت کے ذریعے بٹائی حاصل کر سکتے تھے ۔

وزیر مال۔یہ کارروائی دفعہ نمبر ۱۴۴ کے تحت ہوئی ہے ۔ اور مجھے اطلاع آ گئی ہے ۔

Mr. Speaker : As the action has been taken under Sec : 144 of the Criminal Procedure Code action has been taken under the ordinary course of law. The motion is ruled out of order.

TRANSFER OF KHAN ABDUS SAMAD KHAN ACHAKZAI, A DETENUE, TO LYALLPUR JAIL

Mr. Speaker : Next motion is from Amir Habibullah Khan Saadi. (A voice.....He is absent) . But this had already been taken up and it was deferred for the 12th.

وزیر جیل خانہ جات۔جناب والا ۔ اس تحریک التوا کے متعلق میرا پہلا اعتراض تو یہ ہے ۔ کہ یہ حالیہ واقعہ نہیں ہے ۔ کیونکہ ان کو تبدیل کرنے کے احکامات حکومت کی طرف سے ۲۸ اپریل کو ہوئے تھے ۔ تو ۳۰ اپریل کو جاری کر دئے گئے تھے ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔چونکہ آج سعدی صاحب موجود نہیں ہیں ۔ اس لئے میرے خیال میں اس پر بحث نہ کی جائے ۔ اور ان کے آنے کے بعد اس پر بحث کی جائے ۔

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔اگر وہ نہیں ہیں ۔ تو یہ ملتوی نہیں ہو سکتا ۔ یہ کوئی عذر نہیں ہے ۔

وزیر جیل خانہ جات۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ میرا پہلا اعتراض تو یہ ہے ۔ کہ یہ واقعہ حالیہ نہیں ہے ۔ اور

دیگر یہ اس کے متعلق کوئی resentment نہیں ہوئی ۔ ان کو سیالکوٹ سے لائلپور تبدیل کر دیا گیا ہے ۔ جس سے عوام میں کوئی resentment پیدا نہیں ہوئی ۔ وہ پہلے اڑھائی سال سیالکوٹ میں رہے ہیں ۔ اس کے بعد ہری پور رہے ہیں ۔ اب ان کو لائلپور تبدیل کیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : معاملہ internal کا جیل Is it not a matter of public importance ?

Minister of Jails : No Sir, this is for the Jail authorities to keep a detenu anywhere that is advisable according to the administration of the jail.

اس طرح سے تو جناب والا ۔ ہر شخص کے متعلق کہ جو جیل میں ہو ۔ اسے اگر ایک جیل سے دوسری جیل کو منتقل کر دیا جائے ۔ تو پھر ہر معاملے میں ایسا ہوگا ۔ کہ اس عمل کے خلاف تحریک التوا آ سکیگی ۔ اور ہر معاملے کے لئے یہاں اسمبلی کی کارروائی کو defer کرنا پڑیگا ۔

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ ۔ ۱)۔جناب والا ۔ جہاں تک جناب وزیر جیل خانہ جات کا یہ دعویٰ ہے ۔ کہ چونکہ جیل خانہ جات کی ایڈمنسٹریشن ہمارا اندرونی مسئلہ ہے ۔ لہذا ان معاملات کے متعلق جو جیلخانوں میں واقع ہوں ۔ یا جو جیلخانوں کی ایڈمنسٹریشن کے متعلق ہوں ۔ اس کے متعلق تحریک التوا نہیں لائی جا سکتی ۔

وزیر جیل خانہ جات۔میں نے یہ عرض کیا ہے ۔ میں نے یہ نہیں کہا ۔ جیل کے تمام قیدی یا detenues کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا یہ جیل کا اندرونی معاملہ ہے ۔ ایسے واقعات کہ وہاں کوئی فساد ہو جائے ۔ یا جھگڑا ہو جائے ۔ تو یہ اور بات ہوگی ۔ لیکن یہ بات کہ کسی قیدی یا detenue کو کہاں رکھنا ہے ۔ یہ ایڈمنسٹریشن کی ordinary routine کا معاملہ ہے ۔ اس لئے عوامی اہمیت کا مسئلہ نہیں ہے ۔ یہ routine کا معاملہ ہے ۔

خواجہ محمد صفدر۔جناب والا ۔ آپ کو یاد ہوگا ۔ کہ میں نے اس ایوان میں اس کے متعلق ایک حوالہ بھی دیا تھا ۔ کہ چند قیدیوں کو ایک جیل سے دوسری جیل تک بیڑیوں اور ہتکڑیوں کے ساتھ منتقل کیا گیا تھا ۔ یہ ۱۹۴۳-۴۴ء کا کیس ہے ۔ جوکہ decisions from the chair میں reported ہے ۔ اور اس پر ایک تحریک التوا بھی لائی گئی ۔ جوکہ باقاعدہ طور پر admit بھی ہوئی ۔ دراصل میرے دوست وزیر جیلخانہ جات آرڈنری ایڈمنسٹریشن آف لاء اور جیل ایڈمنسٹریشن کو آپس میں غلط ملط کر رہے ہیں ۔ اگر کسی شخص کو ایک جیل سے دوسری جیل بھیجا جاتا ہے ۔ جہاں اس کی صحت پر برا اثر پڑنے کا احتمال ہو ۔ احتمال ہی نہیں بلکہ جہاں واقعی اس کی صحت خراب ہو گئی ہو ۔ جیسا کہ تحریک التوا میں خان عبدالصمد خان اچکزئی کو سیالکوٹ جیل سے منتقل کر کے لائلپور کی جیل میں بھیجا گیا ہے ۔ جہاں وہ خاصے بیمار ہیں ۔ ان کے پاؤں میں بڑے بڑے آبلے پڑے ہوئے ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔خواجہ صاحب ۔ یہ ۲۸ اپریل کا واقعہ ہے ۔

خواجہ محمد صفدر۔یہ بجا ہے ۔ لیکن جب ہمارے نوٹس میں آئے تو اسی وقت ہم اسے آپ کے ذریعے اس ایوان کے نوٹس میں لا سکتے ہیں ۔ اور پھر ان کے لڑکے کے خط پر یہ تحریک التوا پیش کی گئی ہے ۔ ہم ولی تو ہیں نہیں ۔ کہ ان کے حالات اندرون خانہ کو بھی معلوم کر سکیں ۔ یہ تو اگر کوئی مصیبت زدہ ان کے مصائب سے تنگ آ کر کسی وقت ہم تک پہنچ جائے ۔ تو ہم ایوان کے نوٹس میں وہ بات لا سکتے ہیں ۔ ورنہ اخبارات پر تو پابندی ہے ۔ وہ ایسی باتیں شائع نہیں کر سکتے ۔ ورنہ اخبارات سے معلوم ہو سکتا تھا ۔ اب تو اخبارات

بھی تحریک التوا کی بنیاد نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے یہ پرائیویٹ چھٹیاں اور تاریں ہی تحریک التوا کی بنیاد ہو سکتی ہیں ۔ شاید آئندہ سال ان پر بھی کوئی پابندی ہو جائے ۔ بہرحال میں یہ عرض کرونگا ۔ کہ اس وقت میمن صاحب یہاں موجود نہیں ہیں۔ ورنہ میں ان کو یاد دلاتا ۔ بہرحال میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کو یاد دلاتا ہوں ۔ کہ وہ اس وقت وزیر جیلخانجات تھے۔ اور انہوں نے بطور وزیر کے یہ وعدہ اس ایوان میں فرمایا تھا۔ کہ کسی detenue یا قیدی کو اس کے ضلع میں اگر نہ ہو سکے تو کم از کم اس کے ڈویژن سے باہر نہ بھیجا جائیگا ۔ اور یہ اس ایوان کے ریکارڈ میں موجود ہے ۔ اور میں آج پھر یہ وعدہ انہیں یاد دلاتا ہوں ۔ موجودہ وزیر جیلخانجات کو ان بزرگوں کو جو بوڑھے ہیں ۔ اور جو مختلف عواسل اور عوارض میں مبتلا ہیں ۔ انہیں ایسی جگہ پر نہ رکھا جائے ۔ ان کی detention کا مقصد یہ ہے کہ ان کو قید رکھا جائے ۔ ان کا یہ مقصد نہیں ہے ۔ کہ ان کو جسمانی اذیت پہنچائی جائے ۔ اور ان کو جسمانی اذیت دی جانا اگر انکا مقصد ہو ۔ تو میں ان سے اتفاق کرونگا ۔ میرے خیال میں بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ وزیر جیلخانجات ہمیں یہ یقین دلائیں ۔ کہ وہ ان کو کسی اچھے مقام کی جیل میں منتقل کر دینگے ۔

Minister of Finance : It depends upon the minister. It is for him to formulate the policy There are no hard and fast rules.

خواجہ محمد صفدر ۔ ایسا کیجئے ۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ چلئے جناب ان کو ہری پور جیل میں بھیج دیں ۔

وزیر جیل خانجات ۔ میاں صاحب کے متعلق تو جیسا کہ خواجہ صاحب نے فرمایا ہے ۔ مجھے ان detenus کے متعلق ذاتی

طور پر علم نہیں ہے - اچکزئی صاحب کے متعلق عرض یہ ہے کہ وہ سیاسی قیدی نہیں ہیں - بلکہ وہ convict ہیں - اور وہ ایک convict کی حیثیت سے سزا بھگت رہے ہیں - اس سلسلے میں اس ایوان میں سوالات کے جوابات میں عرض کر چکا ہوں- کہ حکومت کی پالیسی یہ ہے - کہ جس شخص کو تین سال کی سزا ہو - اس کو اپنے ضلع کے قریب رکھا جا سکتا ہے - اگر اس کے گھر میں ایسے حالات ہوں - لیکن اس سے زیادہ اگر کسی کو ہوئی تو اسے ضرور طور پر اس کے ضلع سے باہر بھیجا جائیگا -

خواجہ محمد صفدر - آپ اسے ہری پور بھیج دیں - وہ تو سیالکوٹ سے بھی دور ہے -

وزیر جیل خانجات - وہاں وہ پہلے رہ چکے ہیں - سیالکوٹ بھی رہ چکے ہیں - اب لائلپور میں ہیں -

مسٹر حمزہ (لائلپور - ٦) - جناب سپیکر - ضلع لائلپور کا باشندہ ہونے اور جیلخانجات سے زیادہ دلچسپی لینے کی وجہ سے اس بارے میں میں وزیر جیلخانجات کی خدمت میں عرض کر دوں - کہ لائلپور کی جیل میں قیدیوں کی جو گنجائش کے مقابلہ میں وہاں تین گنا زیادہ قیدی رکھے گئے ہیں - اور اس congestion کی بناء پر اچکزئی صاحب کو انتہائی زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے -

دوسری عرض یہ ہے اور جیسا کہ جناب وٹو صاحب نے فرمایا کہ وہ سزا یافتہ ہیں اور ان کو سزا دی جا چکی ہے اور سزا مارشل لاء کے ایام میں دی گئی تھی آپ ان کو جیل میں رکھ کر سزا دینے کا حق رکھتے ہیں نہ کہ ان کے عزیز و اقارب کو -

Mr. Speaker : Is the member speaking on the admissibility ?

مسٹر حمزہ۔میں جواب دے رہا ہوں ان کو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں ان کے عزیز و اقارب آسانی سے جا سکیں اور دوسرے وہ علاقہ آب و ہوا کے لحاظ سے ان کی صحت کے لئے اچھا ہے ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔جناب والا ۔ وزیر صاحب نے جو فرمایا تھا کہ وہ سیاسی قیدی نہیں ہیں اور کہ ان کو سزا نہیں دی گئی یہ بالکل غلط ہے ۔ وہ خالصتاً سیاسی قیدی ہیں اور میری اتنی گذارش ہے کہ انسانی ہمدردی کی بناء پر کیا آپ ان کو کسی ٹھنڈے مقام پر نہیں بھیج سکتے ؟

Mr Speaker : This is not a point of order and it is not a question hour.

As stated by the Minister of Jails, Mr. Achakzai was ordered to be transferred on 28th of April 1964. The matter has not been raised at the earliest opportunity ; therefore, it is ruled out of order.

Now we take up Adjournment Motion No. 17 of Mr. Hamza.

وزیر خوراک و زراعت ۔یہ کس وزیر کے متعلق ہے ؟

خواجہ محمد صفدر۔وہ یہ ہے کہ وہ تیار ہی نہیں ہیں ۔ یہ روز مرہ ان کا شیوہ ہے ۔ ہم ان کو معاف کرتے ہیں ۔ ان کو کیا پتہ ہے ۔ کل سہی ۔ یہ صاف سلیٹ کی طرح دھلے دھلائے آ جاتے ہیں ۔

Minister of Food and Agriculture : Which Minister ?

Mr. Speaker : Mr. Memon. So this motion will be taken upto tomorrow.

RAILWAY BUDGET, 1964—65

DISCUSSION ON THE RAILWAY BUDGET AS A WHOLE

Mr. Speaker : Now the House will have discussion on the Railway Budget as a whole. Mian Muhammad Akbar.

میاں محمد اکبر (گجرات ۔ ۱)۔جناب والا ۔ ریلوے کے محکمے کے صوبہ کی تحویل میں آنے کے بعد یہ دوسرا میزانیہ ہے جو اس

معزز ایوان میں پیش کیا گیا ہے ۔ پہلا میزانیہ جناب عبدالوحید خان صاحب نے پیش کیا تھا ۔ وہ تو اس کے بعد جلد سینٹر کو پیارے ہو گئے اور اس صوبے کی باگ ڈور ..... قطع کلامی

وزیر خزانہ۔کیا ''پیارے،، کا مطلب میں پوچھ سکتا ہوں ۔ خدا نہ کرے ''پیارے ہونا،، تو مر جانے کو کہتے ہیں خواجہ صاحب ۔

خواجہ محمد صفدر۔جیسے اللہ کو پیارا ہوتا ہے ۔

وزیر خزانہ۔جناب والا ۔ کیا باتیں کرتے ہیں یہ ۔

میاں محمد اکبر۔جناب والا ۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ وہ سینٹر کو پیارے ہو گئے یعنی سینٹر نے کشش کی اور وہ وہاں تشریف لے گئے ۔ تو ان کے سینٹر کو پیارے ہونے کے بعد اس محکمہ کی باگ ڈور ہمارے جوان سال منسٹر جناب محمد خان جنیجو کے سپرد کی گئی ۔ ہماری بہت سی توقعات اس جوان سال وزیر سے وابستہ تھیں ۔ اور ہمیں قوی امید تھی کہ اس سال ایک اچھا میزانیہ پیش کیا جائے گا ۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ اسی گھسی پٹی لکیروں پر میزانیہ کی پھر ترتیب کی گئی اور کسی طرح کی انوکھی بات اس میں نہیں کی گئی ۔ جناب والا ۔ جناب عبدالوحید خان صاحب نے اپنی عمل داری میں بار برداری کے کرائیوں کی شرح میں اضافہ کیا تھا ۔ جناب جنیجو صاحب نے اسی میں عافیت سمجھی کہ مسافروں کے کرایوں کی شرح بڑھا دی جائے ۔ جناب والا ۔ میں حیران ہوں کہ آخر حکومت کو کیا چیز مجبور کرتی ہے ۔ کیا وہ امر ہے جس پر عمل در آمد کرتے ہوئے ہماری حکومت ہر بار کرایوں کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے ۔ میرے خیال میں اگر بنظر غور دیکھا جائے اور ریلوے کی کار کردگی پر گہری

نگاہ ڈالی جائے ۔ تو اس کی ایک ہی صرف وجہ نظر آئے گی اور وہ
ہے ۔ ریلوے کی انتظامیہ میں بد نظمی اور عام نظم و نسق میں بدرجہ
اتم/خرابی اور اس عام نظم و نسق میں برائی اور خرابیوں کی وجہ سے
جناب والا ۔ ان کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہیں ۔ اور آمدنی ریلوے
کی نسبتاً کم ہو گئی ہے ۔ ان بڑھے ہوئے اخراجات کو کم کرنے کے
لئے جناب والا ۔ اور اس نسبتاً کم آمدنی کو جو کہ مزید بڑھائی جا
سکتی ہے بڑھانے کے لئے ٹھوس ذرائع اور تجاویز اختیار نہیں کی جاتیں
بلکہ ہماری حکومت اور وزرا کرام مصلحت صرف اسی/بات میں سمجھتے (2)
ہیں کہ کرایوں کی شرح میں دن بدن اضافہ کر دیا جائے ۔ کیونکہ
میرا خیال ہے ۔ کہ ان بڑھے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے
جناب والا ۔ یہ بہت آسان اور سہل نسخہ ہے ۔ جناب والا ۔ میزانیہ
کو اگر اس نظر سے دیکھا جائے ۔ تو ایک بات جناب والا ۔ بہت
عیاں ہے اور وہ ہے Ordinary working Expenses میں روز افزوں اضافہ ۔
جناب والا ۔ میزانیہ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا/ہے کہ Ordinary working
Expenses کی مد کے تحت سال رواں کے ابتدائی تخمینہ جات کی نسبت
جب نظر ثانی پاس شدہ تخمینہ جات جو ہمارے سامنے پیش کئے گئے
ہیں ڈالی جائے تو ایک مد یعنی Ordinary working Expenses کی مد
میں کروڑوں روپیہ کا اضافہ ہو چکا ہے اور اس چیز پر بس نہیں کیا
گیا ۔ اسی چیز پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ سال آئندہ کے لئے جو
تخمینہ جات/پیش کئے گئے ہیں ان میں دو کروڑ کے علاوہ جناب والا ۔ (3)
ایک کروڑ اور اسی لاکھ کی مزید لاگت کا اندازہ لگایا ہے یعنی
ایک سال کے دوران جناب والا ۔ Ordinary working Expenses میں
تین کروڑ اور ۸۰ لاکھ کا اضافہ ہو جائے گا ۔ اور میں اس اضافے
میں زیادتی کو صرف انتظامیہ اور عام نظم و نسق میں بد انتظامیوں
اور خرابیوں سے تعبیر کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ہمارے محترم وزیر/

ریلوے جنیجو صاحب نے اپنی تقریر میں اس Ordinary working Expenses اور دیگر اخراجات کے بڑھ جانے کا جواز پیش کرتے ہوئے انہوں نے ریلوے کی Operational Efficiency کے بڑھ جانے کی تعریف کی ہے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے۔ جناب والا۔ کہ ان کی یہ تعریف حقائق پر مبنی نہ تھی اور حالات اس کے بالکل دگر گوں اور برعکس ہیں۔ جناب والا۔ ریلوے کی کمائی کی کار کردگی اور اس کی Operational Efficiency کو دیکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے جناب والا۔ چند ایک یہ ہیں یعنی کہ سواری گاڑیاں جو ہیں وہ وقت مقررہ پر سٹیشنوں سے چلتی ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے منزل مقصود پر پہنچتی ہیں یا کہ نہیں۔ میری مراد ہے گاڑیوں کی پابندی اوقات سے۔

اس کے بعد جناب والا۔ Operational Efficiency اس محکمہ کی جس بات پر بہت زیادہ منحصر ہے وہ مال گاڑیوں کا ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مال لے کر پہنچنا ہے۔ اس کے بعد جناب والا۔ تیسری جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ انجنوں کا صحیح استعمال کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور جو پاور ریلوے کے پاس available ہے اس کا صحیح اور judicious استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ جو Efficiency پر اثر ڈالتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو ایندھن استعمال کر رہے ہیں اسکا استعمال کفایت شعاری سے کیا گیا ہے یا اسے ضائع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو بہت حد تک اثر انداز ہو سکتی ہے۔ وہ جناب والا۔ ان کی لیبر اور مینجمنٹ کے باہمی تعلقات ہیں۔ کیونکہ یہ عام مقولہ ہے کہ کسی بھی ادارہ۔ یا کار خانہ یا تجارتی ادارہ میں جو مزدور خوش ہو گا۔ جس کے انتظامیہ کے ساتھ تعلقات بہتر ہوں گے وہ زیادہ کام کرے گا۔

جناب والا۔ یہ جو چند باتیں میں نے آپ کی خدمت میں عرض

کی ہیں ان کے متعلق اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ریلوے کے محکمہ میں ان کا کیا حشر ہو رہا ہے ۔ جناب والا ۔ میں ان کے متعلق اپنی طرف سے کچھ عرض کروں تو ممکن ہے کہ یہ کہا جائے یہ درست نہیں ہے ۔ مبالغہ آمیزی ہے ۔ یا ممکن ہے اسے غلط بیانی کے الفاظ سے تعبیر کیا جائے ۔ اس لئے حضور والا ۔ میں اپنی طرف سے ان چیزوں کے متعلق کچھ عرض نہیں کروں گا بلکہ اس معزز ایوان کے سامنے محکمہ ریلوے کا اپنا ریکارڈ پیش کروں گا ۔

جناب والا ۔ محکمہ ریلوے ہر ماہ ایک گزٹ شائع کرتا ہے جس کے ساتھ Operational Statistical Supplement بھی ہوتا ہے ۔ میرے پاس موجودہ پچھلے تین چار ماہ کے Operational Statistical Supplement ہیں ۔ میں جناب والا ۔ کی خدمت میں پچھلے ماہ مئی ۱۹۶۴ء کا Operational Statistical Supplement پیش کرتا ہوں ۔ کیونکہ یہ جدید ترین Supplement ہو سکتا ہے ۔ جو اس معزز ایوان میں پیش کیا جا سکے ۔ اس کے علاوہ اگر آپ چاہیں یا وزیر ریلوے چاہیں تو تین چار اور سپلیمنٹ جو میرے پاس ہیں اور وہ اس سپلیمنٹ کو سپورٹ کریں گے پیش کر سکتا ہوں ۔ میں جناب والا ۔ کی خدمت میں گذارش کروں گا ۔ کہ اس میں جواب دیا گیا ہے ۔

Brief Summary of Important Items for March 1964

یہ یکم مئی ۱۹۶۴ء کو جاری ہوا ۔ Punctuality کے متعلق پہلی بات جو میں نے عرض کی ہے کہ Operational Efficiency محکمہ ریلوے پر اثر انداز ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ گاڑیاں مقررہ اوقات پر چلیں اور پہنچیں ۔ اس کے متعلق محکمہ ریلوے کا اپنا version کیا ہے ۔ اپنا فیصلہ کیا ہے وہ اس سپلیمنٹ میں فرمایا گیا ہے ۔

Punctuality.—Punctuality is on the decline in respect of Mail and Express trains on all divisions except on Karachi Division, and in respect of all passenger trains on Lahore, Multan and Rawalpindi Divisions when compared with February, 1964. This calls for attention.

جناب والا ۔ اس میں فروری اور مارچ کا مقابلہ کیا گیا ہے ۔ اگر مجھے اجازت دیں تو میں فروری کے مہینے کا سپلیمنٹ آپ کی خدمت میں پیش کروں ۔ اس میں بھی یہ درج ہے کہ پچھلے مہینے سے Punctuality جو ہے وہ decline پر ہے ۔ اس میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ جہاں تک گاڑیوں کی Punctuality کا تعلق ہے ۔ تقریباً تمام ڈویژن میں میل اور ایکسپریس گاڑیوں سمیت Punctuality دن بدن کم ہو رہی ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ یہ ہے ۔

Transit time of consignments (days).

جناب والا ۔ جو Consignment بذریعہ مال گاڑی بھیجی جاتی ہے ۔ وہ کس طرح سے ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن پر پہنچتی رہی ہے ۔ یا دو سٹیشنوں کے درمیان مال گاڑی کتنا وقت صرف کر رہی ہے ۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اگر مال گاڑی دو سٹیشنوں کے درمیان کم سے کم وقت میں مال پہنچائے گی تو اس طرح ریلوے کے محکمہ کی آمدن بہت زیادہ ہو گی ۔ جو ویگن کی قلت محسوس کی جا رہی ہے اور جو کرانک مرض ریلوے کو لگی ہوئی ہے ۔ وہ بھی بڑی حد تک دور ہو جائے گی ۔ اس کے متعلق جو سپلیمنٹ میں درج ہے وہ میں پیش خدمت کرتا ہوں ۔

The transit time of consignments between certain pairs of stations still continues to be considerably more than the targets fixed. Special steps should be taken by staff to bring about improvement.

تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو وقت کم سے کم ہونا چاہئے اتنے وقت میں مال گاڑیاں ایک سٹیشن سے دوسرے پر نہیں پہنچ رہیں اور اس طرح سے یہ ایک ایسی وجہ ہے جو کہ ویگنوں کی قلت میں مزید اضافہ کر رہی ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ ایک اور آئٹم ہے ۔

Engine Usage-Steam Locomotives-Performance of passenger service locomotiles on Karachi and Rawalpindi Divisions has gone down. Due attention should be given to improve the performance.

جناب والا ۔ Steam Locomotive کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے یہ اس کے متعلق ہے ۔ اس کے بعد Fuel Consumption ہے ۔

Fuel Consumption - (a) Consumption of High Speed Diesel Oil on mixed service has increased on Lahore Division.

یہ ایندھن بھی کفایت شعاری کے ساتھ استعمال نہیں کر رہے یہ ضائع ہو رہا ہے ۔ اور اس کا خرچہ جناب والا ۔ بڑھ رہا ہے ۔

جناب والا ۔ ایک سرٹیفیکیٹ جو ریلوے کے عملہ کو ان کے اپنے ہی محکمہ کی طرف سے دیا گیا ہے ۔ ہر ایک ڈویژن میں تقریباً گاڑیوں پر Fuel oil کا خرچہ بڑھ رہا ہے ۔ shunting میں بھی Fuel oil کو ضائع کیا جا رہا ہے ۔

(b) Consumption of Liquid Fuel Oil has increased on passenger service on Lahore Division, on mixed service on Sukkur, Rawalpindi and Karachi Divisions and on shunting service on Lahore, Multan and Quetta Divisions.

Economy measures should be tightened up to reduce consumption of fuel.

یعنی یہ کہ جب ویگن ایک سٹیشن سے چلتی ہے اس میں کتنا مال بھرا جاتا ہے ۔ اس میں Carrying capacity کے مطابق مال ہوتا ہے یا کم و بیش ہوتا ہے ۔ جناب والا ۔ آپ مجھ سے اتفاق فرمائیں گے کہ اگر ریلوے کا عملہ اور ریلوے کے افسران اس بات کی کوشش کریں کہ Starting Station سے ویگن اپنی پوری تعداد میں مال لے کر چلے جو کہ یہ حالات موجودہ بہت آسان ہے ۔ کیونکہ اس وقت ہماری مال گاڑیاں بہت سا سامان انڈس بیسن پروجیکٹ کا ڈھو رہی ہیں ۔ وہ سامان بہت بھاری قسم کا ہوتا ہے ان میں عموماً سیمنٹ ہے ۔ پتھر ہے ۔ لوہا وغیرہ یہ بہت ہی بھاری چیزیں ہیں ۔ اگر پوری Carrying Capacity کے علاوہ حالات اجازت دیں تو Carrying Capacity سے زیادہ بھی مال بھرا جا سکتا ہے ۔ اس کے متعلق یہ سپلیمنٹ جو

کہتا ہے وہ میں جناب والا ۔ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔

Average Starting Wagon Load--Average starting wagon load has decreased at a number of stations. Utilization of maximum capacity of wagons should be ensured by the Station Masters/Goods Supervisors at the starting stations.

تو یہ جناب والا ۔ مانا گیا ہے ۔ کہ Starting Station سے پوری تعداد میں مال نہیں بھرا جا رہا ہے ۔ اس کے بعد ایک اور آئٹم ہے ۔ وہ Average turn round of wagons ہے ۔ یعنی ویگن جو مال کے لئے ہیں وہ کتنی جلدی اپنا چکر لگا کر کسی خاص سٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری مال گاڑیاں کتنی تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ رہی ہیں ۔ اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ۔

Average turn-round of Wagons-Average turn-round of wagons has increased from 7.7 to 8 4. Efforts should continue to be made for quicker movement of stock.

اس سے بھی جناب والا ۔ پچھلے عرصہ کی نسبت یعنی جو مارچ کے مہینہ کی ان کی کار کردگی ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ مال گاڑیاں اور ویگن سست رفتار سے چلائی جا رہی ہیں ۔ ہدایت بھیجی جا رہی ہے ۔ کہ اس سست رفتاری کو دور کیا جائے ۔ جناب والا ۔ یہ ان کا اپنا گزٹ ہے ۔ جس کے ساتھ یہ Operational Statistical Supplement ہے ۔ میرے پاس تین چار اور گزٹ ہیں ۔ لیکن میں وقت کی قلت کی وجہ سے وہ آپ کی خدمت میں پیش نہیں کر سکتا ۔

اس کے آگے جناب والا ۔ ایک چارٹ بنا ہوا ہے ۔ اور یہ مختلف graphs ہیں جو punctuality show کرتے ہیں اور یہ ایک بڑی important item ہے جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے ۔ یعنی average starting wagon load کیونکہ میں اسے ایک بنیادی چیز تصور کرتا ہوں ۔ بالخصوص ریلوے کی کارکردگی کے لئے ۔ اور خاص طور پر موجودہ حالات میں جن سے ہم دو چار ہیں ۔

اس وقت ترقیاتی کاموں کی وجہ سے سامان کا بوجھ بہت زیادہ ہے لیکن ویگنوں کی shortage ہے ۔ اس لئے ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ویگنیں ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مال لے کر جائیں ۔

یہ جناب لاہور ۔ ملتان ۔ سکھر ۔ کراچی اور کوئٹہ ڈویژنوں کے مختلف سٹیشن ہیں ۔ یعنی مغربی پاکستان کی تمام ریلوے ڈویژنوں کے سٹیشن ہیں ۔ اس میں جناب جہاں تک heavy merchandise کا تعلق ہے ۔ یہ average starting wagon load کسی حد تک قابل قبول ہے ۔ اسی وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ اس وقت ہماری بہت سی مال گاڑیاں ایسا سامان ڈھو رہی ہیں جو ہمارے ترقیاتی کاموں میں صرف ہو رہا ہے ۔ چونکہ وہ بہت بھاری نوعیت کا ہے اور بہت زیادہ مقدار میں آ رہا ہے ۔ اس لئے وہ پوری carrying capacity کے مطابق لادا جا رہا ہے ۔

اس کے علاوہ ایسی چیزیں جو مال گاڑی پر لادی جاتی ہیں اور خاص طور پر light merchandise ۔ یعنی بیوپاریوں کا وہ مال جو پورا ڈبہ نہیں ہوتا بلکہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے ۔ اس کے متعلق ریلوے والے بہت بے اعتنائی برتتے ہیں ۔ جس سے بیوپاریوں کو سخت تکلیف کا سامنا ہے ۔ کیونکہ گاڑیاں جہاں دس دن میں پہنچنی چاہئیں ۔ وہاں ایک ماہ میں پہنچتی ہیں ۔ اور جہاں پانچ دن تک پہنچنی چاہئیں وہاں پندرہ دن لے رہی ہیں ۔ اور اسی طرح ریلوے کی آمدنی پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہیں ۔ کیونکہ starting wagon load کی average بہت کم ہے ۔

جہانتک light merchandise کا تعلق ہے ۔ یہ لاہور ڈویژن کے

مختلف سٹیشن ہیں - یعنی لاہور - لائلپور - گوجرہ - ٹوبہ ٹیک سنگھ - گوجرانوالہ اور سیالکوٹ - ان کا اس سال کا ریکارڈ ۹۰۵۲ ہے - عام طور پر light merchandise کے لئے ایک ویگن کی carrying capacity ۲۲ ٹن کی ہوتی ہے اور اس کے مقابلے میں light merchandise کا جو average starting wagon load ہے - وہ لاہور کے لئے ۹۰۵۲ لائلپور کے لئے ۸۰۳۵ گوجرہ کے لئے ۱۳ - ٹوبہ ٹیک سنگھ کے لئے ۸۰۸۶ - گوجرانوالہ جو ایک بہت بڑا تجارتی شہر ہے - اس کے لئے light merchandise کا average load ۶۰۷۷ ہے - یعنی تیسرے حصے سے بھی کم ہے - وہاں مال گاڑی کے ڈبے دو حصے خالی چل رہے ہیں اور ان کا تیسرا حصہ بھی بھرا ہوا نہیں ہوتا۔ البتہ سیالکوٹ یعنی خواجہ صاحب کے شہر میں حالات بہتر ہیں - وہاں بھی average ۱۳۰۹ ہے - (ایک آواز - یہ خواجہ صاحب کی وجہ سے ہے -)

جناب والا - اسی طرح سے ملتان ڈویژن - سکھر ڈویژن - کراچی ڈویژن - راولپنڈی ڈویژن اور کوئٹہ ڈویژن میں بھی حالات کچھ اس سے مختلف نہیں ہیں - وہاں بھی average آٹھ - نو یا زیادہ سے زیادہ دس ٹن تک ہے -

ان گذارشات سے میرا مطلب یہ ہے کہ جس operational efficiency کا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے - وہ بالکل غلط ہے۔ دراصل operational efficiency بہت حد تک کم ہو رہی ہے اور اس کی وجہ سے ordinary working expenses بڑھ رہے ہیں - اور اس بڑھے ہوئے خرچ کو پورا کرنے کے لئے ہمارے کرائے میں اضافہ کیا جا رہا ہے -

جناب والا - ایک اور بات جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا - وہ ہے management labour relations اس کے متعلق جناب محترم

وزیر ریلوے نے اپنی تقریر میں اشارہ فرمایا ہے۔ labour management relations on the whole. The year has witnessed improvement in labour management relations انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ labour management تعلقات بہتر ہوئے ہیں ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جناب جنیجو صاحب نے غلط بیانی سے کام لیا ہے ۔ لیکن میں یہ ضرور کہونگا کہ ان کو اندھیرے میں رکھا گیا ہے ۔ یہ کہنا کہ بحیثیت مجموعی labour management تعلقات خوشگوار ہیں ۔ حقائق سے بالکل بعید ہے ۔ بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے ۔ ریلوے کے محکمہ میں مقدمے بازی روز بروز بڑھ رہی ہے ۔ اور آئے دن ریلوے کے عملے اور management میں مقدمے بازی ہو رہی ہے ۔ اور نوبت یہانتک پہنچ چکی ہے کہ اس سال ۱۱ - ۱۲ - اور ۱۳ مارچ کو مختلف ڈویژنوں کے سپرنٹنڈنٹوں کی ایک کانفرنس ہیڈ کوارٹر کے دفتر میں ہوئی جس میں یہ بات خاص طور پر زیر بحث لائی گئی کہ ریلوے کے محکمے میں خاص طور پر personnel کی مقدمے بازی بہت بڑھ چکی ہے ۔ اس کے لئے کیا تجاویز اور لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے ۔ اور کیا تدابیر سوچنا چاہئیں ۔ تو یہ بات کتنی شرمناک ہے جو میں یہاں اس معزز ایوان میں عرض کرنے والا ہوں ۔ وہاں یہ طے پایا کہ چونکہ مقدمہ بازی روز بروز بڑھ رہی ہے ۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے یہ مقدمے بازی ختم ہو ۔ فیصلہ یہ کیا گیا کہ ایک ڈویژن میں ایک litigation cell قائم کر دیا جائے ۔

اب جناب والا ۔ میں مختصراً اس کانفرنس کی روئیداد آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔

This was held on 11th, 12th and 13th March, 1964,

"This conference recommends that in view of the increase in litigation work in the divisions particularly in respect of personnel cases, a litigation cell should be established in each division. It further recommends that this cell should be provided with an Inspector who should a graduate in law and should, in case of direct recruitment, be given a training of at least a period of six months in personnel rules and procedure.

جناب والا ۔ یہ جو دعویٰ کیا گیا ہے ۔ اور اس کی جو عملی صورت ہے وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے ۔ کس قدر شرمناک بات ہے کہ بجائے اس کے کہ تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کی جائے ۔ عملے کو خوش کیا جائے ۔ اور مزدوروں کے لئے بہتر روزگار مہیا کیا جائے ۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر مقدمے بازی بڑھ گئی ہے تو ہر ایک ڈویژن میں ایک litigation cell بنایا جائے جس کے لئے ایک انسپکٹر مقرر کیا جائے جو مقدمے بازی ہی کرتا رہے ۔

اس کے علاوہ جناب والا ۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ۱۹۶۲ء میں ریلوے کے محکمے کے متعلق ایک نہایت اہم نوعیت کا مقدمہ سپریم کورٹ میں پیش ہوا ۔ مقدمے کا عنوان تھا ۔ غلام سرور بنام مغربی پاکستان ریلوے ۔ اس میں جھگڑا یہ تھا کہ غلام سرور کو ریلوے کے ایک senior افسر . . . . .

Mr. Speaker : Only five minutes are left.

Mian Muhammad Akbar : I will request that I should be given some more time.

Mr. Speaker : I am sorry.

میاں محمد اکبر ۔ جناب والا ۔ اس case میں سپریم کورٹ نے اس افسر کے متعلق stricture پاس کئے ہیں ۔ اور لکھا ہے کہ وہ افسر بڑا کنبہ پرور ہے ۔ راشی ہے ۔ اور اپنے ماتحتوں پر ناجائز ظلم کرتا ہے ۔ وہ اپنے ملازموں اور اپنی بیوی کے ذریعے رشوت وصول کرتا ہے ۔ یہ case جناب ۱۹۶۲ P. L. D.

میں reported ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلا ۔ وہ افسر جو پہلے ایک معمولی افسر تھا شاید D. P. O, workshops تھا اسے یہ تمغہ ملنے کے بعد اس محکمے کا chief personnel officer بنا دیا گیا تو یہ ہیں وہ خوشگوار تعلقات . . . . .

جناب والا ۔ پچھلے سال میں نے ایک بہت بڑے کوئلے کے scandal کا ذکر کیا تھا ۔ اب یہ میرے ناخوشگوار فرائض میں سے ہے کہ اس کی طرف تو نہیں بلکہ ایک اور scandal پر آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کراؤں ۔ وہ ہے بھارت کے ساتھ ہمارا agreement جس کے ذریعے ہم اس وقت وہاں سے کوئلہ حاصل کر رہے ہیں ۔ وہ کوئلہ regional coal commissioner اور fuel distribution inspector جو ریلوے کے افسر ہوتے ہیں ۔ اور ریلوے کا مختلف قسم کا ایندھن تقسیم کرتے ہیں ۔ کے لئے بھارت سے آ رہا ہے ۔ اور تقریباً ۳۰ ویگن ہر روز آ رہے ہیں ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ انڈیا سے جو کوئلہ آتا ہے اس کے وزن کے لئے مغل پورہ ریلوے سٹیشن پر weigh bridge ہے لیکن مغل پورہ ریلوے سٹیشن پر پچھلے دو سال سے بالکل کوئی ریکارڈ نہیں کہ بھارت سے کتنا کوئلہ درآمد ہوتا ہے اور جب مغل پورہ پہنچ جاتا ہے تو اس کی کتنی مقدار ہوتی ہے ۔ میری اطلاع کے مطابق کوئی railway receipt نہیں ہوتی ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ۱۰ ویگن بھارت سے چلتی ہیں مگر مغل پورہ سٹیشن پر صرف ۵ پہنچتی ہیں ۔ اگر ۵ ویگن راستہ میں رہ گئی ہوں تو اس کی کوئی انکوائری نہیں کی جاتی ۔ مغل پورہ سٹیشن پر نہ کوئی ریلوے رسید آ رہی ہے نہ کوئی انوائس پہنچ رہی ہے ۔ اور محکمہ ریلوے کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں کہ کتنا کوئلہ بھارت سے چلا اور کتنا کوئلہ یہاں پہنچا ۔ میں یہ چیلنج کرتا ہوں

کہ اس کا کوئی ریکارڈ نہیں اورمیں اس ہاؤس کے اندر اور اس کے باہر یہ بات ثابت کرنے کو تیار ہوں ۔ میں وزیر ریلوے کی کے خدمت میں گذارش کرونگا کہ وہ اس معاملہ کی فوراً تحقیقات کرائیں اور بہتر تو یہ ہے کہ ایک انکوائری کمیشن بٹھائیں کیونکہ اس طرح ہمارا لاکھوں روپیہ کا foreign exchange ضائع ہو رہا ہے ۔ چونکہ کوئی ریلوے رسید نہیں ہوتی اس لئے کوئی علم نہیں ہوتا کہ بھارت سے کتنی ویگن چلیں اور یہاں کتنی پہنچیں ۔ اس کے علاوہ یہاں اس کوئلہ کا کوئی وزن نہیں کیا جاتا ۔ جتنی carriage capacity ہوتی ہے کوئلہ کا اتنا وزن ہی تسلیم کر لیا جاتا ہے ۔ اور مغل پورہ weigh bridge پر unload کرنے سے پہلے کوئی وزن نہیں کیا جاتا ۔ جتنا وزن carriage capacity کے متعلق ڈبہ پر درج ہوتا ہے اسے ہی درست تسلیم کر لیا جاتا ہے ۔ حالانکہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہر ایک ویگن میں کوئلہ کم وزن میں پہنچ رہا ہے اگر ۲۲ ٹن کی ویگن ہے تو اس میں ۲۰ ٹن کوئلہ ہوتا ہے ۔ اسی طرح اگر ۲۴ ٹن کی ویگن ہے تو اس میں سے ۲۰ یا ۲۲ ٹن کوئلہ نکلتا ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں پہنچ رہا ۔ مثال کے طور اگر wagon load کوئلہ آئے جس کا وزن ڈبہ پر لکھے ہوئے وزن کے مطابق ۲۴ ٹن ہو اور وہ ویگن ریجنل کول کمشنر کو re-book یا redirect کر دی جائے تو ریکارڈ پر اور فائل پر یہ چیز موجود ہے کہ کوئلہ کا وزن کم ہوتا ہے ۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ اس معاملہ کی پوری پوری تحقیقات کرائی جائے اس سلسلہ میں میں کسی پر الزامات عائد نہیں کرنا چاہتا بلکہ صرف قومی مفاد کے پیش نظر عرض کر رہا ہوں کیونکہ ہم اپنا foreign exchange جو اتنی مشکلات سے حاصل کرتے ہیں یونہی ضائع کر رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ اب میں ایک اور سیکنڈل کی طرف وزیر ریلوے کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ وہ ہے کراچی کے متعلق ۔ کراچی میں پچھلے دنوں یہ طے پایا کہ ریلوے کی ایندھن اور کوئلہ کی جو movement ہوتی ہے وہ کراچی سٹی کی بجائے کراچی کینٹ پر جائے ۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ وہاں cart weigh bridge نصب کیا جائے ۔ چنانچہ ۵۰ ہزار روپیہ خرچ کر کے وہاں ایک cart weigh bridge نصب کیا گیا ۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت سے اب تک اس کا استعمال نہیں ہوا ۔ کیونکہ وہاں کراچی سرکلر ریلوے کی تجویز کی گئی ہے ۔ اس لئے کراچی کینٹ سے ٹرانسفر کر کے کھارا در کی طرف منتقل کر دیا گیا ۔ یہ جو پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے اور کراچی کینٹ سے منتقل کر کے کھارا در کر دیا ہے ۔ یہ سب کچھ فائل پر موجود ہے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ صحیح ہے ۔ میں اس کی صحت منوانے کے لئے بھی تیار ہوں ۔ بجائے اس کے کہ کراچی کینٹ سے وہ cart weigh bridge منتقل کیا جاتا وہاں ایک فرم میزان کارپوریشن ہے جس سے ایک بڑے افسر نے جو کراچی ڈویژن میں ہے ۔ ۴۰ ہزار روپیہ لے کر میزان کارپوریشن کو اجازت دے دی ۔ کہ وہ کارٹ وے برج نصب کرے ۔ اس پر میزان کارپوریشن کو دس بارہ اور پندرہ ہزار روپیہ کا فائدہ ہو رہا ہے ۔ یہ فائدہ اور منافع ریلوے کو ملنا چاہئے تھا ۔ حکومت کا ۵۰ ہزار روپیہ جو cart weigh bridge پر لگا تھا وہ بیکار اور برباد ہوگیا ۔ لیکن اس افسر کی اپنی جیب گرم ہوگئی ۔ کیونکہ اس نے ۴۰ ہزار روپیہ بطور رشوت لے لیا ۔ اس کارپوریشن سے ابھی تک کوئی terms & conditions طے نہیں ہوئیں کہ اس کو کیا کرایہ ادا کرنا ہوگا ۔ میری اطلاع کے مطابق ایک اور فرم نے ۲۰ ہزار

روپیہ صرف good-will کے طور پر offer کیا تھا ۔ اور ریلوے جو کرایہ مقرر کرتی وہ اس کے علاوہ تھا ۔ لیکن کراچی ڈویژن کے افسر اعلیٰ نے اپنی منظور نظر فرم میزان کارپوریشن سے ۴۰ ہزار روپیہ رشوت لے کر بغیر کسی معاہدہ کے اجازت دے دی ۔ کھارادر ریلوے سٹیشن کا ایک اور سکینڈل ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ وہاں جو پلاٹ تاجروں کے لئے بنا رکھے ہیں ۔ جن کا مال و اسباب وہاں آتا ہے ۔ یا وہ وہاں سے لادتے ہیں ۔ ان کے متعلق میری اطلاع یہ ہے کہ کسی تاجر کو کوئی پلاٹ نہیں دیا گیا ۔ بلکہ دو دو ہزار روپیہ رشوت لے کر اس ''نیک افسر،، نے وہ پلاٹ اپنے چہیتوں کو الاٹ کر دئے ہیں ۔ یہ تمام چیزیں ہیڈکوارٹر کی فائلوں پر موجود ہیں ۔ اور دیکھی جا سکتی ہیں ۔ بشرطیکہ انہیں چرا نہ لیا جائے ۔ ان کی تحقیقات ہو سکتی ہے اور میں ثبوت مہیا کرنے کو تیار ہوں ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ میں یہ کوئی تہمت نہیں تراش رہا اور نہ ہی کسی پر الزامات عائد کر رہا ہوں ۔ آپ خود اس کی تحقیقات کر لیں ۔

مسٹر عبدالرازق خان (مردان ۔ ۳) جناب سپیکر ۔ ریلوے بجٹ جو اس معزز ایوان میں معزز ریلوے منسٹر صاحب نے پیش کیا ہے ۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو میں اس امر کا ان کا شکریہ ادا کروں گا ۔ کہ اس سال ریلوے بجٹ پیش کرنے میں انہوں نے نہایت محنت سے کام لیا ہے ۔ اور وہ تفاصیل جن کے لئے پچھلے سال بجٹ سیشن میں بہت سے ممبران نے اپنی تقریروں میں یہ مطالبہ کیا تھا ۔ کہ ریلوے بجٹ میں آمدنی و خرچ کے حسابات کی تفصیل جو دی گئی تھی وہ نا مکمل تھی ۔ اس لئے آئندہ وہ تمام مکمل تفصیلیں واضح طور پر دی جائیں ۔ میرے خیال میں اب جو تفاصیل دی گئی ہیں

ان کے ذریعہ ہم بہت بہتر طریقہ پر ریلوے کے نظم و نسق کے حسن و قبح کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں اور مناسب اور اچھی تجاویز پیش کر سکتے ہیں ۔ جناب والا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ریلوے کا نظم و نسق اس معیار کے مطابق نہیں جس کی ہم خواہش رکھتے ہیں ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے ۔ کہ آیا پچھلے ایک سال میں ریلوے کے نظم و نسق میں پہلے سے کوئی بہتری آئی ہے ۔ یا وہ نظم و نسق اور زیادہ خراب ہو گیا ہے ۔ اگر ہم اس بات کی طرف توجہ دیں تو صاف ظاہر ہے ۔ کہ ریلوے بجٹ میں پچھلے سال سے آمدن میں ساڑھے پانچ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے ۔

اور اخراجات میں جو اضافہ ہوا ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ ایندھن کی اکسپورٹ ڈیوٹی کی وجہ سے ریلوے کے اخراجات میں ٦- کروڑ کے بجائے اب ٩ کروڑ روپے خرچ کرنا پڑیں گے ۔ جسکا کوئی حل نہیں ہو گا اس طرح یقینی طور پر اخراجات میں اضافہ ہوا ہے ۔

جناب والا ۔ اس بجٹ سے صاف طور پر یہ ظاہر ہے کہ بہت سی ٹرینیں چلائی گئی ہیں جن کی تعداد ٣٦ تک ہے ۔ جنمیں ١٠ اکسپریس ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت خوشی کا مقام ہے کہ وہ مطالبات جو کہ ہم نے پچھلے بجٹ سیشن میں کئے تھے انکی ایک حد تک تکمیل کی گئی ہے اور اس سے مسافروں کو سہولتیں پہنچی ہیں ۔ جناب والا بہت سی نئی لائینوں کا سروے کرایا گیا ہے ۔ اور کچھ پٹڑیاں بچھائی جائیں گی ۔ ریلوں کی سست رفتاری جو ضرب‌المثل بنگئی تھی اسکی طرف بھی کافی توجہ کی گئی ہے اور اس امر کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ ریلوے کے انتظامیہ کی طرف سے جو گزٹ شائع ہوا ہے میرے دوست میاں محمد اکبر صاحب نے اس ہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کہ ریلوے کے انتظام میں بہت سستی

آ گئی ہے ۔ اور انہیں نے یہ بھی فرمایا ہے ۔ کہ ان کے لئے یہ بہت شرمناک بات ہے ۔ میرے خیال میں ریلوے کے انتظام پر دسترس رکھنے اور اسکے انتظام کو درست کرنے کے لئے اور ریلوے کے افسران نے اپنے محکمہ کو Efficient بنانے کے لئے ایسا کیا ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ منسٹر صاحب کی یہ کارگذاری ہے کہ انہیں نے اس کو اپنے انتظام کی وجہ سے اسقدر مضبوط بنا دیا ہے ۔ ورنہ اس قسم کی نکتہ چینیاں خواجہ صفدر صاحب اور نوابزادہ افتخار انصاری صاحب ضرور کرتے ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اپنے ہی نظام کو درست کرنے کے لئے اور زیادہ Efficiency پیدا کرنے کے لئے اور محکمہ کی اصلاح کرنے کے لئے گزٹ میں یہ نکتہ چینی کی گئی ہے ۔

جناب والا ۔ ایک بات ہے جسکی طرف میں منسٹر صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ Fuel oil اور دیگر مصارف میں اضافہ کی وجہ سے یہ ایک تجارتی ادارہ ہے اور یقیناً آج اس کے اخراجات میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ آمدنی کے لئے نئی نئی سبیلیں تلاش کرنی پڑیں گی ۔ اسکے لئے انہیں نے freight میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے ۔ لیکن تنبیہہ کے طور پر میں یہ بات عرض کرتا ہوں کہ آپ کا مقابلہ روڈ ٹرانسپورٹ سے ہے اگر آپ Freight میں اضافہ کریں گے تو بجائے اس کے کہ آپ زیادہ فائدہ حاصل کریں ممکن ہے نقصان اٹھانا پڑے ۔ لیکن خیر اس کو تو برداشت کیا جا سکتا ہے ۔ Passengers کے کرایہ میں اضافہ کے متعلق میں ان کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہ نظر ثانی فرمائیں کیونکہ اس وقت بھی Passengers بہت مشکل حالات میں ریلوے سے سفر کر رہے ہیں ۔

اگر کرایہ میں اضافہ ہو گیا تو انکی توجہ ریلوے کی طرف سے ہٹ جائیگی ۔ اور ممکن ہے کہ آپ جس آمدنی کی توقع رکھتے ہیں وہ آمدنی نہ ہو ۔ اس کے علاوہ اس بجٹ میں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں Passenger ٹریفک سے کوئی ایک کروڑ ۵۰-لاکھ کی آمدنی کی توقع ہے اور اسطرح بجٹ کی آمدنی میں سے سود کی رقم نکالنے کے بعد کوئی ڈیڑھ کروڑ روپے کی فاضل بچت ہے ۔ تو میں عرض کروں گا کہ اگر ممکن ہو سکے تو Passengers کے کرایہ میں جو اضافہ کیا گیا ہے اس پر نظر ثانی فرمائی جائے ۔

جناب والا ۔ اپر کلاس اور لوئر کلاس Passengers سے جو آمدنی بجٹ میں ہو گی وہ ۲۳-کروڑ تک ہے ۔ ہر سال اور سکیموں پر بھی خرچ ہوتا ہے ۔ اور آئندہ بھی ہو گا ۔ لیکن اس سال بجٹ میں Passengers کی Amenities کے لئے ۲۲ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں یہ رقم بہت کم ہے ۔ آزادی کے حصول کے بعد کم سے کم محکمہ ریلوے جو کہ ایک قومی ادارہ ہے اور جسکا انتظام اور انصرام حکومت کے ہاتھ میں ہے ۔ کم سے کم اس ادارے میں عوام کے لئے سہولتیں زیادہ ہونا چاہئیں کیونکہ ایک آزاد شہری کی حیثیت سے اگر وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہیں تو وہ چاہیں گے ۔ کہ انکا یہ سفر اچھی طرح سے ہو اور بالخصوص لوئر کلاس کے Passengers یہ ضرور سوچیں گے ۔ یہ میں نہیں کہتا ۔ کہ ان کے لئے کچھ نہیں کیا گیا ہو رہا ہے لیکن جو کچھ کیا گیا ہے وہ کم ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوئر اور اپر کلاس کی تفریق مٹانے کے لئے جب تک کوئی جرات مندانہ قدم نہیں اٹھایا جائے گا ۔ اس وقت تک لوگوں میں یہ احساس باقی رہے گا ۔ ہم محترم وزیر صاحب سے جو کہ تھوڑے

عرصہ سے اس وزارت کو سنبھالے ہوئے ہیں ۔ آئندہ سال کے بجٹ میں یہ توقع رکھتے ہیں ۔ کہ وہ لوئر کلاس کے Passengers کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں گے ۔

آوازیں ۔ اگر وہ آئندہ بجٹ تک وزیر رہے ۔

مسٹر عبدالرازق خان ۔ وہ ہمیشہ رہیں گے ۔ لوئر کلاس کے Passengers کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچانے کے لئے بہت بڑی رقم آئندہ بجٹ میں رکھی جائے ۔

جناب والا ۔ ایک گذارش اور بھی ہے وہ یہ کہ ویگنوں کی جو Rolling ہے مثلاً ایک جگہ سے دوسری جگہ وقت پر پہنچنا اور وہاں سے پھر واپس آنا اس کی رفتار میں بہت سستی ہے ۔ خاصکر کوئٹہ میں ویگنوں کی کمی کی وجہ سے اینٹوں کے بھٹے والے بہت نقصان برداشت کرتے ہیں ۔ انہیں نے پچھلے سیشن میں بھی جب میں یہاں پر تھا تو انہیں نے بہت شکایات کی تھیں ان ویگنوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے کی رفتار کو تیز کرنا نہایت ضروری ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ منسٹر صاحب اس کی طرف توجہ فرمائیں گے ۔ جناب والا ۔ ایک اور بڑی رقم اس بجٹ میں دکھائی گئی ہے ۔ اور وہ یہ کہ ڈولپمنٹ پروگرام کے سلسلے میں جو پیسہ قرض لیا گیا ہے ۔ اس پر بہت بھاری رقم سود کی ادا کرنی پڑی ہے اور وہ کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے ۔ اور کہا گیا ہے کہ ساڑھے پانچ کروڑ کی رقم ریلوے نے سود کے طور پر ادا کی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بھی ٹھیک ہے ۔ کہ قرض حاصل کئے بغیر ہم ترقیاتی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہونچا سکتے لیکن اس طرف پہ توجہ دی جائے کہ جتنی ہم کمی کر سکتے ہوں کمی

کریں ۔ ریلوے کی Efficiency زیادہ کرنے کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہی تجویز پر عمل کیا جائے تو بہت مناسب ہے اور وہ یہ کہ ریلوے کے ملازمین کو ضروریات زندگی مہیا کی جائیں اور یہ انکا بنیادی حق ہے اور اگر یہ حق انکو مل جائے مثلاً انکے رہنے کے لئے کوارٹر بیماری میں طبی سہولتیں اور تنخواہ میں اضافہ جو افسوسناک حد تک اور شرمناک حد تک کم ہے ۔ تو ریلوے کی Efficiency میں اضافہ ہو جائیگا ۔ جو تنخواہ انکو ملتی ہے ۔ وہ ان کی گذر کے لئے پوری نہیں ہوتی ۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جب تک از سر نو غور نہیں کیا جائیگا اور اس تفریق کو نہیں مٹایا جائیگا اس وقت تک ملازمین مطمئن نہیں ہونگے اور ریلوے کی Efficiency میں آپ فرق نہیں دیکھ سکتے ۔

جناب والا ۔ ایک اور بات عرض کرتا ہوں اور وہ سروے کے متعلق ہے ۔

Mr. Speaker : One minute more Mr. Raziq.

مسٹر عبدالرازق خان ۔ جناب سروے جن علاقوں کا کرایا گیا ہے مجھے یہ دیکھکر دکھ ہوا ہے کہ سابق صوبہ سرحد کے علاقہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ میں آپ کی توجہ صرف صوابی کی طرف دلاؤں گا جہاں سے مرکزی حکومت اور ہماری صوبائی حکومت کو کروڑوں روپے کی آمدنی ہوتی ہے اس سلسلے میں میں ایک مثال دیتا ہوں ۔ پاکستان بھر میں صوابی تمباکو سپلائی کرتا ہے۔ لیکن وہاں کوئی purchasing سنٹر نہیں بنایا گیا ہے ۔ کراچی میں بنا ہے ۔ جہلم میں بنا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں ریلوے لائن نہیں ہے ۔ ہم چیخ رہے ہیں کہ وہاں ریلوے لائن دو وہاں سے ریلوے کی آمدنی بہت ہو گی ۔ اور وہاں کے عوام کا معیار زندگی بڑھے گا ۔ اس لئے میں گذارش کروں

گا کہ اگر اس سال نہ ہو سکے تو آئندہ سال صوابی میں ریلوے لائن پہنچانے کے لئے وہاں کا سروے کیا جائے ۔

جناب والا ۔ میں مایوس نہیں ہوں ۔ ہمیں اپنے ریلوے منسٹر پر پورا پورا اعتماد ہے ۔ انہوں نے جو کام کیا ہے ۔ اس نے اس تمام ایوان کے ہر حلقے سے داد تحسین حاصل کی ہے ۔ اور میں نے اپنے خیال کے مطابق جو تعمیری تجاویز پیش کی ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس پر غور فرمائینگے ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ہزارہ - ۱)۔ مسٹر سپیکر وزیر ریلوے نے یہ بجٹ اس ایوان کے سامنے پیش کر کے میں یہ کہونگا ۔ کہ وہ صحیح طریقے پر ہماری مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ اور میں یہ بات کہنے میں قطعاً حق بجانب ہوں ۔ کہ ہمارے یہ جوان عمر ریلوے منسٹر ہردلعزیز ریلوے منسٹر جس وقت بھی کوئی تجویز یا کوئی مناسب پروگرام کسی stage پر بھی ان کے نوٹس میں لایا گیا ۔ تو انہوں نے اپنے پورے تعاون اور پوری توجہ اور پوری صلاحیت اور غور و خوض کرنے کا ہمیں موقع دیا ۔ میں اپنی آج کی گذارشات میں ریلوے کے متعلق ایسی باتوں کا انکشاف کرونگا ۔ جس سے اس ایوان کے چند مخصوص ممبر ہی آگاہ ہونگے ۔ مجھے ریلوے کو بحیثیت اکانومی کمیٹی کا ممبر ہونے کے نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا ہے ۔ اور میں نے یہ محسوس کیا اور میں نے جو کچھ محسوس کیا ۔ اسے میں چیلنج کرتا ہوں ۔ کہ اگر اس ایوان کا کوئی رکن قریب سے ریلوے ایڈمنسٹریشن کو، اس کی efficiency اور کارکردگی کو غور سے دیکھے ۔ تو یقیناً وہ میری اس رائے سے متفق ہوگا ۔ میں تو یہ کہونگا ۔ ہمارے یہ مغل شہزادے جو

سیکرٹریٹ میں موجود ہیں۔ ان کو موقع فراہم کیا جائے۔ کہ وہ ریلوے ہیڈ کوارٹر میں جا کر دیکھیں کہ وہاں کس قدر بدرجہ أتم efficiency موجود ہے۔ میں کئی بار وہاں گیا۔ قائد حزب اختلاف بھی میرے ساتھ تھے۔ وہ بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ میں نے وہاں ہر وقت اور ہر دن وہاں دیکھا۔ کہ ریلوے بورڈ کے چیئرمین سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے کلرک تک سبھی سات بجے صبح سے لیکر ڈیڑھ بجے تک آفس میں موجود تھے۔ پہلے تو مجھے حیرانی ہوئی۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ شاید چونکہ ہم یہاں کام کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے ہماری وجہ وہ وقت کے پابند ہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی بعض اوقات جب جانے کا اتفاق ہوا۔ تو میں نے اس دفتر میں بڑے سے بڑے افسر سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے ملازم تک سب کو دفتر کے اوقات کا پابند پایا۔ لیکن سیکرٹریٹ میں ادنیٰ سے ادنیٰ ملازمین بھی وقت کی پابندی نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ میں نے دیکھا کہ غیر سرکاری نمائندوں پر مشتمل اس کمیٹی کو کسی وقت بھی اگر کسی معلومات کی ضرورت پڑی۔ تو ہم نے دیکھا کہ اس کے چیئرمین اور وائس چیئرمین جو اس کے فنانس ممبر تھے۔ اور جوکہ ہماری اس کمیٹی کے ممبر تھے تو انہوں نے وہ معلومات چاہے وہ کراچی سے طلب کرنی ہوتی ہیں ہمیں ایک لمحے میں فراہم کر دیتے۔ یہ میں ان کی تعریف نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ میں ایک امر واقع آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ان میں بھی سینئر افسر موجود ہیں۔ اگر ان کے حالات بھی ہمارے ان مغل شہزادوں کی طرح ہو جائیں۔ تو ان سے کوئی گلہ نہیں کر سکتا۔ آپ انہیں ملازمت سے برطرف نہیں کر سکتے۔ تو پھر جو واقعات اور حالات ہم وہاں جا کر

دیکھیں ۔ اور ان کو محسوس کریں ۔ تو کیوں نہ اس کی تعریف کریں ۔ جس کے کہ وہ مستحق ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ ,,مغل شہزادے'' سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟

سردار عنایت الرحمن خان عباسی--مغل شہزادوں والی بات اپنے پیچھے ایک لمبی کہانی رکھتی ہے ۔ مغل خاندان کی تباہی کے اسباب پر آپ نے ضرور غور فرمایا ہوگا ۔ تو اس لئے آپ کو اس کے معنی سمجھ میں آ گئے ہونگے ۔ جناب والا ۔ وہ وہ سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ کسی محکمے کے لئے حرف آخر ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عوام کا نمائندہ نہیں سمجھتے ۔ اس لئے میں نے ان کو مغل شہزادے کہا ہے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک ریلوے ملازمین کی efficiency اور کارکردگی کا تعلق ہے ۔ اور اس قسم کی دوسری باتوں کا تعلق ہے ۔ اس کے متعلق میں شروع میں عرض کر چکا ہوں ۔ اس کے علاوہ بجٹ کی بہت سی مدات قابل تعریف ہیں ۔ اور بہت سی ایسی بھی ہیں ۔ کہ اگر ان پر مناسب نکتہ چینی کی جائے تو میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی حرج نہ ہوگا ۔ لیکن میں یہ گذارش بھی کر دوں ۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ ریلوے کے عظیم اخراجات کی موجودگی میں اور ریلوے کے عظیم منصوبوں کی تکمیل کے لئے اور ریلوے کو آئندہ ماڈرن ریلوے بنانے کے لئے تھوڑے سے روپے کی بھی ضرورت ہے ۔ اور اس کو پیدا کرنا، قرضوں کے علاوہ ضروری ہے ۔ کہ ہمارے اپنے revenues میں بھی اضافہ ہو ۔ اور اس کے لئے انہوں نے کرایوں میں اضافہ کیا ہے ۔ یعنی فسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس اور تھرڈ کلاس کے مسافروں کے کرایوں میں اضافہ کیا ہے ۔ جہاں تک فسٹ کلاس اور سیکنڈ

کلاس کرایوں میں اضافے کا تعلق ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ ان کو تو سہولتیں میسر ہیں ۔ اور وہ اس اضافے کے مستحق تھے ۔ اور ان پر یہ اضافہ کرنا چاہئے تھا ۔ لیکن تیسرے درجے کے کرائے میں اضافہ کرتے ہوئے اس بات کو سامنے نہیں رکھا گیا ۔ کہ تھرڈ کلاس میں سفر کرنے والے مسافروں کو کیا سہولتیں میسر ہیں ۔ جس کے لئے ریلوے ایڈمنسٹریشن زیادہ کرایہ چارج کرنا چاہتے ہیں ۔

جناب والا ۔ اگر آپ تھرڈ کلاس میں سفر کریں ۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا ۔ اور ہم نے آپ کی وساطت سے اس ایوان میں کئی مرتبہ ریلوے ایڈمنسٹریشن کو اپنی گذارشات پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ایک تھرڈ کلاس کے ڈبے میں کہ جس کی seating capacity پچاس ہوتی ہے ۔ وہاں دو دو سو افراد اندر گھسے ہوتے ہیں ۔ اگر ان کی تعداد ان ڈبوں کی seating capacity کے مطابق ہو ۔ اور ان کو وہ سہولتیں میسر ہوں ۔ جو ٹکٹ خریدنے کے بعد ان کو ریلوے ایڈمنسٹریشن کی جانب سے دی جانی واجب ہوتی ہیں ۔ تو اس صورت میں اگر کرائے میں معمولی سا اضافہ بھی ہو جائے ۔ جیسا کہ کر دیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ غیرمناسب نہیں تھا ۔ لیکن ان حالات میں جب کہ ان کو نہ بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے ۔ نہ کھڑے ہونے کے لئے جگہ مل سکتی ہے اور نہ لیٹنے کے لئے جگہ ملتی ہے ۔ تو اس حالت میں ان کے کرایوں میں اس قسم کا اضافہ نامناسب تھا ۔ اسی طریقے سے میں آپ کی وساطت سے جناب ریلوے منسٹر کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرنا چاہتا ہوں ۔ کھانے پینے کے سلسلے میں ریلوے سٹیشنوں پر اور ڈائیننگ کاروں میں انتظام موجود ہے۔

وہ بھی آپ کی توجہ کے محتاج ھیں - سٹیشنوں پر جا کر آپ دیکھیں - وھاں پر ایک عجیب ھی سسٹم رائج ھے - اور وہ یہ ھے کہ ایک شخص ٹھیکہ لیتا ھے - اور کھانے پینے کے ٹھیکے ان ھی کی monopoly ھوتے ھیں - اور یہ چند ایک یعنی چار چھ مخصوص لوگ ھیں - جو ویسٹ پاکستان ریلوے کے ٹھیکیدار ھیں - وہ ٹھیکے لے کر پھر اسے آگے sublet کرتے ھیں - اور عالم یہ ھوتا ھے کہ وہ ٹھیکہ دو دو چار چار مختلف لوگوں کے پاس sublet ھوتا چلا جاتا ھے - اور پھیری والے یا چھابڑی والے اس کے لئے پانچ چھ روپے یومیہ ادا کرتے ھیں - آپ اندازہ کیجئے کہ کس طرح ایک غلط طریقے سے ایک آدمی کو feed کرنے کے لئے پندرہ بیس آدمیوں کا پیٹ کاٹا جاتا ھے - میں نے کئی بار تجاویز پیش کی ھیں - کہ بجائے اس کے کہ یہ ٹھیکے ٹھیکیداروں کو دئے جائیں کیوں نہ ریلوے ایڈمنسٹریشن یہ کام اپنے ھاتھ میں لے لے - تاکہ لوگوں کو صحیح خوراک مل سکے- اور منافع ایسے لوگوں کو ملے جو اس کے مستحق ھوں - اس کے لئے اگر ریلوے ایڈمنسٹریشن چاھے - تو تھوڑا بہت benevolent فنڈ قائم کر سکتی ھے - ایک شخص دو روپے یومیہ پر ٹھیکہ لیتا ھے دوسرا وھی ٹھیکہ اس سے تین چار روپے یومیہ لیتا ھے - اور آخری آدمی دس روپے یومیہ تک کی ادائیگی اسی ٹھیکے کے لئے کرتا ھے اور اسی طریقے سے آپ ڈائیننگ کاروں کو بھی دیکھیں - اور ان کی مہیا کردہ خوراک بھی دیکھیں - تو آپ اس نتیجے پر پہنچینگے - کہ مسافر جب خوراک کے لئے ادائیگی کرتا ھے تو اسے اس رقم کے مطابق وہ خوراک مہیا نہیں کرتے - اس میں شک نہیں کہ ڈائیننگ کاروں میں ایسی فہرست موجود ھوتی ھے-

کہ جس میں mention ہوتا ہے ۔ کہ اس رقم کے عوض فلاں فلاں کھانا، اتنی چپاتیاں، اتنے چاول، اتنا میٹھا اور اس قدر دوسری چیزیں مہیا کی جائیں ۔ لیکن وہ یا تو اسے پوری تعداد مہیا نہیں کرتے یا اگر کرتے بھی ہیں تو اس کی quality میں کمی کرتے ہیں ۔ اس لئے میں جناب وزیر ریلوے کی توجہ اس طرف مبذول کرونگا ۔ کہ لوگوں کی صحت درست رکھنے کے لئے اچھی خوراک انتہائی ضروری چیز ہے ۔ اور اچھی خوراک کی سہولت مسافروں کو مہیا ہونی چاہئے ۔ میرے واجب الاحترام دوست جن کی میں بڑی عزت کرتا ہوں . . . . .

Mr Speaker : One minute more Mr. Raziq.

میں آپ کو پوزیشن واضح کر دوں ۔ پوزیشن یہ ہے کہ جو وقت جنرل ڈسکشن کے لئے مقرر ہے اس کے متعلق دونوں لیڈروں کے مابین یہ فیصلہ ہو چکا ہے ایک ایک تہائی وقت آپوزیشن اور دو تہائی آپ کو دیا جائے گا ۔ ایک سپیکر اس طرف سے اور دو سپیکر اس طرف سے انہوں نے ٹائم کا internal distribution کیا ہوا ہے جس کی بنا پر جو آپوزیشن کا ٹائم ہے وہ آج چار مقررین کے لئے ہے ۔ کل وہ خود ٹائم تقسیم کر کے مجھے اطلاع دے دیں گے ۔ اگر آپ ٹائم تقسیم کرنا چاہیں اپنے درمیان میں تو وہ کر سکتے ہیں ورنہ آپ نے جو لسٹ دی ہے اس کے مطابق تو ۱۰ منٹ ہیں ۔ اور ہر مقرر کو ۱۵ منٹ مل سکتے ہیں ۔

میجر سلطان احمد خان—جناب والا ۔ آپ نے کہا تھا کہ بجٹ ڈسکشن میں ایڈجرنمنٹ موشن آ سکتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر—لیکن آپ نے ریلوے کے متعلق کوئی تحریک التوا پیش نہیں کی ۔

میجر سلطان احمد خان---صرف دو دن جناب والا ۔ آپ نے بحث کے لئے مقرر کئے ہیں ۔ اس میں اراکین کا کیا قصور ہے ۔

Mr. Speaker : If the House agrees we can have two sessions.

Major Sultan Ahmed Khan : Why not. We want more days. We wasted 8 days in cutting the throat of this nation and in passing all these sort of Acts which no one wants in this country.

Mr. Speaker : I am sorry to say that not more than two days can be allotted to this general discussion of the Railway Budget.

Major Sultan Ahmed Khan : Sir, these are very important matters, more important than Ordinances.

Mr. Speaker : I am helpless in the matter. I may tell Major Sahib that that was the maximum time that could be allotted.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی---تو جناب ۔ میں تھوڑے سے الفاظ میں گذارش کروں گا ۔ میں گذارش کر رہا تھا ۔ کہ گذشتہ بجٹ میں میں نے گذارش کی تھی کہ برانچ لائینوں کی طرف ریلوے کی توجہ کم ہے ۔ اور اگر آپ جا کر ٹیکسلا حویلیاں اور ایبٹ آباد لائن کا ملاحظہ کریں تو سکھوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ۔ ان سٹیشنوں پر نہ کوئی مسافر خانے ہیں ۔ نہ کوئی پینے کے پانی کا بندوبست ہے اور نہ کسی قسم کی اور سہولت ہے ۔ تو میں ریلوے ایڈمنسٹریشن سے گذارش کروں گا ۔ کہ برانچ لائینوں کی طرف خاص توجہ دے اور خاص کر ٹیکسلا حویلیاں لائین پر اپنی نظرالتفات جما دیں ۔ اور اس میں تھوڑی سی ترقی ہو جائے ۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ اگر ایک ریل کار کا ٹیکسلا سے حویلیاں کی طرف اجرا ہو جائے تو ایبٹ آباد اور ہزارہ ڈسٹرکٹ کے سات آٹھ لاکھ آدمیوں کے وہ تاجر نمائندے یعنی وہ لوگ جو پنڈی خرید و فروخت کے لئے آتے ہیں ۔ ان کے لئے سہولت ہو جائے گی ۔ ایبٹ آباد ریلوے لائین کی انگریز کے ابتدائی دور میں

کچھ پلیننگ ہوئی تھی ۔ اگر اس لائین کی پلیننگ اب مزید ہو جائے اور اس ریلوے لائین کو بنا دیا جائے تو اس کا ملک کی اقتصادی ترقی میں بھی ہاتھ ہو گا ۔ ان گذارشات کے ساتھ جناب والا ۔ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر افتخار احمد خان (جھنگ ۔ ۱) صدر گرامی ۔ آج نہ جانے کیوں بے ساختہ اس دن کی یاد ستا رہی ہے ۔ جس دن اس ایوان میں شائد دو سال پہلے ریلوے کا میزانیہ نا منظور کیا گیا تھا ۔ یہی ایوان تھا ۔ یہی دیواریں تھیں اور اسی چھت کے نیچے ہم نے اس میزانیہ کو غور و فکر کرنے کے بعد دو سال پہلے نا منظور کر دیا تھا ۔ کیا اس لئے نا منظور کیا تھا ۔ کہ اس وقت یہ ایوان کم سن تھا ۔ کیا اس لئے نا منظور کیا تھا کہ اس وقت جزیہ کی کمی تھی اور کیا آج کا یہ میزانیہ اس لئے منظور ہو جائے گا ۔ کہ ہم جوان ہو گئے ہیں ۔ نہیں صدر گرامی۔ اس میزانیے کو بڑے غور و فکر کے بعد نا منظور کیا گیا تھا ۔ لیکن ایک فرق اس دن کے اور آج کے دن میں ہے ۔ اس دن اس ایوان کے حوصلے اس ایوان کے ارادے ۔ اس ایوان کی نیتیں قوم کی خدمت کرنے کا بے پناہ جذبہ لئے ہوئی تھیں ۔ اس دن ہم یہ ارادہ لے کر ایوان میں آئے تھے کہ ہم نے ملک کی ذمہ داریوں کو پوری طرح سے نبھانا ہے اور ہم نے پوری کوشش کرنی ہے ۔ اس وقت کراچی کے مچھلی گھر میں اس بڑھیا کی ولادت نا مسعود نہیں ہوئی تھی ۔ اس کا نام میں نہیں لیتا ۔ نام کبھی پاکیزہ رہا کوئی ۔

۱۰ سال پہلے ۔ اس کا نام پاکیزہ تھا ۔ ساری قوم کو اس سے انس تھا لیکن آج وہی نام جو ملک کی تخلیق کا باعث بنا ۔ وہی جماعت جو اس ملک کی تخلیق کا باعث بنی اس کا رخ بربادی

کی طرف ہے ۔ صدر گرامی ۔ آج اس مضمون کو چھیڑتے ہوئے میں کچھ خود غرضی کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں اور پیشتر اس کے کہ میں اس میزانیے پر طائرانہ نظر ڈالوں یا جس طرح میں نے ان کو سمجھنے کی کوشش کی ہے یا یہ کہ میں اس طرف آؤں میں تھوڑی سے خود غرضی کرنا چاہتا ہوں ۔ اور اس کے لئے آپ کی اور اس ایوان کی اجازت چاہتا ہوں ۔ شائد جھنگ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے مجھے حق نہیں پہنچتا کہ ریلوے ایڈمنسٹریشن پر کوئی رائے زنی کر سکوں ۔ ریلوے کا سٹیشن وہاں ضرور موجود ہے ۔ شائد ۶۰/۷۰ سالوں سے بنا ہوا ہے ۔ لیکن صدر محترم ۔ جو ۷۰ یا ۸۰ سال پہلے گاڑی چلا کرتی تھی ۔ لاہور کے لئے وہ آج بھی اسی طرح چلتی ہے ۔ جس طرح لاہور پہنچتی ہے آج بھی اسی طرح پہنچتی ہے ۔ آج بھی اسی رفتار پر چلتی ہے جس رفتار پر ان دنوں چلا کرتی تھی ۔ بہت دعوے سنے بجٹ کے بنانے والوں نے بہت دعوے کئے کہ بڑا ترقیاتی کام ریلوے والوں نے کیا ہے اور پسماندہ علاقوں کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے لیکن صدر محترم ۔ میں اپنے نظریے اور اپنے خیال سے اور اپنے لوگوں کی سہولت کے پیش نظر میں محسوس کرتا ہوں کہ شائد یہ دعوے سارے کے سارے غلط ہیں اور بے بنیاد ہیں ۔ میں ریلوے کا ٹائم ٹیبل اپنے ساتھ لایا ہوں ۔ جھنگ لاہور سے روڈ کے ذریعہ ۱۳۴ میل ہے لیکن جو روٹ ریلوے والوں نے آج سے ۷۰ سال پہلے جاری کیا تھا ۔ ایجاد کیا تھا ۔ وہ ۱۹۷ میل بنتا تھا ۔ آج تک کبھی یہ کوشش نہیں کی گئی ۔ کبھی غور و فکر نہیں کیا گیا کہ اس روٹ کو کم کرنے کی کوشش کریں ۔ تو ۱۳۴ میل کو ۱۹۷ میلوں میں طے کرتے ہیں اور دو گاڑیاں لاہور آتی ہیں اور دو گاڑیاں لاہور سے جاتی ہیں ۔ اور ۱۹ میل کی سپیڈ کرتی ہیں ۔ میں ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا

چاہتا صرف حوالہ دوں گا صفحہ ۷۶ اور صفحہ ۸۳ کا اگر آپ دیکھیں تو ۱۹۷ میل کا فاصلہ ۱۰ گھنٹوں میں طے کرتے ہیں یعنی ۱۹ میل رفتار ریل کی ہے - صدر محترم - اور انجن کون سے - وہی شنٹنگ انجن - ایک یاد گار وہ ریلوے لائین ہے -

Mr. Speaker : Nawabzada Sahib knows the adage "slow and steady wins the race."

مسٹر افتخار احمد خان - یاد رفتہ کے لئے اس لائین کو چلایا ہوا ہے - دنیا بھر میں گاڑیوں کی رفتار کہیں کی کہیں چلی گئی ہے - لیکن جھنگ اور لاہور والی گاڑیوں کی وہی پرانی رفتار -

صدر محترم - کہتے ہیں کہ اچھوں کے پڑوس کے نتائج اور اثرات اچھے ہوتے ہیں - ہم لائلپور جیسے بڑے شہر کے قریب ہوتے ہوئے جو گاڑی ہمارے لئے لائلپور سے گذرتی ہے وہ کراچی سے چلی جائے تو بہتر ہو گا - ہمارا ضلع پسماندہ ہے کوئی براہ راست تیز رفتار گاڑی جو ہمیں پنڈی پہنچا سکے یا کراچی پہنچا سکے اس لائن پر نہیں ہے - تو صدر محترم - ان الفاظ کے ساتھ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے جھنگ والوں کا حق ادا کر دیا ہے -

اب میں صدر محترم - اس میزانیہ کے اوپر آتا ہوں - پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض کروں میں اپنے شریف الطبع وزیر سے ایک معذرت کرنی چاہتا ہوں - میں نے شریف کا لفظ دیدہ و دانستہ استعمال کیا ہے - خوشامد کے لئے نہیں - خوشامد ادھر والوں کا شیوہ نہیں اور نہ انہیں ضرورت ہے - لیکن اس وزارت کے سنسان کھنڈرات میں اس وزارت کے بے جان اور بے حس کھنڈرات میں چند نشانات دو تین شائد چار ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد حیات اس وزارت کو نہیں بنایا - جنہوں نے وزارت لے کر اپنے ضمیر کو

اپنے اخلاق کو ۔ اپنے رویہ کو ۔ اپنی انسانیت کو جواب نہیں دیا ۔ اس لئے میں نے شریف کا لفظ استعمال کیا تھا ۔ دوسرے بھائی برا نہ مانیں ۔ صدر محترم ۔ پانچوں انگلیاں کبھی برابر نہیں ہوتیں ۔ (قہقہہ) اور یہ میں نے ابتدا اور تمہید اسی لئے باندھی ہے ۔ صدر محترم ۔ میرے اس وزیر دوست کے ذہن میں یہ بات نہ جائے کہ نکتہ چینی کرنے والا ہوں ۔ وہ کسی ذاتی وجوہات کی وجہ پر مبنی نہیں ۔ نہ ان سے کسی کی تعریف مقصود ہے اور نہ اس سے دوسروں کی تضحیک مقصود ہے ۔ اس لئے صدر محترم ۔ اس بجٹ میں میری اس نکتہ چینی کو میرے ان خیالات کو ۔ میرے ان اعتراضات کو ۔ اسی ذہن کے ساتھ ۔ اسی خیالات کے ساتھ دیکھیں اور سوچیں میں اعتراض کے لئے یا ان کی وزارت پر نازیبا نکتہ چینی کی غرض سے نہیں بلکہ صحیح واقعات اور صحیح حالات کو پیش کرنے کے لئے میں جو کچھ عرض کرنے لگا ہوں ۔

صدر محترم ۔ سب سے پہلا مسئلہ جو میں نے محسوس کیا وہ ادنیٰ درجے کے ملازمین کا مسئلہ ہے ۔ ریلوے کے ایک لاکھ ۲۴ ہزار ملازمین میں سے ۹۷ ہزار کلاس چہارم ملازمین ہیں ۔ جیساکہ ہم تھرڈ کلاس دنیا کی نظروں میں شہری نہیں ہیں ۔ کلاس چہارم ملازمین ایک لاکھ ۲۴ ہزار میں سے ۹۷ ہزار جن کا دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا ہے ۔ صدر محترم ۔ کہ ہم نے چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں بڑھا دیں ۔ (اب تنخواہ بڑھانے کی بات چل پڑی ہے) صدر محترم ۔ پتہ نہیں تنخواہ بڑھانی کن کی تھی نام کن کا لیا گیا ۔ جس دن ان کو تنخواہیں Integrated scale کے مطابق ملیں جن کو ۶۰ روپے ملتے تھے اس کو ۶۶ روپے ملے (شیم ۔ شیم) ایک سوئپر کو اور ایک چپڑاسی کو ۔ صدر محترم ۔ ۶۰۰۰ سوئپر کی Integrated scale سے پہلے

تنخواہ ۲۸ + ۲۴ + ۳ + ۲ + ۴ as family allowance ۵ روپے کل صدر محترم - ۶۶ روپے ملے - یہ ان کی تنخواہ بڑھائی ہے - دوسرے جناب ۶۱ ہزار گینگ مین اور قلی کو جو تنخواہ ملتی تھی اب ان کو ۷۰ روپے مل رہی ہے - اب اس گینگ مین کے - اس سوئیپر کے - اس قلی کے ذہن کی کیفیت کا اندازہ کرائیے کہ جس دن وہ بڑے جذبہ کے ساتھ - ولولے کے ساتھ تنخواہ لینے کے لئے گیا تو اس کو تنخواہ ۶۶ روپیہ کی بجائے ۶۵ روپیہ ملی - ۷۱ روپیہ کی بجائے ۷۰ روپیہ ملی - یہ آپ نے فریب کس کے ساتھ کیا - یہ ملازم کے ساتھ فریب نہیں ہے - جس کی تنخواہ بڑھائی تھی - آپ نے تنخواہ بڑھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کا ایک روپیہ کم کیا - آپ نے قوم کے ساتھ فریب کیا - آپ نے اپنے ساتھ فریب کیا - صدر محترم میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا اور کاغذات پیش کرتا ہوں - اس میں تمام Integrated scale ..... اور پرانے سکیل لکھے ہیں - اگر آپ اس کو غلط ثابت کر دیں تو میں اپنی تقریر واپس لے لوں گا - اور معذرت کر لوں گا -

ب صدر محترم - دوسرے مسئلہ کے متعلق انہوں نے فرمایا ہے - کہ جہاں تک مزدوروں کا اور مینجمنٹ کا تعلق ہے یہ بڑے اچھے اور بڑے خوش گوار تعلقات ہیں - حیرانی تھی یہ ریلوے اور پاکستان کے اندر اور ۱۹۶۴ء کے پاکستان کے اندر مزدوروں کی کون کون سی State within State ہے - سارے ملک میں لوگ آزادی سے محروم ہوں - سارے صوبہ میں لوگ اپنے حقوق کے لئے آہ و پکار کر رہے ہوں - لیکن ریلوے کے رنگین محل میں مزدور اور ایمپلائز کے تعلقات اچھے ہوں - اب اگر تعلقات کا جائزہ لیں - سب سے پہلے ان کی ایک یونین تھی جس کے ساتھ سب سے بڑی اکثریت تھی -

جس کو پی ۔ ڈبلیو ۔ آر یونین کہتے ہیں ۔ انہوں نے ایک جمہورا یونین ۔ انہوں نے ایک Henchmen Union بنائی ہوئی ہے ۔ اور اس کو ہر طرح سے سپورٹ کر رہے ہیں اور ان کی آزاد اور نمائندہ یونین کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ کیا کبھی اس طرح مزدوروں اور مینجمنٹ کے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں ۔ آپ اپنے دلال مزدور پیدا کریں ۔ آپ اپنے Henchmen اور چمچے پیدا کریں ۔

جناب والا ۔ آزادی کا یہ حال ہے کہ سمہ سٹہ میں جلسہ کرنے گئے ۔ ۹ تاریخ کو دفعہ ۱۴۴ کی وجہ سے جلسہ نہ ہو سکا اس سے آگے بڑھے ۔ کوٹری کے سٹیشن پر اگلے دن بھی ۱۴۴ کا نفاذ تھا ۔ آپ ان کو جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ آپ ان کو اکٹھا ہونے کی اجازت نہیں دیتے ۔ آپ ان کو اپنے مطالبات اپنے سامنے رکھنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ بلکہ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے تعلقات اچھے ہیں ۔ پھر اس میں ایزاد یہ کہ ان کو آپس کے معاملات ۔ مزدوروں کے اندرونی جھگڑوں میں آپ ایک یونین کی امداد کر رہے ہیں ۔ اور دوسری یونین کو ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ تعلقات اچھے کرنے والی بات نہیں ۔ یہ تعلقات کو بہتر بنانے والی بات نہیں ہے ۔

دوسرے صدر محترم ۔ جو مسئلہ پے سکیل کے بعد میں قابل توجہ سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو آمدنی ہمیں صوبہ کے ریونیو نے اب ریلوے کو دی ہے ۔ اس پر ہم کوئی فخر نہیں کر سکتے ۔ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے ۔ ہم سنا کرتے تھے ۔ کہ ایسٹ پاکستان کی ریلوے کا بجٹ Deficit ہے ۔ ہم سنا کرتے تھے ۔ کہ ایسٹ پاکستان کی ریلوے پر Drain ہے ۔ لیکن آپ ان کے بجٹ کو دیکھئے ۔

ان کے میزانیہ کو دیکھئے کہ انہوں نے ۳ کروڑ روپیہ سر پلس دکھایا ہے ۔ اور ادھر آپ نے میزانیہ میں ایک کروڑ ۴۸ لاکھ اس شکل میں دکھایا ہے کہ آپ کرائے بڑھا رہے ہیں ۔ یہ کار کردگی کا کوئی اچھا نمونہ نہیں ہے ۔ جو آپ نے پیش کیا ہے ۔ ہمیں ریلوے سے بہت توقعات تھیں ۔ لیکن آج حالت کیا ہے ۔ صدر محترم ۔ آج جس کے پاس ایک لاری ہے ۔ جس کے پاس صرف ایک ڈیزل لاری ہے وہ لکھ پتی ہے ۔ وہ ایک سال میں دو لاکھ روپیہ کما سکتا ہے ۔

جس کے پاس دس لاریاں ہیں ۔ وہ کروڑ پتی ہے ۔ اور ریلوے کی حالت یہ ہے کہ ہم ایک کروڑ ۴۸ لاکھ روپے پر اترا رہے ہیں ۔ یہ بھی کوئی قابل فخر بات ہے ۔

صدر محترم ۔ اب میں آپ کی بیچینی اور ذمہ داری کے پیش نظر اپنے اگلے اور آخری point پر آتا ہوں ۔ (قہقہہ) اس کی وجہ محض رشوت ستانی ہے ۔ لیکن چونکہ وقت ختم ہو چکا ہے ۔ اس لئے cut motions کے موقع پر حاضر خدمت ہوں گا ۔ اور اس وقت Administration اور Corruption کے متعلق عرض کروں گا ۔

مسٹر سپیکر ــــ نوابزادہ صاحب کیا آج آپ تشریف لے جا رہے ہیں ۔

مسٹر افتخار احمد خان---نہیں جناب ۔ یہیں ہوں ۔ (قہقہہ)

حاجی میر محمد بخش تالپور (تھرپارکر ۔ ۴)---صاحب صدر ۔ میں اس ریلوے بجٹ پر اپنے جوان سال اور جوان ہمت وزیر کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک اچھا اور پچھلے سال سے

بہتر بجٹ ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ وہ رجحانات جو ہمارے دلوں میں ریلوے کے متعلق گھر کر چکے ہیں ۔ یہ ہیں کہ ریلوے ایک کمرشل ادارہ ہے ۔ اور اسے کمرشل طور پر ہی چلانا چاہئے ۔

اب جناب میں پھر آپ کے سامنے ریلوے کی ہسٹری کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ تقریباً ایک سو سال قبل یعنی ۱۸۶۰ء میں جب Indus Valley Railway اس پاکستان کے علاقے میں بنی ۔ تو وہ محض Defence point of view سے بنائی گئی نہ کہ Commercial point of view سے ۔ در اصل ریلوے کی تعمیرات کا مقصد ہی Defence ہوتا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے ۔ کہ کسی جگہ اگر قحط پڑ جائے یا اور کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو وہاں جلد از جلد امداد پہنچائی جا سکے ۔ تو اب بنیادی باتوں کو نظر انداز کر کے صرف یہ کہنا کہ یہ ایک کمرشل ادارہ ہے لہذا اسے ایک بنئیے کی دوکان کی طرح سمجھا جائے ۔ تو اس سے ملک کو صحیح طور پر فائدہ نہیں پہنچے گا ۔

اب میں اپنے پڑوسی ملک انڈیا کی طرف جاتا ہوں ۔ اس نے اور کچھ نہیں تو کم از کم ہماری سرحد تک ریل پہنچا رکھی ہے ۔ اور وہاں تک پکی سڑکیں بھی بنا دی ہیں ۔ لیکن ہم ہیں کہ اپنی سرحد سے بالکل غافل ہیں ۔ اگر خدانخواستہ کوئی موقع ہوا تو ایسی صورت حال میں ہماری فوجوں کو سرحد تک پہنچنے میں بڑی دیر لگ جائے گی ۔ اس لئے میری گذارش یہ ہے کہ آپ Defence کے نکتہ نظر سے ان چیزوں پر دھیان دیں ۔ اور وہاں ریلوے کی تعمیر کا کوئی منصوبہ تیار کریں ۔

جناب والا ۔ بجٹ کے متعلق میری گذارش یہ ہے کہ گذشتہ

سال Depreciation Fund میں ۵۹ لاکھ روپے رکھے گئے تھے لیکن اس سال کوئی رقم نہیں رکھی گئی ۔ گذشتہ سال Staff Welfare Work کے لئے ایک کروڑ سات لاکھ روپے رکھے گئے تھے ۔ لیکن اس سال اسے کم کر کے ۹۵ لاکھ روپیہ کر دیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں جو سود دینا پڑتا ہے ۔ وہ بھی کوئی خوشکن بات نہیں ۔

صاحب صدر ۔ اب میں ریلوے کے سٹاف کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ ہمارے ریلوے کے محکمے میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک میٹریکولیٹ ایک ماہ قبل بھی ملازمت میں آ جائے ۔ اور ایک گریجوئیٹ ایک ماہ بعد آئے تو وہ ہمیشہ کے لئے Junior ہی رہتا ہے ۔ اور اسے ترقی کا کوئی موقع نہیں ملتا ۔ اس لئے میری گذارش یہ ہے ۔ کہ ریلوے کے محکمے میں بھی حکومت کے دیگر محکموں کی طرح Selection Grade ہونا چاہئے ۔ جوکہ قابلیت کی بنا پر دیا جائے ۔

جناب والا ۔ عرض یہ ہے ۔ کہ Class III اور Class IV کی بھرتی کے متعلق ریلوے کے letters اور circulars یہ ہیں کہ یہ متعلقہ اضلاع سے کی جائے ۔ لیکن ان پر پوری طرح عمل در آمد نہیں ہو رہا ۔ لہذا مجھے امید ہے کہ جناب وزیر ان امور کی طرف بھی پوری توجہ دیں گے ۔

جناب والا ۔ اب میں اپنے ہاں Meter Guage Railway کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اس کی لمبائی ۳۱۸ میل ہے ۔ اور یہ چار اضلاع کو ملاتی ہے ۔ اس کا انڈیا کے ساتھ بھی connection ہے ۔ تو اب عرض یہ ہے ۔ کہ اسے بالکل نظر انداز کیا گیا ہے ۔ اور اس کے لئے موجودہ بجٹ میں کوئی خاص رقم نہیں رکھی گئی البتہ ایک چیز جس کے لئے ہم شکر گذار ہیں ۔ یہ Conversion

of Meter Guage ہے جو حیدر آباد سے میر پور خاص تک جاتی ہے ۔ اور جس کے لئے اس بجٹ میں ۳۰ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ یہ رقم اگلے سال ضرور خرچ کی جائے گی ۔

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی گذارش کروں گا کہ M.P.As کا ایک وفد سابقہ وزیر ریلوے اور افسران سے ملا تھا ۔ جنہوں نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ قصبہ نصیر پور جو کہ بڑا اہم قصبہ ہے ۔ اس ریلوے کے ساتھ ملا دیا جائے گا ۔ لیکن اب ہمیں معلوم ہوا ہے ۔ کہ اسے exclude کیا جا رہا ہے ۔ اور اب اسے تعمیر نہ کیا جائے گا ۔ لیکن میں یہ عرض کر دوں کہ اس ریلوے کے متعلق وہاں کے لوگ پر زور مطالبہ کر رہے ہیں ۔ کہ قصبہ نصیر پور کو ہر حالت میں اس ریلوے کے ساتھ ملایا جائے ۔

اب جناب میں مختصر طور پر یہ عرض کروں گا ۔ کہ آزادی سے قبل ہماری Meter Guage ریلوے پر Omni buses اور Air Conditioned Coaches بھی چلا کرتی تھیں ۔ لیکن اب تو Air Conditioned چھوڑ Omnibus وغیرہ کی کوئی سہولت موجود نہیں ۔ اور نہ ہی اس سارے ۳۱۸ میل پر کوئی Mail Train چلتی ہے ۔ جس سے لوگوں کو تسلی ہو سکے ۔ اس Meter Guage کے لئے کوئی بھی ڈیزل گاڑی نہیں ۔ حالانکہ مشرقی پاکستان میں Meter Guage کے لئے ڈیزل گاڑیاں بھی ہیں اور انجن بھی ہیں ۔ لیکن ہمارے ہاں اس قسم کی کوئی گاڑی یا انجن نہیں ۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ گاڑیاں کسی جگہ بھی پندرہ بیس یا پچیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ نہیں چلتیں ۔ لہذا وہاں رفتار کو تیز کرنا چاہئے ۔ اور وہاں سگنل اور پلیٹ فارموں وغیرہ کا بھی مناسب انتظام کرنا چاہئے ۔

جہاں تک Dinning car کا تعلق ہے ۔ عرض یہ ہے کہ وہاں

اتنا گھٹیا کھانا دیا جاتا ہے ۔ کہ کوئی شخص اسے کھا نہیں سکتا ۔ اس کے متعلق بھی عرض یہی ہے کہ اس Meter Guage کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے ۔ مجھے امید ہے ۔ کہ جناب وزیر اس کی طرف بھی توجہ فرمائیں گے ۔ اور اس کی حالت بہتر بنانے کی کوشش کریں گے ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری—جناب والا ۔ کیا مقررین کی کوئی فہرست مرتب کی گئی ہے ؟

مسٹر سپیکر—جی ہاں ۔ آپ کا نام اس میں ہے ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری—جناب والا ۔ برائے مہربانی آپ ہمیں وہ سنا دیں ۔ تاکہ ہمیں ترتیب کا پتہ چل جائے ۔

Mr Speaker ; The list of the majority party consists of the following members :—

1. Nawabzada Ghulam Qasim.
2. Mr. Abdur Raziq.
3. Khalid Bin Jaffar.
4. Qazi Muhammad Azam.
5. Sardar Inayat-ur-Rehman. Abbasi
6. Ch. Sultan Mahmood.
7. Major Abdul Majid.
8. Nabi Bux Khan Zahri.
9. Sardar Doda Khan.
10. Babu Muhammad Rafiq.
11. Mian Muhammad Sharif.
12. Dewan Syed Ghulam Abbas Bokhari.
13. Muhammad Ajoon Khan.
14. Master Khan Gul.
15. Raja Ghulam Sarwar.

16. Ahmed Mian Samroo.
17. Mir Muhammad Bux Talpur.
18. Muhammad Ibrahim Barq.
19. Mian Meraj-ud-Din.
20. Mr. Mobin Haq Siddiqi.
21. Muhammad Ali.
22. Sardar Muhammad Ashraf.
23. Aman-ullah Khan Shahani.
24. Nasrullah Khan Khataq.
25. Sardar Muhammad Ramzan Khan.
26. Saif-ullah Khan.
27. Muhammad Ishaq Khan Kundi.

سردار محمد حسین—جناب اس میں میرا نام نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر—سردار صاحب یہ فہرست آپ کے Joint Secretary صاحب نے دی ہے ۔ میں نے تو prepare نہیں کی ۔

مسٹر خالد بن جعفر (پارلیمنٹری سیکرٹری)—صاحب صدر ۔ میں جناب کے توسل سے اپنے ہردلعزیز ۔ نوجوان ۔ شیریں زبان (تحسین و آفرین) وزیر ریلوے کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان حکام اور اس عملے کو جس نے اتنی محنت سے ایک نہایت مکمل اور معقول بجٹ پیش کیا ہے ۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ (تحسین و آفرین)

جناب والا ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ کہہ رہے ہیں ۔ کہ ریلوے کی کار کردگی کا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے ۔ اور ترقیات کی تمام چیزیں محض دکھاوے کی غرض سے پیش کی جا رہی ہیں ۔ ان کا یہ خیال درست نہیں ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر چیز

کی حقیقت اس کے متعلقہ ریکارڈ سے معلوم ہو سکتی ہے ۔ بالخصوص وہ ریکارڈ جو بین الاقوامی ہو ۔ چنانچہ میں جناب کے توسل سے اس معزز ایوان کے معزز ممبران کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ ہمارے یہ ریلوے کے ۵ فیصد ۷½ فیصد اور ۱۰ فیصد کرایوں میں جو اضافہ کیا گیا ہے ۔ اس سے پہلے ہمارے ریل کے کرائے تمام دنیا کے ممالک سے کم تھے ۔ بلکہ کرائے کے معاملے میں دیگر ممالک کی حالت یہ تھی ۔

مشرقی پاکستان ہم سے ۱۲ فیصد زائد ۔

ہندوستان ہم سے ۱۲ فیصد زائد ۔

جاپان ہم سے ۷ فیصد زائد ۔

تھائی لینڈ ہم سے ۵۳ فیصد زائد ۔

برما ہم سے ۵۷ فیصد زائد ۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ ہم سے ۲۵۰ فیصد زائد ۔

برطانیہ ہم سے ۱۶۴ فیصد زائد ۔

مغربی جرمنی ہم سے ۱۶۹ فیصد زائد ۔

فرانس ہم سے ۱۶۹ فیصد زائد ۔

اور یونان ہم سے ۱۵۱ فیصد زائد ہے ۔

یہ اس وقت سے زائد ہے ۔ جب تک کرایہ بڑھایا نہیں گیا تھا ۔ اس کے بعد اب پوزیشن یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں سب سے پہلے دس فیصد کرائے بڑھائے گئے جس کے متعلق وہ اعلان کر چکے ہیں ۔

مغربی پاکستان ریلوے کے مقابلہ میں دوسرے علاقوں اور ملکوں میں جو کرائے زیادہ ہیں ان کی تفصیل یہ ہے ۔

مشرق پاکستان ۱۷ فیصدی -

ہندوستان ۷ فیصدی -

جاپان اڑھائی فیصدی -

تھائی لینڈ ۳۶ فیصدی -

برما ۵۰ فیصدی -

یو ایس اے ۲۳۳ فیصدی -

برطانیہ ۱۵۱ فیصدی -

مغربی جرمنی ۱۵۶ فیصدی -

فرانس ۱۵۶ فیصدی -

یونان ۱۶۸ فیصدی -

میں چاہتا ہوں کہ اپنی ریلوے کا جب مقابلہ کروں تو دنیا کے دوسرے ملکوں کے کرایوں کو بھی سامنے رکھوں - جس وقت پاکستان بنا تھا اس وقت مغربی پاکستان ریلوے کے پاس سات میں سے صرف ۵ ڈویژن رہ گئے اور آمدنی ۲۰ کروڑ پر آ گئی تھی - اور اب ہماری آمدنی ۵۸ کروڑ ہے - بین الاقوامی کرایوں پر نظر ڈالتے ہوئے اور اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ان کے مقابلہ میں ہمارے کرائے کم ہیں میں وزیر ریلوے کی خدمت میں پھر مبارک باد پیش کروں گا - کیونکہ ہمارے کرائے کم سے کم ہیں -

جہاں تک لوگوں کی سہولتوں مثلاً پلیٹ فارم پر شیڈ - مسافر خانے پانی اور پنکھوں کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ ان کے اخراجات کے لئے ہمیں کسی نہ کسی طریقہ سے کچھ نہ کچھ ٹیکس بڑھانا پڑے گا - تاکہ ان اخراجات کو meet کر سکیں - جیساکہ میں نے

پہلے عرض کیا ہے کہ مسافروں کے کرایہ جات کم ہیں اسی طرح اب میں مال گاڑیوں کے متعلق عرض کروں گا ۔ کہ ان کے کرایہ جات دنیا میں سب سے کم ہیں ۔ مثلاً مغربی پاکستان ریلوے کے freight کی شرح مشرق پاکستان اور باقی ممالک میں جتنی زیادہ تھی وہ یہ ہے ۔

مشرقی پاکستان ۵۸ فیصدی ۔

ہندوستان ۹ فیصدی ۔

جاپان ۸ فیصدی ۔

تھائی لینڈ ۱۹ فیصدی ۔

برما ۹۵ فیصدی ۔

یو ایس اے ۱۸ فیصدی ۔

برطانیہ ۱۹۸ فیصدی ۔

مغربی جرمنی ۱۹۸ فیصدی ۔

فرانس ۱۹۸ فیصدی ۔

یونان ۱۵۷ فیصدی ۔

ایک معزز ممبر۔۔تھر میں کرایہ جات کی کیا پوزیشن ہے ۔

مسٹر خالد بن جعفر۔۔میں تھر کا ذکر نہیں کر رہا ۔ اور نہ ہی کسی گاؤں کا ذکر کر رہا ہوں ۔ بلکہ میں تو بین الاقوامی کرایوں کی شرح بیان کر رہا ہوں ۔ اب increase کے بعد freight کی شرح یہ ہے ۔

مشرقی پاکستان ۶۵ فیصدی ۔

انڈیا ۴ فیصدی -

جاپان ۳ فیصدی -

تھائی لینڈ ۱۴ فیصدی -

برما ۸۶ فیصدی -

Major Sultan Ahmed Khan : He is repeating the percentage too much.

میاں معراج الدین—انہوں نے پہلے مسافر گاڑیوں کے کرایہ جات کے متعلق ذکر کیا تھا اب وہ مال گاڑیوں کے متعلق فیصد اضافہ بتا رہے ہیں - آپ ذرا غور سے سنیں -

مسٹر خالد بن جعفر—یو - ایس - اے - ۱۳ فیصدی

برطانیہ و مغربی جرمنی ۱۸۴

یونان - ۱۲۶

ان اعداد و شمار کو اگر آپ نگاہ میں رکھیں تو آپ دیکھینگے کہ مغربی پاکستان ریلوے کے کرایہ جات دنیا میں سب سے کم ہیں - اس کے بعد میں یہ عرض کرونگا کہ ہمارے ریلوے کا محکمہ مرکزی حکومت کے پاس تھا - اس وقت بھی اور اب بھی میں نے ہر جگہ جا کر دیکھا ہے کہ efficiency اور پابندی وقت کے لحاظ سے یہ محکمہ سب سے آگے ہے خدا کرے دوسرے محکمے بھی اسی طریقہ سے کام کریں -

(ہیئر ہیئر)

یہ باتیں میں کسی خاص نظریہ کے تحت نہیں بلکہ میں حقیقت عرض کر رہا ہوں - میں نے ہر محکمہ میں عوامی ہوتے ہوئے یعنی ایک عام آدمی کے طریقہ سے لباس بدل کر گیا ہوں

اور میں نے دیکھا ہے کہ کہیں رشوت ہے کہیں کوئی اور شکایت ہے لیکن اس محکمہ میں ایسی شکایات سب سے کم ہیں۔ تھوڑی بہت تو چلتی ہی رہتی ہیں ۔ لیکن بہ نسبت دوسرے محکموں کے اس محکمہ میں شکایات اور تکالیف بہت کم ہیں ۔ پابندی اوقات کے لحاظ سے اگر اس کا اندازہ کرنا چاہیں تو یہ دوسروں کے مقابلہ میں ۸۲ فیصدی ہے ۔ علاوہ ازیں ریلوے ٹرین کے اعلیٰ کلاس میں جتنا ہے آرام کسی کلاس میں نہیں ۔ جس شخص کو مغربی پاکستان ریلوے میں اور دنیا کے دوسرے ممالک کی ریلوے میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے اور سابقہ پڑا ہے وہ اس چیز کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں ۔ کم سے کم accidents کے لحاظ سے اور اسی طرح ریلوے کے دوسرے کاروبار میں ہماری ریلوے دنیا کی اعلیٰ ترین ریلویز میں شمار ہوتی ہے ۔ اب میں وقت کی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے وزیر ریلوے کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ وہ چیز جس کے متعلق اکثر صاحبان ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں۔ اظہر من الشمس ہے اور طشت‌ازبام ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ تھرڈ کلاس کے مسافروں کے لئے ٹکٹ خریدنے میں بڑی دقت ہوتی ہے ۔ اگر پرانے ٹیکس پھر لگا دئے جائیں اور مسافروں کو زیادہ سے زیادہ سہولیتں دی جائیں تو پبلک ایسے ٹیکس دینے کو تیار ہے ۔ ایسی کتنی مثالیں مل سکتی ہیں ۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عوام حکومت سے تعاون کرتے ہیں اور وہ حکومت کے ساتھ ہیں ۔ اس لئے میں جناب کی خدمت میں عرض کرونگا کہ تھرڈ کلاس کے مسافروں کو جائز سہولتیں دی جائیں مثلاً ان کے پلیٹ فارم بنائے جائیں ٹکٹ گھر پر دھوپ سے بچنے کے لئے شیڈ بنائے جائیں کیونکہ جب دھوپ میں قطار باندھ کر ان کو کھڑا ہونا پڑتا ہے تو ایک پر ایک چڑھا ہوتا ہے ۔ اس کا تدارک کیا جائے۔

اس کے بعد جہاں تک ملازمین کا تعلق ہے آپ جانتے ہیں کہ فورتھ کلاس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں ۔ ان کی اور ان کے بچوں کی صحت کے لئے نئی نئی کالونیز بنائی ہوئی ہیں۔ پارکس بنائے ہوئے ہیں ۔ سکول بھی ہیں اور ان کو تمام قسم کی سہولتیں مل رہی ہیں ۔ کئی نئے سکول کھولے گئے ہیں ۔ ان کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا ہے ۔ اگر بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی تنخواہیں ۵۰۰ فیصد بڑھ گئی ہیں ۔ جن کی basic pay ۱۴ روپے تھی اب ان کو ۷۰ روپے مل رہے ہیں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر اس کو بھی دگنا کر سکیں تو ضرور کریں ۔

جہانتک چھوٹے لوگوں کا تعلق ہے ان کا خاطر خواہ خیال نہیں رکھا گیا ۔ وہ ایک طرح سے محکمہ کے دل کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ان کو ہر طرح کی facility دی جائے تو اعلیٰ کارکردگی میں بے حد ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں ۔ نیز جب چہارم درجہ کے ملازم ریٹائر ہوں یا ریٹائر ہونے کے قریب ہوں تو ان کے لئے کالونیز بنا کر hire purchase طریقہ پر جگہ دی جائے ۔ ان گذارشات کے بعد میں اپنی تقریر ختم کر کے اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا ہوں ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد (بہاولپور ۔ ۲) جناب صدر ۔ میں اپنی گذارشات میں وزیر صاحب ریلوے کو مبارک باد پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ میرے دوست خالد بن جعفر صاحب نے اتنی بار مبارکباد پیش کی ہے کہ اب شاید ہی اس ایوان میں کسی مبارکباد کی مزید گنجائش رہی ہو ۔ اور نہ اپنی گذارشات میں میں ویسٹ جرمنی ڈنمارک اور ہالینڈ اور دوسرے ممالک ایران و توران کا ذکر کرونگا میں پاکستانی ہوں اور پاکستان ہی کے متعلق گذارشات کرونگا ۔

جناب صدر ۔ اس معزز ایوان کے ہر معزز رکن کو اس بات کا اعتراف ہوگا کہ تقسیم سے پہلے ریلوے کا ادارہ اپنے حسن کارکردگی دیانت و امانت فرض شناسی تنظیم پابندی اوقات ہر لحاظ سے ایک مثالی ادارہ تھا/ لیکن آزادی کے بعد اور جناب کو معلوم ہے کہ آزادی جن قوموں کو حاصل ہوتی ہے ان پر آزادی کے ساتھ بڑے گران بہا فرائض بھی عائد ہوتے ہیں اور وہ فرائض یہ ہو سکتے ہیں کہ انگریز اپنے/ حکومت کے عہد میں جو جو روایات چھوڑ گیا تھا ان میں ہم اضافہ کرتے اور اس رینوے کے مثالی ادارے کو ایک آزاد مثالی ادارے بناتے ۔ لیکن ان خوبیوں میں رفتہ رفتہ انحطاط و تنزل شروع ہوا اب کوئی صاحب/ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پابندی اوقات کے اعتبار سے تنظیم کے اعتبار سے حسن کارکردگی کے اعتبار سے ہمارا وہ معیار بھی قائم ہے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے ریلوے کے ادارے میں موجود تھا ۔ سب سے بڑی بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ریلوے سے سفر کرنے میں امن و امان قائم رکھنا ۔ یہ ایک نہایت ہی ضروری شے ہے مجھے میرے حافظہ میں میری یاد میں ۱۹۴۷ء سے پہلے کوئی ایسا سانحہ اور کوئی حادثہ اور واقعہ نہیں ملتا کہ جس میں گاڑیوں کے اندر لوگ قتل کر دئے جاتے ہوں سنگین قسم کے ڈاکے پڑتے ہوں جیب تراشی معمول بن گیا ہو اور انتہا یہ کہ گارڈ گاڑی کے اندر قتل کر دیا جاتا ہو ۔ عورتوں کے ڈبے کے اندر عورتوں پر دسترس کی جاتی ہو اس قسم کے واقعات میرے حافظہ میں موجود نہیں ہیں ۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ وہ سفر جو سب سے زیادہ محفوظ سمجھا جاتا تھا میرے خیال میں سب سے زیادہ غیر محفوظ ہوگیا ہے ۔ دوسری بات جس کی طرف میں ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اس کا ہی ایک

حصہ ہے اور وہ یہ کہ ریلوے پولیس اپنے فرائض میں بے انتہا ناکام اور ناکارہ ثابت ہوئی ہے ۔ جہاں تک حفظ اور امن کا تعلق ہے پولیس کے محکمے سے عوام کو جو رشوت کی شکایت ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہاں بھی قائم ہے ۔ میں ایک چشم دید واقعہ اس ایوان کی دلچسپی کے لئے پیش کرتا ہوں میں صبح گاڑی سے ریلوے سٹیشن پر اترا ایک ٹیکسی منگائی ۔ ایک خاکروب وہاں جھاڑو دیرہا تھا اور بلا وجہ جھاڑو دیرہا تھا اس لئے کہ وہاں صفائی تھی کبھی یہاں جھاڑو مارتا تھا کبھی وہاں ہاتھ چلاتا تھا ۔ بہرحال ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی روکی اور اس خاکروب کو آٹھ آنے کے پیسے دئے اور مجھے بٹھا کر چلا میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے خاکروب کو کیوں آٹھ آنے کے پیسے دئے اس نے کہا کہ یہاں جو پولیس کا سپاہی متعین ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہاں کوئی گاڑی ٹھہرا کر کسی مسافر کو نہیں بٹھا سکتا ۔

مسٹر سپیکر ــــ ریلوے پولیس کیا ریلوے ایڈمنسٹریشن کے ماتحت ہے ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد ــــ ریلوے ایڈمنسٹریشن کی حدود میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ریلوے کے جنرل ایڈمنسٹریشن سے متعلق ہے ۔ یا تو ریلوے وزیر صاحب فرما دیں کہ یہ ان کے چارج میں نہیں ہے ۔

Mr. Speaker : I would like to know the position from Railway Minister.

Minister of Railways : Railway Police is directly under the Police Department.

علامہ رحمت اللہ ارشد ــــ بہرکیف یہاں سے سواریوں کو اٹھانے کے لئے سپاہی صاحب کہتے ہیں کہ ٹیکس ادا کرنا پڑیگا اور اس طرح سے ہر ٹیکسی ڈرائیور کو یہ ٹیکس ادا کرتا ہے اور وہ سب

روپیہ ریلوے پولیس کو جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ میرے دوست مسٹر خالد بن جعفر فرما رہے تھے کہ یہاں ریلوے کے کرائے سب سے کم ہیں ۔ میں نے ایک بات جس کی طرف پچھلے سیشن میں بھی توجہ دلائی تھی اور ایوان کے دوسرے معزز اراکین نے بھی توجہ دلائی تھی کہ دنیا کے کسی ملک میں اتنے درجے کسی ریلوے میں موجود نہیں ہیں جو اس ریلوے میں موجود ہیں عام طور پر ہر مہذب اور ترقی یافتہ ملک میں دو درجہ ہیں ایک اپر کلاس اور دوسرا لوئر کلاس ۔ انگریز نے یہ درجہ بندی کسی مقصد کے لئے کی تھی اور اب اس درجہ بندی کو ختم کر دیا جائے اور وہ یہ کہ صرف ایک اپر کلاس اور ایک لوئر کلاس ہونا چاہئے ۔

جناب والا ۔ ریلوے کی کارکردگی کی انحطاط کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ درمیانہ درجہ کے ملازمین کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے اور اعلیٰ عہدیداروں میں اضافہ ہوا ہے یعنی افسر زیادہ ہیں اور ماتحت کم ہیں ۔ اس میں کسی کو کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہونا چاہئے اور ہمارے ریلوے وزیر اس بات سے آگاہ ہونگے کہ درمیانہ درجہ کے گارڈ اور ٹکٹ کلکٹر اور اسی قسم کے اپنی تنخواہوں سے غیر مطمئن ہیں اور ان کا عدم اطمینان رشوت کا باعث ہے اور کارکردگی پر بھی بری جناب والا ۔ یہ بالکل صحیح ہے اور میں اس اصول سے اتفاق کرتا ہوں کہ جب بھی کسی ادارے کو زیادہ مفید بنانے کے لئے آپ قدم اٹھائینگے اور زیادہ سہولتیں فراہم کریں گے تو اس کے آپ کو ٹیکس لگانا ہوں گے اور آمدنی میں اضافہ کرنا ہوگا کیونکہ جب تک آمدنی نہیں ہوگی اس

وقت تک اخراجات کی مدآت پر خرچ نہیں کیا جا سکتا لیکن بڑے ہی دردمندانہ انداز کے ساتھ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ریلوے نے دوسرے درجہ کے مسافروں کو آسانیاں بہم پہنچائیں - ایوان شاید اس واقعہ کو کبھی نہیں بھولے گا کہ کئی عورتیں سٹیشنوں پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے مر گئیں تو میری عرض یہ ہے کہ نچلے درجہ کے مسافروں کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور ہماری آمدنی کا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہیں -

اس کے علاوہ میں اپنے علاقے کے متعلق بھی ایک تجویز جسے میں نے پچھلے سال بھی پیش کیا تھا عرض کرتا ہوں - ہمارے شریف الطبع جناب وزیر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ پچھلے سال اس ایوان کے اندر ریلوے کے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا ان احساسات کو سامنے رکھ کر میں نے پروگرام بنایا ہے - پچھلے سال کہا گیا تھا کہ ایک ریلوے لائن جو سمہ سٹہ تک بلکہ فورٹ عباس تک تھی انگریز کے زمانے میں جنگی ضروریات کے لئے اس ریلوے لائن کو اکھاڑ دیا گیا تھا۔ وہاں سٹیشن بدستور موجود ہے پٹڑی بدستورموجود ہے۔ سگنل بدستور موجود ہے لیکن ابھی تک اس ریلوے لائن کو دوبارہ جاری نہیں کیا گیا اور وہ لاکھوں عوام اس سہولت سے محروم ہیں - اس کے علاوہ ان کے اور کوئی ذرائع مواصلات نہیں ہیں - مروٹ اور فروٹ عباس کے نمائندے چودھری محمد علی صاحب اور دوسرے صاحب یہاں موجود ہیں - وہ جانتے ہیں کہ اس علاقے میں زمینداروں کی اجناس تین روپے سے لے کر پانچ روپے فی من کے حساب سے نسبتاً کم قیمت پر فروخت ہوتی ہیں - اس لئے کہ وہاں آمدورفت کی سہولتیں

لوگوں کو میسر نہیں ہیں ۔ اس لئے میں یہ تجویز پیش کرونگا
کہ اس گاڑی کو دوبارہ چلانے اور بنانے کے لئے ضروری اقدام
کئے جائیں ۔ آخری چیز یہ ہے کہ بہاولپور کے لوگوں کو
ریلوے سروس کے اندر نمائندگی نہیں ملتی ہے ۔ تو بڑا کرم ہوگا
اگر وہ اس طرف بھی توجہ کریں کیونکہ روزگار اور اقتصادیات
کا مسئلہ ہے ۔ میں ان گذارشات کے ساتھ یہ یقین رکھتا ہوں ۔
کہ ہمارے وزیر صاحب جن کی شرافت مسلمہ ہے ۔ اور مسٹر
ایم ۔ اے قریشی صاحب ۔ چیئرمین ریلوے بورڈ کہ جن کی قابلیت
مسلمہ ہے ۔ ان تمام کوتاہیوں کو جو ریلوے ایڈمنسٹریشن کے
اندر موجود ہیں ۔ ان کی تلافی تعمیری انداز میں فرمائینگے ۔ اور
نچلے درجے کے ملازمین اور مسافروں کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا
کریں گے ۔

Mr. Ahmed Mian Soomroo (Jacobabad - I) : Mr. Speaker, Sir, I must congratulate the Railway Minister and the entire Railway Administration for the very successful running of the Railway Department.

Sir, Railway is one of the few Departments of which we people in this part of the country can really be proud of. This could be realised more after we visit our neighbouring country and see the conditions of the working and the amenities provided in India by the Railway. Only then we will realise the great amenities, the good work and the comparative punctuality of our Railways.

Sir, the increase in the earnings of Railways as compared to the original Budget of 1963 of 4.25 crores is also noteworthy. This really is a matter of pride and shows that the Railway is doing its part to tighten the administration and to avoid leakage.

Sir, as far as the Railway's success is concerned I must admit and would congratulate them for sealing their borders to the entry of the CSP Officers. Sir, the CSP is really a menace. I mean the new CSP Officers recruited during the last five years. I am not referring to the old ICS Officers who are, of course, experienced and we are proud of them. Sir, the Railway's success is mainly due to the fact that it is being managed and run by experienced people--people who are experienced in their own Departments. Had they also allowed the entry of these new lads probably the efficiency would not have been what it is now.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : They tried to contract the disease but they did not get it.

Mr. Ahmed Mian Soomroo : You can congratulate them for that.

I was saying, Sir, that this is a Department which is being manned by people from its own Department who have had the necessary experience and had got the regular promotion. This is really one of the reasons why this Department is functioning well. I am sure, some of the CSP lads must be having an eye on this Department also and I would not be surprised if they succeed in getting in there.

Sir, in their administration there is one handicap, namely, overcrowding. There is not sufficient scope of promotion for the Officers in the Railway. They have a very limited sphere. Government should also allow them to go out to other Departments so as to give them more chances of promotion. I known an Ex-.En For about fourteen or fifteen years he continued as an Ex-En in the Railway till he got promotion as Deputy Manager. There must be so many other cases in the different departments of Railway. Government should look into this aspect and see that these Officers, like other Departments, get a fair chance of promotion.

Sir, as for the endeavours to improve the working still further we have the example of opening Sukkur Division recently. This shows the desire to increase the efficiency and keep officers who can correct things on the spot as far as possible. No doubt this Division is going to cost money but that they have not hesitated to do because they feel that it would be in the interest of the efficiency of the Department.

As far as the question of punctuality is concerned my friend, Mian Akbar, had criticised the Railway about it. But, I would in fact praise the Railway. Their punctuality, on the whole, is such which we really should be proud of. If the punctuality has fallen in one, two or three months there are reasons for it. They are improving the tracks here and there. They are carrying out necessary repairs to the lines. Obviously, where a track is being repaired it restricts the speed. If this has to be done in the interest of public safety why should they object ? Either they should risk punctuality or public life Obviously the latter is not desirable. Therefore, if they themselves have in fact admitted their own fault with a view to improving the tracks they deserve credit not criticism. There are few Departments here in our Government who would be prepared to admit their own faults and try to rectify them. On the other hand they would try to show that they are perfect.

Another question was about litigation. Litigation is not a thing which can be avoided. On the one hand the Opposition wants the people to have the right of going to Courts. They encourage it--"let the Courts decided everything," they say. But, if here people go to Courts they say, why they are going to Courts. If the Railway has decided to appoint Litigation Inspectors in each Division it is a good step. Look at the condition of the people who have to go to far-flung places to seek justice. With the appointment of Litigation Inspectors justice will be readily available.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Mr. Soomroo is not a practising Lawyer.

Mr. Ahmed Mian Soomroo : I am but not of the Railways.

Then, Sir, there is another good aspect - Staff Welfare. I think, the Railway is also endeavouring as far as possible to lessen the burden on public and keeping their staff happy. They have recently announced an increase in their wages though there is one aspect that those Officers who, I believe, belong to the Central Government will not benefit. This increase probably does not apply to them and no announcement has been made about their cases. If I am correct, I hope that the Government would also look into their cases and announce the revision of the pays of those who are under the Central Government.

Then, Sir, a number of quarters have been built for the staff. For Education too, a lot of facilities are being provided to the employees and as far as my information goes efforts are being made to improve the medical aid. In fact the T. B. Sanitorium of the Railway at Quetta is the best Sanitorium which we have in this Province—not only in this Province but in this part of the country. There is hardly such an experienced Doctor as the one we have incharge of this Sanitorium, who had been sent abroad and given special training I am glad to find that a provision of fifty more beds has been made in this hospital. When there is accommodation available even the civilian population avails of the amenities there because they find that this is the best hospital for T. B.

Sir the question about shortage of wagons has been raised in a number of adjournment motions in this House. There is no doubt that the railway does have its own difficulties but this aspect deserves greater attention. Particularly in the food movement season, we found that in the areas of former Sind when rice movement was being made, there were often complaints and several adjournment motions about the shortage of wagons for moving foodgrain. I know that the railway is putting in its effort and I think the sooner they are able to solve this, the better it would be.

As far as engines are concerned, as I understand, a number of them are lying out of commission for want of spare parts, which are not available. While importing engines, the railway should see that necessary spare parts are available because in their absence the number of trains cannot be increased. Although the increase has been substantial but still it is not sufficient to meet the demand.

Then Sir another point which I have to point out to the Minister of Railways is that the Jacobabad-Kashmore is the only railway in the plains where people are required to pay one and a half times more the fare of other railways. This is most unfair. On the one hand we are talking of parity and on the other people are required to pay one and a half times more fare. There is no extra cost involved in the working of this railway and I am sure that Government would remedy it.

Then comes the speed of trains. Nawabzada Sahib has complained that his train is going to Jhang at a speed of 19 miles per hour but I would say that on an average the train from Rohri to Jacobabad is going at a speed of 16 miles per hour; it takes 3½ hours to do 50 miles. So I am sure the railway would consider this question.

I am proud to say that the Minister as well as the officers from top to bottom are working as a team. I am glad to point out that I had raised a question about the inconvenient timing of trains, and within three days, I am glad to say, they have decided to run a train for the public convenience on the 20th of this month. This is very creditable.

میر نبی بخش خان زہری (کوئٹہ - چگئی) : جناب سپیکر - میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میں تیسری بار ریلوے بجٹ میں موجود ہوں اور میں اپنے نوجوان وزیر ریلوے اور ان کے شریف ہونے اور ان کی شیریں زبانی کی تعریف بھی کرتا ہوں اور میں شکر گذار ہوں ریلوے چیئرمین کا کہ وہ آج ہاؤس میں موجود ہیں اور میں ان کی تجربہ کاری کی قدر کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں اپنی پچھلے سال جو ریلوے بجٹ میں تجاویز پیش کی تھیں کوئٹہ قلات ڈویژن کے لئے ان کو میں دوبارہ دہراؤں۔ جناب اس سے پیشتر کہ میں اپنی ڈویژن کی طرف - کوئٹہ قلات کی طرف کچھ اپنے خیالات لے جاؤں میں چاہتا ہوں کہ ویسٹ پاکستان کے متعلق جو تجاویز زیر غور ہیں کہ پانچ فیصدی تھرڈ کلاس والے - ساڑھے سات فیصدی درجہ دوئم اور ۱۰ فیصدی درجہ اول میں کرائے بڑھانے یا ان میں اضافہ کرنے کی جو تجویز زیر غور ہے وہ درست ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک روپیہ اور آمدنی ریلوے کی نہ ہو یہ حقیقت ہے کہ وہ ترقی کے کاموں پر خرچ نہیں کر سکیں گے - مگر جہاں تک درجہ سوئم کے کرایہ بڑھانے کے سوال ہے میں اس کی سختی سے مخالفت کرتا ہوں - میں اس کے لئے یہ تجویز کرتا ہوں کہ محترم ریلوے منسٹر اس بات پر غور کریں کہ جتنا روپیہ ان کو ضرورت ہے وہ اس کے لئے فرسٹ اور سیکنڈ کلاس میں یہ اضافہ کریں کیونکہ اگر ساڑھے سات فیصدی ہے تو ان کو ۱۰ فیصدی سے لیکر ۱۵ فیصدی تک درجہ سوئم کے غریب لوگوں کو یہ فائدہ ملنا چاہئے اور کم از کم اس سال جو ہے ان کے کرایوں میں اضافہ نہیں ہونا چاہئے۔ جناب والا - ریلوے کے ایک نظریہ کے متعلق جیسا کہ ہمارے نوجوان

وزیر کی تقریر میں موجود ہے اور اردو تقریر کا جو صفحہ ۲۲ پر ہے یعنی جو ان کی تقریر ہے کہ پسماندہ علاقوں کے متعلق جو نظریہ قائم کیا گیا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے - وزیر ریلوے نے پسماندہ علاقوں کے متعلق یہ مان لیا ہے کہ وہاں ترقی ہونی چاہئے مگر ان کی اپنی تقریر میں یہ ہے کہ جہاں ٹریفک زیادہ ہے اور جہاں ضرورت ہے تو وہاں جو ان کی ڈیویلپمنٹ کی جو سکیمیں ہیں ان کے لئے رخ اس طرف کیا ہے اور انہوں نے اپنی اسی تقریر میں اس بات سے اتفاق نہیں کیا ہے کہ پسماندہ علاقہ ہونے کی حیثیت سے وہاں خاص طور پر توجہ دی جائے کیونکہ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ محکمہ بالکل الگ ہے یہ ایک کمرشل لائین پر ہے اور پولیٹیکل پسماندگی کے متعلق کوئی خاص توجہ نہیں ہے - مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ یہ محکمہ جو ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا بجٹ الگ ہے لیکن اس ملک کی ترقی اور خوشحالی سے بالکل لا پرواہ نہیں ہو سکتا اور میں کہوں گا کہ کمرشل لائین پر ریلوے لائین بچھائی جائیں ۔ تو میرے علاقے میں یعنی کوئٹہ قلات ڈویژن میں ریلوے کو ضرور فائدے کی گنجائش ہے جس کا انہوں نے ڈیویلپمنٹ سکیم بنایا ہے - میں یاد دلاتا ہوں کہ پچھلے سال میں نے گذارش کی تھی کہ Coal Mines Area پر اگر ریلوے لائین ۳۵/۳۰ میل بچھائی جائے اور ریلوے کا کرایہ جو نارمل ہوتا ہے اس سے اگر دوگنا کرایہ حاصل کیا جائے تو وہاں کے مائین اونرز اور وہاں کے لوگ خوشحال ہوں گے اور وہ دینے کو بھی تیار ہیں اور ریلوے کو بھی فائدہ ہو جائے گا اور ہمارے علاقے میں ایک قسم کی خوشحالی کا دور دورہ ہو جائیگا ۔ چنانچہ اس تقریر میں سروے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے آگے کچھ ذکر نہیں ۔ میں دوبارہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ سپیرند اور ڈگری کے درمیان ریلوے لائین ناکافی ہے - مثال کے طور پر جناب صدر ۔ میں

نے تجویز پیش کی تھی - سابق ریلوے منسٹر جو اس وقت موجود نہیں ہیں انہوں نے اس تجویز کی طرف توجہ دی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ آرڈر دے دیا ہے کہ سروے کیا جائے - چنانچہ میں عرض کرتا ہوں کہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ کے کسی افسر نے کوئٹہ قلات ڈویژن میں جا کر ایک دفعہ مجھ سے نہیں پوچھا کہ جو تجاویز میں نے اس معزز ایوان میں پیش کی تھیں ان کے بارہ میں کیا رائے ہے - آخر مجھ سے پوچھ لیتا کہ میرا کیا نظریہ ہے - مجھ سے معلوم کر لیتا کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو ان تجاویز میں دلچسپی رکھتے ہیں تو ویسٹ پاکستان میں مختلف محکموں کا یہ عالم ہے اور اس معزز ایوان میں بھی چاہے کچھ ممبر ہوں مجھے امید ہے کہ وہ ان تجاویز کو ضرور سن لیں گے - تو اس وقت اس ویسٹ پاکستان میں ریلوے ہی کا محکمہ ایسا ہے جو نمائندوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ ان سے کوئی چیز پوچھ ہی لیں یا کوئی چیز دریافت کر لی جائے یا ان کی بات سنی جائے وہ اس سے بالکل بے نیاز ہے - میں جناب سپیکر - آپ کے توسط سے جناب منسٹر صاحب اور چیئرمین صاحب کو یہ کہوں گا کہ یہ جو نظریہ ہے یہ فرسودہ نظریہ ہے -

مسٹر سپیکر - ایک منٹ باقی ہے -

میر نبی بخش خان زہری - جناب والا - مجھے بہت سی معروضات پیش کرنی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے خاص رعایت دی جائے کیونکہ مجھے بہت اچھی اور ضروری تجاویز اپنے پسماندہ علاقے کے متعلق عرض کرنی ہیں -

جناب والا - میں یہ درخواست کرونگا کہ ایک سرکلر جاری کیا جائے کہ تمام ریلوے ڈیپارٹمنٹ والے پبلک نمائندوں کی بات سنیں اور اس طرح عوام کی تکالیف کو سن کر ان کا تدارک کریں - یہ نہ ہو کہ وہ

لاپرواهی کریں ۔ ان کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کا بجٹ الگ ہے ۔ ہمیں ان سے پوچھنے کا حق حاصل ہے اگر ہمیں حق نہ تھا تو آج اس معزز ایوان میں بجٹ منظوری کے لئے کیوں آیا ہے یہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ ریلوے کے محکمہ کے لوگوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے ۔ حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ سی ۔ ایس ۔ پی کے کچھ لوگ لا پرواہی کرتے ہیں ۔ ان کو پرواہ نہیں ہوتی مگر میں نے اکثر و بیشتر اچھے اچھے اور بڑے بڑے عہدوں پر سی ۔ ایس ۔ پی دیکھے ہیں کہ آج بھی ان میں قومی جذبہ ۔ نئی قوم اور نئے ملک کی تعمیر کے لئے جذبہ موجود ہے ۔ میں نے ان میں سے کم از کم اس طرح کا کوئی نہیں پایا ۔ جناب سپیکر ۔ میں منسٹر صاحب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ سرکار جاری کریں ۔ ریلوے کا محکمہ اس معزز ایوان کے ماتحت ہے ۔ ریلوے حکومت کے ماتحت ہے ۔ ان کا بجٹ الگ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ لاپرواہ ہوں ۔ اور وہ کسی معزز ممبر کی تجویز کا خیال نہ رکھیں ۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی انفرادی یا ذاتی حیثیت میں حملہ کروں ۔ یہ میری جنرل شکایت ہے ۔ جیسا کہ اس کے متعلق ایک نوٹ منسٹر صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے ۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب نے اپنی اردو کی تقریر میں صفحہ ۱۲ پر لفظ ''فرسودگی،، ۶ دفعہ استعمال کیا ہے ۔ میں خوش ہوں کہ وزیر صاحب نے اس محکمہ کے لئے ۶ مرتبہ فرسودگی کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ میں اپیل کرتا ہوں کہ جتنی فرسودگی ہے ۔ انگریزی نظام کی جو بد بو ہے ۔ اس کو خصوصاً آج کے ماحول میں جبکہ Jet Age ہے اس کو الگ کیجئے ۔ جتنے بھی پرانے طریقے ہیں ان کو دور کیجئے ۔ بلکہ ایک قومی جذبہ کے تحت ریلوے میں کام کرنے والوں کی میں قدر کرتا ہوں ۔ جو ریلوے میں کام کر رہے ہیں ان کا نظریہ بالا تر ہونا غلط ہے ۔ اور

ناقابل برداشت ہے ۔ اس لئے جناب والا ۔ میں یہ بھی عرض کرونگا کہ سی ۔ ایس ۔ پی جوان افسروں کو اس میں شامل کیجئے اور ان افسران کو بھی جو باہر ممالک پھر چکے ہیں یہ نہیں بلکہ ان کو کچھ تجربہ ہو ۔ وہ نوجوان جیسا کہ ہمارے نوجوان منسٹر صاحب اس جذبہ کے تحت اور پھر ریلوے کے ڈیپارٹمنٹ کو ترقی دینے کے لئے کام کر رہے ہیں ۔ ان کو تجربہ کار افسران کی سرپرستی ہونی چاہئے تاکہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ اور بھی ترقی کرے ۔ وہ بھی سی ۔ ایس ۔ سی سے مالا مال ہوں ۔

جناب والا۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ کوئٹہ قلات ڈویژن میں مجھے افسوس اور دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کروڑوں روپیہ کی ڈیویلپمنٹ میں آج ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ ریلوے ایک انچ بھی ریل کی پٹڑی میں اضافہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے ۔ یہ کیوں ظلم ہم پر روا رکھا گیا ہے اور ریلوے ہم پر اتنا ظلم کیوں کر رہی ہے ۔ چیئرمین جو خود کوئٹہ کے رہنے والے ہیں کیا وہ وہاں نہیں جا سکتے ۔ آخر ان کو کوئٹہ آنا پڑے گا ۔ یہاں محکمہ میں بھی ایک مدت تک رہنا ہوتا ہے ۔ میں آپ سے عرض کروں گا اور منسٹر صاحب سے بھی عرض کروں گا کہ آپ بلوچستان سے دور نہیں ہیں ۔ سندھ اور بلوچستان کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہے ۔ اس کی طرف آئیں ۔ کوئٹہ قلات کراچی ریلوے لائین جو کول مائننگ ایریا ہے اس کی طرف بھی آپ توجہ فرمائیں ۔ وہ بھی منفعت بخش ہے ۔ ہماری ڈیمانڈ ہے ۔

جناب والا۔ اب میں ویگنوں کی قلت کے متعلق عرض کرونگا۔ پچھلے سال بھی خان عبدالوحید خان صاحب سابقہ وزیر ریلوے نے کہا تھا ۔ مجھے افسوس ہے کہ ویگن نہ ملنے کی وجہ سے اسی ایوان میں ان سے جھڑپ ہوئی ۔ میں اس خوش زبان وزیر کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ بڑی شیرینی سے (قہقہہ) بڑی مٹھاس سے مہربانی کریں کہ آئندہ سال جو

تکلیف کول مائنرز کو ہوئی ہے اور ان غریب بھٹے والوں کو کوئلہ نہیں ملا ۔ ریٹ پہلے کی نسبت زیادہ ہو گئے ہیں ۔ اگر ان کا خیال ہے تو آئندہ موسم میں ان کا خیال رکھا جائے ۔ جناب صدر مملکت کی خدمت میں دوبارہ اشتہار پہنچا دیئے جائیں ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں وہاں بلوچستان میں درجہ سوئم اور چہارم کے ملازمین کو بھی جیسا کہ ایک لفظ ہے ''انجن سنٹ کرنا،، اسی طرح تبدیل کرتے ہیں ۔ وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے ہم نمائندوں کے پاس آتے ہیں ۔ کئی کیسس اس قسم کے میرے پاس ہیں ۔ میں نے جناب منسٹر صاحب کو بھی لکھکر بھیجے ہیں اور چیئرمین صاحب کو بھی لکھا ہے ۔ وہاں محکمہ ریلوے کوئی پرواہ نہیں کرتا ۔ اگر یہاں سے آرڈر ہوتے ہیں اور وہاں محکمہ کے لوگ نہ ہمیں بتاتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں ۔ میں ڈیمانڈ کرتا ہوں کہ ایک انکوائری بٹھائی جائے کوئٹہ قلات ڈویژن کے سوئم اور چہارم کے غریب مزدوروں کو اس واسطے تبدیل کیا جاتا ہے کہ وہ اس محکمہ سے بھاگیں اور محکمہ چھوڑ کر چلے جائیں ۔ ہم غریب ہیں ۔ بہتر تھا ہم سے سپاہی کا کام لیں ۔ بہتر تھا ہم سے چوکیدار کا کام لیں ۔ آپ اس پر بھی خوش نہیں ہیں کہ ہم آپکے چوکیدار بنیں ۔ آپ اتنے بھی خوش نہیں ہیں کہ ہم آپکی خدمت کریں ۔ آپ درجہ چہارم کو تبدیل نہ کریں ۔ اس لئے میں یہ ڈیمانڈ کرتا ہوں کہ ایک انکوائری کمیشن مقرر کیا جائے جو اس معزز ایوان کو جواب دے ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ سپیکر صاحب کا اور اس معزز ایوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

مسٹر حمزہ (لائل پور ۔ ٦)۔۔۔جناب سپیکر ۔ بجائے اس کے کہ میں تکلفاً جناب وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اس ایوان کا وقت ضائع کروں میں ریلوے کے محکمہ کے متعلق سب سے بڑی شکایت

سے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ ریلوے کو ایک ترقی پذیر ملک میں جو اہم رول ادا کرنا چاہئے تھا وہ ریلوے کا محکمہ ادا نہیں کر رہا ہے ۔ آپ کو اس چیز کا علم ہو گا کہ ریلوے کو روڈ ٹرانسپورٹ کے مقابلہ میں چاہئے وہ گڈز ٹرانسپورٹ ہو یا پسنجر ٹرانسپورٹ ہو قدرتی طور پر فوقیت حاصل ہے ۔ اور یہ فوقیت اس لئے بھی حاصل ہے کہ یہ محکمہ سرکار کا اپنا محکمہ ہے ۔ اور اس کو باہر سے مشینری منگوانے یا امپورٹ لائسنس حاصل کرنے میں وہ تمام قباحتیں ۔ وہ تمام دشواریاں برداشت نہیں کرنی پڑتیں جو خاص طور پر پرائیویٹ روڈ ٹرانسپورٹر کو برداشت کرنی پڑتی ہیں ۔ اور اس کے علاوہ ریلوے روڈ ٹرانسپورٹ کے مقابلہ میں زیادہ فاصلہ طے کر سکتی ہے ۔ روڈ ٹرانسپورٹ کے مقابلہ میں جہاں تک مجھے علم ہے ۔ اس کی efficiency تقریباً چھ گنا ہے ۔

اور ہمارے ملک میں خصوصاً سڑکوں کے خراب ہونے اور Road Transport میں Cut Throat Competition کی بنا پر اس کے راستے میں بعض ایسی دشواریاں اور مشکلات حائل ہیں جو ریلوے کو بحیثیت واحد اور اجارہ دار ادارے کے حائل نہیں ۔ ان تمام فائدوں اور فوقیتوں کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں ۔ کہ وزیر ریلوے نے High Speed Diesel Oil اور Furnace Oil کی قیمت میں Excise Duty میں اضافہ کی بنا پر محکمہ ریلوے کو جو زائد خرچ برداشت کرنا پڑا ہے ۔ کا سہارا لے کر نچلے درجے کے کرائے میں ۵ فیصد ۔ Second Class کے کرائے میں $\frac{1}{2}$ ۷ فیصد اور First Class کے کرائے میں جو دس فیصد کا اضافہ کیا ہے وہ کسی لحاظ سے بھی موزوں اور معقول نہیں ۔ اور بالخصوص اس غریب قوم کے لئے یہ اضافہ تو

کسی صورت بھی مناسب نہیں -

جناب سپیکر - ایک پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب نے ہمارا مقابلہ ہندوستان سے کیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ ان کو اس چیز کا علم ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی ریلوے جو عام مسافروں اور خاص طور پر تیسرے درجے کے مسافروں کو سہولتیں بہم پہنچاتی ہے - اس کا عشر عشیر بھی ہمارے ملک میں موجود نہیں - بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ہاں برانچ لائنوں پر آج تک Inter Class کے اکثر ڈبوں میں پنکھوں کا انتظام نہیں کیا گیا - اور ان چیزوں کا مقابلہ کرتے وقت انہیں اس امر کا احساس ہونا چاہئے تھا کہ ہندوستان میں انسانوں کی خاص قدر ہے - وہاں کے لوگ جب گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں تو انہیں انسان سمجھا جاتا ہے - انہیں بھیڑیں تصور کر کے ایک ہی ڈبوں میں بھر نہیں دیا جاتا - انہیں اس چیز کا بھی علم ہوگا کہ وہاں نہ اتنی تعداد میں پارلیمنٹری سیکرٹری ہیں - اور نہ ہی انہیں اس قسم کے کام سونپے گئے ہیں جس قسم کے وہ یہاں کرتے ہیں -

Mr. Speaker ; There are more Ministers and Deputy Ministers there.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر - عرض یہ ہے - کہ آپ وہاں کے وزرا اور پارلیمنٹری سیکرٹری صاحبان کی تعداد کے ساتھ مقابلہ کر لیں - اور بالخصوص جس غرض کے لئے یہاں پارلیمنٹری سیکرٹری بھرتی کئے جاتے ہیں - اس کی مثال وہاں دیکھنے میں نہیں آئی - بہر حال جناب سپیکر - عرض یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ High Speed Diesel Oil اور Furnace Oil کی قیمتوں میں اضافے کا سہارا لے کر کرائے کی شرح بڑھائی جاتی - بہتر یہ تھا کہ اس محکمے کی کار کردگی بہتر بنائی جاتی اور اس محکمے کو جو خاص طور سے رشوت ستانی اور

غبن کا شکار ہے ۔ ان لعنتوں سے پاک کیا جاتا ۔ یا ان میں کسی حد تک کمی کر کے اخراجات میں کمی کی جاتی اور اس قدر بچت کی جاتی جس سے خاص طور پر تیسرے درجے میں سفر کرنے والی آبادی اور Goods Transport کے کرایوں میں اضافہ کی ضرورت نہ رہتی ۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے عام کار و باری لوگوں کو یہ بہانہ ملے گا کہ ان کی Cost of production میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا ۔ کہ سارے کا سارا بوجھ غریب صارفین پر منتقل کر دیا جائے گا ۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے ۔ کہ ضروریات زندگی کی قیمتوں میں پہلے ہی اضافہ ہو رہا ہے ۔ اور اب کرائے کی شرح بڑھا کر آپنے ان قیمتوں کو مزید تیز کرنے کی طرف ایک اور قدم بڑھایا ہے ۔ جو کہ کسی لحاظ سے بھی پسند نہیں کیا جا سکتا ۔

جناب سپیکر ۔ جناب وزیر صاحب کو اس چیز کا احساس ہے کہ ریلوے ٹرانسپورٹ سروس کے ساتھ پرائیویٹ روڈ ٹرانسپورٹ کا کسی لحاظ سے بھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کے باوجود کہ یہ وہ تمام کمزوریوں اور defects بلکہ روڈ ٹرانسپورٹ کو کئی قسم کی مجبوریاں لاحق ہیں ۔ اور باوجود اس امر کے کہ High Speed Diesel Oil کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے ۔ نیز روڈ ٹرانسپورٹ میں انتہائی Cut Throat Competition اور سواریوں کی کمی کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کرایوں میں اضافہ نہیں کیا ۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے محکمے نے یہ اضافہ کرنا پسند کیا ہے ۔ آپ کو چاہئے تھا کہ آپ عام کار و باری لوگوں کے لئے کوئی اچھی مثال قائم کرتے اور اس قسم کی بری مثال قائم کرنے سے پرہیز کرتے ۔ اب آپ دیکھیں گے ۔ کہ پرائیویٹ ٹرانسپورٹر گورنمنٹ پر دباؤ ڈالیں گے کہ انہیں بھی

کرایوں میں اضافے کی اجازت دی جائے ۔ کیونکہ آپ کے علم میں ہو گا کہ بہت سے ٹرانسپورٹر ایسے ہیں جو اپنے اثر و رسوخ سے وزیر بن جاتے ہیں ۔ اور اس طرح بہت سے ٹرانسپورٹر ممبر بن جاتے ہیں ۔ نیز بہت سے ممبر ایسے ہیں جو اپنے اثر و رسوخ سے روڈ ٹرانسپورٹر بن جاتے ہیں ۔ لہذا اب عام لوگوں کو یہ خدشہ لا حق ہے ۔ اور محکمہ ریلوے نے کرائے کی شرح میں اضافہ کر کے قوم پر کوئی احسان نہیں کیا ۔ اس سلسلے میں پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب ہندوستان کی مثال پیش کر کے جواز پیش کرنا انتہائی نا مناسب بات ہے ۔

جناب سپیکر ۔ اس محکمے کی کار کردگی کے بارے میں جو کہ بڑا ہونے کے لحاظ سے ہمارے ملک میں منفرد حیثیت رکھتا ہے ۔ میں اس ایوان میں یہ بات جناب وزیر ریلوے کی زبان سے کہلوا چکا ہوں ۔ کہ انہوں نے ہمارے قومی تقاضوں ۔ وقت کے تقاضوں اور قومی ضروریات کو قطعاً مد نظر نہیں رکھا ۔ انہوں نے ۶۳-۱۹۶۲ء میں صرف دو مسافر گاڑیوں کے ڈبے بنائے ۔ اور اسی ایوان میں انہوں نے ۸ اپریل ۱۹۶۳ء کو بتایا کہ محکمہ ریلوے Nut اور Bolts جیسی ضروریات کی معمولی چیزیں اپنی ورکشاپوں میں ضرورت کے مطابق نہیں بنا سکتی ۔ بلکہ عام کھلی مارکیٹ سے خریدنے پر مجبور ہے ۔ آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے ۔ کہ ہم نے اتنے نئے انجن در آمد کئے ۔ بہت سے نئے پل بنائے signalling کے انتظام کو بہتر بنایا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی ورکشاپ میں سپرنگ بنانے کا کام شروع کیا ہے ۔ نیز Diesel Shed کو بھی بہتر بنایا گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک ترقی پذیر ملک اور اس قسم کے ملک میں جیساکہ پاکستان ہے ۔ جو دشمنوں سے گھرا ہوا ہے ۔ آج صنعتی

ترقی کی انتہائی ضرورت ہے ۔ حکومت کو کم از کم ان چیزوں کا ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا ۔ بلکہ ہمیں یہ بتانا چاہئے تھا ۔ کہ آپ نے ملک میں غیر ملکی مدد کے بغیر کتنے انجن بنائے ۔ اور کتنی نئی پٹڑیاں بچھائیں ۔

جناب سپیکر ۔ جناب پارلیمنٹری سیکرٹری نے ہندوستان کا ذکر کیا ہے ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کر دوں کہ ہندوستان کے وزیر ریلوے نے پچھلے سال اپنی تقریر میں کہا کہ وہاں ۷۵۸ میل ریلوے بجلی سے چلائی جا رہی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جب سے ہندوستان آزاد ہوا ہے انہوں نے ۵ ہزار میل نئی ریلوے لائن بچھائی ہے یا اس کو double کیا ہے ۔ جو کہ ہماری کل ریلوے لائن کی لمبائی کے برابر ہے ۔

اور اس سے بڑھ کر یہ محکمہ مکمل ریلوے انجن بناتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی ترقی کے پیش نظر جب اپنے ملک کی اندرونی حالت اور ریلوے کی کارکردگی کو دیکھا جائے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ اس بد دعا کے ساتھ ایک ریزولیشن پاس کیا جائے کہ

''بھارت کی توپوں میں کیڑے پڑیں''

وزیر زراعت ــــ میں یہ عرض کروں گا کہ دنیا بھر کی تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ پاکستان نے غیر ملکی امداد کا بہترین استعمال کیا ہے اور یہاں ہمارے معزز ممبر ہیں کہ ہندوستان کی تعریف کر رہے ہیں ۔

Mr. Speaker : Is that of Railways.

Minister of Agriculture : Yes Sir.

مسٹر حمزہ—پہلے اپنے گھر والوں کی بات تو سنیں وہ لوگ جن کے ضمیر سوئے ہوئے ہیں اور اپنی اغراض کے تحت ''مرغ باد نما،، کی طرح اپنی وفاداری کا اظہار کرتے رہے ہیں - ان کو ملک کا فائدہ بھی دیکھنا چاہئے -

Mr. Speaker : The member should please address the chair.

مسٹر حمزہ — جناب سپیکر - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پبلک کی آواز کو سننا چاہئے اسے دبانا نہیں چاہئے -

Mr. Speaker : The member should please address the chair.

Mr. Hamza : Through you sir.

وزیر زراعت—معافی معافی -

ایک معزز ممبر—ملک صاحب آپ نے حمزہ صاحب کو گرما دیا ہے -

وزیر زراعت—سردی زیادہ تھی میں نے کہا تھوڑی سی گرمی ہو جائے -

مسٹر حمزہ—جو حکومت پبلک کی آواز کو کچلنے کے درپے ہو اور جس پالیسی کے پیش نظر وہ Press and Publication Ordinance نافذ کرنے پر مجبور ہو -

Mr. Abdul Latif Khan : Point of order, sir. Has it anything to do with the Railway Budget.

Mr. Speaker : Mr. Hamza, there is no relevancy. It has nothing to do with the Railway Budget. Any other point about the Railway Administration.

مسٹر حمزہ—اگر یہ پبلک کے اندر کی آواز کو سننا نہیں چاہتے ہیں اور اس خطرناک پالیسی میں کوئی خوش گوار تبدیلی لانا نہیں چاہتے ہیں تو ان سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے - یہی وجہ ہے کہ وہ اس قسم کے گھٹیا ہتھیار استعمال کرتے ہیں -

Mr. Speaker : Any other point.

مسٹر حمزہ ــــ جناب سپیکر ۔ ریلوے بجٹ میں جہاں ہسپتالوں میں ریلوے ملازمین کی دیکھ بھال ان کی سہولتوں کے لئے کوارٹر مہیا کرنے اور ان کی تنخواہوں کے سکیل بڑھانے اور دیگر سہولتوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کے لئے حکومت کو لاکھوں روپیہ خرچ کرنا پڑا ہو گا ۔ جیساکہ نواب زادہ صاحب نے فرمایا ہے ۔ نئے سکیلز سے درجہ چہارم کے ملازمین کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچا ۔ اگر ریلوے کی انتظامیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے ملازمین کو تمام تر سہولتیں بہم پہنچائی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بوجھ محکمہ ریلوے کی آمدنی یا اخراجات پر قطعاً نہیں پڑتا اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ اگر اہل کار اچھے ماحول میں کام کریں گے اور مطمئن ہوں گے تو وہ زیادہ بہتر طریقہ پر کام کریں گے ۔ پھر لازماً جہاں اس محکمہ ریلوے کو اخراجات کے مقابلہ میں زیادہ فائدہ ہو گا جہاں اس قسم کے اخراجات کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ہم اس کو قطعی طور پر نظر انداز کریں گے ۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ مطالبہ کروں گا کہ آپ کو چاہئے تھا کہ عام ملازمین کی دیگر گوں حالت کے پیش نظر اس محکمہ کیلئے زیادہ رقم مختص کرنے کی اشد ضرورت ہے ۔ اس کے بعد جہاں تک کراچی سرکلر ریلوے ۔ ڈیرہ غازی خان کے مسافروں کی سہولتوں کے لئے نئی لائن۔ لاہور سے جانے والی برقی گاڑیاں چلانے کے انتظام کا ارادہ کیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک اچھا اقدام ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کروں گا ۔ کہ لالل پور اور جڑانوالہ کے درمیان ۲۳ میل کا فاصلہ ہے ۔ جہاں آخری جنگ سے قبل لائن بچھی ہوئی تھی ۔ جسے جنگی ضروریات کے پیش نظر اکھاڑ دیا گیا تھا لیکن آج تک محکمہ ریلوے نے یہ لائن دوبارہ بچھانے کی تکلیف گوارا نہیں کی ۔ نیز محکمہ

کی طرف سے آئندہ ترقیاتی پروگرام کے لئے اگلے سال میں ۲۵ کروڑ روپیہ کی جو رقم مختص کی گئی ہے ۔ وہ ہمارے ملک کی ضروریات کے لئے انتہائی ناکافی ہے ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی (کراچی ۔ ۷)۔۔۔مسٹر سپیکر ۔ ریلوے بجٹ کے سلسلہ میں جہاں تک ڈولپمنٹ اور ترقیاتی سکیموں کا سوال ہے ۔ میں خلوص دل سے وزیر ریلوے کو اور ریلوے کے عملہ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور جہاں تک Revenue اور Expenditure اور Income اور Expenditure یعنی خرچ اور آمدنی کے گوشوارے کا سوال ہے ۔ میری مبارک اس مصرع کے مصداق ہو گی ۔

خو گر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے ۔

وزیر زراعت و خوراک۔۔۔گلہ کیجئے ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی۔۔۔جب میں مبارک باد پیش کرتا ہوں تو میرے سامنے ان ریلوے ورکرز اور مزدوروں اور دیگر عملہ کا نقشہ آ جاتا ہے جن کی دن رات محنت شاقہ اور خون پسینہ ایک کرنے کے نتیجہ میں آج ریلوے نے ڈولپمنٹ اور ترقیاتی سکیموں میں کامیابی حاصل کی ہے ۔ جنہوں نے ریلوے کی کار کردگی کو بہتر بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے ۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان ریلوے ورکرز اور مزدوروں کو خالی پھیکی مبارک باد سے ٹال دیا جائے ۔ کیونکہ اس سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ان کی ویلفیئر کے لئے کچھ کیا گیا ہے ان کی ویلفیئر کے لئے پہلے ایک کروڑ ستر لاکھ روپیہ کی رقم رکھی گئی تھی اب صرف ۹۵ لاکھ ہے ۔ کسی بجٹ کے سر پلس یا ڈیفسٹ ہونے میں کوئی خاص بات نہیں ہوتی کیونکہ جب تک عوام کی خواہشات کو پورا نہ کیا جائے کوئی بجٹ کتنا ہی سرپلس ہو بیکار ہے ۔ اگر عوام کی ضروریات پر روپیہ صرف نہ کیا

جائے ۔ یا اگر حکومت عوام پر خرچ کرنے کو تیار نہ ہو تو میری گذارش یہ ہے کہ آپ جب کرایہ جات بڑھائیں تو آپ کو چاہئے کہ سٹاف کی ویلفیئر اور مسافروں کی سہولتوں کے لئے روپیہ خرچ کریں ۔ ان سہولتوں کے لئے دس لاکھ کی رقم رکھی گئی ہے ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ۔ کہ پھر بھی کم ہے ۔ اس میں اضافہ ہونا چاہئے ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ یہ ۵ فیصدی ساڑھے سات فیصدی اور ۱۰ فیصدی کرائیوں میں اضافہ ہوا ہے ۔ کیا یہ درست ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بالخصوص تیسرے اور درمیانہ درجہ کے مسافروں پر ان کے کرایہ میں اضافہ کرنا ایک طرح سے زیادتی ہو گی ۔

موجودہ ریلوے وزیر صاحب نے جو تقریر فرمائی ہے میں نے اس کو بہت غور سے پڑھا ہے اور جو وائٹ پیپر میں بتایا گیا ہے اس کو بھی دیکھا ہے کہ ڈیزل اور fuel کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں اور اسی وجہ سے ڈھائی تین کروڑ اور ۵۰-۶۰ لاکھ اور دینا پڑیں گے چونکہ یہ اضافہ ہو گیا ہے اسی وجہ سے کرایہ بھی بڑھانا پڑا ہے ۔ میرے خیال میں اگر بجٹ کے اخراجات کو نظر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات نہیں ہے اگر بات یہ ہوتی تو کریڈٹ receipts دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ۶۳-۶۴ء کے جو revise estimates دئے گئے ہیں اس میں تقریباً تین کروڑ کا اضافہ ہوا ہے اور ڈھائی تین کروڑ کا جو اضافہ بتایا گیا ہے تو اس اضافہ کو وہ آمدنی cover کر لیتی ہے ۔ ایسی حالات میں کرایہ بڑھانے کی کیا ضرورت ہے اگر آپ ان expenses کو ملاحظہ فرمائیں تو اصل بات یہ ہے کہ آپ کے carriage working expenses اگر ۶۲-۶۳ء سے compare کئے جائیں تو سات کروڑ ۶۸ لاکھ ۲ء

ہزار ہو گئے ہیں ۔ اور اگر ۶۳-۶۴ء کے اوریجنل میزانیہ سے compare کریں تو revise estimate میں ۵ کروڑ ۲۹ لاکھ ۲۲ ہزار ہیں اور اگر سال رواں ۶۴-۶۵ء کے تخمینے سے compare کریں تو increase ہے ۔ اب میں headwise ان کی analysis کرتا ہوں ۔ جہانتک آرڈنری ورکنگ expenses کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں increase حق بجانب ہے کیونکہ fuel اور ڈیزل استعمال کرنے اور ان کی قیمتیں بڑھ جانے کی وجہ سے جنرل ایڈمنسٹریشن کے expenses میں آپ کو economy کرنی پڑیگی اور اس میں ایک کروڑ ۳۹ لاکھ ۷۳ ہزار کی ۶۲-۶۳ء کے مقابلے میں increase ہے ۔ اور جو estimates دئے گئے ہیں انمیں تقریباً ۳۶ لاکھ کی increase ہے ۔ pre-partition انڈیا میں ۱۱ ریلوے لائنیں چلتی تھیں اس کے بھی estimates کو دیکھا جائے تو وہاں ان افسروں کی تعداد بہت کم تھی لیکن آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ کے یہاں افسروں کی تعداد زیادہ ہے اور اس میں آپ کو کچھ نہ کچھ economy کرنی پڑیگی ۔ اگر ڈیڑھ دو سال کے اندر تین کروڑ کے اخراجات بڑھ جائینگے تو آپ کو اسے کہیں نہ کہیں set up کرنا پڑیگا ۔ کہ ہم کہاں کہاں تخفیف کر سکتے ہیں اور کہاں کہاں تخفیف نہیں کر سکتے ۔ دوسری وجہ کرایہ کے بڑھانے کی میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے repairs اور amenities کے expenses بہت بڑھ گئے ہیں ان کی مثال میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جہانتک repairs اور amenities کا تعلق ہے تو انہیں اگر ۶۲-۶۳ء سے compare کیا جائے تو تقریباً دو کروڑ ۲۵ لاکھ ۲۶ ہزار کا اضافہ ہوا ہے ۔ اگر اوریجنل estimates ۶۳-۶۴ء کو دیکھئے اور ان سے compare کیجئے تو اس سے بھی ایک کروڑ

۵۴ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔ اور اگر ہم present estimates کو دیکھیں تو اس میں بھی تقریباً ۷۰ لاکھ ۵۶ ہزار ہے میرا مطلب یہ ہے کہ ۶۳-۶۴ء کے جو estimates تھے وہ بھی revise ہوگئے اور اس کے علاوہ بھی آپ ۷۰ لاکھ روپیہ لے لینگے تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ بغیر wastage ہوئے بغیر کچھ ورکشاپ میں inefficiency ہوئے یہ اخراجات ۶۲-۶۳ء اور ۶۴-۶۵ء کے میزانیہ میں دو کروڑ سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے ہو سکتا ہے کہ شاید ہم نے کچھ defective انجن خرید لئے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ ہم نے کچھ ایسے agreement پر دستخط کر دئے ہوں کہ جن سے ہمیں spare parts بھی ان ہی سے خریدنا پڑے ہوں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں نے یہ terms dictate کرائے ہوں میں سمجھتا ہوں کہ spare parts بنیادی ضروریات میں سے ہیں ہمیں ان کو خود بنانے کے لئے کارخانہ قائم کرنا چاہئے ہمارے پاس کراچی میں ایک already ورکشاپ ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ پلانٹ وہیں لگایا جائے۔ اور وہیں آئرن سٹیل کا پلانٹ بھی لگا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ economic point of view سے یہ مناسب نہ ہوگا کہ ایک پلانٹ ہم ایسی جگہ لگائیں جہاں raw material نہیں ہوتا ہے اور دوسری جگہ سے raw material پنڈی پہنچایا جائے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کو develop کرنا اقتصادی پوائنٹ آف view سے بہتر ہے اور اس کام کی وجہ سے ہمیں ریلوے کے expenditure میں خاصی saving ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ دکھتی ہوئی رگ یہی repairs ہیں جن کی وجہ سے اتنے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ یا تو پھر آپ یہ کریں کہ ان اخراجات کے لئے ایک economic کمیٹی بنائیں اور وہ کمیٹی دیکھے

کہ دو سال میں دو کروڑ کا اضافہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ اب کی دفعہ تو چلو ہم نے آپ کو کھلی چھٹی دیدی اور یہ بجٹ پاس کروا دیا لیکن آئندہ کیا ہوگا آئندہ پھر ڈیڑھ کروڑ بڑھ جائینگے تو آخر اتنا لمبا wastage کیوں ہو رہا ہے کون کون ورکشاپ ہیں اور کون کون ڈیپارٹمنٹ ہیں کہاں کہاں بنیادی نقائص ہیں اور ان نقائص کی checking کے لئے ہمیں ایک economic کمیٹی بنانا پڑیگی جو تمام اخراجات میں کمی محسوس کریگی جناب والا ۔ جہانتک مزدوروں کا سوال ہے مجھے ایک پمفلٹ ملا ہے اگر اس کے واقعات صحیح ہیں تو کیا ریلوے منسٹر صاحب غور کرینگے ۔

وزیر ریلوے—جی ہاں ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی—خاکروب اور چپڑاسیوں کی تنخواہ ایک روپیہ کم ہوگئی ۔ قلیوں کی تنخواہ میں ایک روپیہ کی کمی ہو گئی ہے کچھ کاریگروں کی تنخواہ میں صرف ایک روپیہ زیادہ ہوا ہے اور کچھ دوسرے کاریگروں کے پانچ روپے کم ہو گئے ہیں اور کچھ اور کاریگر ہیں جن کی تنخواہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے ۔ چونکہ میرے پاس ان کے facts اور فیگرز نہیں ہیں اس لئے میں جانتا نہیں ہوں ممکن ہے جناب والا کے knowledge میں ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو سٹاف welfare پر زیادہ توجہ دینا چاہئے ملازمین کے بچوں کے لئے مفت تعلیم کی منظوری ہونا چاہئے اور کالونیز بنائی جائیں اس ضمن میں میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ نے کچھ نہیں کیا آپ کر رہے ہیں لیکن میرا یہ مطلب ہے کہ اگر آپ passengers کو amenities دے رہے ہیں تو سٹاف welfare اور کچھ amenities کی طرف بھی کچھ رقم

مخصوص فرمائیں ۔

اب جہانتک ڈولپمنٹ کا سوال ہے اس سلسلے میں میں تین چار تجاویز آپ کے سامنے پیش کرونگا کراچی کی سرکولر ریلوے کا جو منصوبہ ہے اس کو جلد سے جلد complete کیا جائے اور کھڈے سے کراچی سٹی تک لیجانے کے لئے جو فنڈ ہے اس کا بھی پراویژن کیا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنایا جائے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ کراچی کا جو پلیٹ فارم ہے ۔ بالخصوص کینٹ کا جو پلیٹ فارم ہے ۔ وہاں پر جو V I Ps اور dignitaries وغیرہ آتے جاتے رہتے ہیں ۔ تو ان پر کچھ اس قسم کا impression پڑتا ہے ۔ کہ جیسے وہ کسی چھوٹے موٹے ریلوے سٹیشن یا کسی ضلع کے سٹیشن پر آ گئے ہوں ۔ اس لئے اس پلیٹ فارم کو improve کیا جائے ۔ اس کے out look کو improve کیا جائے ۔ اور نہ ہی وہاں پر کوئی V I P room ہے ۔ اس میں کوئی ایسی تبدیلی کیجئے ۔ اور کوئی ایسے sheds وغیرہ ڈالئے ۔ کہ اس کی out look ایسی لگے کہ آپ کہیں کہ آپ واقعی آپ کسی بڑے شہر کے پلیٹ فارم پر آئے ہیں ۔ کم از کم اس کو لاہور کے ماڈل پر کیجئے ۔

ایک اور تجویز یہ ہے کہ ایک دو ٹرینیں صرف تھرڈ کلاس کے ڈبوں کی چلائیے اور وہ عوامی ریل گاڑیاں ہوں ۔ میں تو ان کا نام ,,نشان جمہور،، تجویز کرتا ہوں ۔ آپ چاہے تیز گام وغیرہ کے وزن پر کچھ اور تجویز کر دیجئے ۔ بہرحال کوئی ایسی ٹرینیں ہوں جن میں عوام سفر کر سکیں اور جن میں تیسرے درجے کے ہی ڈبے ہوں ۔ ایسی دو ٹرینیں چلائیے ۔ جس زمانے میں حاجی صاحبان سفر کرتے ہیں ان کے لئے اسوقت زیادہ ٹرینیں چلانی چاہئیں ۔

اس کے علاوہ جنگ شاھی سے ٹھٹھہ کو ملاتے ھوئے اور سجاول اور بدین کو ملاتے ھوئے ایک اور برانچ لائین کا قیام کریں ۔

علاوہ ازیں میری یہ تجویز ھے ۔ اور اس پر بھی ذرا غور فرمائیں کہ لاھور سے پشاور تک ھماری جو لائین ھے یہ سنگل ھے اسے جس حد تک ھو سکے پنڈی تک یا جہاں کہیں تک ممکن ھو سکے ڈبل کرنا چاھئے اور جہانتک رشوت ستانی اور ڈائیننگ کاروں میں کھانیکی خرابی کا سوال ھے ۔ اس کے متعلق میرے دوسرے بھائی بتا چکے ھیں ۔ کہ اس کے لئے screening کمیٹی بنائی چاھئے جو یہ دیکھیں کہ کہاں کہاں گڑبڑ ھے ۔ اور کون کون افسر رشوت خوار ھیں ۔ اور یہ کہ ان کے خلاف کیا کیا اقدام کئے جائیں اور جہانتک اس دوسرے مسئلے یعنی ڈائننگ کاروں میں خراب کھانا ملنے کا سوال ھے ۔ تو بیچارے ٹھیکیدار بھی کیا کریں ۔ گارڈ اور دوسرا عملہ ان سے مرغ پلاؤ کھا جاتے ھیں ۔ تو پھر اس کی کسر اگر وہ مسافروں سے نہ نکالیں ۔ تو اور کس سے نکالیں ۔ اس سلسلے میں آپ strict orders اپنے عملے کو issue کریں ۔ کہ آپ عملے کے لوگ ضرور ھیں لیکن آپ اس طرح جو مرغ وغیرہ کھا جاتے ھیں ۔ اس کا نقصان عوام کو ھوتا ھے ۔

مسٹر سپیکر ــــصدیقی صاحب ! اگر آپ آفیشل گیلری کی بجائے منسٹر صاحب کی طرف متوجہ ھوں تو زیادہ بہتر ھے ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی---میں تو آپ کی طرف ھی توجہ دینا زیادہ مناسب سمجھتا ھوں بہ نسبت منسٹر صاحب کے بہرحال آپ کا ارشاد ھے ۔ ورنہ میں تو قاعدے کے مطابق آپ کی طرف متوجہ ھونا زیادہ مناسب سمجھتا ھوں ۔ آخر میں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ھوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ۔

چودھری سلطان محمود (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔صاحب صدر میں عالی مرتبت وزیر ریلوے اور ان کے نگران عملہ اور دوسرے کارکنوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ۔ کہ اس صوبے کی نگرانی میں آنے کے بعد ریلوے کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی ہے ۔ یہ مبارک باد محض رسمی نہیں ہے ۔ بلکہ یہ مبارکباد دلی جذبات کا اظہار ہے ۔ کیونکہ میں مطمئن ہوں ۔ کہ گذشتہ دو سال میں ریلوے نے نمایاں ترقی کی ہے ۔ خاص طور پر مسافر گاڑیوں کی حالت بتدریج بہتر ہو رہی ہے ۔ بالخصوص تھرڈ کلاس اور انٹر کلاس کے ڈبوں میں جہاں اب کہیں کہیں بجلی کے پنکھے نظر آنے شروع ہوئے ہیں ۔ مسافروں کی سہولت کے لئے مسافر گاڑیوں کی تعداد میں گذشتہ دو سال میں بائیس فیصدی اضافہ ہوا ہے ۔ جس کی وجہ سے گاڑیوں میں بھیڑ بھاڑ کافی کم ہو گئی ہے ۔ ڈاچی ۔ رچنا ۔ تیز رو ۔ غزالہ اور دوسری تیز رفتار گاڑیاں چلا کر وقت کی بہت کڑی ضرورت کو پورا کیا گیا ہے ۔ اور عام گاڑیوں کی رفتار بھی بتدریج بہتر ہوئی ہے ۔ اٹھاسی فیصد گاڑیاں وقت پر چلیں ۔ اور پہنچیں ۔ مال گاڑیوں اور ان کے انجنوں اور ڈبوں کے مصرف کو گذشتہ سالوں کی نسبت بہتر بنایا گیا ہے ۔ اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا رہا ہے ۔ میاں محمد اکبر نے ان کے متعلق کچھ اعداد و شمار اس گزٹ سے پیش کئے تھے ۔ جس میں ہر ڈویژن کے اعداد و شمار دئیے جاتے ہیں ۔ تاکہ efficiency کو بہتر کرنے کیلئے ملازمین میں صحت مند مقابلہ ہو سکے اگر white paper سے وہ اعداد و شمار کو دیکھتے۔ تو ان کو معلوم ہوتا۔ کہ گذشتہ سالوں کی نسبت ان تمام چیزوں میں جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے ۔ بہتری ہوئی ہے ۔ جناب وزیر صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں آئیندہ سال میں تکمیل ہونے والے اچھے اور ملکی ضروریات کے منصوبوں کا ذکر کیا ہے ۔ جن کو میں دھرانا نہیں چاہتا ۔ اس محکمے کی سب سے بڑی بات جس سے کہ میں متاثر ہوا ہوں ۔ وہ یہ ہے ۔

کہ ریلوے افسران میں عوام کے قابل عمل اور جائز مطالبات کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے کا رجحان ترقی پذیر ہے ۔ ریلوے ٹائم ٹیبل کو مرتب کرنے میں بہت زیادہ دخل عوامی رائے کی رہی ہے ۔ بجٹ کی تجاویز اس امر کی شاہد ہیں ۔ کہ گذشتہ اجلاس میں ممبروں کی تنقید بے اثر نہیں رہی ۔ میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ

اگر ان کی کسی خامی کی نشاندھی کی جائے۔ اور اگر وہ غور و فکر کے بعد اس کے قائل ہو جائیں ۔ تو اس کی اصلاح کی جاتی ہے ۔ میں نے ۶۲ء کی بجٹ تقریر میں Depreciation Reserve Fund کے متعلق کچھ اختلاف رائے کا اظہار کیا تھا ۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے ۔ کہ اس سال اس میں اصلاح کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ افسران میں اس قسم کا رجحان ترقی پذیر ہونا بہت اچھے مستقبل کی نشاندھی کرتا ہے ۔ یہ امر اطمینان بخش ہے ۔ کہ آئندہ سال کے بجٹ میں گنجائش رکھی گئی ہے ۔ کہ ماہرین کی خدمات حاصل کر کے ریلوے کے موجودہ حساب کتاب رکھنے کے سلسلے کو بہتر بنایا جائے ۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ماہرین کی حساب کتاب یہ کارروائی کرنے والی کمیٹی دیگر امور کے علاوہ اس بات پر بھی غور کریگی ۔ کہ ریلوے ایڈمنسٹریشن جیسے بڑے ادارے میں ۔ ۔ ۔

مسٹر حمزہ—پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں جناب پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب سے پوچھتا ہوں ۔ کہ ان کو یہ تقریر وزیر صاحب نے لکھکر دی ہے ۔

چودھری سلطان محمود—جی نہیں ۔ آپ دیکھیں گے ۔ کہ یہ میری اپنی ہے ۔ یہ جو کچھ بھی ہے میرا اپنا ہی ہے ۔ تو ایک ایسے بڑے ادارے پر کہ جس پر مرکزی اور صوبائی حکومت کا ۔ ۔ ۔

رائے منصب علی خان کھرل—جناب والا ۔ چودھری عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ اگر پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب کو لکھی ہوئی

تقریر پڑھنے کی اجازت ہے ۔ تو کیا انہیں بھی لکھی ہوئی تقریر پڑھنے کی اجازت ہو گی ۔

مسٹر سپیکر۔۔وہ لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ رہے ہیں ۔

چودھری عبدالرحیم۔۔اس ہاؤس میں ایک ممبر صاحب نے سفید جھوٹ بولا ہے ۔

چودھری سلطان محمود۔۔صاحب صدر۔ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ وہ حساب کتاب کے ماہرین کی کمیٹی دیگر امور کے علاوہ یہ بھی دیکھے گی ۔ کہ ریلوے جیسے بڑے ادارے میں جس پر مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا ایک ارب تیس کروڑ روپیہ خرچ آتا ہے کوئی general یا Calamity Reserve Fund قائم نہیں کیا گیا ہے ۔ اس قسم کی کوئی رقم مرکزی حکومت کے پاس جب ریلوے کا محکمہ تھا ۔ جنرل بجٹ میں اس کے لئے رقم تھی ۔ اس کی صحیح تعداد مجھے معلوم نہیں ہے ۔ اس لئے اس فنڈ کو قائم کرنے کے متعلق بسم‌اللہ کی جا سکتی ہے ۔ ریلوے ایک ارب تیس کروڑ کی investment کے باوجود No profit no loss basis پر کام کر رہا ہے ۔ یہ کوئی قابل اعتراض عمل نہیں ہے ۔ کیونکہ کسی ویلفیئر سٹیٹ میں ریلوے کا اولین فرض روپیہ کمانا نہیں ہے ۔ بلکہ عوام کی آسائش اور خدمت ہے ۔ ریلوے حکومت کو اس سرمائے پر چار فیصدی سالانہ سود ادا کرتا ہے ۔ گورنمنٹ کو بعض حالات میں چھ فیصد سود ادا کرنا پڑتا ہے ۔ میں درخواست کروں گا ۔ کہ ریلوے کے ارباب بست و کشاد اس امر پر غور کریں ۔ کہ دو فیصد حکومت کو دینے کے علاوہ دو فیصد مزید Reserve Calamity یا جنرل فنڈ کے لئے بچا لیں ۔ کیونکہ سیلاب ۔ زلزلے یا کسی آسمانی بلا سے پیدا شدہ نقصانات کو پورا کرنے کی گنجائش نہ رکھی گئی ۔ تو ہمیں قرضے برداشت کرنے پڑیں گے ۔ اور

اگر ایسے قرضے برداشت کرنے پڑے تو investment کی Book value اور جائیداد کی صحیح قیمت میں تفاوت آ جائیگا ۔ آخر میں میں وزیر ریلوے کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ پسرور ۔ ڈسکہ لائین جو کہ وہاں کے لوگوں کا پرانا مطالبہ ہے ۔ اس کی طرف جلد از جلد توجہ فرمائی جائے ۔

راجہ غلام سرور (راولپنڈی۔ ۲)۔جناب سپیکر ۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر ریلوے مسٹر محمد خان جنیجو اور متعلقہ افسران کو اس پیش کردہ میزانیے کی ترتیب پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا ۔ جہاں تک ریلوے کا تعلق ہے میں ایسے پسماندہ علاقے سے تعلق رکھتا ہوں کہ جس کے ۸۰ فیصدی عوام نے ریلوے دیکھی ہی نہیں ۔ جیسا کہ میں نے پچھلے سیشن میں اس کے متعلق چند گذارشات کی تھیں اور جناب وحید خان صاحب وزیر ریلوے نے وعدہ فرمایا تھا کہ آئندہ آپ کے علاقہ کی طرف توجہ دی جائیگی لیکن اس سلسلہ میں تمام حالات حسب سابق بدستور ہیں لیکن جناب والا جہاں تک باقی مغربی پاکستان کے حصے میں ریلوے کے محکمے کی ترقی کا تعلق ہے اس پر مجھے انتہائی خوشی ہے اور اس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میں ہر دلعزیز وزیر جناب محمد خان جنیجو کو دوبارہ مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ وضاحتاً میرے دوست مسٹر عبدالرازق خان نے اور جعفر صاحب نے ریلوے کی ترقی کے حالات پیش کر دئے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں پہلے اعلان کر چکا ہوں کہ میرے علاقے میں ریل کا سلسلہ ہی نہیں ہے اس لئے میں ان کے زیادہ حالات سے نا واقف ہوں لیکن میرے خیالات حمزہ صاحب کے ارشادات کے برعکس ہیں میں ایک پرانا ٹرانسپورٹر ہونے کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں ۔ میں کرایوں کے اضافے سے انتہائی خوش ہوں کہ ان کا کمپیٹیشن ہوگا ۔ اور زیادہ مسافر ٹرانسپورٹ میں سفر کریں گے ۔

مسٹر حمزہ۔۔آپ کب سے ٹرانسپورٹر ہیں ؟

راجہ غلام سرور۔۔میں پرانا ٹرانسپورٹر ہوں ۔ سال سن ۴۷ کا ماڈل نہیں‌ہوں ۔ میں ۲۵ سال سے ٹرانسپورٹ کے کاروبار کو جانتا ہوں ۔ اور جو کرایوں میں اضافہ ہوا ہے اس سے ہم ٹرانسپورٹروں کو کافی فائدہ ہو گا ۔

مسٹر حمزہ۔۔وزیر صاحب نے اس کی کافی تعریف کی ہے ۔

راجہ غلام سرور۔۔ہاں اس تعریف کی ضرورت تھی ۔ تو جناب والا ۔ میزانیہ کے صفحہ ۲۲ کے مطابق پسماندہ علاقوں کو آئندہ ترجیح دینے کا اعلان کیا ہوا ہے اگر جناب وحید خان صاحب کے وعدے کے مطابق یہ وعدہ ہی ہے تو ہمارے حالات حسب سابق ہی ہونگے ۔ اس لئے میں گذارش کرونگا کہ ہمارا علاقہ اپنی نوعیت کا پسماندہ علاقہ ہے ۔ اس لئے جناب والا۔ شملہ کی طرح اگر گجر خان سے براستہ کہوٹہ مری کی طرف لائین قائم کی جائے تو عوام کو کافی فائدہ اور سہولتیں ہو سکتی ہیں ۔ جناب والا۔ اس کے علاوہ جناب وزیر صاحب نے ایک سابقہ وعدے میں ایک چیز کا اور اعلان کیا تھا جس کے متعلق اب تک ہم محروم ہیں ۔ کہ ہمارے علاقے کی زمینداری صرف نام کی زمینداری ہے ۔ بلکہ اسلام‌آباد کی وجہ سے وہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا ہے ۔ تقریباً دو سال سے میں محکمہ ریلوے سے استدعا کر رہا ہوں کہ ہم لوگوں کو ملازمتوں میں حصہ ملنا چاہئے جسکا ثبوت یہ ہے کہ ڈھائی سال سے ہمارے علاقے کا ایک بھی آدمی اس محکمہ میں ملازم نہیں ہو سکا ۔ اس لئے میں جناب وزیر متعلقہ سے گذارش کرونگا کہ گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق ہمارا کوٹہ مقرر کیا جائے اور ہمارے پسماندہ علاقے کو ملازمتوں کے سلسلہ میں ترجیح دی جائے تا کہ ہم کم زمین رکھنے والے لوگ اپنی زندگی مزدوری اور ملازمت سے اچھی طرح بسر کر سکیں ۔ جناب والا ۔ سابقہ سیشن میں کوہ مری میں ایک ریسٹ ہاؤس ریلوے نے بنانے کا منصوبہ پیش کیا تھا

اور میں نے گذارش کی تھی کہ کیا ہی اچھا ہو کہ اس ریسٹ ہاؤس میں آپ اپنی ریل کے ذریعے آمدورفت کریں - جس سے یہ ریسٹ ہاؤس صحیح ریسٹ ہاؤس سمجھا جائے ورنہ اس فرضی ریسٹ ہاؤس کا فائدہ کیا ہو گا اس لئے میں دوبارہ آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ تین چار لاکھ روپیہ اس ریسٹ ہاؤس پر خرچ کرنا کیا ہے اور اسکو پوری طرح آباد کرنے کا انتظام کریں یعنی آپ ان پہاڑیوں سے اپنی ٹرین گذار کر اس سے فائدہ اٹھائیں -

وزیر خوراک و زراعت (ملک قادر بخش)—راجہ صاحب کیا ریل براستہ گھوڑا گلی جانی چاہئے ؟

راجہ غلام سرور—نہیں جناب میں نے براستہ کہوٹہ کے لئے عرض کیا ہے - اس لئے چودھری سعی محمد صاحب اور دوسرے حضرات کے ارشاد کے مطابق جیسا کہ میں نے پچھلے سیشن میں گذارش کی تھی کہ یہ بجلی اور پانی سے اپنے علاقہ کی پسماندگی کو منسوب کر رہے ہیں - میرے خیال میں اگر اس ایوان میں سے ایک کمیٹی تشکیل کی جائے جو دسمبر میں مری جائے تو اس سے ان کی پسماندگی کا اندازہ کر سکے -

چودھری سعی محمد—واقعی اسی کو پسماندہ علاقہ کہتے ہیں -

راجہ غلام سرور—ضرور - کیونکہ وہاں نہ کھانے کو روٹی - نہ پینے کو پانی اور نہ ذرائع آمدورفت ہیں- جناب والا- اگر میاں عبداللطیف صاحب کے کہنے کے مطابق اس پہاڑی علاقہ میں ٹرین کی کیا ضرورت ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ انگریزوں نے شملہ میں ٹرین کیونکر جاری کی تھی - جناب والا - میں جناب وزیر ریلوے کو آخر میں یہ گذارش کروں گا کہ ہمارے علاقے کی پسماندگی کی طرف خاص توجہ دیں اور ہمارے لئے ملازمتوں کا کوٹہ مقرر فرمائیں تا کہ ہم کم زمین رکھنے

والے اپنی زندگی اچھی طرح سے بسر کر سکیں ۔ اس کے بعد میں جناب اپنے سابقہ مطالبات کو قائم رکھتے ہوئے یہ گذارش کرونگا کہ ہم کو ان کے مطابق حق دیا جائے اور میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

پیر غلام علی (منٹگمری ۔ ۶)۔۔ میں جناب سپیکر صاحب کی وساطت سے وزیر ریلوے صاحب کو تمام ممبروں سے زیادہ مبارکباد دیتا ہوں ۔ جتنا فیصد کرایہ انہوں نے بڑھایا ہے اتنی فیصد زیادہ مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ میں نے بجٹ کو پڑھا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شائد بجٹ میں نے ہی بنایا ہے ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔کیا سارا بجٹ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے ؟

پیر غلام علی۔۔۔جی ہاں ۔ اس بجٹ میں جو کرایہ بڑھایا گیا ہے ۔ وہ میری سابقہ بجٹ تقریر کو مد نظر رکھ کر بڑھایا گیا ہے ۔ میں نے کہا تھا کہ ریلوے کی لائینیں توڑ دو ہم پر ٹیکس مت لگاؤ اس کے پیش نظر یہ کرایہ بڑھایا گیا ہے اور یہ بجٹ بناتے وقت انہوں نے یہ اندازہ لگایا ہوگا ۔ کہ ایک کروڑ آدمی مثال کے طور پر سال میں گاڑی میں سفر کرتے ہیں تو اگر ہم ۱۰ فیصدی فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں ۔ تو ۱۰ فیصدی انہوں نے کرایہ بڑھا دیا تو ایک کروڑ روپیہ کا اضافہ ہو گیا وہ یہ سب چیزیں کاغذات پر لکھتے ہوں گے ۔ اور ۱۵ لاکھ آدمی سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں ۔ پانچ فیصدی وہ بڑھا دیا اور اس طرح پر ۷۵ لاکھ کا فائدہ ہو گیا ۔ پھر اسی طرح سے انہوں نے انٹر اور تھرڈ کلاس والوں کا اندازہ نہیں لگایا کہ کرایہ بڑھانے سے اگر پچاس لاکھ لوگ سفر کریں اور ایک کروڑ کی بجائے تو کمی کتنی ہو گی ۔ جب یہ کمی ہو جائے گی تو لوگ سفر کم کریں گے اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں گے اور آئندہ سال ہمیں پھر کرایہ بڑھانا پڑے گا ۔ تو اس طرح یہ

حالت ہو گی کہ ہمیں اپنی لائینیں اکھاڑنی پڑیں گی (قہقہے) اور تمام کاروباری لوگ سوچتے ہیں کہ جہاں ہمارا خرچ کم ہو اور وقت کم ضائع ہو ہم اس پر سفر کریں - جہاز کا کرایہ اگر گاڑی کے برابر ہو جائے تو لوگ جہازوں میں سفر کریں گے اور ریلوے کو ضرور نقصان پہنچے گا -

مسٹر سپیکر--پیر صاحب آپ کی تقریر اور کتنی چلے گی -

پیر غلام علی--پانچ منٹ کے لئے میں ابھی بیٹھ جاتا ہوں - ہماری تقریر نشستند گفتند سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی -

Mr. Speaker : The time is extended by five minutes.

پیر غلام علی — جناب سپیکر - میں اپنے محترم وزیر صاحب کی تعریف کرتا ہوں اور میں ان کو تمام وزرا صاحبان سے زیادہ پسند کرتا ہوں - یہاں بجٹ میں جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ وزیر صاحب کی نہیں ہیں - وہ غلطیاں بنانے والوں کی ہیں - وہ بچارے سادہ لوگ ہیں اور ان غلطیوں کو نہیں نکال سکے - (قہقہہ) تو ہمیں یہ چاہئے کہ جتنا روپیہ ہمارے ملک کا ہو اس کو اپنا روپیہ سمجھ کر خرچ کریں - ہمیں عیاشی کے طور پر نہیں خرچ کرنا چاہئے کہ فرانس سے نئے ڈبے منگوا لیں اور وہ سب ایئر کنڈیشن ہوں - ہمارے ملک سے زیادہ بچت انڈیا نے کی ہے اور ان کے پاس پرانی گاڑیاں چل رہی ہیں انہوں نے کرایہ میں بھی اضافہ کر دیا ہے - ہمیں اس طرح نہیں کرنا چاہئے کہ ایک بگڑے ہوئے رئیس کی طرح ہر سال ایک نئی کیڈلک گاڑی باہر سے منگوائیں - اس طرح ہمیں باہر سے نئی گاڑیاں نہیں منگوانی چاہئیں - ہمیں چاہئے کہ ہم پرانی گاڑیوں کی مرمت کر کے زیادہ سے زیادہ بچت کریں اور یہ روپیہ اچھے مفید کاموں پر خرچ کریں - یہ

حیاتی ہے کہ آپ اپنے سٹیشنوں پر دس دس لاکھ روپیہ لگا دیتے ہیں ۔ ہم مسلمان ہیں اگر ہم پرانی تاریخ کو پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے خلیفۃالمسلمین کھجوروں کے درختوں کے نیچے تشریف فرما ہوتے تھے اور ہم ایئر کنڈیشن کے بغیر نہیں بیٹھ سکتے ۔ ہمیں یہ روپیہ ملک کی زرعی ترقی کے لئے اور ملک کے ڈیفنس کے لئے خرچ کرنا چاہئے ۔ اور جو روپیہ ہمارا فالتو بچے اس سے ہم ایسی مشینیں اور کارخانے لگائیں جس میں ایک حصہ گورنمنٹ کا ہو ۔ ایک حصہ کارخانے دار کا اور ایک حصہ زمیندار کا ہو ۔ اس سے جو آمدنی ہو اس کو ہم ڈیویلپمنٹ پر لگائیں ۔ بجائے اس کے کہ ہم عوام پر اور ٹیکس لگاتے جاتے ہیں اور اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہو گا ۔ اس سے عوام کی حالت بگڑتی جائے گی اور ہماری حالت بھی درست نہیں ہو گی ۔

(*At this stage Mr. Sultan Muhammad Awan rose to speak.*)

Mr. Speaker : Mr. Awan, will not be able to finish. It is better if he speaks tomorrow.

مسٹر سلطان محمد اعوان -- میں تین منٹ میں اپنی تقریر ختم کر لوں گا۔

میجر سلطان احمد خان -- ایک پسماندہ علاقہ کا آدمی تین منٹ کیا کہہ سکیگا ۔

مسٹر سلطان محمد اعوان (ہزارہ ۲) -- جناب سپیکر ۔ کہنے کو تو بہت جی چاہتا تھا لیکن سکینڈل سے بھرپور اور کرائے کے مقابلہ سے بھرپور تقریریں سننے کے بعد اور کچھ اپنے نوجوان وزیر کی شرافت کو دیکھتے ہوئے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے علاقے کی چند ایک تکالیف کی طرف ان کی توجہ مبذول کراؤں ۔

جناب سپیکر ۔ ان کی تقریر میں جب میں نے سنا کہ وہ

پسماندہ علاقے کو ترجیح دے رہے ہیں تو میں نے بجٹ کو دیکھا ٹیکسلا سے حویلیاں تک یعنی ٹیکسلا سے اوپر میں سمجھتا ہوں تمام علاقہ پسماندہ علاقہ ہے - وہاں صرف ایک running room ہے جس کے لئے انہوں نے بجٹ میں گنجائش رکھی ہے وہ بھی حویلیاں میں ویٹنگ روم کا ایک علیحدہ کمرہ کر کے اس کو running room بنا دیا ہے۔ جناب سپیکر - حویلیاں ریلوے کا آخری سٹیشن ہے - وہاں تقریباً ۶۰ - ۷۰ ویگن روزانہ لوڈ ہوتی ہیں - اگر ان کو وقت پر ویگن مہیا ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں - یہ تعداد اور بھی زیادہ ہو سکتی ہے - میں وزیر متعلقہ صاحب کی توجہ سابقہ وزیر ریلوے جناب عبدالوحید خان صاحب کے ایک اعلان کی طرف دلاتا ہوں - انہوں نے اس ہاؤس میں میرے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا - اور اس دن بھی جس دن وہ جا رہے تھے انہوں نے کہا تھا آج میں اپنا قرضہ چکانے کے لئے آیا ہوں - انہوں نے فرمایا تھا کہ حویلیاں ریلوے سٹیشن پر حکومت نے ایک کراسنگ فٹ برج بنانے کے لئے سروے کا حکم دے دیا ہے انشاءاللہ وہ جلد تعمیر ہو جائے گا - میں جناب جنیجو صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا - کہ اس کے متعلق کچھ کریں کیونکہ ریلوے پولیس والے وہاں لوگوں کو بہت تنگ کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر چار پانچ سو کے قریب چالان کریں - تو چالان ہو سکتے ہیں - اور وہ چالان ہوتے بھی ہیں - وزیر ریلوے اس کی طرف خصوصی طور پر توجہ دیں اور اس تکلیف کو رفع کریں -

Mr. Speaker : The House is adjourned for tomorrow to meet at 8-30 a m.

(The Assembly then adjourned till 8-30 *a.m. on Saturday, the* 13*th June,* 1964).

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Saturday, the 13th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain Siddiqi, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

پ ۱۸ — س ۲۴ — ع ۱۳ — آیات ۵۴ تا ۵۶

(اے پیغمبر) کہدو کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ کے رسول کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا ہے) جو تمہارے ذمے ہے۔ اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکام) کا پہنچا دینا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے رہے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دیگا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جو اس کے بعد کفر کرے ایسے لوگ بدکردار ہیں۔ اور تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

ADJOURNMENT MOTIONS

INHUMAN TREATMENT METED OUT TO QAZI GHAYAS-UD-DIN JANBAZ OF TOBA TEK SINGH

Mr. Speaker : First of all we will take up adjournment motions, and the first adjournment No. 17 is from Mr. Hamza, which was deferred for today. Is there any objection to this motion ?

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ۔ وزیر صاحبان غالباً serious معلوم نہیں ہوتے کیونکہ انہیں معلوم نہیں کہ اس ایوان میں کیا ہونے والا ہے یا کیا ہو رہا ہے ۔ مہربانی فرما کر ان کی توجہ اس طرف دلائیں ۔

Mr. Speaker : I had deferred this motion for today simply on the ground that the Minister was not present yesterday.

وزیر مال (خان پیر محمد خان)—خواجہ صاحب ۔ بزرگوں کا تو کچھ خیال رکھیں ۔

Minister of Food & Agriculture (Malik Qadir Bakhsh) : Sir the facts are denied and the position is like this :

"There is no resentment among the public in Toba Tek Singh over the arrest and the alleged inhuman treatment to Ghayas-ud-Din Janbaz. He attempted to murder one Abdul Hamid with a pistol. He was caught and produced at the Police Station along with the pistol. Accordingly a case under 307 PPC and under Section 19 of Act XI of 1878 Arms Act has been reg stered against him. On 9th of the June at about 9-40 a. m. the Prosecuting Inspector noticed foot constable No. 1016 Muhammad Latif and No. 712 Muhammad Ijaz of the judicial lock up escorting Ghayas-ud-Din Janbaz under-trial prisoner nearby the court, and was informed that the under-trial had some stomach trouble for which they were taking him to Civil Hospital. The under trial also told him that he had kidney trouble and could not go to hospital on foot. As there was no official arrangement for transport of ailing prisoners from lock-up to Civil hospital, he directed the constable to take him back to the judicial lock-up and Prosecuting Inspector himself went to bring medicine for the under-trial. As the doctor of the Civil Hospital was out of station, he brought three pills from Dr. Nasir, a private practitioner, and also advised him that in case there was no relief within about half an hour, he would see the patient personally. He said the pills were administered to the under trial. Mr. Wali Muhammad, Advocate, Toba Tek Singh and Mr. Abdul Rehman, Commission Agent, Toba Tek Singh, accompanied by the uncle and the cousin of the under-trial came and requested to see the under-trial. The under-trial was brought from the police barrack where he was sleeping on a constable's charpoy, and was alright. Today, *i. e.* the 10th of June, he

was taken out of lock-up and produced in Court in a case under 307 CPC pending against him. I, on my return to Toba Tek Singh from Lyallpur this afternoon, have already ordered a medical examination of the said accused."

So, the facts are denied in toto.

مسٹر سپیکر--ملک صاحب یہ ان کی خود اطلاع ہے کہ ہسپتال پیدل لیجایا گیا یہ انہیں نے قبول کر لیا ہے ۔

and there was no arrangement.

Minister of Food & Agriculture : Because there was no arrangement. It was not intentional. It was not done with a view to take any revenge from the under-trial but it was done in good faith.

مسٹر حمزہ--جناب سپیکر ۔ جناب وزیر صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ غیاث‌الدین جانباز کو حوالات سے باہر لایا گیا انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ جانباز صاحب نے یہ شکایت کی کہ میرے گردے میں درد ہے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں باہر لا کر پیدل چلایا گیا ۔

جناب سپیکر ۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ یہ دور افتادہ علاقے کی بات نہیں یا کسی پہاڑی علاقے کا قصہ نہیں ہے بلکہ ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر کی بات ہے ہر جگہ اگر کوشش کی جائے تو ٹانگہ یا دوسری ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جا سکتا ہے اسکے ساتھ ساتھ جناب وزیر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ انسپکٹر صاحب نے بذات خود ٹرانسپورٹ کو واپس کیا اور طبی معائنے سے پہلے دو تین گولیاں لیکر دے دیں ۔ جناب سپیکر ۔ ان کی بے رحمی ان کی سنگدلی اور ان کی زیادتیوں کا اندازہ لگائیے اور اس قوم کی قسمت پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے جسطریقہ سے اس تحریک التوا کا انہوں نے جواب دیا ہے اور جتنی لا پرواہی کا ثبوت دیا وہ بھی ظاہر ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ حکومت عوام‌الناس کے مطالبات یا جذبات کا کسقدر احترام کرتی ہے ۔ ایک شخص جس کے بارے میں اسکو

علم ہے کہ وہاں کی پبلک احتجاج کر رہی ہے اور اسکے ساتھ انہیں نے کیا سلوک کیا ہے ۔ ہم آئی ۔ جی پولیس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور ان کے سامنے بھی واقعات بیان کئے تھے اور آج یہ انکشاف ہوا ہے کہ اس بیچارے کا بھائی فوت ہو گیا ہے ۔

جناب سپیکر۔ عرض یہ ہے کہ اللعمالی کی طرف سے یہ حکومت ہم پر مسلط کر دی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کے سامنے جو ان کی طرف سے زیادتیاں کی جاتی ہیں پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ اس کو in order قرار دیں گے اور اس ایوان کو موقع دیں گے کہ اس پر پوری بحث کرے تا کہ ان کی کارروائیاں منظر عام پر آ سکیں ۔

مسٹر سپیکر۔چونکہ گورنمنٹ کی جانب سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ غیاث‌الدین جانباز کو پیدل ہسپتال لیجایا گیا ۔ اور جہاں تک ان facts کا تعلق ہے جو حمزہ صاحب نے بیان کئے ہیں ان کا گورنمنٹ کی جانب سے انکار نہیں کیا گیا اس لئے یہ موشن in order قرار دیا جاتا ہے ۔

Now I would request those Members who are in favour of leave being granted to rise in their places.

(As less than twenty five Members rose in their places, leave to move the motion was refused)

SUPPLY OF ADULTERATD MEDICINES TO THE VETERINARY HOSPITALS OF KOHAT

مسٹر سپیکر۔ماسٹر خان گل یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ اہمیت عامہ سے متعلق اس واضح اور اس قریب‌الوقوع مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے صوبائی مجلس کی کارروائی اب ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کوہاٹ کے ویٹرینری ہسپتالوں کو ملاوٹ شدہ ادویات مہیا کی گئی ہیں ۔ پشاور کے ایک اخبار میں ڈسٹرکٹ کونسل کوہاٹ کی کارروائی درج ہے جسکا تراشہ مجھے بھیجا گیا ہے ۔ اس کے ہمراہ اخبار کا نوٹ بھی ہے

جو اس کے ہمراہ ہے ۔ اس موقع پر ادویات کے نمونے بھی پیش کئے گئے تھے ۔ ملاوٹ شدہ ادویات کے استعمال سے جو نقصانات ہو سکتے ہیں وہ ظاہر ہیں ۔ اگر حکومت کے ادارے اس قسم کی بدعنوانیاں کرنے لگیں تو ملک کا خدا حافظ ہے ۔

ماسٹر صاحب آپ اس مسئلہ کو ایڈجرنمنٹ موشن کی شکل میں کیوں discuss کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ مسئلہ تو بجٹ کے جنرل discussion میں آ سکتا ہے اس کی ارجنسی کے متعلق فرمائیں ۔

ماسٹر خان گل۔۔جناب یہ مسئلہ ایسا ہے کہ حکومت کے ادارے جب ہسپتالوں کو ملاوٹ شدہ دوائیں مہیاکریں گے تو یہ مسئلہ یقیناً اہمیت رکھتا ہے اور اس کے اثرات اپنی‌جگہ پر کسقدر خطرناک ہو سکتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔مسئلہ اہم ضرور ہے لیکن آپ یہ مسئلہ عام بحث میں ایوان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں ۔

ماسٹر خان گل۔۔جناب یہ discussion کا مسئلہ نہیں ہے یہ تو صرف اپنی حکومت کو بتانا ہے ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے معلوم ہوا کہ آپ نے ایک مسئلہ کو غلط طریقہ سے نظر انداز کر دیا ۔ ایک افسر ایک آدمی پر ظلم کرتا ہے اور آپ کوئی توجہ نہیں کرتے اگر آپکو حکومت کرنے کا حق ہے تو کم سے کم انسانیت کا تقاضا ہے کہ آپ حکومت کرنے کے ساتھ انصاف تو کریں اور اپنا فرض تو ادا کریں ۔ یہ‌کوئی عام مسئلہ نہیں ہے کہ سرکاری ادارے ہسپتالوں میں ملاوٹ شدہ دوائیں دیں تو اسکا نتیجہ کیا ہو گا آپ دیکھیں تو کہ آپ کے گھر میں کیا ہو رہا ہے اور اس کا اثر کیا ہو گا یہ نہایت ضروری مسئلہ ہے ۔

Minister of Food and Agriculture : The hand out was given in this very newspaper.

ماسٹر خان گل صاحب بالکل حرم کے مالک ہیں اور غالباً میرے

دوست اڈیٹر بھی ھیں - میں ۱۲ جون کے ''بانگ حرم'' کا ایک نوٹ پڑھ رہا ھوں ''بعض مقامی اخبارات میں حال ھی میں خبر شائع ھوئی تھی کہ ضلع کوھاٹ کے ویٹرنری ھسپتالوں میں جو ادویات مہیا کی گئی ھیں وہ نقصان دہ اور ملاوٹ شدہ ھیں یہ خبر بے بنیاد ھے اس سلسلے میں موقع پر تحقیقات سے پتہ چلا ھے کہ کوھاٹ کے ویٹرنری ھسپتالوں کے منظور شدہ کوالٹی کی ادویات مہیا کی گئی تھیں اور اس قسم کے دیگر اضلاع مثلاً پشاور اور مردان میں بھی سپلائی کی گئی ھیں جو مضر نہ تھیں - ڈائرکٹر Animal Husbandry پشاور نے خود ان کا معائنہ کیا اور انہیں نے بھی کسی قسم کی ملاوٹ یا اس میں کوئی ضرر رساں چیز نہیں پائی'' - جناب ایک ھینڈ آوٹ ھے جو اس میں چھپا ھے - جو ماسٹر خان گل صاحب کے اخبار میں تحقیقات کے بعد چھپا ھے اور پتہ چلنے کے بعد ان کے اخبار میں اس خبر کی تردید کر دی گئی جو بالکل بے بنیاد تھی - اب یہ کیسے ھو سکتا ھے -

We vehemently contradict this news after making a thorough inquiry on the spot. How on earth, I humbly submit, can this make the basis of an adjournment motion. There is absolutely not a little truth in it and this is malicious. I further tell my friend that we might proceed against the man who was responsible for giving that news to the newspapers.

ماسٹر خان گل--میں عرض کروں کہ یہ بات آپ سرکاری طور پر معلوم کریں کہ کتنی صحیح ھے اخبار تو غلط خبریں بھی چھاپ دیتے ھیں -

مسٹر سپیکر--یہ سرکاری اطلاع ھے کسی اخبار کی اطلاع نہیں ھے - ملک صاحب جو کچھ فرما رھے ھیں وہ سرکاری اطلاع ھے -

ماسٹر خان گل--جناب یہ نمونے ڈسٹرکٹ کونسل کی میٹنگ میں پیش ھوئے آپ ڈپٹی کمشنر سے پوچھیں اس میٹنگ میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر کوھاٹ بھی موجود تھے کہ جو کچھ خان گل کہتا ھے آیا وہ صحیح ھے

یا غلط ہے اگر غلط ہو تو جو کچھ چاہیں مجھے سزا دیں ۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر نے خود معائنہ کیا اور تسلیم کیا اور رپورٹ کی کہ دوائیں غلط دی گئیں لیکن ملک صاحب اپنی وکیلانہ بحث سے کہہ رہے ہیں کہ نہیں دوائیں ٹھیک تھیں ۔ یہ حکومت کی شان نہیں ہے ۔

سید حاذق علی شاہ (کوہاٹ ۔ ۱)۔جناب والا ۔ اس کے متعلق ڈسٹرکٹ کونسل کی میٹنگ میں میں خود موجود تھا ۔ اور یہ معاملہ ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ نے وہاں پیش کیا تھا ۔ دوسرے اراکین نے یہ کہا تھا کہ یہ جو دوائیاں استعمال ہو رہی تھیں انہیں پیش کیا جائے اور وہ سر بمہر کی گئی تھیں ۔ یہ رپورٹ کی گئی ۔ کہ یہ دوائیں جو دیسی چیزیں ہیں ۔ ان میں ملاوٹ ہے ۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ کونسل نے رپورٹ پیش کی ۔ اور اسکو refer کیا کہ اسکی تحقیقات کی جائیں۔ چنانچہ اب اس امر میں تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ اس لئے یہ معاملہ کچھ ایسا نہیں ہے کہ اس پر ہنگامی طور پر ریزولیوشن ہو جائے ۔ وہاں مکمل طور پر اس کی تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ بہتر ہو گا کہ تحقیقات کے بعد اس کے نتائج سے ایوان کو خبردار کیا جائے ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔۔مسٹر سپیکر ۔

مسٹر سپیکر۔۔کیا آپ کوئی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔۔جی ہاں ۔

مسٹر سپیکر۔۔اس کے بعد ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔۔آپ نے کہا تھا کہ ملک قادر بخش صاحب کے بعد مجھے اجازت دیں گے ۔ میں صرف دو منٹ لونگا ۔

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔۔یہ ملک قادر بخش نہیں بولے بلکہ حاذق علی شاہ بولے ہیں ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔گذارش یہ ہے کہ ماسٹر خانگل کے قول و فعل میں بڑا تضاد ہے ۔ ایک تحریک التوا اس طرف سے پیش ہوئی تھی ۔ اور اس کے حقائق صحیح تھے ۔ اور وزیر موصوف ۔نے اس کو مانا بھی تھا ۔ اور آپ نے اس تحریک التوا کو با ضابطہ بھی قرار دیا تھا ۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر یہی رویہ اس طرف کا ہے کہ اگر ایک شخص کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

Mr. Speaker : This is no point of information. The member may please take his seat.

As the facts have been denied by the learned Minister of Law and moreover, the matter is postponable till the general discussion of the Budget, I rule the motion out of order.

Khanzada Taj Muhammad : On a point of information.

Mr. Speaker : What is the point of information ? Can the member quote any rule under which he can rise on a point of information ?

Khanzada Taj Muhammad : At least I have a right to ask something from you, if I may.

Mr. Speaker : There is one point of information that the member has been allotted seat No. 166.

Khanzada Taj Muhammad : Yes, I am. There is no occasion for you to specifically point out that I am sitting there. I am asking the question from my own seat. Is there anything against it Sir ?

Mr. Speaker : No, nothing against it.

Khanzada Taj Muhammad : If it is not, then I think, you should kindly listen to me. Sir, a statement has been made by the Minister denying certain allegations, but another member belonging to the same district has given a specific case in saying that the matter is under investigation and you say that it has been totally denied. It is not a matter of denying the facts; it is a matter of investigation and the words of an honourable member, who has presented the case, should not be taken lightly. So I think there is every reason to re-enquireinto the matter, whether there was any cause for complaint in this matter of mixing of medicines or not.

Mr. Speaker : That is upto the Government. So far as the authentic information is concerned, the Minister concerned has given that authentic information in the House and we have to accept it.

Minister of Agriculture : I again give this assurance. If the sense of the House is that I should again get this matter investigated even at a very high level, I am prepared to have it investigated. But, as I said, this is not the basis of an adjournment motion.

ماسٹر خان گل--ابھی کل کی بات ہے ۔ اخبار کا بیان تو کوئی بات نہیں ہے ۔ اگر یہ غلط ہو ۔ تو مجھے جرمانہ کر دیں ۔ آپ کسی اور سے پوچھئے ۔

میر محمد مراد خاں جمالی--پوائنٹ آف آرڈر ۔ آپ اس تحریک التوا پر اپنی رولنگ دے چکے ہیں اور اس کو Rule out of order کر دیا ہے ۔ کیا اس کے بعد اس پر کوئی صاحب بحث یا تقریر کر سکتا ہے ۔

مسٹر سپیکر--نہیں ۔ اس پر بحث نہیں ہو سکتی ۔

میر محمد مراد خان جمالی--تو خانزادہ صاحب کیا باتیں کر رہے تھے ۔

مسٹر سپیکر- انہوں نے ایک Point of information اٹھایا تھا ۔ جو کہ در حقیقت Point of information نہیں تھا ۔ ملک صاحب نے اس کے جواب میں بیان دے دیا ہے ۔

میر محمد مراد خاں جمالی ۔ پوائنٹ آف آرڈر یہ ادل بدل کا معاملہ جو ہے ۔ خانزادہ صاحب خود چلے گئے ہیں ۔ ۔ ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

Khanzada Taj Muhammad : My friend is used to say things like that .....

THE WEST PAKISTAN RAILWY BUDGET 1964-65

Discussion on the Railway Budget as a whole.

Mr. Speaker : Now discussion on the Railway Budget. Mr. Munawar Khan.

مسٹر منور خان (بنوں-I)۔جناب والا ۔ میں نے وزیر ریلوے کی تقریر سنی ہے ۔ اور غور سے سنی اور ساتھ ہی حزب اقتدار کے صاحبان نے مبارکباد کی جو تقریریں کیں وہ بھی بہت غور سے سنیں ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریلوے کا یہ بجٹ جو پیش کیا گیا ہے ۔ آیا یہ واقعی قابل تحسین ہے یا نہیں ۔ آیا اس میں مبارکباد دینے کی کوئی خاص ایسی وجوہات ہیں کہ ان کو مبارکباد دی جائے یا نہیں ۔ اور خاص طور پر جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ادارہ اپنے اخراجات تک خود پورے نہیں کر سکتا ۔ یہ ادارہ اپنی بد انتظامی اور بد عنوانیوں کی وجہ سے تھرڈ کلاس کے غریب مسافروں کے کرایوں میں اضافہ کرنے پر تل گیا ہے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعات کیوں پیدا کئے گئے ہیں ۔ اور یہ واقعات کیوں پیدا ہوئے ہیں اور آمدنی میں یہ کمی روز بروز کیوں بڑھ رہی ہے آیا اس کے انسداد کے کوئی ذرائع تجویز کئے جا سکتے ہیں کیا کوئی ایسے ذرائع ہیں ۔ جن پر غور کر کے اس ادارے کی آمدنی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے ۔ اگر نہیں تو پٹڑیاں اکھیڑ کر پھینک دیں اور اس ادارے کو ختم کر دیں ۔ وہ قومی ادارہ جو نقصان پر چل رہا ہو کیا کرایوں میں اضافہ کر کے اس کی آمدنی بڑھ سکتی ہے یقیناً نہیں۔ کیونکہ صرف یہی ذریعہ سفر نہیں ہے ۔ ہمارے لئے اور بھی ذرائع ہیں کہ جن کے ذریعے کم کرایوں اور زیادہ آسانی کے ساتھ ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ تک کا سفر کر سکتے ہیں ۔ تو یہ کیا کرائے زیادہ کرنے سے توقع کی جا سکتی ہے کہ اس تجارتی ادارے کی حالت سنبھل جائیگی ۔ کیا یہ ادارہ چلانے کے قابل رہیگا ۔ کیونکہ لوگ اس سے مزید منحرف ہو کر دوسرے ایسے ذرائع سے کہ جن کے کرائے کم ہیں وہ ان کے ذریعے سفر کریں گے ۔ خاص طور پر تھرڈ کلاس کے مسافر جو کہ غریب لوگ ہیں ان کے کندھوں پر کرائے کا مزید بوجھ ڈالنا بالکل قرین انصاف نہیں ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ریلوے ایڈمنسٹریشن نے اس بات پر غور کیا ہے کہ ذرائع آمدنی

کیوں کم ہو رہے ہیں ۔ غور اور فکر سے اس کی بہت سی وجوہات پیدا کی جا سکتی ہیں ۔ کہ یہی ریلوے اور یہی Lines جو چلائی جا رہی ہیں ۔ ان کی آمدنی میں اضافہ کیا جا سکے ۔ لیکن ان کی خدمت میں اگر کوئی ممبر صاحبان کوئی تجاویز پیش کرتے ہیں ۔ تو وہ انکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ جیسے کہ کوئی غیر ملکی لوگ ہوں ۔ ہم سب پاکستانی ہیں ۔ اگر ہم کوئی تجاویز پیش کریں تو ان پر یہ صاحبان غور فرمائیں ۔ کہ اگر وہ قابل کار ہوں ۔ تو ان پر عمل کریں ۔ ہم اس ایوان میں آ کر اس واسطے ان صاحبان کی خدمت میں تجاویز پیش کرتے ہیں کہ وہ ان پر غور کر کے قابل عمل تجاویز پر عمل کریں ۔ ورنہ اسمبلی بلانے کی کیا ضرورت ہے ۔ صرف وزراء صاحبان بیٹھکر جو مرضی چاہے کر سکتے ہیں ۔

سوال یہ ہے کہ ریل اور اوقات ریل کیسے تعین کئے جا سکتے ہیں یا کئے جا رہے ہیں ۔ روڈ ٹرانسپورٹ موجود ہے اور اس کے ساتھ Competition ہے اگر اس امر پر جناب وزیر صاحب غور فرمائیں کہ ٹرانسپورٹ کس کس مقام سے چلتی ہے اور ریلوے کا ٹائم وہ ایسے طریقہ سے رکھیں کہ مسافروں کو وہ Attract کر سکیں ۔ معتبر ذریعے سے مجھے بھی اور شائد دیگر اصحاب کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا جناب سپیکر کہ یہ ٹائم قصداً اس طریقہ سے رکھا جا رہا ہے کہ زیادہ مسافر بسوں سے سفر کریں اور ان کے ساتھ کوئی اندرونی Understanding ہو جائے ۔ تو ایسے حالات میں ریلوے کی آمدنی میں کیسے اضافہ کیا جا سکتا ہے جبکہ ریلوے کی Timing اس طریقہ پر رکھی جا رہی ہے کہ مسافر کا وہ آرام کا وقت جو اس کے لئے اچھا وقت ہے جس میں وہ خوش ہوتا ہے کہ وہ سفر کرے وہ وقت بس کے لئے مقرر ہے ۔ تو اس سلسلے میں میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ۔ ضلع بنوں میں ریل کی پٹڑی سال ۱۹۱۰ سے لگائی گئی ہے اور سال سن ۱۹۱۰ سے لیکر آج

تک یہ ریل صبح آٹھ بجے روانہ ہو کر کالا باغ جایا کرتی تھی کیونکہ درمیان میں ریگستان کا ایک ٹکڑہ آتا ہے اور گرمی میں اگر وہ ریل سویرے سے اس ریگستان کے ٹکڑے سے نہ گذرے تو کوئی مسافر اس میں آرام سے نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ شدت کی گرمی ہوتی ہے ۔ اب جناب ریلوے ایڈمنسٹریشن نے کیا کیا کہ اس ٹرین کا ٹائم ۸ بجے کی بجائے ۱۰ کر دیا کہ خوب جب Scorching sun ہو اور ناقابل برداشت گرمی ہو تو وہ ریل گاڑی ایک ڈیڑھ بجے اس ٹکڑے میں پہنچے گی جہاں کہ ریگستان ہے ۔ جہاں سخت گرمی ہوتی ہے ۔ مزید برآں وہاں پینے کا پانی نہیں ملتا اور نہ بیٹھنے کے لئے چھت ہے ۔ تو کیا یہ ریلوے کی غلطی نہیں اور پھر یہ کہا جائے کہ اس کی آمدنی کم ہو رہی ہے یہ تو ہماری اپنی غلطی ہے ۔

وزیر خوراک و زراعت۔کیا آپ بلا ٹکٹ چلتے ہیں ؟

مسٹر منور خان۔اگر کوئی بلا ٹکٹ چلتا ہے تو وہ بھی حکومت کی غلطی اور Inefficiency ہے ۔ اور پولیس والے سواریاں اپنے ساتھ مفت لیجا کر ان سے کرایہ لے لیتے ہیں ملک صاحب ۔ اور پولیس والے ان آدمیوں کو بلا ٹکٹ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں یہ آپکو علم ہونا چاہئے ۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ٹائم تبدیل کیوں ہوا ۔ ۵۴ سال سے یہ ریل اسی ٹائم پر چلتی رہی تو اب کیوں اچانک اس کا ٹائم تبدیل کیا گیا ۔ تو نتیجہ کے طور پر بسوں میں لوگ چلے جاتے ہیں اور ریل خالی کی خالی چل پڑتی ہے ۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ ایک کمیٹی بٹھا دیجئے جو کہ ریلوں کے اوقات اور اوقات روانگی میں امداد کرے ۔ اور صرف حکومت کے ہاتھ میں یہ چیز نہ رہے کیونکہ بس والوں کے ساتھ روڈ ٹرانسپورٹ کے ساتھ مل کر اس نیشنل انسٹیٹیوٹ کے ذرائع آمدنی کو برباد کر رہے ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ گاڑیاں نہ وقت

پر چلتی ہیں اور نہ وقت پر اپنی منزل مقصود تک پہنچتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر مسافر نے ایک جگہ پر پہنچنا ہے اور اس نے اپنا سفر Arrange کیا ہوا ہوتا ہے کہ فلاں وقت یہ گاڑی پہنچے گی لیکن وہ وقت پر نہیں پہنچتی تو اس سے اس مسافر کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ ریل اس قدر Unreliable ہو چکی ہے کہ کوئی آدمی ریل میں جانے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اگر وہ جائے تو وہ اپنا پروگرام قائم نہیں رکھ سکتا۔ وہ ریل میں سفر نہیں کرے گا جبتکہ اسے کوئی خاص مجبوری نہ ہو۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس چیز پر میری یہ تنقید نہ سمجھیں ملک صاحب۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جو اس طرف سے بولا جائے وہ تنقید اور لغو ہے اور جو اس طرف سے بولا جائے وہ ٹھیک ہے۔ But he is my elder.

وزیر خوراک و زراعت—کیا آپ ٹکٹ والے کی مخالفت کرتے ہیں ؟

مسٹر منور خان—کرنی پڑتی ہے کبھی کبھی ملک صاحب ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ ریل کے اوقات ٹھیک طریقہ سے مقرر کئے جائیں اور بسیں جس جس سٹیشن سے اور ٹائم پر چلتی ہیں اس کا خیال کیا جائے اور اس طریقہ سے ان کا مقابلہ کیا جائے کہ مسافروں کو سردی گرمی کے موسم کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو Attract کر سکیں۔ اب رہا سوال مال کا ریل کے ذریعے لیجانا اور بسوں کے ذریعے لیجانا۔ اب اس میں بھی مقابلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ Frieght زیادہ کر دیا جائے جیسا کہ جناب وزیر صاحب نے تجویز فرمائی ہے کہ جس صورت میں جو لوگ ٹرین میں سامان لے بھی جا رہے ہیں وہ بھی شائد بند کر دیں۔ ایک تو پہلے ہی سے بہت کم لے جا رہے ہیں کیونکہ ریل سے جو سامان لے جایا جاتا ہے اس میں اکثر چوری ہوتی ہے کہ

معلوم نہیں کہ کون سے 'جن' ہوتے ہیں جو کہ سر بمہر کمروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور مال نکال لیتے ہیں - کسی تاجر سے پوچھیں ہر ایک یہی شور کرتا ہے کہ اس کا مال چوری ہو گیا - مثال کیطور پر عرض کرتا ہوں کہ کسی افسر کا میوہ بھیجا گیا تھا تو معلوم ہوا اس کا ایک چوتھائی پہنچا اور تین چوتھائی راستہ میں اڑ گیا - تو سوال یہ ہے کہ جب تک یہ چوری ختم نہیں ہوتی تب تک یہ ادارہ کبھی کامیاب نہیں ہو گا - اور لوگوں کو جس سے زیادہ سہولت ہو جس سے ان کا خرچ کم ہو اس کے ذریعے سے یہ لوگ مال لیجائیں گے -

You will excuse me Mr. Junejo. I am addressing my elder.

یہ چوری جو ریلوں میں ہوتی ہے اس کا انسداد فرمایا جائے اور اس کا انتظام کیا جائے لیکن مصیبت یہ ہے کہ جو ہمارے چوکیدار پولیس والے ہیں وہ پندرہ پندرہ سواریاں بے ٹکٹ کے لے جاتے ہیں اور ان سواریوں سے پیسے لیکر اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں تو اس صورت میں میں حیران ہوں I am confused کہ کیا کیا تجاویز سوچی جائیں کہ اس ملک میں ہم دیانتداری ingrain کریں تاکہ لوگوں کا اخلاق دیانت داری پر ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بجائے دیانتداری کے قوم کو بددیانتی کیطرف لیجایا جا رہا ہے - ہم خود یہ کوشش کرتے ہیں کہ قوم بد دیانت بن جائے - یہ ہماری کوشش ہے اور ایڈمنسٹریشن اور آفیشلز کے ذریعے ہم ناجائز کام کراتے ہیں تو جن آفیشلز کے ذریعے ہم ناجائز کام کروائیں تو کیا ہم ان کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ دیانتدار نہیں ہیں - جب میں خود بد دیانت ہوں یعنی بد دیانتی سے ایک ناجائز کام کراؤں تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اس کام کا کرنے والا دیانتدار ہے - تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے ایسے ذرائع سوچیں جائیں کہ چوری مال کی جو ہوا کرتی ہے یہ کسی

طریقہ سے بند ہو جائے ۔ اب میں ایک اور چیز پیش کرتا ہوں باقی چھوڑ دیتا ہوں وقت تھوڑا ہے اور یہ چیز پچھلی دفعہ میں اس ہاؤس میں واضح کر چکا ہوں کہ بنوں سے کالا باغ اور کوہاٹ سے ٹل اور لکی سے ٹانک یہ سمال گیج گاڑیاں ہیں جیسا کہ میں نے ان کی مثال بھی دی ہے تو جناب سپیکر میں نے کہا تھا کہ گدھا یا گدھا پر انسان اگر سوار ہو تو شاید ریل کی رفتار سے آگے بڑھ جائے ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ریل تجارت بڑھانے کے لئے ہوا کرتی ہے ۔ اس علاقے میں میران شاہ میں ٹمبر ۔ ٹانک میں ٹمبر ۔ ٹل میں ٹمبر اور آجکل ہمارے تعلقات کابل سے بھی خوشگوار ہوئے ہوئے ہیں ۔ اس علاقہ کا جتنا سامان آتا ہے وہ ضلع بنوں ۔ ڈیرہ اور کوہاٹ پہنچ جایا کرتا ہے اور وہ مال گاڑی میں نہیں بھیجتے لیکن جب براڈ گیج گاڑیاں آ جاتی ہیں تو ان کو تبدیل کرنا پڑتا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔

تو ان لائنز کو اگر براڈ گیج بنا دیں تو یہ چھوٹی گیج والی گاڑیاں ضائع نہیں جائیں گی ۔ کوہاٹ اور بنوں کے درمیان ۸۰ میل کا فاصلہ ہے اور وہاں کوئی ریل نہیں ہے ۔ اور وہاں سے کالا باغ بھی ۸۰ میل ہے ۔ اگر اس کو بنوں اور کوہاٹ کے درمیان چلایا جائے اور دن رات اس لائن پر کام کریں تو اس سے نمک کی برآمد زیادہ ہو سکتی ہے اور دیگر ممالک میں بھی نمک زیادہ مقدار میں بھیجا جا سکتا ہے ۔ اس طریقے سے ہم فارن ایکسچینج بھی زیادہ کما سکتے ہیں ۔ تو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تجویز میں نے پچھلے سال بھی پیش کی تھی اور آج اس سال بھی اس معزز ایوان میں پیش کر رہا ہوں تا کہ اس پر غور فرمایا جاوے ۔ اس طرح اس لائن پر بہت زیادہ فائدہ ہو گا ۔

Mr. Taj Muhammad Khanzada (Campbellpur I): Sir unlike my friend Munawwar Khan, I am going to address the honourable Minister

for Railways. Being younger I feel he is capable of bringing revolutionary changes in the railway, which is rather difficult for elder people to do.

Sir last time during the Railway Budget it was more or less a unanimous demand of this House that the various classes, which range from no less thanfour to five different classes, should be converted into two classes—the higher or the lower and these different classes should sooner or later be abolished, but I am sorry to say that in present budget there has been no indication given to the House as to what steps are contemplated in the furture to do this : Neither has the policy declaration been made by the railway as to whether they wish to implement this in the future. I would like the Railway Minister to take a note of this and enlighten the House if it has, through an oversight, not been brought to the notice already.

The other point which I raised during the last budget on the railway was that we are short of oil because we do not produce it in Pakistan which has to be imported. Same is the case with high class coal. Our country at this time is developing huge resources of hydel power and it was suggested that steps should be initiated so that in future the railway may think in terms of electrifying our railways, which would give quicker travel in the future. In this budget I see no mention of this whether any consultants have been appointed or any step has heen taken in that direction. If through again an oversight it has not received attention, I should be most grateful if this House is taken into confidence and told as to what in the Third Five Year Plan the railway intends to do about this. It is a matter of very high significance in economic development of that region. Without efficient communication and fast running railways, no country can develop its economy and its national standard can never rise Therefore, even if we have to tighten our belts and pay through our nose for the benefit of our coming generation, we will be prepared to do that, provided a sensible and far sighted scheme is put up to us.

Sir while the wages and the freight have been increased to look after certain luxuries and provide more facilities in the developed areas, I am sorry to say that in spite of the oft-repeated slogan of the Government to help the backward areas, nothing has been done in this budget. In fact those, who are unfortunate enough to have suffered that, everyday they become more and more unfortunate because the income of those areas goes to those areas where there are more higher developments. Mr. Munawwar Khan has already pointed out a specific case of the Bannu-Kalabagh rail. When I was young sabaltern in 1938 I travelled by that train to Razmak, and today I find no change after about thirty years. Well, if we had inherited a certain legacy, there should have been some improvement during the 17 years. It is about time we thought in terms of putting a broader guage there, even though the slogan of its being uneconomical, being unproductive and not a good proposition may be shelved in the greater interest of the country. Sir certain areas, for the future of Pakistan and for strategic reasons, have to be developed even though commercially they may not be economical. Similarly I would refer and draw the attention of the Railway Minister to the railway which runs from Campbellpur via Jund to Daud Khel. Sir the condition of the district Campbellpur I shall bring out in the General Budget discussion as to how we have been a

victim of an unfortunate administration ; where nothing has been done ; where people want air-conditioning we cannot get water to drink. When we bring forth the real plight of the people in honest terms, we are victimised. We are told not to criticise the Government. You should not say such things to the Government. If we are not to tell you who is there whom shall we tell. God is not going to come to earth to listen to us. You are the people who are to do things and it is our duty to bring it to your notice and it is your duty to do it for us. Sir in this it is not only the district of Campbellpur, it is district like Kohat, district like Mianwali, Jund and other districts. People talk of backward areas and they always refer to Punjab as the highly developed area. Lahore may be a very developed area ; there may be other places ; Lyallpur and Multan may be very developed, but I assure you Sir that there are areas in the northern region of Punjab, specifically in the particular districts of Mianwali and Campbellpur where, if you go all over the world, you won't find a more backward area. We are people who have fought for the freedom of this country. We hoped and yet we had high hopes that atleast something would be done for us even though we are dumb cattle driven people of the northern region. We had no voice in the past. We had no voice to plead our case, but still the administration has got eyes. Can't they see what is happening to us ; can't they see we are starving ? If there is no rain we don't even get stomach full of food. We have to leave our homes in search of water, we have to leave our hearths in search of food ; we have to beg. There is no industry there, to provide employment and if God by some chance does not provide rain, we are helpless. We have to even leave our villages. We have to go to Karachi and Lahore to become the boot-polishers of the people there. And yet when it comes to asking for money for railway, for other industries, we are told 'Oh, the position is very tight ; we have no allocation of money in this ; we shall consider this in the Third Five Year Plan ; whereas we will tell the next generation, which is still to be born, to wait, and even there we are told to use contraceptives and not to bear children so that we do not ask for any money.

Mr. Speaker : Two minutes more.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir I realise that in a developing economy, higher costs is a natural corollary. Therefore, if higher grades have been put, we should not grudge. If we want better things we have to pay for them. We cannot achieve anything without payment. In order to pay for them you have to make sacrifices, and if sacrifice is to come on a *pro rata* basis from everybody, it is the nation that has to make the sacrifice, and the man who has more has to make more sacrifice, and the man who got less has to make less sacrifice. But it is our duty to give every support to any sensible scheme that is far-sighted and, in a developing economy, is going to bear fruits eventually. I have full support for whatever they have done in order to raise money for their development.

Wagons have been a great problem for the railway and there have always been Adjournment Motions in the House for the demand of wagons. There has been shortage of transport especially during the peak season when grain has to be carried from the sea-port to the Northern Region to feed us. But at the same time I am glad, although no mention has been made in the Budget, to know that a workshop is

being set up where most of the things will be assembled within the country. The World Bank loan, if I am right in saying, has been fully utilized by the Railways. It is a matter of credit for them because so many or our credits which had been given to us have remained untilized and the nation has not been able to benefit from them. I would say that while we are developing this we should still plead with the Central Government and ask for more loans to modernize our communications, to give greater facilities to our people and to bring their standard of living up so that in time to come we are self-sufficient both in automobiles and in wagons.

In the end, while I am going to finish, I will make one submission to which I am sure the Railway Administration will give their attention. Pakistan Government is trying to develop a tourist economy and a tourist bureau in order to earn foreign exchange and for that purpose they have set up hotels by spending corores or rupees so that foreigners can come. Sir, the foreigners who want to go to Khyber Pass or to Kaghan, they travel by these railways. Now, the standard of our railways as compared with other countries is quite low. Therefore, we must do semething to provide facilities so that the tourists, when they travel through this country, can get the maximum benefit and the maximum comfort. I would suggest that some tourist cars, as they are in Japan, Germany and America, should be introduced in the railway so that these tourist cars are connected with the normal communication and the people who come from abroad to see the country, because they do not want to see only one piece of land, could see whole of it. Therefore, these tourist cars should be air-conditioned so that the tourists could get the necessary facilities. Sir, I am sorry, the time is short and I have many things to say but I hope in my next speech during the general discussion I will be able to say more.

In the end I must say that the Budget is one which requires congratulation.

ماسٹر خان گل (کوہاٹ-۲)-جناب سپیکر - ریلوے کے بجٹ پر بحث کرنے سے پہلے میں ایک غلط فہمی کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں - وہ یہ کہ ہمارے اکثر دوست اپنی تقریروں میں یہ فرماتے ہیں کہ اس حکومت کو معرض وجود میں آئے چھ سال ہو گئے ہیں - لیکن میں سمجھتا ہوں - یہ غلط ہے - کیونکہ مجھے یاد ہے ۱۹۶۲ کے بجٹ کے اجلاس کے موقع پر جب کہ ملک قادر بخش صاحب ہمارے ساتھ بیٹھتے تھے اور انہوں نے جو تقریر کی تھی تو وہ تقریر حکومت کی تقریر نہ تھی - بلکہ محض ایک ممبر کی تقریر تھی - تو گویا اس حکومت کو اب صرف دو سال ہوئے ہیں - چھ سال نہیں ہوئے - اور انہیں صرف

دو سال کی برائیاں اور خوبیاں بیان کرنی چاہئیں ۔ اس سے پہلے کی اچھائیاں اور برائیاں تو مارشل لا والوں کی ہیں ۔ لہذا بات کرتے وقت انصاف سے کام لینا چاہئے ۔

جناب والا ۔ اب میں ریلوے کی طرف آتا ہوں ۔ میرے نزدیک ریلوے کا محکمہ ایک خوش قسمت محکمہ ہے ۔ اور اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ اسے شروع دن سے ہی ایک مضبوط وزیر ملا ہے ۔ میرا اشارہ خان عبدالوحید خان صاحب کی طرف ہے ۔ مجھے یاد ہے کہ جب وہ ایک دفعہ اپنے محکمے کے متعلق سوچ سمجھکر فیصلہ کر لیتے تو پھر ماتحت عملے کو جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ انہیں ہیر پھیر کے ذریعے چکر میں ڈال کر یہ کہہ سکتا کہ یہ کام ہو نہیں سکتا ۔ میرے نزدیک ایک مضبوط وزیر کی یہ تعریف ہے کہ جب وہ کسی امر کے متعلق فیصلہ کر لے تو پھر محکمے کا کوئی فرد اس میں ہیر پھیر نہ کر سکے ۔

میر محمد مراد خان جمالی—جناب والا ۔ خان عبدالوحید خان خود ہیرا پھیری میں بڑے ماہر تھے ۔

ماسٹر خان گل—بہر حال خان عبدالوحید خان ایک مضبوط وزیر تھے ۔ چنانچہ اس محکمے کو جب ایک مضبوط وزیر ملا ۔ تو اس نے اسے صحیح طریقے سے چلایا ۔ یہ میری ذاتی رائے ہے ۔

اس کے بعد جب ہمارے موجودہ وزیر صاحب تشریف لائے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں وہ مضبوطی والی خوبی بھی موجود ہے اور ضرورت مند لوگوں کی باتیں زیادہ توجہ سے سننے کی صلاحیت بھی موجود ہے ۔ (تحسین و آفرین) تو اب میں حکومت کے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اچھے وزیر کا حکومت پر کتنا اثر ہوتا ہے ۔ (قطع کلامیاں اور شور) ۔

جناب والا ۔ مجھے یہاں اپنی ایک کمزوری کا اعتراف کرنا ہے ۔ وہ یہ کہ جب کوئی شخص میری تقریر کے دوران مداخلت کرتا ہے تو میرا سلسلہ گفتگو ٹوٹ جاتا ہے ۔ (قہقہہ) بہر حال مطلب یہ ہے کہ جب ایک محکمے کو اچھا وزیر ملتا ہے تو اس محکمے کی تمام خرابیاں اور برائیاں چھپ جاتی ہیں ۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپوزیشن کی طرف سے کل سے جو تقریریں ہوئی ہیں ان میں بڑے محتاط انداز سے تلخی کا اظہار کیا گیا ہے ۔ اور مجھے یاد ہے کہ گذشتہ سال بجٹ کے موقع پر سرکاری نشستوں کی طرف سے جو تقریریں کی گئی تھیں ۔ وہ بھی بڑی تلخ تھیں ۔ لیکن اب بد قسمتی یہ ہے کہ جب ہم حکومت کی طرف بیٹھکر حکومت کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو اس پر تو تالی بج جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ خان گل بڑا اچھا شخص ہے ۔ کیونکہ یہ حکومت کو برا کہتا ہے ۔ لیکن جب حکومت کے متعلق کوئی اچھی بات کہتے ہیں تو وہ انہیں اچھی نہیں لگتی ۔ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ۔ اب حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے موجودہ وزیر ریلوے کو دیکھا ہے ۔ جو شخص ان کی خوبی بیان کرتا ہے تو وہ نہایت خاموشی سے سنتا ہے ۔ لیکن جب کوئی تنقید کرتا ہے تو بھی یہ آنکھوں میں ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ بابا ۔ اگر تم واقعی سمجھتے ہو کہ میرا گناہ ہے تو چلو تم خوش رہو ۔ اور پھر بھی یہ ناراض نہیں ہوتے ۔ ایک وزیر کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے خلاف تنقید حوصلے سے سنے۔ اب اس محکمے کی خوبی یہ ہے کہ اس کو دونوں وزیر اچھے ملے ہیں۔ ورنہ میں یہ عرض کر دوں کہ ۱۹۴۷ کے بعد یہ ملک جن برائیوں میں مبتلا ہو چکا ہے ۔ وہ سب خرابیاں اور برائیاں آج بھی اس معاشرے میں موجود ہیں ۔ اور ان برائیوں سے کوئی بھی محکمہ پاک نہیں ۔ چنانچہ تمام خرابیاں ۔ کمزوریاں اور بد عنوانیاں جو کسی سرکاری ادارے میں ہو سکتی ہیں ۔ وہ سب کی سب اس محکمے میں موجود ہیں ۔

لیکن ایک اچھے وزیر کی وجہ سے لوگوں نے وہ خرابیاں اور برائیاں بھی نظر انداز کی ہیں ۔ یہانتک کہ پرسوں میں نے خود وقفہ سوالات کے دوران آپوزیشن والوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ ایک اچھا وزیر ہے اسے خواہ مخواہ تنگ نہ کرو ۔ اور الٹے سیدھے سوال مت پوچھو ۔ یعنی اگر آپوزیشن ان کے متعلق یہ رائے رکھتی ہے ۔ تو اس کے متعلق میں آپ کو اصل بات بتاتا ہوں ۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیشہ انصاف سے بات کرنی چاہئے ۔ اگر ایک آدمی اچھا ہو تو اسے اچھا کہنا چاہئے ۔ تا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو ۔ اور حوصلہ افزائی سے وہ یقیناً اچھا کام کرے گا ۔ لیکن اس کے برعکس برا کہنے سے یقیناً اس کا حوصلہ ٹوٹتا ہے ۔

جناب والا ۔ ایک اچھی بات جو میں آپکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ریلوے کے محکمے میں کم از کم میں نے حاکمیت نہیں دیکھی ۔ اگرچہ ریلوے کا محکمہ ایک کاروباری ادارہ ہے ۔ اس میں بڑے بڑے افسر بھی ہیں جو بڑی بڑی تنخواہیں بھی لیتے ہیں ۔ لیکن نہ ان کے چہروں سے حاکمیت ظاہر ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے لہجے میں حاکمیت ہے ۔ آپ ان کے چہروں کو دیکھیں ۔ ان کا ماتھا تنا ہوا نہ ہو گا جیسے کہ اکثر حاکموں کا ہوتا ہے ۔ اور یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے ۔ بہر حال میں نے اپنی رائے عرض کی ہے ۔

جہاں تک اس محکمے کی خرابیوں کا تعلق ہے ۔ مجھے اس سال گذشتہ سال کی نسبت کافی فرق نظر آیا ہے ۔ اور صورت حال بہت حد تک بہتر ہوئی ہے ۔ گاڑیاں بھی زیادہ چلی ہیں ۔ اور مال بھی زیادہ اٹھایا گیا ہے ۔ لیکن میں جناب وزیر اور اس محکمے کے عملے کو یہ ضرور کہوں گا کہ اس کے باوجود عوام کی تکلیفیں اپنی جگہ ویسے کی ویسی ہیں ۔ عوام کے ساتھ اچھے سلوک کی ضرورت ہے ۔ سٹیشنوں پر

سایہ دار جگہوں اور پانی کی ضرورت ہے - ریلوے کے عملے کی طرف سے عوام کے ساتھ اچھے سلوک اور گاڑیوں میں عوام کے لئے کھلی اور ہوا دار جگہوں کی اشد ضرورت ہے -

یہ کہ پنکھے نہیں - پانی کا انتظام نہیں یا کوئی اور خرابیاں ہیں - لیکن میں سمجھ رہا ہوں کہ ۲ سال کے عرصہ میں یہ محکمہ کچھ ترقی کر رہا ہے - اور کچھ خوبی پیدا کر رہا ہے - یہ حوصلے کی بات ہے -

مسٹر سپیکر—خان صاحب صرف دو منٹ رہ گئے ہیں -

ماسٹر خان گل—صرف دو منٹ ؟

چونکہ وقت بہت کم ہے - اس لئے میں ایک دو باتیں اور عرض کروں گا - گذارش یہ ہے - کہ پس ماندہ علاقوں کے متعلق آپ نے اپنی تقریر میں کہا ہے - کہ ہم ان کی طرف اسلئے توجہ نہیں دے سکے - کیونکہ ہم کو زیادہ آباد اور زیادہ کاروباری علاقوں سے فرصت نہیں ملتی - میں اس محکمہ کے کارکنان سے درخواست کرتا ہوں - کہ دور دراز علاقوں کیطرف بھی توجہ دیں - اور ادھر بھی گاڑیاں چلانے کی کوشش کریں - گذشتہ سال میں نے تجویز پیش کی تھی - کہ بنوں سے بہادر خیل تک - کوہاٹ سے جٹا اسمعیل خیل تک جہاں نمک کی کانیں ہیں - اگر چھوٹی پٹڑیاں بچھا دی جائیں تو اس علاقہ میں کارخانے بن سکتے ہیں - اور نمک باہر کو آسانی سے بھیجا جاسکے گا - اور یہ سارا کام آسانی سے ہوسکے گا - اس محکمہ کو ادھر زیادہ توجہ دینی چاہئے -

کرایہ کے متعلق میں اس حکومت کی خدمت میں یہ درخواست کرونگا - کہ اس ملک کے عوام میں ایک پیسہ زیادہ دینے کی

کوئی سکت نہیں ۔ اسلئے اس محکمہ کو چاہئے کہ ہر ممکن ذرائع استعمال کرے اور اپنے اخراجات میں کمی کرے لیکن عوام کے اوپر کرایہ کا کوئی بوجھ نہ ڈالے ۔ عوام میں یہ طاقت قطعاً نہیں ہے ۔ کہ ایک پیسہ زیادہ برداشت کرے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر بجٹ بناتے وقت اخراجات کے معاملہ میں توجہ سے کام لیا جائے تو یہ ۵ فیصدی والے جو لوگ ہیں ۔ اور ان غریب لوگوں کا جو کرایہ بڑھا ہے میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس کی گنجائش نکل سکتی ہے ۔ اور اگر ایسا ہوسکے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس محکمہ کا اس ملک پر اور حکومت پر جس سے اس کی نیک نامی ہو ۔ بڑا اچھا اثر پڑے گا ۔

ایک اور بات نہایت ضروری عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ریلوے کے محکمہ نے ایک بڑا اچھا کام چلایا تھا ۔ اس ملک کے اخبارات کی زندگی کا بڑا حصہ ریلوے پر منحصر تھا ۔ اب اشتہارات کا مسئلہ ایسا ہے ۔ کہ اس کے لئے حکومت سے درخواست کرونگا کہ اگر جینجو صاحب پر اعتماد کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ جیسے بھی حکومت چاہے گی ۔ اس طریقہ سے کام چلے گا ۔ میرا خیال ہے کہ اگر ریلوے کے اختیارات ان کے پاس رہے ۔ تو اخبارات کی زندگی جو اس وقت مصیبت میں ہے بچ سکتی ہے ۔

سردار محمد رمضان خان دریشک (ڈیرہ غازی خان ۔ ۲)۔ صاحب صدر ۔ میں وزیر ریلوے صاحب کی خدمت میں اس بات کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے بجٹ کو ترتیب دیا ہے اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ سال رواں میں اس محکمہ نے اپنے فرائض جو نہایت

خوش اسلوبی سے انجام دئے ہیں ۔ وہ قابل تحسین و آفرین ہیں ۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ریلوے کے بعض سٹیشنوں پر بڑے اچھے پیمانے پر ترقی دی گئی ہے ۔ اور بہت سی اور سہولتیں دی گئی ہیں ۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ محکمہ اب مرکز سے صوبہ کی تحویل میں آگیا ہے ۔ اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے ۔ کہ صوبائی حکومت محکمہ کے چلانے میں کامیاب ہو رہی ہے ۔ اور ہوتی جا رہی ہے ۔ ہمیں یہ معلوم ہوکر خوشی ہوتی ہے ۔ کہ سال رواں میں بہت کافی تعداد میں مسافر گاڑیاں چلائی گئی ہیں ۔ اور مسافروں کی سہولتوں کا خیال رکھا گیا ہے ۔ اسطرح صوبہ کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک مال بڑے آرام سے پہنچایا گیا ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریلوے کی آمدنی میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا ہے ۔ اس ضمن میں میں وزیر صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا ۔ کہ یہ جو کرایہ میں اضافہ کیا گیا ہے اس میں تھوڑی بہت کمی ضرور ہونی چاہئے ۔ خصوصاً نچلے طبقہ کے لئے جو کرایہ جات مقرر کئے گئے ہیں ان کی شرح میں کمی کی جائے کیونکہ زیادہ تر آمدنی نچلے طبقہ سے ہوتی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ اس کی شرح ۵ فیصدی کی بجائے ۳ فیصدی کی جائے ۔ تاکہ نچلے درجہ کے غریب مسافروں پر کرایہ کا بوجھ زیادہ نہ ہو اور ان کے لئے سفر زیادہ مہنگا نہ ہو ۔

وزیر زراعت و خوراکــــڈیرہ غازی خان کے لئے جو گاڑی چلائی گئی ہے ۔ اس کے لئے شکریہ بھی ادا کر دیجئے ۔

سردار محمد رمضان خان دریشکــــوہ بات بھی آگے آئے گی اگرچہ وہ اتنی شکریہ کے قابل نہیں ۔

جناب والا - پچھلے سال ریلوے بجٹ پر بحث کرتے ہوئے ریل کی سہولتوں کی طرف توجہ دلائی گئی تھی - مگر ریلوے حکام نے اس طرف چنداں توجہ نہیں دی - اور وہ سہولتیں مہیا کرنے میں قاصر رہے ہیں - اس بات سے دکھ ہوتا ہے کہ ہر بار ہر سال اس امر کی طرف محکمہ کو توجہ دلائی جائے - اب میں اس ایوان کی خدمت میں مختصر سی گذارش کروں گا - یعنی ''آمدم بر سر مطلب'' ڈیرہ غازی خان کے علاقہ کے لئے حکومت نے ریل دینے کا فیصلہ کیا ہے - ڈیرہ غازی خان پاکستان کا ایک بہت بڑا ضلع ہے - جس کی لمبائی - چوڑائی سینکڑوں میلوں پر مشتمل ہے - تونسہ بیراج سے آنے والی نہروں کی وجہ سے ضلع کی آمدنی میں اچھا خاصہ اضافہ ہوگیا ہے - اور آبادی بڑھ رہی ہے - باقی اضلاع کے لوگ زمینیں خرید رہے ہیں - اور وہاں جا جا کر آباد ہو رہے ہیں - ان وجوہات کی بنا پر وہاں کی آبادی میں بہت اضافہ ہو رہا ہے - لیکن حکومت نے ضلع کے اندر صرف ۳۰ میل تک ریل دینے کا فیصلہ کیا ہے - گو وہ ۴۰ میل ہے - لیکن اسمیں ۱۰ میل مظفر گڑھ کا علاقہ آ جاتا ہے - ۳۰ میل کا علاقہ ایسا ہے - جو ڈیرہ غازی خان کا ہے - اس کے لئے ریل دینے کا فیصلہ کیا ہے - ایسے ضلع کے لئے یہ ۳۰ میل کوئی اتنا لمبا فاصلہ نہیں ہے - ایسے ضلع کے لئے جس کا رقبہ سینکڑوں میل لمبا ہے - ضلع کا مفاد اسی میں مضمر ہے - کہ ریلوے لائین کو اس قدر بڑھایا جائے کہ اسے کشمور سے ملا دیا جائے جیسا کہ انقلابی حکومت سے پہلے سابقہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا تھا اور ساڑھے ستاون لاکھ روپیہ کی لاگت سے earth work کیا ہوا موجود پڑا ہے - موجودہ حکومت سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ وہ ضرور اس پر غور کرے گی - کہ ایک پس ماندہ ضلع جس میں

ہر قسم کی مشکلات اس وقت موجود ہیں ۔ اور ہر مشکل سے یہ ضلع اس وقت دوچار ہے ۔ ریلوے کی سہولت سے اسے آسان کیا جائیگا ۔ اس بات کے لئے میں وزیر ریلوے کا تہ دل سے مشکور ہوں ۔ کہ انہوں نے ڈیرہ غازی خان تک ریل پہنچانے کیلئے کثیر رقم خرچ کرنے کا پروگرام بنایا ہے ۔ اس حساب سے میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کہ ایسے اضلاع میں جہاں صرف ایک پختہ سڑک ہے باقی سڑکوں کا حال اچھا نہیں اور آمد و رفت میں کافی دشواریاں ہیں ۔ تو یہ ریلوے لائین کسی خاص لمبے راستے سے ڈیرہ غازی خان خاص سے تونسہ اور تونسہ سے کشمور تک پہنچ جائے تو یہ بڑی بات ہے ۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگلے مالی سال میں وزیر موصوف اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں گے ۔ اور کشمور تک ریلوے لائین لے جانے کا پروگرام اگلے بجٹ میں شامل کرلیں گے ۔

چودھری محمد ابراھیم (سیالکوٹ ۔ ۳) ۔ صاحب صدر ۔ بجٹ پیش کرنے کے سلسلہ میں وزیر ریلوے نے جو تقریر دلپذیر کی ہے ۔ اس پر کم از کم ایوان کے اس حصہ سے تحسین و آفرین کے خوب خوب پھول برسائے گئے اور بہت کچھ کہا گیا ۔

وزیر صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں درمدح خود بہت کچھ کہا ہے مثلاً وہ فرماتے ہیں ۔

"I am glad to report that the Railway has done an excellent job during the current year."

دوسری جگہ کہتے ہیں ۔

"It is a matter of great satisfaction to me."

وغیرہ وغیرہ

گویا وہ اور ان کے نیازمند یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ یہ ان کے نزدیک قابل اطمینان اور خوش آئیند کا موجب ہے ۔ مگر وہ ان اعداد و شمار کی بھول بھلیاں میں خود اسے دیکھ نہیں سکے ہیں یہ جو وائٹ پیپر ہے یا Explanatory میمورنڈم ہے یا نیو Expenditure پمفلٹ اگر اس کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہ دو ورق کا جو بجٹ اسٹیمیٹ ہے اسکو سامنے رکھا جائے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ صحفہ ۲ — پر روائز اسٹیمیٹ کے ساتھ ۵۶ — کروڑ کی آمدنی دکھائی گئی ہے یہ آمدنی دراصل ۵۶ — کروڑ کی نہیں ہے بلکہ ۵۳ — کروڑ ۹۵ — لاکھ ۴ ہزار ہے ۔ اس میں کچھ تو Suspense کی رقم شامل کر دی گئی ہے اور ۲ کروڑ کی رقم جو مرکز کے محفوظ فنڈ سے ملی اس کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے اگر ان دو رقموں کو مخصوص کر لیا جائے تو پہلی دوسری تیسری اور چوتھی ڈیمانڈ کے سلسلے میں ۲ — کروڑ ۵۹ — لاکھ ۹۹ — ہزار بنتے ہیں ۔ یہی نہیں کہ یہ صرف ۴ = ڈیمانڈز ہیں بلکہ پانچویں ڈیمانڈ ہے اور اس سلسلے میں ۲۳ ۔ کروڑ ۰ ۔ لاکھ ۵۳ — ہزار خرچ کئے جا چکے ہیں معلوم نہیں کہ یہ کس طرح کی Juggling یا شعبدہ بازی کی گئی ہے ۔ دراصل خسارہ تو ۲۶ — کروڑ ۳۰ — لاکھ ۴۲ — ہزار روپے کا ہے اور اس کو بتایا جا رہا ہے کہ ۴۸ ' ۱ — لاکھ روپے نفع ہو گا اگرچہ وہ نفع بھی Reserve فنڈ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ۔ اس صورت حال کے ہوتے ہوئے وزیر ریلوے اور ان کے دست بازو افسران کس حد تک مبارکباد کے مستحق ہیں یہ صرف ان کے عقیدتمند ہی بتلا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود شکسپیر کے الفاظ میں ذرا ترمیم کے ساتھ Yes Mr. Junejo is an honourable man اور واقعی ایں کار از تو وآید و مردان چنین کنند۔

جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیمانڈ نمبر ۱ پر اگر آپ نظر ڈالیں — اور یہ جنرل ایڈمنسٹریشن ہے کیا یہ صرف چند نمائشی ہاتھی پالنے کے لئے ہے ان کی ذمہداری کچھ نہیں ہے وہ وائٹ Collared آفیسرز ہیں جن پر ۷ — کروڑ ۴۱ — لاکھ ۴۶ — ہزار روپیہ خرچ کیا جائیگا ۔ اور ایک اور اسی سلسلے میں ڈیمانڈ نمبر ۳ — پر رقم ہے جو سود اور دیگر فنڈز کی ہے اور وہ رقم ہے ۱۷ — کروڑ ۵ — لاکھ ۹۳ — ہزار اگر ان دونوں رقموں کو جمع کیا جائے تو ۲۴ — کروڑ ۹۲ — لاکھ ۳۹ ہزار روپے تک پہونچتی ہے اس کے بالمقابل در حقیقت جو خرچ کرنے کی جگہ مثلاً Repairs and Maintenance پر صرف ۱۴ - کروڑ ۷۲ - لاکھ ۸۱ - ہزار ہے اور ordinary ورکنگ Expences اور یہ بہت ضروری ہیں اور در حقیقت یہی رقمیں اصل سرمائے کی حیثیت رکھتی ہیں یہ ordinary ورکنگ Expences پر ۱۷ - کروڑ ۳۵ - لاکھ ۴۳ - ہزار روپے خرچ کئے جا رہے ہیں یعنی ۳۲ — کروڑ ۸ — لاکھ ۲۴ — ہزار ہے اب اگر ان دونوں رقموں پر غور کیا جائے تو یہ جو پہلی رقم ہے اس کا زیادہ حصہ آرائش و نمائش پر ہے لیکن وہ آرائش و نمائش پر جو رقم خرچ کی جا رہی ہے تقریباً وہی ہے جو ضروری اخراجات پر یعنی ۲۴ کروڑ ۴۷ لاکھ ۳۹ ہزار ہے - اور اس کا بیشتر حصہ آرائش و نمائش کے لئے ہے - اور صرف ۳۲ کروڑ ۸ لاکھ ۲۴ ہزار ایسی رقم ہے - جو ضروری ہے - اور اس جگہ خرچ کیجارہی ہے - یعنی آرڈنری expences اور main-tenance پر - آپ اگر ان دونوں رقموں پر غور کریں تو یہ محسوس کریں گے کہ یہ بالکل ایک business man کی ایسی کیفیت ہے - کہ وہ اپنے سرمایہ کا بیشتر حصہ یا تقریباً نصف حصہ آرائش پر صرف کر رہا ہو . آگے چل کر دیکھئے تو مثلاً

amenities اور اور ہیلتھ welfare سروسز کے لئے تو صرف ۱ کروڑ ۴۵ ہزار روپے رکھے گئے ہیں ۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ریلوے کے ورکرز کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے ۔ تو شاید اس فراخدلی پر حاتم طائی بھی اپنی قبر میں تڑپ اٹھتا ہوگا ۔ کہ ایک روپیہ فی ورکر خرچ کیا جا رہا ہے ۔ پھر capital out lay کی طرف دیکھئے تو جو رقم رکھی گئی ہے ۔ اگر وہ معمولی کاروبار میں لگا دی جائے جس سے صرف ۴ فیصدی منافع ہوتا ہو اور تھوڑے سے تھوڑا منافع ملتا ہو تب بھی ۴ کروڑ ۴۳ لاکھ ۶۸ ہزار روپے ہوتے ہیں ۔ اور آپ دیکھیں کہ اس کے مقابلے میں کیا کما رہے ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ہی جب ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ ۵ سو ۹۷ آفیسرز ہیں اور وہ وائٹ collared آفیسرز جن کی ذات پر ۶۷ لاکھ ۴ ہزار روپے خرچ ہوں گے اس کے مقابلے میں جو ۲ لاکھ ورکرز ہیں ۔ ہم اگر اس کا حساب لگائیں اور ان کے Depreciation کا خیال رکھیں تو اگر ایک آدمی کی ۲۰ سال کار کردگی کی مدت ہو اس کا جو subsistance الاؤنس ڈیڑھ سو روپے ہو جو بالکل قلیل ہے ۔ تو ۶ سو کروڑ کے قریب یہ رقم بنتی ہے ۔ عدل و انصاف کے یہ تقاضے ہیں کہ جس حساب سے سرمایہ کاری میں حصہ دیا جا رہا ہے ۔ اس حساب سے ان میں منافع ہو اور منافع تقسیم ہو لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بیچارے ورکر پر اور اس کے ہیلتھ welfare سروس پر جو کچھ خرچ ہو رہا ہے ۔ وہ حد درجہ حقیر ہے ۔

تقریر کے صفحہ ۲ پر اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ شائد بڑے آفسر اس بات سے بالا ہیں اور بالا ہونا چاہئے ۔ اور وزیروں کو بھی بالا ہونا چاہئے کیونکہ یہ

اعداد و شمار اور statistics کے گورکھ دھندے ھیں - بڑے افسر اتنی بڑی تنخواھیں لے رھے ھیں - صفحہ ۲ پر وہ اپنی تقریر میں کہتے ھیں -

"In the process the earnings have gone up by 4.25 crores in the Revised Estimates over the budgeted amount of 49.75 crores which represents an increase of 8.5 per cent."

آگے چل کر کہتے ھیں -

"11. The total revenue receipts of Pakistan Western Railway for the current year are estimated at Rs. 54 crores showing an increase of 4.24 crores....."

وھاں رقم ھوگئی ھے 4.24 کروڑ -

"....over the budgeted figures of Rs. 49.76 crores....."

وھاں اور رقم ھوگئی ھے - اور یہاں ۲۶۵ کروڑ ھوگئی ھے - معلوم ھوتا ھے کہ یہ کسی اور کارک نے حساب لگایا ھے - اور وہ کسی اور کلرک نے حساب لگایا ھے - لیکن دستخط کرنے والے نے اس پر بھی دستخط کر دیئے ھیں - اور اس پر بھی دستخط کر دئیے ھیں -

صاحب صدر - اس بارے میں جو ستم ظریفی اور کی جا رھی ھے - وہ یہ ھے - کہ اس اتنے بڑے خسارے کو نظر انداز کیا جا رھا ھے - بلکہ میں تو یہ کہونگا - کہ ریلوے ایڈمنسٹریشن کسی ایسے کھڈ میں جا پڑی ھے - جہاں سے اس کا نکلنا بظاھر بہت ھی محال نظر آ رھا ھے - لیکن اس inefficiency اس extravagance کے باوجود جو solution تجویز کیا جا رھا ھے - وہ یہ ھے - کہ افسروں کی اس پلٹن میں مزید افسروں کا اضافہ کیا جا رھا ھے - بجٹ تقرر کے صفحہ آٹھ پر جو جواز پیش کیا گیا ھے - کہ پہلے تو یہ گذارہ سولہ سترہ سال ریلوے کے ان ھی افسران کی پلٹن کے ساتھ چلتا رھا - لیکن اب وہ جواز

نئے افسروں کے مطالبے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

"Such an arrangement might have been justified at the time when the railway administration was concerned only with ordinary maintenance and operation. In the context of development which entails planning, project preparation, forward thinking, research and other activities designed to achieve modernisation and maximum operational efficiency, this ratio is proving highly inadequate."

بڑے خوبصورت الفاظ ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ انہوں نے ڈکشنری اٹھا کر ان کے معنی نہیں دیکھے۔ اس میں کونسی ایسی چیز ہے۔ جس پر آپ صحیح معنوں میں عمل کر رہے ہیں۔ یا تو آپ اس کے معنی نہیں جانتے۔ یا اس پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ یا فکر نہیں کرتے۔ بظاہر یہ سارا کام ضروری ہے۔ اگر آپ ان لوگوں سے توقع کریں گے۔ کہ Maintenance 'operational efficiency اور forward thinking سے کام لینگے۔ جب کہ ایک معمولی کارک کا جو حساب ہوتا ہے۔ وہ اس پر بھی اچھی طرح سے نظر نہیں رکھ سکتے ہیں۔ صاحب صدر انہوں نے خود صفحہ نمبر ۹ پر کہا ہے۔ کہ

"The gross profit for the next year is estimated at Rs. 6.6 crores."

اور اسی سطر میں وہ آگے چل کر کہتے ہیں۔ کہ اس کو گھٹا کر ۱۴۴۸ کروڑ کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ایک اچھے بھلے فہمیدہ طبقے کے سامنے یہ سب کچھ پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ دیکھیں۔ آپ کی کسی بات میں تضاد تو نہیں ہے۔

صاحب صدر۔ مجھے ایک بات کی خوشی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس ایوان میں جو معاملات آتے رہے ہیں۔ ان پر ادھر سے فی سبیل اللہ مخالفت ہوتی رہی ہے۔ اور اگر اس طرف موافقت ہوتی ہے۔ تو ادھر سے فی سبیل اللہ اس

کی مخالفت ہوتی رہی ہے - اور بہت کم ایسے امور ہیں - جن پر یہ ایوان متفق الرائے رہا ہو - لیکن اس بجٹ کے سلسلے میں کم از کم ایک نکتہ ایسا ہے - جس پر ایوان کا ہر حصہ ہی متفق ہے - اور وہ یہ ہے - کہ کرایوں میں جو اضافہ کیا جا رہا ہے - وہ نامعقول ہے - اس سلسلے میں جو کچھ اظہار خیالات کیا گیا ہے - اور جو کچھ ادھر سے بھی کہا گیا ہے - کہ یہاں جو اضافہ کرایوں میں کیا گیا ہے - اسے تمام مقررین نے نامعقول قرار دیا ہے - اور فی الواقع یہ ہے بھی ایسے ہی - اگر ریلوے ایڈمنسٹریشن کے پاس کچھ عقل و فکر ہو - تو وہ سب سے پہلے یہ کوشش کریگی - کہ وہ اس Leakage کو بند کرئے - جس کی وجہ سے میرے حساب سے اس کی ساٹھ فیصد آمدنی ضائع جاتی ہے - وہ Leakage بلا ٹکٹ سفر کرنے والوں کا ہے - نگران عملہ ان کو نظر انداز کر جاتے ہیں - اور بالخصوص سب سے زیادہ جو قابل مذمت رویہ ہے - وہ ریلوے پولیس کا ہے - صاحب صدر - یہ عجیب بات ہے - کہ ریلوے کا محکمہ خود اپنی پولیس رکھتا ہے - اس کا اپنا صحت کا انتظام ہے - الگ تعلیم کا انتظام ہے - گویا یہ state within the state ہے - اس کی کیا ضرورت ہے - اگر دیگر محکموں کو اس کی الگ ضرورت نہیں ہے - تو پھر ریلوے کو کیوں اس کی ضرورت ہے - کیوں نہ اسے دوسرے محکموں کی طرح integrate کیا جائے -

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi (Bahawalpur-Khairpur-Quetta Divisions): Mr. Speaker Sir, today I have got up to discuss this Budget from a different point of view. Sir we know that nothing is perfect in the universe. Only God, the Almighty, is perfect. But what we have to see at this stage is whether a certain department, a certain individual, is trying his best to improve the conditions prevailing in the country. It would not be out of the way if I say just now that our decent, able and ever-ready Railway Minister is always there to help us in solving our genuine problems excuse me Sir I don't mean that he is the only able and decent Minister.

Khawaja Muhammad Safdar : There are other exceptions as well.

Dr. Mrs. Ashraf Abbasi : Sir at this stage of course it is very early to judge what we have achieved. The thing that we have to consider at this stage is what we are trying to achieve and what the department is trying to achieve. I know Sir that there can never be all praise for any individual or department; of course there are drawbacks, and there are achievements; it is our duty to appreciate the achievment and to point out the draw backs, because that is the only way to improve any department. Sir during this short period of two years we have seen that so many improvements have been made in the running of the trains, and providing more wagons, but still much has to be achieved.

Sir as far as increase in railway fares is concerned, of course I don't grudge it but we know the human psychology; one can sacrifice something if in return one gets something So when the fares are increased if we can provide little more facilities to the passengers, I think it will never be grudged. We know it fully well in animal wagons there is a space specified for each animal you cannot carry more than fixed number. Say ten, or whatever it is but for human beings are not given even these facilities. Instead of 65 you dump in 200 passengers in a wagon where there is no fan, and some of the passengers are even hanging to the doors. My request to the Railway Minister is just to see that atleast fans are provided in class III wagons.

When we have increased the fares of 1st Class, we should not forget that the people have already become air-minded. They are travelling by planes. We should keep in view the competition we have to face by increase in fares; the competition will be with the buses, with the planes, and with the taxis; so all these factors have to be considered before we increase the fares.

The other thing is Sir that I don't know how it has come about but it is apparent from the budget figures that for the lower class there is no increase in their monthly wages. On the contrary there is some decrease and not an increase. Our sole duty should be to see that some amenities are provided for the IVth class employees in the railway department.

Sir, then about the goods wagons. I will talk about my own region, *i.e.*, Shah Dad Kot – Larkana line where most of the peddy is produced and for not getting the wagons in time the sufferer again becomes the agriculturists because most of the rice procured is not taken up in time and, therefore, the agriculturist does not get the proper price for the rice. As far as Kotri to Rohri line *via* Dadu is concerned there is much scope for improvement. As a parallel trunk road is being built from the Dadu side; So, God forbid, if anything happens to the bridges across river Indus this will be the only line which will connect the Northern region with the Southern region. Therefore, some improvements should be brought about on this Dadu, Kotri and Rohri line.

After pointing out our difficulties to the authorities, I am glad to say that some bogies are being connected with Tez Gam but the difficulty is that in these bogies there are no compartments for ladies and it is very

difficult for them to travel with men. My submission is that some compartments should be reserved for ladies so that they do not have that difficulty.

I will point out to another thing about the coal shortage in the dumps. The coal that is being imported from India. One of the members pointed out and it has also come to my notice. I do not know at this stage whether it is the concern of the Provincial Government but soon I think after 20th, this coal is coming under the Provincial Government. I think the responsibility to know whether correct amount of coal reaches Pakistan is the duty of the Railway authorities. If it is the duty of the Railway authorities then they must see that the coal, which is imported from India and is unloaded at Moghulpura, should be weighed and seen that correct amount reaches here, because, after all, we are spending our hard earned foreign exchange on it.

خان اجون خان جدون (مردان-م)-جناب سپیکر - وزیر ریلوے جناب محمد خان جنیجو نے ریلوے کا جو فاضل بجٹ پیش کیا ہے میں اس کے لئے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں - اور اس لئے بھی کہ ایک Well balanced بجٹ ہے - اس بجٹ کو ایک تجارتی ادارے کا بجٹ کہا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے - اس بجٹ کو ہم قومی نکتہ نگاہ سے نہ ترقیاتی بجٹ کہہ سکتے ہیں - اور نہ اس کو عوامی بجٹ کہہ سکتے ہیں - ترقیاتی بجٹ اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا ملک ایک ترقی کرتا ہوا ملک ہے اور اس کے اکثر اور بیشتر پسماندہ علاقے ریل کی سہولتوں اور اس کے فوائدسےمحروم ہیں- میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ریلوے کے لئے ایک تجارتی ادارہ ہونے کی حیثیت سے ایسے علاقوں میں ریل بچھانے کے متعلق سوچنا ذرا مشکل ہے جہاں سے کہ ان کو فوری اور ضروری آمدنی نہ ہو لیکن یہ ادارہ تجارتی ادارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارا قومی ادارہ بھی ہے اور اس ملک کے پسماندہ علاقوں کو ترقی یافتہ لوگوں کے برابر ترقی یافتہ بنانے میں اس ادارے پر بہت اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں - جناب سپیکر - ان اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس ادارے کو اپنے نظریے میں کچھ تبدیلی کرنی پڑے گی- اور مجھے امید ہے اور ہم مجبور کریں گے کہ یہ ادارہ اپنے نظریئے میں

مناسب تبدیلی کرے ۔ ان پر یہ پابندیاں عائد ہونی چاہئیں کہ جب یہ پلیننگ کریں اور جب بجٹ بنائیں تو خاص مقررہ نئی لائنیں پسماندہ علاقوں میں ہر سال بچھائیں ۔ جب میں ان پابندیوں کا ذکر کرتا ہوں تو میرا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ اس علاقے میں ریل بچھائیں جہاں سے کہ ان کو ساری عمر کوئی آمدنی نہ ہو بلکہ ساری عمر یہ خسارہ ہی برداشت کرتے رہیں ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس بارہ میں ایک معیار قائم کرنا ہو گا اور نئی ریلوے لائنیں بچھانے کے لئے انہوں نے جو یارڈ سٹک رکھی ہوئی ہے اس میں انکو ترمیم کرنی پڑے گی ۔ اگر ان کی موجودہ یارڈ سٹک پر کوئی پسماندہ علاقہ ۵۰ فیصدی یا ۶۰ فیصدی اترتا ہے تو ان علاقوں میں Priority Basis پر لائنیں بچھانی چاہئیں تاکہ وہ علاقے بھی ہمارے دوسرے صوبے کے ترقی یافتہ علاقوں کے برابر ترقی پذیر ہو سکیں کیونکہ یہاں ہمارا ایک قومی مقصد ہے ۔ اس بجٹ میں میرے خیال کے مطابق سراسر اس مقصد کو نظر انداز کیا گیا ہے ۔ جناب سپیکر ۔ آپ دیکھیں گے کہ میں اس بجٹ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ٹل اور کوہاٹ کی لائین جو زمانہ قدیم کی میٹر گیج ہے اور جہاں لکڑی کی بہت زیادہ تجارت ہوتی ہے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ شائد اس کا منصوبہ اس میں ہو ۔ اس لائین کو براڈ گیج میں تبدیل کر لیں لیکن مجھے ایسا کوئی منصوبہ نظر نہیں آیا ۔ جناب سپیکر ۔ تحصیل صوابی جو سابق صوبہ سرحد کی تمباکو کی سب سے بڑی منڈی ہے اور گندم اور مکی کی بھی بہت بڑی منڈی ہے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسا کوئی منصوبہ ہو کہ ریل بچھائی جائے اور ایسا کوئی پروگرام ہو ریل بچھانے کا لیکن اس کا بھی اس میں کوئی ذکر نہیں ہے اور مجھے ایسا کوئی منصوبہ نظر نہیں آیا ۔ جناب سپیکر ۔ مردان کے راستے سے چہار سدہ تک ریل بچھائی گئی تھی اور میرے خیال میں پاکستان بننے کے بعد بچھائی گئی تھی ۔

Mr. Speaker : I see that both the Minister of Railways and the Parliamentary Secretary are not present in the House and the general discussion

on the Railway Budget is going on. I would request Mian Meraj Din to go out and request the Minister of Railways to come in the House and attend the session.

Minister of Education : I am taking notes on his behalf.

Begum Jahan Ara Shahnawaz : Sir, may I say something in this connection.

Mr. Speaker : This is very limited.

خان اجون خان جدون--جناب سپیکر - منسٹر ریلوے صبح سے باقاعدہ یہاں بیٹھے رہے ہیں- شائد Call of Nature جسے کہتے ہیں اس کے لئے وہ گئے ہوں - اس لئے اتنا Serious Note اس کا نہیں لینا چاہئے - جناب سپیکر - میں عرض کر رہا تھا کہ مردان اور چہار سدہ میں ریلوے لائین سابق صوبہ سرحد میں بچھائی گئی تھی اور شائد پاکستان بننے کے بعد یہ پہلے ریلوے لائین جو سابق صوبہ سرحد میں بچھائی گئی تھی پشاور سے سات میل خزانہ کے مقام پر ایک شوگر مل ہے جو کہ منظور ہو چکی ہے اور اس کے قریب ایک ٹیکسٹائل مل بھی موجود ہے - میں دیکھنا چاہتا تھا کہ شاید ریلوے والے اس علاقے میں ریل بچھانے کی کنسڈریشن لیتے ہوں گے - میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پشاور سے چہار سدہ تک ایک ریلوے لائین کا منصوبہ شاید انہوں نے بنایا ہو گا لیکن ایسا منصوبہ میری نظر سے نہیں گذرا -

جناب سپیکر - ایبٹ آباد سے حویلیاں تک ریلوے لائین بچھانے کا بہت پرانا مطالبہ ہے وہ ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا - اسی طرح سابقہ صوبہ پنجاب - سندھ - سرحد اور بلوچستان میں کئی ایسے علاقے ہو سکتے ہیں جہاں ان بنیادوں پر ریلوے لائین بچھانے کی سکیم بنائی جا سکتی ہے- ضرورت اس بات کی ہے کہ پسماندہ علاقوں کو ترقی یافتہ بنانے کے لئے صحیح منصوبہ بندی کی جائے - جناب عالی میں ایک چیز آپکی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں - - - -

مسٹر سپیکر۔دو منٹ باقی ہیں ۔

خان اجون خان جدون۔جناب والا ۔ پبلک سیفٹی کی مد کو انہوں نے قطعاً نظر انداز کر دیا ہے ۔ یہاں لیول کراسنگ گیٹ بہت زیادہ ہیں میرے اندازے کے مطابق کم از کم ۱۰۰۰ کے قریب کراسنگ گیٹ ایسے ہیں جہاں دن رات کوئی گیٹ کیپر نہیں ہے ۔ اکثر و بیشتر حادثات ہوتے رہتے ہیں ۔ سابقہ صوبہ سرحد میں ان کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے ۔ حادثات کی وجہ سے ریلوے کو کافی کمپنسیٹ بھی دینا پڑتا ہے اور پبلک کا بھی جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے ۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آئندہ پلیننگ میں ان گیٹوں پر پبلک سیفٹی کے نقطہ نظر سے گیٹ کیپر مہیا کئے جائیں ۔ مجھے دیکھ کر تعجب ہؤا کہ افسر تو بڑھائے جا رہے ہیں لیکن پبلک سیفٹی کو سامنے رکھ کر گیٹ کیپر نہیں بڑھائے جا رہے ۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس پر غور کیا جائے ۔

جناب والا ۔ دوسری عرض یہ ہے کہ انہوں نے کرائے بڑھا کر اس جنرل بجٹ میں نہ کہ ٹیکس کا بوجھ ڈالا ہے بلکہ اسکی افادیت کو بھی کم کر دیا ہے کیونکہ کرایہ بڑھ جانے سے عوام پر یہ ایک ان ڈائریکٹ ٹیکسیشن ہو گیا ہے ۔ جناب وزیر ریلوے موجود نہیں ہیں ۔ بیگم صاحبہ ۔ (بیگم محمودہ سلیم صاحبہ) نوٹ کر رہی ہیں ۔ میں ان سے پرزور مطالبہ کرونگا وہ کم از کم جو لوئر کلاس پر کرائے بڑھا رہے ہیں ان کو اس سے مستثنے قرار دے دیں ۔ یہ بہت اہم بات ہے کیونکہ اسکو دیکھتے ہوئے شائد بسوں کا کرایہ بھی بڑھ جائے ۔ ہمارے نچلے طبقہ اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکتے ۔ جناب سپیکر ۔ نچلے درجے کے ملازمین کے لئے جو سہولتیں انہوں نے رکھی ہیں وہ قابل افسوس حد تک کم ہیں ۔ اگرچہ میں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دو سالوں میں ان کیلئے بہت کچھ کیا گیا ہے ۔

ان کے لئے کوارٹرز بنائے گئے ھیں - ان کے لئے میڈیکل سہولتیں بہم پہنچائی گئی ھیں - اور کافی سہولتیں دی گئی ھیں - لیکن اس سال جو رقم رکھی گئی ھے وہ پچھلے سالوں کی نسبت بہت کم ھے - اسکو بڑھانا چاھئے -

جناب والا - تیسری عرض جو میں آپکی خدمت میں عرض کرنی چاھتا ھوں وہ یہ ھے کہ نچلے درجے کے مسافروں کی سہولت کے لئے جو رقوم رکھی گئی ھیں وہ اتنی کم ھیں کہ اس کو اونٹ کے منہ میں زیرہ دینے کے مترادف آپ کہہ سکتے ھیں - جناب سپیکر - آزاد ممالک میں آزاد افراد کے اونچے اور نچلے درجے کے لوگوں کے درمیان جو انگریزوں نے فرق رکھا ھوا ھے وہ بہت زیادہ فرق ھے - اب ھمیں آزادی حاصل کرنے کے بعد اس فرق کو بہت تیزی کے ساتھ کم کرنا چاھئے اور یہ ھم اس صورت میں کر سکتے ھیں کہ ھم ھر سال بجٹ میں زیادہ سے زیادہ رقم اسکے لئے رکھیں - اگر اتنی تھوڑی رقم آپ رکھیں گے تو میرے خیال میں ۵۰ سال میں بھی آپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے - ھمیں نچلے اور اونچے درجے کے فرق کو جلد از جلد اور تیزی سے کم کرنا چاھئے -

جناب سپیکر - اب میں ریلوے کی ایڈمنسٹریشن کے متعلق عرض کروں گا - اگرچہ یہ ایک بزنس ادارہ ھے اور اسکی ایڈمنسٹریشن کافی اچھی ھے رشوت ستانی بھی عام ھے - ریلوے کے سٹیشنوں پر ویگنوں کو بک کرانے کا چارج ھوتا ھے اور یہ باقاعدہ سٹیٹ چارج ھوتا ھے اور لوگوں سے کھلم کھلا چارج کیا جاتا ھے - بہرحال اس کا زیادہ تر تعلق تو ھماری اخلاقی ذمہ داری ھے - شائد اب بھی کوئی قدم اس سلسلے میں اٹھا سکتے ھیں اور ھمیں اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دینی چاھئے -

مسٹر سپیکر—ایک منٹ باقی ھے -

خان اجون خان جلون—جناب سپیکر - دو منٹ وقت دے دیں -

جناب سپیکر۔ ریلوے کے افسران میں جذبہ ہمدردی نہیں ہے ۔ یعنی مفقود ہے ۔

میجر سلطان احمد خان۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ معزز ممبر کس قسم کے اخلاق کو بلند کرنا چاہتے ہیں ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

خان اجون خان جدون۔ میں اخلاق کی بلندی کی تنقید صرف ریلوے کے ملازمین پر ہی نہیں کر رہا بلکہ اپنے آپ پر بھی کر رہا ہوں ۔ آپ پر بھی کر رہا ہوں اور اپنے عوام پر بھی کر رہا ہوں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم رشوت نہ دیں وہ کیوں رشوت لیں ۔ ہم اپنی ضرورت کے تحت ان کو رشوت دیتے ہیں لیکن ہم یہ زیادتی کرتے ہیں۔ ان کو مجبور کرتے ہیں ۔ آپ کو چاہئے کہ آپ ان کو رشوت لینے سے روکیں ۔

جناب سپیکر ۔ میرا پوائنٹ درمیان میں رہ گیا ہے کیونکہ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھا لیا ۔ جناب والا ۔ جذبہ ہمدردی کا پوائنٹ جو خاص کر ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو ریلوے کے ملازمین مر جاتے ہیں یا پنشن پر چلے جاتے ہیں بلکہ جو ڈیوٹی پر مر جاتے ہیں یا ویسے مر جاتے ہیں ۔ ان کو کئی سالوں تک ان کے حقوق نہیں ملتے ۔ ریلوے ایڈمنسٹریشن والے ان کے لواحقین کو اتنا رلاتے ہیں جس سے وہ بچارے تنگ آ جاتے ہیں ۔ میرے خیال میں ان کے پاس کافی کیس پینڈنگ ہوں گے اگر آپ ان کا جائزہ لیں تو آپ حیران ہوں گے ۔ میر جعفر خان کا کیس آپ کے سامنے ہے ۔ ۱۹۶۱ میں وہ کوٹری سٹیشن پر مرا ۱۹۶۴ تک انہوں نے پولیس سے ایف ۔ آئی ۔ آر تک حاصل نہیں کی کہ کس کے خلاف کارروائی کرنی ہے یا کس کی ذمہ داری ہے ۔ اور پھر جب چیک جاری ہوا وہ سول جج کوٹری کے نام بھیج دیا حالانکہ وہ صوابی کا رہنے والا ہے ۔ آٹھ بچوں کے ساتھ اس کی بیوہ کیسے گذارہ کر سکتی ہے ۔

آپ اس کی طرف خصوصی توجہ دیں ۔ جناب والا ۔ جو لوگ پنشن پر جاتے ہیں ۔ یا جو لوگ مر جاتے ہیں ان کے کیس جلد از جلد decide ہونے چاہئیں ۔ آپ ان کیسوں کے متعلق میعاد مقرر کریں کہ دو مہینے میں تین مہینے میں یا چھ مہینے میں ختم ہو گا تا کہ لوگوں کو پتہ ہو کہ اتنی میعاد میں کیس کا فیصلہ ہو جائیگا ۔ (اس مرحلے پر چودھری عبدالرحیم تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے)

مسٹر سپیکر۔۔میں ہاؤس کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ مجارٹی پارٹی کی طرف سے جو لسٹ دی گئی تھی اس میں ابھی ۲۳ سپیکر باقی ہیں ۔ اور اپوزیشن کی طرف سے ابھی ۴ باقی ہیں ۔ اگر ہاؤس کا یہ خیال ہو تو سیکنڈ سٹنگ کر لیں ۔ آدھ گھنٹہ فاضل وزیر ریلوے بھی لیں گے ۔ اگر آپکا خیال ہو کہ سیکنڈ سٹنگ کر لی جائے تہ well and good

خواجہ محمد صفدر۔۔جناب والا ۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے قبل از دوپہر ہمارے سپیکر پورے ہو جائیں گے ۔

Mr Speaker : Yes, that is true.

مسٹر حمیداللہ خان۔۔ جناب والا لسٹ کس نے دی ہے ۔

مسٹر سپیکر۔۔بحکم آپ کے لیڈر کے جائنٹ سیکرٹری نے لسٹ دی ہے ۔

بیگم جہاں آرا شاہنواز۔۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ بجٹ کے موقع پر تقریر کے لئے چند منٹ دے کر اتنے مقررین سے تقریریں کروانا اسمبلی کو ڈسٹرکٹ بورڈ بنا دینا ہے ۔ ہم دن بدن معیار میں گرتے چلے جا رہے ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔۔بیگم صاحب اگر فاضل ممبر بولنا چاہیں this is upto them and this is up to their leader.

بیگم جہاں آرا شاہنواز۔یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ آپ پارٹیز کو مشورہ دیں کہ وہ selected سپیکر کو بجٹ پر بولنے کی اجازت دیں ۔ (مداخلت)

مسٹر سپیکر۔آپ تشریف رکھیں ۔

خان اجون خان جدون۔selected سے کیا مراد ہے ۔ کیا ہر ایک آدمی اپنے خیالات کا اظہار نہ کرے ۔ ۔ ۔ ۔

سید احمد سعید کرمانی۔جناب والا ۔ یہ ایک سازش ہے اور یہ لوگ چودھری عبدالرحیم صاحب کو تقریر کرنے سے محروم کرنا چاہتے ہیں ۔

Mr. Speaker : Rest assured he will be heard.

مسٹر عبدالرازق خان۔میں محترمہ بیگم شاہنواز صاحب کے ان الفاظ کے خلاف پر زور احتجاج کرتا ہوں جو انہوں نے اس معزز ایوان کے معزز ممبران کے متعلق کہے ہیں کہ ان کی تقریریں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبران کی تقریروں سے گھٹیا ہیں وہ اپنے آپ کو اتنا اونچا سمجھتی ہیں اور وہ اس لئے تقریر نہیں کرنا چاہتیں ۔ میں حضور والا یہ درخواست کرتا ہوں کہ محترمہ بیگم جیسی ایک پارلیمنٹرین کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا نہایت غیر موزوں ہے ۔ آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں ۔

On a question of personal Explanation بیگم جہاں آرا شاہنواز۔ Sir, ۔ صدر محترم ۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں اس چیز کو ضرور دھرانا چاہتی ہوں ۔ میں نے آپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر اور اعلیٰ تصور نہیں کیا ۔ اس کے متعلق صرف لاہور شہر ہی نہیں ۔ بلکہ آپ کا سارا صوبہ جانتا ہے ۔ کہ میں نے اپنے آپ کو کبھی کسی سے اعلیٰ تصور نہیں کیا بات صرف یہ ہے ۔ کہ

بجٹ ھی ایک ایسا موقع ھے جب اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اور اس کے حسن و قبح پر خاص تقریریں کی جا سکتی ھیں ۔ تو پارٹیاں چند ممبران سے تقریریں کراتی ھیں ۔ اب یہ میری پارلیمانی زندگی کا پچیسواں سال ھے ۔

Mr. Speaker: No more speeches. The member may please take her seat.

Sardar Muhammad Hussain: Point of order.

جناب والا ۔ میں یہ معلوم کرنا چاھتا ھوں ۔ کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ؟

Mr. Speaker: It is upto the House. If the Members as desire we will have a second sitting.

مسٹر عبدالرازق خان۔۔جناب والا ۔ میں نے جو احتجاج کیا ھے اس کا آپ نے کیا فیصلہ کیا ؟

Mr. Speaker: First let me decide whether we should have a second sitting. Should we have the second sitting?

(Voices: Yes, No.)

مسٹر سپیکر۔۔ملک صاحب۔اس وقت Majority Party کی فہرست کے مطابق ۲۳ ممبران تقاریر کرنا چاھتے ھیں ۔ چنانچہ اس محدود وقت میں یہ تمام ممبران تقریریں نہ کر سکیں گے ۔ میں نے suggest کیا تھا کہ اگر ممبران کی یہ رائے ھو تو ھم second sitting کر لیں ۔ بہتر یہ ھو گا کہ آپ قائد ایوان اور اپنی پارٹی سے مشورہ کر لیں ۔

وزیر زراعت و خوراک۔۔میں ابھی بات کر لیتا ھوں جناب ۔

Mr. Speaker: The Minister may kindly let me know after 15 minutes.

چودھری عبدالرحیم (سیالکوٹ ۔ ۴)۔جناب والا ۔ جہاں تک

Development یعنی ترقی کا تعلق ہے ۔ میں وزیر متعلقہ اور افسران متعلقہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ لیکن جہاں تک Administration کا تعلق ہے ۔ اس میں مزید اصلاح کی ضرورت ہے ۔

حضور والا ۔ نوابزادہ افتخار احمد خان صاحب نے فرمایا ہے ۔ کہ اس محکمے میں بہت سے seandle ہیں ۔ جن کی طرف حکومت کو توجہ دینی چاہئیے ۔ ان میں سے ایک کا میں بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ یعنی vegetable گھی لائلپور کی siding پر جو مٹی ڈالی گئی تھی ۔ اس کا estimate میں کہیں ذکر تک نہیں ۔ اور اس کی جو اصل لاگت تھی ۔ اس سے کئی گنا زیادہ وصول کیا گیا ہے ۔

اسی طرح Crescent Mills کی جو siding نکالی گئی ہے ۔ پہلے اس کا اندازہ آٹھ لاکھ روپے تھا ۔ لیکن جو estimate بعد میں بنایا گیا اس میں پانچ لاکھ روپے دکھایا گیا ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں جو سلیپر ڈالے گئے گئے ہیں ۔ ان کی قیمت بیس پچیس روپے فی سلیپر تھی ۔ لیکن وہ دو روپے پچاس پیسے فی سلیپر لگائی گئی ہے ۔ یہ ان کو بد دیانتی کی طرف لے جانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ اس کا estimate آٹھ لاکھ کی بجائے پانچ لاکھ روپے ہو گا ۔ اور اس میں سے تین لاکھ روپے ٹھیکیدار اور وہاں کے افسران کی نذر ہو گئے ۔

حضور والا ۔ watch and ward میں اس قدر چوری ہے کہ اس کا کوئی شمار نہیں ۔ در اصل یہ عملہ خود چوری کرواتا ہے ۔ اس میں جوئے کی بیماری اس قدر ہے کہ وہ لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر جوا کھیلتے ہیں ۔ جو لوگ جوئے میں ہار جاتے ہیں ۔ وہ ریلوے کا سامان اتار کر جوئے میں ہارتے رہتے ہیں ۔ اس طرح بجائے اس کے کہ وہ ریلوے کے سامان کی حفاظت کریں ۔ وہ ریلوے کے سامان کو نقصان پہنچاتے

کا موجب ہوتے ہیں ۔ میں اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ۔

یہاں ورکشاپ میں ایک watchman نے ایک چور پکڑا ۔ اور اس وقت پکڑا جب کہ وہ لوہے کا مال چوری کر رہا تھا ۔ جب اس کا چالان ہوا تو اس پر دباؤ ڈالا گیا تاکہ اس کے متعلق پرچے کی نوبت نہ آئے ۔ وہ بیچارہ ایک غریب سپاہی تھا ۔ جب وہ نہ مانا تو اسے threaten کیا گیا ۔ لیکن جب وہ اس پر بھی نہ مانا ۔ تو وہ پرچہ جو اس واقعہ کے متعلق ہوا ۔ اس کے بعد یہ کوشش کی گئی کہ Anti Corruption کے ساتھ مل کر اسے روپیہ دیا جائے ۔ لیکن وہ یہ بھی نہ مانا ۔ آخر کار ایک دن Anti Corruption کے ساتھ مل کر اسے ایک ہوٹل میں بلا کر زبردستی روپیہ دینے کی کوشش کی گئی اور اس کا چالان کرا دیا گیا ۔ ۔ جس کی وجہ سے وہ دو تین ماہ حوالات میں رہا ۔ اس سے آپ اندازہ فرمائیے کہ ریلوے کے محکمے کی کیا حالت ہے ۔ جب ایک شخص چور پکڑتا ہے تو اسے مجبور کیا جاتا ہے کہ تم انکار کر دو کہ وہ ملزم نہیں ۔ چنانچہ اس ملزم کو بچانے کے لئے ایک شخص کو جیل میں ڈالا گیا ۔ لہذا میری گذارش ہے ۔ کہ اس کی انکوائری کرائی جائے ۔ اگر یہی حالت رہی کہ جو شخص چور پکڑے گا اسے جیل میں ڈالا جائے گا ۔ اور چور کو سزا نہیں ہوگی ۔ بلکہ اس سے دیانت دار ملازم کی حوصلہ شکنی ہو گی ۔ ان حالات میں میرے خیال میں ریلوے کے مال کی کوئی حفاظت نہیں کریگا ۔ میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک اور تشویش ناک صورت ہے ۔

جناب عالی ۔ Loading کے متعلق جیسا کہ ابھی چودھری صاحب نے فرمایا ہے ۔ اگر انتظامی معاملات پر کنٹرول کیا جائے تو آپ کی موجودہ آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہو سکتا ہے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے ۔

کہ آپنے اس طرف کبھی دھیان نہیں دیا ۔ یہ عام مشاھدے کی بات ھے ۔ کہ اگر ایک ویگن کراچی سے بک ھوتا ھے تو اسے تین چار دن میں لاھور پہنچنا چاھئے ۔ لیکن موجودہ حالات میں وہ بائیس دن میں پہنچتا ھے ۔ اسی طرح اگر کوئلے کا ایکویگن کوئٹے سے بک ھو تو اسے تین دن میں لاھور پہنچنا چاھئیے لیکن وہ ایک ماہ میں پہنچتا ھے۔ اگر وہ وقت پر پہنچے اور وقت پر اس میں سے مال اتارا جائے ۔ تو وہ دوبارہ کام پر لگایا جا سکتا ھے ۔ اور اس طرح زیادہ آمدنی ھو سکتی ھے ۔ آج کل ھوتایہ ھے کہ جب تک ویگن میں مال ڈال کر مالک خود اس کے پیچھے پیچھے نہ بھاگے ۔ تب تک وہ مال اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچتا ۔ اسے جہاں بھی کھڑا کیا جاتا ھے ۔ وھاں اس کے مالک کو بیس تیس روپے دینا پڑتے ھیں ۔ تب کہیں وہ آگے چلنے کے قابل ھوتا ھے ۔ اس طرح ریلوے کو بڑا نقصان ھو رھا ھے ۔ میں سمجھتا ھوں ۔ اگر دو جگہوں پر کنٹرول کر لیا جائے ۔ یعنی ایک ویگنوں پر ۔ تاکہ وہ حقیقت پر پہنچیں ۔ اور دوسرے watch and ward پر تاکہ وہ ریلوے کے مال کی صحیح طور پر حفاظت کریں ۔ تو میرے خیال میں اس محکمے کا منافع موجودہ منافع سے ساٹھ فیصد بڑھ سکتا ھے ۔

جناب والا ۔ آپ نے جو کرائے میں اضافہ کیا ھے ۔ اس سے آپ نے نہ تو حکومت کی خیر خواھی کی ھے ۔ اور نہ ھی محکمہ ریلوے کی ۔ اس سے گورنمنٹ کو نفع کی بجائے نقصان ھو گا ۔ وجہ یہ ھے کہ کرائے میں اضافے کی وجہ سے تیسرے درجے کے مسافر ریل گاڑی میں سفر نہ کریں گے ۔ ان کے لئے لاری کا سفر زیادہ سستا اور زیادہ با سہولت ھے ۔ اس لئے وہ ریل گاڑی میں سفر کرنے کی بجائے لاری کے سفر کو ترجیح دینگے ۔

رھا فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کا معاملہ تو ان میں امیر آدمی سفر کرتے ھیں ۔ ان کے علاوہ افسران ھیں ۔ ان کو البتہ ضرور فائدہ ھو

گا ۔ چونکہ ان کی تنخواہیں بڑھ گئی ہیں ۔ اس لئے ان کے T.A بھی ضرور جائینگے ۔ اس لحاظ سے وہ افسران جو فرسٹ کلاس کا ۱ ۲/۳ یا ۱ ۱/۲ حاصل کرتے ہیں ان کو ضرور فائدہ پہنچا ہے ۔ دراصل نہ ریلوے کو فائدہ ہوا ہے اور نہ ہی عوام کو اس لئے میرے نزدیک اس سے آپ کی نیک نامی کی بجائے بدنامی ہوئی ہے ۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ اگر آپ نے کرایہ بڑھانا ہی ہے تو فرسٹ کلاس کا بڑھا لیجئے ۔ اور اگر آپ نے قوم کو کوئی relief دینا ہے یا امداد کرنا ہے تو وہ تھرڈ کلاس والوں کی کیجئے ۔ کیونکہ دراصل نقصان تھرڈ کلاس والوں کو ہوا ہے ۔ اور اس کا زیادہ بوجھ غریب عوام پر پڑا ہے ۔ جو کہ گورنمنٹ کے لئے باعث فخر ہونے کے باعث ندامت ہے ۔

حضور والا ۔ میں یہ عرض کرونگا کہ نارووال کے لوگوں کے لئے سٹیشن پر جو پنکھے لگے ہوئے ہیں ان کا سٹیشن ماسٹر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ بلکہ بجلی کے محکمہ کے انسپکٹر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں ۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں سٹیشن ماسٹر صاحب کے کمرہ میں گیا ۔ وہاں کوئی پنکھا نہیں تھا ۔ میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرا بجلی والوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے اس لئے وہ میرا پنکھا اتار کر لے گئے ہیں ۔ بات یہ تھی وہ یہ کہتے تھے کہ میں یہ لکھ دوں کہ ایک کی بجائے دس بلب فیوز ہوگئے ہیں ۔ میں نے لکھ کر نہیں دیا ۔ انہوں نے پنکھا خراب کر دیا ۔ جب میں نے پوچھا کہ کب درست ہوگا تو کہا کہ چھ مہینے میں درست ہوگا ۔ یہ ہے اس محکمہ کی کارکردگی اس سے آپ اندازہ لگا لیں ۔

چودھری محمد ابراہیم ۔۔جو کچھ چودھری صاحب نے فرمایا ہے

میں اس کی تصدیق کرتا ہوں ۔

چودھری عبدالرحیم—میں تو سمجھتا ہوں کہ باقی دوسرے محکموں کی طرح محکمہ ریلوے کے اہل کار بھی رشوت وغیرہ کھانے پر لگے ہوئے ہیں حالانکہ یہی وہ محکمہ ہے جس سے عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے ۔ اس لئے میں یہ گذارش کرونگا کہ ان کے لئے اینٹی کرپشن یا کوئی ایسی پولیس چھوڑ دی جائے جو ان کی بالکل خفیہ طور پر انکوائری کرے اور اس کی اطلاع براہ راست آپ تک پہنچے ۔ نیچے سے اوپر تک کسی افسر سے یا اہلکار سے پوچھیں وہ یہی کہیگا کہ بھئی ہم تو اوپر والوں کی بات مانتے ہیں ان کو بھی حصہ دینا ہوتا ہے کیا کریں ۔ تنخواہ کا حصہ نہیں کسی اور کام کا حصہ نہیں ۔ ''خدا کے فضل کا حصہ'' ہے ۔

ایسے لوگوں کی براہ راست رپورٹ ہونی چاہئے ۔ ایک ریلوے افسر سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ آپ کے منسٹر صاحب بہت شریف ہیں ۔ میں نے کہا جی ہاں شریف ہیں ۔ پھر کہا کہ بڑے نیک ہیں ۔ میں نے کہا جی ہاں نیک ہیں پھر کہنے لگے تمام باتیں درست ہیں ۔ لیکن ہم صم بکم ہیں ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک طرف تو ایسے لوگ محکمہ کو کھاتے ہیں اور دوسری طرف گورنمنٹ اور منسٹروں کو بدنام کرتے ہیں ۔ سختی کی ضرورت ہے ۔

مولانا غلام غوث (ہزارہ — م) —جناب سپیکر ۔ اگر جناب ریلوے منسٹر جنیجو صاحب ہمارے سامنے نہ ہوتے تو اچھا ہوتا کیونکہ تھوڑی سی ان کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے ۔ مگر اس بجٹ کی تعریف نہیں کی جا سکتی ۔ بجٹ میں اس بات کا ذکر ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو ۵ کروڑ روپیہ دے گی ۔ اور اس

کے علاوہ اس نے ۵۰ لاکھ روپیہ بیرونی ملکوں کو بیرونی روپیہ میں بطور سود دینا ہے ۔ اتنے بڑے تجارتی ادارہ کو اس روپیہ پر ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ سود دینا ہے جو آپ کا کاروبار چلاتا ہے ۔ تو کیا وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہے اور صرف سود پر روپیہ لے کر کاروبار چلارہا ہے ۔ پھر مرکزی حکومت کو صوبائی حکومت سود دے یا لے۔ اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے ۔ یہ لوگ محض انگریزوں کے طریقہ پر مکھی پر مکھی مارتے چلے جا رہے ہیں ۔ یہ صحیح طریق کار نہیں اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت بڑی بحث یہ ہے کہ ریلوے کے کرائیوں میں اضافہ ہوا ہے ۔ اس سلسلہ میں دوستوں نے زیادہ تر مخالفت کی ہے ۔ مخالفت کی وجہ بھی ہے بعض نے فی سبیل اللہ کی ہے اور بعض نے خود غرضی کے تحت تنقید کی ہے ۔ جس کو میں فی سبیل اللہ نہیں بلکہ فی سبیل الشیطان کہوں گا ۔ جو بات قابل تنقید ہے وہ یہی ہے کہ کرایوں میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آمدنی کچھ کم تھی اور ضروریات زیادہ تھیں اور انہیں پورا کرنا تھا تو سنجیدگی سے اس پر غور کیا جاسکتا تھا ۔ اس کے لئے بہت سے ذرائع نکل سکتے تھے ۔ اور کھاٹا پورا کیا جا سکتا تھا ۔ اس کے لئے سب سے پہلے یہ کرنا چاہئے تھا کہ بڑے بڑے ریلوے کے افسران کی میٹنگ ہوتی اور وہ رضاکارانہ طور پر اپنی تنخواہیں کم کرتے ۔ دوسری بات یہ ہوتی کہ ایسے طریقے سوچے جاتے جن سے ریلوے کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ۔ مثلاً۔ پشاور سے صبح کے وقت کوئی تیز رفتار گاڑی نہیں آتی ۔ تیزگام پنڈی سے ۸ بجے چلتی ہے ۔ اگر پشاور سے چلائی جائے تو پشاور سے دن بھر کی سواریاں جو پنڈی تا لاہور پہنچنا چاہتی ہیں اس پر سوار ہو کر آتیں اگر اس پر سوچا ہوتا اور حویلیاں سے اور ہزارہ سے جو لوگ پشاور کو جاتے ہیں اور کوہاٹ کو جاتے ہیں ان لوگوں کے لئے اس گاڑی میں برانچ لائین پر پشاور کے ڈبے لگا دئے جائیں اور وہ ڈبے ٹیکسلا میں کٹ کر ان کو پشاور لے جائیں تو یقیناً بسوں کی بجائے لوگ ریلوے

میں سفر کرتےاور اسے زیادہ مفید سمجھتے ۔ نیز رات کو آرام سے سفر کرتے اور صبح سویرے پشاور میں ہوتے ۔ اور یہ ریل کی آمدنی میں اضافہ کا بڑا سبب ہوتا ۔ اس کے علاوہ کچھ زائد ریلیں پہنچائی جاتیں یا چھوٹی لائینوں کو بڑی لائینوں میں تبدیل کیا جاتا ۔ جیسا کہ میرے دوست منور خاں نے فرمایا ہے اس کی نشاندھی میں بھی کرتا ہوں ۔ مثلاً ایبٹآباد حویلیاں سے (وزیر صاحب ریلوے اگر توجہ دیں تو بہتر ہو گا) اگر مانسہرہ تک ۲۵ میل لائن بچھا دی جائے تو یقیناً کاغان ۔ بالا کوٹ ۔ اگرور اور جیوڑی کے جنگلات کی لکڑیاں کروڑوں روپوں کی تعداد میں آتی ہیں حویلیاں میں جمع ہو کر ٹرکوں کے ذریعہ سے آتی ہیں ۔ اگر یہ ۲۵ میل لائن بچھا دیتے تو عوام کو بھی فائدہ ہوتا اور ریلوے کو بھی فائدہ ہوتا اور یہ کروڑوں روپے کی لکڑیاں ریلوے کے ذریعہ آسانی سے آتیں ۔ اور اس طرح آپ کو عوام پر کرایہ زیادہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔

جناب سپیکر۔اگر آپ کو کرایہ زیادہ ہی کرنا تھاتو فسٹ کلاس میں جو شہزادے سفر کرتے ہیں ۔ اُن کا کرایہ دگنا کر دینا چاہئے تھا ۔ بجائے زیادہ کرنے کے دگنا کر دیتے وہ ایک ہزار کی بجائے دو ہزار دے سکتے تھے ان کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی ۔ وہ تو شہزادہ قسم کے لوگ ہوتے ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی توجہ اس طرف تو ہے کہ کرایہ زیادہ کئے جائیں مگر زیادہ ضرورت اس چیز کی ہے کہ دیانتداری کے ساتھ کام سکھلایا جائے ۔

اس میں شک نہیں ہے کہ ریلوے کا سٹاف دوسرے محکمہ کی نسبت زیادہ شریف ہے ۔ اس کو ماننا پڑے گا ۔ وہ ہمارے دوست شریف صاحب نہیں ہیں میں تو اُن کے لغوی معنی استعمال کر رہا ہوں ۔ لیکن جہاں ہوا میں مسموم ہوا بھی ہوتی ہے اس سے وہ بچ

نہیں سکتے ۔ اور وہاں بھی خامیاں ہیں جن کی نشان دھی کے لئے شاید وقت مساعدت نہ کرے ۔

ایک اور بات عرض کروں گا کہ جب تھرڈ کلاس کے مسافروں کے کرایہ میں اضافہ کر رہے ہیں ان بچاروں کی تکلیف ٹکٹ خریدنے سے شروع ہوتی ہے ٹکٹ خریدتے ان کو لائین باندھنی پڑتی ہے ۔ کیونکہ آپ نے بورڈ لگایا ہوا ہے کہ قطار بناؤ ۔ کیا کبھی آپ خود قطار میں کھڑے ہوئے ہیں ۔ میرا خیال ہے اگر موقع ہو تو آپ کبھی قطار میں کھڑے نہیں ہونگے ۔ ایک طرف تو آپ ان کی زندگی کے معیار کو بلند کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف عزت نفس کے خلاف ان کے جذبات قطار بنا کر کچلتے ہیں ۔ تو آپ ہر وقت ٹکٹ دینے کا انتظام کیوں نہیں کرتے ۔ جیسا کہ کئی جگہ بورڈ لگا ہوتا ہے کہ ٹکٹ گھر ۲۴ گھنٹے کھلا رہتا ہے ۔ آپ یہ بھیڑ ختم کریں ۔ ٹکٹ لینے کے بعد ان کو قلی ٹکر جاتے ہیں ۔ پہلے مرحلہ پر وہ دو روپیہ پھر ڈیڑھ روپیہ اور پھر ایک پر آتا ہے بارہ آنے سے کم پر وہ سامان نہیں اٹھاتا ۔ آپ ہزار بار چار آنے کا اشتہار لگائے رکھیں ۔ پھر وہ گاڑی پر سوار نہیں ہو سکتا ۔ دھکم دھکا میں وہ بیچارا مارا جاتا ہے ۔ اور عورتوں کا تو برا حال ہوتا ہے اگر کسی طرح وہ گاڑی پر چڑھ جائے تو پھر اترنے والوں سے مزاحمت ہوتی ہے ۔ اگر گاڑی میں چڑ جائے تو جگہ نہیں ملتی ۔ تو جناب سپیکر میں یہ عرض کروں گا کہ اس سے زیادہ افسوس ناک خلاف قانون اور خلاف اخلاق کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ ہم ٹکٹ تو دیں لیکن جگہ نہ دے سکیں ۔

یہ کیا کہ ہم کرایہ وصول کریں ان کو سوار نہ کرا سکیں اور وجہ نہیں کہ ہم ان کو جگہ نہ دیں آج تک ریلوے اس انتظام میں قاصر رہی ہے اگرچہ اس میں بعض مسافروں کو بھی دخل ہے بعض مسافر ایسے

ہوتے ہیں کہ وہ کاریہ کی پتلون پہن کر آ جاتے ہیں اور پانچ آدمیوں کی جگہ گھیر کر لیٹ جاتے ہیں دیہاتی بیچارے نہیں سمجھتے کہ اس پتلون میں انسان ہے یا کون ہے ۔ ٹی ۔ ٹی آتا ہے یہ ٹکٹ دکھا دیتے ہیں اور وہ بھی نہیں کہتا کہ دو شریف آدمی کھڑے ہیں تم اٹھ جاؤ تا کہ یہ بھی بیٹھ جائیں ۔ بہر کیف یہ ٹکٹ دیکھکر چلا جاتا ہے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ بیٹھنے میں بھی دقت ہوتی ہے اور جب منزل مقصود پر پہنچتے ہیں تو لوگوں کو اترنے میں بھی دقت ہوتی ہے خاصکر عورتیں مردوں کے ڈبوں میں گھس آتی ہیں تو مرد ان کو رعایت دیتے ہیں اور وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر یہ خود ہی دھکے کھاتی ہیں اگر علیحدہ ان کے لئے ڈبوں کا انتظام ہو تو یہ صورت نہ پیدا ہو یہ ریلوے کا فرض ہے کہ وہ پابندی عائد کرے کہ وہ مردوں کے ڈبے میں نہ جائیں تاکہ دھکے نہ کھا سکیں ۔ اگر آپ واقعی اسی قدر فیاض ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے ڈبوں میں اجازت دیتے ہیں اور مرد اور عورتوں کے ریلوے ڈبے مخلوط چاہتے ہیں (میری مراد اس سے یہ نہیں ہے کہ اس وقت میں آپکو اخلاق سکھا رہا ہوں یا جس کے متعلق آج کہا جا رہا ہے کہ مخلوط تعلیم کرو ۔ ورائٹی شو کرو یہ کرو اور وہ کرو اس وقت میں یہ سب نہیں بیان کرنا چاہتا) میں تو یہ کہتا ہوں کہ عورتوں کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے پھر اسی میں بھکاری بھی گھس رہے ہیں اور ان سے کوئی کہنے والا نہیں کہ یہاں بھیک مانگنے نہ آؤ ۔ کسی کو کوئی پرواہ نہیں تو اس طرح لوگوں کے اخلاق تباہ ہو رہے ہیں اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ ریلوے کو ایسا انتظام کرنا چاہئے کہ جس سے لوگوں کے دلوں سے یہ خیال ہی جاتا رہے کہ ہم سوار ہو جائیں اور دوسرا نہ سوار ہو ۔ پھر ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میں پہلے چڑھوں اور دوسرا نہ چڑھے پھر ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ مجھے پہلے جگہ ملے اور دوسرے کو نہ ملے اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میں لیٹ جاؤں اور دوسرا نہ لیٹے اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ

ٹکٹ تو دیتے ھیں لیکن جگہ نہیں دیتے تو سب سے آپ ریلوے انتظام میں تبدیلی کریں آپ ٹکٹ دیں تو جگہ بھی ضرور دیں اور یہ آپکا اخلاقی فریضہ ھے بہت سے بہت آپ یہی کہیں گے کہ ٹکٹ واپس کر دو ھم ٹکٹ واپس لے لیں گے لیکن ایک سوال ھے کہ فرض کیجئے کہ کسی شخص کو کسی مقدمہ میں کہیں جانا ھے اگر وہ نہیں جاتا ھے تو اس کا نقصان ھوتا ھے ڈگری ھوئی جاتی ھے اگر آپ کا کوئی موقع ایسا آ جائے تو کیا آپ اس موقع کو چھوڑ دیں گے کبھی نہ چھوڑیں گے اور ضرور جائیں گے یا ایک شخص ھے کہ اس کا ماں یا باپ مر گیا ھے اس کو بھی ضرور وھاں پہنچنا ھے لیکن آپ اسکو ریزولیوشن نہیں دیتے آپ اس کے لئے سیٹ نہیں رزرو کرتے - ابھی کراچی میں میں اور مفتی محمود صاحب ھوائی جہاز سے اترے اور سیٹ رزرو کرانا چاھتے تھے لیکن سات دن تک رزرو نہیں ھو سکی اور برابر انکار کیا کہ سیٹیں نہیں ھیں لیکن بعد میں معلوم ھوا کہ سیٹیں خالی چلیں گئیں تو سب سے زیادہ توجہ آپکو عوام کی تکلیف کو دور کرنیکی طرف دینا چاھئے اور پھر اخراجات کو کم کرنے کی ایک اور صورت بھی ھے کہ آپ ڈبے اور انجن باھر سے منگانے پر ۱۳ کروڑ روپیہ خرچ کرتے ھیں یہ ۱۳ کروڑ روپیہ لگا کر آپ یہیں ڈبے اور انجن بنانے کا کارخانہ کیوں نہیں کھولتے اور خود کفیل کیوں نہیں بنتے - جو ملک غذا میں مواصلات میں اور اسلحہ میں خود کفیل نہیں اس کی دنیا میں کوئی ساکھ قائم نہیں ھو سکتی جو ملک ھم کو اسلحہ دیتے ھیں اگر وہ آج اسلحہ دینا بند کر دیں یا ھمارے ھاتھ اسلحہ بیچنا بند کر دیں تو ھم کیا کریں گے - اس ملک میں آپ کے یہاں ورکشاپ موجود ھیں آپ بنا سکتے ھیں لوھا منگا سکتے ھیں اس کا انتظام کر سکتے ھیں آخر آپ کو ایسی کیا پڑی ھے کہ آپ کروڑوں روپے کا بجٹ پیش کر رھے ھیں لیکن ۱۳ کروڑ روپیہ صرف کر کے آپ باھر ملکوں سے انجن اور ریل کے ڈبے منگاتے ھیں -

جناب سپیکر ۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے جناب یعقوب شاہ صاحب ریلوے وزیر تھے بڑے سنجیدہ تھے (رفتگان کی برائی نہیں کرنا چاہئے) میں نے ان سے عرض کیا تھا کیا لاکھوں مسلمانوں کی نماز ریل میں خراب ہوتی ہے اس لئے کہ نماز کا کوئی خاص انتظام کسی سٹیشن پر نہیں ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ مولانا صاحب صرف دو منٹ ۔

مولانا غلام غوث ۔ تو جناب انہیں نے وعدہ کیا تھا لیکن وہ چلے گئے اور کچھ نہ کر سکے اس کے بعد محترم عبدالوحید خان صاحب سے بات چیت ہوئی وہ بھی چلے گئے کچھ کرتے تو یاد گار رہتی اور قیامت تک ان کو ثواب بھی ملتا اور اچھی طرف لگائے جاتے لیکن نہ کر سکے اب میں ان وزیر صاحب سے عرض کرونگا کہ آج اخبار میں آیا ہے کہ مشرقی پاکستان کے ریلوے پارلیمنٹری ۔یکرٹری صاحب نے یہ کہا ہے کہ حکومت سٹیشنوں میں مساجد تعمیر کرنے پر غور کر رہی ہے ۔ اس مسئلے کو آپ ضرور زیر نظر رکھیں یہ ایک مسلمان ملک ہے اور لاکھوں مسلمانوں کی نماز کا سوال ہے کسی ایک سٹیشن پر گاڑی ٹھہرائی جائے اور وہاں نماز پڑھی جا سکے ۔ آپ کے اس بجٹ میں لئے نئے سٹشن بنانے کا ذکر ہے انتظار گاہوں کا ذکر ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو نئی تعمیر کی جائینگی ور بہت سی مراعات آپ دینا چاہتے ہیں تو اس میں اگر آپ ایک مسجد کو بھی شامل کر لیں اور بعض بعض مقامات پر پانی کا انتظام کر لیں تو یہ مسلمانوں کے لئے شایان شان ہو جائیگا ۔

میاں معراج الدین (پارلیمنٹری سیکرٹری) ۔ جناب والا ۔ میں آپکی وساطت سے جناب ریلوے منسٹر صاحب اور متعلقہ حکام کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے میزانیہ پیش کرتے وقت مسافروں کی سہولتیں اور ریلوے ملازمین کی فلاح و بہبود اور ترقیاتی کاموں کی طرف خاص توجہ

دی ہے ۔ جناب والا ۔ ریلوے مسافروں کی سہولتوں کے لئے ریلوے سٹیشنوں پر تازہ پانی اور بجلی کے پنکھوں کا ہر جگہ انتظام اور جہاں Flush system نہیں تھا وہاں Flush system بھی جاری کیا ہے خاص طور پر جہاں shade نہیں تھے مسافروں کو سردی اور دھوپ سے بچانے کے لئے shade کا بھی انتظام کیا گیا ہے ۔ ملازمین کی سہولتوں کے لئے جیسا کہ پچھلے سال یہ عام شکایت تھی کہ ریلوے ملازمین جب بھی کسی حادثہ یا بیماری کا شکار ہوتے ہیں تو ان کو ہسپتالوں میں جگہ نہیں ملتی ہے اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے ریلوے ہسپتالوں اور ان میں بستروں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ پارٹیشن سے پہلے ایک ''بی،، کلاس Apprentice ٹریننگ سنٹر تھا جو کہ پاکستان بننے کے بعد بند کر دیا گیا تھا جب سے یہ محکمہ یعنی ریلوے پراونشل گورنمنٹ کے تحت آیا ہے اس وقت سے یہ ''بی،، کلاس Apprentice ٹریننگ سنٹر پھر قائم کر دیا گیا ہے تا کہ ریلوے ملازمین کے بچے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے اچھی ملازمت حاصل کر سکیں ۔ اس کے علاوہ مشرق اخبار میں ایک فیچر شائع ہوا ہے جس میں انہیں نے بتایا ہے کہ جس وقت ریلوے ملازمین چھٹی کرتے ہیں تو چھٹی کے وقفے میں ان کے لئے کوئی کھانے کی جگہ نہیں ہوتی اور انہیں نے جو تصویر شائع کی اس میں ایک مزدور کھانا کھاتا ہے اور ساتھ ایک کتا بھی بیٹھا ہے اس سلسلے میں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ریلوے منسٹر اور متعلقہ حکام نے اس چیز کا سدباب کرتے ہوئے علیحدہ علیحدہ چار کینٹین لوکو ۔ کیرج وغیرہ کھول دئیے اور اس کے لئے ایک رقم مخصوص کر دی اور یہاں اور کینٹین بھی بنانا شروع کر دئے ہیں جہاں امید ہے کہ سات سو آدمیوں کا انتظام ہو جائیگا ۔

جناب والا ۔ ریلوے ملازمین کے بچوں کے لئے پرائمری سکول کھولے گئے ہیں اور بعض پرائمری سکول upgrade بھی کر دئے گئے ہیں اور ریلوے

ملازمین کے بچوں کے لئے سکول اور کالجوں میں جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کا بھی انتظام کیا گیا ہے تا کہ ان کو آنے جانے کی تکلیف نہ ہو۔

اس کے علاوہ ریلوے ملازمین کے Pay scales جو رواج کئے گئے ہیں ان سے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو خاصی سہولت ملیگی اور خاص طور پر مزدور طبقہ کو۔ میں سمجھتا ہوں کہ Air condition اور فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کا کرایہ اور بڑھا دینا چاہئے تا کہ مزدوروں کی اور ترقی ہو جائے۔ اس کے بعد ریلوے کی ایک برانچ Goods side ہے اسکی آمدنی دوسری لائنوں سے میرے خیال میں زیادہ ہے۔

لیکن Railway goods کے جو کارک ہیں۔ ان کو کچھ تھوڑی سی مراعات اور دی جائیں۔ تقسیم سے پہلے ریلوے گڈز کارک اور اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کا گریڈ ایک ہی ہوتا تھا۔ تقسیم سے پہلے گریڈ I کا گریڈ چالیس اور ساٹھ تھا۔ اور اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کا بھی یہی گریڈ تھا۔ کلاس II کے کارکوں کے گریڈ پینسٹھ اور اسی تھے۔ اور اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر اور گڈز کلرک کے گریڈ ایک ہی تھے۔ اب اس کے بعد اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کا گریڈ تو بڑھا دیا گیا ہے لیکن نامعلوم کیوں ان کے گریڈ ابھی تک corsider نہیں کئے گئے ہیں۔ تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ ان کی rato پچیس اور پچھتر کے حساب سے کی جا چکی ہے۔ اس کے گریڈ کی ratio انچاس اور اکیاون کر دی جائے۔ تو صرف ۲۸۸ کارکوں کو گریڈ دینا پڑیگا۔ اور تیس سو تو پہلے ہی ہیں۔ اگر ان کو ایک سو پچھتر کی بجائے ایک سو چھتر کر دیا جائے تو صرف ایک روپے کا فرق پڑیگا۔ جس سے کل فرق ۱۸۶ روپے پڑیگا۔

اور سالانہ فرق کل ۳۴۷۶ روپے پڑیگا میرے خیال میں یہ فرق اتنا نہیں ہے - اور اس لئے ریلوے منسٹر صاحب اور دیگر متعلقہ افسران اس پر ضرور غور فرمائینگے - اسی طرح goods side کے جو قلی ہیں ان کو transit allowance ۳۷ پیسے ملتا ہے اور دوسروں کو ۶۲ پیسے ملتا ہے - وہ ۱۹۲۶ سے لیتے ہیں - اگر نمبر ۳۷ پیسے والوں کا الاؤنس ڈیڑھ روپیہ کر دیا جائے اور ۶۲ پیسے والوں کا اڑھائی روپے کر دیا جائے - تو اس سے سالانہ فرق کل ۱۳۵۶ روپے پڑیگا - تو میرے خیال میں یہ بھی اتنی رقم نہیں ہے - ان کو اس پر بھی ضرور غور کرنا چاہئے -

اس کے بعد میرے اپنے حلقۂ نیابت میں ایک علاقہ ہے - جس کے متعلق میں کچھ معروضات کرونگا - اور مجھے امید ہے - کہ اس پر ضرور غور فرمائینگے - ایک ریلوے کالونی ,,باجا لائین'' سے موسوم ہے - یہ تو خوشی کی بات ہے کہ نئے رہائشی کوارٹروں کے لئے رقم مختص کی گئی ہے - اور مجھے امید ہے کہ اس آبادی کی بھی مرمت کر دی جائیگی - لیکن ایک مسئلہ جو نہایت اہم ہے وہ ہے پینے کے پانی کا مسئلہ وہاں پر پانی کی ایک ٹینکی ہے جو کہ اچھا کام کر رہی ہے - اس کے ساتھ جو پائپ لائین attach ہے - وہ ۴۰-۴۱ء کی بچھی ہوئی ہے - اس میں خاص طور پر شام کے وقت اس آبادی کے جو لوگ ہیں - پانی حاصل کرنے کے لئے اس طرح لائین لگاتے ہیں - جیسے کہ خواجہ ناظم الدین کے زمانے میں راشن ڈپوؤں پر لوگ لائین لگایا کرتے تھے - بالکل اسی طرح وہاں لوگ پانی کے لئے لائین لگاتے ہیں - مجھے امید ہے کہ ان کی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے اس طرف ضرور غور فرمائینگے - اس کے

بعد ایک موریا پل اتنا تنگ ہے ۔ کہ صبح کے وقت تاجر لوگ، اور دفتروں کو جانے والے لوگ اور وہ بچے بچیاں جو سکولوں اور کالجوں کو جاتے ہیں اس کی وجہ سے اتنی بھیڑ ہو جاتی ہے ۔ کہ ٹریفک رک جاتا ہے ۔ بعض اوقات ایسے حادثات ہو جاتے ہیں ۔ کہ ان میں جانی نقصانات بھی ہو جاتے ہیں ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ اس پل کو چوڑا کیا جائے تاکہ اس آبادی کے لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں ۔ اور سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں کرسمس کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں ۔ اس وقت سے لے کر آج تک وہ چھٹیاں بدستور ہو رہی ہیں ۔ لیکن ان چھٹیوں کی وجہ سے مزدور طبقے کو نقصان ہو رہا ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ ان چھٹیوں میں باقی higher officers کو تو تنخواہ ملتی ہے ۔ لیکن مزدوروں کے طبقے کو ان چھٹیوں میں تنخواہ نہیں ملتی ۔ میں نے اس سلسلے میں ریلوے منسٹر سے بات کی تھی انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس پر غور فرمائینگے ۔ اس کے بعد عرض یہ ہے کہ یہ بات ماننے والی ہے ۔ کہ بعض محکموں میں black sheep ہوتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ اس محکمے میں بھی black sheep ہوں اس سلسلے میں عرض کرونگا کہ بعض ایسے افسران جو محکمے کی پالیسی کے خلاف ایسے آرڈر جاری کرتے ہیں ۔ جس سے مزدور طبقے کو نقصان پہنچنے کا امکان ہوتا ہے ۔ تو میں نے اس سلسلے میں بھی آج صبح وزیر صاحب سے بات کی تھی ۔ انہوں نے یقین دلایا ہے ۔ کہ وہ ایسے افسر کی تحقیقات کرائیں گے ۔ اور اس معاملے کو سلجھائینگے ۔ ان معروضات کے ساتھ میں اس بجٹ کی تائید کرتا ہوں ۔

سردار محمد حسین (لاهور - ۲)ــجناب سپیکر - بجٹ پر تقریر کرنے سے پیشتر میں مناسب سمجھتا ہوں - کہ معزز وزیر صاحب اور محکمہ ریلوے کو مبارکباد پیش کروں - کہ انہوں نے اس عظیم ذمہ داری کو بڑی اچھی طرح سے نبھایا ہے - خاص طور پر جب سے مرکزی حکومت نے گذشتہ دو تین برس ہوئے کہ یہ محکمہ صوبوں کے حوالے کیا ہے - اور انہوں نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ یہ ذمہ داری قبول کی ہے - اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرکز کی نسبت اب ہر جگہ پر انتظام اعلیٰ ہے - اس کے بعد میں یہ عرض کرونگا کہ یہ ریلوے کا جو بجٹ ہے - اس پر تنقید کرتے وقت یہ دیکھنا ہے کہ اس صوبے کی پچھتر فیصد آبادی غریب طبقے پر مشتمل ہے - تو غریب عوام کے لئے کیا کیا سہولتیں مہیا کی گئی ہیں - کیونکہ بجٹ ہمیشہ وہی اچھا ہوتا ہے - جس سے کہ عوام کی اکثریت فائدہ اٹھا سکے - تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ اس بجٹ میں عوام کی بہبود کے لئے پہلے کی نسبت کافی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں لیکن میں اب بھی اس سے مطمئن نہیں ہوں - لیکن اس بات کے حق میں بھی نہیں ہوں - کہ جیسے آپوزیشن پارٹی کی طرف سے بعض ایسی تقریریں اس بجٹ پر ہوئی ہیں - کہ جو ہوا کے گھوڑے چلاتے رہے ہیں - کہ گاڑیاں ایسی ہوں کہ تمام فسٹ کلاس بن جائے - اور یہ ہوائی جہاز کی طرح سے چلے - تنقید خلوص کے ساتھ ہونی چاہئے - ایک ممبر کی یہ بات سن کر تو مجھے حیرت ہوئی ہے کہ انگریز کے زمانے میں لوگوں کو زیادہ سہولت تھی - مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ اس زمانے میں اگر کوئی انگریز فسٹ کلاس کے ڈبے میں بیٹھا ہوتا تھا - تو ایک دیسی آدمی کو یہ جرات تک

نہ ہو سکتی تھی ۔ کہ وہ اس ڈبے کے قریب بھی جائے ۔ اور اس طرح جو دیسی یا پنجابی لوگ ہوتے تھے ۔ ان کی بڑی بے عزتی ہوتی تھی ۔ اب ہم آزاد ہوگئے ہیں ۔ اب ہمیں ایسی بات کرنی چاہئے اور ایسی تقاریر کرنی چاہئیں کہ اس ایوان کو سیاسی پلیٹ فارم نہ سمجھنا چاہئے ۔ اور اگر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی نیک کام بھی ہو ۔ تو اس کو بھی سیاسی رنگ دیں کم از کم میں اس کے حق میں نہیں ہوں ۔ ایوان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سب کام بڑے بڑے لوگوں کے لئے کیا گیا ہے ۔ یہ کام تو ان پہلے زمانے والی ناکام وزارتوں میں ہوا کرتا تھا ۔ چونکہ اب یہاں پر سب ہی متوسط طبقے کے لوگ ہیں ۔ اس لئے میں بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہاں جو تقریریں ہوئی ہیں ۔ ان کے مطابق چونکہ ہم گورنمنٹ کے ساتھ وابستہ ہیں ۔ اس سے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کوئی قومی کارنامہ نہیں کیا ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے تقسیم ملک سے پہلے انگریزوں کے ساتھ ٹکر بھی لی تھی ۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے تھوڑا سا گلہ بھی ہے کہ یہاں یہ جو ریلوے کے کرائے گویا کہ لگائے گئے ہیں یہاں ہاؤس میں تقریباً سب ممبران نے اعتراض کیا جو تھرڈ کلاس کے مسافر ہیں ان کے کرایوں میں اضافہ نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ ان کو سہولتیں زیادہ ہونی چاہئیں ۔ مثلاً تھرڈ کلاس کے ڈبوں میں میں عرض کرتا ہوں کہ جو بیٹھنے کی جگہ ہے وہ چھ چھ سات سات انچ ہوتی ہے تو اتنی تو ہونی چاہئے کہ کم از کم ایک آدمی تو بیٹھ سکے ۔ بیشک

گدے نہ بچھائیں لیکن سیٹیں چوڑی کی جائیں ۔ غسل خانوں میں پیشاب کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے ۔ اگر نلکہ کسی ڈبے میں ہو تو ایک گز دور ہوتا ہے وہاں کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ۔ اس لئے میں محترم وزیر کی خدمت میں گذارش کرونگا کہ تھرڈ کلاس کے ڈبوں کو ذرا اور چوڑا کیا جائے ۔ دوسری بات یہ ہے مولانا صاحب نے جو تقریر فرمائی میں اس سے متفق ہوں بلکہ میں نے پچھلے سال یعنی پچھلے سیشن میں مطالبہ کیا تھا کہ سٹیشنوں پر نماز پڑھنے کا کوئی انتظام ہونا چاہئے کیونکہ جو مسافر ریل میں سفر کرتے ہیں سب بے نماز نہیں ہوتے بلکہ اور مسجد نہ ہونے کی وجہ سے انہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ ہر ایک سٹیشن پر مسجد بنے اور پانی کی سہولت میسر ہونی چاہئے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ گاڑی میں بھی ایک مسجد بنے ۔ گاڑی میں ایک ایسا ڈبہ ہو جائے جس میں مسافر نماز پڑھ سکیں ۔ (آوازیں ہئیر ۔ ہئیر)

اس کے بعد جناب عالی میں اپنے علاقے کے متعلق کچھ عرض کروں گا کہ پتوکی ضلع لاہور کی ایک مشہور منڈی ہے ۔ وہ ایک قصبہ ہے وہاں ریلوے لائین کے دونوں طرف لوگ آباد ہیں ۔ وہاں ایک پل بنانا چاہئے تاکہ لوگ کراس کر سکیں اور اس کے علاوہ جناب والا ۔ عمان والا کنگن پور پاکپٹن لائین پر شیڈ اور ویٹنگ روم بنانے چاہئیں اور قصور سے پاکپٹن لائین پر ایک تیز رفتار گاڑی چلانی چاہئے ۔ یہ لاریوں والے گاڑیوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ ہوائی جہازوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے ۔ یہاں سے پنڈی جو لائین جاتی ہے اس کو ٹھیک کیا جائے اور پرانی اور خستہ لائینیں جو ہیں انہیں نکال کر گاڑیاں ذرا تیز چلائی جائیں ۔

شہزادہ اسدالرحمن (پشاور ایجنسی - ٦)ــجناب سپیکر - یہ ایک خوشی کی بات ہے کہ ریلوے کی آمدنی میں تقریباً چھ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے - اگرچہ آج تک حکومت چترال کو پاکستان کے باقی حصوں سے ملانے کے لئے اپنی کوشش میں ناکام رہی تاہم آمد و رفت کا ذریعہ ایک ریل بھی ہے اس لئے ریلوے کے لئے یہ قابل تحسین بات ہوگی کہ وہاں ریلوے لائینیں بچھائی جائیں اور جس کام سے پی - ڈبلیو - ڈی جیسا ایک امیر محکمہ ناکام رہا ہے وہ ریلوے کا محکمہ پورا کر دے - اس کے علاوہ چترال میں بہترین قسم کا لوہا ملتا ہے لیکن ریلوے لائین کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا - اگر ریلوے لائین وہاں بچھائی جائے تو اس لوہے کو آسانی سے نکالا جا سکے گا - ریلوے لائین نہ ہونے کی وجہ سے جنگلات وہ ویسے بیکار پڑے ہوئے ہیں - اگر ریلوے لائین وہاں بچھائی جائے تو جنگلات سے کافی فائدہ ہونے کا امکان ہے - لہذا میں پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت اپنے تیسرے پنج سالہ منصوبے میں چترال میں ریلوے لائین بچھانے کی سکیم منظور کر دے اور آخر میں میں یہ مطالبہ کرتا ہوں - کہ تمام ریلوے میں ایک ہی قسم کے کمپارٹمنٹ ہونے چاہئیں - فرسٹ اور تھرڈ کلاس میں فرق ہے وہ مٹانا چاہئے - اور ریلوے کے ڈبوں کی حالت اتنی بہتر کرنی چاہئے کہ جو مسافر آج کل فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں انہیں تکلیف نہ ہو اور جو تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں انہیں بھی سہولتیں حاصل ہوں اور وہ کرایہ بھی آسانی سے برداشت کر سکیں - اس سے ریلوے کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گا -

میجر سلطان احمد خان (ہزارہ - ٣)ــصاحب صدر - یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کی مہذب قومیں یا ترقی پسند قومیں ریلوے کو

ڈیفنس اور فارن پالیسی کے لحاظ سے ایک بڑا اہم ترین ادارہ تصور کرتی ہیں ۔ میں آج اس بجٹ پر تو کسی کو مبارک باد نہیں دوں گا لیکن اس ریلوے کے محکمے کو ایک بات پر ضرور دوں گا کہ جس وقت ملک تقسیم ہوا تھا ۔ تو اس نے بڑے ٹوٹے ہوئے پرزوں کو اکٹھا کر کے ایک بڑی اچھی آرگینائزیشن پیدا کی اور اس آرگینائزیشن کا مقصد اس پسماندہ ملک کی خاطر دو ہی ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ ملکی دفاع کی خاطر ریلوے کی پلیننگ ایسی ہو کہ وہ ایمرجنسی میں یا بوقت ضرورت اس ملک کا بچاؤ کر سکے اور دوسرا یہ کہ اقتصادی حالات کو وقتاً فوقتاً اپنی حیثیت کے مطابق بدل سکے ۔ جناب والا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۵۴ء تک یہ محکمہ اسی خیال سے اسی نظریے سے اپنے کارناموں پر گامزن رہا لیکن یہ حقیقت سے کہا جا سکتا ہے ۔ کہ ۵۴ء سے لے کر آج تک یہ اپنے موقف سے بہت دور چلا گیا ۔ صاحب صدر ۔ میں اپنی دلیل کو ثابت کرنے کے لئے چند مثالیں پیش کرتا ہوں جو کہ میرے ان ریلوے آفیشلز صاحبان کو اچھی طرح معلوم بھی ہیں ۔ ایک ایسا اہم مسئلہ جو تاریخی ہو چکا تھا آج ایسا ہے کہ وہ دب چکا ہے اور سننے میں بھی نہیں آتا وہ یہ تھا کہ آپ کی ایک مین لائین کراچی سے لاہور تک آپ کے ملک کی ایک ریڑھ کی ہڈی ہے دفاعی اور اقتصادی نکتہ نظر سے بھی ۔ ایک زمانہ تھا جب کہ اس ملک میں وہ لوگ جن کو یار لوگ کہتے ہیں کہ وہ فیل ہوئے تھے اور ان کے کارنامے خراب تھے ان کا یہ ارادہ تھا کہ بہاول پور ڈویژن سے آگے سکھر تک ایک علاقہ ایسا بھی ہے جو آج دن تک Enemy No. 1 سمجھا جاتا ہے ۔ کوئی پچاس یا سو میل دور ہے ۔ اب یہ لائین تو آپ کی ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ اس زمانے کے لوگوں نے تصور کیا جن کا طرز فکر یہ تھا کہ ۔

براستہ سندھ تونسہ بیراج کی سکیم اس غرض سے بنائی گئی تھی تو اس کا alternative روٹ یہ تھا کہ سندھ کے اندرونی علاقہ میں تونسہ

سے گذار کر پنجاب سے ملا دیا جائے ۔ خدا نخواستہ کسی طریقہ سے کراچی سے سمہ سٹہ کٹ جائے تو اسی روٹ کو استعمال کیا جائے ۔ سننے میں آ رہا ہے میں اعداد و شمار تو نہیں جانتا اس وقت کل سکیم ۱۱ کروڑ روپیہ کی منظور ہوئی تھی ۔ آج ہم نے اس کے متعلق کبھی کسی کی زبان سے نام تک نہیں سنا ۔ یہ بڑا شرمناک واقعہ ہے ۔ مانا کہ اس موجودہ دور حکومت کو کسی ڈیفنس سے تعلق نہیں ۔ ان کو کسی فارن پالیسی سے تعلق نہیں ۔ ان کو اکنامک پالیسی سے تعلق نہیں ۔ لیکن ریلوے کا محکمہ ایک کمرشل ادارہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ اتنا ہی ضروری ہے جتنی قوم کی بنیادیں ضروری ہیں ۔ جہاں تک اقتصادی حالت کا تعلق ہے جناب والا ۔ نہ میں اکنامک ایکسپرٹ ہوں اور نہ میں مکینیکل انجینئر ہوں ۔ لیکن ایک شہری کی حیثیت سے میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے لوازمات بجائے اس کے کہ ریسٹ ہاؤس بنائے جائیں اور ان کو عیاشی کے لئے استعمال کیا جائے .....

وزیر صحت ــــ استغفر اللہ ۔

میجر سلطان احمد خان ــــ جناب والا ۔ یہ عام روٹین کے آئٹم ہیں ۔ یہ ضروری ہیں میں نہیں کہتا کہ یہ غلط ہیں ۔ افسوس معزز شریف الطبع وزیر نے (میں خود بھی شریف الطبع کہنے میں ناز سمجھتا ہوں ۔ ہیئر ۔ ہیئر) اپنی بجٹ تقریر پڑھتے ہوئے (شائد اس غریب کو لکھ کر دی گئی تھی) کہا تھا کہ ریلوے نے اس قسم کے اخراجات کرنے ہیں اور اس قسم کی ترقی پر گامزن ہے ۔ کہ وہ ریسٹ ہاؤس بنا رہی ہے ۔ ویٹنگ روم بنا رہی ہے ۔ فلاں جگہ بجلی کا بلب لگا رہی ہے وغیرہ وغیرہ ۔

جناب والا ۔ یہ تمام مسئلے معمولی روٹین کے ہوتے ہیں ۔ یہ

خود بخود ہمیشہ ہوتے چلے آ رہے ہیں اور ہونے چاہئیں ۔ آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ ریلوے لائین اپنی حیثیت کے مطابق (میں یہ نہیں کہتا کہ اپنے آپ کو قرضوں میں اتنا لتھیڑ دیں جتنا کہ آپ نے لتھیڑ دیا ہے ۔ کہ آپ اس قوم کو تباہ کر دیں) اپنی بساط کے مطابق آہستہ آہستہ پسماندہ علاقوں میں جہاں سواری کی خاطر نہیں بلکہ جہاں آپ کی معدنیات بھری پڑیں ہیں ۔ جہاں اس قسم کے ذخیرے پڑے ہیں ۔ جن پر اس قوم کو ایک نہ ایک دن انحصار کرنا پڑے گا ۔ آپ وہاں ریل لائین بچھائیں ۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ۱۹۵۴ء سے لے کر آج دن تک نہ اس پر سوچا گیا ہے نہ غور کیا گیا ہے ۔ بلکہ وہاں سے ایک دو لائنز اور بھی اکھیڑ دی گئی ہیں ۔ وہاں لوہے کی کانیں ہیں ۔ کوئلے کی کانیں ہیں ۔ یہ اہم ترین جگہ ہے خواہ اس کے ٹھیکے دار ظہیر صاحب ہی کیوں نہ ہوں لیکن قومی نقطہ نظر سے بہت بڑا ذخیرہ ہے ۔ آخر انگریز نے ٹانک نامی جگہ (جو میں نے دیکھی نہیں ہے) سے ماڑی انڈس تک محض ڈیفنس کی خاطر ریلوے لائین بنائی ۔ آج ہمیں عیاشی کی خاطر نہیں بلکہ اس علاقے میں بڑے بڑے معدنیات کے ذخیرے موجود ہیں اور سامنے پڑے ہیں ۔ شائد اس ملک میں کسی نہ کسی دن خدا کرے ایسے لوگ بھی آ جائیں جن کو اس ملک کی ترقی کی ضرورت پڑے ۔ یہ حقیقت ہے صاحب صدر .....

پارلیمنٹری سیکرٹری ــ نویں ای جمن گے ۔

میجر سلطان احمد خان ــ ''ضرور جمن گے،، صاحب صدر ۔ کرپشن کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے ۔ اور میں ایک ایسا مریض ہو چکا ہوں کہ مجھے پچھلے چند سال سے ریل میں سفر کرنے کا تجربہ حاصل نہیں ہوا ۔ میرے خیال میں اس ملک میں کرپشن خاص

کر پچھلے چند سال سے آئین کا ایک جزو ہو چکی ہے لیکن یہاں بڑے فخر سے کہا جاتا ہے - میں ان اتھارٹی کوٹ کر سکتا ہوں - کہ ریلوے میں ایسے لوگوں کے باوجود چند افسر موجود ہیں جن کی دیانتداری پر جو آپ کے مخالف باہر بیٹھے ہیں وہ بھی ناز کرتے ہیں - اگر وہ آج ذمہ داریوں کو سنبھالے ہوئے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ کی طرف توجہ دیں - ریلوے کے ہر سٹیشن پر مجھے پانچ سال پہلے کا تجربہ ہے آج کا نہیں ٹکٹ دینے والا بھی مال پیدا کرتا ہے - اور سپاہی بھی روپیہ پیدا کرتا ہے - وہ کسی نہ کسی طریقہ سے لوگوں سے روپیہ نکال ہی لیتے ہیں - یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے - سارا نہ سہی کچھ نہ کچھ تو حل ہو سکتا ہے - اس کو حل کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے - جیساکہ میں نے عرض کیا ہے کہ آج کل کے دور حکومت میں کرپشن آئین کا ایک جزو بن چکی ہے اس کے باوجود کہ جو لوگ آج دن تک دیانت دار ہیں یہ بڑے فخر کی بات ہے - اگر وہ نوکری سے بھی نکل گئے ہیں تب بھی بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں -

جناب والا - آخر میں میں اپنے غریب ضلع کی طرف آتا ہوں اور حکومت کی خاص طور پر بیگم صاحبہ (بیگم محمودہ سلیم) اگر وہ ہماری طرف سے نمائندگی کریں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں -

Mr. Speaker : Is that something about the Health Department ?

Major Sultan Ahmed Khan : No Sir ; She is our representative in this poor Council of Ministers.

میں اپنے وزیر صاحب اور افسران سے جو اس چیز کو جانتے ہیں عرض کروں گا - کہ یہ ایک بڑا شرمناک واقع ہے - کہ اس ضلع میں ایک حویلیاں نامی سٹیشن ہے - اس سے چند میل دور پاکستان سے پہلے ایک قوم آباد چلی آ رہی ہے - بخدا آج بھی وہ گدھوں پر اپنا

سامان لاد کر لاتے ھیں ۔ میں نہیں کہتا کہ وھاں ریلوے لائین بنائی جائے لیکن وھاں کم از کم ایک کچی سڑک تو بنا دیجئے یہ اس لئے عرض کر رہا ھوں کہ آپ اس محکمہ کے بھی انچارج ھیں ۔ وہ لوگ بھی اس قوم کا ایک حصہ ھیں چند میل کا حویلیاں سے فاصلہ ھے وھاں سے کچی سڑک کو لائین کے ساتھ ملا دیجئے ۔ (قطع کلامی)

جناب والا ۔ ایبٹ آباد کا مسئلہ وقتاً فوقتاً اس ھاؤس کے سامنے ضرور آیا ھے ۔ باوجود تھوڑے دماغ کے میں یہ جانتا ھوں وھاں ریلوے لائین کمرشلی لے جانا آج کوئی مناسب بات نہیں ھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ضلع میں باوجود جنگلوں کے جو چیز آئندہ ھمیں ملنی ھیں وہ معدنیات ھے جب تک ایبٹ آباد ریلوے لائین کو extend نہیں کیا جائے گا ۔ اس وقت تک یہ علاقہ ترقی نہیں کر سکتا ۔ اگر کوئی ترقی پسند حکومت آ جاتی ھے ..... (قطع کلامی)

یہ حقیقت ھے کہ باھر کی دنیا کے diplomats بھی وھاں آتے رھتے ھیں ۔ وھاں جنگلات ھیں لیکن معدنیاتی طریق کے لئے اگر بندوبست ھو سکے تو بڑا مناسب ھو گا ۔

جناب والا ۔ اب میں آخر میں ایک تجویز پیش کروں گا کہ ضلع ھزارہ میں ٹیکسلا سے حویلیاں تک ایک برانچ لائین ھے جس پر دو تین بار ٹرین ضرور چلتی ھے شکر ھے وہ بھی چلتی تو ھے ۔ میرے خیال میں اتنا بڑا خرچ نہ ھو گا ۔ اب چونکہ راولپنڈی ھمارا کیپیٹل ھے ۔ خدا کرے رھے پھر اس علاقے کے لوازمات بھی راولپنڈی کے ساتھ کوئی شکل اختیار نہیں کر سکے ۔ بہتر ھو گا وھاں تین ڈبے کی نہ سہی دو ڈبے کی ریل کار یا سیٹل کار چلا دی جائے تو اس طرح یہ مسئلہ حل ھو سکتا ھے ۔ بشرطیکہ وہ fast moving اس قسم کا انجن

نہ ہو جیسا کہ نوابزادہ افتخار احمد صاحب فرما رہے ہیں بلکہ کوئی اچھی قسم کا انجن ہو جس سے یہ کار چلائی جا سکے تو بہتر ہو گا۔

Syed Ahmed Saeed Kirmani: Sir are we sitting in the afternoon?

Mr. Speaker: No decision has yet been taken. Yes, Mr. Mohsin Siddiqi.

Mr Muhammad Mohsin Siddiqi (Karachi I): Sir, I rise to participate in the general discussion on the railway budget but with diffidence, The diffidence is due to the fact that I have very little experience so far as railway travelling is concerned. Therefore, you will excuse me if I don't go into minute details and furnish this House with minor complaints but confine myself only to certain principles and certain policy matters which should be the guiding factor for an administration like the Railway administration. I shall be failing in my duty if I at the very outset do not congratulate the Minister of Railways not that I have found in his speech or in his budget that zeal and that ferver which is expected of a youngman like him who is at the held of affairs but I have found that it is a sound, sobre and well-balanced speech equipped with facts which go to prove and demonstrate that even in this age he is more sobre than the age itself. I shall further be failing in my duty if it escapes or I allow it to escape my notice the Railway Administration – the Administration which we have inherited, the Administration which has stood the test of time. References have been made and I have nothing but to confirm that at the time of Partition when railways were bifurcated we got the railway in a much disturbed and more poorly equipped condition than other affairs and activities of the national life. It is due to those lakhs of railway employees, starting from a pointsman right up to the Chairman of the Railway Board, and their ceaseless and devoted work that we were able to organise it. I am glad and it is gratifying for me to note that the Railway Administration has maintained the traditions of a service and even today they are much above the average that is prevailing even in our sister country. I hope, inspite of the un-charitable criticism that is sometimes levelled from various quarters they will ceaselessl try to maintain their efficiency. I feel, and I hope that the learned Minister of Railways will take a note of it, that at the top in the railway there is no space. You have got a big cadre but very few posts at the top with the result that experienced officers—very qualified officers having 20 to 22 years' experience, are rotting only in the district jobs while they should have been in the ordinary cadre in any other service in a far superior post. It is very difficult for me to suggest that the cadre of the railways should be increased in a manner that may be a burden on the administration but I cannot allow genius of the people to be destroyed. I would not permit that incentive should be taken out from officers and they should rot and mark time and do not take interest as they should have taken if they know that there were various stages of promotion in their career. This problem can, however, be solved by creating some supernumerary posts and by delegations in departments where their expert knowledge and experience can be utilized. In this way the congestion at the top can be removed and, as such, posts could be created for young officers to come and perform better jobs.

It is also gratifying to note that in the last year so many developments have been made and more particularly the number of trains that have been put on the track. I have also noted one thing from the books of the Budget that the operating ration has been maintained and there is a slight increase with the hope that ultimately this increase will be substantial. You can judge an organization, even a huge organization like the railway, by the fact as to what are the operating ratios. It is true that you have to run the railway from the commercial point of view but it is equally true that the national interest should be supreme and the economic interest can be subordinated as and when it suits the national interest.

From various sides of the House, voices have been raised to develop the railways in the undeveloped areas. I am one of them and would say that if it is economically not very profitable, not very feasible, but if it is in the national interest, an organization like the Railway must undertake that job and with the speed and with the force with which they undertaken other schemes.

Another point which catches my attention is that a very meagre, nominal, or I should rather say national, amount of rupees twenty-two lakhs has been reserved for the amenities of third-class passengers. The total income is about 58 crores of rupees and the bulk of the passenger traffic is from third class. I presume something like 90 to to 95 per cent. Now, 22 lakhs do not represent even half per cent of the income. Therefore, it is notional. This is just to satisfy some people that there is an item in the budget I do not think that such a small amount can provide real facilities which are required. I would, therefore, request that if something better can be done to increase this amount for providing facilities to the lower class, it will add another feather to the cap of the Minister of Railways.

Sir, I represent an area where they have undertaken a scheme known as "Circular Railways". To me it is a misnomer. As far as I have seen that Railway, it is neither circular nor semi-circular. It appears to be a haphazzard line at the moment. I inspected and visited the area to know as to why the development scheme which was undertaken so long ago has been delayed and I have not been able to find any reason But one well informed person told me that if they connect Khadda with the City, it would be about 1½ miles, only then you can call this railway as the circular railway. I hope the Minister will take a note of it that at least to justify the name they will undertake it because the distance of 1½ miles between Khadda and City would not cost much and I hope it will be taken up at the earliest. I further feel that the passenger traffic on the so-called circular railway has been unnecessarily delayed and I fervently appeal that those who are at the helm of affairs will give their immediate attention so that the people of Karachi are benefitted by this circular railway. The people of Karachi see the track, they see some railway wagons passing on it but they eagerly look to the day when they will be able to take due advantage of it.

Another point in this behalf is the congestion which I have noted on the Karachi city station. Karachi, as we all know, was a city intended to cater to the needs of 2 or 2½ lakhs of people. In the wake of partition, the population has increased to 25 lakhs. The City station is in the heart of the city now. It is so congested that neither the Railway authorities can

perform their functions normally nor can the people take advantage of it. It is high time that steps should be taken, a scheme should be made, situation may be surveyed and the bulk of the traffic should be taken out from the city station, and should be managed in such a manner that the city station not only should have no congestion but should also cater to the local needs of the people.

Before I finish I have another point regarding my own constituency because I represent the outer skirts of Karachi, namely, Mahajar Colony, Malir, Drigh Road, Landi and Korangi—there is a railway crossing between Landi Industrial area and Landi Colony. I have had personal experience that people have to wait for 2 hours, 3 hours and 4 hours just to let the trains pass. I would, therefore, request the Minister and the Railway Administration to examine the feasibility of either putting an overhead bridge or some other arrangement be made by which at least the people are not made to stop for hours just to get to their residences. With these words, I hope my submissions and suggestions will find favour and will have due consideration from the persons who are at the helm of affairs.

مسٹر محمد ابراهیم برق (مظفر گڑھ-۱)۔جناب والا ۔ میں وزیر ریلوے مسٹر جنیجو صاحب اور ان کے حکام کو ۱۹۶۴-۶۵ کا ریلوے بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ میری یہ مبارکباد رسمی نہیں بلکہ دلی مبارکباد پیش کر رہا ہوں ۔ انہوں نے نہایت جانفشانی سے شب و روز محنت کر کے یہ بجٹ تیار کیا ہے اور یہ واقعی قابل داد ہے ۔ میرے خیال میں ریلوے کے محکمہ نے نہایت اہم فرائض انجام دئے ہیں ۔ ریلوے کا یہ ادارہ کاروباری طریقہ پر یعنی commercial basis پر چل رہا ہے اس کو مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے جتنی سہولتیں مسافروں کے لئے پیدا کی جائیں اسی قدر یہ ادارہ مقبول عام ہو سکتا ہے ۔

میں خوش ہوں کہ ہماری امیدیں بر آئی ہیں ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۶۲ کے اجلاس میں ہم نے جو اپنے علاقہ کی ضروریات کے متعلق عرض کیا تھا ان کو آج اس بجٹ میں پورا کر دکھایا ہے ۔ میری گذارش ہے کہ ہمارے ضلع مظفر گڑھ میں ۴ تحصیلیں ہیں ۔ مظفر گڑھ ۔ لہیہ ۔ کوٹ ادھو اور علی پور ۔ اس ضلع میں لہیہ کی زمین زیادہ زرخیز ہے ۔ علی پور سٹیشن مظفر گڑھ سے ۵۲ میل دور ہے اور ڈیرہ نواب ۳۲ میل دور ہے ۔

آئے دن وہاں لاریوں کے حادثات ہوتے ہیں اور موت واقع ہوتی ہے ۔ انسانی زندگی بڑی چیز ہے ۔ اس کی حفاظت از حد ضروری ہے ۔ ہم نے گذارش کی تھی کہ ڈیرہ نواب سے پنج ند تک جو اریگیشن لائن بچھی ہے اور موجود ہے اگر اسے پبلک کے لئے کھول دیا جائے تو علی پور سے ریلوے سٹیشن تک کا فاصلہ صرف ٦ میل رہ جاتا ہے میں ریلوے منسٹر صاحب کا ممنون احسان ہوں کہ ڈیرہ نواب سے علی پور جانے والی سڑک کے پنج ند پل پر گنجائش رکھدی ہے اور اس سکیم کو تھرڈ ایر پلین میں رکھا گیا ہے ۔ اس کے لئے میں گذارش کرونگا کہ جب آپ تھرڈ ایر پلین کا کام شروع کریں تو پہلے سال ہی میں اس سکیم کو مکمل کیا جائے تاکہ عوام کو جلد از جلد سہولتیں میسر آ جائیں ۔ اور ہمارا شہر ترقی کر سکے ریلوے سٹیشن کے ساتھ ساتھ علی پور ایک تجارتی منڈی بن کر خوشحال ہو جائے گا ۔ وہاں فروٹ کثرت سے آتا ہے ۔ اس لئے یہ تجارتی شہر بن کر ترقی پذیر ہو سکتا ہے ۔ عالی جاہ ۔ ریلوے ایک بہت بڑا محکمہ ہے اور میں یہ عرض کرونگا کہ کوٹ ادھو سے ڈیرہ غازی خان تک ریل کا جاری ہو جانا ایک دیرینہ خواب کی تعبیر ہے ۔ اگرچہ میجر سلطان صاحب کا اعتراض تھا کہ جتنی پرانی تجاویز تھیں ان کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا ۔ میرے خیال میں کوٹ ادھو سے جو ریلوے لائن نکالی گئی ہے اب یہ لائین ڈیرہ غازی خان سے چند سالوں میں کشمور تک جا ملے گی ۔ اس مبارک اقدام پر میں محکمہ ریلوے کو مبارکباد کہتا ہوں ۔

عالی جاہ ۔ دریائے سندھ پر پل بنانا کوئی آسان کام نہیں تھا ۔ انگریزوں کے زمانہ میں اس دریا پر پل بنانے کا منصوبہ بنایا گیا تھا ۔ تونسہ بیراج کا منصوبہ ١٩٣٦ میں منظور ہوا ۔ لیکن اس کی تکمیل پاکستانی انجینئروں نے آ کر کی اور اس میں گنجائش رکھ دی گئی کہ اس پر ریل گذر سکے ۔

عالی جاہ ۔ محکمہ ریلوے ایک خود مختار ادارہ ہونے کی حیثیت سے بہت بڑا محکمہ ہے پہلے منسٹر کے ماتحت تھا اب دو سال سے صوبہ کے ساتھ منسلک ہو گیا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر بڑے نظام میں کچھ اچھائیاں ہوتی ہیں اور کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں ۔ ہمارے معاشرہ میں اچھائی اور برائی ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے ۔ جہاں اچھے اور فرض شناس افسران موجود ہیں وہاں کچھ کوتاہیاں کرنے والے حکام بھی موجود ہیں ۔

عالی جاہ ۔ مجھے ایک کام کے لئے ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں پہنچ کر ریلوے افسران سے ملنے کا موقع نصیب ہوا جب میں چیف اوپریٹنگ افسر سے ملا ۔ اور میں نے ان کا اخلاق دیکھا جس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ انہوں نے ہماری تکلیف اسی وقت دور کر دی ۔ اور اس معاملہ کو نہ صرف persue کرنے کا وعدہ کیا بلکہ روزانہ ۳۰ ویگن مہیا کرنے کا انتظام کیا ۔ جو ہمیں مسلسل ایک مہینہ تک ملتے رہے ۔

مسٹر سپیکر۔صرف ایک منٹ اور ہے ۔

مسٹر محمد ابراہیم برق۔جی ہاں صرف ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کر دونگا ۔ اس کے بعد میں یہ گذارش کرونگا کہ محکمہ ریلوے میں سب سے بڑا طبقہ مزدوروں کا ہے اس میں زیادہ تر غریب اور مزدور لوگ بھرتی ہیں ۔ یعنی سٹیشن۔ ریل گاڑی اور ورکشاپ وغیرہ میں ۔ میری گذارش ہے کہ ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی مجھے امید ہے کہ ریلوے کے سپلیمنٹری بجٹ میں انکی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائیگا ۔

خان امان اللہ خان شاہانی (میانوالی ۔ ۲)۔جناب والا ۔ ریلوے منسٹر صاحب نے جو بجٹ میں ۶ کروڑ کی بچت دکھائی ہے یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے اور اس کے لئے میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں لیکن اس

کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی عرض کرونگا کہ انہوں نے جو تھرڈ کلاس کے کرائے ۵ فیصد بڑھا دئے ہیں یہ غریب لوگوں پر بڑی زیادتی کی ہے ۔

میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سیشن میں بار برداری کا کرایہ بھی بڑھ گیا تھا لیکن اس کا عمل درآمد بھی اسی سال جولائی سنہ ۶۴ء میں ہونا ہے یہ بہت زیادتی ہے اور جو کرایہ بڑھایا گیا ہے وہ بھی بہت زیادتی ہے لہذا میں عرض کرونگا کہ کرایہ نہ بڑھایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ فرسٹ کلاس اور سیکنڈ کلاس میں ۱۰ فیصدی اور ساڑھے سات فیصدی کرایہ جو بڑھایا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ فرسٹ کلاس کا کرایہ ہوائی جہاز سے بھی بڑھ جائے گا اور اس وجہ سے لوگ ہوائی جہاز سے سفر کریں گے اور فرسٹ کلاس میں سفر نہیں کریں گے اور اس طرح ریلوے کو فائدہ نہیں ہو گا نقصان ہو گا ۔

اب میں اپنے علاقہ کی طرف آتا ہوں جو بھکر سائڈ کی برانچ لائن پر واقع ہے وہاں صبح ۶ بجے سے دن کے ۱۰ بجے تک دو گاڑیاں چلتی ہیں اور جو دن ہی کی سواریاں لے کر جاتی ہیں ۔ میں نے منسٹر صاحب کی خدمت میں کندیان سے بھکر تک شٹل ٹرین چلانے کے لئے کہا ہے اور کچہری کا ٹائم ختم کر کے یہ شٹل پھر بھکر واپس آئے اس سے لوگوں کو بھی آرام ہو گا اور ریلوے کو بھی منافع ہو گا ۔

ہمارے یہاں ماڑی انڈس ٹرین جو ماڑی سے لاہور تک آتی ہے اسکا روانگی کا ٹائم ٹھیک نہیں ہے یہ رات کو ۹ بجے کندیان سے چلتی ہے اس کو ۸ بجے وہاں سے چلنا چاہئے تا کہ صبح آٹھ بجے تک یہاں پہنچے اس طرح صرف ایک گھنٹے کا فرق ہے تا کہ یہاں ہائی کورٹ کے ٹائم سے پہلے پہلے یہاں وہ پہنچ جائے ۔ بعض لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے ان کو یہاں ایک دن پہلے آنا پڑتا ہے ۔

ہمارے یہاں برانچ لائین پر جتنی گاڑیاں چلتی ہیں سب Late چلتی ہیں آپ پچھلے مہینے کا ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں کہ یہاں کون ٹرین In time پہنچی ہے ہر گاڑی دو دو تین تین گھنٹے Late پہنچتی ہے کوئی افسر پوچھنے والا نہیں ہے یہ صرف ریلوے گارڈ کی مرضی ہے کہ برانچ لائن پر دو تین گھنٹے ٹرین Late ہو جاتی ہے اس کے متعلق Check up کیا جائے ۔

ایک بات میں اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کندیان ملتان کیمبل پور پنڈی اور پشاور کی طرف جو گاڑیاں جاتی ہیں ان کی رفتار سست ہے اس کی وجہ یہ ہے لائینیں کمزور ہیں لہذا لائینیں ٹھیک کی جائیں اور ان کی رفتار تیز کی جائے۔

ہمارے ریلوے لائن پر پولیس والے چلتے ہیں ہر پولیس کا آدمی جو ڈیوٹی پر ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ دس دس آدمی فری لیجاتا ہے ۔ ریلوے سٹیشن کے نزدیک اسکو check کرنا چاہئے ۔ برانچ لائین پر پولیس والے ریلوے کے محکمہ والے جو افسر ہیں ان کو چاہئے کہ وہ check کریں اس سے ریلوے کو نقصان ہوتا ہے ۔

میر محمد مراد خان جمالی (جیکب آباد ۔ ۲)۔۔وزیر ریلوے جناب محمد خان جنیجو کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں اور مجھے علم ہے کہ یہ ایک بڑا حساس دل رکھتے ہیں موجودہ بجٹ پیش کرتے وقت ان کے دل پر جو گذری ہوگی اس کا مجھے خوب احساس ہے لیکن یہ بجٹ بد قسمتی سے نوکر شاہی نے مرتب کر کے ان کو دیدیا اور انہیں مجبوراً اسے اس ایوان میں پیش کرنا پڑا ہے ۔

جناب والا ۔ اضافہ کا بجٹ پیش کر دینا کوئی خوبی کی

بات نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک پر جو واردات ہو رہی ہیں یہ بجٹ اس کا ایک افسوسناک پہلو ہے ۔

جناب والا ۔ تیسرے درجہ کے کرایہ میں ۵ فیصدی کا اضافہ کیا گیا ہے اس کے علاوہ باربرداری کے نرخوں میں بھی اضافہ کیا گیا ہے اور تیسرے درجہ کا جو کرایہ بڑھایا گیا ہے اس کا اثر براہ راست اس صوبے کے غریب عوام پر پڑیگا اور باربرداری کے نرخوں میں اضافہ کیا گیا ہے اس کا اثر اقتصادیات پر پڑیگا اور اس صوبے کے عوام جو پہلے ہی سے ٹیکسوں کے بوجھ کے تلے دبے ہوئے ہیں اگر یہ مزید بوجھ جیسا کہ ان پر ڈال دیا گیا ہے تو ان کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا ۔

جناب والا ۔ میرے دوست میاں محمد اکبر صاحب نے ریلوے کے محکمہ میں رشوت ستانی اور inefficiency کا ذکر کیا ہے اگر یہ inefficiency اور کرپشن صرف ریلوے کے محکمہ تک محدود رہتا تو ان کو حق تھا کہ اس پر تنقید کرتے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ رشوت ستانی اور inefficiency کا مسئلہ ملک گیر مسئلہ بن گیا ہے ۔ جناب والا ۔ گورنمنٹ کا کوئی ڈیپارٹمنٹ ایسا نہیں ہے جو اس صحت بخش مرض میں مبتلا نہ ہو۔ جناب والا ۔ صحت بخش اس لئے کہ راشی افسروں پر اگر آپ ایکسرسری سی نظر ڈال کر دیکھیں تو ان کے چہرے عوام کے خون سے جو مدتوں سے وہ چوس رہے ہیں جگمگا رہے ہیں یہ ان کے چہروں کی سرخی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ راشی افسروں کو کس حد تک رشوت راس آئی ہے ۔ جناب صدر ۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس ملک میں مارشل لاء کے وقت سے اور اب تک افسروں میں حرام و حلال کی تمیز اٹھ گئی ہے اور وہ رشوت کو شیر مادر سمجھ

کر نوش فرما جاتے ھیں ۔ جناب والا ۔ مارشل لاء کا دور اب تک اس صوبے کے عوام کے لئے ایک بہت بڑی حیرت کی بات ھے ۔ میرے محترم دوست حمید اللہ صاحب روکڑی نے بار بار اپنی مختصر سی تقریر میں فرمایا تھا کہ ھم لوگوں پر امیر کی اطاعت فرض ھے جناب والا ۔ گورنمنٹ کے تمام محکمہ جات اس مسئلہ پر عمل کر رھے ھیں یعنی وہ اپنے امیر کی اطاعت کر رھے ھیں ۔

جناب والا ۔ مارشل حکومت کے ساتھ مارشل لاء کے حکمران قوم کے جو بڑے بڑے کام کیا کرتے تھے میرے خیال میں ان کو یہ حق پہنچتا ھے کہ وہ اپنی خدمت کے صلے میں عوام کا خون چوسیں ۔ اور میرے خیال میں جناب والا ۔ یہ اس کی دلیل ھوگی کہ مارشل لاء کے حکمران ایک قلیل عرصے میں امیر ترین بن گئے ھیں کوئی rock feller بن گیا ھے کوئی ٹاٹا بن گیا ھے کوئی برلا بن گیا ھے تو پھر کسی اور کو بھی یہ حق پہنچتا ھے کہ وہ سعید سہگل بن جائے ۔ جناب والا ۔ تیسرے درجے پر جو کرایہ بڑھایا گیا ھے وہ اس ملک کے عوام پر ایک ظلم عظیم ھے یہ کہنا کہ چونکہ صوبائی حکومت نے تیل پر ٹیکس عائد کیا ھے اور ملازمین کی تنخواھیں بڑھائی گئی ھیں اس لئے ریلوے کے اخراجات بڑھ گئے ھیں اور اس خسارے کو پورا کرنے کے لئے کرایہ بڑھانا ناگزیر ھوگیا ھے یہ ایک عذر لنگ ھے ۔

اس سے صاف ظاھر ھوتا ھے کہ صوبائی حکومت غریب عوام کی جیبوں پر دن دھاڑے ڈاکہ ڈالنے پر تلی ھوئی ھے ۔ تیسرے درجے کے مسافروں کی حالت زار کسی سے پوشیدہ نہیں ھے ۔ یہاں میں ایک اھم مسئلے کی طرف آپ کی اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاھتا ھوں ۔ اور وہ ھے

ریل کاروں کے متعلق جو یہاں راولپنڈی، ملتان، منٹگمری اور لائلپور کی طرف چلا کرتی تھیں - وہ تقریباً چھ مہینے سے معطل کر کے رکھ دی گئی ہیں - یعنی کسی ریل کار میں معمولی سا نقص پیدا ہوا تو جتنی بھی ریل کاریں تھی - ان سب کو بند کر دیا گیا - جہاں تک میرے علم میں ہے - ریل کاریں کافی کامیابی کی حد تک چل رہی تھیں اور لوگوں کو ان سے کافی سہولت تھی - اور لوگ بجائے بسوں کے اس میں سفر کرنے کو ترجیح دیتے تھے - اس سے مجھے پتہ چلا ہے اور میرا شبہ یقین کی حد تک صحیح ہے کہ ہمارے ریل کے افسران transporters سے مل گئے ہیں - اور معمولی سے نقص کی وجہ سے ریل کاروں کے پورے نظام کو معطل کر دیا گیا تو میری گذارش جناب وزیر ریلوے سے یہ ہے کہ ریل کاروں کو پھر سے جاری ہونا چاہئے - اور بہت زیادہ تعداد میں ریلیں چلنی چاہئیں یعنی اس ریجن میں اور سابقہ صوبہ سندھ میں کیونکہ وہاں بھی اس کی بڑی ضرورت ہے - حیدرآباد، کراچی، سکھر اور جیکب آباد کے درمیان ریل کاریں چلانی چاہئیں -

جناب والا - efficiency کے سلسلے میں میاں محمد اکبر صاحب نے ان کے ریکارڈ سے یہ بات ظاہر کر دی تھی - کہ ان کی efficiency روز بروز گھٹ رہی ہے - اور انتظامیہ سے labour کے تعلقات کشیدہ ہیں - جب تک یہ سلسلہ جاری رہیگا - اس وقت تک ریلوے سے یہ توقع بالکل غلط ہوگی کہ وہ efficiency سے کام کرے یا اس کی آمدنی بڑھے - اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ ہے - جس کی طرف میں جناب وزیر صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں - وہ یہ ہے کہ ریلوے پولیس کا عملہ جو ریلوے کے

عملے اور مسافروں کے تحفظ کے لئے ریلوے گاڑی کے ساتھ رہتا ہے ۔ وہ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ ٹکٹ نہ خریدیں ۔ اور بلا ٹکٹ ہی سفر کریں ۔ اس سے ریلوے کو بڑا نقصان ہو رہا ہے ۔ اس کا ضروری تدارک ہونا چاہئے ۔

علاوہ ازیں درمیانہ درجے کے جو ڈبے ہوتے ہیں اس میں اکثر ریلوے کے افسروں کی بھرمار ہوتی ہے ۔ جس سے عام مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے ۔ یا تو اس کا تدارک ہونا چاہئے ۔ یا ریلوے کے افسروں کے لئے جدا بندوبست ہونا چاہئے ۔ تاکہ عام مسافروں کو تکلیف نہ ہو ۔ برانچ لائینوں پر چلنے والی گاڑیاں اور خصوصاً سابق سندھ میں برانچ لائینوں پر جو گاڑیاں چلتی ہیں ۔ اور ان میں جو ڈبے لگے ہوتے ہیں ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ وزیر صاحب کو اس طرف توجہ دینی چاہئے اور وہاں کے عوام کے لئے بہتر انتظام اور سہولتیں مہیا کرنی چاہئیں ۔ کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں ۔

جناب والا۔ ریلوے کے جو افسران ہیں ان کی کارکردگی کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں ۔ اور وہ لاہور کے متعلق ہےیعنی یہاں کے ٹکٹ گھر کے متعلق ہے ہمارے جو ریلوے کے افسران ہیں ۔ وہ یورپ جاتے ہیں ۔ اور جو کچھ وہاں دیکھتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ وہ سب کچھ یہاں بھی کریں ۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ یہاں کی آب و ہوا کیسی ہے اور آیا وہ چیزیں یہاں کامیاب بھی ہونگی ۔ یا نہیں ۔ آپ لاہور کے ٹکٹ گھر کو دیکھیں ۔ ان میں جو ملازمین بیٹھ کر ٹکٹ بیچتے ہیں ۔ ان کو باہر کی ہوا تک نہیں لگتی ۔ وزیر صاحب یا ریلوے کے افسران خود جا کر وہاں دیکھیں ۔ تو ان کا دم گھٹ جائے ۔ یہ انسانی زندگی کا مسئلہ ہے ۔ اس

طرف بھی ان کو توجہ دینی چاہئے ۔ جیکب آباد کے متعلق میں یہ عرض کرونگا ۔ کہ وہاں ویگنوں کی قلت ہے ۔ مجھے اس وقت ٹیلیفون پر بتایا گیا ہے ۔ کہ وہاں اناج کی قلت ہے ۔ اور اس کے لئے ویگنوں کا انتظام کر کے اس قلت کو دور کیا جائے ۔

مسٹر محمد اکبر خان کانجو (رحیم یار خان ۔ ۱)۔۔ جناب سپیکر ۔ میں وزیر ریلوے کو ایک اچھا، فاضل اور ترقیاتی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اس بجٹ میں آئیندہ سال کیلئے کافی ترقیاتی پروگرام شامل ہیں اور یہ بات بہت قابل اطمینان ہے ۔ ریلوے منسٹر اور ریلوے افسران نے اس بجٹ کو ترتیب دینے اور اسے ایک کامیاب بجٹ بنانے میں جس قدر محنت اور کوشش کی ہے ۔ اس پر بھی میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اب میں نیک نیتی سے وزیر ریلوے کی توجہ چند امور کی طرف دلاتا ہوں ۔ اور امید کرتا ہوں ۔ کہ اگر وہ اس کی طرف توجہ دیں تو اس میں ان کی اور حکومت کی، دونوں کی ہی نیک نامی ہوگی ۔

(۱) کرایوں میں اضافہ۔۔اس وقت غریب عوام بیشمار مصائب میں مبتلا ہیں ۔ مہنگائی اور بے روزگاری نے ان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے ۔ ان حالات میں ادنیٰ درجوں کے کرائے بڑھانا مناسب اور ٹھیک نہ تھا ۔ اور اگر کرائے بڑھانا ضروری تھا ۔ تو فسٹ اور سیکنڈ کلاس کے کرایوں میں اضافہ کرتے ۔ نچلے درجے کے کرایوں میں اضافہ کرنا کسی طرح بھی زیب نہ دیتا تھا ۔ آپ نے تھرڈ کلاس کے مسافروں کو اکثر دیکھا ہوگا ۔ کہ وہ کس تعداد میں ڈبے میں سوار ہوتے ہیں ۔ ایک ڈبہ جو کہ چوبیس آدمیوں کے لئے ہوتا ہے ۔ اس میں سو سو مسافر بھرے ہوتے ہیں ۔ وہ نہ صرف یہ کہ اوپر تلے بیٹھے ہوتے

ہیں ان کے لئے نہ تو پانی کا بندوبست ہوتا ہے اور نہ ہی ہوا کا انتظام ہوتا ہے جیسا کہ بیگم اشرف عباسی صاحبہ نے بھی فرمایا تھا ۔ جانوروں کے لئے ڈبے میں تعداد کا تعین ہوتا ہے ۔ اور اس میں اس متعینہ تعداد سے زیادہ مال مویشی سوار نہیں کئے جا سکتے ۔ لیکن انسانوں کے ڈبوں میں اس قسم کی تعداد کا کوئی تعین نہیں ۔ اور وہ ان ڈبوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بھرے جاتے ہیں ۔ ان حالات کے پیش نظر ان کے کرایوں میں اضافہ کرنا نامناسب تھا ۔ اس لئے میں وزیر ریلوے سے اپیل کرونگا کہ وہ اپنے اس فیصلے پر ضرور نظرثانی فرمائیں ۔ مسافروں کی سہولتوں کا ذکر میں کر چکا ہوں ۔ مسافروں کی سہولت کے لئے بجٹ میں جس قدر قلیل رقم رکھی گئی ہے ۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ اور جو کوشش کی بھی گئی ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے ۔ مسافروں کے آرام کے لئے ٹھوس تجاویز کی ضرورت ہے ۔

(۲) ادنیٰ ملازمین کی تنخواہیں اور آسائش—جیسا کہ انصاری صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ تنخواہوں میں جو ایزادی کی گئی ہے ۔ ادنیٰ ملازمین پر اس کا الٹا اثر یہ ہوا ہے کہ ان کی تنخواہوں میں بجائے اضافے کے تخفیف ہوئی ہے ۔ جب تک ہم ادنیٰ ملازمین کی تنخواہوں میں معقول اضافہ نہ کریں گے ۔ اور ان کو رہنے سہنے کی آسائش مہیا نہیں کریں گے ۔ تب تک ایسا ہی ہوگا کہ سال میں صرف دو ڈبے ہی بنینگے ۔ اگر ہم ان کی تنخواہیں بڑھا دیں ۔ اور انہیں آرام و آسائش کی سہولتیں مہیا کر دیں ۔ تو خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے ۔

(۳) محکمہ ریلوے میں رشوت—چودھری محمد علی صاحب نے ایک سوال کیا تھا کہ محکمہ ریلوے ڈبے اور مال کی بکنگ

کے وقت زیادہ charges کرتا ہے - آپ اسے رشوت کہیں یا کمیشن بہرحال یہ ایک بیماری عام ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ریلوے کے محکمے نے اس سوال کا جواب یہ دیا تھا کہ 'No' لیکن یہ غلط ہے میں نہیں کہتا کہ سارے بکنگ کلرک اور سٹیشن ماسٹر ایسا کرتے ہیں - لیکن بہرحال یہ بیماری عام ہے اس کے انسداد کی طرف توجہ دینی چاہئے - راشی کی پشت پناہی کرنا یا اس سے چشم پوشی کرنا اس کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوتی ہے -

(۴) **معافی مسائل**—افسوس کا مقام ہے کہ ۱۹۶۲ء میں میں نے اپنے علاقے کے جو مسائل پیش کئے تھے - وہی مسائل آج پھر ۱۹۶۴ء میں بھی پیش کر رہا ہوں کیونکہ وہ ابھی تک تشنہ تکمیل ہیں -

ہم ہی میں تھی نہ کوئی بات
یاد نہ تم کو آ سکے

اس کے علاوہ میں تجویز کرتا ہوں کہ اس ایوان میں معزز ممبران اپنے اپنے علاقہ کے جو مطالبات پیش کرتے ہیں - وہ یہیں رہ جاتے ہیں - وزیر متعلقہ کو چاہئے کہ وہ ایک کمیٹی بنائیں - اور ممبر صاحبان اپنے جو مسائل اور تکالیف پیش کرتے ہیں - انہیں ضبط تحریر میں لائیں - اور معزز وزیر صاحب کی خدمت میں پیش کریں - تاکہ جو کام فوری ضرورت اور اہمیت کا ہو - وزیر صاحب اس کی فوری طور پر تکمیل کرا سکیں -

جناب والا - رحیم یار خان ایک اہم صنعتی تجارتی اور زرعی شہر ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہاں تیزگام نہیں ٹھہرایا جاتا - وہاں کی پبلک اور اخبارات نے عرصہ سے مطالبہ

کر رکھا ہے کہ تیزگام گاڑی کو رحیم یار خان کے سٹیشن پر ٹھہرایا جائے لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں کی جا رہی - رحیم یار خان کے عوام کو ریلوے پھاٹک کے سلسلہ میں بڑی مشکل در پیش ہے - رحیم یار خان کا شہر ریلوے لائین کے جنوب کی کی طرف واقع ہے لاہور کراچی سے آنے والی تمام سڑکیں اور رحیم یار خان کا فیکٹری ایریا تمام شمال کی طرف واقع ہیں - رحیم یار خان کے شہر میں پہنچنے کے لئے سوائے پھاٹک کے اور کوئی راستہ نہیں ہے - مہربانی فرما کر وہاں پل بنانے کی سکیم پر غور فرمائیں کیونکہ پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے مسافروں کو کافی انتظار کرنا پڑتا ہے - پھاٹک شنٹنگ ایریا میں واقع ہے اور پھاٹک کے باہر پبلک کا بہت ہجوم ہو جاتا ہے وہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے - بعض اوقات رش کی وجہ سے حادثات بھی پیش آ جاتے ہیں - اس کے علاوہ رحیم یار خان ریلوے سٹیشن پر ٹھنڈے پانی کے کولر نہیں ہیں - میں گذارش کرتا ہوں کہ رحیم یار خان کے دونوں پلیٹ فارموں پر کولر لگائے جائیں سٹیشن پر جو انٹر کلاس اور اعلیٰ درجے کے مسافر خانے ہیں ان کی حالت کو اگر دیکھا جائے تو افسوس کرنا پڑیگا وہاں صدیوں پرانا فرنیچر بطور یادگار ابھی تک چلا آتا ہے - انتظارگاہوں کی حالت بہتر بنائیے اور ان میں جدید قسم کا فرنیچر مہیا کیجئے-

جناب والا - رحیم یار خان سٹیشن کی عمارت اور مال گدام ناکافی ہیں - ان میں توسیع کیجئے - کوٹ سمابہ کے عوام کا مطالبہ ہے اور وہاں کی ٹاؤن کمیٹی نے بھی ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ کراچی ایکسپریس کو کوٹ سمابہ پر ٹھہرایا جائے لیکن اس طرف بھی کوئی توجہ نہیں کی گئی - آخر میں میں وزیر ریلوے

سے التماس کرتا ہوں کہ صاحب موصوف ہمارے مطالبات کے سلسلہ میں اپنی خصوصی توجہ فرمائیں ۔ شکریہ !

میر سردار دودا خان زہری (قلات ۔ خاران)۔۔۔جناب والا ۔ ہمارے ہاؤس کے معزز ممبران نے اپنے کئی اعتراضات پیش کئے اور کئی ممبران نے تعریف بھی کی لیکن جناب والا ۔ میں نہیں جانتا کہ اعتراض کروں یا تعریف کروں ۔ بہرحال ہمارا علاقہ سابق ریاست قلات یا وہ اور علاقے جو انگریزوں نے اجارے پر دئے ہوئے تھے وہ غالباً اب اس صوبے کا ایک حصہ بن چکے ہیں ۔ جناب والا ۔ انگریزوں کیطرف سے جو ہمیں علاقے ملے ہوئے ہیں ان لوگوں نے تجارت کی خاطر منافع کی خاطر کوئٹہ اور زاھدان کے درمیان ریلوے پٹڑی بچھائی۔ جناب والا ۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے علاقے سے مفید اور موثرکام ہوں تو وہ علاقے قدرتی طور پر ترقی کرتے ہیں ۔

جناب والا ۔ بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ جب سے میں اس اسمبلی میں آیا ہوں منسٹر صاحبان کی خدمت میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ چونکہ ہمارا علاقہ پسماندہ ہے اس کی طرف توجہ دی جائے ۔ میں نہیں جانتا کہ پسماندہ علاقہ کونسے علاقے کو کہا جاتا ہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ قلات سے زیادہ پسماندہ علاقہ کونسا ہو سکتا ہے ۔ لیکن جناب والا ۔ آج تک ہماری اس آواز پر توجہ نہیں دی گئی ۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس اسمبلی میں آنے سے اور جو ہم یہاں بولتے ہیں اس سے کیا فرق پڑیگا ۔ میں کیا یہ سمجھوں کہ خدانخواستہ یہ اسمبلی اسمبلی ہے یا کہ محض dummy جناب والا ۔ میں یہ ضرور گذارش کرونگا کہ قلات جیسے پسماندہ علاقے میں جب تک ریلوے لائین نہیں آئیگی قلات کی حالت کبھی نہیں سدھریگی ۔

جناب والا ۔ اس صوبے کا سب سے اہم مسئلہ ذرائع آمدورفت

کا ہے اور وہ قلات کے لئے وہ مسئلہ انتہائی تکلیف دہ ہے اور جناب والا ۔ یہ ذرائع تھوڑی مقدار میں ہیں ۔ کوئٹہ سے قلات صرف ۹۰ میل کا ٹکڑہ ہے بد قسمتی سے وہ سڑک ایک تھرڈ کلاس سڑک ہے ایک طرف سے تو وہ بن گئی ہے لیکن دوسری طرف سے اس کی مرمت شروع ہے ۔ جناب والا ۔ قلات سے جو ہماری گاڑی یعنی بس سروس جاتی ہے وہ اپنے وقت مقررہ پر نہیں پہنچتی ۔ اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں اور ہمارے ہاؤس کے ممبران صاحبان بھی لگا سکتے ہیں کہ ایک علاقے میں اگر مواصلات نہ ہوں تو وہاں کی تعمیر اور ترقی کیسے ہو سکتی ہے ۔ تو میں عرض کرونگا کہ ہمارے وزیر صاحب کو یہ چاہئے تھا کہ قلات جیسے پسماندہ علاقے کے لئے کچھ سوچتے ۔ بلکہ مجھے گلہ ہے وزیر صاحب سے کہ ہم ان کے ہمسایہ ہیں ۔ سندھ اور بلوچستان کا فاصلہ کوئی دور نہیں وہ ہماری مشکلات سے بخوبی واقف ہیں اور اس دفعہ میں شکایت ضرور کرونگا اور ہمیں امید نہیں تھی کہ ہم ان کی نظر میں اس طرح نظرانداز ہوں گے ۔ جناب والا ۔ میں امید کرونگا مگر آئندہ کے لئے خبر نہیں کہ کیا ہوگا لیکن اتنا ضرور کہونگا کہ اس ریلوے بجٹ سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا اور مجھے افسوس ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ کے لئے حکومت ہماری طرف توجہ ضرور دیگی ۔

سید حاذق علی شاہ (کوہاٹ ۔ ۱)۔۔۔جناب سپیکر ۔ موجودہ ریلوے بجٹ میری نگاہ میں کئی لحاظ سے progressive ہے اور وہ کیوں نہ ہو جب کہ وزیر ریلوے ایک نوجوان باہمت اور عظیم شخصیت کے مالک ہیں ۔ مجھے ان سے بھی یہی توقع تھی جو انہوں نے کیا ہے اور ان کی مبارکبادی کے سہرے میں میں

بھی اپنے آپ کو شامل کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس قلیل عرصہ میں اور اتنی وسیع دقتوں کے بعد اس ریلوے کے انتظام میں اور باقی معاملات میں کافی ترقی کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اور ریلوے کے انتظامیہ کے لوگ جو شروع شروع میں شاید تین سال پہلے جب یہ محکمہ صوبائی تحویل میں آ رہا تھا تو اپنے آپ کو کسرشان سمجھتے ہوں گے کہ گذشتہ سال سے وہ اس ماحول سے جو کہ بالکل صحت مند ہے اپنے آپ کو اپنا چکے ہیں ۔ اور وہ ایک ٹیم کی طرح اپنے منسٹر کے ساتھ ہیں ۔ اس سال کے بجٹ میں اس لئے کافی ترقی اور improvement ہوئی ہے اگر آپ دیکھیں تو گذشتہ ۱۴ سال سے ۱۹۵۰ء سے لیکر جولائی ۱۹۶۴ء تک کرایہ میں تقریباً تین بار اضافہ ہو چکا ہے ۔ پہلا اضافہ ۱۹۵۰ء میں اس لئے ہوا کہ مہاجرین کی آبادی کا مسئلہ در پیش تھا ۔ دوسرا اضافہ سن ۵۸ء میں اس لئے کیا گیا کہ کچھ ترقیاتی کاموں کے پایۂ تکمیل کے لئے یہ اضافہ ضروری تھا ۔ اب جب جولائی ۶۲ء میں اضافہ کیا جا رہا ہے تو اس کے لئے یہ جواز دیا جاتا ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں بڑھائی تھیں جس سے عام ریلوے کے اخراجات بڑھ گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ڈیزل آئیل کی قیمت بھی شامل ہے لیکن اس کے متعلق دیکھنا یہ ہوگا کہ آیا یہ اضافہ جو شروع سے ہوا ہے اور جس کی مجموعی شرح یعنی تین اضافوں کو دیکھیں تو فرسٹ کلاس کا ساڑھے بہتر فیصدی بنتا ہے ۔ سیکنڈ کا ۴۵ فیصدی بنتا ہے اور نچلے درجے کا کرایہ کا اضافہ مجموعی طور پر ساڑھے سترہ فیصدی بنتا ہے ۔ اس حساب سے اگر یہ دیکھا جائے یہ اضافہ اسی نسبت سے بڑھ رہا ہے جس نسبت سے ریونیو بڑھا

ہے - اور ہمارے خیال میں اس سال کے بجٹ میں جو اضافہ ریونیو میں ہوا ہے وہ سارے اضافے کے باوجود محض پانچ فیصدی ہے - پانچ فیصدی اضافہ ریونیو میں اس کرائے کے مقابلہ میں بالکل نا تسلی بخش ہے - اس کے متعلق آپ کو سوچنا ہوگا کیونکہ یہ اضافہ آئے دن کرایوں میں ہو سکتا یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کو سوچنا پڑیگا - اس لئے کوئی ایسی چیز یا کوئی ایسی تجویز بچت والی سوچنی ہو گی تاکہ روز بروز کرائے نہ بڑھانے پڑیں -

اس کے بعد جناب والا - میں عرض کرونگا جیسا کہ باقی محکموں میں بھرتی کے لئے قانون ہوتے ہیں اسی طرح ریلوے میں بھی جب سے صوبائی تحویل میں آیا ہے نوٹیفیکیشن کے ذریعہ بھرتی ہونی چاہئے - مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان قواعد پر اکثر و بیشتر عمل نہیں ہوتا رہا ہے - اور تو اور درجہ چہارم کے غریب ملازمین بھی اس بھرتی کے نوٹیفیکیشن سے فائدہ نہیں اٹھا سکے اور کئی ایک دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں پڑے ہیں - ایسے لوگ مجھے ملے ہیں اور میں نے دیکھا ہے اور میں نے ان کے حالات و واقعات سوال کے ذریعہ پوچھے ہیں اور تسلی کی ہے کہ وہاں درجہ چہارم کے ملازمین مثلاً گیٹ کیپر - گینگ مین - سوئپر وغیرہ اس علاقے کے نہیں ہیں بلکہ کئی افسران نے جو وہاں نہیں ہوتے ہیں انہوں نے دور افتادہ علاقوں میں اپنے اپنے لواحقین کو بھرتی کر رکھا ہے جس کے متعلق میں پر زور منسٹر صاحب سے اور ان کی ایڈمنسٹریشن سے مطالبہ کرونگا کہ اس خرابی کو جس قدر جلد ہو سکے دور کیا جائے تاکہ درجہ چہارم کے لوگ ضلع کی آسامیوں کی سطح

پر آ سکیں ۔ لیکن ٹوہ ڈویژن میں بھی بڑا چکر ہے اس سے بھی لوگوں کے مقامی حقوق پائمال ہوتے ہیں ۔ اس کے علاوہ ایک کمی اس بجٹ میں میری نگاہ میں ہے وہ یہ ہے کہ جتنے ترقی یافتہ منصوبے اس سال کے بجٹ میں ہیں اس میں جدید پٹڑی یا لائین بچھانے کا منصوبہ بالکل نہیں ہے بلکہ جس قدر آبادی بڑھی ہے ۔ جس قدر ٹرینیں چلانے کی ضرورت ہے ساتھ ہی ساتھ اگر پٹڑی کو اسی رفتار سے بچھاتے تو کہا جاتا یہ آگے بڑھ رہے ہیں ۔ اگر آپ دیکھیں لاہور سے پشاور سنگل لائین جا رہی ہے جس کے لئے کافی عرصہ سے مطالبہ ہے بلکہ کافی ٹرینیں مثلاً میل اور فاسٹ ٹرینیں جو جاتی ہیں ان کے وقت میں بھی فرق آ جاتا ہے اگر اس لائین کو ڈبل بنا لیں تو ان کی بہت سی مشکلات دور ہو سکیں گی ۔

Syed Ahmed Saeed Kirmani (Lahore V): Sir, because of my absence yesterday, I have not got the benefit of hearing the speeches made from both sides of the House. Therefore, there is a likelihood that I might indulge in some repetitions and for that I seek your indulgence in advance. But, Sir, I will not repeat what was said today on the floor of the House and I would confine myself to certain matters which I feel have so far not been touched.

Frankly speaking, we should not expect the members sitting on this side of the House wholeheartedly supporting the measures of the Government. Unfortunately our function is both difficult and different. We have to criticise the Government and through criticism we have to correct the Government and we are proud of our role and that being the case, I would suggest two things which, I hope, the Government will take into consideration in formulating its future policies.

In the near past it has been noted with great regret that there is a tendency on the part of the big officers in the Railway Administration to seek employment elsewhere, because the opportunities are not lacking, particularly in private concerns where they are offered tempting salaries. We have noticed that this Department has been rendered poorer by the parting away of the officers of great experience and high calibre. Therefore, it is high time that the Government should enquire into this matter and see that if there are really genuine grievances on the part of big officers that make them leave the Department, they should redress those grievances; otherwise whatever efficiency and whatever good name, which this Depart-

ment has been able to earn in the past, this Department will not be able to earn in the near future in case the rest of the talented people and men of integrity leave that Department It is a timely warning that the Government should take note of the situation and should see that these qualified, experienced and talented officers feel attraction for their present jobs and they do not look to the private companies for better salaried jobs.

Then, Sir, the second point I want to urge is that we notice that there are no reasonable and well defined rules in the matter of transfers of the subordinate officers. Cases have come to our notice where subordinate officers have been put to inconvenience in the midst of their term and they were subjected to great hardships I think the authorities and particularly the Minister would see that the rules are so framed as to work to the advantage of the subordinate employees and not to their disadvantage. Ordinarily, subordinate officers should not be transferred unless there is a serious complaint against them But where they are doing their duty efficiently and to the entire satisfaction of their superiors, it is only in the interest of the Administration as well as in the interest of the officers concerned that they should not be transferred. We have noticed that most of the M. P. As., which fact is very unfortunate, bother their Minister and the Minister in turn bothers his officers for the purpose of getting the transfer cancelled. But if the Administration takes a realistic and reasonable attitude in the matter of transfers, I think, this state of affairs would not continue. This is not a case of officers serving in the Department which is entrusted with the maintenance of law and order. There, of course, it is essential that they may be periodically transferred for the efficient and better working of the Law and Order Department. But the case of Railways is entirely different. Here unless there are very compelling reasons, subordinate officers should not be subjected to the torcher of being frequently transferred.

Then, Sir, those who had the opportunity of visiting the colonies where the railway employees reside will bear me out that there is sufficient unused open land available for construction. The problem of accommodation for the railway employees is very acute like other citizens. Government has taken some steps to provide some relief in this behalf by providing certain plots in some schemes in Lahore. Unfortunately, nothing concrete has been done so far by the Railway Administration. I, through you Sir, suggest most humbly that it would serve the interest of the Administration if they promote co-operative Housing Societies and entrust to these Societies the work of erecting suitable quarters and houses for the low-paid employees of the railway. Kindly appreciate the difficulty and torture to which these employees are subjected when they have to reside at a distance of near about ten to twelve miles in some cases and then they have to attend their duties either at the loco shops, carriage shops or GHQ. That affects their efficiency and when the efficiency of the subordinate staff is affected adversely then the overall efficiency of the Department is also affected. I would, therefore suggest that without any loss of time the Cooperative Housing Societies should be set up comprising of the employees of the railway so that by their own efforts and with the active patrnoge and cooperation and aid of the Railway Administration they may find suitable housing accommodation for themselves.

Then, Sir, equally important is the matter that relates to the setting up of the Railway Economic Committee. If I am not mistaken on that

Committee men like the Leader of the Opposition served as Members. I further understand that some other Members of this House were also Members of that Committee. We welcome that Committee. Though this Committee was not constituted after consulting this House but we are taking this step in the right direction particularly because it was a representative Committee. It was a Committee on which the Opposition Members were represented through the Leader of the Opposition and the Treasury Benches were represented by some Members on that side. Now, I have been told that this Committee has made certain recommendations to the Government. What are those recommendations this House is not aware of. But whatever little that has oozed from the occasional utterances of the Leader of the Opposition I can safely gather that those recommendations are of a very helpful type and what we suggest is that the Government should honour those recommendations in toto. There was no point in urging this matter but because of the bitter and unfortunate experience of the past we notice that Government set up certain Committees and then subsequently do not honour the efforts of those Committees. To quote one clear instance; though this Government is not primarily concerned with that; you know very well that before this Martial Law was lifted from the country the Central Government appointed the Constitution Commission. That Commission made certain recommendations. Though the Commission comprised of eminent jurists of the country all that we heard later was painful *i e.* that the most of the beneficiary types of recommendations of that Constitution Commission were not honoured by the Government which was responsible for setting up that very Commission.

Mr. Speaker: Two minutes more.

Syed Ahmed Saeed Kirmani: I will try to be as brief as possible.

My only submission is that this is a Committee constituted by the Government and as I have suggested earlier, men like the Leader of the Opposition and other Members of this House served on that Committee. I further understand that men like the Chairman of the Railway Board and Vice-Chairman of the Railway Board also served on that Committee. So fr m all points of view it was a representative and fully competent and qualified Committee. Therefore, I think, it is in the fitness of things that whatever recommendation this Railway Economic Committee has made so far should be honoured in its entirety.

Then, Sir, with regard to the grievances of the low-paid employees I think, the suitable course open to the Government is to have an independent and exclusive Industrial Court which should look into the grievances of the low-paid employees. Kindly appreciate that it is one of the leading employers in the country. No employer in the country employs so many employees as the Railway Administration. And if the Provincial Government thought fit to say that the employees of other employers should have facilities of voicing their grievances through Industrial Courts why this facility should not be given to the employees of the Railway Administration so that they may; without resorting to illegal strikes, without resorting to methods which may ultimately bring about a situation for the law and order authorities to tackle; redress their grievances through the Industrial Court.

Sir, as I told you at the outset that I suffer from one handicap. While sitting on this side of the House it is too much to expect from me that I should straightaway congratulate the Minister. But in all fairness, in the end, I would say that it goes to the credit of the Railway Minister and through him to the able Officers who serve under him that ticketless travelling has reduced considerably. But that is not an only achievement which the Government should be proud of. We expect more and we expect more because we—the people of this country, are paying them and, therefore, they legitimately want more facilities.

With these remarks, Sir, I resume my seat.

صاحبزادی محمودہ بیگم - (راولپنڈی و سرگودھا ڈویژن)—صدر محترم - ریلوے کا میزانیہ میرے نزدیک قوم کی امیدوں کا آئینہ دار نہیں - میں سمجھتی تھی کہ ریلوے کا میزانیہ پیش کرنے والے نوجوان وزیر کوئی ایسا میزانیہ پیش کریں گے جس میں عوام کے لئے کوئی قابل تحسین بات ہو گی - اور جس پر ہم فخر کر سکیں گے - لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ میزانیہ ایک ایسا میزانیہ ہے جیسا کہ ہمیشہ پیش ہوتا رہا ہے - اس نوجوان وزیر سے ہماری بیحد توقعات وابستہ تھیں - لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ایسا میزانیہ نہیں جس پر ہم فخر کر سکیں -

جناب والا - کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک ہمارے یہ نوجوان جو اب میدان میں آئے ہیں - اپنے عوام کے لئے کوئی ایسا قابل قدر کارنامہ انجام نہ دیں جو صدیوں رکھا جائے - افسوس کہ ہم انگریز کی بنائی ہوئی روایات پر آج تک قائم ہیں - ہم پرانی لکیر کے فقیر ہیں - اور اس پر بدستور چل رہے ہیں - البتہ ریلوے کے افسران اس لئے قابل مبارکباد ہیں کہ ان کو جو کچھ سکھایا گیا - وہ اس پر نہایت کامیابی سے عملدرآمد کر رہے ہیں - عوام کے نمائندے ہی بنیادی تبدیلی کر سکتے ہیں - افسران نہیں کر سکتے - یہ قوم کے نمائندے جو قوم کی امیدوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں وہ ہی ان میں بنیادی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں - ہمیں اپنے نوجوان وزیر صاحب سے بہت توقعات تھیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے ایسا بجٹ پیش کر کے ہمیں بہت مایوس

کیا ہے ۔ اس وقت ریلوے میں بے انتہا تبدیلیوں کی ضرورت ہے ۔ دو تین بنیادی تبدیلیوں کی بہت ضرورت ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ ریلوے کا میزانیہ انشاءاللہ قابل تحسین ہو گا ۔ ہمارے ہاں ریل گاڑیوں میں اس وقت چار کلاسز ہیں ۔ فرسٹ ۔ سیکنڈ ۔ انٹر اور تھرڈ لیکن میرا خیال ہے کہ صرف تین کلاسز ہونی چاہئیں ۔ فرسٹ کو ایرکنڈیشن بنا دیں سیکنڈ کو سیکنڈ ہی رہنے دیں اور انٹر کو تھرڈ بنا دیں ۔ جناب والا ۔ یہاں سے بارہ میل پر جو ملک ہے وہ قابل فخر تو نہیں لیکن کسی ملک میں جو اچھی چیز ہو ۔ اس کو اپنا لینا بری بات نہیں ۔ ہندوستان میں انٹر اور فرسٹ نہیں ۔ وہاں صرف تین کلاسز ہیں ۔ ایئر کنڈیشنڈ ۔ سیکنڈ اور تھرڈ ۔ وہاں انٹر کو تیسرے درجہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے ۔ وہ نسبتاً آرام دہ ہے اور مسافر بڑے آرام سے سفر کرتے ہیں ۔ فرسٹ کلاس کے درجہ کی ضرورت ہی نہیں ۔ موجودہ تیسرا درجہ قابل رحم ہے ۔ اس قسم کی شکایات تو عام ہیں کہ کہیں لاٹیٹ نہیں کہیں پانی نہیں ۔ آج کل فرسٹ کلاس میں صرف مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران ہی زیادہ تر سفر کرتے ہیں شائد اس لئے کہ ان کو مفت پاس ملتے ہیں ۔ باقی جو لوگ فرسٹ میں سفر کرنا چاہتے ہیں وہ فرسٹ کی بجائے ایئر کنڈیشنڈ میں جاتے ہیں ۔ میں نے خود اپنے گھر والوں کو دیکھا ہے کہ اگر انہیں ایئر کنڈیشنڈ میں جگہ نہ ملے تو وہ سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں ۔ کیا ضرورت ہے کہ صرف ۱۲ روپیہ روپیہ کم خرچ ہو اور مٹی گرمی اور ہوا سے بھی نہ بچا جائے ۔ حقیقت یہ ہے کہ فرسٹ کلاس کی ضرورت ہی نہیں ۔ صرف ایئر کنڈیشنڈ ۔ سیکنڈ اور تھرڈ کے درجے رہ جائیں ۔ انٹر کو اڑا دیا جائے اس کے بعد میں یہ عرض کروں گی کہ کرایہ میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ بے حد افسوسناک ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک ہندوستان کی ریلوے نے مسافروں کو جو سہولتیں دی ہیں ۔ ان کے مقابلہ میں کرایہ جات بہت کم ہیں لیکن آج ۱۷ سال کے بعد ہمارے ملک میں ریلوے نے مناسب سہولتیں دینے کی بجائے کرایہ جات بڑھا دئے ہیں ۔

ایک معزز ممبر--وہ ترقی کر رہے ہیں -

صاحبزادی محمودہ بیگم--ریلوے کے ملازمین کے لئے Co-operative Basis پر کوارٹرز بنانے کی بھی ضرورت ہے - کم درجہ ملازمین کی تنخواہیں باقی دوسرے محکموں کی طرح کم ہیں - مگر یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کوئی یتیم کلاس کے لوگ ہیں - میرے خیال میں ان کے لئے ایک یا دو کمروں والے کوارٹر بنانے چاہئیں تاکہ ریٹائر ہونے کے بعد بیوی بچوں کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اگر کالونیز کی شکل میں بنائیں تو یہ کوئی مشکل بات نہیں - وہ لوگ جو حادثات میں فوت ہو جاتے ہیں - ان کی خواتین کو ریلوے کا محکمہ ۶ ماہ تک پنشن دیتا ہے یہ ایسی بات ہے جس پر ریلوے کو بہت غور کرنا چاہئے - ۶ مہینہ بہت کم مدت ہوتی ہے - میرے خیال میں پنشن اس وقت تک دینی چاہئے جب تک بچے تعلیم حاصل کرنے کے قابل نہ ہو جائیں - یہ مسئلہ نہایت ہی غور طلب ہے - دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ گاڑیاں لیٹ پہنچتی ہیں - اس قسم کی اور شکایات بھی ہیں - مثلاً پلیٹ فارم پر پنکھوں یا پانی کا انتظام نہیں - یہ شکایات اتنی اہم نہیں ہیں - البتہ ایک بات جو محکمہ ریلوے کو ضرور مد نظر رکھنی چاہئے وہ یہ کہ تھرڈ کلاس کی اتنی ٹکٹیں بیچی جائیں جتنی کہ گاڑی میں جگہ ہو مثلاً اگر ایک ڈبہ میں ۴۲ مسافر بیٹھتے ہیں اس میں ۱۰۰ آدمی سوار ہو جاتے ہیں - اور پھر ایک دوسرے پر بھیڑ بکریوں کی طرح گرتے پڑتے ہیں - اب میں جناب وزیر ریلوے اور ان کے محکمہ کی خدمت میں دست بستہ شکریہ ادا کرونگی کہ گذشتہ سال میں نے امروکہ وسایا والا کے متعلق جو گذارش کی تھی اس سال اس کی طرف توجہ دی گئی ہے اور میں وزیر ریلوے اور حکام ریلوے کی بے حد مشکور ہوں - میں سمجھتی ہوں کہ آئندہ سال محکمہ ریلوے اور زیادہ ترقی کرنے کی کوشش کرے گا -

چونکہ مجھے ایک اور ضروری بات کہنی ہے اس لئے مسٹر سپیکر مجھے صرف دو منٹ اور دے جائیں -

ہندوستان میں تین چار ریلیں چلائی گئی ہیں جو fully air conditioned ہیں - لیکن عوام سے صرف تیسرے درجہ کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے - ۱۸ سال کے عرصہ میں ایسی بنیادی ترقی جیسی کہ ان لوگوں نے کی ہے میں حیران ہوں کہ ہم کیوں نہیں کر سکے - ان گاڑیوں کے لئے جو ریل کے ڈبے بنائے ہیں وہ اتنے آرام دہ ہے جتنے کہ ہمارے ایئر کنڈیشنڈ ڈبے ہیں - مگر کرایہ تھرڈ کلاس کا چارج کیا جاتا ہے - وہ ٹرینیں پوری کی پوری ایئر کنڈیشنڈ ہوتی ہیں - اور دھلی سے مدراس - دھلی سے کلکتہ اور دھلی سے بمبئی تک چلتی ہیں - اور ان میں عام لوگ سفر کرتے ہیں - یہ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کیوں نہ کریں اور محض لکیر کے فقیر بنے رہیں - اور اسی راستہ پر چلتے رہیں - جو ڈیڑھ دو سو سال سے انگریز نے متعین کیا ہوا تھا - یہ تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں کہ کہیں اچھا پلیٹ فارم نہیں یا پلیٹ فارم پر پانی اور نلکہ کا انتظام نہیں وغیرہ وغیرہ - ان چیزوں سے الگ ہو کر اگر ہم دیکھیں تو میں سمجھتی ہوں ہمارے نوجوان وزیر ریلوے مبارک باد کے مستحق ہیں - یہ بہت اچھا بجٹ ہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ سال وہ اس سے بھی بہتر بجٹ پیش کریں گے -

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)ــجناب والا - چونکہ ابھی بہت سے اصحاب نے بولنا ہے اس لئے میری تجویز ہے کہ نصف گھنٹہ وقت اور بڑھا دیا جائے -

Mr. Speaker : Is that the sense of the House ?

Voices : Yes Sir.

Mr Speaker ; Time is extended by half an hour,

چوھدری سعی محمد (گجرات۔۲)۔جناب والا ۔ میں وزیر ریلوے صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ھوں کہ انہوں نے جو بجٹ پیش کیا ھے وہ نہایت اچھا ھے ۔ درآن حالیکہ پچھلے سال جو بجٹ پیش ھوا یہ اس سے بہتر ھے ۔ اور میں سمجھتا ھوں کہ آھستہ آھستہ جو خامیاں ھوتی ھیں وہ دور ھوتی جاتی ھیں ۔ فوری طور پر دور نہیں ھو سکتیں ۔ میں نے پچھلے دس سال میں یہ بات نہیں دیکھی جو اس بجٹ سے ظاھر ھوتی ھے ۔ اس طرح کہنے سے میں کسی کی خوشامد نہیں کر رھا بلکہ صحیح بات تو یہ ھے کہ ھمارے وزیر صاحب ریلوے نے خدمت خلق کے پیش نظر یہ کام کیا ھے ۔ نہ معلوم وہ بعد میں یہاں سے نکل جائیں ۔ باقی کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ رھیں گے یا نکل جائیں گے ۔ باقی میرا محکمہ ریلوے کے متعلق عرض کرنی چاھتا ھوں (شور)

مسٹر سپیکر۔ان کی پرواہ نہ کیجئے ۔

چودھری سعی محمد۔جناب والا ۔ میرا اصل مدعا یہ ھے کہ میں پچھلے دو سال سے ایڈوائزری کمیٹی کا ممبر بنا ھوں ۔ اس عرصہ میں سے میں نے جو پہلا سال ممبری کا گذارا اس میں محکمہ کا اور وزیر صاحب کا رویہ دیکھا ھے حقیقتاً میں نے یہ سوچا کہ میں استعفی دیدوں مگر کوئی ایک سال سے ایوان کا رویہ ایسا ھوا کہ میرے دیکھنے میں کمیٹی کے سامنے جو چیزیں پیش ھوئیں ان کے سلسلے میں ایسی چیزیں میرے سامنے آئیں جن سے یہ ثابت ھوا کہ ان کا رویہ اس معاملے میں ایسا ھے کہ کوئی کام ھو ھی نہیں سکتا ۔ اس کی وجہ یہ ھے کہ جو شخص کام کرتا ھے اسکی تعریف کا سوال پیدا ھی نہیں ھوتا ۔ اس پر نکتہ چینی کا الزام لگایا جاتا ھے ۔ اخبار میں میرا نام آتا ھے کہ میں نکتہ چینی کرتا ھوں ۔ جو شخص کام اچھا کرے اس کی تعریف نہیں ھوتی الٹا نکتہ چینی کو دیکھا جاتا ھے (ھیئر ھیئر) دو دن ھو گئے ھیں آپ نے بھی دیکھا ھو

گا کہ منسٹر صاحب یہاں سے اٹھے نہیں اور ہر چیز نوٹ کرتے ہیں مگر جو پچھلے صاحب تھے ان کے محکمے والے کچھ بھی نوٹ کرنے کا نام بھی نہیں لیتے تھے (قہقہہ) دوسری عرض یہ ہے کہ لابی میں ہر برانچ کے افسر موجود ہوتے ہیں اور بجٹ والے دن بھی سارے وہیں ہوتے ہیں ہر ایک افسر ہر بات نوٹ کرتا جاتا ہے اور جو باتیں پچھلی دفعہ بجٹ میں آئی ہیں میرے خیال میں ۵۰ فیصدی سے زیادہ باتیں مانی گئی ہیں - میرے دیکھنے میں ہے کہ سٹیشنوں پر ٹھنڈے پانی کی مشینیں جو پہلے پانی والے اکثر خراب کر دیتے تھے اب بہت کم خراب ہوتی ہیں - اب بجلی کم ہی خراب ہوتی ہے - (قہقہہ) ابھی تک چودہ مشینیں لگ چکی ہیں اور چودہ ٹھنڈے پانی کی مشینیں ابھی لگنے والی ہیں - اگلے پانچ سال میں ۳۵ اور مشینیں لگانے کی تجویز ہے ۲۴۶ مسافر خانے اونچے درجے کے مسافروں کے لئے ہیں ۹۲ میٹنگ میں اس سال تجویز ہوئے ہیں - ۲۱۶ مسافر خانے چھوٹے درجے کے مسافروں کے لئے بنے ہیں ۱۰۳۵ پنکھے مسافر خانوں اور پلیٹ فارموں پر لگے ہیں - انشاءاللہ ۵۰ مزید اس سال لگ جائیں گے - چودہ نئے سٹیشن کھلے ہیں جن مقامات کے لئے لوگ ۳-۴ میل پیدل چلکر پہنچتے تھے اب سٹیشن سے اترتے ہی سیدھے گھر چلے جاتے ہیں - میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ کام کیا ہے ان وزیر صاحب نے جو کام کرنا چاہتے ہیں دل لگا کر کام کیا ہے - اس محکمے والوں کا اخلاق پچھلے سال کی نسبت بہت بہتر ہو گیا ہے جو گاڑی ۳ سال سے کبھی وقت پر نہیں آئی تھی اب وقت پر پہنچتی ہے - بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی طرف محکمے کو توجہ کرنی چاہئے - برانچ لائنوں کی آمدنی مین لائن سے زیادہ ہے - ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونی چاہئے تاکہ آمدنی اور بڑھے - وعدہ تو کرتے ہیں کہ برانچ لائن کا پورا پورا خیال کریں گے مگر ہوتا کچھ نہیں - میں کہتا ہوں کسی قسم کی ٹرانسپورٹ

کو لے لیجئے - مجھے بتائیے کہ کونسی کا کرایہ ریلوے سے تھوڑا ہے - جو ہوائی جہاز میں سفر کرنے والے ہیں وہ تو صرف ۲۵ آدمی ہوں گے جنہوں نے فرسٹ کلاس میں سفر کرنا ہے وہ ۷۵ آدمی ہوں گے - میں تو کہتا ہوں برانچ لائنوں پر فرسٹ کلاس کی ضرورت ہی نہیں یہ کلاس توڑ دینی چاہئے اور جس طرح پچھلے سال مین لائن کی طرف محکمے نے توجہ کی اس طرح برانچ لائنوں کی طرف اس سال توجہ کریں میرا خیال ہے انشاالله سب معاملات اچھے ہو جائیں گے - میں یہ نہیں کہتا کہ اس بجٹ سا اور بجٹ کوئی نہیں لیکن پچھلے سال کے مقابلے میں جو حالت ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کہ یہ محکمہ جس کا خرچ ۳ کروڑ اور تنخواہوں کے ساسلہ میں ۲ کروڑ بڑھا ہے اس نے پھر بھی آمدنی میں منافع دکھایا ہے -

ایک تجویز پیش کرنی چاہتا ہوں جس سے بڑے فائدے کی توقع ہے- میں امید کرتا ہوں کہ اس پر غور کیا جائے گا - تجویز یہ ہے کہ سرگودھا سے گجرات لائن جس کے لئے انگریز کے زمانے میں سروے ہوا تھا اور ۴۸ میل تک اس علاقے میں نہ کوئی پکی سڑک ہے نہ اور ذریعہ آمدورفت ہے - دور دور تک سٹیشن کوئی نہیں - اس سکیم پر غور کیا جائے - اس سے مین لائن سے بھی زیادہ منافع ہو سکتا ہے - لوگوں کو بھی فائدہ ہو گا - جو یہ سمجھتے ہیں کہ مین لائن سے زیادہ آمدنی ہے اس لئے کہ وزیر بھی مین لائن کے دورے کرتے ہیں - بڑے بڑے تاجر مین لائن کو استعمال کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کی ساری آمدنی اگر جمع کی جائے تو برانچ لائن سے کم ہو گی - ریلوے کے جو افسر اس لائن کا دورہ کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو گرد و غبار سے بچانے کے لئے دروازے بند کر کے سفر کرتے ہیں نہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سٹیشنوں کی حالت کیا ہے نہ برانچ لائن کی حالت معلوم ہو سکتی ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ برانچ لائن کی انسپکشن کر کے آئے ہیں -

مسٹر سپیکر۔چودھری صاحب ایک منٹ میں تقریر ختم کیجئے ۔

چودھری سعی محمد۔میں عرض کرتا ہوں کہ اگر لوگوں کے فائدے کے خواہشمند ہیں تو برانچ لائنوں کا خیال کریں ۳۰ آدمیوں کے ڈبے میں ۲۰۰ آدمی ٹھہرےہوتے ہیں اس کا انتظام کریں ۔ گجرات براستہ قادر آباد ۔ سرگودھا لائن ہے اس کی دوبارہ انسپکشن کر کے غور کریں اور اس سکیم کو مکمل کریں ۔

Mr. Speaker : Yes, Diwan Sahib.

دیوان سید غلام عباس بخاری (ملتان ۔ ۷)۔جناب والا ۔ دل تو میرا چاہتا ہے کہ میں اپنے ہر دل عزیز منسٹر صاحب کو دلی مبارک باد پیش کروں لیکن میں پیر غلام محمد صاحب سے ڈرتا ہوں کہ یہاں ممبر صاحب سے کہنے لگے ”کہ تعریف بھی کرتے ہو اور نکتہ چینی بھی کرتے ہو“ تو میں جو کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا وہ کچھ اسی طرح کی باتیں ہیں اور مبارکباد بھی دوں گا اور کچھ چیزوں پر عرض کروں گا ۔

جناب والا ۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں ۔ کہ ہماری اسلامی سلطنت ہے ۔ مگر ہم اسے زبان سے تسلیم کرتے ہیں اب ہمیں دل سے تسلیم کر لینا چاہئے میری یہ دلی خواہش ہے ۔ کہ ریلوے ہو یا ہمارا کوئی ڈیپارٹمنٹ ہو ہر ایک چیز میں ہمیں اسلامی جھلک نظر آئے میری یہ انتہائی خواہش ہے کہ ریلوے ایک سلطنت ہو ڈیپارٹمنٹ ہو ان کے اپنے سکولز ہوں ان کے اپنے ہسپتال ہوں ان کے اپنے ٹکنیکل ادارے ہوں تو کیا ہی اچھا ہو کہ ان تمام اداروں میں یہ کوشش کی جائے کہ بڑوں کو بھی اور بچوں کو بھی اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف اور اسلام کی طرف زیادہ توجہ دلائی جائے جتنی

ریلوے کی عمارتیں ہیں دفاتر ہیں ان پر اللہ کا نام نمایاں ہو تو ہمیں ایک روحانی اور ذہنی سرور حاصل ہو ۔

جناب والا ۔ اگر سٹیشنوں پر مساجد نہ ہو تو ایسے چبوترے بنا دئے جائیں ۔ جہاں لوگ اگر نماز کا وقت ہو جائے تو کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکیں ہماری زندگی اسلامی شان کے مطابق ہو ہمیں بڑی بڑی عمارتیں نہیں چاہئے ہمیں بڑی بڑی تعمیرات نہیں چاہئے اگر وہاں چٹائیاں بھی بچھا دی جائیں تو ہم وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکیں گے ۔

تو جناب والا ۔ یہ ایک بنیادی چیز ہے ۔ جس کی طرف میں جناب وزیر صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ وہ براہ مہربانی اپنے تمام سٹیشنوں کی عمارات میں اس قسم کا رنگ دکھائیں ۔ کہ جس پر ہم فخر کر سکیں ۔ کہ واقعی یہ ایک اسلامی سلطنت ہے ۔ دوسری چیز یہ ہے ۔ کہ کارکنان جس قدر مطمئن ہوتے ہیں ۔ وہ اسی قدر زیادہ کام کرتے ہیں مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے ۔ کہ ریلوے کا کوئی کارکن اگر کسی حادثے کا شکار ہو جائے ۔ تو اسے اس حادثے کا شکار ہونے پر کوئی مدد دینے کی بجائے اس کا اپنا جو Provident Fund ہوتا ہے ۔ اس کے خاندان کو وہی وصول کرنے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے ۔ اس لئے میں یہ تجویز کروں گا ۔ کہ اگر کوئی کارکن کسی حادثے کا شکار ہو جائے ۔ تو اس کے خاندان والوں کو فوراً اس کی ایک ماہ کی تنخواہ دیدی جایا کرے ۔ کیونکہ وہ اپنے سرپرست سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں ۔ اور وہ کارکن ڈیوٹی پر اپنی جان دے چکا ہوتا ہے ۔ تو اس لئے اگر ان کی امداد ہو جائے ۔ تو اس کے خاندان والے یکلخت حادثات اور مصائب کا شکار نہ ہوں گے اگر اس کا Provident Fund ان کو دو مہینے کے اندر اندر دے دیا جائے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک بجٹ کے ہر پہلو کا تعلق ہے ۔ میں نے دیکھا ہے ۔ کہ انہیں بجٹ authorities نے اور ہمارے ہر دلعزیز وزیر صاحب نے cover کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اور مجھے اس میں کوئی پہلو ایسا نظر نہیں آتا جو کہ پہلے بجٹ سے ناقص پایا جائے یا جس میں پہلے بجٹ کی نسبت کوئی کمی پائی جائے ۔ لیکن میں ایک چیز ضرور عرض کروں گا ۔ اور وہ یہ ہے کہ ۱۹۵۰ء سے لے کر آج تک رجحان یہی ہے ۔ کہ نچلے درجے کے کرایوں میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ ہمارے جتنے محکمے موجود ہیں ۔ ان میں ہمارے عوام ٹیکسوں کے بار کے نیچے دبے جا رہے ہیں ۔ ایک ریلوے ہی کا محکمہ تھا ۔ کہ جس سے مجھے کچھ سکون ملتا تھا ۔ کہ یہ ایک ایسا محکمہ ہے ۔ کہ جو ہر روز روبہ ترقی بھی ہے ۔ اور اس کے کرائے بھی دوسرے ممالک کے مقابلے میں زیادہ بھی نہیں ہیں ۔ لیکن اب مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے ۔ کہ یہ جو رجحان ہے ۔ کہ ہر سال کرائے بڑھائے جاتے ہیں ۔ یہ رجحان کچھ اچھا نہیں ہے ۔ اور چونکہ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ ملک میں صنعتی پیداوار اور زرعی پیداوار بھی بڑھ رہی ہے ۔ تو یقیناً اس کا اثر ریلوے کی آمدنی پر بھی پڑ رہا ہو گا ۔ لہذا ہمیں اس آمدنی سے فائدہ اٹھانا چاہئے ۔ اور نچلے طبقے کے کرایوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہئے ۔ اس کے لئے میں سمجھتا ہوں ۔ کہ ایوان کے دونوں اطراف سے میرے دوستوں نے توجہ دلائی ہے ۔ ایک عرض یہ بھی ہے ۔ کہ گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے جو ریلوے لائینیں بچھائی گئی تھیں ۔ وہ اسی طرح موجود ہیں ۔ اور اس طرف کسی نے بھی نہیں سوچا ۔ کہ کسی طرح راستہ کم جائے ۔ اور ریلوے کی بچت کی جا سکے ۔ اور چھوٹے راستے سے سفر کیا جائے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب بجٹ تیار ہو ۔ تو ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے ۔

کہ اگر ہم یہ فاصلہ کم کر سکتے ہیں ۔ اور عوام کو سہولت مہیا کر سکتے ہیں ۔ اور کسی علاقے میں اس کی ضرورت بھی ہو ۔ تو وہاں اس قسم کی لائن دینی چاہئے ۔ مثال کے طور پر میں اپنے علاقے کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ کہ اگر شجاع آباد سے جلال پور اور جلالپور سے ستلج کو پار کرتے ہوئے کوٹ بھنی کو ملا دیا جائے ۔ تو موجودہ صورت میں بہاولپور کی طرف سے جو ریلوے لائین ملتان جاتی ہے ۔ تو اس طرح پچاس میل کا راستہ بچ سکتا ہے ۔ اور یہ راستہ شجاع آباد اور جلالپور کے علاقے کا ایک مدت سے مطالبہ بھی ہے ۔ جو اس طرح پورا بھی ہو سکتا ہے ۔ اور دریائے ستلج ایک چھوٹا سا دریا ہے ۔ جسے برائے نام ہی دریا کہا جا سکتا ہے ۔ اس پر ایک چھوٹے سے پل کی تعمیر سے یہ crossing ہو سکتی ہے ۔ اس کے لئے میں تجویز پیش کرونگا ۔ کہ اس کو مد نظر رکھا جائے ۔ اور ہمیشہ کے لئے اس طرح سے چالیس پچاس میل کی مسافت بچائی جائے ۔ اور اس علاقے کی ایک مدت کا یہ مطالبہ پورا کیا جائے ۔ شجاع آباد ریلوے سٹیشن پر جو سہولتیں آج سے پچیس تیس سال پہلے مہیا تھیں ۔ ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ۔ اور نہ وہاں پر کوئی تیز رفتار گاڑی ہی رکتی ہے ۔ نہ وہاں پر سائے کا کوئی مستقل انتظام ہے ۔ اور پانی کا بھی کوئی اچھا انتظام نہیں ہے ۔ عوام کے بیٹھنے کے لئے بھی کوئی خاص جگہ نہیں ہے ۔ اور ٹیلیفون اور بجلی کی سہولت سے بھی وہ محروم ہی ہے ۔ اس لئے میری یہ عرض ہوگی ۔ کہ اس سٹیشن کی طرف فوری توجہ فرمائی جائے ۔ کیونکہ یہ پچاس ساٹھ سال سے محروم چلا آ رہا ہے ۔

رائے منصب علی خان کھرل (شیخوپورہ ۔ ۳) جناب والا ۔ اگر میں

جناب وزیر ریلوے کی جوان سالی اور جواں ہمتی کا تذکرہ نہ بھی کروں ۔ اور ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کی جو رسم چل نکلی ہے ۔ وہ بھی پوری نہ کروں ۔ تو بھی انہوں نے اور انکے محکمے نے اپنی محنت اور کوشش سے جن خزاں رسیدہ شاخوں کو ثمر بار کیا ہے ۔ انکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں یہ نہیں کہتا ہوں ۔ کہ ان شاخوں پر ہماری آرزؤں کے پھول مہکنے لگے ہیں ۔ لیکن میں یہ ضرور کہونگا ۔ کہ

پیدا کہیں بہار کے امکان ہوئے تو ہیں ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا ۔ ریلوے بجٹ کے بعض پہلو ایسے ہیں ۔ کہ جنہیں خوشگوار کہا جا سکتا ہے ۔ مثال کے طور پر ایک ایسے کارخانے کا قیام جو ابھی تعمیری مراحل طے کر رہا ہے ۔ اور جناب وزیر ریلوے نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا ۔ کہ اس کارخانے کے قیام اور اس کی تعمیر کے سلسلے میں وہ کسی بیرونی فرم یا بیرونی انجینیئر کی امداد نہیں لے رہے ہیں ۔ تو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ ایک انتہائی مستحسن، موزوں اور قابل تعریف قدم ہے ۔ اور ہمارے ملک میں آج تک جو کچھ ہوتا رہا ہے ۔ یہ اس سے بالکل ایک الگ تھلگ بات ہے ۔ ہوتا یہ ہے ۔ کہ کوئی چھوٹا کام کرنے مثلاً پل تعمیر کرنے یا ڈیم بنانے ان کے متعلق کوئی منصوبہ بندی کرنی ہو ۔ تو اس کے لئے ہم فوراً باہر سے آدمی بلاتے ہیں ۔ اور اس کے بعد ہم کام کا آغاز کرتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ بات بالکل غلط رہی

ہے ۔ اس سے ہمارا روپیہ ضائع ہو رہا ہے ۔ اور واپڈا کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔ اس محکمے کے جو غیر ملکی افسر تھے ۔ انہوں نے ہمارے روپے پر عیش و عشرت کی ۔ اور وہ رنگ رلیاں مناتے رہے ۔ یہ ٹھیک ہے ۔ کہ اس محکمے نے اچھے کام بھی کئے ہیں ۔ لیکن جو غیر ملکی افسر تھے ۔ اور جن کو گرانقدر تنخواہیں ملتی رہی ہیں ۔ وہ ہمارے روپے کو آج تک ضائع کرتے رہے ۔ صرف یہ جا کرتے رہے ۔ یہ ایک ایسی المناک داستان ہے ۔ کہ اس کا ہر حرف ایک تاریخ کا باب بن سکتا ہے ۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ محکمہ ریلوے نے اس راہ سے ہٹ کر ایک اچھی اور روشن مثال قائم کی ہے ۔ میں ان کو یقیناً مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ ہمارے ملک کے انجینئر اپنے کام کو اور اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں ۔ بشرطیکہ وہ ٹھیکیداروں سے مل کر روپے کو خورد برد نہ کریں ۔ تو بہت اچھے نتائج نکل سکتے ہیں ۔

علاوہ ازیں وہ بھی اس تعمیری منصوبے میں جس کا ذکر انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے وہ ایک حد تک ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں ۔ مثلاً شیخوپورہ اور منٹگمری میں کام کی رفتار تسلی بخش ہے اور اس سلسلہ میں حکومت نے جو اقدامات کئے ہیں وہ میں بتائے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اس کے علاوہ سندھ میں نئی یونٹوں کے سروے کا آغاز کیا گیا ہے ۔ وہ بھی ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک مفید قدم ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ون یونٹ کے قیام و دوام کی برکت ہے کہ ہمارے سندھی بھائی زندگی کے ہر میدان میں ہر شعبہ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور ہمیں دلی خوشی ہے کہ وہ اس راہ پر گامزن ہو رہے ہیں اور خوش حالی اور فارغ البالی اور مسرتوں

سے سرشار ہو کر اپنے ایام زندگی کو مالا مال کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو کہ ون یونٹ کے خلاف زہر اگلتے تھے انہیں ان سکیموں سے فائدہ ہو رہا ہے اور وہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ رہے ہیں۔ سڑکوں اور ریلوے لائینوں کے سروے سے آمد و رفت میں کافی فرق پڑ جائے گا اور وہاں لوگوں کو کافی سہولتیں میسر ہو جائینگی۔ اسی طرح ایک اور خوشگوار تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ گاڑی کا ٹائیم ٹیبل اور اس کے اوقات و دیگر متعلقہ امور۔ رسل و رسائل۔ عوام کے اور ان کے نمائندوں کے مطالبات کی طرف پوری توجہ کی گئی ہے۔ اور جائز مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ چند نقائص کی طرف بھی محکمہ کی توجہ دلائی گئی تھی اور اس نے بالکل فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے غیر معمولی کاموں کو امکان کی حد تک پہنچایا اور ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ ان کے ایک عوامی وزیر ہونے کا ثبوت ہے اور میرا یہ دعوے ہے کہ اگر وہ ضروری مسائل کی طرف توجہ دیتے رہے اور ان کو اسی طرح حل کرتے رہے تو حالات کے سدھرنے کی کافی توقع ہے۔ میں ایک اور گذارش وزیر ریلوے کی خدمت میں کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ریلوے کے محکمہ کو اپنا طریقہ کار بدلنا چاہئے۔ انہوں نے کرایہ میں جو اضافہ کیا ہے۔ وہ ان تمام حقوق اور مثال کے طور پر وہ ان کی عدم توجگی کی طرف نشان دہی کرتا ہے۔ اور ان مشکلات سے عدم توجگی جو کہ ہمارے عوام کو در پیش ہیں۔ ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ وہ کم از کم اتنا تو معلوم کرتے کہ کرایہ میں اضافہ کر کے انہوں نے قطعاً ہمدردی کا ثبوت نہیں دیا اور کرایہ بڑھا دیا ہے اور ہر معزز ممبر نے اس کے خلاف احتجاج کیا ہے اور عوام کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ

اضافہ جو ہوا ہے یہ بالکل غلط ہے ۔ عوام اس کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ ان کے لئے یہ ایک بوجھ ہے ۔ چاہے تھوڑا ہی ہو لیکن وہ نا قابل برداشت ہے ۔ علاوہ ازیں میں برانچ لائینوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ محترم ریلوے وزیر نے فرمایا کہ وہ وہاں ترجیح دیتے ہیں ۔ جہاں ذرائع آمد و رفت زیادہ ہوں ۔ برانچ لائینوں پر آمد و رفت کم ہوتی ہے اس لئے اس لحاظ سے توجہ نہیں دے سکتے کیونکہ یہ تجارتی ادارہ ہے ۔

Mr. Speaker: Now, before calling upon the Railway Minister to wind up the debate I will call upon Mian Sharif.

رائے منصب علی خان کھرل۔۔ مجھے اپنا فقرہ مکمل کر لینے دیجئے ۔ تو میرا خیال ہے کہ برانچ لائینوں کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ یہ قومی ادارہ ہے ۔ برانچ لائینوں پر جو لوگ رہتے ہیں وہ بھی تو ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ وہ بھی تو اس ملک کے شہری ہیں اور ان کو تمام سہولتیں میسر ہونی چاہئیں ۔

میاں محمد شریف (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔۔جناب سپیکر۔ آخر آپ کی نگاہ التفات اس طرف اٹھی اور آپ نے نہایت مہربانی سے میری توجہ جس چیز کی منتظر تھی آپ نے میری خواہش پوری کر دی ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس حد تک ریلوے بجٹ کا تعلق ہے ۔ جناب سپیکر ۔ میں اس بجٹ کو اطمینان بخش بجٹ کہہ سکتا ہوں ۔ جناب سپیکر ۔ اگرچہ اس بجٹ میں خوبیاں بھی ہیں لغزشیں بھی ہیں ۔ اس میں خوشبویں بھی ہیں اس میں تعفن کی بد بو بھی ہے ۔ اس میں روشنی بھی ہے ۔ اس میں تاریکی بھی ہے ۔ اس میں پھول بھی ہیں ۔ اس میں کانٹے بھی ہیں لیکن با ایں ہمہ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ خوبیاں زیادہ ہیں لغزشیں تھوڑی ہیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں وزیر

متعلقہ اور ان کے عملہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ (آوازیں ہیئر ۔ ہیئر)
جناب سپیکر ۔ جس حد تک اس بجٹ پر تنقید کی گئی ہے میں یہ
سمجھتا ہوں کہ عوامی نکتہ نگاہ سے میں اس بجٹ پر معزز ممبران
صاحبان کی خدمت میں اپنے خیالات پیش کرنے یا ان کے اظہار کرنے
کی جسارت کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر ۔ یہاں یہ اعتراض کئے گئے
ہیں کہ انگریزوں کے وقت سے لے کر اس وقت تک ریلوے کے طریقہ
کار میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی اور ہم انگریزوں کی طرف جا
رہے ہیں یہ قطعی طور پر غلط ہے ۔ جو ریلوے کے تھرڈ کلاس میں
بیٹھنے والے ہیں میں خود بھی غریب سا آدمی ہوں ان کو مجھے بسا
اوقات دیکھنے کا موقعہ ملا ہے ۔ اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں
گا کہ اس وقت کی جو تھرڈ کلاس بوگیاں تھیں ان میں ۱۰۰ یا
۱۳۰ آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہوا کرتی تھی ۔ موجودہ ترقی کے
نتیجہ کے طور پر ۸۴ کر دی گئی ہے ۔ اور جگہ مختص کر دی گئی
ہے تاکہ مسافر آرام سے ان بوگیوں میں بیٹھ سکیں اور جناب میں یہ سمجھتا
ہوں کہ یہ اعداد و شمار جو اس ایوان کے سامنے پیش کئے گئے ہیں ۔
یہ صحیح ہیں اور محکمہ ریلوے کے پڑتال شدہ اعداد و شمار ہیں ۔
اس سے پہلے اتنی گنجائش ان بوگیوں میں نہیں رکھی گئی تھی ۔ تو
جناب والا ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان ڈبوں میں جو انگریزوں
کے وقت میں بنائے گئے تھے ۔ اور ان ڈبوں میں جو ڈیویلپ کر کے
ہمارے ریلوے کے محکمہ نے بنائے ہیں ان میں نمایاں فرق ہے آپ
کو یاد ہو گا کہ پہلے ڈبوں میں لکڑی کی سیٹیں ہوا کرتی تھیں اب
تھرڈ کلاس کے ڈبوں میں بیک سائیڈ پر کشن وغیرہ لگا دئے گئے ہیں
اور سیٹیں بھی پہلے سے آرام دہ ہیں اور اس طور پر ان میں نمایاں
تبدیلی کر دی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ جناب صدر ۔ تھرڈ کلاس میں
پنکھے لگا دئیے گئے ہیں ۔ تو کیا یہ تبدیلی نہیں ہے ؟ کیا ریلوے

کے محکمہ نے انگریزوں کے وقت کے بعد بہتر کار کردگی نہیں دکھائی کیا اس محکمہ کو بہتر بنانے کے لئے اور عوامی سہولتوں کے لئے ایک اچھا قدم نہیں اٹھایا ۔ تو یہ یقیناً اچھی بات ہے ۔ اور ہمیں اس کی تائید کرنی چاہئے ۔ ڈیپارٹمنٹ جو اچھا کام کرتا ہے ۔ اس کی تائید کرنی چاہئے اور پھر اس سے کوئی توقع بھی کی جا سکتی ہے ۔ ان حالات میں محکمہ کے نظم و نسق میں اور ایڈمنسٹریشن میں کام زیادہ بہتری سے ہو گا ۔ اور وہ حوصلہ افزائی سے کام کریں گے ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ کولر جیساکہ میں نے عرض کیا ہے ۔ ۸۵ کے قریب ٹھنڈے پانی کے کولر لگا دئیے گئے ہیں جو اس سے پہلے نہیں لگے ہوئے تھے یقیاً انگریز کے وقت میں بھی نہیں تھے ۔ اس وقت ڈویلپمنٹ ہوئی ہے ۔ اور ہمیں اس چیز کو تسلیم کرنا چاہئے ۔ جناب والا ۔ اس کے علاوہ ۱۵ - ۲۰ کے قریب ہر سال شیڈ بنائے جاتے ہیں جہاں لوگ آرام کرتے ہیں اور دھوپ سے بچنے کے لئے مسافر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اور وزیر متعلقہ کی کوشش سے اور ان کی توجہ سے یہ آہستہ آہستہ ۔ رواں رواں قافلہ منزل مقصود کی طرف جا رہا ہے ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ گاڑیوں کو تیز چلانے کا ریلوے ڈیپارٹمنٹ نے قدم اٹھایا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاہور سے سیالکوٹ تک ایک ایکسپریس چلائی گئی ہے ۔ لاہور سرگودھا کی گاڑی کو کم سے کم وقت میں پہنچانے کی کوشش ہوئی ہے ۔ لاہور سے لائل پور بھی مدھم رفتار سے تیز رفتار کر دی گئی ہے میں سمجھتا ہوں یہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کوشش ہے ۔ اور تھوڑے وقت میں منزل مقصود تک لے جانے کے لئے کوشش کی گئی ہے ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ نقل و حرکت کا محکمہ ہمارے ملک

اور ایک آزاد صوبہ کے لئے ریڑھ کی ھڈی کی حیثیت رکھتا ھے اس کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھنا ھے ۔ کہ امن کے زمانہ میں نقل و حمل کا محکمہ اگر اعلیٰ صلاحیت رکھتا تو ھمیں یہ توقع رکھنی چاھئے ۔ کہ خدا نخواستہ کسی وقت جس وقت ملک کی ڈیفنس کرنی ھو اس محکمہ سے کام لیا جا سکتا ھے .....

پیر غلام علی۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ یہ اس تقریر کے عوض ڈائننگ کار کا ٹھیکہ لینا چاھتے ھیں ۔ مجھے یہ باھر بتا رھے تھے ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

میاں محمد شریف۔پیر صاحب کو ھر بات کہنے کا حق حاصل ھے ۔ میں ان کا مرید ھوں ۔ مرید کے متعلق جو پیر صاحب چاھیں کہہ سکتے ھیں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رھا تھا کہ کلاس تھرڈ کے پسنجر جو اس ملک کے آزاد شہری ھیں اس کرئے کے بڑھائے جانے کو میں بلا شبہ اچھا نہیں سمجھتا ھوں ۔ اگر سیکنڈ کلاس کے کرائے میں اضافہ کر دیا جائے ۔ اگر فسٹ کلاس کے کرائے میں اضافہ کر دیا جائے ۔ تو یہ مناسب ھو گا ۔ اس صوبہ اور اس ملک کے غریب عوام پر یہ بوجھ ڈالنا قطعاً قرین انصاف نہیں ھے ۔ میں وزیر ریلوے سے توقع رکھتا ھوں ۔ وہ اس معاملہ کو کم از کم سوچیں اور اس کو سہی کرنے کی کوشش کریں ۔

جناب والا ۔ ایک بات ڈیپارٹمنٹ کی عام چلی آ رھی ھے ۔ کہ جب بجٹ میں خسارہ ھوتا ھے یا جب کسی ڈیپارٹمنٹ کو ضرورت ھوتی ھے ۔ وہ ٹیکس عائد کر دیا جاتا ھے ۔ میں جناب والا ۔ سمجھتا ھوں کہ یہ لیکیج ڈیپارٹمنٹ کی ھوتی ھے ۔ یہ لیک آف سپرویژن ھوتی

ہے ۔ اگر صحیح طور پر نگرانی کریں تو اس میں زیادہ آمدن پیدا کی جا سکتی ہے ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا ۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں ۔ چنگی کے محکمہ میں لیکیج ہوتا ہے ۔ جب ہم نے کوشش کی تو ۲۵ لاکھ کا فائدہ ہوا ۔ ڈیپارٹمنٹ والے کچھ کرتے نہیں ہیں جس وقت روپیہ کی ضرورت پڑی ٹیکس زیادہ لگا دیا ۔ جناب والا ۔ اپنے فرائض منصبی کو جو لیکیج دور کے سلسلے میں انہیں کرنی چاہئے اس کی طرف توجہ نہیں دیتے ۔ میں وزیر متعلقہ سے عرض کروں گا ۔ اگر آپ کوشش کر کے اس چیز پر حاوی ہو جائیں تو یقیناً نئے ٹیکس جو آپ لگا رہے ہیں ۔ ان کا سوال کبھی پیدا نہیں ہو گا ۔

جناب والا ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : I now call upon the Railway Minister to wind up the debate.

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Mr. Speaker, I am grateful to the members of this hon'ble House, majority of whom have participated while discussing the Railway Budget.

Mr. Speaker : 31 from the majority party and 10 from the Opposition.

Minister of Railways : Well Sir, most of them have been arguing a case that this year we have increased the passenger fares, and what are the reasons for this enhancement. Sir I would like to explain the reasons why we have increased the fares.

Sir this was the point which was thoroughly examined by me and I was convinced that this is the stage where the rate should be increased and the reasons are : Sir last year when the budget was presented in the House, immediately after, the Central Government announced the duty on oil resulting in the fact that we had to pay about three crores of rupees as extra amount, which was not provided in the budget. Revision of pay scales has taken place. For that we had to pay Rs. 2.5 crores. Sir it is impossible to provide nearly about six crores for which we had never anticipated. Nevertheless we were in a position to manage and complete the year. Last year extraordinary conditions came in favour of railway because we had to transport wheat, coal, cotton and many other items much more than the previous years. That was the only reason that we could meet the deficit, which had come at a later stage.

Sir in my revised estimates I have given the details that we have been able to get about over four crores of rupees during this year. Because of

all these factors which I have stated we were able to earn that amount. These were extraordinary conditions. But for the next year we are not sure; possibly we may earn less amount or we may earn much more than what we have earned this year. Sir on the one side there is a demand from the members of the House that the amenities for the lower class passengers are not sufficient; they would like to have the third class waiting halls; they would like to have fans in the third class compartments; they would like to see the fans in the waiting halls and on the railway platforms, and on the other hand, they do not wish that we should increase the rate.

Sir during this year we had realised that there is a great need of more passenger trains that is why we had to increase the number of trains, that is to say about 36 trains. These were new trains started during this year. This is all because there was a demand from the local citizens of this province and we have to meet that. Sir on the one side you would like to have trains, you would like that the passengers should have all those facilities, and on the other hand you want that we should not increase the rates.

Some of the members have also argued that even in India the rates are lower than Pakistan. Sir this information I would not straight away say to the member that it is incorrect, but I would tell him that the fares in Pakistan are lower than in India even after this present increase which we are going to do for the next year.

Similarly, Sir, this is not the justification which I am going to say. But I have already stated that in the neighbouring countries of this part of the world where the conditions are identical, even there the fares are much more than what we will be having during the next year after increasing these rates When the question of more facilities comes, because this is the right of the people, this is the extra fare they are going to pay and definitely I agree to that I will be giving you the details as to what extra amenities are going to be provided to lower class passengers during the next coming year. This was also argued by one of our members, Nawabzada Iftikhar Ahmad Khan, that this Province as compared with East Pakistan Railway is much larger and what is the reason that East Pakistan Railway has been able to give you a surplus of three crores of rupees whereas we have been able to save hardly 1.48 crores. I would like to clarify this position that in East Pakistan nearly about two months before the Budget was presented they had enchanced their rates by 10% and, therefore, the actual figure of their surplus is rupees thirty-three lakhs and not three crores. On the other hand, if we see the Budget of the West Pakistan Railway, they have enhanced the rates by only 5% and their balance is likely to be Rs. 1.48 crores. If we had also increased the rates, as East Pakistan has done, I am sure, our balance would have been much more that what we have to show you now. Therefore, there is no justification to say that the East Pakistan Railway is a better Railway than this Wing because they have been able to give a more surplus. I am sure, the Members of this House, after this argument, will be satisfied that whatever we have worked out is perfectly in accordance with the requirements of this Province.

Before I deal with various points raised by the Members of this House, I must mention one thing that before the Railway Department was transferred to this Province, i. e., about three years back, the yearly income was about rupees forty-eight crores and I will definitely be proud to say that after the Provincial Administration took over, we have been able to increase our income by rupees ten crores and in the next year we will be having rupees fifty-eight crores. This credit definitely goes to the Provincial Department that by their efficiency they have been able to provide this income by doing more service to the people and the people have been getting more benefit of the Department.

Mian Muhammad Akbar, in this opening speech, pointed out a couple of solid things, atleast I could imagine so at that time. One of the major points he raised was that we have been importing coal from India and nearly thirty wagons daily come to Moghulpura Workshop and there is no record maintained whatsoever and this is the state of affairs in the Railway Department. I have looked into this case and for his information I may state that the Railway Department gets generally about five wagons per day from India and for these wagons we have already got officers at the points of despatchment and where we take the delivery. As soon as the wagons start we get information that they have been despatched and on their arrival at Moghulpura they are weighed and the record is maintained. I accept the challenge put by Mian Muhammad Akbar and would request the Leader of the Opposition to accompany me to that Workshop at Moghulpura and I will show him all the relevant record. I am sure, after that, Mian Sahib will be convinced.

On a point of order sir. میاں محمد اکبر

جناب والا ۔ یا تو آپ مجھے بھی اجازت دیں تاکہ میں
بعد میں وزیر ریلوے صاحب کی تقریر کا جواب دے سکوں
یا مجھے ساتھ ہی ساتھ اجازت دیجئے تاکہ جو بات جناب وزیر
ٹھیک طور پر نہ فرمائیں ۔ میں اس کی وضاحت کر دوں ۔ میں
نے جو کوئلے کے تیس ویگنوں کے متعلق عرض کیا تھا . . . . .

Mr. Speaker : The point of order is ruled out. There is ample opportunity and the member may clarify the position during the cut motions.

Minister of Railways : Sir, the second point on which he based his argument was the Operational Statistical Supplement. The member mentioned that the issue of May 1964 indicates that at certain places our performance has gone down.

میاں محمد اکبر—پچھلے مہینوں میں بھی ہے -

Minister of Railways : Well, Sir, I have collected the data. So far as this issue is concerned there is a decrease. We have been issuing these notifications every month in order to check up our performance and wherever we feel that there is a decrease it is our duty to check and improve. This is a fact that in that month there was a fall at some stages but this should not be the criterion that we should base the entire set-up of the year on one issue and say that the railway department has failed in its duties. I have collected the data about the train arrivals. The percentage of punctuality of Mail and Express trains in 1963-64 is 88 percent and over-all of other trains it is 86.2 per cent. I think this percentage, if you compare it with other countries, is much better. Therefore, we should not come to the conclusion just by reading one or two items. We are proud of it to express to the people that here is something that should be of credit.

Besides this, there have been certain demands from the members from Jacobabad about Kashmore line. Mr. Soomro raised a question that there the fare was 1½ time more. I have checked it up and have decided that from the Ist of July the fare will be the actual fare that is being charged from other parts.

On a point of order sir.—وزیر خزانہ

جناب والا ۔ عرض یہ ہے کہ جب تک وزیر ریلوے تقریر کرتے رہیں ہاؤس کا time تب تک extend کر دیا جائے ۔

Minister of Railways : If I get a few minutes, I will try to finish.

Mr. Speaker : How many minutes more will the Minister require ?

Minister of Finance : Fifteen minutes more.

Mr. Speaker : I may point out to the Minister of Railways that he should make as brief a speech as possible because I have been sitting here for the last five hours and no deputy is here to relieve me.

وزیر خزانہ—جناب والا ۔ اگر آپ ہاؤس کے دوسری طرف توجہ فرمائیں تو آپ دیکھینگے کہ ساری آپوزیشن میں سے صرف ایک آدمی بیٹھا ہے ۔

میاں محمد اکبر—جناب والا ۔ وزیر صاحب نے یہ تاثر دیا ہے

کہ میں نے ٹھیک بات نہیں کہی - میں نے تو صرف ایک دو باتیں کہی تھیں اور وہ personnel کے متعلق تھیں -

Mr. Speaker : Order, order I will give the member time when cut motions come under discussion.

Minister of Railways : Sir, I will reply to all his objections.

Sir, there had been a demand from the majority of the members of this House during the last budget session that they would like to have rails in various parts of the country. Accordingly the instructions were issued and surveys were carried out. In the 3rd 5 Year Plan, as I have already mentioned in my budget speech, we will be connecting Amruka-Wasawewala rail link during the next year. Then we will be connecting Kot Adu with Dera Ghazi Khan, this is another link which we are going to connect. The third one is the conversion from metre guage to broad-guage track between Hyderabad and Mirpur Khas. These are the three major projects which we are going to do. As you will realise that the financial position and the resources of the Railway Department are very limited and the demands for railway lines is from all over the province, I could only assure the members that we will definitely meet their demands when we are in a position to do so and when the finances permit us. Even during this discussion they have mentioned that railway lines should be put in various parts of the province. We will definitely carry out surveys and keep all these reports on the waiting list. The moment the funds permit us and there is a justification we will proceed with them.

Then, Sir, there was a reference made to the Economic Committee by a few members that they are eagre to hear the report of that Committee. One of them expressed that the Sub-Committee has given its final findings and they should come before us. I may assure the members that we are all at it and days are not very far when it will be published and it will be known to everybody.

Sir, there has been a very severe attack on the manufacture of nuts and bolts. Mr. Hamze said that we have not been able to manufacture nuts and bolts in our factories and that majority of nuts and bolts are being purchased from market. Here I would like to clarify the position that in 1950 our manufacturing capacity was about 57000 and that has been increased to over a crore. Very limited items are being purchased locally. But one thing I must mention that this local purchase is also an imported item. Those are imported by these various firms here and nobody is locally manufacturing those sizes which we cannot do here. But in the near future we will be having machines and *Inshah-Allah*, so far as nuts and bolts are concerned, there will be no import and all will be manufactured within the workshop of the Railway Department.

Then, Sir, there has been criticism on the import of spare parts. Sor far as spare parts are concerned majority of them are manufactured here in the workshop and only the parts which are required for locomotives are to be imported. Whatever possible manufacture could be made here,

we are doing it. Sir, we are planning in the 3rd Five Year Plan, that even the spare parts will be manufactured here and we will not be importing so far as nuts, bolts or spare parts are concerned from ouside.

There was another point raised by Mian Muhammad Akbar, that is to say, he had based his arguments on the case which was at the time lying in the Supreme Court—Ghulam Sarwar Vs. Railway.

(At this stage, Mr. Senior Deputy Speaker, Mr Muhammad Ishaq Khan Kundi, occupied the chair)

He had further said that there were some strictures against the then D. P. O. in the judgement of the Court and now the same officer is promoted and he is now C. P. O. I have gone through that case and as far as I have been able to gather from it regarding the strictures passed against the concerned officer, that is to say, the then D. P. O., is that there is nothing on the record because the judgement is here with me—Only some evidence is available which was actually produced by Mr. Ghulam Sarwar and that is that he had actually offered some amount through his servant and that was being discussed in the Court and the Court, when writing the judgement, has definitely mentioned that this matter has come to the notice of the Court. But there are no final findings on the subject by the Court that this man was found guilty of this charge and there are no definite findings by the Court at least in this judgement which is in my possession that this man is found guilty of this charge. If he had been found guilty we would not have allowed him to continue. Therefore, I accept this challenge. During the discussion of cut motions, Mian Muhammad Akbar can come forward and verify and he can show me if there is any judgement given by the Supreme Court in which they have clearly said that Mr. so and so has been found guilty of this charge.

Sir, actually we have met today for sufficient long time and to the remaining arguments I will be giving the replies to the members on their cut motions. Now I take leave of the House.

Mr. Senior Deputy Speaker : The House now stands adjourned till 8 30 a. m. on Monday.

(The Assembly then adjourned till 8.30 a. m. on Monday, the 15th June, 1964)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Monday, the 15th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqui, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى
مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا لا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ص وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ
اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پ ۱۸ - س ۲۴ - ع ۹ - آیات ۲۰ تا ۲۲

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا مگر) یہ کہ بیشک اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے۔ اے ایمان والو شیطان کے نقش قدم پر کبھی نہ چلنا۔ اور جو بھی شیطان کے نقش قدم چلے گا تو وہ تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی پاک نہیں ہو سکتا تھا مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے اور جو لوگ تم میں صاحب فضل (اور) صاحب وسعت ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو کچھ خرچ و اخراجات نہیں دیں گے۔ ان کو چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

POINT OF ORDER

SUSPENSION OF QUESTION HOUR

وزیر خزانہ۔ on a point of order sir جناب والا ۔ عرض یہ ہے کہ پہلے بھی میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ بجٹ پر بحث کے دوران question hour کو suspend کر دینا چاہئے ۔ اب یہی رائے ایوان کے جملہ ممبران کی ہے ۔

That during the Budget Session there should be Suspension of the Question hour.

مسٹر سپیکر ۔ کیا آپ ۲۹ جون تک چاہتے ہیں ؟

وزیر خزانہ۔ ۲۹ جون تک کر دیں یا ۳۰ جون تک کر دیں ۔ کیونکہ وہ بھی تو بجٹ کا حصہ ہی ہے ۔ ویسے اگر آپ چاہتے ہیں تو ۲۹ جون تک کر دیں ۔

Mr. Speaker: Is that the sense of the House? Does Khawaja Sahib agree?

(*Voices: Yes*)

خواجہ محمد صفدر ۔ جی ہاں ۔ جناب مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔

Mr. Speaker: The Question Hour stands suspended till the 29th of this month.

CONDOLENCE RESOLUTION

DEATH OF MAULANA SALAHUDDIN AHMAD

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ - ۱)۔ جناب والا۔ آج آپ نے اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ مولانا صلاح الدین احمد کل وفات پا گئے ۔ میں آپ کی اجازت سے ان کی وفات کے متعلق اس ایوان میں ایک تعزیتی قرار داد پیش کرتا ہوں ۔

"صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان کا یہ اجلاس مولانا صلاح الدین احمد مرحوم کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج

واندوہ کا اظہار کرتا ہے ۔ مولانا مرحوم ایک بے مثال ادیب ایک جلیل القدر عالم اور صاحب طرز انشا پرداز تھے ۔ مرحوم نے مشرقی علوم اور خصوصاً اردو علم و ادب کی بے پناہ خدمات انجام دیں ۔

مرحوم کی وفات سے علمی اور ادبی دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا پر کرنا بے حد مشکل ہے ۔

یہ ایوان مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے ۔ اور پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے ۔،،

Mr. Speaker : Is there any opposition to this resolution ? (Voices - No, no, we entirely agree.)

The resolution is passed unanimously. We should now offer fateha for the departed soul.

(*Fateha was offered*)

ADJOURNMENT MOTIONS

Mr. Speaker : There is a notice of an adjournment motion by Allama Rehmatullah Arshad.

SCARCITY OF WATER IN BHONGA MACHKA NOOR WAH CANAL

علامہ رحمت اللہ ارشد۔

میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ صوبائی مقننہ کی کارروائی ملتوی کر دی جائے تاکہ اہمیت عامہ کے ایک قریب الوقوع مسئلہ پر بحث کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ بھوگ ما چکھ نور واہ کی نہر خشک ہوگئی ہے نہری پانی کی نایابی کی وجہ سے متعلقہ زمیندار سخت پریشان ہیں اور زراعت کو بے حد نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاقہ میں سراسیمگی اور اضطراب پیدا ہوگیا ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک۔ابھی تھوڑا وقت گذرا ہے کہ مجھے اس تحریک التوا کی ایک نقل دی گئی ہے اب میں اس کے متعلق انفارمیشن collect کر رہا ہوں ۔ اس لئے مجھے وقت دیا جائے۔

I hope I shall be able to collect the information within two days.

Mr. Speaker : This motion will be taken up the day-after-tomorrow.

PROVINCIAL CONSOLIDATED FUND (RAILWAYS)

Mr. Speaker : Now we will have discussion on expenditure charged upon the Provincial Consolidated Fund (Railways). Any member wants to take part in this discussion.

(No member spoke)

BUDGET (RAILWAYS)

DEMANDS FOR GRANTS

Mr. Speaker : Next item is the Discussion of Demands for Grants for expenditure other than New Expenditure (Railways). The first cut motion is from Syed Ahmad Saeed Kirmani and he is not present. Next one is from Allama Arshad.

علامہ رحمت اللہ ارشد۔جناب صدر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں ۔

کہ ۷،۳۷،۱۶،۰۰۰ روپیہ کی رقم بہ سلسلہ عام اخراجات کار عام نظم و نسق میزان ۔ دیگر اخراجات متوالی ۔ نئے اخراجات کے علاوہ دیگر اخراجات میں بقدر ۷،۳۷،۱۵،۹۹۹/- روپیہ کی تخفیف کی جائے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عام نظم و نسق کے سلسلہ میں ریلوے انتظامیہ کی غلط پالیسی پر تنقید کی جا سکے ۔

Mr. Speaker : The motion moved is —

"That the total of Rs. 7,37,16,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total Other Expenditure—Recurring—Other than New Expenditure be reduced by Rs 7, 37,15,999.

Minister of Railways : Opposed.

علامہ رحمت اللہ ارشد (بہاولپور - ۲)۔جناب صدر ۔ ریلوے میزانیہ کی عام بحث میں دو ایسی حقیقتیں واضح ہوئی ہیں جن پر اس ایوان کے اس طرف یا اس طرح سے تقریباً ہر ایک ممبر نے اتفاق کیا اور کوئی اختلاف رائے نہیں تھی ۔ وہ یہ تھیں ۔ کہ وزیر ریلوے شریف الطبع ۔ نوجوان اور محنتی ہیں ۔ اور ریلوے بورڈ کے چیئر مین مسٹر این اے قریشی بڑی outstanding قابلیت کے افسر ہیں ۔ لیکن جو

کچھ ہمارے شریف الطبع اور نوجوان وزیر ریلوے نے ریلوے کے محکمہ کی کارکردگی کے متعلق اس کی خوبیوں کو سراہا ہے ۔ اور عملے کی کار کردگی کے متعلق یہاں قصیدہ پڑھا ہے ۔ مجھے اس کے ساتھ اتفاق نہیں ۔ یہ کہنا کسی حد تک درست ہو گا ۔ کہ ہمارے صوبہ کے عام نظم و نسق میں جتنے شعبے ہیں ان کے اندر بد انتظامی و بد عنوانی اور رشوت ستانی شاید زیادہ ہو اور ریلوے کے اندر شائد کم ہو ۔ اور یہ کہنا کہ یہ محکمہ رشوت اور بد عنوانیوں سے پاک اور مبرا ہے ۔ اور اس کا دامن بے داغ ہے ۔ یہ قطعاً غلط ہے ۔ جہاں تک ریلوے کے عام نظم و نسق کی حالت ہے ۔ ایک عام آدمی ریلوے کی کار گذاری کے متعلق ریلوے ہیڈ کوارٹر کی بلند و فلک شگاف عمارت سے اندازہ نہیں لگا سکتا ۔ بلکہ اس کو جو سفر میں سہولتیں مہیا کی گئی ہیں اور جو آرام اسے مہیا کیا گیا ہے وہ اس سے اندازہ لگا سکتا ہے یا وہ اس سے اندازہ لگاتا ہے کہ ریلوں کی آمد و رفت اپنے اوقات پر ہو رہی ہے ۔ یا نہیں ۔

دوسری بات یہ ہے ۔ جس کے متعلق میں نے اشاراً میزانیہ پر عام بحث کے دوران عرض کر دیا تھا کہ ریلوے کے متوسط اہل کاروں کی کم تنخواہوں اور ان کے کم مشاہروں کے سلسلہ میں آپ کی توجہ کی اشد ضرورت ہے ۔ آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا ۔ کہ ان کے فرائض نہایت سخت ہیں ۔ بچاروں کو صبح و شام گاڑیوں میں جانا پڑتا ہے ۔ اور وہ اپنی تنخواہوں سے مطمئن نہیں‌ہیں ۔ جب کسی ملازم یا مزدور کو اپنی کار کردگی کا پورا صلہ نہ ملے تو یقیناً اس کی بد دلی ریلوے کے انتظام اور محکمہ کے انصرام پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کا انعکاس اس کی کار کردگی پر ہوتا ہے ۔

تیسری بات جس کے متعلق یقیناً میں‌سمجھتا ہوں‌کہ‌ہمارے وزیر ریلوے کے دل سے یہ بات نہیں نکلی ہو گی اور جس کے متعلق انہوں نے فرمایا

تھا کہ انتظامیہ کے تعلقات مزدوروں کی یونین سے ناخوشگوار ھیں - میں سمجھتا ھوں کہ تاریخ انسانی میں یہ سب سے بڑا ظلم ھے - اگر مزدور یونین سے ان کی مراد یہ ھے کہ وہ یونین جو ان کی خود ساختہ یونین ھے جو انتظامیہ کی سر پرستی میں پروان چڑھتی ھے جس کا پودا ھی انتظامیہ کی سر پرستی میں لگایا گیا اور اس لئے لگایا کہ جو مزدوروں کے حقیقی نمائندے ھیں اور واقعی نمائندے ھیں جنھوں نے مزدوروں کے لئے قربانیاں دی ھیں - ان کو اس قیادت کے پردے سے ھٹا کر ان لوگوں کے ھاتھ میں مزدوروں کی قیادت دے دی جائے - جو ان کے چشم آبرو کے اشاروں پر رقص کرتے رھیں اور چلیں - اس لئے اگر ان کی مراد یہ ھے کہ یہ کہہ سکیں کہ یونیوں اور انتظامیہ کے تعلقات بہترین لیکن اگر مزدوروں کی یونین جو حقیقتاً مزدوروں کی یونین ھے - جو حقیقتاً ان کی قیادت کرتی ھے - جس کے ساتھ تمام مزدوروں کے دل چلتے ھیں ان کی زبان چلتی ھے ان کے ھاتھ اور پاؤں چلتے ھیں ان کی اصلاح عمل میں اس قیادت کا بڑا حصہ ھے - اگر یہ ھے تو پھر میں کہوں گا - کہ یہ بالکل غلط ھے - کہ ان مزدوروں کے ساتھ انتظامیہ کے تعلقات بہتر ھیں-

جناب نے آج کے اخبارات میں پڑھا ھو گا کہ ریلوے مزدور پھر ھڑتال کی تیاری کر رھے ھیں - سب سے آخر میں میں وزیر ریلوے کو اس امر کی طرف متوجہ کرانا چاھتا ھوں کہ یزمان اور سماسٹہ سے فورٹ عباس تک ریلوے لائین کا ھونا اشد ضروری ھے - یہ ۸۰ میل کا فاصلہ ھے وھاں مواصلات کا اس کے سوا اور کوئی وسیلہ نہیں - اور کوئی ذریعہ نہیں - مجھے معلوم ھوا ھے کہ جو کچھ ریلوے وزیر صاحب کو بتایا گیا ھے وہ یہی ھے کہ ریلوے ایک تجارتی ادارہ ھے - اور تجارتی اور کار و باری طریق پر یہ لائین ان کے لئے مفید نہیں

اور سود مند نہیں ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس طرف یہ ریلوے پندرہ بیس سال تک رہی ہے اور اس پر گاڑیاں چلتی رہی ہیں ۔ اس وقت کے اعداد و شمار نکال لئے جائیں اور دیکھ لیا جائے ۔ میری رائے ۔ میرا خیال اور تاثر یہی ہے کہ یقیناً یہ ریل ہر لحاظ سے مفید تھی ۔ تجارتی لحاظ سے بھی یہ ریل مفید تھی ۔ لیکن اگر اعداد و شمار ہمیں یہ بتائیں کہ کچھ خسارہ بھی ہوتا تھا تو ریلوے کو اس نقطہ نظر سے خالص تجارتی ادارہ نہیں بننا چاہئے ۔ کہ ہر بات میں ناپ تول کر سود و زیان کو دیکھنا ہے اور جہاں اسے معمولی سا خسارہ نظر آئے ۔ وہاں عوام کی سہولت کو پس پشت ڈالتے ہوئے صرف اپنے خسارہ یا نفع پر نظر رکھے ۔

ان گذارشات کے ساتھ میں اپنی تحریک پیش کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Next Cut Motion to the same effect is from Khawaja Muhammad Safdar, and he is not present in the House. Next motion to the same effect is from Mian Muhammad Akbar.

میاں محمد اکبر (گجرات ۔ ۱)۔جناب والا ۔ میری تحریک تخفیف ریلوے کے محکمہ کے عام نظم و نسق نا اہلی رشوت خوری ۔ کینہ پروری اور عام نظم و نسق میں بد انتظامی کے متعلق ہے ۔

جناب والا ۔ اس ضمن میں میں نے چند گذارشات آپ کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کی خدمت میں ریلوے بجٹ پر عام بحث کے دوران پیش کی تھیں ۔ اور میں نے چند ایسی گذارشات عرض کی تھیں جن کا جواب وزیر ریلوے نے اپنی اختتامی تقریر میں دیا ۔ اگرچہ اس وقت میں نے مزید کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے کمال مہربانی سے فرمایا تھا کہ میں تحریک تخفیف پیش کرتے وقت ان باتوں کے متعلق اپنی گذارشات پیش کر سکوں گا ۔

جناب والا ۔ یہاں کئی مسائل ہیں اور کئی ایسے معاملات

ھیں جن میں کہ ریلوے کی انتظامیہ کے عام نظم و نسق کی بد انتظامی اور نااھلیت واضح ھے میں اپنی گذارشات صرف ان ھی تک محدود رکھونگا جو میں نے پہلے کی تھیں اور جس کا جواب بڑی مہربانی سے جناب محترم وزیر ریلوے نے دیا تھا ۔

وزیر ریلوے۔۔۔کچھ اور بھی جوابات دینا ھیں ۔

میاں محمد اکبر۔۔۔جی ھاں میرے پاس بھی کچھ اور points ھیں ۔ جناب والا ۔ سب سے پہلے میں گاڑیوں کی punctuality اور ویگنوں کی movements کے بارے میں گذارش کرونگا جس کے بارے میں وزیر ریلوے نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے صرف ایک مہینے کا گزٹ پیش کیا ھے اور جو گزٹ تھا وہ سرکاری استعمال کے لئے ھے پبلک کے استعمال کے لئے نہیں ھے اور یہ کہ ایک ماہ کے اعداد و شمار سے کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جناب والا ۔ میرے پاس اس گزٹ کے تازہ ترین چار شمارے ھیں ۔ ایک مئی کا ھے ایک فروری کا ھے ایک مارچ کا ھے اور ایک اپریل کا ھے یعنی فروری سے لیکر مئی تک یہ شمارے میرے پاس ھیں اور ان سب میں یہ درج ھے کہ گاڑیوں کی punctuality کم ھے ویگنوں کی movement slow ھو رھی ھے ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک پہنچنے کے لئے ویگنیں زیادہ وقت لے رھی ھیں اور یہ کہ جب کسی سٹیشن سے ویگنیں چلتی ھیں تو ان پر پورا بوجھ نہیں لادا جاتا خاص طور پر ان صورتوں میں جہاں کہ پورے ویگن book نہیں ھوتے چھوٹا چھوٹا مال ھوتا ھے اس میں starting load بہت کم ھوتا ھے ۔ تو میں نے اس دن بھی اعداد و شمار پیش کئے تھے کہ carrying capacity کے مقابلے میں اس قسم کے اعداد و شمار آتے ھیں ۔ life merchandise

یہ اپریل کا ہے میں نے اس دن مئی کے اعداد و شمار پڑھے تھے اور اس وقت جو میں پڑھونگا وہ اپریل کے ہیں -

اپریل میں لاہور ڈویژن میں اس سال carrying capacity کے مقابلے میں لاہور سٹیشن پر load merchandise ۱۱۰۵ - لائلپور - ۱۰۰۵- گوجرہ ۸۰۷۵ - ٹوبہ ٹیک سنگھ - ۱۲۰۱ - گوجرانوالہ ۵۰۱۳ - اور سیالکوٹ میں ۱۲۰۸ - اسی طرح ملتان ڈویژن میں ملتان کینٹ ۱۶۰۲ - ملتان سٹی میں ۱۱۰۷ - خانیوال میں ۱۳۰۲ - اور رحیم یار خان میں ۱۱۰۵ - اور اس طرح سکھر ڈویژن میں load merchandise سکھر ۱۶۰۷ - لاڑکانہ ۳۰۳۳ - شکار پور میں ۱۵۰۵ - اور کراچی بندر جو ایک بہت بڑا بندرگاہ ہے وہاں ۱۲۰۲ - ہے حیدرآباد کا average ۸۰۰۷ - ہے یعنی ۳۰۱ - پھر راولپنڈی ڈویژن آتا ہے - راولپنڈی پراپر ۱۱۰۹ - اور پشاور سٹی میں ۹۰۶۳ - اور خان پیر محمد خانصاحب کے مردان میں ۱۱۰۳ - سرگودھا میں ۱۰۰۲ کوئٹہ پراپر جہاں میرے خیال میں fruits کی وجہ سے بہت ملنا چاہئے وہاں صرف ۷۰۱۳ - یعنی ۱/۳ - ہے اور جیکب آباد ۱۱۰۸ - ہے اور آگے سٹیشن ہے وہاں nil ہے - کاندھلا کوٹ میں ۱۱۰۱ - اگر محترم وزیر صاحب فروری اور مارچ کے مہینوں کو ملاحظہ فرمائینگے تو حالات اس سے مختلف نہ ہونگے میں طوالت کے ڈر سے پورے فیگرز نہیں پڑھنا چاہتا ہوں اور ہاؤس کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ گذارش کرونگا کہ گو کہ ان کا یہ ریکارڈ سرکاری ہے اور خفیہ رکھا جاتا ہے لیکن اگر کسی پبلک کے خادم کو یہ ریکارڈ ہاتھ لگ جائے اور وہ صرف اس نیت سے کہ ریلوے کی کارکردگی کو بہتر بنایا جا سکے آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرے کہ آپ صورت احوال کا جائزہ لیں اور اس کو درست کرنے

کی کوشش کریں تو میرے خیال میں صورت حال کا مقابلہ حقائق کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے یہ نہ ہونا چاہئے کہ اس بات کو یہ کہکر ٹال دیا جائے کہ ایسا نہیں ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں آپ کی خدمت میں اور جناب وزیر ریلوے کی خدمت میں آپ کے توسط سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ جو کچھ punctuality کے متعلق اور ویگنوں کی movements کے متعلق گذارش کی ہے اور یہ کتنی کتنی کس کس سٹیشن سے لے کر گاڑیاں چلتی ہیں ان کے متعلق ۱۰۰ فیصدی میری اطلاع درست ہے اس میں اصلاح احوال کی بہت گنجائش ہے آپ مہربانی فرما کر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے محکمہ کو ہدایت فرمائیں کہ اس کمی کو فوراً پورا کرے کیونکہ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں ویگن نہ ملنے کی وجہ سے انڈیا سے بروقت کوئلہ درآمد نہ ہو سکا اور تمام مغربی پاکستان میں کوئلہ کی قیمتیں ناروا حد تک بڑھ گئیں ۔ جناب وزیر ریلوے چونکہ سندھ کے رہنے والے ہیں اس لئے ان کو مجھ سے بہتر طریقہ پر معلوم ہے کہ ہزاروں من چاول سندھ کے اس وقت مختلف سٹیشنوں پر سڑ رہا تھا جس کو ویگن میسر نہیں تھے ریلوے نے کمال مہربانی سے ان کو ترپال مہیا کئے اور کہا کہ جب تک ویگن نہیں ملتے آپ اس کو ترپال کے نیچے رکھیں میرے خیال میں بعض سٹیشنوں پر ترپالیں بھی نہیں ہیں اور وہ کھلے آسمان کے نیچے پڑا رہا اگر ہم کچھ دور اندیشی سے کام لیتے تو ہم ویگنوں کی قلت کو meet کر سکتے تھے ۔

اب میں کچھ کوئلہ کے متعلق گذارشات کرونگا میں نے عرض کیا تھا کہ بھارت سے ہر روز ۳۰ ویگنیں مغل پورہ

آ رہی ہیں تو جناب محترم وزیر ریلوے نے فرمایا تھا کہ ۳۰ کی فیگرز غلط ہیں وہاں سے صرف پانچ گاڑیاں درآمد کی جاتی ہیں ۔

وزیر ریلوے ــــ ریلوے کے لئے . . . . .

میاں محمد اکبر ــــ میں عرض کرتا ہوں کہ ریلوے کیلئے ہو یا کسی اور کے لئے ہو میں نے یہ گذارش کی تھی کہ ہم ہندوستان سے تقریباً ۳۰ گاڑیاں درآمد کر رہے ہیں اور میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس میں کچھ کوئلہ گاڑیوں کے استعمال کے لئے ہوتا ہے جو ایف ۔ ڈی۔آئی ۔ انسپکٹر کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور کچھ کوئلہ مغربی پاکستان میں عام استعمال کے لئے ہوتا ہے اور جسے ریجنل کول کمشنر کے حوالے کر دیا جاتا ہے اب رہا یہ سوال کہ وزیر ریلوے صرف ان ویگنوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں جو ریلوے کے استعمال کے لئے ہوں تو میرا contention اس سے مختلف ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہر carrier کی ریلوے کی ذمہ داری ہے چاہے وہ ان کی اپنی ہو چاہے کسی اور کی ہو یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح طور پر منزل مقصود تک پہنچائیں اور صحیح حالت میں پہنچائیں ۔

اس ضمن میں بھی میں آپ کے ریلوے ایکٹ سے quote کرونگا ۔ جو کہ ۱۸۹۰ء کا ریلوے ایکٹ نمبر ۹ ہے ۔ اس میں خاص طور پر درج ہے کہ جو مال ریلوے کے ذریعے سے بار کیا جائیگا ۔ اس کو منزل مقصود پر پہنچانے کی اتنی ہی ذمہ داری ریلوے پر عائد ہوتی ہے ۔ جتنی کہ اس کے مالک پر تو میں جناب کی خدمت میں ریلوے ایکٹ نمبر ۱۸۹۰ کے کچھ اقتباسات پیش کرتا ہوں ۔

Railway Act IX of 1890, says :—

> "The Railway must take as much care of the goods entrusted for conveyance as a man of ordinary prudence would take of his own goods of the same description in similar circumstances."

تو اس سے یہ ثابت ہے اور یہ کہدینا کہ پانچ گاڑیاں صرف ریلوےاکاؤنٹ میں درآمد کی جاتی ہیں۔ اور باقی گاڑیوں سےریلوے اور آپ کو کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میرے خیال میں یہ درست نہیں ہے جیسا کہ میں نے ابھی ریلوے ایکٹ سے quote کیا ہے ۔ ریلوے کی اتنی ہی ذمہ داری ہے ۔ اس مال کی جو کہ آپ چھکڑوں میں convey کرتے ہیں ۔ جتنی کہ اس مالک کی ہے ۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جتنی بھی گاڑیاں بھارت سے برآمد کی جاتی ہیں ۔ اور مغل پورہ سٹیشن پر پہنچتی ہیں ۔ اتنی ہی ذمہ داری ہماری ریلوے پر ان کی ہے ۔ جتنی کہ آپ پانچ گاڑیاں ریلوے ورکشاپ میں لاتے ہیں ۔ اب میں جناب والا ۔ کی خدمت میں پچھلے تین مہینے کے اعداد و شمار پیش کرتا ہوں ۔ یہ مغل پورہ میں درآمد کی ہوئی مجموعی تعداد ہے ۔ مارچ میں بھارت سے کل ۱۰۲۱ ویگنیں درآمد کی گئی ہیں ۔ یعنی روزانہ اوسط بنتی ہے ۔ ۳۵ ویگنیں اپریل کے مہینے میں ۵۰۷ ویگن کوئلہ پہنچا ہے اور اس کی اوسط ۱۷ ویگن روزانہ ہوئی ۔ مئی میں ۵۴۹ ویگن پہنچے ہیں ۔ یہ روزانہ نمبر ۱۸ کی اوسط بنتی ہے ۔ میں نے working days اوسط نکالنے کے لئے نہیں لئے ہیں۔ میں نے ٹوٹل days لئے ہیں working days تو ۲۵-۲۶ days ہوتے ہیں ورنہ اوسط اور بھی بڑھ جاتی ہے تو ہمیں اس میں کامیابی ہوئی کہ پانچ کی figure درست اور صحیح نہیں ہے ۔ روزانہ اگر تیس صحیح نہیں ہے تو پانچ بھی درست نہیں ہے ۲۰/۲۵ درآمد کی جا رہی ہیں ۔ یہ ریلوے کا عذر لنگ ہے ۔ کہ صرف یہ کہدینا کہ پانچ گاڑیاں روزانہ آتی

ہیں ۔ اور باقی گاڑیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے ۔ جو کہ ریجنل کول کمشنر کے اکاؤنٹ میں آتی ہیں ۔ تو میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی ان گاڑیوں پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی کہ اس مالک کی اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے وہاں پر کوئی weighment نہیں ہوتی ۔ اگر آپ یہ ثابت کریں تو آپ جو کہیں گے میں ماننے کو تیار ہونگا ۔ جب آپ کی گاڑیاں inward آتی ہیں ۔ تو ان گاڑیوں کی کوئی weighment نہیں ہوتی ۔ وہاں آپ کا weighing رجسٹر ہے ۔ آپ اسے ملاحظہ فرمائیں ۔ کہ کیا جب مغل پورہ ریلوے سٹیشن پر گاڑیاں آتی ہیں ۔ تو کیا آتی دفعہ ان کی weighment ہوتی ہے ۔ میں اب بھی دعویٰ سے جناب وزیر ریلوے کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جب گاڑیاں بھارت سے درآمد ہوتی ہیں ۔ تو آتی دفعہ ان کی weighment نہیں لی جاتی ۔ اور جو carrying capacity ہوتی ہے ۔ اسی کا وزن delivery book میں لکھا جاتا ہے ۔ اور ریجنل کول کمشنر کو بھی اسی حساب سے delivery دی جاتی ہے ۔ لیکن جو افسوسناک بات ہے اور جس پر رونا آتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ اگر آج اس وقت بھارت سے گاڑیاں درآمد ہوئی ہیں ۔ اور ریجنل کول کمشنر نے carrying capacity کے حساب سے delivery لی ہے ۔ اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ہماری گاڑیاں جوں کی توں کسی اور سٹیشن پر بھیج دی جائیں ۔ تو وہ انہیں وہاں اتارے بغیر دو چار گھنٹے کے بعد بک کر دی جاتی ہیں ۔ اور باہر جانے کے لئے ان کا outward weighment ہوتا ہے ۔ باہر جانے کے لئے وہاں کوئی inward weighment نہیں کی جاتی ہے ۔ اور وہیں ثابت ہو جاتا ہے ۔ کہ اس میں کوئلہ carrying capacity کے مطابق نہیں ہے ۔ اس کے بعد جیسا کہ میں نے اس دن بھی عرض

کیا تھا کہ ہر ویگن میں دو چار ٹن کوئلہ کم ہوتا ہے -
اب میں جناب کی خدمت میں ایک statement پیش کرتا ہوں -
جس سے یہ ثابت ہوگا کہ کتنا کوئلہ کون کون سے ویگن میں
کم نکلا ہے - جبکہ اس کی outward weighment ہوئی - میرے
پاس figures ہیں ویگن نمبر ہیں - weightment and delivery book found on
میں تھوڑے سے اعدادوشمار re-weighment at the time of booking or difference.
بطور نمونے کے پیش کروں گا کیونکہ اگر یہ سارے اعداد و شمار
دوں تو یہ بہت زیادہ طویل ہو جائے گا - اس میں
ایک ویگن ہے نمبر ۴۱۱۱۲ - weight in delivery look ہے - ۲۴ ٹن اور
weight found on re-weighment at the time of booking ۲۱ ٹن ۹ ہنڈرڈ ویٹ
اور deficiency ہے - ۲ ٹن ۱۱ ہنڈرڈ ویٹ . . . . .

وزیر ریلوے--کیا آپ اس کی کاپی دیدینگے ؟

میاں محمد اکبر--میرے پاس اس کی بہت سی کاپیاں ہیں -
آپ کو چاہئیں یا آپ کے افسران کو چاہئیں تو میں دیدونگا -
میں اسی لئے اس کی بہت سی کاپیاں ٹائپ کروا لایا ہوں - اس
سے آگے ہے ویگن نمبر ۴۵۷۱۳ ۲۴ ٹن اور یہ نکلی ہے -
۲۱ ٹن ۴ ہنڈرڈ ویٹ - deficiency ہے - ۲ ٹن ۱۶ ہنڈرڈ ویٹ
کی - ویگن نمبر ۲۶۴۱۸ ۲۰ ٹن تھی اور یہ ۲۰ ٹن ۱۴ ہنڈرڈ
ویٹ نکلی ہے - اور اس کا difference ہے - ۳ ٹن ۶ ہنڈرڈ ویٹ
ویگن نمبر ۳۹۷۸۸ کی کل carrying capacity ہے - ۲۴ ٹن actual
ہے - ۲۲ ٹن ۱۵ ہنڈرڈ ویٹ - اس میں ایک ٹن پانچ ہنڈرڈ
ویٹ کم نکلا ہے - ویگن نمبر ۳۱۷۰۸ میں ۲۴ ٹن تھا - اس میں
سے ۲۱ ٹن - ۱۴ ہنڈرڈ ویٹ نکلا ہے - اس میں فرق ہے - ۲ ٹن
اور ۱۰ ہنڈرڈ ویٹ کا - ویگن نمبر ۳۹۹۷۱ میں ۲۴ ٹن تھا - اس میں

۲۲ ٹن نکلا ہے ۔ اس میں دو ٹن کی کمی ہوئی ۔ اس کے بعد ویگن نمبر ۴۵۶۴۶
چوبیس ٹن کی تھی ۔ اس میں ۲۱ ٹن ۳ ہنڈرڈ ویٹ نکلا ہے ۔
اس میں دو ٹن سترہ ہنڈرڈ ویٹ کم ہے ۔ اس کے بعد ویگن
نمبر ۷۵۰۶۱ ہے ۔ اس کی carrying capacity ۲۴ ٹن تھی ۔ اس
میں سے ۱۷ ٹن ۵ ہنڈرڈ ویٹ نکلا ۔ اس میں deficiency
پانچ ٹن پندرہ ہنڈرڈ ویٹ ہے ۔ اس کے بعد ویگن نمبر ۵۹۸ ہے
اس کی carrying capacity ۲۳ ٹن ہے اور اس میں سے پندرہ ٹن
ایک ہنڈرڈ ویٹ نکلا ۔ یعنی صرف ایک ویگن میں سات ٹن انیس
ہنڈرڈ ویٹ کی کمی ہوئی ۔ اسی طرح اگر اوسط دیکھی جائے ۔
یہ میں نے چند ویگنوں کے نمبر جناب والا ۔ کی خدمت میں
بطور نمونہ پیش کئے ہیں ۔ اگر سارے اعداد و شمار پیش کروں
تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کا سارا وقت میں ہی ضائع
کر دونگا ۔ کم از کم جو وزن کم نکلا ہے ۔ وہ ایک ٹن اور
پانچ ہنڈرڈ ویٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ جو کم نکلا ہے ۔ وہ
سات ٹن انیس ہنڈرڈ ویٹ ہے ۔ تو اس طرح سے اگر میں یہ
گذارش کروں ۔ کہ اگر فی ویگن اوسط تین ٹن کی بھی کم
نکلے ۔ یہ ریجنل کول کمشنر کی گاڑیوں میں کمی ہے ۔ ریلوے
کے اپنے اکاؤنٹ میں ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ قومی ضیاع
اور نقصان ہے ۔ جناب والا ۔ اگر آپ بڑا conservative estimate
بھی لگائیں اور میں کہتا ہوں کہ صرف پانچ سو ویگن ہی مغل پورہ میں
آتی ہیں ۔ تو تین ٹن کے حساب سے پندرہ سو ٹن کوئلہ مہینے کا ضیاع ہے ۔
اور اگر ہم سالانہ کا حساب لگائیں ۔ تو یہ کئی لاکھ ہو جاتا ہے ۔
تو میں نے اس دن بھی عرض کیا تھا ۔ کہ یہ ہمارے گاڑھے پسینے
کی کمائی ہے ۔ اور زر مبادلہ جو ہمیں بھارت کو اس کے لئے ادا کرنا
پڑتا ہے ۔ تو اس کے متعلق ہمیں چوکس ہونا چاہئے ۔ کہ ہمارا ایک

پیسہ بھی زر مبادلہ کا ضائع نہ ہو ۔ تو میں نے weighment کے متعلق عرض کیا تھا ۔ اور پھر میں نے یہ بھی کہا تھا ۔ کہ وہاں کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا ۔ ان گاڑیوں کا جو مغلپورہ میں ہماری آتی ہیں ۔ میں نے اس سلسلے میں بھی ایک statement تیار کرائی ہے ۔ جو میرے پاس ہے ۔ تو اس ضمن میں ویگن نمبر ہیں ۔ مگر تھوڑے سے لکھے ہیں .....

وزیر خوراک--کہاں سے تیار کرائی ہے ۔

میاں محمد اکبر--یہ آپ ہی لوگ تو دیتے ہیں ۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے ۔ میں کوئی نجومی تھوڑا ہی ہوں ۔

وزیر خوراک و زراعت--پھر دفعہ ۱۱۴ بھی آپ پر حاوی ہو سکتی ہے ۔

میاں محمد اکبر--ہاں ہاں لگائیے نا یہی ہمیں انعام ملنا ہے اور کیا ملنا ہے ۔ (شور)

Mr. Speaker : Order please.

میاں محمد اکبر--تو جناب والا ۔ یہ ویگن نمبر ہیں ۔

35710, 89313, 1621, 1702, 81376, 2527, 37863
60829, 18010, 60431, 40844, 34128, 57638
47619, 54795, 41391, 48734, 37835, 54895,
37860, 35357, 17348, 45278.

تو یہ ہیں ویگن نمبر ۔ اگر محترم وزیر ریلوے ان ویگنوں کے بارے میں کوئی آر ۔ آر ۔ نمبر کوئی Invoice کوئی Delivery Book یا ان کا وزن یا یہ بتا دیں کہ یہ کون سے سٹیشن سے آئی ہیں اور ان کا آر ۔ آر نمبر کیا ہے ۔ تو میں مان لوں گا ۔ جو ریلوے منسٹر صاحب ارشاد

فرمائیں گے ۔ میرا یہ دعوے ہے کہ یہ جو تمام ویگنیں ہیں جن کا کہ میں نے اس ایوان میں ذکر کیا ہے یہ بغیر آر۔آر نمبر اور بغیر Invoice کے آئی ہیں ۔ اور ان کا کارڈ دیکھ کر اور ان کی carrying capacity دیکھ کر ان کا وزن درج کیا جاتا ہے ۔ مگر نہ ہی ان کی اصل weighing ہوتی ہے اور نہ ہی ان کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ ایک سٹیٹمنٹ ہے ۔

"Showing Account of freight taken into debit on account of Wagons accounted for without any details of booking at Moghalpura."

تو اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ وہ Debit کر دیا گیا ہے ۔ اور کچھ پتہ نہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہیں ۔ انہوں نے کہا ہے تو میں بھی عرض کرونگا ۔ مہینہ وار میرے پاس تفصیل موجود ہے ۔ اگست سن ۶۳ سے لیکر میرے پاس Figures ہیں ۔ مارچ سن ۶۴ تک کے ۔ تو جناب والا ۔ میں گذارش کرونگا کہ یہ شروع ہوتا ہے اپریل سن ۶۳ سے ۔ اپریل سن ۶۳ میں ۵۹۸ روپے ۷۵ پیسے پانچ ویگنوں کے کرایہ کے بارے میں Debit کئے گئے لیکن ان کے متعلق بالکل علم نہیں ہے کہ ریلوے کا یہ کوئلہ کہاں سے آیا ۔ کتنا آیا اور اس کا Despatching سٹیشن کون سا تھا ۔ اس کے بعد مئی سن ۶۳ میں ۷۱۸ روپے اور ۵۰ پیسے چار ویگنوں کے Debit کئے گئے ۔ ان کا بھی یہی حشر ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے ۔ جنوری سن ۶۳ میں ۸۷۸ روپے اور ۲۵ پیسے سات ویگنوں کے Debit کئے گئے لیکن سات ویگنوں کا کچھ علم نہیں کہ ان کا کتنا وزن تھا اور وہ کہاں سے آئی ہیں ۔ اور یہ کہ ان کا Despatching سٹیشن کون سا تھا ۔ جولائی کے مہینے میں جناب والا پانچ ویگنوں پر ۹۸ روپے اور ۷۵ پیسے Debit کئے گئے ۔ یہ پانچ ویگنوں کے سلسلے میں ہے اور ان کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں سے آئیں اور اگرچہ سن ۶۳ میں ۸۳۸ روپے اور ۲۵ پیسے یہ سات ویگنوں کا کرایہ تھا تو ان سات ویگنوں

کا کچھ پتہ نہیں جناب والا کہ یہ کہاں سے آئیں اور کتنا کوئلہ لائیں ۔ اور اس کے بعد جناب والا جنوری سن ۶۴ کا ۴۰۵ روپے اور ۲۰ پیسے ۳۱ ویگنوں کا کرایہ Debit کیا ہوا ہے لیکن اس کا بھی کچھ علم نہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہیں اور کتنا کوئلہ لائیں اور فروری سن ۶۴ میں ۲۳۴ روپے اور ۲۰ پیسے ہے جس میں دو ویگنوں کا علم نہیں ہے کہ یہ کہاں سے آئی ہیں اور کتنا کوئلہ لائی ہیں ۔ اور پھر مارچ میں ۱۲۸۸ روپے اور ۱۰ پیسے ڈیبٹ کئے گئے ۔ یہ ان گاڑیوں کے بارہ میں گذارش ہے جن کا کچھ علم نہیں کہ یہ کہاں سے آئی ہیں اور کتنا کوئلہ لائیں ۔

وزیر ریلوے۔۔یہاں کتنی گاڑیاں ہیں ۔

میاں محمد اکبر۔۔یہاں تو ایک ہی گاڑی ہے ۔ یہ دور سے آئی ہو گی ۔ تو جناب والا یہ حقائق ہیں جو میں نے آپکی خدمت میں پیش کئے ہیں یہ خود منہ سے بول رہے ہیں ۔ انگریزی کا محاورہ ہے کہ Figures do not speak but they cannot be belied یہ اعداد تو خود منہہ سے بول رہے ہیں اور یہ اتنے نمایاں ہیں کہ یہ خود بخود بولتے ہیں ۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز میں جناب کی خدمت میں پیش کرونگا ۔ گذارش یہ ہے کہ اس وقت مغلپورہ ریلوے سٹیشن پر آپ مال گودام کی بیلنس شیٹ بناتے ہیں میں ناقابل تردید حقائق آپ کی خدمت میں پیش کرونگا جن کو کبھی بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا ۔ آپ کی جو بیلنس شیٹ ہوتی ہے اس میں سب کچھ درج ہوتا ہے کہ کتنا کرایہ ابھی وصول ہو رہا ہے ۔ اور کتنا وصول ہو گیا ۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ آپ کے مغلپورہ ریلوے کی مال گودام کی بیلنس شیٹ میں ابھی تک اڑھائی ہزار روپیہ ایسا ڈیبٹ ہے جس کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ یہ گاڑیاں کہاں سے آئیں ۔ کیسے انہوں نے کرایہ دیا اور کیسے ہم نے اس کو استعمال کرنا ہے ۔ پچھلے تین سال سے اس پر عمل نہیں ہو سکا ۔ اور یہ بھی میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ جناب والا یہ گذارش ہے جو کہ میں نے کوئلہ کے متعلق عرض کی ہے

اور میرے خیال میں میں یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں کہ بھارت سے روزانہ بیس پچیس ویگنیں درآمد کیجاتی ہیں جنکی Inward weighing نہیں ہوتی اور جس کا فرق میں نے بتا دیا ہے اور وہ ریلوے کی ذمہ داری ہے جب بھی وہ کسی کے مال کو لیجاتے ہیں ۔ اٹاری سے مغلپورہ تک ذمہ داری ہماری ریلوے کی ہے کہ اس کی کیرج کیجائے ۔ تو جناب والا یہ کوئلہ جو کم نکلا ہے ہو سکتا ہے کہ بھارت والے اپنی Mine Mouth سے ہی کم بھرتے ہوں یا یہ کہ بعض اوقات اٹاری میں Trans-Shipment ہوتی ہے تو اس وقت جب ریلوے والے اس کو کلیم کرتے ہیں کہ ہماری گاڑی کو نقصان پہنچ گیا تو پھر وہ ہمیں اپنی گاڑی بھیجتے ہیں اور ایک دو دن لگ جاتے ہیں اس کی Trans-Shipment میں ۔ تو وہاں کوئلہ نکل سکتا ہے یا پھر یہ ہے کہ دو چار گھنٹے یہاں ملتے ہیں گاڑی کو آگے جانے کے لئے ممکن ہے اس میں کوئی چوری کر لیتا ہو ۔ لیکن جو بھی ایسا واقعہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ افسوسناک ہے اور میرے خیال میں اٹاری پر یہ کوئلہ چوری ہو رہا ہے ۔ جناب والا اس کا ثبوت بھی میں جناب محترم وزیر ریلوے کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ وہ یہ کہ اٹاری کے لئے ہندوستان کی کسی ریلوے سٹیشن سے کوئلہ بک نہیں ہوتا اور نہ ہی اٹاری میں کوئلے کی کانیں ہیں ۔ تو وہاں ابھی بھی آپ جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ بھٹے چل رہے ہیں اور اینٹیں بنانے میں ہمارا کوئلہ استعمال ہو رہا ہے اور وہ کوئلہ استعمال ہو رہا ہے جو پاکستان کے لئے تھا ۔ تو یہ بھی ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اینٹوں کے واسطے ہمارا کوئلہ بھارت چلا جاتا ہے ۔ اور ہم خسارے میں جا رہے ہیں اور اس کے بعد جناب والا ایک اور پوائنٹ تھا وہ تھا جناب والا غلام سرور بنام پاکستان اس میں میں نے یہ گذارش کی تھی کہ ایک ریلوے کے صاحب جس کے متعلق سپریم کورٹ آف پاکستان نے Strictures پاس کئے ہوئے ہیں اور وہ بڑے سخت الفاظ میں ہیں ۔

وزیر ریلوے—کیا آپ ان کو پڑھیں گے ؟

میاں محمد اکبر—ہاں پڑھوں گا فکر نہ کریں - میرے پاس اس کیس کی مختصر ہسٹری ہے اور جبتک میں اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش نہ کروں تو وہ ریمارکس کسی کی سمجھ میں نہیں آئیں گے -

Minister of Railways : Sir, he has already expressed facts of this case before the House during the general discussion.

Khawaja Muhammad Safdar : There should be no repetition I agree, but if he wants to explain that point further there should be no objection.

Mian Muammad Akbar : There won't be any repetition.

میرے پاس جناب والا اتنا material ہے کہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اکیلا ہی تمام وقت consume کر لوں گا -

Mr. Speaker : That would not be fair

Mian Muhammad Akbar : That is why I am trying to be short

تو اس کے متعلق گذارش صرف یہ ہے کہ جو مقدمہ غلام سرور بنام پاکستان تھا اسکی مختصراً روداد یہ ہے کہ غلام سرور نے کوئی ۷۰۰ روپیہ کے قریب ایک افسر کی بیوی کو اس کے ملازم کی معرفت پیش کئے کہ اس کی پروموشن ہو جائے لیکن جب اس کی پروموشن نہ ہوئی تو اس نے روپے واپس طلب کئے - اس پر جناب والا جو ریلوے آفیسر تھے وہ بہت برہم ہو گئے اور برافروختہ ہو گئے - انہوں نے غلام سرور کو بلایا اور بہت ڈانٹا اور کہا تم یہ الزام لگا رہے ہو تم نے جو روپیہ میری بیگم صاحبہ کو دیا ہے وہ غلط ہے - درحقیقت تم نے یہ روپیہ میرے چپڑاسی کو دیا تھا جس کا نام عبدالغنی ہے - اس کے بعد جناب والا اسی وقت انہوں نے کہا یہ روپیہ تم کو میں اپنے چپڑاسی سے واپس دلا دوں گا - چنانچہ چپڑاسی کو یہ روپے دیئے گئے - چپڑاسی نے ۱۰۰ روپیہ نقد کوئی چار پانچ سو روپے کے زیورات غلام سرور کو واپس کئے - جناب والا اس کے بعد اس ضد میں آ کر اس افسر صاحب نے غلام سرور کو ٹھکانے لگانے کی

کوششیں شروع کر دیں ۔ اسے پہلے چارج شیٹ دیا گیا کہ تم نے میرے چپڑاسی کو قرضہ کیوں دیا ہے یہ ریلوے کے قانون کے خلاف ہے اور ایک سال کے لئے اس کی انکریمنٹ بند کر دی لیکن وہاں دیکھنے والا معاملہ یہ ہے کہ یہ سارا قصہ کیس میں بھی درج ہے ۔ جب جناب والا اسے کہا گیا کہ تم اپنی explanation submit کرو کہ اس نے اس کے ملازم کو کیوں قرضہ دیا ہے اور ساتھ ہی اتنی مہربانی فرما دی کہ اپنے ایک ساتھی Mr Osborn کو کہا کہ تم اسکی explanation بھی ڈرافٹ کر دو ۔ چنانچہ ملی بھگت کے اس معاملہ کو ہش اپ کرنے کے لئے الزام یہ تھا کہ اس نے قرضہ لیا ہے اور رشوت دینے میں امداد دی ہے aiding and abetment in corruption اسکی سزا ریلوے قانون کی رو سے dismissal ہے یا کمپلسری ریٹائرمنٹ ہے لیکن انہوں نے جیسا پنجابی میں کہتے ہیں ''منڈا منڈا ڈالنے کے لئے کیا،، کیا یہ اپنے ایک ساتھی کو کہا کہ اسکی explanation لکھ دو اور اسکی سزا صرف یہ دلوائی کہ ایک سال کے لئے اسکی انکریمنٹ بند کر دی ۔ یہ وقت بھی گذر گیا انہوں نے کہا کہ گرمی کا وقت ہے یہ اسی طرح گذارو ۔ تھوڑے عرصے کے بعد انہوں نے جناب والا حیرانگی کی بات ہے بغیر غلام سرور کو پوچھے اسکی explanation طلب کئے کہا کہ ہم نے ایک سکریننگ کمیٹی بٹھائی ہے اور اس سکریننگ کمیٹی میں وہ صاحب ممدوح خود بھی ایک ممبر تھے ۔ اور ان کے وہ ساتھی جس کا نام Mr. Osborn ہے یہ بھی ممبر تھے اور ان کے جو immediate boss سپرنٹنڈنٹ مکینیکل ورکشاپ ہیں وہ بھی ممبر تھے ۔ اس کمیٹی نے یہ رپورٹ کر دی کہ اس کی سروسز جو ہیں وہ terminate کر دی جائیں اور اس کو ایک مہینہ کی تنخواہ دے کر فارغ کر دیا جائے ۔ اس کے بعد پٹیشن سپریم کورٹ میں پیش ہوئی ۔ یہ بھی میں معزز ایوان کی خدمت میں عرض کر دوں کہ وہ بینچ جو اس کیس کو سننے کے لئے institute ہوا وہ بھی پاکستان کی تاریخ میں انوکھا ۔ مثالی اور واحد قسم کا بنچ تھا ۔ لیکن وہاں سپریم

کورٹ کے اور ھائی کورٹ کے سات جج اس بنچ کے لئے مقرر کئے گئے - یہ پہلے کبھی نہیں ھوا اور بعد میں بھی کبھی نہیں ھوا ھو گا - اس میں ۴ جج صاحبان سپریم کورٹ کے اور ۳ جج صاحبان مغربی اور مشرقی ھائی کورٹس کے مقرر کئے گئے گویا ے معزز ججوں نے اس کیس کو سنا - اب جو فیصلہ ھے وہ بہت لمبا ھے میں اس کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ھوں اس طرح ان اقتباسات کی روشنی میں آپ سمجھ سکیں گے-

یہ جناب والا ے معزز ججوں کا فیصلہ ھے - اس میں مختلف ججوں نے اپنے اپنے مختلف فیصلے لکھے ھیں - تو میں سب سے پہلے جسٹس بشیر احمد جو ھمارے مغربی پاکستان ھائی کورٹ کے جج تھے ان کے فیصلے کا ایک آدھا حصہ جناب والا کی خدمت میں پیش کرتا ھوں -

"On the facts of the case before me there cannot be the slightest doubt that the notice terminating the services of the appellant (in this case Ghulam Sarwar) was only a ruse and the true purpose of the dismissing authority was to victimise the appellant"

یہ جو میں نے عرض کیا تھا کہ وہ victimise کرتے ھیں - اور ان کی victimise کرنے کی نیچر ھے - اب اسے فیصلہ سمجھ لیجئے یا اسے stricture سمجھ لیجئے - وہ فرما رھے ھیں -

"On the facts of the case before me there cannot be the slightest doubt that the notice terminating the services of the appellant was only a ruse and the true purpose of the dismissing authority was to victimise the appellant."

اس کے بعد جناب والا وہ کہتے ھیں -

"The action was taken on the report of the Screening Committee. The enquiry, if any, (Please note the words "the enquiry, if any,") held by the Screening Committee was without any reference to him."

یہ لفظ نوٹ کرنے کے قابل ھے -

"The enquiry, if any, held by the Screening Committee was without any reference to him. The material placed on the record shows that the Committee was composed of the Superintendent, Mechanical Workshop, assisted by Mr. Altaf Hussain and Mr. Osborn."

جج صاحب فرماتے ھیں ان کو بھی شک ھے کہ کوئی انکوائری hold نہیں کی گئی -

"It is undisputed (please note 'it is undisputed) that the appellant did claim that the wife of Mr. Altaf Hussain was not returning loan which she owed him. It is equally clear that Mr. Altaf Hussain was exasperated on the demand and the suggestion from him was that his wife never borrowed any money and that the loan was advanced to peon, Abdul Ghani. A sum of Rs. 100/- in cash was paid through Abdul Ghani, who made over some ornaments also and in this manner the liability was discharged."

جیسا کہ میں نے گذارش کی ہے appellant غلام سرور کو موقع نہیں دیا گیا ۔ اسے ریفر ہی نہیں کیا گیا ۔ لیکن اس کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہے ۔ سکریننگ کمیٹی نے خود اپنے آپ ہی تمام فیصلے کر دئیے ۔

"A sum of Rs. 100/- in cash was paid through Abdul Ghani."

ان ناموں میں ان صاحب کا نام بھی آ جاتا ہے ۔ جو ڈی ۔ پی ۔ او تھے اب سی-پی-او ہیں ۔ وہی صاحب اور ان کا ایک ساتھی اور ان کا boss جو سپرنٹنڈنٹ مکینیکل ورکشاپ ہے ۔ انہوں نے ایک کمیٹی بنائی جو انکوائری کرے ۔

"A sum of Rs. 100/- in cash was paid through Abdul Ghani, who made over some ornaments also and in this manner the liability was discharged."

جناب والا ۔ یہ جو سب سے اہم اور قابل غور ایک لفظ ہے ۔ وہ ہے ۔

"That liability was discharged"

اس نے لکھا ہے بھائی عبدالغنی ۔

"It was after the payment ...."

جو الزام غلام سرور نے لگایا ہے کہ بیگم صاحبہ نے ۷۰۰ روپے لیا ہے اور مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری پروموشن ہو جائے گی ۔ جب پروموشن نہ ہوئی اس نے روپیہ واپس مانگا اور صاحب ممدوح ناراض ہو گئے اور کہا یہ پیسے میری بیگم صاحبہ نے نہیں لئے البتہ عبدالغنی چپڑاسی نے لئے ہوئے ہیں ۔ جج صاحبان یہ فیصلہ فرماتے ہیں ۔ کہ ۱۰۰ روپیہ نقد عبدالغنی کے ذریعہ سے payment کی

گئی اور کچھ زیورات کے ذریعہ سے payment کی گئی اس طرح liability was discharged اس سے زیادہ ثبوت آپ مجھ سے اس کے متعلق مانگنا چاہتے ہیں ۔

جب وہ payment کر دی گئی ۔ اور سات سو روپیہ جیب سے نکلا تو وہ بہت کڑوا لگا ۔ چنانچہ اس کے بعد یہ سوچنا شروع کیا کہ اسے کس طرح پھنسایا جائے ۔

It was after the payment that the appelant was charge-sheeted for advancing loans and called upon to show cause why his increments of pay be not stopped for a year.

اب میں جناب وزیر ریلوے کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آگے جو فقرہ میں پڑھنے لگا ہوں ۔ یہ بھی بہت ضروری ہے ۔

"There are indications ....."

یہ جج صاحب کا فیصلہ ہے ۔

'There are indications that Mr. Osborn drafted the reply submitted by the appellant.

وہ جو reply لی گئی ۔ اور جو charge sheet دیا گیا ۔ تو ملی بھگت یہ بتائی گئی کہ مسٹر اوسبرن سے کہا گیا کہ تم ہی reply بھی draft کر دو ۔

تو جسٹس بشیر صاحب فرماتے ہیں ۔

"There are indications that Mr. Osborn drafted the reply submitted by the appellant and although nothing came out of these proceedings, he was effectively removed a short while later on the recommendations of the Screening Committee which consisted of the same gentlemen against whom he had grouse "

تو اس سے واضح ہو جائیگا کہ وہ کس قسم کی screening committee تھی اور اس کی ہیئت قضائی کیا تھی ۔ اس میں وہ لوگ شامل کئے گئے ۔ جن کے خلاف اسے شکایات تھیں ۔ انہوں ۔ اسے بتائے بغیر

ھی ۔ screen out کر دیا ۔ اور یہ رپورٹ کر دی کہ اس کی services terminate ہونی چاہئیں ۔

تو جناب والا ۔ یہ ہے وہ اقتباس جس کے متعلق وہ فرماتے تھے ۔ کہ اگر میں ان کی خدمت میں پیش کروں تو وہ action لینے کے لئے تیار ھیں ۔ یہی نہیں ۔ میں تو جسٹس کارنیلیس کا فیصلہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ یہ تو صرف ایک جج یعنی جسٹس بشیر صاحب کا فیصلہ ہے ۔

تو آگے ایک چھوٹا سا فقرہ ہے ۔

"In my view the material is sufficient for the finding that the termination of the services in the present case was essentially of a penal character."

اب اس کے بعد بھی کسی ثبوت کی ضرورت ہے ؟

جناب والا ۔ اس کے بعد جسٹس کارنیلیس نے بھی فیصلہ لکھا ہوا ہے ۔ وہ بھی اپنی findings میں یوں observe فرماتے ھیں ۔

"As to Mr. Altaf Hussain, the allegation was much more serious. It was thatf Kh. Ghulam Sarwar had been lending money to the wife of Mr. Alta Hussain and when he had in December 1962, sent a message through another railway employee who was living in a out-house of the residence of Mr. Altaf Hussain asking for re-payment, the lady was annoyed and the matter being reported to Mr Altaf Hussain, the plaintiff was sent for and reprimanded and told that the money had in fact been taken by Abdul Ghani, peon, of Mr. Altaf Hussain and that Mr. Altaf Hussain would see that the peon paid it back. This matter became known to others as well and Mr. Altaf Hussain took certain steps by which the peon, Abdul Ghani, was obliged to repay Rs. 100 in cash and to hand over a gold ornament of the value of Rs. 500 ....."

جناب والا ۔ یہ تو تھے charges ۔ اب ان charges کے متعلق ان کی observations کیا ھیں ۔ جسٹس کارنیلیس فرماتے ھیں ۔

"I think fair to say the method adopted of imposing a comparatively minor penalty which the delinquent practically agreed to accept for an affair which if it had been made the subject of proper enquiry might have led to some ugly exposure, exhibits a degree of fineness in the handling of the matter."

جناب والا ۔ ان الزامات کے متعلق جسٹس کارنیلیس کا ارشاد یہ ہے کہ اگر ان پر یوں پردہ پوشی نہ کی جاتی ۔ اور اگر اس matter

کو handle کرنے کے لئے یہ fineness نہ برتی جاتی - تو یہ باور کرنے کے لئے یقیناً بہت meterial ہے کہ اس انکوائری میں بڑے ugly exposures ہوتے -

اس کے بعد جناب والا - جسٹس کارنیلیس کی ایک اس سے بھی اہم observation ہے - یعنی اس فیصلے کے دوران ان کے یہ remarks ہیں - وہ فرماتے ہیں -

"This fact and the other fact that no new fault was established against Kh. Ghulam Sarwar after the order of the 10th February 1958, provide material ....."

جناب وزیر ریلوے اسے ذرا توجہ سے سنیں -

"..... upon which it is possible to draw the inference that the termination of his service by notice bore a direct connection with his exposure of certain unseemly transactions in which Mr. Osborn and Mr. Altaf Hussain respectively were involved."

یہ تمام کارروائی اسی ضد کی بنا پر کی گئی کہ اس نے جو الزامات لگائے ان میں یہ کہا گیا کہ یہ رشوت لیتے ہیں - لہذا اسی بنا پر یہ کارروائی کی گئی - ان تصریحات کے بعد اگر وزیر ریلوے کوئی اور ثبوت چاہیں تو میں وہ بھی لانے کے لئے تیار ہوں یعنی کہ صاحب ممدوح کینہ پرور ہیں - اور اپنے ماتحتوں کے خلاف منتقمانہ کارروائی کرتے ہیں - وہ اپنی بیگم صاحبہ اور چپڑاسی کے ذریعے پیسے لیتے ہیں -

اور جناب والا - جیسا کہ میں نے گذارش کی ہے - ان تمام واقعات اور تصریحات کے بعد اور بالخصوص ایک ایسے بنچ کی تصریحات کے بعد جس کی ہمارے ملک میں مثال نہیں ملتی - کیونکہ سپریم کورٹ ہمارے ملک کی سب سے اعلیٰ عدلیہ ہے - جس میں full bench صرف پانچ ججوں پر مشتمل ہوتی ہے - لیکن اس بنچ کے لئے پریذیڈنٹ صاحب کے ایک خاص آرڈیننس کے ذریعے سات جج مقرر کئے گئے تھے -

جن میں سے تین ھائی کورٹوں کے جج تھے۔ اور یہ سب مغربی پاکستان کے ھی نہ تھے۔ بلکہ ان میں سے ایک جج مشرقی پاکستان سے بھی لئے گئے۔

Mr. Speaker: The member has already made this point. No repetition.

میاں محمد اکبر۔۔جناب والا۔ میں یہ dress کر رہا ھوں۔ کہ یہ ایسی findings ھیں جن پر شک و شبہ کیا جا سکتا ھی نہیں۔ اور اگر کوئی شخص کرے۔ تو وہ contempt of court ھو گی۔ تو ان تمام تصریحات کے بعد بجائے اس کے کہ صاحب ممدوح سے باز پرس کی جاتی۔ وہ آج کل chief personnel officer لگے ھوئے ھیں۔ اور اس کا نتیجہ برآمد ھو رھا ھے۔ جیساکہ میں نے عرض کیا ھے۔ ان کے chief personnel officer ھونے کے بعد محکمہ ریلوے میں اپنے عملے اور ملازمین کے ساتھ مقدمہ بازی بدرجہ اتم کو پہنچ چکی ھے۔ اور حالات اس حد تک خراب ھو چکے ھیں۔ کہ پچھلے دنوں Divisional Superintendents کی ایک کانفرنس میں یہ طے پایا کہ چونکہ ھم نے مقدمہ بازی کرنا ھے۔ ھمارے chief personnel officer ایسے ھیں جن کے ھوتے ھوئے مقدمہ بازی بڑھے گی۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ان کو یہ کہا جاتا کہ صاحب آپ اپنی طبیعت پر قابو رکھیں۔ یا railway employees کی شکایات کو حتی‌الوسع دور کرنے کی کوشش کی جاتی۔ ھوا یہ کہ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹوں کی کانفرنس میں جو ریلوے ھیڈ کوارٹرز۔ لاھور میں ۱۱ - ۱۲ - اور ۱۳ مارچ کو منعقد ھوئی۔ یہ طے پایا کہ ھر ایک ڈویژن میں ایک Litigation Cell بنایا جائے جو ریلوے کے عملے کے ساتھ مقدمہ بازی کیا کرے۔ Litigation Cell میں ایک wholetime انسپکٹر رکھا جائے جو مقدمہ بازی کی نگرانی کیا کرے۔ اور اگر ھو سکے تو وہ Law Graduate ھو۔ تاکہ وہ مقدمات کی صحیح طور پر پیروی

کرے ۔ اور ہر ڈویژن میں ایک ایک انسپکٹر رکھا جائے ۔

وزیر ریلوے۔۔کیا یہ اب بھی ہے یا نہیں ؟

میاں محمد اکبر۔۔مجھے اس کا علم نہیں ۔ میں تو اس کانفرنس کی کارروائی بتا رہا ہوں جو کہ منعقد ہوئی ہے ۔ اس کا تو آپ کو علم ہونا چاہئے ۔ ویسے مجھے یہ علم ہے کہ

This conference had the blessings of Mr. W. A. Sheikh.

انہوں نے یہ کارروائی approve کر دی کہ یہ Litigation Cells ہونے چاہئیں ۔ اس کے بعد مجھے علم نہیں ۔ کہیں ریلوے بورڈ نے reject نہ کر دی ہو ۔

وزیر ریلوے۔۔میں اس کا جواب دوں گا ۔

میاں محمد اکبر۔۔جناب والا ۔ یہ تو تھیں وزیر ریلوے صاحب کے جواب میں میری گذارشات ۔ میں نے حتی المقدور ان کی تقریر کا جواب دینے کی کوشش کی ہے ۔

اب میں Railway Administration کے متعلق بھی کچھ گذارش کروں گا ۔ اس میں بھی بہت سی خرابیاں ہیں ۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔ اگر یہ محکمہ اپنے اخراجات کم کرنے کی کوشش کرے ۔ اور اس کے لئے محنت اور قابلیت سے کام لے تو میرے خیال میں آمدنی اس حد تک بڑھ سکتی ہے ۔ اور اخراجات اس حد تک کم ہو سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے کرایوں میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو ۔

جناب والا ۔ اس ضمن میں کئی مدات ہیں جن سے ہمارے محکمہ ریلوے کو پتہ مل سکتا ہے ۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے اقربا نوازی اور Nepotism کی وجہ سے اس محکمہ نے وہ مدات لوگوں

کو انعام میں دے دی ہیں ۔ اس ضمن میں ڈائننگ کاروں کی طرف ریلوے منسٹر صاحب کی توجہ دلاتا ہوں وہ یہ کہ ڈائننگ کاریں جن اصحاب کو دی گئی ہیں ان کو ریلوے کا محکمہ بجلی بھی مفت مہیا کرتا ہے ۔ اور ائر کنڈیشننگ بھی مفت مہیا کرتا ہے ۔ اور ہالیج اس کی لاہور سے کراچی تک اور واپس اور لاہور سے پشاور تک اور واپس ۔ وہ بھی مفت ہوتی ہے ۔ صرف nominal کرایہ لیا جاتا ہے ۔ مجھے وثوق سے معلوم نہیں غالباً ۳۰ یا ۳۵ روپیہ یا ۵۰ روپیہ فی ڈائننگ کار ہوگا ۔ جو ان سے وصول کیا جاتا ہے ۔ تو جناب والا ۔ اگر یہ تمام ڈائننگ کاروں اور دوسرے جو vending کے ٹھیکے ہیں ۔ مختلف سٹیشنوں پر ۔ اگر یہ نیلام کئے جائیں تو میں وثوق سے اور پوری ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ کئی لاکھ روپیہ کا منافع ریلوے کے محکمے کو ہو سکتا ہے ۔ اگر یہ صرف انعام کے طور پر مختلف لوگوں کو نہ دے دئے جائیں ۔ اور پھر اس ضمن میں حیران ہوں کہ ریلوے کی انتظامیہ کی نگاہ انتخاب صنفنازک پر بہت پڑتی ہے ۔ ایک صاحبہ ہیں (صاحب نہیں) پہلے وہ لیڈی ٹکٹ چیکر تھیں ۔ اب پتہ نہیں وہ انہوں نے خود چھوڑ دیا ہے ۔ یا کیا ہوا ہے ۔ وہ اپنی ملازمت تو چھوڑ بیٹھی ہیں ۔ جب ملازمت میں تھیں ۔ تو فرماتی تھیں کہ دن ڈھلنے کے بعد میں سفر نہیں کر سکتی ۔ نہ کوئی ڈیوٹی دے سکتی ہوں ۔ میں عورت ذات ہوں اس لئے رات کو باہر نہیں رہ سکتی ۔ لیکن اب انہی کا ٹھیکہ لاہور سے باہر بھی ہے یا سرگودھا میں یا خانیوال میں ۔ یہ آپ اپنے افسروں سے تصحیح کرا سکتے ہیں ۔ کہ ان کا ٹھیکہ لاہور سے باہر کہاں ہے ۔

رہتی وہ لاہور میں ہیں ۔ راشن کارڈ بھی لاہور میں بنا ہوا ہے ۔ اور انہوں نے ریلوے کے قوانین کے خلاف اپنا vending کا کام

sub let کیا ہوا ہے ۔ وہ وہاں صرف sub let money اکٹھا کرنے کے لئے تشریف لے جاتی ہیں اسی طرح سے ایک اور بیگم صاحبہ ہیں ۔ ان کو چھ ڈائننگ کاروں کا ٹھیکہ دیا گیا ہے ۔ بیک وقت ۔ اور بڑے بڑے سٹیشنوں پر vending contracts ہیں ۔ علاوہ ان چھ ڈائننگ کاروں کے ۔ مثلاً روہڑی ان کے پاس ہے ۔ میری انفارمیشن یہ ہے کہ وہ صاحبہ صرف sublet کر کے کام کر رہی ہیں ۔

It is physically impossible for her to control all this.

وہ کنٹرول نہیں سکتیں ۔ انہوں نے ڈائننگ کاروں اور vending contracts کے ٹھیکوں سے جو sublet کئے ہوئے ہیں یہ بھی قانون کے خلاف ہے ۔ میری انفارمیشن کے مطابق ایک مہینہ کی تیس ہزار روپیہ sub let money لے رہی ہیں ۔ یعنی گھر بیٹھے بٹھائے تیس ہزار روپیہ لے رہی ہیں ۔

وزیر ریلوے—ان کا کیا نام ہے ۔

میاں محمد اکبر—آپ نام کیوں پوچھتے ہیں ۔ میں نہیں بتاؤں گا ۔

I will not tell you. I know her name positively.

میں دوسری صاحبہ کا نام بھی جانتا ہوں ۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ سب سنیں میرا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں کہ میں کسی کی بے عزتی کروں ۔ یا کسی کو برے الفاظ میں یاد کروں ۔ کیونکہ میری نیت تو اصلاح احوال کی ہے ۔

ملک صاحب ۔ قران کے الفاظ میں ''وما ارید الا صلاح مستطاعت،، کہ میں تو حتےالمقدور اصلاح کی کوشش کرتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا ۔

میاں معراج الدین۔صوفی صاحب جزاک اللہ ۔

میاں محمد اکبر۔اس کے بعد ایک اور نا اہلیت اس catering کے متعلق یہ ہے کہ ریل کار جو چلتی ہے ۔ ان میں مسافروں کو ریلوے کی طرف سے ناشتہ دیا جاتا ہے ۔ وہ ٹکٹ میں شامل ہوتا ہے ۔ اور ان کو complementary طور پر دیا جاتا ہے ۔ جو چاہے اور جو اس کو بغیر قیمت اور معاوضہ کے دیا جاتا ہے ۔ اس ایک ناشتہ کے بدلے ریلوے ایک صاحبہ کو دو روپیہ آٹھ آنے ادا کرتی ہے ۔ وہ ریل کار کا ڈبہ جب چلتا ہے تو اس میں مسافر وزیر آباد سے گوجرانوالہ تک بھی سفر کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح چھوٹے چھوٹے فاصلوں پر بیٹھتے ہیں ۔ وہ بھی ناشتہ طلب کر سکتے ہیں ۔ اور ان کو بغیر قیمت کے ناشتہ دیا جاتا ہے ۔ میں یہ پوائنٹ ثابت کرنے کے لئے گذارش کرتا ہوں کہ ریلوے کی انتظامیہ پر اس مسافر کے لئے جو اس گاڑی میں سفر کرے دو روپیہ آٹھ آنے خرچ کرتی ہے ۔ اور جو صاحب وزیرآباد اور گوجرانوالہ کے درمیان سفر کریں ان کا کرایہ بھی دو روپیہ آٹھ آنے نہیں بنتا تو گویا معاملہ یہ ہے ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ جو مسافر ریلوے میں سفر کرے اس کے علاوہ وہ مفت سفر کرے اس کو پلے سے بھی کچھ پیسے دیتے ہیں ۔ مثلاً اگر کسی مسافر کا کرایہ دو روپیہ بنتا ہے تو وہ سفر تو مفت میں کر گیا ۔ اور باقی آٹھ آنے اپنے پاس سے ادا کر دئے ۔ یہ ہے ہماری ریلوے انتظامیہ کی اہلیت اور vigilance ۔

اس کے بعد ایک اور گذارش کروں گا کہ پی ڈبلیو آر پر تمام مغربی پاکستان ریلوے پر catering کا بندوبست کرنے کے لئے اور اس کی نگہداشت کے لئے صرف ایک catering inspector ہے ۔ اور میں یہ بھی چیلنج کرتا ہوں اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک شخص خواہ کتنا ہی مستعد ہو تمام مغربی پاکستان کی catering کی نگہداشت نہیں کر سکتا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جان بوجھ کر catering inspecter رکھا ہوا ہے تاکہ وہ نذرانے

جو مختلف سٹیشنوں سے وصول کرتے ہیں ۔ وہ ان کا فرض نہیں اور Inspection نہیں بلکہ جو نذرانے وصول کرتے ہیں ۔ میری انفارمیشن یہ ہے کہ ان میں سے انہیں بھی کچھ حصہ ملتا ہے اور باقی جو ہے وہ ہمارے افسران بالا لے جاتے ہیں تو میں اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ کہیں ہمارے افسران کے حصہ میں زیادہ شریک نہ ہو جائیں یہ آسامی ایک سے نہیں بڑھائی جا سکتی کیونکہ اگر دو آدمی ہوں گے تو وہ اس میں شامل ہوں گے ۔ اور دو چار کا حصہ نکلے گا ۔ انہوں نے کہا کہ ایک ہی کافی ہے ۔ جو وہ لائے گا ہم بانٹ لیں گے ۔ پھر ایک سے زیادہ کی کیا ضرورت ہے ۔ ان حالات میں میں گذارش کرونگا کہ یہ physically possible نہیں کہ ایک آدمی تمام مغربی پاکستان میں catering کا انتظام و انصرام کر سکے ۔

اس کے بعد جناب والا ہمارے مغربی پاکستان کے محکمہ ریلوے میں S.T.Es. ہیں اور ان کو انڈسٹریل کورٹ کے فیصلہ کی وجہ سے mileage allowance ملتا ہے ۔ تو ہوتا یہ ہے کہ ہمارے S.T.Es صرف Fast trains پر چڑھتے ہیں ۔ تیز رفتار ٹرینوں کو چیک کرتے ہیں ۔ اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ وہ لاہور سے کراچی جاتے ہیں اور کراچی سے واپس آتے ہیں ۔ اگر وہ ۲۴ گھنٹے سفر کریں تو جتنی mileage کرتے ہیں ۔ تمام کی تمام بطور ٹی اے claim کر لیتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ایک انسان یہ تقاضائے بشریت ۲۴ گھنٹہ نہ جاگ سکتا ہے نہ کام کر سکتا ہے ۔ ان ۲۴ گھنٹوں میں وہ سوتے بھی ہوں گے ۔ سونے کے وقت یعنی دس بارہ گھنٹہ کے لئے بھی ٹی اے چارج کرتے ہیں تو یہ سونے کا الاؤنس ہے جو ہماری ریلوے دے رہی ہے ۔ اور دوسری جانب ایسے بھی بد نصیب ملازمین ہیں جن کا گلا کاٹا جا رہا ہے ۔ اور وہ روز بروز مقدمہ بازی میں محکمہ کے ساتھ الجھے پڑے ہیں ۔ اس کے علاوہ اکاؤنٹس کا محکمہ ایگزیکٹو سے بالکل

علیحدہ ہے ۔ اکاؤنٹس کے افسران کا انتظامیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن ہمارے محترم وزیر صاحب ریلوے یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ نے اپنے ۲۶ S.T.Es. رکھے ہوئے ہیں یہ چیز میری سمجھ سے بالا تر ہے کہ اکاؤنٹس میں S.T.Es. کا کیا کام ہے ۔ اگر مجھے سمجھا سکیں تو میں مشکور ہوں گا ۔ اکاؤنٹس کے محکمہ میں S.T.Es. کا کیا کام ہے ۔ اس محکمہ کو انتظامیہ میں دخل نہیں اور انتظامیہ کو اکاؤنٹس میں دخل نہیں ۔ انتظامیہ کو جو اکاؤنٹس میں عملی دخل ہے میں اعتراف کرتا ہوں یہ چیز میری عقل سے بالا تر ہے ۔ تمام S.T.Es جو اکاؤنٹس میں ہیں وہ کس مرض کی دوا ہیں ۔ میرے ذہن میں اگر کوئی بات آتی ہے تو وہ یہ ہے کہ ان کو ایک umbrella اور cover کے طور پر اکاؤنٹس کے افسران اپنی بغیر ٹکٹ سواریاں بھیجنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔

کیونکہ وہ جو S.T.Es. ہیں ان کے ساتھ جو مسافر ہوں گے ان کو کوئی نہیں پوچھے گا اب اکاؤنٹس والوں کو courage ہو سکتی ہے کہ ان کی انتظامیہ میں کوئی دخل دینے والا نہیں ہے ۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی اکاؤنٹس آفیسر کے کسی ملازم کو یا کسی دوست کو ریلوے کی انتظامیہ کے کسی ملازم نے check کر لیا تو انہیں نے کہا کہ یہ تو بڑی شرم کی بات ہے ہم افسر ہیں لیکن ہمارا کوئی بغیر ٹکٹ سفر نہیں کر سکتا ۔ اکاؤنٹس آفیسر کو اپنے ہی آپ یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جتنا چاہیں پراویزن کر لیں تو انہیں نے یہ پراویزن کر لیا کہ ان کے محکمے کے ساتھ ۲۶ S.T Es attach رہیں گے ۔ اور ان کو کارکردگی سمجھا دی جائے کہ وہ ہمارے اکاؤنٹس آفیسر کی وہ فری سواریاں لے جائیں گے ۔

اس کے بعد ہمارے وزیر صاحب نے ڈولپمنٹ پر بہت زور دیا ہے میں عرض کرونگا کہ یہ ڈولپمنٹ کا محکمہ بڑا ناکارہ محکمہ ہے بیکار ہو چکا

ہے اس کا کوئی کام نہیں رہا اور آج یہ ایک full fledged محکمہ ہو رہا ہے اسکا کام سوائے اس کے کہ رشوت لیں اور فلاں فلاں commodity کا کرایہ کم کر دیں کچھ نہیں اور یہ جو تاجر ہیں یہ ڈولپمنٹ برانچ میں جا کر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر فلاں commodity کا کرایہ کم کر دیا جائے تو اس طرح سے زیادہ سے زیادہ Development ہو سکتا اور وہ اس طرح رشوت دے دیکر کرایہ کم کروا لیتے ہیں اس ضمن میں جناب والا میں آپ کی خدمت میں اعداد و شمار پیش کرونگا ۔ مردان چار سدہ بڑی flourishing ریلوے ہونا چاہئے کیونکہ وہاں شوگر کے کارخانے ہیں ۔ جناب محترم وزیر ریلوے ذرا غور سے سنیں کہ کس طرح ریلوے کی آمدنی وہاں سال بہ سال کم ہوئی ہے ۔ سنہ ۱۹۵۹ء-۶۰ء میں مردان چار سدہ سیکشن پر ہماری ریلوے کی آمدنی تھی ۲۵ لاکھ ۵۲ ہزار ۵ سو ۵۷ روپے اس کے بعد سنہ ۶۰ء ۶۱ء میں کم ہوکر یہ ۱۰ لاکھ ۴۰ ہزار ۵ سو ۸۳ رہ گئی یہ ہیں ہماری ڈولپمنٹ برانچ کے کارنامے اور یہی نہیں اس کے سنہ ۶۱ء-۶۲ء میں یہ ۸ لاکھ ۵۹ ہزار ۵ سو ۴۲ ہوئی اور latest فیگرز سنہ ۱۹۶۲ء-۶۳ء میں ۸ لاکھ ۱ ہزار ۷ سو ۹۱ ہیں گویا سنہ ۵۹ء-۶۰ء میں ۲۵ لاکھ ۵۲ ہزار ۵ سو ۵۷ روپے کے مقابلے میں سنہ ۶۲ء-۶۳ء میں ۸ لاکھ ۱ ہزار ۷ سو ۹۱ رہ گئی ۔ جناب والا ۔ یہ کار نمایاں ہیں ڈولپمنٹ برانچ کے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ضیاع ہے اور قومی ضیاع ہے ہم قومی سرمایہ کا ضیاع کر رہے ہیں ان سفید ہاتھیوں کی وجہ سے اگر یہ محکمہ نہ ہو ہمارا کچھ نہ بگڑے میرے خیال میں تنخواہیں جو بڑھائی جاتی ہیں اگر وہ بڑھائی جائیں تو بچت کی صورت میں وہ رقم ہمارے پاس رہے اور غریب عوام پر ریلوے کا کرایہ بڑھانے کی نوبت نہ آئے ۔

ان تصریحات کے ساتھ میں گذارش کروں گا کہ ہماری ریلوے کی انتظامیہ کچھ نہیں کر رہی ہے رشوت بہت زوروں پر ہے کنبہ پروری خوب ہو رہی ہے اس لئے میں اس ڈیمانڈ کی مخالفت کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Next cut motion is from Mr. Hamza.

Mr. Hamza (Lyallpur-VI) : Sir my motion is :—

"That the total of Rs. 7,87,16,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total Other Expenditure—Recurring Other than New Expenditure be reduced by Rs. 7,87,15,999."

جناب سپیکر۔ اگرچہ پرسوں جناب وزیر ریلوے نے ریلوے میزانیہ سے متعلق اس ایوان میں جس قدر بھی تقریریں کی گئی تھیں ان کا جواب دیا مگر میں یہاں موجود نہ تھا لیکن میری اطلاعات کے مطابق انہوں نے حزب اختلاف اور برسر اقتدار پارٹی کے ممبران نے جو بنیادی اعتراض اس میزانیہ کے متعلق اور خصوصاً کرایہ کی بڑھوتی کے متعلق تھے ان کا جواب نہیں دیا ۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کرایہ میں اضافہ کا جو فیصلہ کیا ہے محکمہ کے جملہ نقائص کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے ۔

Minister of Railways : Sir, he has already discussed the increase of rates during the general discussion.

Mr Speaker : But now he wants to discuss inefficiency, nepotism and corruption prevalent in the Administration.

مسٹر حمزہ—بجائے اس کے کہ محکمہ اخراجات کے اضافہ کے وجوہات کو رفع کر کے اخراجات کو کم کرتا ان نقائص اور خامیوں کو رفع کرنے کے بجائے کرایہ بڑھا کر لوگوں کو سزا دے دی گئی ہے ۔ جناب راجہ غلام سرور صاحب نے فرمایا ہے کہ بحیثیت ٹرانسپورٹر انہیں اس امر کی خوشی ہے کہ ریلوے نے کرایہ میں اضافہ کیا ہے اس کا ایک لازمی اور قدرتی نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اسبات پر مجبور ہوں گے کہ روڈ ٹرانسپورٹ کی طرف راغب ہوں اور روڈ ٹرانسپورٹ کو ذریعہ آمدورفت کے طور پر استعمال کریں ۔ (As a means of transport and communication).

حقیقت یہ ہے کہ عوام الناس کی حالت اس عام مثل کے مطابق ہے

جس کے تحت کہا جاتا ہے کہ ''اگر خربوزے پر چھری گرے تب بھی خربوزے کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر خربوزہ چھری پر گرے تب بھی خربوزے کی خیر نہیں ہوتی،، ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر لوگ ریلوے کے کرایہ کی بڑھوتی کی وجہ سے اسبات پر مجبور ہوں گے کہ وہ لاریوں میں سفر کریں آپ کو اس چیز کا احساس ہو گا کہ ان دنوں لاریوں میں سفر کرنا اسقدر خطرناک ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ ہمیں اب سر سے کفن باندھ کر لاریوں پر سفر کرنا چاہئے لیکن وہ تمام اعتراضات جو میں نے روڈ ٹرانسپورٹ اور ریلوے سے متعلق تھے جن کے پیش نظر ریلوے کے محکمہ کی کارکردگی کا مقابلہ موجودہ حالات میں ہم کسی لحاظ سے بھی روڈ ٹرانسپورٹ سے نہیں کر سکتے کیونکہ محکمہ ریلوے کو خصوصی مراعات حاصل ہیں جو کہ روڈ ٹرانسپورٹ کو حاصل نہیں ہیں ۔

اور میں سمجھتا ہوں ۔ کہ جناب وزیر ریلوے کے پاس کرائے میں بڑھوتی یا اضافے کے حق میں اور کوئی معقول یا ٹھوس وجہ موجود ہی نہیں تھی ۔ اس لئے انہوں نے اس بنیادی اعتراض کا کوئی معقول جواب نہیں دیا ۔ جناب سپیکر ۔ آج میاں محمد اکبر صاحب نے اپ کے سامنے اعداد و شمار اور اپنے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے ۔ کہ خام مال جو محکمہ ریلوے خریدتی ہے ۔ کے خریدنے میں کسقدر کوتاہیاں کی جاتی ہیں ۔ جس کی وجہ سے ریلوے کی cost of working بڑھ جاتی ہے ۔ یہ محض ایک محکمے کی بات نہیں ۔ بلکہ آپ کو علم ہے کہ ریلوے کے ریوینیو بجٹ کا کافی بڑا حصہ انجنوں ۔ ریل گاڑیوں اور لائینوں پر صرف ہوتا ہے ۔ وہاں بھی یہی صورت حال ہے ۔ اور سب سے بڑی قابل اعتراض چیز یہ ہے کہ آج تک محکمہ ریلوے غیر ممالک سے درآمدات پر قناعت کرنے یا سہارا کرنے کا عادی بنا ہوا ہے ۔ اور اس ضمن میں ملک کے دفاعی مسائل کے پیش نظر ریلوے کو جو اہمیت حاصل ہے کو بھی مد نظر نہیں رکھا

گیا ۔ آئندہ سال کے بجٹ کے مطابق چوبیس کروڑ چالیس لاکھ روپے capital goods کی درآمدات پر صرف کریں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رقم اور اس کے علاوہ وہ رقم جو ہمارے revenue expenditure سے اس پر صرف کی جا رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

وزیر زراعت—کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے ۔

Mr. Speaker : Mr. Hamza may please try to more clear for the sake of Malik Qadir Bakhsh.

مسٹر حمزہ—چونکہ درمیان میں ملک قادر بخش صاحب مداخلت کرتے ہیں اور بچوں کی طرح ان کے نئے دانت نکل آئے ہیں ۔ اور وہ ہنس ہنس کر ہمیں اپنے دانت دکھاتے ہیں ۔ لیکن ہم کہا کرتے ہیں کہ ان کے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے دانت اور ہیں ۔ بلکہ ان کو تو کھانے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی ۔ وہ تو نگل جایا کرتے ہیں ۔ کیونکہ ان کے دانت تھے ہی کہاں ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ محکمہ ریلوے بجائے اس کے کہ درآمدات کے لئے خاص طور پر capital goods کی درآمدات کے لئے غیر ممالک پر زیادہ سہارا کرتا ۔ اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ اشیاء جو کہ وہ ملک کے اندر تیار ہو سکتی ہیں اور میرے خیال میں وہ مقابلتاً اس قیمت سے جو کہ ہم غیر ممالک کو اس وقت ادا کرتے ہیں۔ بہت کم خرچ کر کے ہم وہی اشیاء یا پرزے ملک کے اندر بنا سکتے ہیں اور اس طرح ہم اخراجات میں کافی کمی کر سکتے ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اس چیز کا بھی احساس ہو گا ۔ کہ اس ملک کی آبادی کا بڑا حصہ بے کار ہے ۔ اور ترقی یافتہ ملکوں سے تجارتی میدان میں terms of trade خام مال یا خام اشیاء یا خام زرعی اجناس پیدا کرنے والے ممالک کے خلاف جا رہے ہیں ۔ بیرونی ممالک سے تجارت میں خام مال پیدا کرنے والے ممالک کو یہ مسائل در پیش ہیں کہ ان کی قیمتوں میں بڑی کمی

آ رہی ہے ۔ لیکن ترقی یافتہ ممالک سے جو مشینری وغیرہ منگواتے ہیں ۔ ان کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے ۔

Mr. Speaker : The member should know that demand No. I is for general administration.

مسٹر حمزہ۔جناب سپیکر ۔ عرض یہ ہے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ریلوے انتظامیہ نے اس محکمے کو اس طریقے سے چلایا ہے کہ ہم غیر ممالک کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں ۔ اور اس سے ہماری Cost of production میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے ۔ اور اس Cost of production میں اضافے کا سہارا لیکر جناب وزیر ریلوے نے پبلک کو زیادہ کرائے کا زیر بار کر دیا ہے ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (چودھری سلطان محمود)۔جناب والا کس چیز کی cost of production ؟

Mr. Hamza : Cost of production of the goods that are being manufactured by the Railway department.

جناب سپیکر ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس محکمے کی کارکردگی کی حالت یہ ہے کہ بہت سی اشیاء یا بہت سی گاڑیوں کے ڈبے جو محکمہ ریلوے غیر ممالک سے درآمد کرتا ہے ۔ ریلوے ایڈمنسٹریشن کے پاس اس قسم کے انتظامات بھی نہیں ہیں ۔ کہ ان کی خاطر خواہ مرمت ہی کر سکے ۔ مجھے کئی بار سفر کرتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔

Mr. Speaker : That is demand No 2.

Minister of Railways : He can discuss it in repairs and maintenance.

وزیر خوراک و زراعت۔خدا کے لئے کوئی عقل کی بات کریں ۔

وزیرامداد باہمی (سید احمد نواز شاہ گردیزی)۔وہ آج موڈ میں نہیں ہیں ۔

نوابزادہ افتخار احمد خان۔عقل کی بات تو "جھولی چکنا" ہے ۔

مسٹر حمزہ۔میں آپکی وساطت سے جناب وزیر ریلوے کی خدمت میں ایک سوال کرتا ہوں ۔ کیا باہر سے مشینری درآمد کرنے اور اس کی مرمت کے انتظامات کرنا ریلوے انتظامیہ کی ذمہ داری نہیں ہے ؟ مجھے محکمہ ریلوے کی اس خطرناک پالیسی کے خلاف آپکی خدمت میں عرض کرنا ہے ۔ کہ یہ محکمہ بہت سی ایسی مشینری اور ڈبے درآمد کر رہا ہے ۔ جن کی مرمت کا خاطر خواہ انتظام اس کے پاس نہیں ہے ۔ جس کی وجہ سے پبلک کا روپیہ ضائع ہوتا ہے ۔ جسکا نتیجہ یہ ہے ۔ کہ انکو مزید ٹیکسوں کا زیر بار ہونا پڑتا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ میں اس موضوع کو چھوڑتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Just a minute. I may point out that reading newspapers in the Press Gallery or anywhere in the House is a contempt of the House and everybody should be vigilant about that

مسٹر حمزہ۔جناب سپیکر ۔ محکمہ ریلوے ایک لحاظ سے ایک مثالی محکمہ ہے ۔ اور وہ کیوں ۔ اس لئے کہ اس محکمے نے اپنے ملازمین کے ساتھ جو سلوک کیا ہے ۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس ملک کے آئین میں جو ترامیم حال ہی میں کی گئی ہیں یہ محکمہ اس قسم کی ترامیم اس سے قبل روانہ کر چکا ہے جسکا منشاء محض یہ تھا کہ ان کی Trade Unions یا ایسی Co-operative Societies میں جہاں وہ اپنی پسند کے لوگوں کو لیڈر بنانا چاہتے تھے ۔ محکمہ ریلوے اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کر کے محض اپنی پسند کے لیڈروں کو الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت دیتا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ میں آپکی خدمت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں ۔

محکمہ ریلوے کے Accounts department نے کئی سال سے ایک Co-operative Society بنائی ہوئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

اور اس کواپریٹو سوسائٹی کا کام چلانے کے لئے عہدے داروں کو منتخب کرنے کے متعلق میں نے ایک سوال کے ذریعے جناب وزیر ریلوے سے یہ دریافت کیا تھا کہ اس کواپریٹو سوسائٹی کے عہدے داروں کے انتخاب میں امیدواروں کی تعداد متعلقہ افسروں نے کیوں کم کی ۔ جناب سپیکر ہوا یہ کہ اگر چار امیدوار انتخابی میدان میں آئے تو محکمہ ریلوے کے افسران نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے صرف دو آدمی الیکشن میں حصہ لے سکیں گے اور وہ دونوں آدمی ان کے منظور نظر تھے ۔ اور جن دو امیدوارون کو الیکشن میں حصہ لینے سے روکا گیا ان کی حرکات ان کے نزدیک قابل اعتراض تھیں ۔ جناب سپیکر ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ محض وہ امیدوار الیکشن میں حصہ لے سکے جو کہ افسران کے منظور نظر تھے اور ایسے آدمیوں کو آگے لانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس محکمے کے اندر جو بد عنوانیاں یا جو جو خامیاں ہیں ان کو سر عام نہ لایا جا سکے کیونکہ وہ امیدوار جو عام لوگوں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں چونکہ محکمہ کے نقائص کی نشاندھی کرتے ہیں اس لئے ان کے انتخاب میں افسران کامیاب قسم کے روڑے اٹکاتے ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ محکمہ مثالی اس لئے ہے کیونکہ ملکی آئین میں جو ترامیم کی گئی ہیں جن کے تحت آئندہ صدر کے عہدے کے امیدواروں کی چھانٹی کی جا سکتی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر عملی طور پر یہ چیز کسی جگہ اس ملک میں رائج تھی تو اس کا فخر محکمہ ریلوے کو حاصل ہے ۔ کیونکہ اس نے بعض ایسی Inventions کی ہیں کہ جن کے ذریعے ہماری اپنی حکومت کو اس ملک کی آبادی کو اپنے چنگل میں رکھنے کے لئے کافی مدد ملی ہے ۔ (ہیر ۔ ہیر)

وزیر خوراک و زراعت۔Wonderful ۔

مسٹر حمزہ۔جناب سپیکر ۔ اس کے علاوہ محکمہ کی آمدنی پر اس چیز نے بھی برا اثر ڈالا ہے کہ یہ محکمہ رشوت ستانی میں یا اس محکمے کے افسر رشوت حاصل کرنے میں اتنے کامیاب واقع ہوئے ہیں کہ انہوں نے رشوت کو ایک فن کا مقام دیدیا ہے ۔

(شور اور قطع کلامیاں)

Mr. Speaker : Order, order.

میجر سلطان احمد خان۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب اس صورت میں ہمارے بزرگ وزراء صاحبان بھی گڑ بڑ پیداکر رہے ہیں اور ہمارے پلے کچھ نہیں پڑ رہا ۔

وزیر مال (خان پیر محمد خان)۔۔وزیر بچارے تو متوجہ ہیں ان کو تو سننے دو ۔

Mr. Speaker : There is no disturbance.

وزیر مال۔یہی توقع تھی کہ حمزہ صاحب کی حمایت آپ بھی کریں گے ۔ Birds of the same feathers

مسٹر حمزہ۔اس محکمے کے افسران منظم طریقہ سے رشوت حاصل کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ اس محکمہ میں رشوت انفرادی رشوت نہیں ہے میں نے محکمہ ریلوے کی طرف سے جاری شدہ سوال نامے کے جواب میں صاف طور پر بتایا تھا کہ قدم بہ قدم کس طریقہ سے رشوت اکٹھی ہوتی ہے اور کس طرح یہ رشوت اوپر تک پہنچتی ہے ۔ جناب میاں محمد اکبر صاحب نے اس کی زندہ مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے لیکن اس رشوت ستانی کے باوجود اس محکمے کے بعض ایسے اہل کار بھی ہیں جو کہ کافی

عرصہ سے کم تنخواہ ملنے کی وجہ سے شاکی ہیں ۔ میں یہاں گڈز کلرکوں کا ذکر کروں گا ۔ جناب سپیکر ۔ ہمارا محکمہ ریلوے مال کی باربرداری سے تقریباً ۳۲ کروڑ اور ۲۰ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی حاصل کرتا ہے گڈز کلرکوں کے تنخواہوں کے سکیل ایسے ہیں جن کی وجہ سے ان کے لئے ترقی کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے ۔ بعض ایسے گڈز کلرک ہیں کہ جن کو ۲۵ سال سروس کے باوجود ترقی نصیب نہیں ہوئی ۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ محکمہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا تھا اور اگر اعتراض نہیں کیا گیا تو ان کے ذہن میں یہ وجہ جواز موجود ہے کہ چونکہ گڈز کلرک آسانی سے رشوت حاصل کر سکتے ہیں لہذا ان کو بہتر تنخواہ دینا مناسب یا موزوں نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر محکمہ کے وہ اہلکاران جن کی رشوت خوری کی وجہ سے محکمہ کو لاکھوں روپے کا سالانہ نقصان پہنچ سکتا ہے اور پہنچ رہا ہے اگر ان کے جائز مطالبات منظور کر لئے جائیں اور ان کو چند لاکھ روپیہ تنخواہوں میں اضافہ کی صورت میں دیدیا جائے تو اس سے محکمہ کی آمدنی پر اچھا اثر پڑیگا اور ان پر بہتر طریقہ سے کنٹرول بھی کر سکیں گے ۔ ممبران اسمبلی کو رعایت دی گئی ہے کہ وہ فرسٹ کلاس میں پانچ ہزار میل تک مفت سفر کر سکیں ۔ مجھے کئی بار فرسٹ کلاس میں سفرکرنے کا اتفاق ہوا ۔ جناب سپیکر ۔ میں نے عملی طور پر یہ دیکھا ہے کہ اس محکمے کی طرف سے برانچ لائنوں پر جو فرسٹ کلاس کے ڈبے مہیا کئے گئے ہیں قطعاً بیکار ہیں ۔ شاذ و نادر ہی ان میں کوئی شخص کرایہ ادا کر کے سفر کرتا ہے ۔ تھرڈ کلاس میں عام طور پر انتہائی بھیڑ دیکھنے میں آتی ہے ان حالات کے پیش نظر میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ محکمہ ریلوے Rolling Stocks کو بھی ضائع کرے اور دوسری اپنے مستقل گاہکوں کو بلا وجہ پریشان کرے ۔ جناب سپیکر ۔ یہ چیز بھی میرے علم میں آئی ہے کہ فرسٹ کلاس کے ڈبوں کو اکثر اوقات ٹکٹ ایگزامینر آرام کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا اپنے دوستوں کو

یا اپنے عزیز و اقارب کو ان میں سفر کی سہولتیں مہیا کرتے ھیں - میں آپ کی خدمت میں کئی بار اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ھوں اور عملی طور پر یہ چیز دیکھنے میں آئی ھے کہ جس محکمے کے یا جس ملک کے چلانے والے یا بڑے بڑے افسر بذات خود رشوت ستانی کا شکار ھوں وہ اپنے ماتحتوں پر کنٹرول کر ھی نہیں سکتے بلکہ ھوتا یہ ھے کہ اگر حکومت کو چلانے والا یا محکمہ کو چلانے والا ذمہ دار افسر ایک انڈا کھاتا ھے تو مثال کے مطابق اس کے ماتحت ھزاروں مرغ سیخوں پر چڑھا کر کھا جاتے ھیں ۔ جناب سپیکر - افسران بالا میں اس قدر رشوت ستانی کا دور دورہ ھے جسکو ثابت کرنے کی میرا خیال ھے ضرورت نہیں ھے - اسی سے ھی آپ اندازہ لگائیں کہ محکمہ ریلوے کو کس قدر نقصان اٹھانا پڑتا ھے اور بجائے اس کے کہ جناب وزیر ریلوے ان نقائص کو اور اس نقصان کے راستوں کو بند کرتے انہوں نے وھی سابقہ پالیسی اختیار کی ھے جسکے تحت ھمیشہ کمزوروں کو مزید تختہ مشق بنایا جاتا رھا ھے اور بنایا جائے گا -

جناب سپیکر میں جناب وزیر صاحب کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرتا ھوں - حقیقت یہ ھے اگر انہیں کرایہ میں اضافہ کی ضرورت محسوس ھوئی تھی تو انہیں چاھئے یہ تھا کہ موجودہ شرح کرایہ کو بغور مطالعہ کرتے اور پبلک سے بھی رابطہ پیدا کرتے تو ان کو اس چیز کا پتہ چلتا کہ ٹکٹ جو محکمہ ریلوے کی طرف سے جاری ھوتے ھیں - اور جہاں روپے یا روپوں کے ساتھ ۷۳ پیسے یا ۴۸ پیسے کرایہ لیا جاتا ھے عملی طور پر تمام بکنگ کارک ۷۳ پیسے کی بجائے ۷۵ پیسے ۴۷-۴۸ پیسے کی بجائے ۵۰ پیسے وصول کرتے ھیں - مجھے یقین ھے پبلک کے کسی حصہ کی طرف سے یا کسی طبقہ کی طرف سے قطعاً کوئی اعتراض نہ اٹھایا

جاتا اگر دو یا تین پیسے فی ٹکٹ کرائے میں اضافہ کیا جاتا ہے ۔ اس طرح وہ تمام رقوم جو اس وقت ناجائز طریقہ سے بکنگ کلرکوں کی جیبوں میں جاتی ہیں محکمہ کو حاصل ہو جاتیں ۔ اس طرف وزیر ریلوے نے قطعاً کوئی توجہ نہیں دی ۔ میں بات کہنے پر مجبور ہوں کہ مقابلتاً وہ شریف الطبع واقع ہوئے ہیں ۔ نئے ہیں اور ان کو تمام ہتھکنڈے بھی نہیں آتے جو کہ بوڑھوں کو خصوصاً ہماری اس گورنمنٹ کے تجربہ کار وزراء صاحبان کو آتے ہیں ۔ (مداخلت) جوں جوں وقت گذرتا جائے گا شرافت طبعی کی بنا پر اگر انہوں نے غلط مشوروں پر عمل نہ کرنا شروع کیا اور بری صحبت کا ان پر اثر نہ ہوا وہ اس قسم کے بہت سے نقائص کا انہیں پتہ چل جائیگا اور وہ انہیں رفع کر کے اپنے اہلکاروں کو رشوت ستانی اور ناجائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے سے روکینگے ۔ اور اپنے محکمے کا فائدہ کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کی جو شکایات ہیں وہ بھی دور کریں گے ۔

(اس مرحلے پر مولانا غلام غوث تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے)

مسٹر سپیکر۔ مولانا صاحب تشریف رکھیں ۔ جن ممبر صاحبان نے کٹ موشنز دیئے ہیں ان کو پہلے موقع دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرے ممبر صاحبان کو بولنے کا موقع دیا جائیگا ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی (دادو ۱)۔۔۔ مسٹر سپیکر ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ کرایہ بڑھا کر عام پبلک کا خون پیا جا رہا ہے ۔ (ہیئر۔۔ہیئر) آپ دیکھ رہے ہیں کہ عام پبلک مصیبت میں ہے اور ٹیکسوں نے ان کو مزید بوجھ تلے دبا دیا ہے اور کھانے پینے کی اشیا بھی بہت گراں ہو گئی ہیں ۔ اور اب ریلوے کے کرائے بھی بڑھا دیئے گئے ہیں ۔ اگر یہ رینوے کا

کرایہ نہ بڑھاتے - خرچ کم کرتے - غریبوں پر ٹیکس نہ لگاتے تو یہ بہت ہی بہتر تھا -

جناب والا - اب میں اپنے نوجوان وزیر سے جو سندھ کے کوٹے کے ایماندار وزیر ہیں (ہیئر-ہیئر) اور چیئرمین اور وائس چیئرمین ریلوے جو ایماندار ہیں ان کو اپنے صوبہ کے حالات سے آگاہ کرتا ہوں کہ کیسے ریلوے کا ماتحت عملہ پیسے اور رشوت کھا رہا ہے - کیسے بغیر ٹکٹ کے آدمیوں کو سفر کرا رہا ہے - پھر کہا جاتا ہے ریلوے کو نقصان ہو رہا ہے - میں آپ کو بتاتا ہوں کہ غریبوں پر کون کون سی مصیبتیں ہیں -

جناب والا - ۱۶ مئی کو جناب احمد نواز گردیزی صاحب ہمارے ساتھ کراچی سے کوئٹہ جا رہے تھے - سن ریلوے سٹیشن پر گاڑی کھڑی ہوئی اور میں نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ آپ دیکھیں لوگ پانی لینے کیلئے اپنے اپنے برتن اٹھا کر نلکے کیطرف جا رہے ہیں لیکن وہاں سے پانی نہ ملا اور وہ مایوس لوٹ آئے - ان کو میں نے یہ بھی دکھایا کہ وہاں پانی پلانے والا بھی کوئی نہیں ہے فقط سوڈا لیمن والے چکر لگا رہے ہیں - میں نے ان سے کہا آپ بھی سفر کر رہے ہیں اور یہ لوگ بھی سفر کر رہے ہیں اب بتائیں کہ عوام کی کتنی بری حالت ہے اور پانی کیلئے ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر رہے ہیں - انہوں فرمایا واقعی یہ ظلم ہے - انہوں نے مردوں کے تھرڈ کلاس ڈبے کو بھی دیکھا وہاں آدمی نیچے بیٹھے ہوئے تھے لیکن جب وہ عورتوں کے ڈبے کی طرف گئے تو وہاں بھی یہی حالت تھی - جناب والا یہ غریب عوام کی حالت ہے اس کے باوجود کرایہ میں اضافہ کیا جا رہا ہے - اس کے بعد جناب والا جناب گردیزی صاحب نے گارڈ کو بلایا -

اور وہاں کے سٹیشن ماسٹرکو بلایا سٹیشن ماسٹر پاجامہ اور قمیض پہنے ہوئے تھے نہ کوئی کوٹ تھا اور نہ کوئی سرکاری وردی تھی وہ ایک وزیر صاحب کے سامنے آ کھڑا ہوگیا اور کہا میں ہوں سٹیشن ماسٹر ۔ اس حالت میں اسکو کون پہنچان سکتا ہے کہ وہ سٹیشن ماسٹر ہے یا کوئی باہر کا آدمی ہے ۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا پانی کا بندوبست نہیں ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ جناب پانی کا بندوبست ہے ۔ وہ نلکے کی طرف گیا اور واپس آ کر کہا کہ نلکے کی ٹوٹی خراب ہوئی ہے اس لئے پانی نہیں ہے ۔ پھر وزیر صاحب بولے پانی پلانے والا کہاں ہے اس نے جواب دیا صاحب وہ سامان اتار رہا ہوگا یا وہ کانٹے پر ہوگا ۔ لوگ پانی کے لئے چلاتے رہے اور ہم دیکھتے رہے ۔ گاڑی میں پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا ۔ اس کے بعد وزیر صاحب نے گارڈ سے پوچھا جو گاڑی کے ساتھ پانی والے ہوتے ہیں وہ کہاں ہیں اس نے جواب دیا جناب ادھر ادھر ہونگے ۔ جناب والا ۔ یہ برانچ لائینوں کی حالت ہے اور یہ ہمارے لئے مصیبتیں ہیں ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ جو ہمیں ڈبے دئے گئے ہیں وہ بہت خراب حالت میں ہیں جہاں پانی کی ٹینکی ہوتی ہے وہاں سے پانی اندر ڈبے میں ٹپکتا رہتا ہے تھرڈ اور انٹر کلاس میں پنکھے قطعاً نہیں ہوتے ۔ یہاں سے جو پرانے ڈبے ہوتے ہیں وہ ہم غریبوں کو دیدیتے ہیں اور جو کروڑوں روپیہ خرچ کر کے دوسرے ممالک سے ائرکنڈیشن اور دوسرے ڈبے منگوائے جاتے ہیں وہ اپنے لئے رکھ لیتے ہیں اور ہم برانچ لائین والوں کے لئے کچھ نہیں ہے ۔ اس کے متعلق مزید عرض کروں گا کہ یہاں کے جو کنڈیم ائرکنڈیشن ڈبے ہوتے ہیں وہ ڈبے ہم کو

دئے جاتے ہیں اور وہ بھی بولان میل میں لگائے جاتے ہیں ۔ فرانس ۔ جرمنی وغیرہ سے جو اچھے ڈبے منگوائے جاتے ہیں وہ یہی چل رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ فسٹ اور سیکنڈ کلاس میں جو ڈبے ہمیں دئے گئے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ ان میں کھڑکیاں تک ٹوٹی ہوئی ہیں اور پنکھے بھی کام نہیں کرتے ۔ جناب والا ۔ جب میں روہڑی کے سٹیشن پر پہنچا تو وہاں اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کو میں نے کہا کہ بھائی دیکھو کہ کھڑکیوں کی اور پنکھوں کی حالت کیا ہے ۔ جس فسٹ کلاس کے ڈبے میں میں بیٹھا ہوا تھا اس کے لئے اس نے کارپینٹر کو بلایا اور حکم دیا کہ کھڑکیاں ٹھیک کر دو ۔ کارپینٹر ۹ بجے سے ساڑھے دس بجے تک بھی کھڑکیاں ٹھیک نہ کر سکا ۔ اس نے پنکھے والے کو بھی بلایا کہ پنکھا ٹھیک کر دو ۔ اس نے کہا پنکھے ٹھیک نہیں ہو سکتے اور وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا ۔ یہ ان ڈبوں کی حالت ہے جو ہم کو سپلائی کئے گئے ہیں ۔ کیا ہم کرایہ نہیں دیتے ہیں ؟ کیا ہم پاکستان کے رہنے والے نہیں ہیں ؟ افسوس ہم چھوٹے صوبے والوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری---پوائنٹ آف آرڈر ۔ کیا جتوئی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جب پنجاب کی حد سے گاڑیاں گذرتی ہیں ان کے ڈبے بدل دئے جاتے ہیں ۔

Mr. Speaker : This is not a point of order.

حاجی عبدالمجید جتوئی---افسوس ہے یہ درمیان میں بات کر رہے ہیں ۔ اس کو کیا پتہ ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے ۔ ادھر

چل کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو کہ وہاں کیا حالت ہے ۔ خالی کرسیوں پر بیٹھ کر پارلیمنٹری سیکرٹری کی دو تین ہزار تنخواہ لے رہے ہیں ۔

(قہقہہ)

جناب والا ۔ میں ایک اور مثال آپ کی خدمت میں عرض کرونگا وہ یہ ہے کہ ۲۰ تاریخ کو میں نے ٹکٹ خریدا اور سٹیشن ماسٹر کو کہا کہ آپ ice container کا بندوبست کریں اس نے کہا ice container کا کوٹری میں بندوبست نہیں ہے ۔ سندھی میں ایک کہاوت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو پیسہ بازار میں نہ چلے وہ ہندو بھائی مندر میں جا کر دیدیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے خیرات کی ہے اور جو چھوکرا آنکھوں سے اندھا ہوگا اس کو دکھائی نہ دیتا ہوگا اس کو بھی مندر میں شیوہ کے لئے بھیج دیتے ہیں ۔ اسی طرح جو خراب ڈبے ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دئے ہیں اور جو اچھے ہیں وہ اپنے پاس رکھ لئے ہیں ۔ جناب والا ۔ لاہور سے برانچ لائینوں پر جو گاڑیاں چلتی ہیں ان میں تو ائرکنڈیشن ڈبے ہونے چاہئیں ۔ ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم کو ان تمام مراعات سے محروم رکھا جا رہا ہے ۔

جناب والا ۔ ڈاکٹر بیگم اشرف عباسی صاحبہ نے فرمایا ہے کہ وہاں جو فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگتا ہے اس میں لیڈی کے لئے کوئی ڈبہ مخصوص نہیں کیا جاتا ۔

جناب والا ۔ جب ice container کے لئے لکھا گیا تو یہ جواب ملا ۔

"Controller from Larkana was informed to arrange ice container from Sukkur or Rohri Shah Nawaz Bhutto was informed by controller that their is no ice container in Sukkur or Rohri This is for your information."

یہ حالت ہم چھوٹے صوبے والوں کے ساتھ ہے اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو ون یونٹ کو ختم کریں ۔

(قہقہہ)

جناب والا ۔ جناب وزیر ریلوے صاحب اس ریلوے لائین کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں ۔ اس کی طرف دھیان دیں ۔ یہ ہمارے سندھ کا نقشہ ہے جہاں صرف ایک ہی ریلوے لائین ہے ۔ یعنی کوٹری سے سکھر تک اس کے علاوہ کوئی اور لائن نہیں ۔ یہ دریائے سندھ کی دائیں جانب ہے ۔ اور یہاں اور کوئی ریلوے لائین نہیں ۔ ما سوا اس ایک لائن کے جو لاڑکانہ سے جیکب آباد تک جاتی ہے ۔

انگریزی عہد حکومت میں دادو سے جوئی ۔ خیر پور ناتھن شاہ سے سہرا ۔ نصیر آباد سے کمیر تک سروے کیا گیا کہ وہاں ریلوے لائین بنائی جائے گی ۔ مگر وہاں آج تک کوئی کام نہیں ہوا ۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ سہرا سے راجن کو ملایا جائے گا ۔ لیکن یہ کام جو کہ بنیادی نوعیت کا ہے ۔ ابھی تک ادھورا ہی پڑا ہے ۔ اور ادھر دوسری جگہ خرچ پر خرچ کیا جا رہا ہے ۔

اب جناب وزیر ریلوے نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ . . . . .

"Another provision of Rs. 80 lakhs has been made for the construction of a small line of about 48 miles linking Kot Adu with Dera Ghazi Khan on the other side of the river Indus which will pass over the Taunsa Barrage."

اور ہماری حالت یہ ہے کہ سروے کی بھی کوئی صورت نہیں ۔

دوسری ہمارے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو اگر ہمیں نواب شاہ سے سانگھڑ کی طرف جانا ہو تو ہمیں دو

سو میل کا چکر کاٹنا ہو گا ۔ اول تو ہمیں حیدر آباد اور کوٹڑی سے چلنا ہو گا ۔ ورنہ ہمیں سکھر کا چکر کاٹنا ہو گا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ اب تو دادو اور گمبوڑو کے درمیان پل بن رہا ہے ۔ چنانچہ اگر دادو سے لائن نکال کر یہ ۲۴ میل کا ٹکڑا بنا دیا جائے تو آپ خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اس سے کتنا فائدہ ہو گا ۔ اور بالخصوص دریائے سندھ کے دائیں کنارے کے لوگ سیدھے جا سکیں گے ۔ موجودہ صورت حال میں اگر نواب شاہ والوں کو دادو کسی کام سے جانا پڑے تو انہیں کوٹڑی یا سکھر سے ہو کر جانا پڑتا ہے ۔ اور اس طرح انہیں تین تین سو میل کا چکر کاٹنا پڑتا ہے ۔ مگر افسوس تو اس امر کا ہے کہ یہاں تو اصل گاڑی کو بند کیا جا رہا ہے ۔ اور کہا یہ جاتا ہے کہ موجودہ مالی وسائل سے مزید کوئی کام نہیں ہو سکتا ۔ آخر یہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہو رہا ہے ۔

جناب والا ۔ اب عرض یہ ہے کہ میر پور خاص کی لائن کو Broad Guage کیا جا رہا ہے ۔ ڈھڈھو والی لائن ۔ اور بتھورے والی لائن کو بھی Broad Guage کیا جائے ۔ کیونکہ سانگھڑ ڈسٹرکٹ میں گندم ۔ کپاس اور چاول بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں ۔ اگر وہ وہاں سے چھوٹے ڈبوں میں لاد کر میر پور خاص تک لائے جائیں اور پھر وہاں بڑے ڈبوں میں ڈالے جائیں ۔ تو یہ بڑی مشکل بات ہو گی ۔ اور اس پر بہت زیادہ خرچ آئیگا ۔ اس لئے اسے بھی Broad Guage کیا جائے ۔ اور اسے بڑھایا جائے ۔

جناب والا ۔ ہمارے ہاں پلیٹ فارم والے سٹیشن چارو گوتھ اور بالی شاہ ہیں ۔ باقی تمام سٹیشنوں پر کوئی پلیٹ فارم نہیں ۔ اور نہ ہی وہاں کوئی shed ہے ۔ کوٹڑی سے لاڑکانہ تک صرف دو تین جگہ shade ہیں ۔ ایک دادو سٹیشن پر ۔ دوسرا کھیوں پر ۔ اور تیسرا

لاڑکانہ پر ۔ درمیان میں کسی سٹیشن پر shade نہیں ۔ جناب آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ملک ایک گرم ملک ہے ۔ لیکن اس لائن کے سٹیشنوں پر درخت تک نہیں ۔ جس سے سائے کا بندوبست ہو ۔ اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ایسی صورت حال میں دھوپ اور گرمی سے بچنے کے لئے بیچارے مسافر کہاں جائیں ۔ اس لائن پر دھن ۔ بھان کھلجی ۔ سیناں ۔ پیارو کوٹ اور راجن وغیرہ پر کسی جگہ بھی shade نہیں ۔ اور نہ ہی کوئی درخت ہے ۔ جس کے سائے میں بیٹھ کر مسافر تھوڑا سا وقت گاڑی کا انتظار ہی کر سکیں ۔ تھرڈ کلاس ۔ انٹر کلاس اور سیکنڈ کلاس کے waiting room اور جگہوں پر تو بنائے جا رہے ہیں ۔ جیساکہ جناب وزیر صاحب نے اپنی تقریر میں کئی جگہوں کے نام بھی لئے ہیں ۔ لیکن راجن سٹیشن کا جہاں سے ریلوے کو اناج کی وجہ سے لکھوکھہا روپے کی آمدنی ہے ۔ ابھی تک کوئی پلیٹ فارم نہیں بنایا گیا ۔ اسی طرح پیکیاں سٹیشن ہے جس سے ریلوے کا محکمہ لاکھوں روپے کماتا ہے ۔ وہاں بھی کوئی shade نہیں بنایا گیا ۔ اور وہاں برآمدے کو ہی تھرڈ کلاس کے waiting room کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ انٹر کلاس ۔ سیکنڈ کلاس اور فرسٹ کلاس چھوڑ وہاں تو تھرڈ کلاس کے لئے بھی کوئی انتظام نہیں ۔ چارو گوٹھ ۔ اور والی شاہ سٹیشن کو ۱۹۶۲ء سے B Class کے لئے تیار کیا گیا تھا ۔

مسٹر سپیکر ــــ حاجی صاحب آپ کو یہی تجاویز بجٹ پر عام بحث کے دوران کرنا چاہئے تھیں ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی ــــ جناب والا ۔ چونکہ سارے مغربی پاکستان ریلوے ہیڈ کوارٹرز کو اس مد سے تنخواہیں ملتی ہیں ۔ اور ریلوے کے افسران اور عملے کو لوگوں کی سہولت کے لئے تنخواہیں ملتی

ھیں ۔ اس لئے ان سب چیزوں پر بحث ھونی چاھئے ۔ آخر ریلوے والوں کا اور کام ھی کیا ھے ۔ میں ان چیزوں کا ذکر کر رھا ھوں جو ریلوے والوں کی ذمہ داری ھے ۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے پورا نہیں کرتے ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔یہی تجاویز عام بحث کے دوران آنی چاھئیں تھیں ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی۔۔۔جناب والا ۔ ھم اس Administration کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ھیں ۔ وھی تکالیف تو میں بتا رھا ھوں ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد۔۔۔جناب سپیکر ۔ میرے خیال میں اس مطالبہ زر کی تخفیف کے سلسلے میں حاجی عبدالمجید جتوئی صاحب ۔ ریلوے کے تمام نظم و نسق کو زیر بحث لا سکتے ھیں ۔ اس لئے کہ ریلوے ھیڈ کوارٹر کی تمام تنخواھیں اسی مد میں سے دی جاتی ھیں ۔ ان تکالیف کا وھی ذمہ دار ھے ۔ اس لئے اس نظم و نسق کے تحت اسے چیلنج کیا جا سکتا ھے ۔ کیونکہ ریلوے ھیڈ کوارٹرز کو اسی مد میں سے تنخواھیں ملتی ھیں ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔علامہ صاحب ۔ پوزیشن یہ ھے ۔ کہ جہاں تک ان تجاویز کا تعلق ھے ۔ جو وہ پیش کر رھے ھیں ۔ کہ وھاں shade ھونے چاھئیں ۔ وہ تو عام بحث کے دوران آنی چاھئیں تھیں ۔ اس وقت جو مطالبہ زر زیر بحث ھے ۔ اس میں عام نظم و نسق کو criticise تو کیا جا سکتا ھے ۔ لیکن اگر وہ تجاویز کی صورت میں فرمائیں تو یہ عام بحث کے دوران آنا چاھئیں تھیں ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی۔۔۔جناب والا ۔ میں نے جن سٹیشنوں کے نام لئے ھیں ۔ وھاں کوئی waiting room نہیں ۔ نہ انٹر کلاس کا ھے ۔ نہ سیکنڈ کلاس کا اور نہ ھی فرسٹ کلاس کا ۔ اب یہاں جو رقم

رکھی گئی ہے ۔ اس کے متعلق میں وزیر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ اس کا کچھ حصہ تو برانچ لائن کے لئے بھی دیا جائے کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ ریلوے کا محکمہ کراچی سے نواب شاہ تک لائن وغیرہ بنانے پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ خرچ کر رہا ہے ۔ اور ہم نے کئی مرتبہ سکرنڈ اور سورو کے متعلق عرض کیا ہے ۔ کہ وہاں پتھر وغیرہ نہ ڈالا جائے ۔ کیونکہ اس سے وہاں مٹی وغیرہ اڑتی ہے ۔ جس سے غریب لوگوں کو کھانسی اور T. B. ہو جانے کا خطرہ ہے ۔ لیکن اس کی طرف آج تک کسی نے دھیان نہیں دیا ۔ لہذا میری کوشش یہی ہے کہ بجٹ میں کوئی ایسی رقم رکھی جائے ۔ کہ وہاں پتھر وغیرہ اس طرح ڈالے جائیں ۔ یا کوئی ایسا بندوبست کیا جائے جس سے مذکورہ خطرے کا ازالہ ہو سکے ۔

اس کے علاوہ عرض یہ ہے کہ ہماری گاڑی کے ساتھ جو Conductor Guard چلتے ہیں ۔ وہ تو صرف Air Conditioned ڈبوں اور ان کی سواریوں کے لئے ہی مخصوص ہوتے ہیں ۔ ان کا شاید اور کوئی کام نہیں ہوتا ۔ اس دفعہ جب کہ میں آ رہا تھا ۔ تو میرا فرسٹ کلاس کا ڈبہ انجن کے ساتھ تھا ۔ وہاں میرے پاس کوئی Conductor Guard یا Dinning Car والا آدمی نہیں پہنچا ۔ اور سارے سفر کے دوران نہیں پہنچا ۔ تاکہ یہ دریافت کر سکے کہ بھئی تمہیں چائے وغیرہ یا کوئی اور چیز تو نہیں چاہئے ۔ آپ کو کچھ ملا ہے یا نہیں ۔ تم زندہ ہو یا مر گئے ہو ۔ یا تمہارا حال کیسا ہے ۔ لیکن جب میں خانیوال پہنچا ۔ تو میں خود ہی گاڑی سے اترا اور میں نے خود جا کر conductor سے کہا کہ بھئی یہ کیا مصیبت ہے ۔ کسی کو ہمارے پاس بھیجو ۔ تو وہ کہنے لگا ۔ صاحب اتنی لمبی گاڑی ہے ۔ میں اکیلا آدمی کیا کروں ۔ تب کہیں اس نے مینیجر کو بلا کر کہا اور

مجھے کھانے والوں سے چائے مل سکی ۔ تو یہ ہے چھوٹے صوبے والوں کے ساتھ آپ کا سلوک اور یہ ہیں ان کی تکلیفیں ۔ (قہقہہ)

جناب والا ۔ اب میں نچلے عملے کی طرف آتا ہوں ۔ ریلوے سٹیشنوں پر جو booking clerks ہیں ۔ یا جو دوسرا نیچے کا سٹاف ہے ۔ وہ تو کسی کی بات ہی نہیں سنتا ۔ میں اوپر والوں کی بات نہیں کرتا یہ نچلا سٹاف غریب لوگوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔ اور انہیں بڑا تنگ کرتا ہے ۔ بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ان غریب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ چلے جاؤ ۔ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ۔ اس طرح پولیس والوں اور T. Ta. کے ساتھ مل کر bookings کلرک وغیرہ غریبوں سے پیسے کھاتے ہیں ۔ اگر یہ رشوت کا سلسلہ بند ہو جائے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ریلوے کی آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہو جائے ۔

جناب والا ۔ اب میں ریل کے ذریعے مال کی روانگی کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ میں نے ۱۳ اپریل کو لاہور سے کچھ سامان مال گاڑی کے ذریعے راجن کے لئے بک کرایا ۔ جو ۲۲ مئی کو راجن پہنچا ۔ وجہ یہ تھی وہ روہڑی سکھر سے نہیں ۔ بلکہ حیدر آباد اور کوٹڑی سے چکر کاٹ کر آیا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں سے condemned افسر اور عملہ وہاں بھیجا جاتا ہے ۔ جو کام میں بے جا تاخیر کرتا ہے ۔

جناب والا ۔ عہد برطانیہ کے دوران Prince of Wales ہندوستان کا چکر لگانے کے لئے آیا ۔ وہ جارج پنجم کا بیٹا ایڈورڈ ہشتم تھا ۔ جب وہ بمبئی سے کراچی آ رہا تھا ۔ تو سندھ کا آئی ۔ جی پولیس اس سپیشل ٹرین کا چارج لینے کے لئے گیا ۔ یہ تھرپارکر ڈسٹرکٹ کا واقعہ ہے ۔

وہاں رات کے بارہ ایک بجے گاڑی پہنچی ۔ اس سے کہا گیا کہ تم گاڑی کا چارج لے لو ۔ اس نے کہا کہ میں چارج تو لے لوں گا ۔ لیکن جب تک آپ پرنس آف ویلز مجھے زندہ نہ دکھائینگے ۔ میں چارج نہیں لوں گا ۔ اگر خدا نخواستہ کوئی نیکی بدی ہوئی تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی ۔ اس کے بعد وہ گیا اور پرنس آف ویلز کو جگایا دروازہ کھول کر salute کیا ۔ دیکھا اور اس کے بعد چارج لیا ۔ یہ تھا اس وقت ذمہ داری کا معیار ۔ اب کوئی مرے یا جئے ۔ کسی conductor صاحب کو کوئی پرواہ ہی نہیں ۔ کہ کوئی کہاں پڑا ہے ۔ اور کہاں نہیں ۔ یہ ہے ہمارے ہاں پاکستان میں انگریزی عہد کے مقابلے میں ذمہ داری کا احساس اور معیار ۔

Mr. Speaker: Next cut motion is from Mir Muhammad Murad Khan Jamali. (A voice .. he is not present.)

The motion lapses.

(At this stage Nawabzada Iftikhar Ahmad Khan rose to speak.)

Khawaja Muhammad Safdar: Sir, Mr. Iftikhar wants to support Mr. Jatoi's cut motion.

Mr. Speaker: Next motion is from Raja Allah Dad Khan. He is not present. The motion lapses.

Next motion is from Mr. Muhammad Hanif Siddiqi. He also is not present The motion lapses.

Yes Nawabzada Sahib.

مسٹر افتخار احمد خان (جھنگ۔۱)۔صدر محترم ۔ محکمہ ریلوے کو مرکزی حکومت کی تحویل سے نکال کر صوبائی حکومت کی تحویل میں لینے کا مقصد یہ بھی تھا کہ مرکزی حکومت اور مرکزی ایوان کے پاس اتنے اور زیادہ قومی اہمیت کے مسائل پیش آتے ہیں کہ اس محکمہ کے لئے وہ کماحقہ جتنا وقت دینا پڑتا تھا اور جتنا اس کے لئے ضرورت کا احساس

کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کر سکتے تھے ۔ اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ مرکزی حکومت سے مرکزی ایوان سے اس محکمہ کو نکال کر اس ایوان اور اس صوبائی حکومت کی تحویل میں دے دیا جائے ۔ لیکن صدر محترم ۔ اولاً یہاں اس پر اتنی قیود اور اتنی پابندیاں اور limitations لگا دی گئی ہیں کہ آج حالت یہ ہے کہ گو یہ محکمہ صوبائی حکومت کی تحویل میں ہے لیکن میں مبالغہ نہیں کرونگا اگر میں یہ کہوں کہ یہ State within State ہے ۔ Terms of transfer میں اتنی پابندیاں لگا دی ہیں کہ صوبائی حکومت کا دخل کسی ایک بات میں نہیں اور یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ۔ یہ محکمہ autonomous اور خود مختار ادارہ کی حیثیت سے ہے جس کو میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا قلعہ اور ایسا محل ہے کہ آپ باہر سے مداخلت نہ کر سکیں ۔ اس کے اندر ہی ایک سٹیٹ ہے ایک حکومت ہے اور اس کا اپنا قانون ہے اور یہ ہر لحاظ سے خود مختار ہے ۔ جیسا چاہے اسے چلایا جائے ۔ محض اس مفروضہ کے تحت یہ ایک ٹیکنیکل محکمہ ہے اور ٹیکنیکل کی زیادہ سے زیادہ حیثیت خود مختار ہونی چاہئے ۔ پھر اصلاح احوال ہو تو کیسے ہو ۔ دوسری طرف حالت یہ ہے کہ اس کی تمام ذمہ داری ایوان پر عائد ہوتی ہے ۔ اور عوام کے نمائندوں پر اس کی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ لیکن جس سے یہ محکمہ مرکز سے صوبائی حکومت کی تحویل میں آیا ہے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس ایوان کو اس حکومت کو زیادہ سے زیادہ اختیار حاصل ہو اور ہم زیادہ مداخلت کر سکیں اور احتساب کر کے عوام کی شکایات کا ازالہ کر سکیں ۔ لیکن تعجب ہے کہ ہم اپنے اختیارات سے دست بردار ہوتے ہیں ایوان کی توہین کرتے ہیں اور بے عزتی سمجھتے ہیں کہ اپنے اختیارات استعمال کریں ۔ اپنی توہین کے سلسلہ آپ کو معلوم ہے کہ پرولیج موشن کا کیا حال ہوا ۔ آئین بھی اس سلسلہ میں بے بس ہیں اور ہم ہیں کہ عملی طور پر اپنے اختیارات کو وسیع کرنے اور بڑھانے کی کوشش نہیں کرتے ۔

صدر محترم ۔ اصلاح احوال ہو تو کیسے ہو ۔ عام بحث کے دوران میں رشوت ستانی کی بے شمار مثالیں پیش کی گئیں ۔ میں ان سے احتراز کروں گا ۔ ان سے بچوں گا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کافی مواد آپ کے سامنے اور وزیر صاحب کے سامنے آ چکا ہے ۔ اور اب اس بات کی ضرورت نہیں کہ کوئی انفرادی رشوت خوری یا بد دیانتی کی مثال پیش کروں ۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میرے پاس اس کا سٹاک نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتیں سن سن کر اب کان تھک گئے ہیں ۔ کوئی شام ایسی نہیں گذرتی جب ریلوے کے ملازمین اور لوگوں کی ایسی مثالیں نہ آتی ہوں ۔ رشوت ایک وبائی شکل اختیار کر چکی ہے ۔ ایسی وبائی شکل کہ یقیناً اگر کوئی افسر دیانتدار بھی ہے تو بھی وہ اپنے آپ کو پاگل سمجھنے لگتا ہے ۔ ایسا نظریہ قائم ہو چکا ہے ایسا ماحول پیدا ہو چکا ہے میں نہیں کہتا کہ سارے افسر بد دیانت ہیں ۔ ان میں دیانتدار بھی ہیں ۔ میں ذاتی طور پر کسی کا نام نہیں لینا چاہتا مجھے کسی سے عداوت نہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے کردار کے خلاف کچھ کہوں یا پس منظر بیان کروں ۔ لیکن یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اس محکمہ میں رشوت ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے ۔ چند مثالیں دینے یا ایک آدھ مثال کے اضافہ سے کیا میرے دوست اس طرف توجہ کریں گے یا اصلاح احوال ہو گی یا حالات رو بہ صحت ہو جائیں گے یا رشوت کم ہو جائے گی ۔ ہرگز نہیں ۔ اب تو سارے ملک میں رشوت ایک عام بات ہو گئی ہے ۔ خواہ وہ ملک قادر بخش کا محکمہ ہی ہو یا خان پیر محمد خان کے محکمہ میں ہو ۔ ہر جگہ ہے ۔ اور مجھے تو اس بات کا اقرار ہے کہ رشوت ہمیشہ رہی ہے لیکن پہلے انگریز کے زمانے میں رشوت کا جواز تقسیم ملک سے پہلے ایک طرح سے پیدا ہو جاتا تھا اور وہ اس طرح کہ چونکہ تنخواہیں کم تھیں ۔ وہ لوگ ضروریات زندگی پورا کرنے کیلئے لیتے تھے تنخواہیں بہت قلیل تھیں ۔ بدیشی حکومت زیادہ نہیں دیتی تھی۔ یہاں

تک کہ ملازمین اپنے بچوں کی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تھے ۔ گھر کے اخراجات پورے نہیں ہوتے تھے ۔ اور بچوں کو پیٹ بھر کر روٹی نہیں دے سکتے تھے ۔ وہ رشوت تو ایسی ہوتی تھی جیسے آٹے میں نمک ۔ آج ضروریات زندگی اور بچوں کی تعلیم کے مسائل حل کرنے کے لئے رشوت نہیں لی جاتی ۔ بلکہ آج تو ایک وبا کی صورت اختیار کر گئی ہے ۔ اب تو برابر والے افسر کی بیگم کا لباس اس کے گول کمرے کی سجاوٹ رشوت لینے پر مجبور کرتی ہے ۔ جب کسی نیک افسر کی بیوی اپنے ہمسائے میں دائیں بائیں سامنے اور پیچھے والی کوٹھیوں کا نقشہ دیکھتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتی ہے ۔ اور لا محالہ رشوت کی طرف قدم بڑھتا ہے ۔ اس لئے اگر حکومت میں کوئی نیک افسر ہے تو وہ پاگل ہے ۔ بے وقوف ہے ۔ صحیح الدماغ تو وہی لوگ ہیں جو عیش سے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ رشوت عیاشی کے لئے ٹیڈی ازم کے لئے شراب کے لئے لی جاتی ہے پھر بند ہو تو کیسے ہو ۔ ہمارے قانون ایسے بھی ہیں کہ شراب کے لئے لائسنس جاری کر دئے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے جاتے۔ ہمارے ریلوے کے افسران کی کلب موجود ہیں ۔ جہاں شراب عام چلتی ہے ۔ اگر یہ کلب نہ ہوں تو وہ شراب نہیں پیش گے ۔ جب وہ شراب نہیں پیش گے تو رشوت بھی نہیں لیں گے ۔ اس لئے کلب کو بند کرنے کی بجائے شراب کو بند کریں اور آج کل ٹیڈی ازم اس قسم کی رواج پا گئی ہے کہ سبحان اللہ اس سے پانچ چھ سال میں عوام کی ہیئت ترکیبی ہی بدل چکی ہے ۔ اور بدل رہی ہے ۔ معلوم نہیں اس ملک کی منزل کون سی ہے ۔ عریانی بے عصمتی اور شراب اب تو قومی نشان بن چکے ہیں ۔ پھر اس زمانے میں ہم تہذیب کا کیا تصور کریں ۔

صدر محترم ۔ اس وقت رشوت کے کئی اسباب ہیں ۔ ایک نہیں بے شمار اسباب ہیں اتنے جتنی کے سانپوں اور مینڈکوں کی قسمیں ہیں ۔ ان

کو رفع کرنے کے لئے ہمیں ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہئے اور ہمیں غور کرنا چاہئے ۔

اگر اسے دور کرنا ہے تو جب تک ہم اپنے کردار اور ذاتی مسائل اور موقف میں تبدیلی نہیں کرتے ہم کامیاب نہیں ہوں گے ۔ ہمیں اصولی طور پر یہ دیکھنا ہو گا کہ وزیر ریلوے نے رشوت دور کرنے کے لئے کون سا قدم اٹھایا ہے ۔

اب جب کہ رشوت ایک وبائی شکل اختیار کر گئی ہے ان کو اس بات کا اعتراف کر لینا چاہئے اور اپنے ریلوے کے افسران پر مشتمل جن کو وہ دیانت دار اور نیک سمجھتے ہیں ایک کمیشن بٹھائیں اور اس مسئلہ کا پورا جائزہ لیا جائے ۔ اس کے بعد کمشن کی رپورٹ پر غور کرنے کے لئے اس ایوان کو موقع دیں کہ اس کا کوئی حل نکالے ۔

صدر محترم انڈیا کا مجھے پتہ چلا ہے لیکن میں تصدیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے صحیح ہو ممکن ہے غلط ہو انہیں نے ریلوے کے اندر اینٹی کرپشن ڈپارٹمنٹ خود بنایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ٹیکنیکل سبجیکٹ ہے اور جو عام پولیس کے حضرات ہیں وہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس کس طرح سے رشوت لیجا سکتی ہے بکنگ کلرک کس طرح رشوت لیتا ہے اور کس طرح ایک پرسونل آفیسر رشوت لیتا ہے اور کس طرح ایک ٹیکنیکل Electrician رشوت لیتا ہے یہ بڑے specialised subjects ہیں اور پھر یہ اتنا بڑا محکمہ اتنا بڑا ایریا کہ سارے ویسٹ پاکستان کے بیشمار سٹیشن لا تعداد اور ان کے مسائل اس کے لئے بہت ضروری ہے اور اگر ہم حقیقت میں چاہتے ہیں کہ رشوت کا سدباب ہو سکے اور اگر ہمیں ریلوے کی اصلاح کرنا ہے تو پھر یہ ایوان یہ ارادہ کرے کہ ہم ریلوے کے محکمہ کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخل دیں گے زیادہ سے زیادہ

اس کا احتساب کریں گے یہ نہیں کہ جو کچھ ہم سے کہا جا رہا ہے ہم اس کی تائید کرنے لگیں اور ریلوے کے معاملات میں ہم دخل نہ دیں اور وزیر ریلوے کی تائید میں ہاتھ اٹھا دیں ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے لئے ایک کمیشن مقرر کریں اور اس کمیشن کی رپورٹ پر باقاعدہ لیجسلیشن کریں یا رولز بنائیں ۔

پھر صدر محترم نہ جانے یہ کیا چیز ہے کہ زیادہ تر ان ہی کی شکایات کانوں تک آتی ہیں اور وہ ان ہی کے ملازمین ہیں ان ہی کے پرسونل ہیں کہ فلاں کا غلط سلیکشن ہوا ہمارے ساتھ یہ نا انصافی ہوئی فلاں کو غلط suspend کر دیا غرض کہ زیادہ تر شکائتیں ریلوے کے متعلق ہی ہوتی ہیں ۔ تو یہ جائزہ لیا جائے کہ آیا آپ کے سروس رولز غلط ہیں کیا ان میں کوئی گنجائش ہے کیا وہ فرسودہ ہیں اور موجودہ حالات کے مطابق نہیں ہیں ۔ اگر وہ ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتے تو آپ ان رولز کو چھوڑئیے کچھ اور رولز بنائیے اور ان کو Adapt کیجئے اگر رولز loose ہیں اور افسروں کو Discretionery پاورز حاصل ہیں یا افسروں کو اختیارات خصوصی حاصل ہیں تو ظاہر ہے کہ افسروں کا Subordinate سٹاف کیساتھ تحکمانہ رویہ ہو گا لہذا آپ ان رولز کو Examine کریں چلئے میں یہ بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ آپ اپنے ہی افسروں کی کمیٹی بنائیے اور وہ کمیٹی دیکھے کہ جو رولز ہیں وہ فرسودہ تو نہیں ہیں ۔ ہمارے کان یہ سنتے سنتے تھک گئے کہ فلاں کے ساتھ یہ ہوا اور فلاں کے ساتھ یہ ہوا آخر اور محکمہ بھی تو ہیں اور ڈپارٹمنٹ بھی تو ہیں وہاں آپ اتنی اندھیر نگری اور اتنا چوپٹ راج نہیں سنتے کہ معاملہ سپریم کورٹ تک پہنچ گیا ہو اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ایک کمیٹی بنائیے اور اور وہ کمیٹی دیکھے کہ لوگوں کی یہ کیوں شکایات ہیں ۔ اور وہ کمیٹی ان رولز میں Modification کرے ۔

صدر محترم فوڈ کے متعلق بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے یہ بہت اہم مسئلہ ہے ۔ لوگ سفر کرتے ہیں ان کو کھانا وہیں کھانا ہے کھانا خراب آتا ہے تو وہ سوچتے ہیں کہ کون Complaint Book منگاتا پھرے اور شکایت لکھتا رہے ۔ بیرا ہاتھ جوڑنے لگتا ہے کہ صاحب قصور تو ٹھیکیدار کا ہے اور اس افسر کا ہے میں مارا جاؤں گا مجھے معاف کیجئے ۔ یہ روزمرہ کی باتیں ہیں اور ہر آدمی کے ساتھ پیش آتی ہیں اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس کی طرف خاص توجہ دینا چاہئے ۔ ۔ ۔ ۔ جی ہاں علامہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں ''ایک کھانا تین جلاب،، آپ سٹیشن پر دیکھئے کھانا بکتا ہے کباب سیخ کے بکتے ہیں اور وہ سانڈے کے ہوتے ہیں نہ جانے کاہے کے ہوتے ہیں بیحد غلیظ مکھیاں بیٹھی ہوئی اس کی وجہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹھیکیدار رشوت دیتا ہے لیکن اس کا میں ایک علاج بتاتا ہوں جس کا وزیر صاحب فوراً تجربہ کر سکتے ہیں ۔ جو ریلوے ہسپتال کا فوڈ انسپکٹر ہے اس کو آپ یہ اختیار دیدیں کہ وہ ہسپتال میں بھی رہے اور ریلوے سٹیشن پر کھانے وغیرہ کو بھی دیکھے ۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ کے اتنے بڑے اخراجات کروڑوں روپے کا بجٹ اور آپ کے کسی سٹیشن پر فوڈ انسپکٹر نہیں ہے ٹھیک ہے میں نے مانا کہ وہ بھی رشوت لیگا مگر تھوڑا بہت روکے گا کسی کو دھمکائے گا اگر آپ فوڈ انسپکٹر نہیں رکھتے تو sanitary انسپکٹر ہی کو یہ اختیارات دے دیں ۔ ڈاکٹر سے یہ توقع کرنا کہ وہ ہسپتال بھی دیکھے اور چھابڑی والے کے بھی پیچھے پیچھے بھاگتا پھرے یہ میں بھی سمجھتا ہوں اور آپ بھی سمجھتے ہیں اس لئے صدر گرامی میں آپ کی وساطت سے عرض کرونگا کہ فوڈ کی طرف آپ خاص توجہ دیں اگر آپ فوڈ انسپکٹر نہیں رکھ سکتے تو sanitary انسپکٹر رکھ دیں بہر حال کوئی آدمی ایسا ہونا چاہئے تا کہ چھابڑی والے کو معلوم ہو اور کم سے کم مکھی نہ بیٹھنے دے ۔ ڈاکٹروں کا تو یہ

حال ہے کہ میاں محمد اکبر صاحب نے بتایا ہے تو ان حالات کے ہوتے ہوئے محترمہ لیڈی صاحبان ٹھیکیدار ہیں اور ان کی ۳۰ - ۳۰ ہزار روپے کی آمدنی ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے - اس کے بعد میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا -

مولانا غلام غوث (ہزارہ ـــ ہ) ـــ صدر محترم اس ایوان سے صوبے کے عوام زیادہ سے زیادہ انصاف کی توقع رکھ سکتے ہیں - ہمارے بعض محترم دوستوں نے فرمایا ہے کہ ریلوے کے محکمہ میں رشوت کی وبائی شکل اختیار کر چکا ہے میرا خیال ہے کہ اس میں تھوڑا سا مبالغہ ہے - وبا کی آندھی تو باہر چل رہی ہے اور رشوت کی وبا تو ملک میں چل رہی ہے یہ ناممکن ہے کہ اس طوفان میں گرد و غبار ریلوے میں نہ پہنچے ورنہ میرا تو یہ خیال ہے اس ایوان کے سٹاف کے باہر اسمبلی کے سٹاف کے بعد اگر کوئی دوسرا اسمبلی کا سٹاف ہو سکتا ہے تو وہ ریلوے ہو سکتا ہے - میں سمجھتا ہوں جس طرح سیدھے سادھے لوگ ریلوے کے افسران اور ملازمین ہیں - اسی طرح انہیں ایک سیدھا سادہ اور اور نیک جیسا وزیر بھی مل گیا ہے - لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ باہر جہاں کہ خطرناک طوفان چل رہا ہو - جس کا کوئی علاج ہماری حکومت سے نہیں ہو سکا - اینٹی کرپشن کا محکمہ قائم کر کے ہی وہ اسے ختم نہیں کر سکے - اور بد عنوانیوں کو نہیں روک سکے - اور نہ دفتروں کی بد انتظامی کو دور کر سکے ہیں - یہ طوفان بے تمیزی ریلوے میں کس طرح نہیں جائے گا - اور اس کا اثر ان تک کس طرح نہ پہنچ سکیگا - یہ تو لازمی بات ہے - کہ اس کا اثر وہاں پر بھی ہو - میں چند باتوں کی طرف آپ

کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جو ریلوے کی انتظامیہ ہے۔ اگر وہ سہل انگاری سے کام نہ لے۔ اور سہولت طلبی اور عافیت پسندی سے کام نہ لے۔ اور اپنے دماغوں سے بھی کچھ سوچے۔ اور انگریزوں کی مکھی پر مکھی مارتے نہ چلے جائیں۔ تو وہ اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں جس طرح کرسمس کی چھٹیاں ہوتی تھیں۔ اسی طرح اب بھی چھوٹے ملازمین اور قلیوں کو کرسمس کی چھٹیاں جبراً دی جاتی ہیں۔ لیکن انہیں ان دنوں کی بھی تنخواہ دی جاتی ہے۔ لیکن چھوٹے طبقے والوں کو ایک تو یہ چھٹیاں جبراً دی جاتی ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ان کو ان دنوں کی تنخواہ بھی نہیں دی جاتی یہ تعطیلات انگریزوں کی یادگار ہیں۔ اور اب بہانہ یہ بنایا جاتا ہے کہ ان دنوں میں اوزار کو دیکھا جاتا ہے۔ صفائی کی جاتی ہے۔ کارخانے درست کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ان دنوں میں چھٹیاں ضروری ہونی چاہئیں۔ تو رمضان شریف کے آخری عشرے میں کی جائیں۔ تاکہ ان کو چھٹیاں ہوں۔ اگر آپ بغیر تنخواہ ہی اسی طرح کرنا چاہتے ہیں۔ تو رمضان شریف کے آخر میں کر دیجئے۔ انگریز کی تقلید کوئی فرض نہیں۔ واجب نہیں۔ تھوڑی سی گذارش میں یہ بھی عرض کرونگا۔ کہ جس طرح یہ محکمہ دوسرے محکمہ جات سے علیحدہ ہے۔ جو کامیاب تجربہ کار اور ٹرینڈ رشوت خوار ہیں۔ اور دفتروں کو ان کے وہ مواقع میسر نہیں ہیں۔ اس لئے وہ عوام سے کم رشوت لے سکتے ہیں ان کے طریقے بھی اوروں سے مختلف ہیں۔ مثلاً ابھی پچھلے دنوں اخبار میں آیا تھا کہ ایک گاڑی کوڑے کرکٹ سے بھری ہوئی جب اندر سے لائی جا رہی تھی۔ اور جب وہ باہر پہنچی تو اس میں سے ہزاروں روپے کا مال نکلا۔ یعنی کوڑے میں سے

مال نکلا ۔ ان کے طریقے بھی علیحدہ قسم کے ہوتے ہیں ۔ اندر سے کوڑا آتا ہے ۔ چھوٹا موٹا لوہا اور ٹکڑے وغیرہ تو خیر آتے جاتے رہتے ہیں ۔ لیکن اب کے ایک کوڑے کرکٹ کی گاڑی کے ذریعے ہزاروں کا مال نکلا ۔ اگر محترم وزیر صاحب غور کر سکیں ۔ تو اس قسم کی باتیں آئندہ نہیں ہو سکینگی . . . . . ایک بڑا افسر اپنے سیلون میں سوار ہو کر پشاور چل پڑتا ہے ۔ اور ہر سٹیشن پر افسروں کی طرف سے اسے نذرانے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں ۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ افسران اس کو دیکھ بھی لیں ۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے ۔ اور یہ مجھے بڑے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے ۔ کہ ایک بار اس افسر کی جگہ سیلون میں اسنے اپنے نوکر کو بھیجا ۔ جب گاڑی ہر سٹیشن پر رکتی ۔ تو وہ کھڑے ہو کر کہتا کہ صاحب آرام فرما رہے ہیں ۔ لوگوں نے اسے نذرانے اور تحفے پیش کر کے شکر کیا کہ اس کا ,,بھوت،، تو نہیں دیکھا جان چھوٹی ۔ تحفے پیش ہوئے اور سیلون آگے بڑھ گیا ۔ اور پشاور سے واپسی پر بھی تحفے اور نذرانے لے کر واپس آ گیا ان کو جانے کی بھی ضرورت نہیں پڑی ۔ بغیر جانے کے سب کچھ مل جاتا ہے ۔ اور تحائف دینے والے کہتے ہیں کہ ,,آمدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت'' ۔ ہم یہ مانتے ہوئے کہ ریلوے محکمہ اور محکموں سے بہتر ہے ۔ اور اس کے اندر اوروں سے زیادہ شرافت پائی جاتی ہے ۔ اور عوام کے ساتھ ان کا تعلق اتنا برا نہیں ہے ۔ زیادہ تر اخلاقی سلوک ہی ہوتا ہے ۔ لیکن اس محکمے کے اندر جو مصائب ہیں ۔ ازل و نسب میں جو چیز چل رہی ہے جو مقدمات ہیں ۔ وہ لا علاج حد تک بگڑ چکے ہیں ۔ عام نظم و نسق کے سلسلے میں عرض کرونگا کہ جس

طرح میں نے اور چیزیں بیان کی ہیں اسی طرح تکالیف اس میں بھی ہیں ۔ مثلاً اگر آپ ہزار کچھ کریں ۔ لیکن عوام یہی دیکھینگے کہ ریلوے میں ان کے مفاد کی خاطر کیا تبدیلی ہوئی ۔ وہ نہ دیکھیں گے کہ انہیں آرام ہوا ہے یا نہیں ۔ ان کے سامنے تو ایک معیار ہے کہ سواریوں کو آرام ہوا ہے یا نہیں اس سلسلے میں ابھی تک کوئی اقدام نہیں اٹھائے گئے ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ٹکٹ خریدنے کے وقت سے لے کر گاڑی پر چڑھنے تک اور پھر بڑے بڑے مراحل پر مسافروں کو تکالیف ہیں ۔ اور اس کا ازالہ کرنا محکمہ ریلوے کا فرض ہے ۔ اور پھر انگریزوں نے جو طریقے بنائے ہوئے ہیں ۔ ہمیں ان ہی طریقوں پر گامزن رہ کر مکھی پر مکھی مارتے چلے جا رہے ہیں ۔ آپ کو تو اس بارے میں بھی اسلامی نکتہ نگاہ سے سوچنا چاہئے ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بعض بزرگوں اور دوستوں نے فرمایا کہ فوڈ انسپکٹر مقرر کریں ۔ اور کوئی ڈاکٹر فوڈ انسپکٹر ہو ۔ لیکن ڈاکٹر بھی رشوت لیتا ہے ۔ اور فوڈ انسپکٹر بھی رشوت لیتا ہے ۔ کمشنر بھی رشوت لیتا ہے ۔ اور اینٹی کرپشن والے بھی رشوت لیتے ہیں ۔ یہاں تو جب تک خدا ترسی پیدا نہ ہوگی اصلاح نہیں ہوگی ۔ اگر آپ ملک کو اسلامی بنیادوں پر چلائینگے دینی اصولوں کو اپنائینگے ۔ ذرا خدا کی طرف توجہ کرینگے ۔ تو ہمارا ملک بچ سکیگا ۔ سترہ سال ہوئے ہیں ۔ ابھی کام نہیں ہوا ہے ۔ اور آپ آئندہ بھی نہیں کر سکتے ۔ جب تک کہ آپ اسلامی اصولوں کو نہ اپنائینگے ۔

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Sir, there has been sufficient discussion on the cut motions moved by various members of this House. Before I give the reply to the cut motions, I want to reply to the arguments of Mian Muhammad Akbar, which he was trying to put,

particularly, with regard to the Operational statement Statistical which is issued by the Railway Department. During my speech on Saturday, I had given the facts stating the actual punctuality percentage on the mail and express trains and on all other passenger trains running in West Pakistan. Today, Mian Muhammad Akbar insisted on his earlier point saying that he has gone through the three statments which were issued in March, April and May and on the basis of those figures given in those statments he has come to the conclusion that the Railway's efficiency has decreased and he has every right to press on that that our management has failed to keep proper check over it. Sir, I have earlier said on the subject that these statistical statments are always issued every month in the interest of our own Department and whatever defects we find in various divisions we always try to note that and keep a proper check over it so that subsequently there may be improvement. In this connection I may say that I have got the figures available from July 1963 to March 1964. An overall punctuality percentage on mail and express trains is 88 and on all other trains it is 86·2. Here I have gone back and am stating the figures given for the last 2 years also. In 1961-62 our punctuality percentage on mail and express trains was 88.4 and on all other trains, 83 3 In 1962-63, on mail and express trains it was 90 8 and on all other trains it was 82.2 In 1963-64 on mail and express trains it was 88 and on all other trains it was 86.2.

Here, Sir, I must say that if these figures which I have read out are compared with the figures of trains operating in various countries of the world you will find that we are far better and I am sure that with our efforts the punctuality will improve further on. I may also ask the Members of this Hon'ble House that whenever they happen to travel in trains and whatever difficulties and shortcomings they find they should try to bring them to our notice (Hear, hear) and it will be our foremost duty to meet them and try to improve the working of the Railway.

Sir, the second contention was that the Railway should increase their loading capacity of wagons. He had concentrated on the point that light merchandise percentage is very low. Even in my figures which I placed before the House on Saturday I have also said that the figures are quite low. I would like to state why the figures are low.

Sir, so far as the coal and coke is concerned we have been able to carry the full load of the wagon. So far as heavy merchandise is concerned, there also, we have been able to carry sufficient load in wagons. But in light merchandise I must mention that sometimes we have to carry light articles like cotton, small piece goods and all that. Well Sir, these parcels cover a lot of space whereas actually the weight is not that much. That is why the light merchandise load is less. We are helpless, we have to carry that. Therefore we should not criticise, simply for the sake of criticism, say that the average load of light merchandise is less and that is the fault of the Department. I hope after this argument the Member will definitely be statisfied that we are doing our best to carry the maximum possible load which can be carried in a wagon.

Sir, the other important issue was the coal which is being booked from India to Pakistan As far as I remember during his speech in the general

discussion he had mentioned that the Railway's coal which comes from India is not weighed here and no record is maintained whatsoever and I had replied that we maintain a record of whatever coal is being imported in the name of the Railway. But today he has changed his original statement and he has brought some other facts before the House. I would clarify that position also.

It is a fact that we receive round about thirty to thirty-five wagons every day from India. They are received at the Moghalpura Workshop. Out of that five, six or seven wagons belong to the Railway and the remaining belong to the Coal Commissioner. They are booked in the name of Coal Commissioner and we despatch them to various stations of West Pakistan under the instructions of the Coal Commissioner.

About maintaining a record I must make it clear that whatever number of wagons are received in Pakistan we enter them in our registers. But he has further said that we don't weigh them. Well, Sir, so far as the weighment is concerned it is done at the original station from where it starts. So far as the quantity of coal received by us (for our own requirements) is concerned we weigh them at the Moghalpura workshop and definitely for that a record is maintained. Whatever quantity is received in the name of the Coal Commissioner that is not weighed because that is not our responsibility. We only weigh it at the time of despatch from the Moghalpura Station.

Sir, there are two kinds of bookings—one is at the owner's risk and the other at the Railway's risk. Mostly the items are despatched at the owner's risk where the Railway do not have the full responsibility to look after that in the way that if there is going to be any loss the Department should pay for that. If the booking is made at the Railway's risk it is definitely our duty to look after that and see that the proper quantity is delivered at the destination. For the information of the Member (who has been pressing on this point that we do not maintain any record here) I may say that we do keep an account of the wagons which we receive. To substantiate my statement I would invite the Leader of the Opposition to please come with me and see things for himself, and after that he can express his views on the subject even on the floor of this House.

As for the point raised by the Member that normally the quantity supposed to be booked is not received here I may say, Sir, that it is not our responsibility. When it is booked from India to Pakistan the information about its actual quantity is given to the Coal Commissioner But when the coal is rebooked from Moghalpura to various stations of West Pakistan we inform the Coal Commissioner about the actual quantity and if he thinks that there is some shortage in the quantity it is his lookout to take up the matter with the authorities who have despatched it from the original station.

Sir, the third point—this is now a controversial issue—is regarding the case of Ghulam Sarwar vs The Railway Department. I must give a little background of this case so that Members should know the correct position.

A couple of years back the Railway Department had appointed Screening Committees to go through the records of various Officers so that those who were found not suitable should be sent out. Accordingly the record were scrutinised and all the unwanted staff was shunted out. Some of the persons represented to the High Court that the Railway Authorities had no right to shunt them out without giving them some opportunity to express their point of view. I have gone through the decision of the High Court and I have been told that this was in our favour. Against the decision of the High Court Ghulam Sarwar and some others represented and went to the Supreme Court. The matter was heard at length and the Supreme Court decided that if a person is screened out he should be given an opportunity to express his views and try to convince the authorities that he is not guilty. On that basis (that all these officers who were screened out were not given a chance to be heard by the superior officers) the Supreme Court accepted their appeal. The Court said that before a person is sent out he should be heard A reference was then made back to the Railway Department and we had reinstated almost all the Officers.

As regards the DPO regarding whom he has said that he is one of the corrupt Officers and it is because of his personal enmity with Ghulam Sarwar that this fellow was sent out of service and there have been some instructions from the High Court Judges in this respect, I would say, that so far as this case is concerned the party which is involved is the Railway Department, nobody else. It is Ghulam Sarwar versus the Railway Department. As for the third person who is brought inside by Ghulam Sarwar's arguments that he has been screened out because of this man I must say that whatever the allegations or whatever the remarks which have been passed through judgements by the Judges of the Supreme Court I will definitely go through them and see whether the promotion given to this Officer is according to merits or not. (Hear, hear)

Sir there there was one more point for which he wanted to hear a reply from me. That was about the cart-weigh bridge at Kharadhar. He had based his argument on this that a couple of years earlier a cart-weigh bridge was installed at Karachi Cantt. and that was available, and why we did not shift that very bridge from Karachi Cantt and utilise it at Kharadhar, and that we have done a favour by allowing this man to build the cart-weigh bridge there Sir the actual background of this case is that in 1957-58 the entire firewood was transferred from Karachi City to Karachi Cantt and we had to make certain arrangements to facilitate the public for weighing it, and this cart-weigh bridge was installed there. Subsequently when the circular railway came into extistence and we started traffic on it. we were in need of another cart-weigh bridge at Kharadhar, and we had to advertise that. After due considerations, over a dozen of persons participated, and this Mizan Brothers were given this work because he had promised to supply us and fix this bridge there within the shortest possible period.

Mr. Speaker : The Minister had referred to this fact in the General Discussion also.

Minister of Railways : But I had promised on that day that I will be replying to his question because that day we didn't have sufficient time to reply to all the points raised by the various members of this House.

Sir so far as the plots are concerned at Kharadhar, he had said that there has been a lot of favouritism in that and many people have been given irrespective of the fact whether they belong to that category or not. I have gone through the case and find that there are about 19 plots at Kharadhar and I have checked up that except this Mizan Brothers, who have been alloted one plot, all the remaining plots are lying with the Government and it is still under consideration as to what should be the basis and how these plots should be disposed of. I am afraid Mian Sahib, you have come a little late; I was replying your points. I hope on this Mian Sahib will be statisfied that these plots are still with us and we will definitely give to the deserving persons in due course of time.

Sir now I will come over to the general discussion. Various members have again criticised the increase in fares, terms of promotions and recruitments, and so on. So far as the Railway is concerned, it is our duty to provide service to the people at a "no-profit-no-loss" basis. If we give them some more concession, then Sir the Government has to foot forward to subsidize If we do not increase the rates of railway, the Government will be forced to increase the tax on some other items, and then the case will be that the Government is increasing the rates. It is always better that we should make both of our ends meet from our own resources than going back to Government.

During the discussion, Mr. Hamza – I am afraid he is not here – was very kind to suggest that if there had been an increase of a few paisas, it was alright. Sir here for his information and for the information of the House I must mention that we carry about 130 million passengers. Out of this 80% of the passengers travel for the shortest distance, less than 50 miles. Sir I have worked out the rate that after the increase, we will be charging about six pice per person, and I think if I want to satisfy him only I think he should be satisfied, and six pice per person is just normal increase I hope whatever in return we give to them, whatever facilities we provide them, that is definitely for superior and much better than ordinarily available in some other parts of the countries where the conditions are identical. Here certain members had expressed their fears that by increase of fares there is a possibility of less income to the railway. I may assure the members that this step is taken after through consideration. We had examined this question properly. The facilities which are provided by the railway it is impossible for the transporters to provide those facilities. If you see Sir the railway on each station majority of the stations – you have the platforms for the lower class passengers, you have the water arrangements for the lower class passengers, you have the fans for the lower class passengers. All these facilities, which are given by the railways, I don't think any individual transporters can come forward and provide on their routes.

However, Sir coming back to the efficiency of the railway department, which they have shown during the last 14 years after partition, in 1945-46 the total establishment we had was 1,34,751, and Sir today the establish-

ment that we have is 1,29,300. I must mention here that after partition the actual track mileage has decreased. Before partition the North Western Railway had about 9901 miles, and Sir after partition we have got 7512 miles. That is to say Sir nearly about 25% descrease has taken place in the rail track. Here Sir accordingly the figures which I have supplied of establishment should have also increased. It should have increased for one reason only. Sir I will give the justification to the House as to what was the performance of railway at the time of partition and what is the performance of railway now. Sir the passengers which we carried on this longer stretch before partition were 1·4 crore and Sir the passengers which we carry now is 1·7 crores. That is to say that 23·4% more passengers which we carry on the lesser track available with us than before.

Sir I may mention the goods tonnage also. Before partition we used to carry 377 crore miles and now Sir we carry 461 crore miles.

As I have already stated our efficiency has definitely improved and for that the establishment should also have gone up because, naturally, we require more personnel to look after the things and check it and to see that the trains are running in time and the things are in proper order. But, on the other hand, the Railway Department has been able to employ 7.9 percent less personnel than the strength was in 1945-46. This is definitely a credit to the Department for the service that they have rendered. Here I must state, although this is a technical work, the figures for the information of the House ragarding passenger miles per annum. It was 948,648 per running track mile in 1945-46 and in 1962-63 we have got 10,77,859. This means here also, in passengers miles per annum, we have an increase of 13.6 per route mile. Before Partition, we had 10,82,262 and now we have got 12,27,813 which means an increase of 13.4.

Then there is another point for which there has been criticism, that is, we have railway cars operating in the Province and we provide them the breakfast. Some distances have been quoted between one or two stations where the fare is less than the actual cost of the breakfast. Personally speaking, we should give a credit to the Railway Department by giving a breakfast even to a person who has not paid for his ticket to that amount. On the one side my friends have been criticising the Department that they do not provide sufficient amenities for passengers and on the other they come forward with this criticism. I am grateful to them for their advice but at the same time they should appreciate this step of the Department that the Department is coming forward to help the people and to provide them more facilities. There has been criticism on the present system of dining cars and vending contracts which are given at various stations. This is a matter which has been in practice for years altogether uptil now. This was also one of the items referred to the Economic Committee of which the Leader of the Opposition was also a Member. This question was discussed at length with them and they have given certain suggestions which are under the active consideration of the Government. But, Sir, here I would like to express that I have already issued a warning to all those contractors whether they have vending contract or on the dining cars to improve their efficiency and provide better food which is stated in our agreement with them. In case they do not comply with these instructions we will never hesitate in cancelling their contracts. Definitely, I have

taken a personal note of this complaint as this is a very important issue and I must see that the crores of people, who travel in the trains, get better food. I hope that the things will improve.

There has been criticsm on the appointment of 26 Special Ticket Examiners in the Accounts Branch. On the one hand, the members have been expressing that there should be more check on certain things and on the other they would like to express that some check should be reduced. This was also expressed by many members of this House that there is a great leakage in the tickets which are issued and mostly the ticketless passengers go ahead without tickets with the help of the Ticket Collectors or certain local police sub-ordinate staff Unless and until we have a proper check, how is it possible for us to catch these people who are said to be missing their position and that can only be done by appointing an extra staff. For the sake of criticism we can say that these 26 S. T. Es. should not be allowed to do this or they should not be attached to the Accounts Branch but at the same time we should realise that these S. T. Es. perform the same duties which the ordinary Ticket Examiners do but here they are put with a specific task that they must go and find out all those persons who travel without tickets. I must say that these S T. Es. who catch all these people must get appreciation and that is the encouragement which we give to our staff so that they should work honestly.

I am glad that Mian Muhammad Akbar has been able to collect the data and, I hope, it must be correct because whosoever gave it must be a responsible person. He has stated that our income in 1959-60 was rupees 25 crores and year by year the income has decreased. If his intention is that wherever the income is going to descrease we should finish with the service, then I am afraid, I will not agree to that On many routes in the province we do not have sufficient income to cope with the requirements or the expenditure on particular line but there are many tracts where we get much above the expenditure. On the whole, we have to see the average income by passengers and goods and expenditure on the same. There is no doubt, he has mentioned that nearly about 50% decrease has taken place on this. We will definitely examine that and try to see if there is any leakage, "Inshaalah" that will be removed.

There has been criticism on the promotions and transfers of the railway personnel This is a departmental issue We have normally four classes, Class I, Class II, Class III, and Class IV. Selection to Class I is made by the Public Service Commission.

In Class II officers are promoted from Class III ranks except for the Doctors. For Doctors we have given them direct appointment, but the remaining staff is by promotion from Class III. Recruitment to Class III and Class IV is made direct. Posts are advertised, applications are invited by the Service Commission and a Board is appointed for the selection of right men and then people are appointed. Wherever there is disagreement between the members of the Board, the matter is referred to a Senior Officer and his decision is final in the case. During my period of holding charge of this Department, I have received various representations on the subject and majority of them were found to be incorrect. But

wherever we feel that the persons have been purposely and intentionally deprived of their promotions, we definitely interfere in it and see that the right person is promoted. in this connection I will appeal to the members of this House that whenever any such case comes to their notice, they should bring it to my notice and I will see that whatever the grievance is, it is removed.

There has been a great criticism on the subject of corruption This is a subject which is known to everybody and this was the subject particularly referred to the Economic Committee also to go through this in detail and give their concrete proposals as to how to remove it. Corruption can only be removed with the help of the public. We, the public—I do not call myself the Railway Minister but as a public man - the public is already for this. They come forward, they try to have something which is not their due share and try to create a situation, in a way pay something and get it from the officer concerned. I appeal to the members as a general sort of public that they must co-operate with us and wherever their due share is suppressed because they are unable to meet the requirements of a particular officer, it is their duty to bring all these things to our notice and we will definitely not spare that officer. This matter has been minutely examined by the Economic Committee and it is under the active consideration of the Government. We are taking necessary steps to remove, as far as possible, this corruption, about which we have been hearing a lot.

I hope I have replied to most of the points which were raised by the members of this House. Now I request that the demand may be put to the vote.

Mr. Speaker : The question is :

> **That the total of Rs. 7,87,16,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total Other Expenditure—Recurring—Other than New Expenditure be reduced by Rs. 7,87,15,999**

(*The motion was lost*).

DEMAND FOR GRANT-ORDINARY WORKING EXPENSES

Mr. Speaker : Cut motion on Demand No. 2.

علامہ رحمت اللہ ارشد (بہاول پور - ۲) : جناب والا میں تحریک پیش کرتا ہوں :-

کہ -/۱۳۹۸۹۲۰۰۰ روپیہ کی رقم بہ سلسلہ مد عام اخراجات کار - مرمت اور نگہداشت - میزان دیگر اخراجات متوالی ما سوائے نئے اخراجات میں بقدر -/۱۳۹۸۹۱۹۹۹ روپیہ کی تخفیف کی جائے - اس کا مقصد یہ ہے کہ حکومت کی پالیسی پر تنقید کی جائے -

Mr. Speaker : Motion movedjis—

That the total of Rs. 18,98,92,000 on account of Ordinary Working Expenses—Repairs and Maintenance—Total—Other Expenditure—Recurring—Other than New Expenditure be reduced by Rs. 18,98,91,999.

علامہ رحمت اللہ ارشد— صاحب صدر ۔ کچھ کہنے کی عزت حاصل کرنے سے پہلے آپ کی اجازت سے میں وزیر ریلوے کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس ایوان میں اٹھائے گئے سوالات کا جواب مہیا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ لیکن میری شکایت اپنی جگہ پر ہے جس کے لئے میں نے عرض کیا ہے کہ سما سٹہ اور فورٹ عباس لائین کی طرف توجہ مبذول فرمائیں ۔ اس کے لئے انہوں نے کچھ نہیں فرمایا ۔

اس کے بعد میں یہ عرض کرونگا کہ یہ شکایت بالکل ٹھیک ہے کہ وہ لوگ جو اتنا کرایہ ادا نہیں کرتے جتنی قیمت کا انہیں ناشتہ سپلائی کیا جاتا ہے ۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ اس تصویر کے دو رخ ہیں ۔ اس میں ~~sense of proportion~~ ہونی چاہئے ۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ اتنا کرایہ بھی نہیں ہوتا جتنا کہ ناشتہ پر صرف ہوتا ہے ۔ دوسری طرف صورت حال یہ ہے جس کے متعلق محترم گردیزی صاحب بھی گواہ ہیں کہ لوگوں کو پانی نہیں ملتا ۔ سایہ میسر نہیں اور مسافر خستہ حال سفر کرتے ہیں ۔ یہ سب تھرڈ کلاس کے مسافر ہوتے ہیں جن سے ۹۰ فیصدی آمدنی ہوتی ہے ۔ میں نے تخفیف زر کا مطالبہ اس لئے پیش کیا ہے کہ ۲۴۸۴۰۰۰/- روپیہ کی جو رقم مسافروں کے آرام اور ان کی بہبود کے لئے بجٹ میں آئی ہے آپ اس مختصر سی رقم کو سامنے رکھیں اور اندازہ لگائیں کہ کروڑوں انسان ٹرینوں میں سفر کرتے

ھیں اگر ان کی فلاح و بہبود کے لئے ان پر تقسیم کیا جائے تو شاید نئے سکے کے مطابق فی کس ایک پیسہ بھی صرف نہیں ہو سکتا ۔ ثانیاً جب کوئی خرچ وغیرہ ہوتا ہے تو وہ صرف اونچے طبقہ کے مسافروں کے لئے ہوتا ہے ان کے آرام اور بہبود کو مد نظر رکھا جاتا ہے ۔ غالباً ان سرمایہ داروں ۔ صنعت کاروں امرا اور افسران کو ریلوے سے کوئی شکایت ہو تو ان کو سہولت آرام اور گاڑیوں کو ائیر کنڈیشن کرنے کے لئے محکمہ کسی قسم کا تامل کبھی محسوس نہیں کرتا ۔

اس وقت یہ سوال زیر بحث ہے کہ آیا چھوٹے درجہ کے ملازمین کو سہولتیں بہم پہنچانے کا انتظام کر دیا گیا ہے ۔ تو میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ جواب نفی میں ہے ۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو ایک اور رقم جو اس بجٹ میں نظر آتی ہے ۔/۱۷۲۶۰۰۰ روپیہ ۔ یہ رقم محکمہ ریلوے نے سٹاف کی فلاح و بہبود کے مخصوص کی ہے ۔

جناب والا ۔ ریلوے کے میزانیہ پر عام بحث کے دوران میں بھی یہ بات ناقابل تردید حد تک مسلم ہو چکی ہے ۔ کہ ریلوے کے درمیانہ اور چھوٹے ملازمین کو جن کی فلاح و بہبود کے لئے یہ روپیہ مخصوص کیا گیا ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ۔ اور اگر ان کو فائدہ پہنچانے کا مقصد ہے تو یہ رقم ان ۹۷ ہزار کے قریب ملازمین کے لئے جن کو متوسط اور ادنیٰ درجہ کے ملازمین کہا جاتا ہے ناکافی ہے ۔

میں جناب کے توسط سے دریافت کرتا ہوں کہ ان کی تکالیف کا کیا علاج ہے وہ سہولتیں اور آسانیاں جو صوبائی حکومت نے متوسط درجہ کے ملازمین کو مہیا کرنے کی کوشش کی ہے کیا

وہ ریلوے کے چھوٹے ملازمین کو میسر ھیں ۔ مثلاً کیا ریلوے کے محکمہ نے ملازمین ریلوے کی مستقل رھائش کے لئے کوئی سیٹیلائٹ ٹاؤن بنائے ھیں کالونیز بنائی ھیں یا کوئی پلاٹ یا زمین ان کے لئے مخصوص کی ھے ۔ جس کی قیمت ان سے قسط وار لی جائے یا کیا ان کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی قدم تعمیری انداز فکر اور انداز عمل کے تحت اٹھایا ھے ۔

اس قسم کا کوئی انتظام نہیں ھے ۔ میں اس تخفیف زر کے مطالبہ کے سلسلے میں جناب وزیر صاحب کی توجہ مبذول کرانا چاھتا ھوں ۔ اس حقیقت کی طرف میری دانست کے مطابق اور میری اطلاع کے مطابق اور میرے علم و خبر کی اطلاع کے مطابق سب سے زیادہ رشوت انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں ھے اور اس کی وجہ بالکل ظاھر ھے ۔ کیونکہ ٹھیکیداروں کو ٹھیکے مقررہ معیار کے مطابق مقررہ رقم کے مطابق نہیں دیا جاتا ۔ Overseer اور انجینئر اور چھوٹے چھوٹے ملازم تک کا اس میں حصہ ھوتا ھے ۔ آخر ٹھیکیدار وہ روپیہ کہاں سے لائے ۔ اس کے لئے صرف ایک ھی صورت باقی رہ جاتی ھے کہ وہ ناقص مواد کے ساتھ نہایت ھی ناقص کام کرے اور وھاں سے روپیہ بچا کر انجینئروں اور دوسرے افسروں اور محکمہ کے چھوٹے سے چھوٹے ملازموں کو تقسیم کر دے ۔ دوسری بات جس کے لئے یہ مطالبہ زر اس ایوان کے اندر پیش ھوا ھے اور جس میں بتایا گیا ھے کہ اس مد میں سے گاڑیوں کی مرمت کی جاتی ھے ۔ میں نہایت ھی افسوس کے ساتھ آپ کے توسط سے محترم وزیر صاحب ریلوے کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ شعبہ نہایت ھی ناکارہ ھے ۔ آپ کبھی passenger ٹرینوں کے فرسٹ کلاس اور سیکنڈ کلاس کے ڈبوں کو دیکھ لیجئے بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ھے ۔ کہ اگر کسی کو ریلوے کو اس ملک کے اندر چلانے کی تاریخ کا علم

نہ ہو تو وہ دیکھتے ہی کہے گا کہ یہ گاڑی آدم کے وقت میں تھی اور جب آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تھے تو وہ اسی گاڑی میں تشریف لائے تھے جس کے اندر کبھی ایک کیل بھی لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی - فرسٹ کلاس اور سیکنڈ کلاس کے ڈبوں کا یہ حال ہے کہ ان کے تختے ٹوٹے ہوئے ہیں اور اگر تختے ٹھیک ہیں - تو کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی ہیں - کھڑ کھڑ کرتی گاڑی چلی جا رہی ہے - اور تیسرے درجہ کے لئے تو جناب جتوئی صاحب نے فرما دیا ہے کہ کچھ اوپر بیٹھتے ہیں اور کچھ نیچے بیٹھتے ہیں - اس سلسلے میں جتنے بھی روپے مانگے جا رہے ہیں یا خرچ کیا جا رہا ہے ریلوے کی طرف سے اس کا کوئی مفید عام مطلب نہیں نکل سکتا - ریلوے کی گاڑیوں کی مرمت اور اس کی دیکھ بھال کی طرف ان کو زیادہ سے زیادہ توجہ دینا چاہئے تاکہ روپیہ صحیح طور پر صرف ہو سکے -

Mr. Speaker : Next motion is from Mr. Kirmani. Not present.

Next motion is from Mr. Hamza. Not present.

Next motion is from Mr. Jamali. Not present.

Next motion is from Amir Habibullah Khan Saadi. Not present.

Next motion is from Raja Allah Dad. Not present.

Next motion is from Mr. Jatoi.

Haji Abdul Majid Jatoi : Sir, I beg to move :

"That the total of Rs. 18,98,92,000 on account of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance—Total Other Expenditure Recurring—Other than NewExpenditure be reduced by Rs. 18,98,91,999."

Mr. Speaker : Motion moved is :

"That the total of Rs. 18,98,92,000 on account of Ordinary Working Expenses – Repairs and Maintenance—Total Other Expenditure—Recurring—Other than New Expenditure be reduced by Rs 18,98,91,999."

حاجی عبدالمجید جتوئی (دادو - ۱)۔جناب والا - میں جناب وزیر صاحب سے کہوں گا کہ جو ہمیں فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے ڈبے دئے گئے ہیں وہ سارے ردی ڈبے دئے گئے ہیں - اور ان میں تھرڈ میں تو پنکھے بھی نہیں ہیں اور فرسٹ کلاس کے پنکھوں کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ایک سٹیشن پر چلتے ہیں اور دوسرے سٹیشن پر پہنچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور بہت slow spead پر چلتے ہیں اس لئے میں کہوں گا کہ جو لئن ڈبے منگائے ہیں ان پر تو کروڑوں روپیہ خرچ کیا ہے اور ہمیں کچھ نہیں دیتے تاکہ ہم ان میں سفر کریں -

دادو میں منسٹر صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایرکنڈیشن ڈبہ لاڑکانہ ایکسپریس میں روہڑی سے کراچی تک لگائیں گے مگر وہ ہمیں آج تک نہیں ملا - لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم کو ایرکنڈیشن ڈبہ لاہور سے ملنا چاہئے - اور جو ہمیں فرسٹ کلاس کا ڈبہ ملتا ہے اس میں Ice container نہیں ہوتا ہے - بلکہ برف کو ڈبے میں رکھا جاتا ہے جب اس ڈبے سے پانی بہے گا تو ہمارے سامان کی کیا حالت ہو گی اور ہماری کیا حالت ہو گی اور ہم کس طرح سے گذارہ کریں گے - دوسری میری عرض یہ ہے کہ دادو سے نواب شاہ اور سکھر جو لوگ جاتے ہیں ان لوگوں کو چار سو میل کا چکر کاٹ کر جانا پڑتا ہے اور اس کے بعد وہ پہنچتے ہیں اور اسی طرح نواب شاہ کے لوگ جو ہمارے یہاں پہنچتے ہیں وہ چار سو میل کا چکر کاٹ کر آتے ہیں -

مورو اور دادو میں ۲۴ میل کا فاصلہ ہے - درمیان میں ایک bridge بن رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ bridge مضبوط بنایا جائے تاکہ ریلوں کی آمد و رفت میں بھی وہ کام آ سکے -

وزیر خوراک و زراعت۔معزز ممبر نے جو کٹ موشن دیا ہے

وہ repairs اور maintenance کے متعلق ہے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے علاقے میں فلاں سٹیشن تک ریلوے لائن نہیں ہے -

(At this stage Mr. Speaker left the chair and it was occupied by Mr. Senior Deputy Speaker.)

حاجی عبدالمجید جتوئی--جناب ملک صاحب - واٹر منسٹر ہیں یا ریلوے منسٹر ہیں - (قہقہہ)

وزیر خوراک و زراعت--جناب جتوئی صاحب کو کچھ ہمارے وقت کا خیال ہونا چاہئے -

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر--آپ کٹ موشن کے مضمون پر بولیں -

حاجی عبدالمجید جتوئی---پبلک کو جو تکلیف ہو رہی ہے وہ ہم آپ کو بتا رہے ہیں -

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر--آپ maintenance کے متعلق بولیں -

ایک آواز--یہ شاید بھول گئے ہیں -

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر---یہ موشن صرف repairs اور maintenance کے متعلق ہے -

حاجی عبدالمجید جتوئی--میر پور خاص کی جو لائن بن رہی ہے اس کے ساتھ میری عرض ہے کہ پتھورو اور جھڈو کی بھی بڑی لائن بنی چاہئے - یہاں سے گندم اچھی طرح سے دوسرے مقامات پر جائے گی اور آپ بڑی لائن بنائیں - کھانے کے لئے بولان میل کے علاوہ کہیں کوئی ڈبہ نہیں ہے اور لاڑکانہ ایکسپریس میں بھی کوئی ڈبہ نہیں ہے - اور خود منسٹر صاحب نے بھی دیکھا ہے کہ وہاں کوئی ایسا انتظام نہیں ہے اور کھانا نہیں ملتا ہے - ہمارے لئے نہ ایرکنڈیشن ہے نہ پانی ہے

نہ پنکھا ہے نہ فلش سسٹم ہے اور سب ادھر ہے اور پلیٹ فارموں پر شیڈ بھی نہیں ہیں ۔ لاڑکانہ ایکسپریس ساڑھے چار بجے چلتی ہے اور ڈیڑھ بجے دن کو کوٹڑی میں پہنچتی ہے ۔ اور منسٹر صاحب جب جاتے ہیں تو ان کے لئے ریلوے آفیسر ٹی ۔ ٹی اور گارڈ وغیرہ چائے کا انتظام کرتے ہیں ۔

وہ صاحب کی چائے ہے ۔ آپ کو نہیں ملے گی ۔ یہ حالت ہے ۔ انجن جو ہمارے پاس چل رہے ہیں ۔ وہی پرانے انجن چل رہے ہیں ۔ ڈیزل انجن کوئی نہیں چل رہا ہے ۔ وہ ڈیزل وغیرہ کے انجن سب اس طرف چل رہے ہیں ۔ میں دیکھ رہا ہوں ۔ کہ ملک قادر بخش باہر دیکھ رہے ہیں ۔ وہ تو یونٹ کے مخالف ہیں ۔ میں وزیر صاحب کو یہ عرض کروں گا ۔ کہ اس میں اچھا کھانا بھی نہیں مل رہا ہے سٹیشن پر اور ڈائننگ کاروں کی طرف دھیان دیں ۔ ہمیں ڈبے نہیں دے رہے ہیں ۔ ہمیں ایرکنڈیشن ڈبے دئیے جائیں ۔ لائینیں لگائی جائیں ۔ سیوھنا سہیڑ خیرپور، نصیر آباد اور قیمر تک جو انگریزوں نے سروے کئے تھے مگر جنگ کی وجہ سے کام بند کر دیا گیا ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد ــــ point of Information جتوئی صاحب میرے محترم دوست ہیں ۔ انہوں نے فرمایا ہے . . . گاڑی کی بدانتظامی کے متعلق ارشاد کیا ہے ۔ حکومت کی کار گذاری پر بھی تنقید کی ہے ۔ اور فرماتے ہیں ۔ کہ چھوٹے صوبوں کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر صاحب سے اپنی اطلاع کے لئے یہ دریافت کرتا ہوں ۔ کہ جب سندھ مغربی پاکستان میں مدغم نہیں ہوا تھا ۔ تو کیا اس وقت سٹیشنوں پر shed موجود تھے ۔ اور وحدت مغربی پاکستان کے بعد وہاں سے اٹھا دئیے گئے ۔

(قہقہے اور قطع کلامی)

میاں محمد اکبر (گجرات - ۱)۔ جناب والا - مجھے اس مد پر کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا ہے - صرف اتنی گذارش ہے - کہ یہ جو مرمت اور maintenance پر کروڑوں روپے کا خرچ دکھایا گیا ہے - اور جس کے لئے یہ مطالبہ زر اس معزز ایوان کے سامنے پیش کیا گیا ہے - میرے خیال میں اس کا معتدبہ حصہ کم ہو سکتا ہے - اگر ہماری ریلوے میں صحیح طور پر پلاننگ ہوتی - تو ہمیں یہ جو سولہ سترہ سال ملے ہیں اگر اس میں صحیح پلاننگ کی جاتی - تو وہ اس قابل ہو جاتے - کہ ہماری ریلوے میں repair and maintenance کے لئے جس material یا جن چیزوں کی ضرورت ہے - اگر وہ ہم اپنے ہاں تیار کرنے کے قابل ہو جاتے - تو میرے خیال میں وہ چیزیں ہمیں سستی بھی پڑتیں - اور ہمارا لاکھوں کروڑوں روپے کا زر مبادلہ بھی بچتا - اور اس کے علاوہ ہم اپنی آبادی کے ایک کثیر حصے کو روزگار بھی مہیا کر سکتے - مقام افسوس ہے - کہ دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے - کہ ہماری ریلوے کا نظم و نسق، اس کا معیار اس کے افسروں کی اہلیت کار کردگی اور مسافروں کے آرام وغیرہ جو ہیں - اگر ان کا مقابلہ اپنے ہمسایہ ممالک سے کیا جائے - تو فخریہ انداز میں یہ boast کیا جاتا ہے - کہ دوسرے ممالک کی ریلوے کے مقابلے میں ہماری کار کردگی بدرجہا بہتر ہے - لیکن اگر میں جناب وزیر صاحب کی خدمت میں یہ سوال کروں - کہ سترہ سال گذر جانے کے بعد بھی اگر آج تک آپ کا محکمہ صحیح طور پر ایک بوگی بھی اپنی ریلوے ورکشاپ میں نہیں بنا سکا - جہاں کہ کروڑوں روپے کا خرچ دکھایا جاتا ہے - ایک ویگن نہیں بنا سکے - یہ میرا دعویٰ ہے - اور میں اس کو ثابت کروں گا۔ کہ ایک ویگن بھی یہاں نہیں بنی - Assemble کی بات اور ہے - ہمارے ہاں تو کاریں اور ٹرک بھی Assemble ہوتے ہیں - اور بھی چیزیں ہیں - جن

کے اسمبلی پلانٹ یہاں ہیں ۔ لیکن ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم ٹرک اور کاریں بنا رہے ہیں ۔ یہ حال ہے ۔ کہ ریلوے ورکشاپ میں تمام سپرنگ اور wheels اور جو ویگنوں کے لئے دوسری اشیاء ہیں ۔ وہ وہ تمام کی تمام باہر سے در آمد کی جا رہی ہیں ۔ زیادہ سے زیادہ یہاں جو کار نمایاں کیا جاتا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ super structure یہاں بنتی ہے ۔ جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں ۔ اگر یہ بھی نہ بناتے ۔ تو ہم ان کا کیا لیتے ۔ بہر حال میں وزیر ریلوے کی خدمت میں استدعا کروں گا ۔ کہ وہ اس طرف توجہ دیں ۔ کہ ہمارا ریلوے کا محکمہ اپنی ضروریات کا سامان خود بنا سکیں ۔ اس کے لئے میں اپنے ہمسایہ ملک بھارت کی مثال دوں گا ۔ وہ locomotives تک وہاں بنا رہے ہیں ۔ اور ریلوے کی ضروریات کی بہت کم اشیاء باہر سے در آمد کر رہے ہیں ۔ لیکن ہمارے ہاں یہ ہے ۔ کہ سوئی سے لے کر ہاتھی تک جو بھی کچھ ہے ۔ در آمد کر رہے ہیں ۔ اس مطالبہ زر کے متعلق یہ عرض ہے ۔ کہ اگر ہم صحیح پلاننگ کریں ۔ تو کروڑوں روپے کے یہ اخراجات بہت حد تک کم ہو سکتے ہیں ۔ او foreign exchange compo-nents eliminate ہو سکتے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں گذارش کروں گا ۔ کہ آج کل عام طور پر تیز رفتاری کا زمانہ ہے ۔ اور انسان ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے کے لئے کم سے کم وقت صرف کرنا چاہتا ہے ۔ اور اس کے لئے jet planes بنائے گئے ہیں ۔ اور بہت سے ذرائع بھی استعمال کئے جاتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ ایک مستحسن بات ہے ۔ کہ ہماری ریلوے بھی اس بات سے Conscious ہے ۔ اور وہ چاہتی ہے ۔ کہ تیز رفتار گاڑیاں چلائی جائیں ۔ چونکہ اس مقصد کے لئے ریل کی پٹڑیاں قائم کی جا رہی ہیں ۔ اور ہلکی پٹڑیوں کی بجائے بھاری پٹڑیاں

بچھائی رہی ہیں ۔ تاکہ ہماری گاڑیاں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ چل سکیں ۔ اس ضمن میں جہاں میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ ایک مستحسن اقدام ہے ۔ اور ایسا ہونا چاہئے ۔ وہاں ریلوے کو ہماری امن پبلک کی تکلیف کا بھی خیال رکھنا چاہئے ۔ جو پیدل سفر کرتے ہیں ۔ میری مراد بہت سے level crossings سے ہے ۔ جو کہ ہماری ریلوے لائنوں پر ہیں ۔ جو ترقی یافتہ ممالک ہیں ۔ اگر ان کے ریلوے کے نظام کو دیکھا جائے ۔ تو میرے خیال میں اگر میں یہ کہوں ۔ تو قطعاً غلط نہ ہو گا ۔ کہ ترقی یافتہ ممالک میں ایک جگہ بھی ریلوے کراسنگ نہیں ہو گا ۔ یا تو over-bridge ہوں گے ۔ اور یا پھر under bridge ہوں گے ۔ جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے ۔ کہ گھنٹوں اور پہروں ٹریفک Block ہو جاتی ہے ۔ اگر وہاں ہو ۔ تو قیامت کا منظر نظر آئے ۔ کیونکہ وہاں اتنی automobiles اور vehicles ہوتے ہیں ۔ کہ اگر وہاں دس منٹ کے لئے بھی ٹریفک رک جائے ۔ تو میلوں تک ٹریفک jam ہو جاتی ہے ۔ کیا ہمارے ہاں کیا منظر ہے ۔ میں اپنے ہی ہاں کی ایک مثال پیش کرتا ہوں ۔ اگر گجرات سے وزیر آباد جانا ہو ۔ جو کہ صرف نو میل کا فاصلہ ہے ۔ اور اس فاصلے کے درمیان چار level crossings طے کرنے پڑتے ہیں ۔ ایک لیول کراسنگ تو ہمارے ریلوے سٹیشن کے وارڈ میں ہے ۔ اور وہ اتنا تکلیف دہ ہے ۔ کہ وہ کبھی بھی کھلا نہیں ہوتا ۔ اور وہاں پر عموماً انجن شنٹنگ کر رہے ہوتے ہیں ۔ اور اس میں وہ بہت وقت لیتے ہیں ۔ دوسرا وہ ہے ۔ جو کہ وہاں کے رہنے والے سٹیشن کو پار کر کے اس سے گذرنا پڑتا ہے ۔ اور اس کے بعد دو لیول کراسنگ آتے ہیں ۔ مین لائن پر ۔ کھٹالہ کے قریب ۔ اس کے بعد دو آتے ہیں ۔ وزیر آباد شہر میں ۔ ایک مین لائن پر ۔ اور دوسرا سیالکوٹ جاتے ہوئے آتا ہے ۔ تو یہ چار ہیں ۔ نو میل کا فاصلہ طے کرنے کے لئے چار لیول کراسنگ طے کرنے پڑتے ہیں ۔ اور میں بالکل

جھوٹ غرض نہیں کر رہا ۔ بلکہ صحیح عرض کرتا ہوں ۔ آپ موقع پر جا کر آزما لیں ۔ کہ اگر کار میں سفر کریں ۔ تو یہ نو میل کا فاصلہ پندرہ منٹ میں طے ہو جاتا ہے ۔ یہ صحیح ہے ۔ کہ بعض اوقات ایک ایک لیول کراسنگ پر آدھ آدھ گھنٹہ آپ کا خرچ ہو جاتا ہے تو اس لحاظ سے travelling time جو پندرہ منٹ ہے ۔ گجرات سے وزیر آباد تک ۔ تو اس ایک لیول کراسنگ کو طے کرنے میں دو دو گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں ۔ تو یہ جو قومی ضیاع ہے ۔ ہم اس طرح سے man hour بھی ضائع کر رہے ہیں ۔ تو میں جناب وزیر ریلوے کی خدمت میں التماس کروں گا ۔ کہ وہ اپنے پروگرام میں یہ بھی رکھیں ۔ کہ لیول کراسنگ پر یا under-bridge یا over-bridge بنا دیں جیسے بھی ان کو سہولت ہو ۔ میں خاص طور پر اپنے گجرات سے وزیر آباد جاتے ہوئے جو کراسنگ آتا ہے میں نے اس کے متعلق سوال بھی اس ایوان میں کیا تھا ۔ تو مجھے یقین دلایا گیا تھا ۔ کہ گجرات وزیر آباد لیول کراسنگ عنقریب بنا دیا جائے گا ۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے ۔ کہ اس سلسلے میں کچھ ابتدائی کام بھی ابھی تک نہیں کیا گیا ۔ وہاں پر اس سلسلے میں ایک پیسے کا صرف بھی نہیں کیا گیا ۔ اس پر over-bridge بنانے کے لئے ۔ اور لوگوں کو اس سے بڑی تکلیف ہے ۔ اور دفاعی نکتہ نگاہ سے بھی بڑی تکلیف کا باعث ہے ۔ کیونکہ convoys اکثر چلتی رہتی ہیں . . . . . .

(convey) کانوائے اکثر چلتی رہتی ہیں جناب والا ۔ مین لائین پر چلتی ہیں ۔ جی ۔ ٹی روڈ پر چلتی ہیں اور ہمارے گجرات سے جو سرگودھا لائین چلتی ہے کھاریاں تک نزدیک چھاؤنی آ گئی ہے تو وہ پریکٹس اور manoeuvre کرتے کرتے جناب والا ۔ وہ سرگودھا روڈ پر جاتے ہیں تو ملٹری والوں کو بھی وہاں پہروں

انتظار کرنا پڑتا ہے کہ پھاٹک کھلے اور ہم کراس کریں - تو یہ جنگ کے زمانے میں ایک بہت بڑی تکلیف کا پیش خیمہ بن سکتا ہے - اس لئے میں جناب وزیر ریلوے سے گذارش کرونگا کہ وہ جہاں maintenance پر کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں وہاں عوام کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے جہاں جہاں بھی level-crossing خاص طور پر جی - ٹی روڈ پر اور جو میں نے گذارش کی ہے کہ ہمارے گجرات شہر میں ایک پلیگ پوائنٹ ہے اسے دور کرنے کی سعی فرمائیں -

مسٹر افتخار احمد خان (جھنگ - ۱)۔صدر محترم دوسری بار سمع خراشی کی آپ سے بھی اور وزیر صاحب سے بھی معافی مانگتا ہوں - چونکہ میری نحیف آواز وزیر محترم تک نہیں پہنچ سکی اس لئے دوسری بار اصرار کرنا پڑ رہا ہے - maintenance کی کٹ موشن پر میں اس لئے اس کی تائید کرتا ہوں کہ کچھ اس رقم سے جھنگ کے سٹیشن یا ریلوے لائین پر بھی خرچ ہوگا - لوگ کہتے ہیں کہ نیا سٹیشن بنا دیں نئی ریلوے لائین ڈال دیں - نئی گاڑی چلا دیں لیکن میں تو حضور محترم وزیر سے آپ کی وساطت سے اتنا عرض کرونگا کہ وہ ریلوے لائین وہاں سے اٹھا لیں اور وہ سٹیشن بند کر دیں اور وہ اکبرالہ آبادی کی سودیشی ریل جو چل رہی ہے وہ بھی بند کر دیں کیا فائدہ ان کو maintain کرنے کا یعنی آج ۶۴ء کے دور میں آپ وہی انجن چلا رہے ہیں - وہی ریلیں بچھائی ہوئی ہیں اور وہی انجن یعنی کسی چیز کا فرق نہیں ہے - تو کیا یہ اصراف نہیں ؟ انیس میل فی گھنٹہ کی رفتار - اور جناب پچھلے سال حاتم طائی کی قبر پر ہمارے ریلوے کے افسروں نے لات ماری اور ایک تیز گاڑی چلائی لاہور سے لائلپور تک تو عام طور پر تیز چلتی

ھیں اور وہ بھی تیز تھیں - اور لاھور اور لائلپور کی ٹرین میں اور اضافہ تھا - لیکن لائلپور سے شور کوٹ تک اس گاڑی کا سبحان اللہ وھی الجن - وھی گاڑی وھی چلانے والے - اور یہاں رفتار برق رفتاری تھی اور لائلپور سے شور کوٹ تک ایسے خراماں خراماں چلی - اور ھر سٹیشن پر ٹھہرتی ھوئی - دھوئیں نکالتی ھوئی سناٹے لیتی ھوئی یعنی ۳۰-۴۰ میل کا فاصلہ لاھور سے لائلپور ۹۷ میل کا فاصلہ اس نے دو گھنٹوں میں طے کیا - لیکن لائلپور سے شور کوٹ کا فاصلہ شاید ۴۰-۵۰ میل ھے وہ اس نے تین گھنٹوں میں طے کیا اور جب شورکوٹ پہنچے تو شورکوٹ بھی ایک عجیب سٹیشن ھے صدر محترم - لاھور سے جتنی گاڑیاں جھنگ جاتی ھیں ان کا ان کو قیام اور کیلولہ کرنا پڑتا ھے شورکوٹ کے سٹیشن پر - کہیں آپ نے سنا ھے کہ چلتی گاڑی جس نے آگے سفر کرنا ھو وہ ڈیڑھ یا دو گھنٹے ایک سٹیشن پر ٹھہرے - یعنی دو گاڑیاں یہاں سے جھنگ جاتی ھیں اور دو ھی واپس آتی ھیں اور دونوں ھی گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ شورکوٹ پر ٹھہرتی ھیں - آج تک میں نہیں سمجھ سکا کہ کیا وجہ ھے - میں نہیں سمجھ سکا کہ دو گھنٹے شورکوٹ میں جا کر قیام فرماتی ھیں ان کو کیا ضرورت لاحق ھو جاتی ھے - کیا اس کے اوپر بجلی گر جاتی ھے اور پھر ان مسافروں کا حال پوچھو صدر محترم - statistics پھر ھمیں یہ بتاتے ھیں کہ یہ گاڑی کامیاب نہیں ھوئی - مسافر اس میں پورے نہیں آئے - مسافر پورے کیسے آئیں - وقت کا خیال کیجئے - صرف ۳۴ میل کا فاصلہ شورکوٹ سے جھنگ تک کا رہ جاتا ھے - اور ان ۳۴ میلوں کو طے کرنے کے لئے دو گھنٹے وھاں سٹیشن پر رھنا پڑتا ھے اور یہ دو گھنٹے ٹائم ٹیبل کے حساب سے صدر محترم زیادہ ھیں بلکہ میں نے پچھلے

سیشن میں سوال پوچھا تھا ۔ کسی دن یہ گاڑی بروقت نہیں پہنچی اور کسی دن تین گھنٹے سے کم نہیں ٹھہری ۔ تو اس لئے میں تو تجویز کرونگا صدر محترم اپنے وزیر صاحب سے کہ خدا کے لئے ہم پر رحم کریں یہ آپ کی ریلوے پر بدنما دھبہ ہے اور ہمارے لئے بھی باعث بے عزتی اور ہتک ہے ۔ نہ چلائیے ریلوے ہمیں اس کا خیال نہیں ہوگا ۔ لاریوں کے اڈوں پر جا کر دیکھیں آمد و رفت لوگوں کی اور اس کے مقابلہ میں جھنگ کا سٹیشن بالکل قبرستان کا منظر پیش کرتا ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ مجھے دوبارہ گلہ کرنا پڑ رہا ہے اس لئے کہ ان کی توجہ اس طرف نہیں آ رہی ۔ انہوں نے کچھ فرمایا نہیں اس کے آگے چلئے وہ تو بہت بڑی بات تھی ۔ ہمیں ڈائریکٹ ٹرین چاہئے پنڈی سے کراچی تک اور براستہ جھنگ بھی ہوتی جائے چونکہ ایک بڑی بھاری ضرورت ہے ۔ صدر مقام لاہور سے ایک گاڑی تو ہمیں دیدیں ۔ اس ڈاچی کو اسی کو اونٹ بنا کر آپ وہاں چلا دیں ۔ دو یا تین گھنٹوں میں یہ پہنچ جائے گی ۔ بہرحال یہ ریلوے کا مسئلہ ہے ۔ صدر محترم نہ معلوم میں ابھی احساس کرا سکا ہوں اپنے وزیر محترم کو یا ان کے افسران کو یا نہیں ۔ بہرحال یہ ریلوے کا مسئلہ ہے یہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے ۔ آپ اندازہ کیجئے جو اضلاع یا جو شہر ریلوے سے آج connected نہیں ہیں اور ان کو لاریوں میں سفر کرنا پڑتا ہے ۔ اور لاری والوں نے یہ لکھ دیا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو شاید یہ آپ کا آخری سفر نہ ہو ۔ گناہوں کی معافی مانگ لو کہیں یہ آخری سفر نہ ہو ۔ تو یہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے ۔ خدا کے لئے آپ پسماندہ اضلاع کا خیال کیجئے ۔ ان لائینوں کا خیال کیجئے کہ جہاں پر آپ کی توجہ کی

ضرورت ہے ۔ یہ مین لائنیں تو چلتی رہینگی ۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جنکے لئے ریلوے نہایت ضروری ہے اور ایک must کا مسئلہ ہے اور ہمارے لئے بھی یہ ایک must کا مسئلہ ہے کہ ایک گاڑی آپ کم از کم لاہور کے لئے اور ایک کراچی کے لئے دیں۔ ان الفاظ کے ساتھ صدر محترم جو میں نے سمع خراشی کی ہے میں اس کی معافی چاہتا ہوں ۔

میر حاجی محمد بخش ٹالپور (تھرپارکر ۔ م)۔۔صاحب صدر ۔ یہ میرا خیال ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ایک جگہ قانع نہیں رہتا اور ایک بات پر وہ نہیں ٹھہرتا اور ہمیں یہ خیال آتا ہے کہ ہم آگے آگے چلیں تو اس کے لئے اگر کوشش کریں کہ ریل کو آگے چلنا چاہئے اور اس میں بہتری ہو تو یہ درست ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ نکتہ چینی کے ساتھ ساتھ ہم اپنے ذرائع کو بھی دیکھیں اور دیکھنا ہے کہ کہاں تک ہم ڈیمانڈ کر سکتے ہیں اور ریلوے بھی اسے کس حد تک پوری کر سکتی ہے ۔ میرے اکثر بھائیوں نے بڑی بڑی نکتہ چینی کی ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہئے یا وہ نہیں ہونا چاہئے ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ افسر ڈبوں میں بیٹھ کر معائینہ کرتے ہیں تو مجھے ایک دفعہ ایک افسر کو دیکھنے کا موقعہ ملا ۔ وہ خوش قسمتی سے ہمارے ریلوے سٹیشن پر آیا تھا ۔ اس وقت وہ جنرل مینیجر تھا اور اب وہ چیئرمین ہے ۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ہر چیز دیکھی تھی ۔ باتھ رومز تک میں گئے ۔ تو یہ کہنا کہ ریلوے کے افسران نہیں دیکھتے اس میں بہت حد تک مبالغہ ہے اور یہ کہنا کہ کئی ریلوے کے افسر معائینہ نہیں کرتے یا وہ اچھی طرح نہیں دیکھتے ہیں تو یہ بات ٹھیک

نہیں - نکتہ چینی برائے نکتہ چینی نہیں ہونی چاہئے - ان کی اچھائیاں اور جو وہ محنت سے کام کرتے ہیں اس کی بھی قدر کرنی چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ ریلوے کا محکمہ ہے کہ جس نے اپنے gang-men کے لئے کوارٹرز اور ان کے لئے ٹرالیاں چلائی ہیں - ان کو دیگر سہولتیں بھی دیتے ہیں اور مزدوروں کی صحت کا خیال رکھتے ہیں - تو یہ سب باتیں جو ہیں وہ ایک دن میں تو نہیں ہو سکتی ہیں - اور جہاں تک ریلوے کا تعلق ہے وہ بڑی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر رہی ہے - البتہ یہ شکایت کسی حد تک درست ہو سکتی ہے کہ برانچ لائینوں پر توجہ نہیں ہوتی ہے لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں بھی برانچ لائین پر رہنے والا آدمی ہوں - اکثر نئے ڈبے میٹر گیج پر آ گئے ہیں اور وہ چل رہے ہیں اور وہ چل پڑے ہیں -

ٹرینوں کی تعداد جو ہے وہ کافی حد تک بڑھائی گئی ہے- یہ شکایت البتہ ہے کہ ان کی رفتار جو ہے وہ بہت کم ہے - اس کے لئے یہ بتایا جاتا ہے کہ ریل کی پٹریاں کمزور ہیں اس لئے گاڑیاں تیز نہیں چلا جا سکتیں - میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ روپیہ کس کام کے لئے ہے اس کو آپ استعمال کریں یہ نہیں کہ آپ اسکو مین لائنز پر خرچ کریں- آپ اس کو برانچ لائینوں پر بھی خرچ کریں- باقی یہ کہنا کہ ایرکنڈیشن ڈبے چاہئیں تو یہ بیک وقت ناممکن ہو سکتا ہے - اگر غریبوں کو سہولت ملے تو کوئی فائدہ بھی ہو - اگر ہمیں ائرکنڈیشن ڈبے نہ ملیں تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا -

اس کے بعد میں یہ عرض کرونگا کہ گذشتہ سال بھی بجٹ میں ایک پرویژن رکھی گئی تھی کہ میٹر گیج کے لئے ورکشاپ

قائم کی جائے اور اس سال بھی بجٹ میں پرویژن موجود ہے ۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ ورکشاپ حیدرآباد میں بنا رہے ہیں حیدرآباد سے میرپور خاص تک براڈ لائین ہو جائے گی اس میں کوئی خاص فرق نہیں رہیگا ۔ اس لئے میں یہ عرض کرونگا کم از کم اس ورکشاپ کو آپ میرپور خاص میں قائم کریں تاکہ وہ برانچ لائین کے ساتھ کنیکٹ رہے ۔ تا کہ میٹر گیج گاڑیاں ادھر مرمت کے لئے آ سکیں اور ان کی دیکھ بھال بھی ہو سکے ۔ اگر حیدرآباد بڑی لائین ہو گئی تو یہ کیسے کر سکیں گے ۔ کیا پھر ٹرالی میں یا ویگن میں ڈال کر لے جائیں گے ۔ اس طرح بڑی دقت ہوگی ۔ اس طرف بھی آپ توجہ دیں ۔ جناب والا ۔ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے جیسا کہ میرے خیال میں قریشی صاحب (چیئرمین ریلوے بورڈ) نے معائنہ بھی کیا تھا ۔ وہاں ٹریفک کو ایک گھنٹہ تک رکنا پڑتا ہے اور بسوں کو بھی ٹھہرنا پڑتا ہے ۔ اس لئے میں عرض کرونگا اور جیسا کہ سوال کے جواب میں بھی کہا ہے کہ ہم اس کو بنا رہے ہیں ۔ اس کو جلد از جلد بنایا جائے آخر میں میں یہ بھی عرض کرونگا کہ آپ مہربانی فرما کر ایک جیسی لائین رکھیں خواہ وہ براڈ گیج ہو یا میٹر گیج ہو ۔ یہی ہماری عرض ہے اور یہی ہماری گذارش ہے اگر ہو سکے تو اس کو براڈ گیج میں تبدیل کریں اور اس کی طرف توجہ کریں یہ ڈیفنس پوائنٹ آف ویو سے بہت اہم ہے اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ہزارہ ۔ ۱)۔۔صدر گرامی میں نے ریلوے کے متعلق کافی نکتہ چینی سنی اور خصوصیت کے ساتھ اس کٹ موشن پر جو ارشادات گرامی اس ہاؤس کے سامنے

میرے اس طرف کے دوستوں نے پیش کئے ان پر بھی میں نے غور کیا جیسا کہ میں اپنی ابتدائی تقریر میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کو واضح کر چکا ہوں۔ میرے نقطہ نظر سے ریلوے میں آفیشینشی بدرجہ اتم بمقابلہ باقی محکموں کے موجود ہے۔ میں اس ضمن میں صرف اتنی گذارش کرونگا کہ نکتہ چینی اپنی جگہ پر بے جا اور درست ہے لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کن حالات میں وہ لوگ کام کر رہے ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کیا ہے۔ اور میں آج بھی فخر کے ساتھ ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اپنی گردن کو بلند کر سکتا ہوں جب میں موجودہ تعمیر شدہ سکھر بیراج۔ اس کا ڈیزائن اس کی تعمیر اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پاکستان کی انجینئرنگ نے اس بیراج کی تعمیر کی اور ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ میرا یہ فخر بجا طور پر ٹھیک ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کی توجہ صرف اس امر کی طرف مبذول کراتا ہوں ہاں یہ تو درست ہے کہ ریلوے میں خامیاں موجود ہیں اور ان کی درستی ہونی چاہئے اور ان کی طرف متعلقہ محکموں کو متوجہ کرنا چاہئے۔ میں آپ کی خدمت میں ایک واضح مثال پیش کرتا ہوں اس سے آپ مقابلہ کیجئے کہ آپ کی ریلوے مرمت اور نگہداشت کے سلسلہ میں جو اخراجات کر رہی ہے وہ کس حد تک حق بجانب اور درست ہے۔ ہمارے ریلوے منسٹر جو ہمارے ورکس منسٹر بھی ہیں میں تو یہ کہونگا وہ ذرا جا کر دیکھیں ان کی یہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی جو انجینئرنگ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے اپنے ملک کے اندر جو نگہداشت اور مرمت کے لئے ریلوے سے ہزار گنا زیادہ رقمیں حاصل کرتی ہے۔ اس کی حالت کیا ہے اس کے متعلق ایک چھوٹی سی مثال آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حسن ابدال سے لے کر ایبٹ آباد تک ۲۰ پل بنائے ہیں جن کی زیادہ سے زیادہ عمر ۸۰۷ یا ۱۰ سال کے درمیان ہے ان پر میرے اپنے ذاتی اندازے کے مطابق اور میری اطلاعات کے مطابق ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ لاگت آئی ہوگی لیکن آج وہ بیک قلم تمام پل ناکارہ کر دئے گئے ہیں - اور از سر نو ان کی تعمیر شروع ہو رہی ہے - آپ اس بات پر غور کیجئے - ریلوے کا ایک پل یا ایک سٹیشن یا کوئی کنٹرکشن کا شعبہ مجھے بتا دیجئے جو ان کی تعمیر کے بعد یا اس کو مکمل کرنے کے بعد یا جس پر لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا ہو اس کی مرمت دوبارہ شروع کر دی گئی ہو - مثال کے طور پر سکھر بیراج کو لے لیجئے ۱۰ سال کے بعد ریلوے اگر دوبارہ تعمیر شروع کر دے تو آپ اسے پھر کہیں -

صدر گرامی - میں آپ کے توسط سے اتنی گذارش کرونگا کہ نکتہ چینی کرتے وقت ہمیں ان امور پر غور کر لینا چاہئے - بعض ایسی باتیں ہیں جن کی طرف ریلوے کو توجہ دینی چاہئے اور میرے اس طرف کے دوستوں نے اور اس طرف کے دوستوں نے آپ کی وساطت سے محکمہ متعلقہ کو اس طرف متوجہ کرایا ہے کہ آپ کے کمپارٹمنٹ اور خصوصاً فسٹ اور سیکنڈ کلاس کے کمپارٹمنٹ جو برانچ لائینوں پر ہوتے ہیں اس کے متعلق حاجی عبدالمجید جتوئی صاحب نے کہا ہے یا کسی اور صاحب نے کہا ہے کہ ان کی حالت ناقابل برداشت ہے اور کوئی شریف آدمی ان میں آسانی سے اور محفوظ رہ کر سفر نہیں کر سکتا اس کی طرف محکمہ ریلوے کو توجہ کرنی چاہئے - اسی طریقے سے برانچ لائینوں پر جو سٹیشن ہیں جیسا کہ میں پہلے

بھی گذارش کر چکا ہوں جہاں انتظامی امور بڑے اچھے طریقے سے ریلوے کے انڈر کنٹرول میں ہیں اور جس طرح مین لائینوں پر سہولتیں میسر ہیں اسی طرح برانچ لائینوں پر بھی آپ سہولتیں مہیا کریں ۔ ایبٹ آباد سے ہماری حویلیاں والی برانچ لائین جا کر دیکھیں ۔ وہاں سٹیشن پر کوئی بندوبست نہیں ہے اور مسافروں کے بیٹھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے ۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ جو آپ نے کرایہ میں اضافہ کیا ہے میں بنیادی طور پر اس کے حق میں ہوں لیکن آپ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ جو تھرڈ کلاس میں آپ نے کرایہ کا بوجھ ڈالا ہے آپ کچھ سہولت تو ان کو دیدیں ۔ اگر تھرڈ کلاس پسنجر کو جو کل پسنجر میں سے ۸۰ فیصدی ہیں ۔ اگر آپ ان کو آسائشیں اور سہولتیں مہیا کر سکیں تو میں سمجھتا ہوں آپ کا یہ بہت بڑا اقدام ہوگا ۔ میں ان گذارشات کے ساتھ اس کٹ موشن کی مخالفت کرتا ہوں ۔

(اس مرحلے پر سید حاذق علی شاہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے)

امیر حبیب اللہ خان سعدی ــ جناب والا ۔ ڈیمانڈ نمبر ۲ پر میرا بھی کٹ موشن ہے ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر ــ آپ کو بلایا تھا لیکن آپ حاضر نہیں تھے ۔ ان کے بعد آپ کو بھی موقع دیا جائے گا ۔

سید حاذق علی شاہ (کوہاٹ ۔ ۱) ــ جناب سپیکر ۔ اس maintenance کٹ موشن پر جن خیالات کا اظہار نواب زادہ افتخار احمد صاحب نے کیا ہے میں بھی اسی قسم کے خیالات جھنگ کے مقابلہ میں اپنے ضلع کوہاٹ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں

ہوا یوں ہے اور میں محسوس کرتا ہوں جب سے یہ ریلوے بنی ہے ممکن ہے ہمارے این ۔ ڈبلیو ۔ ایف کی طرف ریلوے ٹریک ڈیفنس کے لئے بنائی ہوئی ہے کوئی اپروومنٹ کسی طریقے سے یا کسی لائین کی صورت میں یا پھر کسی سیکشن میں نہیں ہوئی نہ ابھی ہو سکتی ہے ۔ کیونکہ کسی بجٹ میں اس سے پہلے نہ کوئی توجہ دی گئی ہے اور نہ اس کے بعد دی جائے گی۔ آپ محسوس کرتے ہونگے اور دیکھتے ہونگے راولپنڈی تک یہ ٹرینیں ٹھیک جاتی ہیں ۔ ان میں ڈائننگ کار بھی ہوتی ہے ۔ رفتار بھی ہوتی ہے ۔ باقی تمام سہولتیں بھی ہیں ۔ یونہی راولپنڈی سے خواہ وہ میانوالی کی طرف جائے۔ خواہ کوہاٹ کی طرف جائے خواہ وہ پشاور کی طرف جائے اس میں رفتار بھی کم ہو سکتی ہے اور ہو جاتی ہے اور باقی سہولتیں بھی یکدم منسوخ ہو جاتی ہیں ۔

تو میں کوہاٹ کے متعلق عرض کروں گا ۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کوہاٹ میں صرف ایک گاڑی چلتی تھی جو کہ اب بھی چلتی ہے ۔ اس کے متعلق میں نے پچھلے سال بھی تجویز کی تھی کہ کیا ہی اچھا ہو جو آپ اس کا ٹائم بڑھا دیں ۔ تا کہ جو لوگ کوہاٹ سے لاہور آنا یا کراچی جانا چاہیں ۔ تو ان کو راولپنڈی میں کوئی گاڑی مل سکے ۔ اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی مقام پر بر وقت پہنچ سکیں ۔ کیونکہ وہ شام کے نو بجے کے قریب چلتی ہے اور صبح چار پانچ بجے کے قریب پہنچتی ہے۔ اس کے متعلق مجھے ایک سوال کا عجیب جواب دیا گیا۔ وہ یہ کہ یہ گاڑی راولپنڈی اور اسلام آباد کے لئے دودھ کے ڈبے لاتی ہے ۔ جب تک وہ ٹائم دودھ کے ڈبوں کے لئے گولڑہ سے موزوں نہ ہو ۔ اس کا ٹائم نہیں بدلا جا سکتا ۔ اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ آیا اس دودھ کی supply کے لئے

کوئی اور بندوبست نہیں ہو سکتا ۔ تا کہ کوہاٹ کے لوگوں کو سہولت ہو اور وہ کسی گاڑی سے بسہولت آ سکیں ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (چودھری سلطان محمود) جناب والا ۔ اس وقت ہاؤس کا temperature ۷۰ درجے ہے ۔ مہربانی فرما کر کسی کو حکم دیا جائے تا کہ وہ اسے ۸۰ درجے کر دے ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : It does not relate to the Rules of Business.

Chaudhri Sultan Mahmood : It does not relate to the health of your Members, Sir.

Mr. Senior Deputy Speaker : The technicians will please take note of it.

سید جاذق علی شاہ۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ حال ہے اس گاڑی کا یا اس تبدیلی اوقات کا ۔ یہ تبدیلی انسانوں اور ان کی سہولت کے لئے تو کی نہیں جا سکتی البتہ راولپنڈی اور اسلام آباد دودھ صبح صحیح وقت پر پہنچنا چاہئے تا کہ ان لوگوں کو تکلیف نہ ہو ۔ اور ان کو صحیح وقت پر دودھ مہیا ہو ۔ اس لئے وہ اس گاڑی کو ایسے وقت پر چلا رہے ہیں تا کہ وہ دودھ کے ڈبے گولڑہ سٹیشن سے ٹھیک وقت پر لا سکے ۔ تو میں یہ تجویز کروں گا کہ حکومت انسانوں کی آسانی اور سہولت کو مقدم رکھے ۔ اور دودھ کے لئے چونکہ فاصلہ بھی بہت کم ہے ۔ کوئی اور بندوبست کرے ۔ تا کہ لوگوں کی تکلیف رفع ہو سکے ۔

اس کے علاوہ محکمہ ریلوے نے کوہاٹ کے لوگوں کے اصرار پر پچھلے سال سے Fast Passenger کے نام سے ایک گاڑی چلا رکھی ہے ۔ جب سے یہ گاڑی چلی ہے ۔ محکمہ کے لوگ جو وہاں سٹیشن پر ہیں اسی کوشش میں ہیں کہ انہیں فالتو وقت میں کام نہ کرنا پڑے ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم فالتو وقت میں کیوں کام کریں ۔ چنانچہ انہوں نے اس گاڑی کو

ناکام بنانے کے لئے کئی حربے اختیار کئے ہیں ۔ اس کے متعلق میں وقتاً فوقتاً ریلوے حکام سے کہتا رہا ہوں کہ جب یہ گاڑی وہاں سے چلتی ہے تو وہ ٹکٹوں والی کھڑکی بند رکھتے ہیں ۔ اور کوئی ٹکٹ issue نہیں کرتے اور یہ میرے مشاہدے کی بات ہے کہ جب وہاں مسافر آتے ہیں تو ان کے عملے کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ گاڑی میں بیٹھ جائیں ۔ راستے میں آپکو ٹکٹ مل جائیگا ۔ چنانچہ اس طریقے سے وہ گولڑے کے قریب پہنچ کر کہیں کسی کو ٹکٹ دے دیتے ہیں اور باقی پیسے جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ وہ گاڑی جوں کی توں چل رہی ہے ۔ اور ہر سال یہی کہا جاتا ہے کہ یہ economic problem نہیں ہے ۔ اس میں مسافر نہیں ہیں ۔ اس لئے اسے بند کیا جائے ۔ چنانچہ پچھلے سال بھی وہ اسے بند کرنے کے درپے تھے ۔ اور اب بھی ڈویژنل سٹاف کا یہی رویہ ہے کہ یہ گاڑی economic problem نہیں اس لئے یہ چل نہیں سکتی ۔ اسے بند کیا جائے ۔

پارلیمیٹری سیکرٹری (میاں معراج الدین)۔۔On a point of information Sir جناب والا ۔ شاہ صاحب Advisory Committee کے ممبر ہیں ۔ کیا انہوں نے ایسی کوئی تجویز وہاں پیش نہیں کی ؟

Mr. Senior Deputy Speaker : Please take your seat.

سید حاذق علی شاہ۔۔جناب والا ۔ وہ اپنی جگہ پر ہیں ۔ وہی گذارشات میں یہاں بھی کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس معزز ایوان کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں نے یہی کچھ وہاں بھی کہا ہے اور اب یہاں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب والا ۔ اسی ضمن میں میں نے درخواست کی تھی کہ آپ اس چیز کا جائزہ لیں کہ کوہاٹ سے اس گاڑی کے چلتے وقت ایک ماہ میں کتنے ٹکٹ صبح کے وقت issue ہوتے ہیں ۔ اور جب وہی گاڑی کوہاٹ

سے راولپنڈی جاتی ہے - تو ان دنوں کتنے ٹکٹ issue ہوتے ہیں - کوہاٹ چونکہ برانچ لائن کا سٹیشن ہے اس لئے ممکن ہے وہاں چوری ہوتی ہو - لیکن شاید یہی چیز راولپنڈی میں نہ ہو سکتی ہو - تو مجھے ایک سال میں ابھی تک اس چیز کا جواب نہیں دیا گیا - کہ آیا یہ Statistics کسی طرح ثابت بھی ہو سکتے ہیں کہ لوگ سفر ہی نہیں کرتے - جیسا کہ ابھی نوابزادہ صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ کیوں سفر نہیں کرتے - تو میں یہی عرض کروں گا کہ کوہاٹ اور راولپنڈی کا ۱۰۹ میل کا فاصلہ ہے - اگر اس گاڑی کو ذرا تیز رفتاری سے چلایا جائے تو لوگ بڑے آرام سے وہاں پہنچ سکتے ہیں - اور وہ وقت بھی ایسا ہو گا کہ وہ لوگ راولپنڈی پہنچ کر کسی دفتر یا کاروبار کی طرف بھی رجوع کر سکتے ہیں - اور واپس بھی ایسے وقت جا سکتے ہیں جو ان کے لئے سہولت کا باعث ہو - مگر وہاں کے حکام نہ تو اس Fast passenger کے وقت کو موزوں طور پر تبدیل کرنے کے حق میں ہیں - اور نہ ہی کوئی متبادل انتظام کرنا چاہتے ہیں - بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے - وہ کہتے ہیں کہ وہ گاڑی تو دودھ کے لئے ہے - وہ تو سواریوں کے لئے ہے ہی نہیں - تو میری گذارش یہی ہے کہ محکمے کو اسکا کوئی علاج سوچنا چاہئے - انہیں اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آخر روز بروز سواریوں کے کم ہونے کی وجوہات کیا ہیں - اور وہ بسوں کی طرف کیوں جا رہی ہیں - میرے نزدیک اس کی وجہ صرف محکمے کی بے توجہی ہے - در اصل یہ improvement کرنا ہی نہیں چاہتے - بالخصوص برانچ لائنوں پر کیونکہ جیساکہ انہوں نے فرمایا Main lines پر اس کےلئے جواز بھی ہے اور وہاں وسائل بھی ہیں - لیکن یہاں میں یہ بھی عرض کر دوں کہ محکمے کو اس سلسلے میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ہر گاڑی ضروری نہیں کہ منافع بخش ہی ہو - اور وہ اقتصادی معیار پر ہر حالت میں پوری اترے -

جناب والا- کوہاٹ کے متعلق میں یہ بھی عرض کر دوں- اور جیسا کہ

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے ۔ وہاں Passenger side کے علاوہ load side میں بھی بڑی گنجائش ہے ۔ کیونکہ اس ضلع میں جتنی عمارتی لکڑی ہے وہ اسی گاڑی کے ذریعے باہر آتی ہے ۔

اس کے علاوہ وہاں سے بجری کی supply ملتان تک جاتی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہی ضروری products ہیں ۔ چنانچہ میں نے ایک سوال کے ذریعے دریافت کیا تھا ۔ جس کے جواب میں مجھے بتایا گیا کہ وہاں Load shipment بہت کافی ہے ۔ اگر اس علاقے میں Load shipment کافی ہے تو اس پہلو کو کیوں improve نہ کیا جائے ۔ وہاں shed وغیرہ بنائے جائیں ۔ تاکہ وہاں سے جو سامان اور Load باہر لاتے ہیں ۔ جو دو دو تین تین دن تک بارش اور دھوپ میں پڑا رہتا ہے ۔ اس کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظام ہو سکے ۔ اس وقت اس کے لئے کوئی انتظام نہیں ۔

علاوہ ازیں مجھے یہ بھی شکایت ہے کہ وزن لادنے اور ویگن حاصل کرنے کے لئے کئی قسم کی خرابیاں ہیں ۔ اور جیسا کہ دیگر معزز ممبران نے بھی فرمایا ہے کہ ویگن بغیر رشوت کے حاصل کرنا نا ممکن ہے ۔ یہی چیز میرے مشاہدے میں بھی آ چکی ہے ۔ اور وہاں بھی بدستور ہو رہی ہے ۔

تو میں Railway administration اور وزیر ریلوے سے درخواست کروں گا کہ وہ بھی کبھی برانچ لائن پر تشریف لے جائیں ۔ اور جب جائیں تو کسی سپیشل گاڑی سے تشریف نہ لیجائیں ۔ بلکہ کسی عام رفتار کی گاڑی سے جائیں تا کہ انہیں اندازہ ہو کہ وہاں کی ضروریات کیا ہیں ۔ اور وہاں کیا کچھ کرنا چاہئے ۔

ان معروضات کے ساتھ میں اس Cut motion کی حمایت کرتا ہوں ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائلپور-۷)۔صاحب صدر۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ۱۳ کروڑ ۹۸ لاکھ روپے کی رقم بسلسلہ مد عام اخراجات کار ۔ ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر۔سعدی صاحب آپ اس وقت موجود نہ تھے جب کہ اس تحریک تخفیف کو پیش کرنے کا وقت آیا۔ آپ یہ تحریک تخفیف move نہ کریں ۔ البتہ اسی تحریک پر جو پہلے move ہو چکی ہے۔ آپ تقریر کر سکتے ہیں ۔ اور اسی کی تائید کر سکتے ہیں ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔صاحب صدر ۔ اس مطالبہ زر کے سلسلے میں جو تحریک تخفیف پیش کی گئی ہے ۔ میں اس کی تائید کے لئے چند گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ تحریک نمبر ۲ پر Repairs and Maintenance Working Expenses کے متعلق ہے ۔ مجھے یہ گذارش کرنا ہے کہ ہمارے سامنے اخراجات کی جو تقسیم پیش کی گئی ہے ۔ میرے خیال میں وہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس کے تمام تخمینے ایک بہت بڑے عملے نے تیار کئے ہیں ۔ اس سلسلے میں ہمارے محترم وزیر صاحب کو شاید علم ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ہمارے ملک میں صرف ایک ریلوے بورڈ ہوا کرتا تھا ۔ جو بہت سی ڈویژنوں کا انتظام کیا کرتا تھا ۔ مگر تقسیم کے بعد ہمارا ریلوے بورڈ اور اونچا عملہ تنخواہوں کے معاملے میں بڑی ترقی کر گیا ہے ۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اب Mileage کم ہو گئی ہے ۔ اور انہیں نسبتاً کم رقبے میں کام کرنا پڑتا ہے ۔ لہذا ان کی کارکردگی پہلے سے زیادہ ہونی چاہئے ۔

جناب صدر ۔ اس ضمن میں Main لائنوں اور برانچ لائنوں پر یہ عام شکایت ہے کہ گاڑیاں اکثر تاخیر سے چلتی ہیں ۔ اور بعض اوقات نہایت اہم گاڑیاں چار چار گھنٹے Late ہو جاتی ہیں ۔ اور وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے ۔ اس کی وجہ میرے نزدیک محض

یہ ہے کہ Maintenance & Repairs کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی - ورنہ کوئی وجہ کہ نہیں گاڑیاں دیر سے پہنچیں - Derailments بھی ہوتی ہیں - اور انجن بھی خراب ہو جاتے ہیں - ابھی پرسوں ہی آپ کی خیبر میل کا انجن کہیں ملتان کے قریب - ادھر یا ادھر خراب ہو گیا - جس کی وجہ سے وہ گاڑی چار گھنٹے لیٹ ہو گئی -

اور برانچ لائن کی حالت تو اس سے بھی زیادہ خراب ہے - اس مطالبہ زر کا تعلق گاڑیوں سے اس لئے ہے کیونکہ Repairs and maintenance کی طرف توجہ نہیں کی جا رہی - مجھے اس مطالبہ زر میں کسی غیر ملکی زر مبادلہ کا ذکر نہیں ملا - شاید یہاں اپنی مدد آپ کے اصول پر کام ہو رہا ہے - اس کے بعد Rolling stock, Rail cars. wagons and carriages کے متعلق یہ گذارش کروں گا کہ ریلوے ورکشاپ پر کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور ہر سال ہوتا ہے اگر ہم اپنے پڑوسی ملک کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں تو معلوم ہو گا کہ وہ لوگ نہ صرف carriage and wagons خود بناتے ہیں بلکہ انجن بھی خود ہی بناتے ہیں - مگر تعجب ہے کہ ہمارے ہاں اتنا عظیم الشان ورکشاپ اور عملہ ہونے کے باوجود ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا اور کچھ نہیں یہاں wagons اور carriages ہی بنا لیں- ریل کاروں کے متعلق یہ حقیقت ہے کہ ان کی خرید کرتے وقت کسی احتیاط کا ثبوت نہیں دیا گیا اور اب بہت کافی عرصہ چلنے کے بعد جب کسی ایک ریل کار میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے تو تمام ریل کاریں بند کر دی جاتی ہیں بغیر یہ دیکھے کہ وہ چلنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں - اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے خریدتے وقت یہ بات ملحوظ نہیں رکھی گئی - جس کا خیال سرمایہ خرچ کرتے وقت ہونا چاہئے تھا - اس میں Loco motive اور carriages پر جو ۱۱۰۹۲۰۰۰ روپیہ کا خرچ دکھایا گیا ہے - اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی - کہ ورکشاپ کو اس قدر ترقی دینے کے لئے

Loco motives اور دوسرے wagons and carriages خودبنا سکتے ھیں یا نہیں۔ یہ تو بڑے عملہ کی اھلیت کے متعلق ھے ۔ جہاں تک ضیاع کا تعلق ھے میری تحریک تخفیف اسی ضیاع کے متعلق آ رھی ھے ۔ جس قدر سرمایہ لگ چکا ھے اس کے مقابلہ میں تمام سامان اور دوسری مشینری کا استعمال کفایت شعاری سے نہیں ھوتا ۔ اور نہ ھی اس کا استعمال صحیح ھوتا ھے ۔ جس کی اتنی ضرورت ھے ۔

میرا یہ دعویٰ ھے کہ اگر یہ صرف شدہ سرمایہ صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو ریلوے کی آمدنی موجودہ آمدنی سے کم از کم دوگنا بڑھ سکتی ھے ۔ یعنی اس وقت اتنا ھی ضیاع ھو رھا ھے ۔ جتنی کہ آمدنی ھے ۔ اس سلسلہ میں میری یہ تجویز ھے کہ محترم وزیر صاحب ایک اعلیٰ اختیار کا کمیشن یا کمیٹی مقرر کریں جو اس معاملہ کی تحقیقات کرے کہ جو سرمایہ خرچ ھو رھا ھے آیا وہ صحیح ھے یا نہیں ۔ اور یہ بھی دیکھے کہ کتنی بچت ھو سکتی ھے ۔ وہ کمیشن مقررہ وقت کے اندر رپورٹ پیش کرے ۔ یہ ایک ادنیٰ سی مثال ھے کہ ریل گاڑی کے ساتھ کچھ ڈبے پولیس اور پانی کے لئے رکھے جاتے ھیں لیکن وہ اس مقصد کے لئے اتنے استعمال نہیں ھوتے بلکہ اس میں لوگ بغیر ٹکٹ سفر کرتے ھیں ۔ پولیس اور چھوٹا عملہ اس میں برابر کا شریک ھوتا ھے ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر۔آپ کی Cut motion تو Repairs and maintenance کے متعلق ھے ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔maintenance کے متعلق اس محکمہ کی کارکردگی کے معیار کا یہ حال ھے ۔ کہ ایک ریل کار جو تندلیانوالہ سے لاھور تک چلائی گئی ھے اس سے صحیح کام نہیں لیا جاتا کیونکہ شورکوٹ جو ایک جنکشن ھے اگر اس کو وھاں تک بڑھا دیں تو اس سے ریلوے کے محکمہ کو کافی منافع ھو سکتا ھے ۔

آخر میں میں پھر عرض کرونگا کہ جب تک یہ تحقیقاتی کمیشن مقرر نہیں ہو گا جو یہ دیکھے کہ maintenance پر جو اخراجات ہو رہے ہیں آیا وہ صحیح ہیں یا نہیں ۔ اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ یہ مطالبہ زر درست نہیں اور اس میں جو تخفیف کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ حق بجانب ہے ۔

راؤ خورشید علی خان (منٹگمری-۳)۔جناب سپیکر ۔ میں ابھی ابھی منٹگمری سے آ رہا ہوں ۔ یہاں چونکہ Repairs and maintenance پر بحث ہو رہی ہے ۔ میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنا تازہ تجربہ بیان کروں ۔ آج صبح تیز رو کوئی نصف گھنٹہ لیٹ تھی ۔ کافی انتظار کے بعد جب میں سوار ہونے لگا تو یقین جانئے کہ اتنی بھیڑ تھی کہ لوگ گاڑی کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے ۔ میں نے سوچا کہ کہیں ڈائینگ کار میں ہی جگہ مل جائے ۔ کیونکہ شریف آدمیوں کو وہاں جگہ مل جایا کرتی ہے ۔ تو جناب سپیکر آپ یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ آج اس گاڑی سے ڈائینگ کار ہی اڑا دی گئی تھی جو غالباً مرمت طلب تھی ۔ اس محکمہ کی مرمت کا یہ ایک شاہکار ہے ۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ اسے درست کر دیا جاتا ۔ یا اس کی اطلاع اگلے سٹیشن پر مل جاتی ۔ اس گاڑی میں تو جگہ نہ ملی ۔ اس لئے تیزگام کے لئے ٹھہرنا پڑا ۔ معلوم ہوا کہ تیز گام بھی نصف گھنٹہ لیٹ تھی ۔ چنانچہ مزید انتظار کی زحمت برداشت کی ۔ اور وہ گاڑی اپنے وقت سے نصف گھنٹہ کی بجائے ۳۵ چالیس منٹ کے بعد سٹیشن پر پہنچی ۔ لاہور تک صرف ۱۰۰ میل کا فاصلہ ہے ۔ خیال تھا کہ اس فاصلہ میں گاڑی نصف گھنٹہ make up کر لے گی ۔ لیکن وہ لاہور پہنچنے تک ایک گھنٹہ لیٹ ہو گئی ۔ اس سے اس محکمہ کی efficiency کا اندازہ لگا لیجئے ۔ اس پر کرائے بڑھائے جا رہے ہیں ۔ بھلے مانس ۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے کردار کو درست کریں ۔ repairs and maintenance کی تمام خرابیوں کے باوجود کرایوں میں اضافہ کیا

جا رہا ہے ۔ خدا را ان کی شکایات پر غور کریں اور ایسے حالات کا مداوا کریں ۔

Syed Ahmed Saeed Kirmani : Sir the only two or three points that I have to urge with regard to this demand No.2 are ; firstly, with regard to the working of hosiptals maintained by the railway administration for the welfare of the staff. The complaints are not lacking in number.

Mr. Senior Deputy Speaker : Is it concerned with the repairs ?

Syed Ahmed Saeed Kirmani : It is covered Sir, if you see the staff welfare works at page 15. Welfare includes the medical facilities.

Now, Sir, the feeling is shared by majority of the low paid employees of the railway that medicines in the hospitals are not easily available to them. On the contrary, there are instances, which of course are being looked into by the Railway administration, that the persons incharge of the medicines have been selling them in the open market. Then there is another complaint that if the medicine is required by a big officer of the railway then that is easily available to them but if the same demaned is made by an unknown, insignificant and an ordinary railway employee, he has to face numerous difficulties. I think in the matter of supply of medicines there should be no discrimination what so ever between the high officials. The amenities should be distributed and made available equally, equitably and according to the well settled principles of distribution. This much I have to say with regard to medicines.

The second point is that recently it has been noticed that the playgrounds maintained by the Railway Department meant for the playing of the children of the railway employees are not being maintained properly. It is both their. departmental and moral duty to see that the playgrounds situated in the railway colonies should be looked after and maintained properly so that instead of improving the health of the children they may not deteriorate it. The staff does not pay proper heed to the maintenance of these playgrounds.

My third point is, although it may be stated by some quarters that this is not covered by the demand under consideration, that some scheme should be framed by the Railway to advance loans liberally to its low paid employees as is being done by other departments of the provin cial Government. If the Railway wants to advanne loans liberally to its low paid employees as is being done by other department of the provincial Government. If the Railway wants to increase its efficiency it is essential that it should attach utmost importance to the welfare of its employees, keeping in view the fact that the low paid employees, salaries are very meagre and they cannot make their both ends meet. It is most essential that they should devise a scheme by which they can advance loans liberally to the employees. Of course, they can recover these loans in easy instalments.

In the end, I hope the Railway Minister will look into my three suggestions and see that they are given some shape in the near future. I support the cut motion on this demand No. 2.

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo): Sir; there has been criticism that the Railway Department has failed to provide fast trains on other than the main lines. We have over 7,000 miles of track which we have to maintain. I have already expressed during my reply on Demand No. 1 that so far as the punctuality of the trains is concerned, we have got one of the best record, that is to say, over 80% of the trains are running in time. To day, it was particularly mentioned by Rao Khurshid Ali Khan that Tez Gam and Tez Rao were running late. I think it is due to these rains which have been falling for the last couple of days and that must be the only reason. However, it is our duty to see that even during the rainy season the trains run according to the scheduled time and should not be late. There is very little time but I will try to reply to the demands of the members.

Nawabzada Iftikhar Ahmad Khan has mentioned that Jhang is a district headquarter and it is not connected with any fast train which could go to Rawalpindi or to Lahore. This was the question which he had raised earlier. He came to me and expressed the same views that some steps should be taken to connect the city with the faster train. We are already examining this issue and I assure the member that some decision in this regard will be forth coming very soon.

There is a demand by a Member from Bahawalpur for putting a railway line on Sama Sata---Yazman---Fort Abbass. This line was originally started in 1926--27 and that continued functioning till 1941. After 1941, this scheme was dropped by the then Government and after that there has been no traffic on that line. We received a representation from the Commissioner, Bahawalpur, in 1961 saying that this was one of the most important tracks and it should be connected by the rail and the traffic should start. Later on, a representation was also received from the local representatives demanding that earlier action should be taken in this respect We have issued the necessary instruction that survey should take place and report submitted to us. On the receipt of the preliminary report, if found satisfactory, we will issue instructions for detailed investigation report and that will be followed only when the preliminary report proves to be satisfactory.

There has been a great criticism on the manufacture of certain items which are required for wagons or for some other purpose. Mian Muhammad Akbar raised the issue that we do not manufacture springs here. I am afraid, I have to contradict his statement. We have got a spring shop where springs are manufactured and we don't import them at all. This is all because we started manufacturing wagons in 1955 and now our yearly output is about 1500 wagons. For this purpose only two items are imported, i.e. Wheals and axles. The rest of the entire items are manufactured locally. After Partition, we have tried that most of the material which is required by the Railway Department, and which we used to import, should not be imported and we have been concentrating that it should be manufactured locally.

Minister of Education (Mian Muhammad Yasin Khan Wattoo): I propose that the time be extended by five minutes.

Mian Muhammad Akbar : Why the Minister is so judicious ?

Let it be extended for another ten minutes.

Mr. Senior Deputy Speaker : The time is extended for ten minutes.

Minister of Railways : Sir, we have been able to instal a carriage and wagon manufacturing shop ; we have got a spring shop, we have got a steel shop, we have got a brick factory and we manufacture certain other items in these shops. The result is that we have been able to save 2 48 crores of foreign exchange yearly. This clearly shows that we are definitely concentrating and thinking to manufacture our own requirements here in the country so that we should not waste foreign exchange for this purpose and I hope, in the next few years time, that is to say, the third Five Year plan period, we will be able to have a good plant by which we will be able to manufacture passenger bogies. So far as passenger bogies are concerned, certain members have criticised as to what is the reason that we have not been able to import a plant for that purpose. This is a country which has started with all the new things and it is impossible that we could have all these things at one time. Slowly, slowly we have to import these machines and see that these things are locally manufactured. It is also our programme that we will be having a plant for the manufacture of passenger bogies.

There has been a suggestion from Haji Mir Muhammad Bux Talpur that when there is a proposal for putting a workshop for metre-gauge and since the Government has already decided to change a portion between Hyderabad and Mirpur Khas from metre-gauge to broad-gauge, why that should not be shifted to Mirpur Khas. Apparently the proposal appears to be quite convincing, but I would like to give the background of this case. We are fixing this plant at Hyderabad with the idea that ultimately there will be a provision in it so that it should work for broad-gauge also. So I may assure Mir Sahid that this plant, which is going to be fixed at Hyderabad will also serve the purpose for broad gauge as well as for metre-gauge.

Mr. Abdul Majid Jatoi had mentioned for certain new lines, that is to say, between Dadu and Nawabshah. He further suggested that Pathor-Jhado metre-gauge may be changed into broad-gauge We have a proposal under consideration that when the portion between Hyderabad and Mirpur Khas is changed to broad-gauge, we will go ahead to complete the remaining portion of metre-gauge which presently exists in that part of the province. As regards Dadu-Nawabshah, this is the first time that a member has spoken about this project. We will take up the examination of that and it will be decided on the merits of the reports we receive.

Sir, there has been some complaint from the Member from Kohat. He wants that there should be a change in some local train timings. I may assure him that we will try to adjust it and the matter will be examined and due consideration will be given to his request.

Sir, Mian Muhammad Akbar has raised a very important issue, that is, the railway crossings. That is not the problem only in his district, but

this is the problem all over the province. I have my personal experience that at various crossings we have to stand for hours together. But this is no fault of the Railway Administration or the Railway authorities that they should construct all these crossings. Our responsibility is that hereafter if we put any new track which is going to cross the road, we have to construct an over-head bridge or sub-way; but anywhere where the track already exists and the road is coming after that, it is the duty of that Department.

خواجہ محمد صفدر—وہ بھی تو آپ کے پاس ہے -

Minister of Railways : I will reply to that when that demand comes. Here we have been always negotiating with the local authorities, because this problem is mostly in cities—I mean the muncipalities—and they have been very liberal in giving their shares. Wherever they have come forward to give the share of municipalities, the Railway Department has never hesitated in giving their share, because the problem of Railways is to pay for the task which is over the track, the remaining approaches are to be constructed by the respective local councils or the municipalities as the case may be. Here in this connection I must make it very clear to the members that if we receive any proposal where local bodies are coming forward to pay their share, we will definitely consider the share of the Railways to be met because this will improve the efficiency.

Then, Sir, Mr. Kirmani has raised quite an important issue, that is, the supply of medicines to lower grade employees of the Department. Sir, our aim is that we are trying our best to meet the requirements of the hospitals by providing them medicines and whatever is required is given locally from our own store. In this connection I will assure the member that I will have personal check over it and say that all those poor employees, who happen to meet him or give him that complaint that he may represent them here, they should equally have faith in their own Minister also. Why I say this ? During my career as Minister of Railways for the last couple of months, I have never had an opportunity of receiving any complaint from the railway employees on any subject. This is an important issue. It is my duty to see that if they are not getting medicines which we are supposed to supply to them and they should get them, it is their right, we will make necessary provisions in the budget also to meet the requirements of our staff.

Sir, in the end I may say that we were to discuss five Demands, but unfortunately we have been able to deal with only two Demands. I hope the remaining Demands will be taken up tomorrow and I will be able to reply to them tomorrow.

Mr. Senior Deputy Speaker : The question is :—

> That the total of Rs. 18,98,92,000 on account of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance-Total Other Expenditure-Recurring-Other than New Expenditure be reduced by Rs. 18,98,91,999.

(*The motion was lost*).

Cut motions Nos. 2-5 fall through.

(*The Assembly then adjourned till* 8-30 *a.m. on Tuesday, the* 16*th June*, 1964).

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Tuesday, the 16th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain Siddiqi, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ
وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ
بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ
بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا
ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ
وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

پ ۱۱ — س ۹ — ع ۳ — آیات ۱۱۶ تا ۱۱۹

بلاشبہ آسمان اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسکے سوا نہ تو تمہارا کوئی رفیق و کارساز ہے نہ مددگار ہے یقیناً اللہ اپنی رحمت سے پیغمبر پر متوجہ ہو گیا نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے بڑی تنگی اور بے سروسامانی کی گھڑی میں اس کے پیچھے قدم اٹھایا اور اٹھایا جب کہ حالت ایسی ہو چکی تھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا جائیں پھر وہ اپنی رحمت سے ان پر متوجہ ہو گیا بلاشبہ وہ نہایت مہربان اور رحمت کرنے والا ہے اور ان تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا جب کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی تھی باوجود وسعت کے اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا تھا کہ اللہ سے بھاگ کر انہیں کوئی پناہ نہیں مل سکتی مگر خود اسی کے دامن میں پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔ بیشک اللہ ہی سے بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا ہی رحمت والا۔

RESOLUTION

HAVOC AND LOSS OF LIFE IN HYDERABAD & THARPARKAR DISTRICTS

Haji Abdul Majid Jatoi rose to speak.

میر حاجی محمد بخش تالپور—جناب والا آج اخبار میں آیا ہے کہ تھرپارکر ڈسٹرکٹ میں پچاس آدمی مر گئے ہیں - - - - -

Khawaja Muhammad Safdar : Sir, both of them are putting a joint resolution.

Mir Haji Muhammad Bux Talpur (Tharparkar IV) : Sir, I move—

> "That this Assembly expresses its deep sense of sorrow at the havoc and loss of life caused by the recent cyclonic winds and heavy rains in Hyderabad and Tharparkar districts and extends its sympathy to the sufferers in their bereavement and grief."

Mr. Speaker : Resolution moved is—

> "That this Assembly expresses its deep sense of sorrow at the havoc and loss of life caused by the recent cyclonic winds and heavy rains in Hyderabad and Tharparkar districts and extends its sympathy to the sufferers in their bereavement and grief."

میر حاجی محمد بخش تالپور—مسٹر سپیکر اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ جو وہاں طوفان آیا ہے اسکے متعلق غیر سرکاری اطلاعات یہ ہیں کہ ۴۰۰ کے قریب آدمی مر گئے ہیں اور جو اخبار کی اطلاع ہے وہ یہ ہے کہ ۵۰ آدمیوں کے قریب مر گئے ہیں - اس کے لئے ایک ہمدردی کا ریزولیوشن پاس کیا جائے -

خواجہ محمد صفدر—جتوئی صاحب اس سلسلے میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور یقیناً وہ قابل قبول ہوگا —

حاجی عبدالمجید جتوئی (دادو-۱)—جناب والا- "مغربی پاکستان اسمبلی کا یہ اجلاس دیروزہ طوفان سے جنوبی ریجن میں فوت ہو جانے والوں پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے پس ماندگان

سے دلی ہمدردی کرتا ہے ۔ جنوبی ریجن میں دیروز، طوفان سے جہاں ۵۰ سے زائد قیمتی جانیں تلف ہو گئی ہیں وہاں ہزاروں مویشی مر گئے ہیں اور لاکھوں روپیہ کا مالی نقصان ہوا ہے ۔ یہ اجلاس حکومت مغربی پاکستان سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مصیبت زدگان کی ہر طریق سے امداد کرے تاکہ یہ لاکھوں انسان پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں" ۔

وزیر مال (خان پیر محمد خان)—جناب والا ۔ پارٹی میٹنگ میں بھی حاجی محمد بخش نالپور نے یہ تجویز پیش کی تھی اور وہاں فیصلہ ہو چکا ہے ۔ میں نے ممبر بورڈ آف ریونیو کو بلایا اس نے کمشنر حیدرآباد سے پوچھا اس وقت سردست جو ہمیں اطلاع ملی ہے وہ یہ ہے کہ ۴۰ کے قریب آدمی فوت ہو چکے ہیں ۔ کچے مکانات گر چکے ہیں ۔ اندازاً ۸ انچ بارش ہوئی ہے اور ۱۲۰ میل آندھی کی رفتار تھی ۔ ڈپٹی کمشنر وہاں اس کام میں مصروف ہے ۔ کمشنر کو بھی ہدایت کی ہے وہ بھی وہاں جائے اس کے علاوہ ہمارے اور آدمی بھی جارہے ہیں — میں بھی جا رہا ہوں — سردست دو لاکھ روپے کی رقم کیلئے آرڈر دے دیا ہے تاکہ کام شروع ہو واقعات کو دیکھ کر جتنی مالی امداد کی ضرورت ہوگی گورنمنٹ انشاءاللہ مہیا کرے گی ۔

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ ۔ ۱)—جناب والا مجھے اس روح فرسا واقع سے دلی افسوس ہے۔ میں اس بات کیلئے جتنا بھی زبان سے اظہار کروں کم ہے ۔ اتنی قیمتی جانیں اس قیامت خیز طوفان کی نذر ہو گئیں —

اور جس طرح خان پیر محمد خان صاحب نے ارشاد فرمایا کہ وہاں آٹھ انچ بارش لگاتار برس چکی ہے اور اخبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ طوفان ۱۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہا تھا - اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس علاقے میں جہاں کہ کبھی بارش ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی بھی ہے تو سال بھر میں دو یا چار انچ کی اوسط ہے - وہاں ایک دم آٹھ انچ کا ہونا اور اس کے ساتھ ہی اس قدر شدید طوفان کا چلنا کس قدر قیامت برپا کر سکتا ہے - مجھے ان لوگوں کے ساتھ دلی طور پر ہمدردی ہے - کیونکہ جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے - وہ ہمارے بھائی ہیں اور اس ملک کے بسنے والے ہیں لہذا میں جناب وزیر خزانہ اور قائد ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی اس سلسلے میں اپنی خصوصی توجہ مرکوز فرمائیں - اور جس قدر فراخدلی سے اور زیادہ سے زیادہ امداد ہوسکے ان مصیبت زدگان کی امداد کی جائے -

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)—جناب والا—عرض یہ ہے کہ جیسا کہ وزیر مال صاحب نے ابھی فرمایا ہے - ہمیں اس کے متعلق کل شام پتہ چلا تھا - اور Necessary action has already been taken

علاوہ ازیں جوں جوں ہمیں مزید اطلاعات پہنچینگی - ان کے بعد اگر ضرورت ہوئی تو ہم اپنے اقدامات اور بھی تیز تر کر دینگے - اور جیسا کہ خواجہ صاحب نے فرمایا ہے - میرے خیال میں سارے ایوان کو ان لوگوں سے ہمدردی ہے - اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں - اگر اللہ میاں نے ۱۲۰ میل کی رفتار سے طوفان چلا دیا تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں - یہ مصیبت تو اللہ تعالے کی طرف سے ہے -

خواجہ محمد صفدر—اگر آپ کی غلطی ہوتی تو اس کے متعلق Adjournment Motion آتی -

وزیر خزانہ۔۔۔جناب والا جو کچھ ہمارے بس میں ہے - ہم کر رہے ہیں - اور انشا اللہ اگر اس سے بھی زیادہ امداد کی ضرورت ہوئی - تو ہم ضرور بہم پہنچائینگے - (تحسین و آفرین) فی الحال ہم مکمل اطلاعات کا انتظار کر رہے ہیں - اس وقت دو لاکھ روپیہ کی رقم کافی سے زیادہ ہے - جو کمشنر کے Disposal پر رکھدی گئی ہے - میں اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ مزید اطلاعات آنے پر ہم اور رقم پیش کرنے کیلئے تیار ہیں -

میر حاجی محمد بخش تالپور۔۔۔جناب والا وہاں کسی وزیر کو بھیجیں - خان پیر محمد خان یا مسٹر محمد خان جتیجو کو وہاں بھیجیں -

Minister of Finance: Sir, for his information, Mr. Ghulam Nabi Memon is already there.

میں انہیں ابھی direct کرونگا کہ وہاں جاکر خود حالات کا جائزہ لیں -

سردار عنایت الرحمن خان عباسی۔صدر گرامی - وہاں اس طوفان کی وجہ سے جو تباہی ہوئی ہے - ہمیں ان لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی ہے - میں آپ کی اجازت سے اس امر کی تحریک کرتا ہوں کہ اس اسمبلی کو اور ان نمائندگان کو پوری طرح اور دل و جان سے ان لوگوں کے ساتھ ہمدردیاں ہیں - میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہم اپنی ایک روز کی تنخواہ ان لوگوں کی امداد کے لئے donate کریں -

(تحسین و آفرین)

مسٹر سپیکر۔ہاؤس میں اس کے متعلق تو تحریک کی گئی ہے -

I want to know the sense of the House.

Minister of Finance : It should be voluntary Sir. Your cannot force a person to deposit the money.

آپ ایک صندوقچہ رکھ دیں جس میں یہ لوگ پیسے ڈالتے جائیں ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی۔جناب والا ۔ اگر اس کے متعلق اسمبلی کا فیصلہ اسی طرح ہو جائے جس طرح ہم نے cyclone fund کے لئے کیا تھا ۔ تو what is the harm.

وزیر خزانہ۔جناب والا ۔ جو ممبر غیر حاضر ہیں ۔ ان کے لئے You cannot enforce it under law.

مسٹر سپیکر۔ہاؤس کی اطلاع کے لئے میں عرض کر دوں کہ Cyclone Relief Fund کے لئے ہم نے پہلی قسط ۶۶۰۰ روپے کی بھیجی تھی ۔ اس کے بعد صرف چار سو روپے ہمارے پاس باقی ہیں جو ہم بھیجنے والے ہیں ۔ اور ابھی کئی ممبران ایسے ہیں جنہوں نے اپنا contribution نہیں دیا ۔ لیکن ہم اس کے متعلق کسی کو مجبور نہیں کر سکتے ۔ صرف بار بار کہہ سکتے ہیں ۔ اسی طرح جو صاحبان اس میں contribute کرنا چاہیں ان کے لئے ہم ایک علیحدہ فنڈ کھول دیں گے ۔ جس میں وہ اپنا ایک دن کا الاؤنس deposit کرا دیں ۔

Mr. Speaker : The question is—

> **That this Assembly expresses its deep sense of sorrow at the havoc and loss of life caused by the recent cyclonic winds and the heavy rains in Hyderabad and Tharparkar districts and extends its sympathy to the sufferers in their bereavement and grief.**

I think that there is no opposition to this resolution.

(*The motion was carried unanimously.*)

ADJOURNMENT MOTIONS

Mr. Speaker : Now we will take up adjournment motions. First adjournment motion is from Chaudhri Muhammad Ibrahim.

UNREST AMONG RICE GROWERS OF SIALKOT DISTRICT

Chaudhri Muhammad Ibrahim : Sir I ask for leave to make a motion for the adjournment of the business of the Assembly to discuss a definite matter of recent and urgent public importance, namely the unrest among the rice growers of the Sialkot District who are still clamouring for their share in the canal water from the Marala Ravi Link Canal. The sowing season is far advanced and not a drop of water has been allowed to the cultivator who are naturally much worried.

وزیر آبپاشی و برقیات—جناب والا ۔ عرض یہ ہے کہ چودھری صاحب کو خود بھی واقعات کا علم ہے ۔ دراصل مرالہ راوی لنک پر واقع سیالکوٹ کے زمینداروں کا کوئی حق نہیں کہ وہ وہاں سے پانی لیں ۔ ما سوا اس کے کہ ہم انہیں floods کا ovrplus پانی دیتے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ flood کا پانی ہماری طرف بھیج دیتے ہیں ۔

(قہقہہ)

وزیر آبپاشی و برقیات—نہیں جناب ۔ flood season کے یہ معنی نہیں ۔ جیسے کہ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

It means full supply when the river is in spate.

اب حضور والا ۔ ہماری کچھ commitments ستلج ویلی کینالز کے ساتھ بھی ہیں ۔ جن کے تحت ہمیں عموماً ۳۳ ہزار کیوسک پانی دینا ہوتا ہے ۔ مگر اس وقت وہ discharge بھی ۱۳ ہزار کیوسک ہے جو وہاں پہنچ رہا ہے ۔ اس میں سے کچھ تو انڈیا سے آ رہا ہے ۔ اور ۹ ہزار ۵ سو کیوسک مرالہ راوی لنک سے جا رہا ہے ۔

مسٹر سپیکر—ملک صاحب کیا ان کاشتکاروں کو پہلے بھی پانی دیا جاتا رہا ہے ؟

Minister of Food & Agriculture : Yes Sir. Last year we gave on the 21st of June We can give only when we have got surplus water from our commitment to the people of Bahawalpur, whose lands are irrigated by the Sutlej Valley Project. If today Sir against the system I allow any water there, there will be an adjournment motion from Allama Arshad and from so many other members.

کہ بہاولپور کا پانی چھین کر اوپر والوں کو - جن کا حق نہیں -
دیا گیا ہے -

Mr. Speaker : There is one.

Minister of Food & Agriculture : There is one already but that is regarding Panjnad ; because this will affect Bahawalpur and other ilaqa.

تو موجودہ پوزیشن یہ ہے کہ بارشیں شروع ہوگئی ہیں - اور ہم
پانی expect کر رہے ہیں - پچھلے سال بھی ہم نے ۲۱ جون
سے دیا تھا - جب کہ مرالہ راوی لنک میں ۲۵ ہزار کیوسک پانی چل
رہا تھا -

Mr. Speaker : What is the position now ?

Minister of Food and Agriculture : 9500 cusecs. Sir it is no pleasure to us not to give water and see that these gentlemen cannot cultivate their crops. It is really a headache for us but it is beyond the control of the Government.

Mr. Speaker : The Department would give them water as soon as possible.

Minister of Food & Agriculture : As soon as possible ; of course, if Khawaja Safdar, who represents that constituency, stands up and says 'dont give water to Bahawalpur', I will consider it, along with the gentlemen from the Bahawalpur State, whom we stand committed for 100 years.

علامہ رحمت اللہ ارشد—جناب والا - جناب وزیر آبپاشی کی
توجہ صرف ضلع سیالکوٹ اور بہاولپور کی طرف کیوں ہے ؟ آخر مغربی
پاکستان میں اور ضلعے بھی تو ہیں -

مخدوم الملک محمد شمس الدین گیلانی—جناب والا -
بہاولپور سے صرف علامہ صاحب ہی تو تعلق نہیں رکھتے - اس

ایوان کے اور بھی تو کئی ممبر بہاولپور سے ہیں ۔ وہاں اس وقت حالت یہ ہے کہ ہم لوگ مر رہے ہیں اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے ایک بیگھہ بھی کاشت نہیں ہو سکا ۔

وزیر آبپاشی و برقیات—جناب والا ۔ یہ درست ہے ۔

مسٹر عطا حسین خان ۔ ایم ۔ پی ۔ اے ابھی اپنے علاقے سے آئے ہیں ۔ انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ وہ پانی کی قلت کی وجہ سے ایک مرلہ کپاس بھی کاشت نہیں کر سکے ۔

These things are not on account of any inefficiency on our part, any favour on our part. We are rather keen, Sir, that there should be more water irrigation and more cultivation.

چودھری محمد ابراھیم—صاحب صدر ۔ وزیر زراعت صاحب کا یہ وعدہ کہ پانی جلد سے جلد دیا جائیگا ۔ میرے خیال میں خالی وعدہ ہی معلوم ہوتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو پانی میں کمی واقع ہوئی ہے ۔ یہ دراصل محکمے کی inefficiency کی وجہ سے ہوئی ہے ۔ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ اس نہر میں ۲۵ ہزار کیوسک پانی چل رہا تھا ۔ لیکن اب وہ silt up ہوگئی ہے ۔ وہ کیوں silt up ہوئی ہے اس لئے کہ وہ محکمہ inefficient ہے ۔ آخر اس سے پہلے اور نہریں بھی تو موجود ہیں ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ سرگودھا ۔ منٹگمری اور لائلپور وغیرہ کو بھی نہروں سے ہی پانی دیا جاتا ہے ۔

مسٹر سپیکر—چودھری صاحب کیا صرف inefficiency ہی discuss کرنا چاہتے ہیں ۔ then he has an opportunity یا کوئی assurance یا commitment چاہتے ہیں ۔

چودھری محمد ابراھیم—صاحب صدر ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ اس کی طرف توجہ کریں تو یہ ۲۵ ہزار کیوسک پانی . . . .

Mr Speaker : He has already said he would look into it and try to supply water on the 21st of June.

Minister of Food & Agriculture : Subject to the availability of water in the river.

چودھری محمدابراھیم—صاحب صدر - پھر یہ نہ ہو کہ یہ ایک بار پانی دے کر پھر بند کر دیں - اور بیچارے زمینداروں کی محنت ضائع جائے -

وزیر آبپاشی و برقیات—جناب والا - کیا یہ بھی کوئی بچوں کا کھیل ہے ؟

خواجہ محمد صفدر—میں نہایت ادب سے ملک قادر بخش صاحب کی خدمت میں گذارش کرونگا کہ کیا قانونی طور پر سیالکوٹ کو پانی کا حق نہیں - وہاں سے دو نہریں گذرتی ہیں - لیکن ایک سے بھی پانی نہیں دیا جاتا - upper chenab بھی ہے - مگر ایک بوند پانی نہیں دیتے البتہ سیم ملتی ہے ہمیں نارووال کے لئے صرف ۸۰۰ کیوسک پانی درکار ہے - اس لئے گذارش ہے کہ ہمارے لئے کچھ نہ کچھ انتظام کیا جائے وہاں کے کاشتکار اور بہاولپور کے کاشت کار دونوں کو پانی کی اشد ضرورت ہے - یہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور وہ بھی ہمارے بھائی ہیں - اس لئے ان کی ضرورت کے مطابق ان کو پانی مہیا کیا جائے -

وزیر زراعت و خوراک—خواجہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے یہ سب بجا ہے - سیالکوٹ میں تو کچھ کرنے کی بجائے الٹا concede کرنا چاہئے - جتنے links ہیں وہ سب water-logged ہیں - وہاں پانی دینے کی بجائے پانی پیدا ہو رہا ہے - ٹیوب ویل سکیم in hand ہے - اللہ کے فضل سے وہاں کا پانی میٹھا ہے - اور جلدی سپلائی ہوگا -

Mr. Speaker : There are very fertile lands.

وزیر زراعت و خوراک—Yes, Sir, very fertile قابل افسوس بات ہے کہ جو رقبہ اتنا آباد تھا وہ اب بنجر ہوگیا ہے ۔

We are making all efforts to reclaim those lands and to rehabilitate those people.

یہاں تک کہ ان بیچاروں کو اب مجبور ہو کر تھل کی طرف لیجایا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : In view of the assurance, I think the member is not pressing his motion.

چودھری محمد ابراھیم—جی ہاں ۔ ان کو اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے ۔

Minister of Food & Agriculture : Subject to the availability of water you will have it.

Mr. Speaker : The motion is not pressed.

Mr. Speaker : Sardar Doda Khan is not present, his motion lapses.

EAST PAKISTAN RELIEF FUND

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—جناب صدر ۔ میرا impression تو یہ تھا کہ یہ معزز ایوان جو فیصلہ کرے وہ بہت با عزت فیصلہ ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ ضرور برآمد ہوتا ہے ۔ لیکن مجھے اس بات سے نہایت دکھ ہوتا ہے کہ ایسٹ پاکستان ریلیف فنڈ کے لئے جو آپ کے ارشاد کے مطابق تحریک منظور کی تھی اس میں ابھی تک کوئی رقم جمع نہیں ہوئی ۔ اور بہت سے ممبران نے ادا نہیں کی ۔

مسٹر سپیکر—بہت سے نہیں ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—جتنے بھی ہیں ۔ ان کی

لسٹ مہیا کی جائے کہ کون کون سے صاحبان رقم ادا کر چکے ہیں اور کن کن کے ذمہ ابھی باقی ہے ۔

Mr. Speaker : I will furnish that list to the Leader of the Opposition and the Leader of the Majority Party.

BUDGET (RAILWAYS)

DEMANDS FOR GRANTS

Mr Speaker : Now, we will take up demands for grants in respect of New Expenditure (Railways) 1964-65.

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : I beg to move :

> That a sum not exceeding Rs. 50,56,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses—General Administration.

Mr. Speaker : The Demand moved is—

> That a sum not exceeding Rs. 50,56,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses—General Administration.

The first cut motion is by Mr. Ahmed Saeed Kirmani and the member is not present. The next is by Allama Rehmat Ullah Arshad.

Allama Rehmat Ullah Arshad : I am not moving it.

Mr. Speaker : The motion is not pressed. Next cut motion is by Ch. Mohd Ibrahim.

GENERAL ADMINISTRATION

Chaudhri Muhammad Ibrahim (Sialkot-III) : Sir, I beg to move—

> That the total of Rs. 50,56,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total New Expenditure be reduced by Rs. 50,55,999.

Mr. Speaker : Demand under consideration, the motion is—

> That the total of Rs. 50,56,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total New Expenditure be reduced by Rs. 50,55,999.

Minister of Railways : Opposed.

چودھری محمد ابراھیم—صاحب صدر ۔ محکمہ کی کارگذاری کے متعلق اس سے پیشتر بہت کچھ کہا جا چکا ہے ۔ جب کوئی شخص بالکل غیر جانب دارانہ طور پر اس بجٹ کو دیکھتا ہے اور اس کی کارگذاری پر نظر ڈالتا ہے تو دو باتیں کھل کر اس کے سامنے آ جاتی ہیں ۔

۱ - محکمہ کی extravagance

۲ - محکمہ کی inefficiency

new expenditures کے سلسلے میں جو details دی گئی ہیں اور جو اعداد و شمار اس ہاؤس میں سپلائی کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں ۱۶ کروڑ کا خسارہ ہے جسے کمال شعبدہ بازی سے فاضل بجٹ کی صورت میں پیش کر دیا ہے ۔ ایک طرف تو خسارہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف سٹاف میں بے حدوحساب اضافہ ہو رہا ہے ۔ یہ کتاب جو آپ نے ۱۹۶۴-۶۵ء کے ریلوے کے new expenditures کے متعلق دی ہے اس میں آپ نے نئی آسامیوں کا ذکر کیا ہے ۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ محکمہ ریلوے اپنے سٹاف میں اضافہ کرنا چاہتا ہے ۔ اس کا صفحہ ۴ غور سے ملاحظہ کریں ۔ اس میں معمولی کلرک یا فورتھ کلاس کے ملازمین ہی نہیں بلکہ بیس بیس ہزار روپیہ کی آسامیاں قائم کی جا رہی ہیں ۔ اور وہ یہ ہیں ۔

1. Senior Administrative post in planning cell ... Rs. 20,000

2. Junior Administrative post in the finance working with a special pay of Rs. 250 ... Rs. 20,000

علی ہذالقیاس اس صفحہ پر ۱۴ قسم کی آسامیاں ہیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ جیسا کہ ریلوے ایک کاروباری ادارہ ہے کیا یہ بزنس کے نقطہ نظر سے صحیح ہے ۔ کیونکہ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس میں جتنا سرمایہ لگا ہے اس کے مقابلہ میں return کیا ہو رہا ہے اور منافع کیا ہو رہا ہے ۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے اس پر کوئی ۱۳۵ کروڑ کی رقم خرچ ہوئی ہے ۔ اگر یہی رقم کاروبار میں لگائیں جس

میں صرف ۴ فیصدی منافع ہو تو بھی کئی کروڑ کی رقم بنتی ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اتنے سرمایہ لگانے سے کچھ فائدہ ہو حکومت اپنی پبلک یا دوسرے فریق یعنی نچلے درجہ کے ملازمین جن پر حقیقت میں ریلوے کی ساری آمدنی کا دارومدار ہے معمولی سی رقم ان کی رفاہ اور بہبودی کے لئے خرچ کرے تو یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ والی بات ہوگی۔ کل ۷۴۵۰۰۰۰ روپیہ کی رقم درجہ چہارم کے ڈیڑھ لاکھ مزدوروں کے لئے اور مسافروں کے لئے جن کی جیبوں سے یہ رقم آتی ہے۔ ۴۶ لاکھ کی رقم منظور کی گئی ہے۔ اور ۲۱ لاکھ ان لوگوں پر خرچ ہوگا۔ جن کی تعداد کروڑوں کی ہے۔ اس حساب سے فی مسافر ایک چھوٹا پیسہ بھی نہیں آتا۔ ایک طرف تو یہ ہو رہا ہے کہ expenses میں نت نئے اضافے ہو رہے ہیں اور بجائے اس کے کہ اخراجات کو کم کریں روپیہ ضائع کیا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے سارا بجٹ سامنے رکھیں تو ۲۶ کروڑ کا خسارہ ہوگا۔

لیکن اس کے باوجود جو نئی آسامیاں قائم کی جا رہی ہیں کیا یہ کسی بزنس man اور کسی کاروباری ادارہ کے لئے کسی صورت میں بھی موزوں ہو سکتا ہے۔ صاحب صدر یہ جو دو بڑی ڈیمانڈ ہیں ایک کا مزدور طبقہ سے تعلق ہے جن پر ساری آمدنی کا دارومدار ہے ان کے اوپر خرچ جو ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے دوسری طرف بڑی بڑی آسامیاں ہیں مجھے معلوم ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی کرپشن کا case تیار ہوتا ہے تو اسے اس آسامی سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ لگا دیا جاتا ہے اور جیسا کہ میاں محمد اکبر صاحب نے ایک

case بتایا ہے وہ اپنی نوعیت کا ایک اکیلا case نہیں ہے ایسے بہت سے cases ہیں کہ ایک بد دیانت افسر کے خلاف جب کوئی شکایت کی جاتی ہے تو پھر اسے ترقی دے کر کسی دوسری آسامی پر بھیج دیا جاتا ہے تو ایڈمنسٹریشن کی جب شکل و صورت یہ ہو تو وہ کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے ۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جو ان کے سامنے کام ہے اور جو کام ہو رہا ہے اس کے پیش نظر افسروں کی ایک بھیڑ اکٹھی کی جا رہی ہے ۔

صاحب صدر ۔ آپ خیال کیجئے کہ ایک ہزار بد دیانت اور inefficient آدمی اگر کسی ادارے میں کام کر رہے ہیں تو ان کا جو ماحصل ہوگا وہ ظاہر ہے اور اگر ایک آدمی ان ایک ہزار آدمیوں کے مقابلے میں دیانتداری اور efficiency سے کام کرتا ہے تو وہ اکیلا زیادہ نفع مند ثابت ہوتا ہے ۔ اس لئے اس وقت جس چیز پر زور دینا ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ عملے کو ہی دیانت کیش اور efficient بنایا جائے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ دیانتداری اوپر سے نہیں برستی ہے اور efficiency بھی اوپر سے نہیں برستی ہے یہی لوگ جو انگریز کی خدمت میں بہت زیادہ دیانتدار اور efficient تھے اور زیادہ دیانتداری اور efficiency سے کام کرتے تھے کیا وجہ ہے کہ آج یہ اپنے گھر کا کام اسی دیانتداری اور efficiency سے نہیں کر رہے ہیں اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ انگریز کے اپنے سامنے ایک مقصد تھا اور اسی مقصد کے پیش نظر وہ سب سے کام لیا کرتا تھا ۔ یہاں ہمارے سامنے شروع سے کوئی مقصد ہی نہیں رہا سوائے اس کے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ

اپنے اپنے فائدہ کی سوچ رہا ہے لیکن جیسا کہ ملک قادر بخش نے کہا ہے کہ ایڈمنسٹریشن میں ہر جگہ ایسے ایسے آدمی موجود ہیں جن کے دامن پر نماز پڑھی جا سکتی ہے مجھے اس سے اتفاق کرنے میں خوشی ہے لیکن عام طور پر جو افراد ہیں وہ اپنے سامنے صرف ایک ہی غرض رکھتے ہیں کہ کس طریقہ سے وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ وصول کر سکتے ہیں اپنے ذاتی وسائل اور اپنے ذاتی آرام و نفع کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہی صورت حال رہی تو آئندہ کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ آپ خیال کیجئے کہ انگریز نے اس ملک میں ریلوں کا جال بچھا دیا تھا تو کیا آج ہماری ۱۷ سالہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہم نے بھی کچھ اضافہ اس میں کیا ہے جال بچھانا تو درکنار اس میں کسی قسم کی extension کی ہے ہمیں جو کچھ انگریز دے گیا تھا ہم اسی کو استعمال کرتے جا رہے ہیں۔ ہم نے کتنی لمبی لائنیں بنائی ہیں ہم نے کتنی bogies بنائی ہیں اور کتنی لائنیں تیار کی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ سامان امپورٹ ضرور کیا ہے۔ ایک یہی سوال لے لیجئے کہ ہم نے لاکھوں اور کروڑوں روپے خرچ کر کے ریل کاریں منگوائیں اور یہ اس لئے کیا تھا کہ اس سے تھرڈ کلاس مسافروں کو سہولت ملے گی تو انہیں نے کتنے دن کام کیا اور اس سے آپ نے کتنا منافع کمایا اور کیا وہ ادنیٰ——

Minister of Railways: Sir, rail cars have nothing to do with the New Expenditure.

چودھری محمد ابراہیم—میں ایڈمنسٹریشن کی بات کر رہا ہوں یہ ایڈمنسٹریشن کے سلسلے میں ڈیمانڈ ہے میں سمجھتا

ہوں کہ ایڈمنسٹریشن کی نالائقی کا بیان کرنا بے حد ضروری ہے ۔ اور یہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ آپ نے کروڑوں روپیہ خرچ کیا اور اس سے آپ نے کیا منافع کمایا ۔

Mr. Speaker : The member demanding new expenditure for Administration.

چودھری محمد ابراہیم—میں آپ کے ایڈمنسٹریشن کی بےضابطگیاں پیش کر رہا ہوں جو آپ کا ایڈمنسٹریشن کر رہا ہے اسی پر میں بحث کر رہا ہوں ۔ صاحب صدر ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک طرف تو یہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف اس سٹاف میں اضافہ کیا جا رہا ہے جو ایک معمولی فرق نہیں ہے کہ آپ افسروں میں اضافہ ایک fleet کی طرح کر رہے ہیں ۔ مسافروں کو جو سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں وہ بھی ہمیں معلوم ہیں کچھ نمائشی ہاتھی پالے جا رہے ہیں اور جن کی جیبوں سے یہ روپیہ نکالا جا رہا ہے ان کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ اس بجٹ سے عیاں کر دیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس طرف اور اس طرف کے مقررین میں خواہ کتنا ہی اختلاف رائے کیوں نہ ہو لیکن وہ اس معاملے میں کم سے کم پورے طور پر متفق ہیں کہ یہ کرایہ میں جو اضافہ کیا گیا ہے یہ سراسر غیر ضروری ہے اور یہ نہ ہونا چاہئے تھا ۔ جو حضرات اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے کرایہ میں اضافہ کی مخالفت کی ہے میں ان سے یہ عرض کرونگا کہ وہ کم سے کم اس ڈیمانڈ پر جرات کا ثبوت دیں کچھ ہمت کریں اور اس میں ۱۰ روپے کی کٹوتی منظور کر لیں تاکہ اس وزارت کو معلوم ہو کہ اس ہاؤس کے پاس بھی کچھ طاقت ہے اور وہ اپنی بات منوا سکتا ہے

صرف زبان سے کچھ باتیں کر دینا اور ہمدردی کر دینا کچھ مفید مطلب نہ ہوگا ۔ کم سے کم وہ یہ طے کریں کہ ہم کسی معاملے میں گورنمنٹ کے ساتھ اگر مناسب نہیں ہوگا تو نہیں ہونگے اور نہ گورنمنٹ کو ووٹ دینگے کیونکہ ہمارے پاس قوت ہے اور ہم کچھ کر سکتے ہیں ۔ خواہ وہ کتنی ہی قلیل رقم کیوں نہ ہو اور گورنمنٹ اس کا مطالبہ کر رہی ہو ۔

صاحب صدر ۔ چودھری عبدالرحیم صاحب نے اس ایڈمنسٹریشن کی مخالفت میں ایک واقعہ کا ذکر کیا تھا میں بھی اس پر روشنی ڈالتا ہوں ۔ نارووال کے سٹیشن کے سٹیشن ماسٹر کے کمرے کا ایک بلب خراب ہوگیا تھا اس نے لائین man سے کہا کہ وہ دوسرا بلب بدل دے لائن man چاہتا تھا کہ ایک بلب خراب ہے لیکن ۱۰ bulbs خراب ہونے کا سٹیشن ماسٹر سرٹیفکیٹ دیدے اس نے ایسا نہیں کیا تو لائین man نے سٹیشن ماسٹر کا الیکٹرک fan بگاڑ دیا ۔ خیال فرمائیے کہ لائین man ایک معمولی آدمی اور سٹیشن ماسٹر سٹیشن کا چیف executive آفیسر ہوتا ہے اس کے کمرے کا fan بگاڑ دیا گیا یہی نہیں بلکہ مسافر خانے میں جو چائے کا سٹال تھا اس سٹال والے نے اس کو ایک چائے کی پیالی نہیں پلائی اور انکار کیا تو اس نے مسافر خانے کا بھی پنکھا بگاڑ دیا ایسی حالت میں میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ بڑے بڑے آفیسر چھوٹے چھوٹے آدمیوں سے پٹے چلے جاتے ہیں آخر ان کی ترکیب استعمال کیا ہے ایک معمولی سا لائین مین بھی سٹیشن ماسٹر کے discipline کو قائم نہیں رکھ سکتا اس کھیل سے یہ دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں کہ ایڈمنسٹریشن پر یہ اتنا بڑا خرچ فضول خرچی کے مترادف ہے

اور یہ ریلوے جو کاروباری ادارے کی حیثیت سے چلائی جا رہی ہے یہ بجائے نفع کمانے کے خسارے میں جا رہا ہے۔

Mr. Speaker : Will the member please discuss any particular item of the new expenditure. That would become general discussion on the General Budget.

چودھری محمد ابراہیم—صاحب صدر۔ دوسری بات جو میں نے عرض کی ہے۔ کہ یہ جو ساری posts ہیں۔ جن کے لئے روپیہ مانگا جا رہا ہے۔

مسٹر سپیکر—آپ اپنی تقریر میں اس expenditure کے حوالے سے فرمائیں۔

چودھری محمد ابراہیم—میں نے یہ عرض کیا ہے۔ کہ planning cell میں administrator کی جو post قائم کی گئی ہے۔ جس کے لئے بیس ہزار روپے کا یہ مطالبہ زر ہے۔ آپ خیال کیجئے۔ کہ کیا اس سے پہلے کام نہیں چل رہا تھا۔ planning cell کے لئے ایک administrator کی post کا قیام کیا ضروری ہے۔ جب کہ اس سے پہلے ۵۷۹ آدمی ایسے ہیں۔ جو میرے خیال میں صرف نمائش کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ جن کے ذمے کار و باری لحاظ سے کوئی خاص کام نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ ریلوے کے اس نظام میں جو اچھا بھلا چل رہا تھا۔ اس میں کیڑے ڈالیں۔ اور اس میں خواہ مخواہ کی خرابیاں پیدا کریں۔ ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ میں نے یہ دو باتیں جو عرض کی ہیں۔ کہ حکومت extravagant اور inefficient ہے۔ اس لحاظ سے میری جو تحریک ہے۔ اس کو پیش کرتا ہوں۔ اور اس پر اصرار کرتا ہوں۔ کہ اس ایوان نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے تحت کم از کم ایک گرانٹ کو تو روک کر بتا دیں۔ کہ ہم اس معزز ایوان کے اراکین وہ قوت رکھتے ہیں۔ کہ

ان کو مجبور کر سکیں ۔ کہ وہ اس سلسلے میں کچھ صحیح کام کر سکیں ۔

میاں محمد اکبر (گجرات ۔ ۱)۔جناب والا ۔ یہ جو جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے demand رکھی گئی ہے ۔ اس کی تفصیل کو اگر ایک نظر سے دیکھیں ۔ تو ایڈمنسٹریشن میں سب سے پہلی بات جو آنکھوں کو کھٹکتی ہے ۔ وہ ریلوے بورڈ کے لئے ایک لاکھ اکسٹھ ہزار روپے کے صرفے سے مزید نئی posts کی منظوری ہے ۔ جناب والا ۔ جہاں تک ریلوے بورڈ کا تعلق ہے ۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے ۔ کہ یہ ایک بالکل بیکار اور نمائشی ادارہ ہے ۔ جناب والا ۔ پچھلے بجٹ سیشن میں بھی اس معزز ایوان کے دونوں جانب سے اراکین نے بحث میں حصہ لیتے وقت ریلوے بورڈ کو بالکل ایک ناجائز اور فالتو ادارہ قرار دیا تھا ۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے ۔ کہ تقسیم ملک سے پہلے تو متحدہ ہندوستان بیس سے زیادہ ریلوے کمپنیاں تھیں ۔ جن کے کاموں کو جن کے مختلف operations کو مربوط کرنے کے لئے ایک ریلوے بورڈ قائم تھا ۔ اور اس کا کوئی جواز پیش کیا جا سکتا تھا ۔ اس کے بعد جب تقسیم ملک عمل میں آئی ۔ اور پاکستان کا قیام معرض وجود میں آیا ۔ تو پھر بھی ہمارے پاس کم از کم دو ریلیں تھیں ۔ یعنی نمبر ۱ ایسٹ پاکستان ریلوے اور نمبر دو ویسٹ پاکستان ریلوے ۔ اس وقت بھی میں سمجھتا ہوں ۔ کہ کسی حد تک ریلوے بورڈ اپنے قیام کا جواز کھو چکا تھا ۔ لیکن پھر بھی یہ کہا جا سکتا تھا ۔ کہ چونکہ دو ریلیں تھیں ۔ دو مختلف بازوؤں میں ریلیں تھیں ۔ تو ان کی co-ordination کے لئے ایک ایسے ادارے کی ضرورت تھی ۔ جو ان دونوں کا حاکم اعلے متصور ہو ۔ لیکن یہ تعجب ہے ۔ کہ ریلوے صوبائی احاطہ اختیار میں آ جانے کے بعد جب کہ ہمارے پاس صرف ایک ریلوے ہے ۔ تو اس ایک

ریلوے پر ریلوے بورڈ کو قائم رکھنا میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ نا جائز اصراف ہے ۔ اور ہمارے فنانسز پر اتنا بڑا بوجھ ہے ۔ جو ہمارے صوبے کی ریلوے کے لئے ناقابل برداشت ہے ۔ مزیدآں ہیڈکوارٹرز میں جنرل منیجر صاحب کا جو دفتر ہے ۔ جنہیں اب وائس چیئرمین ریلوے بورڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ وہاں وہی محکمے پہلے ہی سے full-fledged کام کر رہے ہیں ۔ جو کہ ریلوے بورڈ میں ہیں ۔ تو اگر میں یہ کہوں کہ ریلوے بورڈ کے قیام سے محکموں میں duplication ہو گئی ہے ۔ تو یہ بیجا نہ ہو گا ۔ کیونکہ ریلوے بورڈ کے حکام وہی کام کر رہے ہیں ۔ جو کام ریلوے ہیڈکوارٹرز میں ہو رہا ہے ۔ اس سے بعض اوقات کام میں تاخیر پیدا ہوتی ہے ۔ کام جلدی نہیں ہوتا ۔ پلاننگ اور دوسرے کاموں میں جو duplication ہوتی ہے ۔ جو کئی اور محکمے بھی کر سکتے ہیں ۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی تمام تر توجہ اپنے کام پر مرکوز نہیں کر سکتے ۔ ہیڈکوارٹر کے افسران کو یہ انتظار ہوتا ہے ۔ کہ ہمیں ریلوے بورڈ کی طرف سے ہدایات موصول ہوں گی ۔ تو اس پر عمل درآمد کریں گے ۔ اس لئے جو محکمہ جات محکمہ ریلوے میں بھی ہیں ۔ وہ بھی اسی طرح بیٹھے رہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں ۔ کہ اگر انہوں نے کوئی سکیم بنائی ۔ اور اگر انہوں نے کوئی پلاننگ کی ۔ اور اوپر سے اس کے بر خلاف کوئی آرڈر آ گئے ۔ تو ان کی سکیمیں دھری کی دھری رہ جائیں گی ۔ اس لئے وہ بیکار بیٹھے رہتے ہیں ۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں ۔ اور پھر ریلوے بورڈ کو یہ انتظار ہوتا ہے ۔ کہ چونکہ نیچے ہیڈکوارٹر میں بھی ایسا عملہ ہے ۔ اس لئے وہ اپنی تجاویز خود سوچ لیں گے ۔ اس لئے اس duplication سے ریلوے کے ادارے کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے ۔ اور میں نے پچھلے بجٹ سیشن میں بھی گذارش کی تھی ۔ کہ ریلوے بورڈ کو ختم کیا

جائے ۔ لیکن یہ ایک طرفہ تماشہ ہے ۔ ایک مذاق ہے ۔ جو اس معزز ایوان کے ساتھ کیا جا رہا ہے ۔ اور سب سے پہلا جو مطالبہ زر ہے ۔ وہ اسی ریلوے بورڈ میں مزید افسران کی بھرتی کے لئے ہے ۔ جناب والا ۔ یہ ہمارا منہ چڑایا جا رہا ہے ۔ چونکہ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں ۔ کہ اس ریلوے بورڈ کو ختم کیا جائے ۔ تو وہاں ہماری بیورو کریسی یہ کہتی ہے ۔ کہ ہم اپنے اختیارات کو استعمال کر کے اپنی تعداد میں مزید اضافہ کرائیں گے ۔ اس لئے جو مطالبہ زر سب سے پہلے ہے ۔ وہ ایک لاکھ اکسٹھ ہزار روپے جو نئی posts کے لئے ہے ۔ اس میں پچاس ہزار روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے ۔ یہ جو تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں ۔ تو اس طرح یہ مطالبہ زر کل دو لاکھ گیارہ ہزار روپے کا ہے ۔ تو اس میں یہ کہا جا رہا ہے ۔ اس کا جواز یہ پیش کیا جا رہا ہے ۔ کہ ہم نیا planning cell بنا رہے ہیں ۔ تو یہ بھی سمجھ سے بالا تر ہے ۔ کہ آج تک ریلوے بورڈ بغیر پلاننگ کے کس طرح چل رہا ہے ۔ ایک محکمہ ہے ۔ اور ان کی ڈیویلپمنٹ کے لئے ایک الگ چیف انجینئر پہلے ہی مقرر ہے ۔ ڈیویلپمنٹ میں جو سکیمیں آئیں گی ۔ یہ جو کام ڈیویلپمنٹ کا کیا جائے گا ۔ تو معمولی عقل کے آدمی کے لئے یہ چیز بالاتر ہے ۔ کہ بغیر پلاننگ کے ڈویلپمنٹ کس طرح ہو رہی ہے کیا آج تک جتنی ڈویلپمنٹ ہمارے ریلوے کے محکمے میں ہوا ہے یہ بغیر ڈویلپمنٹ کے ہوتا رہا ہے ۔ slip shod manners haphazard میں کیا جا رہا ہے جناب والا ۔ اگر ہمارا ریلوے بورڈ پہلے ہی پلاننگ اور اپنی ڈویلپمنٹ سکیمیں بنا رہا ہے تو بھی اس کا کیا جواز ہے کہ وہ چاہتے ہیں planning cell قائم کیا جائے اس لئے میں جناب والا ۔ کی خدمت میں عرض کرونگا کہ ہم سے یہ جو مطالبہ زر کیا جا رہا ہے یہ بالکل ناجائز ہے کیونکہ

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی ڈویلپمنٹ محکمہ کو بغیر پلاننگ کے نہیں چلا سکتا اس لئے یہ ایک ناجائز بوجھ ہے جو ہم پر ڈالا جا رہا ہے جس کی ہم مخالفت کرتے ہیں اس کے علاوہ اس کا ایک جواز یہ پیدا کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے جو track renewal شروع کر رکھی ہے اس کے لئے وہ چاہتے ہیں کہ ایک نیا ڈویژن قائم کیا جائے جو اس track renewal کا کام کرے تو اس کے لئے میری گذارش یہ ہے کہ یہ ایک ناجائز اور غیر ضروری اصراف ہے۔

کیونکہ track renewal کا کام پچھلے سال سے جاری ہے اور وہ چل رہا ہے۔ جیسے بھی حالات ہیں وہ چل رہا ہے۔ کیونکہ پچھلے سال اس کے متعلق کوئی شکایت نہیں کی گئی تھی ریلوے کے محکمے کی طرف سے کہ کوئی تکلیف track renewal میں ہے۔ اس سے پچھلے سال بھی کوئی ایسا مطالبہ نہیں آیا تھا۔ اب یہ مطالبہ ضد کی وجہ سے کیا گیا ہے کیونکہ ہمارا مطالبہ ہے کہ ریلوے بورڈ ختم کیا جائے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم مزید آفیشلز بھرتی کر لیں۔ اس لئے وہ مختلف آسامیاں جناب والا۔ نکال رہے ہیں۔ اور پھر یہ گذارش کرونگا کہ جس ڈویژن اور جس علاقہ میں track renewal کا کام ہو رہا ہے وہاں پہلے بھی عملہ ہوگا جو لائینوں کی دیکھ بھال کرتا اور جو ہمارے پرانے tracks کو دیکھتا ہے۔ جہاں track renewal والے آفیشلز کو چلایا جا سکتا ہے وہاں ہمارے پرانے آفیشلز کیا کرینگے۔ کیا وہ بیکار ہو جائیں گے۔ کیا آپ پرانے افسران کو نکال رہے ہیں۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ پرانے افسر بھی رہ رہے ہیں اور پرانا سٹاف بھی رہ رہا ہے اور نئے

کا بوجھ ڈالا جا رہا ہے کہ نئے آفیسر بھرتی کئے جائیں - تو میں یہ گذارش کرونگا جناب والا - کہ یہ بہت غیر ضروری ہے -

Mr. Speaker : Parliamentary Secretary, Railways, to be attentive.

میاں محمد اکبر—تو جناب والا - جو یہ گل کھلا رہے ہیں اس کے نمونہ جات میں نے اس ایوان میں پیش کئے ہیں - میں دو چار باتیں اس سلسلے میں ضرور کرونگا کہ انتظامیہ کی ہمت کی وجہ سے ۳۶ نئی گاڑیاں پچھلے سال چلائی گئیں اور ان کی وجہ سے محترم وزیر ریلوے نے ارشاد فرمایا تھا کہ ریلوے کے بجٹ کی وجہ سے آمدنی بڑھ گئی ہے - بجا ارشاد فرمایا محترم وزیر ریلوے نے لیکن اگر میں ان سے یہ سوال کروں تو ممکن ہے کہ وہ بہت پریشان کن سوال ہو کہ مجھے بتائیے اور مجھے اعداد و شمار دیجئے کہ جب ۳۶ نئی گاڑیاں زائد بڑھتی ہیں تو ان میں space fleet کتنی بڑھی - میری مراد ہے کہ کتنی بوگیاں زائد آپ نے ڈالیں اپنے فلیٹ میں میری انفارمیشن کے مطابق جو ۳۶ نئی گاڑیاں چلائی گئیں ان میں بیشتر کے ریک جو ہیں وہ اس طرح بنائے گئے ہیں کہ پرانی گاڑیوں کی ریکوں سے دو تین بوگیاں کاٹ دی گئی ہیں اور ان کو یکجا کر کے ان نئی گاڑیوں کے ریک بنا دئے گئے ہیں - اس سے جناب والا - یہاں ایک طرف تو یہ بات ہے کہ کوئی space بڑھی اور travelling public کے لئے کوئی سہولت نہیں دی گئی وہاں operational expenses بہت بڑھ گئے ہیں اور انجنوں کی پاور ضائع کی جا رہی ہے کیونکہ ۳۶ نئی گاڑیوں کے ساتھ ۳۶ ہی نئے انجن لگائے جائینگے - پہلے ۳۶ انجن کم کام کر رہے تھے اور یہی بوگیاں تھیں جو یہ پرانی ریل گاڑیوں کے ساتھ تھیں - تو اس طرح ہمارے operational expenses کم تھے - میرا یہ دعویٰ

ہے کہ ان ۳۶ گاڑیوں میں ایک بھی بوگی کی ایزادی نہیں کی گئی ۔ میں یہ ماننے کو تیار ہوں کہ کسی حد تک کچھ percentage اس میں نئی بوگیوں کی ضرور ڈالی گئی ہوگی لیکن بہت بڑی تعداد ان ریکوں کی اس طرح بنائی گئی ہے کہ existing اور پرانی گاڑیوں کی ۲/۲ ۳/۳ بوگیاں کاٹ کر نئی ریکین بنا دی گئی ہیں اور یہ ناجائز بوجھ ڈالا گیا ہے محکمہ ریلوے پر کیونکہ اس طرح سے operational expenses بہت بڑھ گئے ہیں اور خاص کر انجن پاور ضائع ہو رہی ہے ۔ اس جگہ پر اگر میں ایک suggestion پیش کروں تو میرے خیال میں کوئی پس و پیش نہیں ہونی چاہئے اور محترم وزیر ریلوے کو اس کے ماننے میں کیا حرج ہے ۔ کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس وقت ہماری عام گاڑیوں میں خاص کر برانچ لائینوں اور پسنجر ٹرینوں میں کم از کم تین ڈبے ضائع جا رہے ہیں ۔ ایک ڈبہ تو پولیس والوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے ۔ ایک ڈبہ پانی والوں کا ہوتا ہے اور ایک ڈبہ برف والوں کا ہوتا ہے ۔ خاص طور پر گرمی کے سیزن میں یہ بالکل ضروری چیزیں ہیں ۔ میں ماننے کو تیار ہوں لیکن میں گذارش کرونگا ۔ مجھے ان کی ضرورت سے قطعاً انکار نہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس بھی ضرور چاہئے گاڑی کے ساتھ پانی کا انتظام اور برف کا بندوبست بھی چاہئے ۔ لیکن میری گذارش یہ ہے کہ کیا یہ تین چیزیں یکجا نہیں کی جا سکتیں ۔ کتنا پولیس کا عملہ ہوتا ہے جس کے لئے پوری بوگی درکار ہوتی ہے ۔ صرف دو تین سپاہی ہوتے ہیں ایک ڈبہ میں ۔

Mr. Speaker : Is the member on a point of order ?

Parliamentary Secretary (Mian Mehraj ud-Din) : On a point of information Sir.

Mr. Speaker : No point of information.

میاں محمد اکبر۔جناب والا ۔ میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ میری التماس یہ نہیں ہے کہ پولیس گاڑی کے ساتھ سفر نہ کرے یا پانی کا بندوبست نہ ہو یا یہ کہ برف مسافروں کو راستے میں مہیا نہ کی جائے۔ میں مانتا ہوں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سب ضروری چیزیں ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری گذارش یہ ہے کہ ریلوے پولیس کا کتنا عملہ ایک گاڑی کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ میرے علم اور مشاہدے کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو تین سپاہی ایک گاڑی کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور ان کے لئے ایک پورا ڈبہ مہیا کیا جانا میرے خیال میں اصراف ہے اور اس ڈبے کو اس طرح جناب والا ۔ استعمال کرتے اور اس طرح وہ بھرتے ہیں کہ پولیس والے خود پیسے لے لیتے ہیں بجائے اس کے کہ ریلوے کو ٹکٹوں کے پیسے دیں ۔ پولیس والے خود پیسے لے کر نجی سواریاں بٹھا لیتے ہیں اور ڈبے کو بھر لیتے ہیں اور منزل مقصود پر جا کر وہ سٹیشن کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پولیس والے اپنے فری پسنجرز کو سٹیشن سے گذروا دیتے ہیں تو اس طرح وہ فالتو ڈبہ جو دو تین پولیس کے سپاہیوں کے لئے مختص کیا جاتا ہے اس طرح اس کو ناجائز مصرف میں لایا جا رہا ہے۔ اس طرح جناب والا ۔ پانی اور برف والوں کا ڈبہ یکجا کر کے اگر اس میں اگر دو تین پولیس کے سپاہی بٹھا دئے جائیں تو میرے خیال میں بجائے تین ڈبوں کے ایک ہی ڈبہ ضروری ہے ۔

Mr. Speaker : The member means that ice and Police should be together ?

Mian Muhammad Akbar : Yes Sir. Ice and Police together so that they should be cool Sir.

Mr. Speaker : They would become inactive then (*laughter*).

علامہ رحمت اللہ ارشد۔وہ ساری سوڈے کی بوتلیں پی جائینگے۔

(قہقہے)

میاں محمد اکبر۔تو جناب والا ۔ میرے اندازے کے مطابق ہر گاڑی میں دو ڈبے ہمیں فالتو مل سکتے ہیں جو ۲۰۰ مسافروں کے لیے جانے کے لئے کافی ہیں اور اس طرح اگر ہر ایک گاڑی میں ۲۰۰ مسافروں کی گنجائش نکل آئے تو اس سے مزید کرایہ جو ریلوے کو حاصل ہوگا اور سال کے بعد حساب لگایا جائے تو وہ کروڑوں تک پہنچ جائے گا اور یہ مزید آمدنی ریلوے کے لئے ہوگی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ریلوے ایڈمنسٹریشن اور ریلوے بورڈ اس طرف سے اپنی آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور اپنے قیام کا صحیح جواز پیش نہیں کر رہیں ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ حسن ابدال کے ریلوے سٹیشن سے بجری load کی جاتی ہے ۔ میں نااہلی ریلوے بورڈ کی آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کے قیام کا کوئی جواز نہیں ہے اور یہ اب مزید ہم سے روپیہ مانگ رہے ہیں ۔ اور سفید ہاتھیوں کو کلے سے باندھ رہے ہیں تو اس لئے جناب والا ۔ میں گذارش کر رہا ہوں کہ ہماری ریلوے ایڈمنسٹریشن کیا کیا گل کھلا رہی ہے ۔ جناب والا ۔ پہلے یہ آرڈر ہوتا تھا کہ جو بجری ویگنوں میں بک کی جائے اس کا وزن کیا جائے اور باقاعدہ وزن کے حساب سے پہلے پیسے وصول کئے جائیں بجری load کرنے والوں سے ۔ لیکن کسی قابل افسر کے دماغ میں آیا کہ weigh bridge پر اگر گاڑیاں جائیں تو وہ رک جاتی ہیں اس لئے بغیر weigh bridge ان کی carrying capacity یہ چارج کر لو ۔ جتنی carrying capacity ایک ویگن کی ہے

اس کے لئے پیسے وصول کر لو ۔ اس طرح ریلوے کو نقصان نہیں ہوگا اور ہماری ریل گاڑیاں پوری تیز رفتاری کے ساتھ چلینگی تو ہوا یہ جناب والا ۔ کہ آرڈر یہ ہوگیا ہے کہ آئندہ کے لئے بجری کی جو گاڑیاں ہونگی وہ weigh bridge پر نہیں جائینگی ۔ ان کا وزن نہیں کیا جائیگا ۔ وہاں یہ ہوگا کہ جتنی ان کی carrying capacity ہے اتنا کرایہ وصول کر لیا جائیگا لیکن جناب والا ۔ ہمارے تاجر پیشہ اور بیوپاری پیشہ لوگ بھی ہوشیار ہیں جب انہوں نے یہ سمجھا کہ اب ان کا وزن نہیں ہوتا ہے تو انہوں نے سٹیشن ماسٹروں اور دیگر عملہ سے مل کر بیس بیس پچیس پچیس اور تیس تیس ٹن بجری بھرنی شروع کر دی ۔ چنانچہ جناب والا ۔ اس کے ثبوت میں میں یہ بات ضرور عرض کرونگا کہ ابھی پچھلے دنوں ملتان ریلوے سٹیشن پر ایک ٹیسٹ کیا گیا ۔ چیکنگ کی گئی ۔ بجری کی ۱۰۰ گاڑیاں چیک کی گئیں کہ ان کا وزن کم ہوتا ہے یا زیادہ ہوتا ہے تو اس ٹیسٹ چیک کے نتیجہ کے طور پر جناب والا ۔ چار ہزار روپیہ مزید کرایہ کیا گیا یعنی ۴۰ روپیہ فی ویگن مزید کرایہ وصول کیا گیا کیونکہ وہ گاڑیاں over-loaded تھیں تو اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ ۱۱۶ گاڑیاں قریباً ہیں جن میں بجری اور پتھر لوڈ ہو رہا ہے ۔ اگر روزانہ ۴۰ روپیہ فی ویگن بھی کم ہو تو ۲۱۶ ویگن کا آپ حساب لگا لیں کہ ۱۱۶ ویگن میں ۴۰ روپیہ فی ویگن کے حساب سے کتنی کم رقم ہو رہی ہے ۔ اور پھر اس کو بھی ۳۶۵ سے ضرب دیں یعنی ۱۱۶ ضرب ۴۰ ضرب ۳۶۵ کے حساب کی رو سے جو نکلتا ہے اس کا اندازہ لگائیے ۔ یہ کتنی بڑی بھاری رقم ہے جو اس محکمہ کو وصول ہو سکتی ہے ۔

ہمارے اس ریلوے بورڈ اور ریلوے ایڈمنسٹریشن کی نااہلی کی وجہ سے یہ روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔ اور ہم وصول نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے جناب والا۔ میں یہ گذارش کروں کہ ریلوے بورڈ کے لئے کم از کم یہ جو لفظ allergic ہے اور جب ریلوے بورڈ کا نام آتا ہے تو ماتھے پر پسینہ آ جاتا ہے۔ یہ روپیہ کسی اور نام سے منظور کروا لیں لیکن خدا را ریلوے بورڈ کے لئے ایک پیسہ بھی مزید نہ مانگیں۔

اس کے علاوہ میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں مزید آسامیاں تخلیق کی جا رہی ہیں اور ان نئی آسامیوں پر ایک لاکھ ۹۸ ہزار روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ مجھے جناب والا۔ بہت خوشی ہوتی اگر میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں میڈیشن پر خرچ کیا جاتا۔ اگر ہسپتال میں توسیع کی جاتی۔ بیڈز بڑھائے جاتے۔ دوائیاں مزید خرید کی جاتیں اور ایسی چیزیں جس سے مریضوں کی مدد کی جا سکتی ایسی چیزیں خرید کی جاتیں تو یقیناً ہمارے لئے یہ قابل فخر بات ہوتی ہم بلا تحمل اس کی تائید کرتے۔ لیکن جناب والا۔ جیسا کہ میں سمجھ سکا ہوں ایک لاکھ ۹۸ ہزار روپیہ محض مزید آسامیاں تخلیق کرنے کے لئے لیا جا رہا ہے اور یہ رقم اس کے لئے ہم سے مانگی جا رہی ہے۔ جناب والا۔ کل جو ڈیمانڈ ہم نے پاس کی ہیں ان میں میڈیکل کے لئے ایک ڈیمانڈ ۴۷ ہزار ۴۵ روپیہ کی تھی اس کا آپ تجزیہ کیجئے۔ اس میں دو لاکھ ۷۸ ہزار روپیہ دوائیوں کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ اس کی بریک‌آپ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً ۴۰ فیصدی سے زائد میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے عملہ پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور باقی ۶۰ فیصدی دوائیوں پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ میرے خیال میں دنیا میں کوئی بھی

ایسا محکمہ نہیں جس کا اگر کل خرچہ دیکھا جائے تو اس کے سٹاف کا خرچہ ۴۰ فیصدی ہو ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری۔ نرسنگ میاں صاحب بہترین علاج ہے ۔

میاں محمد اکبر۔ صرف نرسنگ اور دوائیاں کوئی نہ ہوں ۔ میں پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا نرس تو صرف افسران کا علاج ہے ۔ یہ ماتحت کا علاج نہیں ہے ۔ ماتحت کو تو نرس دیکھنے کو بھی نہیں ملتی ہے ۔ اس لئے میں گذارش کرونگا کہ ماتحت اور عام عملہ کے لئے تو دوائیاں ہی ضروری ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ جو چند لاکھ یعنی دو تین لاکھ روپیہ دوائیوں کے لئے رکھا ہے اس کے متعلق میں عرض کرونگا کہ ہیڈ کوارٹرز پر تقریباً ۵۰ ہزار عملہ ہے اگر اس کو فی کس تقسیم کریں تو تقریباً ۹ پیسے نکلتا ہے ۔ میں کہتا ہوں یہ بہت ہی کم رقم ہے ۔ اب اگر میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے لئے کوئی گرانٹ مانگنی تھی تو یہ مانگتے کہ ہم دوائیاں خریدنے کے لئے روپے لے رہے ہیں ۔ ہسپتال میں توسیع کی جا رہی ہے ۔ میرے خیال میں یہ ایک ناجائز قسم کی ڈیمانڈ ہے۔

اس کے بعد جناب والا ۔ یہ گذارش کرونگا کہ میڈیکل کے محکمہ میں ہماری مغربی پاکستان ریلوے کی طرح دوائیوں کا استعمال کر رہی ہے اگر اس کے متعلق کچھ ہی نہ کہا جائے تو بہتر ہے ۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے اور اس کے متعلق عام شکایت ہے اور میں محترم وزیر ریلوے کی خدمت میں بڑی ہردرد یہ اپیل کرونگا کیونکہ یہ ایک صحت کا اور علاج کا انسانی مسئلہ ہے ۔ اس میں افسر اور ماتحت کی کوئی رعایت نہیں ہونی چاہئے ۔ یہاں کوئی تمیز نہیں ہونی چاہئے کہ

یہ بڑا افسر ہے اس کو testoviron کے ٹیکے اور golden pills جو ہیں وہ prescribe کر دو ۔ اور ماتحت کے لئے خالص پانی جو ہے وہ بھی نہ مل سکے ۔ وہ بھی آمیزش شدہ پانی ہو ۔ جناب والا ۔ میں یہ گذارش کرونگا کہ ریلوے میں سسٹم ہے کہ ریلوے ہسپتال میں دوائیاں بازار پرچیز کی جاتی ہیں اور وہ بازار پرچیز صرف افسران کیلئے کیجاتی ہیں اور ماتحت عملہ کے لئے کچھ نہیں کیا جاتا ۔ ایک تو یہ بازار پرچیزز میں ۷۵ فیصدی سے زیادہ خیانت ہو رہی ہے ۔ بازار سے ناجائیز بل بنائے جاتے ہیں ۔ اور ان کا خرچہ جو ہے وہ ہسپتال سے وصول کیا جاتا ہے۔ ایک یہ بھی گذارش کروں گا کہ محترم وزیر ریلوے ذاتی دل چسپی لے کر اس بات کا یقین کریں کہ جو بازار پرچیزز ہے یعنی جو بازار سے دوائیاں خریدی جاتی ہے ۔ ان کا صحیح اور جائیز استعمال ہو رہا ہے ۔ جتنی دوائیاں خریدیں مریضوں پر وہ خرچ ہونی چاہئے وہ افسران پر کیوں نہ خرچ ہوں ۔ لیکن ہسپتال میں ضرور آئیں ۔ کسی کی بھلائی کے کام آ جائیں ۔ یہ نہ ہو جو خرید کرنے والا افسر ہے وہ سارے کے سارے پیسے اپنی جیب میں ڈال لے ۔ اس کے متعلق میں گذارش کروں گا ۔ کہ واپڈا نے جو طریق کار اپنے ماتحت عملہ کیلئے جاری کیا ہوا ہے اسی طرح دوائیاں خریدیں ۔ اور اس کا مقابلہ آپ اپنے موجودہ پرچیز سے کر لیں ممکن ہے کانڈنگ فیکٹر آپ کے لئے ہو اور آپ اس میں اصلاح کر سکیں ۔ مزید برآں میں یہ گذارش کروں گا ۔ میرے پاس ایسی مثالیں بھی ہیں۔ میڈیکل میں جو سکینڈل ہو رہی ہے اسکے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ ایک افسر نے ایک مہینہ میں اپنے لئے ۱۶۳۵ روپے کی دوائیاں منگوائیں اور تمام کا تمام بل ریلوے ہسپتال کو دینا پڑا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ریلوے کے محکمہ میں افسران کی صحت خدا جانے اس کام کی وجہ سے اس فاسٹ لائف کیونکہ وہ فاسٹ سفر بھی کرتے ہیں وہ

جلدی بوڑھے ہو جاتے ہیں ۔ اور ان کو میڈیکل ایڈ کی بڑھاپے میں جا کر ضرورت ہوتی ہے ۔ اس لئے یہ میڈیکل افسر سے بھی ڈرتے ہیں ۔ جناب اس کی مثال میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ ہمارے ہاں سکلی صاحب بڑے عہدے پر فائز ایک افسر ہیں ۔ یہ ہیڈ کوارٹرز میں تھے ان کو جناب والا ۔ میڈیکل افسر کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے ۔ پچھلے دنوں (جو میں سکلی صاحب کہا ہے) ان کے پاس شکایت پہنچی کہ ڈائننگ کار میں فلاں کا ٹھیکہ ہے اور وہ اس میں دھاندلی کر رہے ہیں ۔ یہ جناب چناب ایکسپریس میں ڈائننگ کار چل رہی ہے اس کے متعلق شکایت پہنچی ۔ تو ہمارے سکلی صاحب افسر نے آرڈر لکھ دیا کہ فلاں تاریخ سے تمہارا کام یا کنٹریکٹ منسوخ ہو جاتا ہے یا کیا جاتا ہے ۔ ابھی اس آرڈر کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ میڈیکل آفیسر یعنی بڑے افیسر وہ پہنچے اور انہوں نے کہا آپ کو معلوم نہیں ہے جو چناب ایکسپریس میں ڈائننگ کار ہے سب لیٹ ٹھیکہ ہے وہ میرے بیٹے کے نام ہے آپ اسے کس طرح منسوخ کر سکتے ہیں ۔ (مداخلت) میڈیکل آفیسر نے کہا ہے ۔ دیکھو میں تمہیں golden pills prescribe کرنا بند کر دوں گا اور تمہیں testvoiron کے ٹیکے نہیں لگواؤں گا ۔ اگر تم نے میرے بیٹے کے کام میں بھنگ ڈالی تو یہ تمام ادویات بند کر دوں گا ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔ حقیقت ہے یہ ۱۰۰ فیصدی درست ہے ۔ ابھی اس آرڈر کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ وہ آرڈر واپس لے لیا گیا ۔ وہ پرانا ٹھیکیدار اور وہی سب لیٹ ٹھیکہ ہے ۔ جناب والا ۔ یہ بدانتظامی ہے ۔ اور دھاندلی ہے ۔ ڈائننگ کار کا مسئلہ گو اس وقت خارج از بحث ہے ۔ میں نے یہ مثال اس لئے دی ہے میں یہ بتا رہا ہوں کہ ہمارے افسران کس قدر میڈیکل آفیسر کے دست نگر ہیں ۔

اور اس کے علاوہ بھی میں نے dinning cars کے متعلق جو گذارشات کی تھیں - وہ یہ نہ تھیں کہ خوراک بری ملتی ہے یا مسافروں کو اور کوئی تکلیفیں ہیں - اس سلسلے میں سب سے بڑی تکلیف جو میں نے پیش کی تھی وہ یہ تھی کہ اگر dinning cars کا scandal ختم کیا جائے - اور اپنے منظور نظر لوگوں اور صنف نازک کی پرورش نہ کی جائے - تو یہ بھی لاکھوں روپے کا source of income ہو سکتا ہے - ہماری ریلوے کو روپیہ چاہئے یہ چاہے اسے اپنے سٹاف کے welfare پر خرچ کریں - اور چاہے تو اسے کرائے کم کرنے پر صرف کر دیں - جو بھی مناسب سمجھیں کریں - بہرحال ریلوے کا عملہ ایک بہت بڑی رقم اپنے جائز صرف میں لا سکتا ہے - لہذا میں وزیر ریلوے صاحب کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کراؤنگا کہ وہ اپنی اولین فرصت میں دیکھیں کہ یہ dinning cars کا معاملہ جہاں سے تیس تیس اور چالیس چالیس ہزار روپے ٹھیکیدار لوگ بطور sub let کے کما رہے ہیں - کیا یہی روپیہ ریلوے کا محکمہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا -

کیا وہ اپنی dinning cars کے لئے tender call نہیں کر سکتے -

Mr. Speaker : That is not the item included in the New Expenditure.

میاں محمد اکبر—I have admitted Sir میں جناب والا - ویسے ہی ایک گذارش کر رہا ہوں -

(ایک آواز - یہ تو ایک side speech ہے -)

Mr. Speaker : No, there is no side speech.

میاں محمد اکبر—جناب والا - میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ ریلوے ڈیپارٹمنٹ کے جس شعبے کو بھی دیکھیں - جس چیز کو بھی

دیکھیں - جس چیز کو بھی آپ ہاتھ لگائیں - اس scandal ہی scandal بھری ہوئی ہے -

تو میں بہت کچھ عرض کر چکا ہوں - اور اسی سلسلے میں میں نے عام بحث کے دوران کل cut motions پر بھی کچھ گذارشات کی تھیں - بہرصورت ابھی بہت سی گذارشات باقی ہیں - لیکن وقت کی طوالت کے باعث میں اپنی معروضات ختم کرتا ہوں - اور اس مطالبہ زر کی مخالفت کرتا ہوں -

Mr. Speaker : Mr. Hamza and Amir Habibullah Khan are absent.

حاجی عبدالمجید جتوئی (دادو - ۱)—جناب والا - کل میں نے اپنی cut motion کے سلسلے میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے - جناب وزیر ریلوے سندھ سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک باضمیر انسان ہیں - ان کے جسم میں بھی ایک انسان کا دل ہے - میرے نزدیک وہ پتھر دل نہیں - میں نے ان کو اپنی ساری مصیبتیں اور تکلیفیں بتائی ہیں - امید ہے کہ وہ ان پر غور کرینگے - اور چھوٹے صوبےوالوں پر رحم کریں گے -

(قہقہہ)

Mr. Speaker : Rao Khurshid Ali Khan, Mr. Munawwar Khan and Mian Abdul Latif are absent.

میاں محمد شریف (پارلیمنٹری سیکرٹری)—(لاہور - ۶)

جناب سپیکر—اس cut motion کے ذریعے جہاں تک ریلوے کی administration کو زیر بحث لانے کا تعلق ہے - اس ایوان میں مختلف تحاریک پیش کی گئی ہیں - اور ان پر تقاریریں بھی کی گئی ہیں - میں نے ان کو نہایت غور سے سنا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میرے دوستوں نے جو بات اور

جو اصول وضع کیا ہے وہ پنجابی کی اس مثال کے مطابق ہے ۔ میں نہ مانوں ۔ میں نہ مانوں ۔ میں نہ مانوں ۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ ایک طرف ہمارے حزب مخالف کے دوست یہ چاہتے ہیں کہ ریلوے administration اس طریقے سے چلائی جائے کہ اس میں leakage کو ختم کیا جائے ۔ ہمارے ریلوے کے نظام کو دنیا کے دیگر آزاد ممالک کے مقابلے میں چلایا جائے ۔ اور اسے ان ممالک کے level پر لایا جائے ۔ لیکن دوسری طرف جب اس محکمے کے نظم و نسق کے لئے اس ایوان میں کوئی مطالبہ زر منظوری کے لئے پیش کیا جاتا ہے ۔ تو اس کے حسن و قبح پر ۔ اس کی برائیوں پر غلط طریقے سے اعتراضات کر کے اسے مسترد کرنے کی کوشش اور سعی فرمائی جاتی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی محکمے کی leakage ختم کرنے اور اسے اچھے طریقے سے چلانے کے لئے وہ کون سا طریق کار ہے جسے بروئے کار لا کر ہم کسی محکمے کی برائیاں دور کر کے اس میں خوبیاں پیدا کر سکتے ہیں ۔ تاوقتیکہ ہم اس کی administration کے لئے کوئی رقم وقف نہ کریں ۔ اور اس کی دیکھ بھال کے لئے کوئی عملہ مقرر نہ کریں ۔ جب تک ہم اس کی نگرانی کے لئے اچھے اور دیانتدار قسم کے ملازمین نہ رکھیں جو اس محکمے کے مختلف شعبوں کی دیکھ بھال کریں ۔ گو ان برائیوں کو دور کرنا ناممکن ہے ۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور طریقے یا تجاویز ہیں تو وہ مہربانی کر کے ہمیں بتائیں ۔ جن کے ذریعے ان برائیوں کا سدباب ہو سکے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی اور طریق کار تو ہے نہیں ۔ یہ کوئی ایسی بات تو ہے نہیں کہ کوئی حضرت مولانا ایک آیت پڑھ دیں ۔ اس کے بعد ایک پھونک مار دیں ۔ اور یہ سارا محکمہ

درست ہو جائے۔ اور اس کی administration کی تمام برائیاں دور ہو جائیں ۔ چنانچہ اس کی نگرانی کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی طریق کار تو ہے نہیں ۔

جناب والا ۔ یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس محکمے میں سفید ہاتھی باندھنے کے لئے اور اس نظم و نسق پر خرچ کرنے کے لئے ۵۰ لاکھ روپے کی ایک رقم منظوری کی غرض سے اس ایوان میں پیش کی گئی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سفید ہاتھیوں کے طعنے . . . .

Major Sultan Ahmed Khan : Sir this House is dangerously overcooled. Kindly issue instructions for raising the temperature.

Mr Speaker : I have already issued instructions in this behalf.

میاں محمد شریف۔جناب والا ۔ اچھا ہوا کہ میجر صاحب تشریف لے آئے ہیں ۔ میں ان کی چند باتوں کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے میری پارٹی اور وزرائے کرام کے متعلق کہی تھیں ۔

مسٹر سپیکر۔میاں صاحب انہوں نے آپ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا ۔

میجر سلطان احمد خان۔جناب والا ۔ یہ تو air cooling plant معلوم ہوتے ہیں ۔

(قہقہہ)

میاں محمد شریف۔جناب والا ۔ ہمارے ملک میں ایک جانور ہے جسے بچھو کہتے ہیں ۔ اس کا یہ کام ہے کہ جہاں بھی وہ چلتا ہے ۔ ڈنگ مارتا جاتا ہے ۔ کسی نے بچھو سے کہا ۔ میاں بچھو ۔ یہ تو زمین ہے ۔ یہ کوئی تیری دشمن تو نہیں جسے تم ڈنگ مار رہے ہو ۔ تو اس نے کہا ۔ فطرت نے مجھ میں یہی چیز ودیعت کی ہے ۔ میرا کام ہی یہ ہے

کہ میں جس جگہ بھی جاؤں۔ ڈنگ مارتا جاؤں ۔ چنانچہ حضور والا ۔ یہ چیز بعض لوگوں میں فطری ہے کہ جب کوئی اچھا کام بھی کرے تو اسے اچھا ماننے کے باوجود بھی اسے اچھا نہ کہا جائے۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ریلوے کے محکمے نے اچھے کام کئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تو میں سمجھتا ہوں کہ اس دنیا میں بعض فطرتیں ایسی ہیں جن کا کام ہی برائی کرنا ہے ۔ اس کے سوا ان سے کسی چیز کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی ۔ لہذا میں اس سلسلے میں یہ عرض کرونگا کہ اس ملک میں جہاں سفید ہاتھی ہیں ۔ وہاں اس ملک میں بچھو بھی ہیں جن کا کام ہر وقت ڈنگ مارنا ہی ہے ۔

جناب والا ۔ میرے ایک دوست نے فرمایا ہے کہ ریلوے کو صوبائی حکومت کے سپرد کر کے بہت بڑی غلطی کی گئی ہے ۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا برائی ہے ۔ بلکہ میں تو شکر گذار ہوں ان حضرات کا جنہوں نے اسے صوبائی level پر لانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوئے ۔ ورنہ آج تک کسی کو اس ۱۸ سال کے عرصہ میں یہ جسارت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اس محکمے کو صوبے کے حوالے کرنے کی تحریک ہی کر سکے ۔ میں اس انتظامیہ کا شکر گذار ہوں جس نے اسے level پر لا کر ہمیں اس پر تنقید کرنے کا موقع دیا ہے ۔ ورنہ پہلے تو ریلوے ہم سے بہت دور تھی ۔ کیونکہ یہ تو مرکزی حکومت کا ایک subject تھا ۔ آخر یہ سعادت کن لوگوں کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے ریلوے کے محکمے کو عوام کے اس قدر نزدیک کر دیا ۔ اور ہم لوگوں کو اس محکمے پر تنقید کرنے کا موقع دیا ۔ ورنہ پہلے تو ہم اخبارات میں مختلف

قسم تقریریں پڑھا کرتے تھے ۔ یہ معاملہ مرکز میں پیش ہوتا تھا اور جو کچھ ہونا ہوتا تھا ہو جاتا تھا ۔

Mr. Speaker : Is Mian Sahib, discussing the New Expenditure.

میاں محمد شریف۔جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاں تک administration کا تعلق ہے ۔ اس پر بحث کرنے کے لئے وہ کونسا ادارہ ہے ۔ وہ کون سے لوگ ہیں جنہوں نے اس ریلوے کو ایک صوبائی محکمہ قرار دے کر ہمیں اس کی administration پر بحث کرنے کے لئے موقع فراہم کر کے ہم پر احسان کیا ہے ۔ اور اب ہم اس ایوان میں بیٹھ کر اس کی administration پر بحث و تمحیص کر رہے ہیں ۔ اور اس میں نقائص نکال رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک چیز کو محض off hand کہدینا ۔ قصے اور کہانیاں بیان کر دینا کہ اس نے یہ کہا وہ پکڑا گیا اس نے یہ کر دیا یہ کوئی دلیل نہیں میں کہتا ہوں کہ اعتراضات اور تجاویز concrete ہونے چاہئیں۔ اس افسر کا اس ایوان میں نام لینا چاہئے جس نے کوئی خلاف ضابطہ کام کیا ہو ۔ اور اس کی حمایت میں ثبوت پیش کیا جائے ۔ کہ اس نے فلاں بات کی ہے ۔ تب تو اس ہاؤس کی اکثریت اسے ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار ہوگی ۔ ورنہ ان سانپ اور نیولے کی کہانیوں کو ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ (تحسین و آفرین) اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمارے دوستوں کے پاس کسی بد دیانت افسر . . . . .

میجر سلطان احمد خان۔جناب والا ۔ اس دلچسپ تقریر کو سننے کے لئے ہاؤس میں کورم نہیں ہے ۔ مہربانی فرما کر اس کی طرف

توجہ فرمائیں۔

(قہقہہ)

Mr Speaker : Let there be a count. (The count was taken). The House is not in quorum. Let the bells be rung. (Bells were rung). The House is in quorum.

میاں محمد شریف۔میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں اتنا شور مچایا گیا ہے کہ اس ایوان میں ایڈمنسٹریشن کے لئے ۵۰ لاکھ روپیہ منظوری کے لئے رکھ دیا ہے۔ میرے دوست جن کی میرے دل میں عزت ہے اور اکثر و بیشتر عزت کرتا ہوں خاص طور پر میجر سلطان احمد خان صاحب جنہیں کبھی کبھی mental تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں آبادی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ ریلوے کے اخراجات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے کسی چھوٹے سے گاؤں یا قصبہ میں اگر پہلے ایک ہزار کی آبادی تھی تو پنچایت بھی کے مطابق تھی اور جب اس کی آبادی دس ہزار ہوئی تو اس کی نمائندگی بھی دس ہزار کی بنیاد پر ہوگئی۔ یہ ۵۰ لاکھ کی رقم ایڈمنسٹریشن کو اس بات کے پیش نظر دی گئی ہے۔ اب اس کے لئے یہ کہدیں کہ ضرورت نہیں پھر اس کے لئے تحریک تخفیف نے آئیں۔ آپ آنکھیں بند کر لیں گے تو حالات کیسے معلوم ہونگے۔ ۱۹۴۸ء میں اتنے اخراجات تھے تو ۱۹۶۴ء میں آبادی کے لحاظ سے اتنے ہی بڑھ جائیں گے۔ اب یہ سوچنا ہے کہ اس وقت آبادی کا تناسب کیا تھا اور آج کیا ہے۔ آج کتنے لوگ ہیں۔ انہی باتوں کے پیش نظر ریلوے میں کام زیادہ ہوگیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زیادہ ملازمین کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اسی لحاظ سے ان کا انتظام بھی ہوگا۔

(قہقہے)

مسٹر سپیکر۔میاں صاحب ایسی تقریر کریں جس سے applauses کم ہوں ۔

میاں محمد شریف۔صدر مملکت نے جب فیملی پلیننگ کا مسئلہ پیش کیا تھا تو کئی فتوے آنے شروع ہوگئے تھے۔ بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محکمہ کی ایڈمنسٹریشن چلانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی دیکھ بھال اور سپرویژن کے لئے رشوت اور بد دیانتی کو دور کرنے کے لئے عملہ مقرر کیا جائے۔

ان چند گذارشات کے بعد میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر عبدالرازق خان (مردان ۔ ۳)۔جناب سپیکر۔ ordinary working expenses اور general administration کے لئے جو demand اس ایوان میں پیش کی گئی ہے اور جو cut motion پیش ہوئی ہے میں اس کی مخالفت کے لئے کھڑا ہوا ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ محکمہ ریلوے کی جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے جیسا کہ بعض ممبران نے اس کا معیار پیش کیا ہے کہ ایسا ہونا چاہئے یقیناً ویسا نہیں لیکن انہوں نے سراسر اس بات پر زور لگایا ہے اور بار بار اس امر کو دہرایا ہے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن ناکام ہو چکی ہے اور اس کے لئے جو رقم بجٹ میں رکھی گئی ہے منظوری نہیں دینی چاہئے ۔ یہ زیادتی ہے ۔ تنقید ہو تو اس تنقید سے اصلاح کی صورت ہو اس کا سننا اور اس پر عمل کرنا یہ ہمارے وزیر ریلوے اور ریلوے بورڈ کا فرض ہے اس لئے وہ غور سے سنیں اور جہاں تک ممکن ہو عمل کریں۔ اگر ریلوے ایڈمنسٹریشن کا اندازہ لگائیں یعنی گذشتہ ایک سال یا آئندہ ایک سال کا ۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ ہماری ریلوے ایڈمنسٹریشن رو بہ ترقی ہے ۔ اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس

طرف توجہ نہیں دی گئی ۔ مثلاً ابھی ابھی میاں محمد اکبر صاحب نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ ۲۶ نئی گاڑیاں چلائی گئی ہیں ۔ اس سے ریلوے کو نقصان ہو رہا ہے ۔ حالانکہ ایڈمنسٹریشن کی اصل روح تو یہی ہے کہ نئی گاڑیاں چلائی جائیں ۔ اور مسافروں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچائی جائیں ۔ دن کے ایسے اوقات میں جب پہلے وہاں گاڑیاں نہیں تھیں تو اب نئی گاڑیاں چلا کر عوام کو سہولتیں بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اب اگر وہ تنقید کے ساتھ ساتھ اس اقدام کی تعریف کرتے تو زیادہ صحیح تھا ۔ انہوں نے صرف تنقید کی ہے اور اس میں اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔

جناب والا ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میڈیکل ایڈمنسٹریشن کے ڈاکٹر بھرتی کرنے اور دوائیں منگوانے کے لئے پیسہ مانگا ہے اگر آپ بجٹ کا بغور مطالعہ فرمائینگے تو آپ دیکھینگے کہ اس میں ۱۲۲ بستروں کا ایک ہسپتال راولپنڈی میں کھولنے کی تجویز ہے ۔ ان کے لئے ڈاکٹروں کی ضرورت ہوگی ۔ نرسوں کی ضرورت ہوگی ۔ بلڈنگ کی ضرورت ہوگی ۔ دواؤں کی ضرورت ہوگی۔ رہائش کے مکانات بنانے ہوگے ۔ کیونکہ جب کوئی کام چلانا ہوتا ہے تو اس کے لئے تمام سہولتیں بہم پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور یہ سب کچھ بغیر پیسے کے نہیں ہو سکتا ۔ ایڈمنسٹریشن کو صحیح طریقہ پر چلانے کے لئے اگر اچھی تجاویز پیش کی جائیں تو اس کے لئے ایوان کے تمام معزز ممبران نے اس امر کا اعتراف کیا ہے ۔ خواہ وہ آپوزیشن کی طرف سے ہوں یا حزب اقتدار سے تعلق رکھتے ہوں ۔ یہ کہ اس محکمہ کے وزیر نے اور اس محکمہ کے افسران نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان پر

یقیناً غور کیا ہے یہ ہمارے لئے اچھا موقع تھا کہ اس ایڈمنسٹریشن کی اصلاح کے لئے اچھی تجاویز پیش کرتے۔

اس کے بعد میں یہ گذارش کروں گا اور ریلوے بورڈ کے سامنے پی۔ آئی۔ اے کی مثال پیش کرونگا۔ ائیر وائس مارشل نور خان نے جب اس محکمہ کا چارج نہیں لیا تھا اس وقت یہ نقصان میں جا رہا تھا۔ لیکن چند ہی سالوں میں انہوں نے شبانہ روز کوشش اور محنت سے کام کر کے اس کو کامیاب ادارہ بنا دیا آج یہ ادارہ پاکستان کے وقار میں اضافہ کر رہا ہے۔ اور ہم اس پر فخر کر سکتے ہیں۔ کہ پاکستان بھر میں یہ ادارہ نہ صرف مالی اعتبار سے منفعت بخش ہے بلکہ اس نے پاکستان کو چین اور روس سے ملا دیا ہے۔ اپنی efficiency کے لئے اگر ریلوے بورڈ ائیر وائس مارشل نور خان کی تقلید کرے اور میری خواہش ہے کہ ریلوے بورڈ بھی وہ نام پیدا کرے جو نور خان نے پیدا کیا ہے۔

جناب والا۔ اس میں شک نہیں کہ ریلوے کے محکمہ میں کرپشن ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ کرپشن آج کی پیدا کی ہوئی نہیں یہ سالہا سے چلی آ رہی ہے۔ اسے دور کرنے کی جو کوشش کریں گے اگر وہ ہم سے مل کر کریں تو یقیناً وہ بھی دور ہو جائیگی۔

اب چونکہ یہ محکمہ صوبائی ہوگیا ہے اور ہمارے معزز ممبران اکثر ریل میں سفر کرتے ہیں۔ اگر وہ تمام شکایات محکمہ کے افسران کے سامنے پیش کریں تو زیادہ صحیح ہے۔ ایک بہت بڑی شکایت یہ ہے کہ بکنگ کلرک مال بک کرتے

وقت یہ عام بات ہے کہ کرایہ کے علاوہ کچھ نہ کچھ زیادہ لے لیتے ہیں۔ اگر ہم یہ تہیہ کر لیں اور میں یہ عرض کر سکتا ہوں کہ وزیر صاحب سے میں نے بات کی ہے اور انہوں نے مکمل یقین دلایا ہے کہ اگر اس قسم کی شکایات آپ ہمارے سامنے لائینگے تو وہ خود چل کر ان کارکنوں کو پکڑنے کے لئے تیار ہیں۔

تاکہ رشوت کا قلع قمع ہو۔ ایک اور چیز جو عام طور پر رشوت کا ذریعہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب ایک مال گاڑی کسی دوسرے سٹیشن پر پہنچتی ہے۔ تو ریلوے کا قانون یہ ہے کہ اس کو فوراً چھڑا لینا چاہئے اور اگر اس میں ایک دن کا بھی وقفہ ہوتا ہے۔ تو demurrage چارج کر لیتے ہیں۔ سٹیشن کے اہلکار سے فوری طور پر مال چھڑا لینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ شخص جس کے نام وہ مال book ہوتا ہے۔ وہ دور دراز مقام پر رہتا ہے اور اس کو وقت پر اطلاع نہیں ملتی ہے۔ تو وہ مجبور ہو کر سٹیشن کے اہلکار کو زیادہ پیسہ دے کر اپنے کو نقصان سے بچاتا ہے۔ اور اگر وہ نقصان سے نہ بچے تو وہ نقصان قابل برداشت نہیں ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص کسی کے نام مال book کرے اس کا مکمل پتہ درج کرے اور وہ یہ بھی بتائے کہ ریلوے سٹیشن سے کتنی دور اور کس طرف اور اس کو کس پتہ پر دیا جائے۔ تو اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ demurrage کا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ اور مال بھی چھڑا لیا جائے گا۔ اور اس میں کرپشن بھی نہ ہونے پائے گا۔

جناب والا۔ میں میاں محمد اکبر صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ کہ یہ پانی پولیس اور برف کے جو علیحدہ علیحدہ ڈبے ہیں ان کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کے بجائے ایک جگہ کر دینا چاہئے اور

دوسری چیز جو انہیں نے پیش کی ہے - اس سے بھی مجھے اتفاق ہے - کہ ڈائننگ کار کا جو ٹھیکہ دیا جاتا ہے اس کو یوں نہ دینا چاہئے بلکہ باقاعدہ auction میں دینا چاہئے اور جو مقررہ چیزیں ان سے ریلوے کی طرف سے کہی جاتی ہیں اور جو مسافروں کو دینا ہے اس کی باقاعدہ نگرانی کی جانی چاہئے اگر اس قسم کی تجاویز پر عمل کیا گیا جن کی اس معزز ایوان نے حمایت کی ہے تو ڈیپارٹمنٹ کے جو افسران ہیں جو بورڈ سے تعلق رکھتے ہیں - اور ہمارے منسٹر صاحب کا جہاں تک تعلق ہے کسی کو ان کی ذات پر اعتراض نہیں ہے - اس طرح مجھے یقین ہے کہ ایڈمنسٹریشن میں بہت زیادہ اصلاح ہو جائے گی اور یہ رقم ایڈمنسٹریشن کی اصلاح کے لئے ہی مانگی گئی ہے اور حق بجانب ہے - اور یہ کٹوتی کی تجویز ناجائز ہے اور میں اس کی مخالفت کرتا ہوں -

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ہزارہ - ۱)ــصدر گرامی - جہاں تک کسی امر پر کسی تنقید کا تعلق ہے - میں یہ سمجھتا ہوں کہ تنقید اس معزز ایوان کے ہر معزز کا بنیادی حق ہے اور کسی چیز کی اصلاح تنقید ہی سے ہو سکتی ہے - لیکن جناب میری رائے میں تنقید قطعی اصلاحی اور صحیح نوعیت سے ہونا چاہئے جو کچھ میں نے یہاں دیکھا محسوس کیا وہ یہ ہے - کہ یہاں تنقید برائے تنقید کی جاتی ہے اور اس میں میں نے کوئی اصلاح کا پہلو محسوس نہیں کیا اور نہ ہوتا ہے - میرے اس طرف کے بھائیوں نے جتنے بھی کٹ موشن پیش کئے ہیں - اور جتنی بھی تحریک ہائے تخفیف زر اس ایوان کے سامنے رکھی ہیں تو میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ اپنے خیالات یا اپنی چکنی چپڑی تقریریں اس ایوان کے اندر کرنا چاہتے ہیں ورنہ ان کے سامنے کوئی اصلاحی پہلو نہیں ہے اور اگر ان کے سامنے کوئی اصلاحی

پہلو ہوتا تو میں ایک چھوٹی سی مثال آپ کے توسط سے اس ایوان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ گذشتہ بجٹ اجلاس میں جب انتہائی criticism ہوئی اور کہا گیا کہ ریلوے میں بددیانتی ہے ۔ ریلوے میں سٹاف زیادہ ہے ریلوے بورڈ ایک سفید ہاتھی ہے اور یہ ہے اور وہ ہے جب اس قسم کی باتیں ہوئیں تو انہوں نے on the floor of the house ایک کمیٹی set up کرنے کا اعلان کر دیا ۔ اس کمیٹی کے set up ہونے کے بعد یہ کام اس کے ذمہ سونپا گیا کہ وہ یہ دیکھے کہ یہاں پر کرپشن کیوں ہے اور اس کرپشن کو کیسے روکا جا سکتا ہے ۔ ریلوے میں بدعنوانیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کیسے کی جا سکتی ہے ۔ تو جناب والا ۔ اس کمیٹی نے ایک questioneer جاری کیا اور میں اس ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ اس کمیٹی نے جو پہلا کام کیا وہ یہ کیا کہ اس سوال نامہ کو پریس کو release کر دیا اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو release کیا چیمبر آف کامرس کو release کیا یہ تینوں ادارے اس ملک میں بہت اہم ہیں اور ریلوے خصوصیت سے ایک کمرشل ادارہ ہے میں اس کے متعلق اگر کوئی ٹھوس تجاویز پیش کر سکتا تھا تو یہ چاروں سیکشن تھے ۔ لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ چیمبر آف کامرس جو سب سے بڑا تجارتی ادارہ ہے اور جس کے ذمہ یہ فرض تھا کہ وہ ملک کی تجارتی قدروں کو encourage کرے نہ اس نے اور بالخصوص میاں محمد اکبر صاحب اور دوسرے ایم-این-اے میں سے بھی کسی نے نہ questioneer کا جواب دیا اور نہ کچھ تجاویز ہمارے پاس بھیجیں ۔ اب صدر محترم ۔ میں اس معزز ایوان کے ان معزز اراکین سے آپ کے توسط سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ آپ اس قسم کی تجاویز اس کمیٹی کے سامنے لاتے جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا ۔ آپ کچھ تحریر میں اس کمیٹی کے نام اپنی تجاویز بھیجتے تو پھر ان پر غور کیا جاتا یہ کیا کہ آپ نے مخالفت شروع کر دی ۔ میں سمجھتا

کہ اسمبلی کے اندر speeches کر لینا تقریریں کر لینا اور پریس میں بڑے بڑے سٹیٹمنٹ release کر دینا یہ اتنا بڑا کام نہیں ہے اگر ذہن اصلاحی ہو تو اصلاح کے لئے ٹھوس تجاویز ہمارے سامنے آنا چاہئے اور ٹھوس تجاویز پر غور کرنا چاہئے اور غور و خوض کے بعد ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے یہ بھی عرض کر دوں کہ جس بورڈ کو سفید ہاتھی کہا جا رہا ہے ۔ میں نے اس کی ورکنگ دیکھی ہے اگر آج آپ اس بورڈ کو توڑ دیں اور اس بورڈ کی ضرورت محسوس نہ کریں اور آپ کی سمجھ میں یہ ناکارہ ہے لیکن آپ نے کبھی یہ بھی غور کیا کہ اس بورڈ کے ذمہ کتنا بڑا ایڈمنسٹریشن ہے ۔ اگر آپ اس کا calculation کریں ۔ تو میرے اپنے اندازے کے مطابق مغربی پاکستان کے جتنے سول ڈیپارٹمنٹ ہیں ان میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ ایڈمنسٹریشن ریلوے کا ہے ۔ تو اس کو چلانے کے لئے گورنمنٹ اور ریلوے کے درمیان ایک link ہے ۔ آپ کا سول سیکریٹریٹ ہے اس کے کام کرنے کا بھی جواز موجود ہے اسی طرح آپ ایک پی۔ڈبلیو۔ڈی کو لے لیجئے اور گننا شروع کر دیجئے تو ایک ڈپٹی سیکرٹری اور انڈر سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری اور معلوم نہیں کتنے دوسرے قسم کے سیکرٹری آپ کو وہاں ملیں گے ۔ آپ اگر ریلوے بورڈ توڑ دیں گے ۔ تو اس کام کو چلانے کے لئے ریلوے کے بجائے کوئی اور ادارہ قائم کرنا ہو گا یا نہیں ۔ اگر صرف اس بناء پر کہ موجودہ بورڈ کے اخراجات زیادہ ہوں تو جو ادارہ اس کی جگہ آپ قائم کریں گے ۔ تو اگر اس کے بھی اخراجات زیادہ ہوئے تو کیا اس کو بھی توڑ دیں گے ۔ میں حیران ہوں کہ ریلوے بورڈ کے سلسلے میں لوگ یہ کیا چیخ رہے ہیں ۔ مثال کے طور پر آپ کا ٹرانسپورٹ ہے ۔ وہ ایک کارپوریشن کی حیثیت رکھتا ہے یا یہ واپڈا ہے ۔ اے۔ڈی۔سی ہے۔ پی۔آئی۔ڈی۔سی ہے ۔ یہ سب ادارے کام کر رہے ہیں ۔ میں یہ گذارش

کروں گا ۔ کہ ان اداروں کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس نظام کو چلانے کے لئے ایک مخصوص اختیارات ان کے سپرد کر دئے جائیں تاکہ ان کو کام میں لائے ہوئے اور ان کو استعمال میں لائے ہوئے اداروں میں ترقی ہو سکے ۔

تو صدر گرامی ۔ اسی طریقے سے اس اتنے بڑے ادارے کو چلانے کے لئے اخراجات بھی تو ضروری ہیں ۔ اور پھر آپ مطالبہ کر رہے ہیں پھر آپ چیخ و پکار کر رہے ہیں ۔ کہ ریلوے کی ایڈمنسٹریشن میں اصلاح ہونی چاہئے ۔ ریلوے کے ملازمین کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں ملنی چاہئیں۔ ریلوےمیں بلا ٹکٹ سفر کرنے والوں پر گرفت ہونی چاہئے ۔ یہ ہونا چاہئے ۔ اور وہ ہونا چاہئے ۔ تو آپ کا کیا خیال ہے ۔ کہ ان کے پاس الہ دین کا چراغ ہے ۔ یا کھل جا سم سم کہہ کر ان تمام مسائل کو حل کر لیں گے ۔ ان تمام باتوں کے لئے پیسے کی ضرورت ہے ۔ اور ان پیسوں کے لئے آج اس بجٹ کے ذریعے اس معزز ایوان میں موشن پیش کیا گیا ہے ۔ تاکہ یہ معزز ایوان اس کی منظوری دے ۔ تاکہ یہ تمام کام چلایا جا سکے ۔

جناب والا ۔ اس لئے اس کا اصلاحی پہلو یہ ہے ۔ کہ اس پر تنقید کرنے کی بجائے اس کے لئے ٹھوس تجاویز پیش کی جائیں ۔ تاکہ یہ ایوان ان پر غور کر سکے ۔ ان گذارشات کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائلپور ۔ ۷)۔۔۔صاحب صدر ۔ اس مطالبے کے متعلق اس طرف سے جو کچھ تقاریر ہوئی ہیں ۔ میں یہ اعتراف کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا ۔ کہ اس ملک کے دوسرے جتنے دوسرے خود مختار ادارے کہلاتے ہیں ۔ یا جو نیم خود

مختار ادارے ہیں ۔ ان کے مقابلے میں ریلوے کی انتظامیہ یقیناً بدر جہا بہتر کام کر رہی ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے ۔ کہ جب سے ریلوے صوبائی تحویل میں آئی ہے ۔ اس کی سب کارکردگی کا نظام پہلے سے بہتر ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) ۔ لیکن خود مختار اداروں کا حوالہ دے کر یہ جواز ثابت کرنا کہ اس بورڈ کے جتنے چاہیں ۔ آپ اس کے اختیارات بڑھاتے چلے جائیں ۔ اور اخراجات بڑھاتے چلے جائیں ۔ تو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ مبالغہ ہو گا ۔ ہمیں یہ بات اس ہاؤس میں بارہا دہرانی پڑتی ہے ۔ تقسیم ملک سے پہلے ایک بورڈ بہت سے ڈویژنوں کا انتظام کرتا تھا ۔ اس کے اخراجات کم تھے ۔ اور اس وقت جو بورڈ یہاں بنا ہے ۔ اس کے اخراجات اس کے مقابلے میں زیادہ ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں ۔ کہ حالات کے بدلنے سے اور اشیاء کے نرخ بدلنے سے اور دیگر توسیعات سے اخراجات ضرور بڑھے ہیں ۔ لیکن اس ملک میں سب سے بڑی جو مصیبت ہے ۔ وہ ہے اعلیٰ افسران کے معیار زندگی کو اونچے سے اونچے کرتے چلے جانا ہی ترقی سمجھی جاتی ہے ۔ اور انہی کی تنخواہوں اضافہ اور انہی عہدوں میں اضافہ کرنا ہی اضافہ سمجھا جاتا ہے ۔ مجھے ریلوے بورڈ سے کوئی کد نہیں ہے ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے ۔ کہ ایک انتظامی ادارہ ضرور ہونا چاہئے ۔ لیکن میں یہ گذارش کرتا ہوں ۔ کہ اس بورڈ کے تحت آ کر سارا بوجھ ان مزدوروں پر پڑا ہے ۔ جو روزانہ کام اور محنت کی تکالیف اٹھاتے ہیں ۔ اور جو کہ چھوٹے ملازمین ہیں ۔ یہ سب maintenance and repairs کا کام خوش دلی سے اور کشادہ دلی سے اطمینان سے نہیں کر سکتے ۔ ان کو اپنے بچوں کی فکر ہو ان کو علاج معالجے کی فکر ہو ۔

اور ان کو صحیح طور پر معاوضہ نہ مل رہا ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ خوش دلی سے کام نہیں کرتا۔

Mr. Speaker : That is demand no. 2.

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔۔جی ہاں۔ لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ ریلوے کے چھوٹے ملازمین کی تنخواہوں میں توسیع کرنی چاہئے۔ چونکہ عہدوں میں مزید توسیع کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چونکہ چھوٹے ملازمین کو اس لحاظ سے اطمینان دلانا ضروری ہے۔ کہ در اصل ریلوے کو چلانے والے وہی ہیں۔ انتظامیہ کے افسر وہ بلاشبہ ضرور ہیں۔ بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معیاری لوگ ہیں۔ لیکن آخر مزدور پر اس دوسرے نظام کو چلانے کا بار پڑا ہے۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ جب سے ریلوے بورڈ کا قیام ہوا ہے۔ نہ صرف اس کے ملازمین کی تعداد میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ بلکہ تنخواہوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ ہماری گذارش یہی ہے۔ کہ اوپر کے اخراجات کم کیجئے۔ اور جو لاکھوں عام آدمی کام کرتے ہیں۔ صرف یہ اصول پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ان کی حالت کو بہتر کیا جائے۔ ورنہ یہ کہنا کہ ہمیں اعتراف نہیں ہے۔ کہ ریلوے کے نظام میں پہلے سے زیادہ ترقیات ہوئی ہیں۔ یہ زیادتی ہے۔

میجر سلطان احمد خان (ہزارہ۔ ۳)۔۔صاحب صدر۔ میاں شریف صاحب اور سردار عنایت الرحمن عباسی کے کلام کے بعد میں بھی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ چند لفظوں میں اپنے خیالات کا کچھ اظہار کروں۔ جناب والا۔ دنیا میں بورڈ قائم ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن زندہ قوموں میں بورڈوں کی تشکیل صرف ایک غرض سے ہوتی ہے۔ اور وہ صرف ہنگامی حالات میں ہوتا ہے۔ آپ کے ہاں سب سے پہلا بورڈ یا اس قسم کا ادارہ

T. D A. قائم ہوا تھا - اور اس کے بعد واپڈا اور P. I. D. C. قائم ہوئے تھے - لیکن وہ کسی ہنگامی حالات کے مقابلے کے لئے بنائے گئے تھے - لیکن جب سے اس ملک میں مارشل لاء لگا تھا - تو یہ اندھیر نگری چلی کہ ہر محکمے میں بورڈ کی تشکیل ہو رہی ہیں - ریلوے چونکہ عوام اور حکومت سے سب سے بڑا رابطہ ہے - جس پر انہیں نگرانی اور نگہبانی کرنا اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہر ایک کا اخلاقی فرض ہے - میں نہیں سمجھتا - کہ اس قسم کے ادارے یا نیم سرکاری ادارے بنانا کس حد تک جائز ہے - اگر ان چار افسروں کی بجائے ایک افسر ہی اس کے حساب کی نگرانی کرے تو وہ بہتر طریق پر کر سکتا ہے - اور یہ میں دعوے سے کہتا ہوں - بشرطیکہ اس کے پاس اختیارات ہوں - یعنی اس افسر کے ہاتھ میں وہ اختیارات ہوں - جو اس ملک میں ہونے چاہئیں - آپ بورڈ کی تشکیل کرتے ہیں - ایک کے حوالے technical محکمہ کرتے ہیں دوسرے کے حوالے انتظامیہ کرتے ہیں - اور کسی کے حوالے کامرس کرتے ہیں - جہاں تک مجھے ان بورڈوں یعنی واپڈا، T. D. A. P. I D. C. وغیرہ کے متعلق علم ہے - چونکہ میں بھی ان کا ایک معمولی ملازم رہا ہوں - جناب والا - اس ملک میں اس قسم کی عیاشی کرنے کا حشر ۶۵ء میں اس قوم کو دیکھنا پڑیگا - اور حمید اللہ خان روکڑی جیسے آدمی کو پندرہ سال کے بعد سمجھ آئے گی - T. D. A. کے واقعات تو ۵۱ء سے اب سمجھے ہیں - دراصل یہ ایک بہت بڑی عیاشی ہے - اور اس حکومت کو اپنا فرض پورا کرنا ہے - اور خاص طور پر اس دور حکومت میں یہ بڑا خطرناک ہے - بہرحال چونکہ بورڈ کی تشکیل ہو چکی ہے - اور ان کے اخراجات میں اضافہ کر دیا گیا ہے -

میں میاں شریف صاحب سے تو اتفاق نہیں کرتا ۔ کہ چونکہ ایک گاؤں میں آبادی بڑھ جانے سے اس کے اخراجات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے ۔ اس لئے کرایوں میں اضافہ کر کے بورڈ کے اخراجات پورے کئے جائیں ۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دیہاتوں میں تو انسان ہی بڑھتے ہیں ۔ یہ ان کا اخلاقی فرض ہے ۔ کہ وہاں پر بھی birth control کا انتظام کریں ۔

جناب والا ۔ یہی چیز میں اپنی پچھلی بجٹ میں بھی عرض کر چکا ہوں ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں پر relevant نہ ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہ اخراجات قوم برداشت نہیں کر سکتی ۔ اس لئے میں اس معزز ایوان، اور آپ کی وساطت سے وزراء سے یہ درخواست کرونگا ۔ کہ ان اخراجات کے باوجود ہماری ریلوے پر شاید investment اربوں روپے ہے ۔ لیکن آجکل کے اعداد و شمار کے مطابق کوئی پچاس کروڑ روپے سالانہ دکھایا جاتا ہے ۔

ایک ایسا ذریعہ آمدنی کا ہے جہاں صرف انسانوں کا سفر کرنا اور گڈز کا سفر کرنا ہوتا ہے ۔ تو انہوں نے ۵۰ کروڑ کی investment کے بعد ہمیں ایک کروڑ لاکھ کا منافع دکھایا اور وہ بھی سود دیکر ۔ ذرا باہر بھی نظر ڈالئے ان کے لئے گڈز بھی منتظر رہتے ہیں سواریاں بھی منتظر رہتی ہیں ۔ بعض ایسے آدمی ہیں جن میں کافی مہارت رکھنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں ۔ مثلاً بلیک مارکیٹ میں ایک شخص ٹرک خریدتا ہے وہ پھر گڈز کے پیچھے بھاگتا ہے اور سواریوں کے پیچھے بھاگتا ہے تو کیا اس کو تجربہ نہیں کہا جاتا کہ سو فیصدی پرافٹ ایک سال میں آ جاتا ہے ۔ یہ آخر کون سی وجہ ہے کہ ہماری

اس ریلوے نے ۵۰ کروڑ کی رقم پر ہمیں ایک کروڑ کا منافع دکھایا ۔ کم از کم میرے ذہن میں جو خدشہ ہے یا خیال ہے اگر معزز وزیر اسے رفع کریں تو میں بڑا ممنون ہونگا ۔ دوسری عرض یہ ہے کہ کم تعلیم ہونے کی وجہ سے کاغذات کو کم پڑھتا ہوں اور پھر یہ دور حکومت بھی ایسا ہے کہ کسی چیز کو پڑھنے کا جی نہیں چاہتا ۔ نہ اعتبار رہا ہے نہ کوئی faith لیکن پھر بھی کچھ تھوڑی بہت عقل ضرور رکھتے ہیں ۔ نوابزادہ افتخار نے کہدیا تھا کہ ریلوے کے مزدور کی تنخواہ ۷۱-۷۲ روپیہ ہوگئی ہے ۔ اگر یہ ساری عیاشی صرف ایک غرض سے ہوتی کہ یہاں ایک ویلفیئر باڈی قائم ہو جاتی تو ہم یہ تسلیم کر لیتے کہ حکومت کو اپنے مزدوروں کا خیال ہے ۔ کیا یہ شرمناک حالات نہیں ہیں کہ ایک مزدور کی تنخواہ ایک کمائی کرنے والے ادارے میں ۷۰/۷۱ روپیہ ہو ۔ ایک طرف آپ کرایہ بڑھا رہے ہیں اور پھر ان ڈبوں میں نہ پنکھے ہیں نہ انسان کھڑا ہو سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے اور نہ سو سکتا ہے ۔ جس کا جواز ہمارے نوجوان وزیر صاحب ضرور پیش کریں گے ۔ میں ذاتی طور پر ان کا بڑا ہی احترام کرتا ہوں لیکن اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ کرایہ کا اضافہ ضروری ہو چکا تھا ۔ اور اگر حالات یہ ہیں کہ انسان کو ریلوے میں سفر کرنے سے تکلیف کا سامنا کرنا پڑے تو میں درخواست کرونگا کہ ان دو پوائنٹس کو میرے ذاتی تسلیم کر لیں اور ان کا جواب دیا جائے تو میں بہت مشکور ہونگا ۔

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Sir, there has been sufficient criticism on the Railway Board that it is a white elephant and it should be abolished Some of the members have expressed that the Railway Board is a good thing, particularly, after the Railway was transferred to the Province. They have been able to show their

worth by increasing their efficiency and that is definitely shown in the books also that we have been able to increase our income by about 10 crores, that is it to say, when we took over from the Central Government, the income of the Railway Department was about 48 crores and, *Insha Allah*, next year it will be 58 crores. Here we must appreciate that this increase is definitely due to the efforts of our senior officers who are working on the Railway Board. Sir, the Railway Board was constituted by the order of the President on June 9, 1962 in which he has mentioned as follows :—

> "As from the first day of July, 1962, there shall be constituted for the management of the Railways in the provinces, a Railwey Board in each province ; in the case of West Pakistan four Members including the Chairman and the Vice-chairman .."

And accordingly, Sir, it was constituted and started functioning. The functions of theRailway Board are that it is a concern to give technical direction, policy determination and to negotiate for foreign loans. We have nearly about 12 different Departments in the Railway Board and it is the Railway Board which acts as the Secretariat, as we have secretariat in the Provincial Government, and there if we allow the same method then we have to appoint 12 different Secretaries here to deal with it. This is one Board which deals with 12 different Heads of Departments, coordinate and supervise their work and give necessary directions for the betterment of the Department This year we have asked for some more expenditure to be incurred and before I argue that, this also a procedure that whenever we ask for extra staff on the Railway Board, it is not the Railway Board who gives sanction. For that it is the Provincial Government. We have to justify and we have to argue with the Provincial Government and tell them that this is a real demand of the Railway Board and we must have sanction of it. After we get the sanction of the Provincial Government, then we deal with it and go ahead with the appointment of staff.

Sir, I have asked for 38.87 lakhs of recurring expenditure to be granted, This amount is going to be provided for additional expenditure due to increase in the salary scales of Gazetted Staff, that is, 9 lakhs.

Sir, we have completed other projects, like diesel electric locomotives repair shop at Rawalpindi at a cost of about 121 crores. That is a workshop which was designed by our own engineers and it is likely to be completed this year and we need establishment for that. Then there is an Apprentice Training Centre at Lahore and there are going to be some new schemes and then the hospital staff about which some of the members earlier criticised that what is the necessity of having doctors. On the one hand we are going to have new hospitals and naturally, Sir, we need staff so that we should be well-equipped to cope with the local demands of our staff. There is a provision that we will be requiring about 50.5 lakhs for the prepatory works on new projects like Electric Traction, prestressed slipper factor track machine shop at Raiwind, Besides this, I have asked for 20.5 lakhs for extra staff to be appointed here in the Headquarter, that is, the Railway Board and some other establishment in the Railway Department. This extra staff is required because you remember that I have earlier expressed that during the last year we have been able to put more trains and we have been able to do more service to the people of this province and by that our carrying load capacity has increased by about 11 per cent. During this year we anticipate that we will be able to increase our capacity by 4 to 5 per cent.

Sir, by quoting these figures I would like to show that our load is going ro increase by 15 to 16%. On the other hand I am asking an increase in the establishment for only 3%. I am sure the members on both sides of this House will realise that our working capacity is going to be increased by 15% where as I am asking for only a 3% increase in the establishment. The amount which is going to be utilised for this staff is 18 8 lakhs for non-gazetted establishment and 1.7 lakhs for the gazetted establishment. I think the Members will agree with this allocation which I have now given and that will satisfy them on the point that we are not going to accommodate big officers. This increase is being made to improve our efficiency and as I said earlier, it is very essential that this staff must be provided.

Sir, besides this I have asked for 11 69 lakhs as non-recurring expenditure Sir, I will give a break up of this expenditure. I will require 4.5 lakhs for the civil defence equipment, for survey I require 2.8 lakhs and for the reorientation of the accounting system 4.7 lakhs. Besides this there is a provision of ten lakhs for flood damages. This amount we would need in case we require money for repairing our lines and all that.

Sir, this is the amount for which I have requested and I hope Members of this House will be good enough to accept the Demand which I have submitted.

Before I close my reply I would like to reply to the points raised by some Members regarding the rail car services. The Members expressed the view that presently the rail cars are out of order One of the Members suspected that possibly at the time of placing an order (when we were having these cars) in 1960 it was not fully realised whether these cars would be useful in this Province or not Sir, whenever orders for rail cars are given the world-wide tenders are invited and only after a thorough investigation and our technical officers satisfying themselves, we place an order with the firm In this particular case we have 24 rail cars which were suspended and we have put them back on the route. Two cars have been put on the service and the remaining 22 will start operating by the end of next month. Some defects were found in these cars and we had asked our principals to come to Pakistan and check them and repair them free of cost, because that is the agreement. So the member and the rest of the members of this House, I hope, will be satisfied that the rail cars put out of order because of certain technical mistakes are going to be repaired free of cost by our principals and they will be put in use within the next two months time.

Sir, there was a simple criticism by an Member that we have increased the number of trains by cutting down some coaches from the existing trains. On the one hand Members would like to have more trains in various parts of the Province while on the other they criticise why the number of coaches in certain trains has been cut down. Sir, by putting more trains on the route we can do more service to the people. This is a commercial organisation and we have to look from the point of view of the organisation as well as to give more service to the people.

Sir, that is the end of it. After this explanation I hope that the Demand placed by me before this House will be accepted by the Membes.

ORDINARY WORKING EXPENSES

Mr. Speaker : The question is :

That the total of Rs. 50,56,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total New Expenditure be reduced by Rs. 50,55,999.

(*The motion was lost*)

Mr. Speaker : The question is :

That a sum not exceeding Rs. 50,56,000 be granted to the Governor to meet New Expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses—General Administration.

(*The motion was carried*)

REPAIRS AND MAINTENANCE

Mr. Speaker : Next Demand.

Minister of Railways : I beg to move :

That a sum not exceeding Rs. 1,44,45,000 be granted to the Governor to meet New Expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses—Repairs and Maintenance.

Mr. Speaker : Demand moved :

That a sume not exceeding Rs. 1,44.45,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses—Repairs and Maintenance.

The first cut motion is from Allama Arshad.

Allama Rehmatullah Arshad : I am not moving.

Mr. Speaker : Next cut motion is from Mr. Kirmani. He is not present.

Next is from Chaudhri Muhammad Ibrahim.

Chaudhri Muhammad Ibrahim (Sialkot III) : I beg to move :

That the total of Rs. 1,44,45,000 on account of Ordinary Working Expenses—Repairs and Maintenance total New Expenditure be reduced by Rs. 1,44,44,999.

Mr. Speaker : Demand under consideration, motion moved is :

That the total of Rs. 1,44,45,000 on account of Ordinary Working Expenses—Repairs and Maintenance—Total New Expenditure be reduced by Rs. 1,44,44,999.

Minister of Railways : Opposed.

چودھری محمد ابراھیم—جناب صدر ۔ یہاں جس رقم کا مطالبہ کیا گیا ھے ۔ اگرچہ یہ درحقیقت اسی پر ریلوے کی آمدنی اور کار کردگی کا انحصار ھے ۔ میں اس تحریک کے ذریعہ جو چند خرابیاں ریلوے کے نظام

کے اس شعبہ میں ملاحظہ میں آتی ہیں ۔ ان کے متعلق ذکر کرنا چاہتا ہوں اس خیال سے کہ ان کی طرف وزیر ریلوے توجہ کریں گے ۔ اور ان کو دور کرنے کی سعی فرمائیں گے ۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے ۔ کہ کم از کم اس سلسلہ میں وہ جو پچھلی بار کمروں کی آرائش کے لئے خرچہ دکھایا گیا تھا ۔ اس مد میں موجود نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ قابل لحاظ ہے ۔ کہ یہ رقم جو خرچ کی جا رہی ہے ۔ یعنی structural works پر جو خرچ کی جا رہی ہے ۔ اس میں کچھ خرابیاں ایسی موجود ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ مثلاً ضلع سیالکوٹ میں ایک ڈیک نالہ پر ایک پل بنائے جانے کی تجویز تھی ۔ اس کے لئے ۱۱ لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ۔ صاحب صدر ۔ آپ حیران ہوں گے ۔ کہ اس پل پر سے ایک مسافر نہیں گذرا ۔ ایک گاڑی تک نہیں گذری .....

وزیر ریلوے—کہاں ہے ۔

چودھری محمد ابراہیم—ضلع سیالکوٹ میں ہے ۔

وزیر ریلوے—کیا نام ہے ۔

چودھری محمد ابراہیم—وہ ڈیک نالے کا پل ہے ۔ یہ ضمناً بات آ گئی ہے وہ ریلوے کا پل نہیں ہے ۔

Minister of Railways: That has nothing to do with this.

چودھری محمد ابراہیم—بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اسی قسم کے اور بھی پل دیکھنے میں آئیں گے اس پر نہ کوئی مسافر گذرا ہے ۔ اور نہ کوئی گاڑی گذری ہے اور وہ کریک ہو گیا ہے ۔ ایک طرف گیارہ لاکھ روپیہ کا خرچہ اور دوسری طرف آپ کا محکمہ انجینئرنگ ۔ وہاں ایسے معجزات ہو رہے ہیں ۔

شاید یہ بات ہمارے وزیر ریلوے صاحب کے نوٹس میں نہ لائی گئی ہو کہ ان permanent ways پر ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں ۔ جنہیں ماہوارئے کہتے ہیں ۔ اور میرا خیال ہے کہ ہر شخص جسے کبھی بھی ان ماہواریوں کی حالت پر غور کرنے کا صحیح موقع ملا ہے ۔ وہ جانتا ہے ۔ کہ وہ بیچارے کس بے کسی اور مظلومیت کی حالت میں ہیں ۔ انہیں بڑا معمولی سا یومیہ ملتا ہے ۔ اور اس میں سے بھی جب تک وہ ایک خاص حصہ اپنے افسروں کی نذر نہ کریں ۔ وہ بیچارے اپنی محنت سے کمائی ہوئی رقم بھی اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ اس میں سے بھی ان کا ایک خاص فیصدی حصہ مقرر ہے ۔ اور کوئی ماہواریہ ایسا نہیں جو یہ ماہوار حصہ نہ دے ۔

پھر یہ جو gangs ہیں ۔ ان میں بہت سے فرضی نام درج کر دئے گئے ہیں ۔ میں اسی extravagance کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا رہا ہوں ۔ کیونکہ ان کی پوری کی پوری تنخواہ ان افسروں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے ۔

چودھری عبدالرحیم—جناب میں اس کی تائید کرتا ہوں ۔

چودھری محمد ابراہیم—جناب صدر ۔ مجھے تجربہ ہے اور ان مزدوروں میں سے بعض ایسے ہیں جن کے ذمے railway track ہوتا ہے ۔ وہ اس کی دیکھ بھال نہیں کرتے بلکہ وہ در اصل افسروں کے گھریلو ملازم ہیں ۔ ان میں سے بعض اس بات پر متعین ہیں ۔ کہ وہ باہر سے افسروں کے مویشیوں کے لئے چارہ لائیں ۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے ذمے یہ ہے کہ وہ افسروں کے بچوں کو کھلائیں ۔ اور اسی طرح بعض کے ذمے ان کے گھروں میں گھی اور دودھ مہیا کرنا ہے ۔ اور جیساکہ میں نے عرض کیا ہے بعض ایسے ہیں جن کے نام تو وہاں درج ہیں لیکن دراصل

وہ کہیں بھی نہیں ۔ چنانچہ وہ ساری کی ساری رقم افسروں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے ۔

صاحب صدر ۔ یہ جو ماہوارئے مزدور ہیں ۔ ان کی حالت فی الحقیقت بہت ہی قابل رحم ہے ۔ وہ بڑی محنت سے کام کرتے ہیں ۔ اور کڑاکے کی سردی میں جب کہ افسران اپنے بستروں سے بھی ابھی نکل نہیں پاتے ۔ یہ مزدور لوگ کام شروع کر دیتے ہیں ۔ اور بدستور شام تک کرتے رہتے ہیں ۔ گرمی کے موسم میں یہ لوگ شدت کی گرمی میں لو کی لپٹوں میں کام کرتے ہیں ۔ یہ کس قدر ظلم ہے اور انسانیت سوزبات ہے ۔ وہ افسر کیا ہیں ۔ اور ان کے دل کیا ہیں ۔ وہ تو انتہائی سنگدل ہیں جو ان مزدوروں کی کمائی سے بھی حصہ وصول کر لیتے ہیں ۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ان مزدوروں سے اپنا حصہ لئے بغیر یہ افسر انہیں ان کی تنخواہ نہیں دیتے ۔ یہ میں آپ کی خدمت میں اس لئے عرض کر رہا ہوں ۔ کہ جناب وزیر ان permanent ways پر جو مزدور مقرر ہیں ان کے معاملات پر خاص توجہ دیں اور انہیں check کریں ۔ اور یہ دیکھیں ۔ کہ ان مزدوروں کو فی الحقیقت مزدوری ملے ۔ ان کا خون پسینہ ایک ہو جاتا ہے ۔ تب بھی انہیں روشنی نصیب نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ ظالم لوگ اس روٹی کو بھی ان سے چھین لیتے ہیں ۔

صاحب صدر ۔ اسی سلسلے میں میں ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ جو permanent track ہے ۔ انگریز نے اس کے متعلق میرے خیال میں ۱۸۹۰ء میں ایک ایکٹ بنایا تھا ۔ اس میں railway trespass کی ایک شق رکھی ہوئی ہے ۔ دیہاتیوں نے اکثر اپنے علاقوں میں ان لائنوں پر سے گذرنا ہوتا ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ وہاں ہر جگہ پھاٹک تو ہیں نہیں ۔ چنانچہ وہاں جو پولیس اس بات پر متعین ہے کہ trespass نہ ہو ۔ معلوم نہیں کہ وہ trespass کے کیا معنی سمجھتے ہیں ۔

جب انہیں ضرورت ہوتی ہے اپنے دستر خوان کے لئے مرغی یا گوشت کی ۔ تو وہ گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور جو شخص بھی لائن پر سے گذرتا ہے ۔ اس کا چالان کر دیتے ہیں ۔۔ یا اس سے رقم وصول کر لیتے ہیں مجھے تو آج تک اس کی سمجھ نہیں آئی کہ یہ trespass کیا شے ہے ۔ بہر حال میں نے اس اسمبلی میں ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں بتایا گیا تھا ۔ کہ صرف ۱۵ دن کے اندر اندر نارووال سٹیشن کے قریب کس قدر چالان ہوئے ہیں ۔ اور وہ لوگ اس کے علاوہ ہیں جو پولیس کو جرمانہ وغیرہ ادا کر کے چھوٹ جاتے ہیں ۔ ریلوے وزیر صاحب کو چاہئے کہ ہر جگہ پھاٹک مہیا کریں ۔ تاکہ وہ لوگ پھاٹک سے گذریں ۔ آخر ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ ریل گاڑی آ رہی ہے ۔ تو وہ اس وقت نہیں گذرے گا ۔ لیکن عام طور پر اگر ایک شخص کو گذرنے کی ضرورت ہو اور وہ گذر جائے تو اس میں ریلوے کا کیا نقصان ہے ۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ یا تو محکمہ ہر جگہ ایک ایک فرلانگ پر پھاٹک مہیا کرے یا اس trespass کی صحیح definition کرے ۔

صاحب صدر ۔ میں خاص طور پر اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ نارووال سے ریلوے لائن جو سیالکوٹ کی طرف جاتی ہے ۔ جو بارش کے دنوں میں اکثر ٹوٹ جاتی ہے ۔ اور اگر وہ نہ ٹوٹے تو پانی اتنا جمع ہو جاتا ہے ۔ کہ نارووال کے لوگوں کے لئے گلیوں اور محلوں میں سے گذرنا ممکن نہیں رہتا ۔ اور بارش کی وجہ سے لائین اس لئے ٹوٹتی ہے کہ اس کی صحیح طور پر غور و پرداخت نہیں کی جاتی ۔ جن دنوں لائین نہ ٹوٹے ۔ تو پھر اس بارش کے پانی کو گذارنے کے لئے عارضی طور پر نکاس کی صورت کر دی جاتی ہے ۔ لہذا مجھے وزیر ریلوے سے یہ گذارش کرنا ہے ۔ کہ اگر وہ وہاں مستقل طور پر ایک

پل بنائیں ۔ تو ایک تو محکمے کی سر دردی ختم ہو جائے اور دوسرے نارووال کے لوگوں کو بھی ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات مل جائے گی ۔

صاحب صدر ۔ اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ کہ آپ خواہ کروڑوں روپے ہی کیوں نہ خرچ کرتے چلے جائیں ۔ جب تک اس انسان کی جس کے ہاتھ میں آپ یہ انتظام دے رہے ہیں ۔ اصلاح کرنے کی مہم اپنے ذمے نہ لیں گے ۔ اس وقت تک یہ ناممکن ہے ۔ کہ آپ اس extravagance کو روک سکیں ۔ اور صحیح efficiency پیدا کر سکیں ۔ بہر حال آپ کو اس بات کا انتظام کرنا ہو گا ۔ کہ وہ انسان جس کے ہاتھ میں یہ چیز ہے ۔ ایک طرف اس کی تربیت کیجئے ۔ اور اگر وہ تربیت سے نہ سدھرے ۔ تو پھر اس کے لئے ڈنڈا استعمال کیجئے ۔ یہ نہ ہو کہ غلط کار افسروں کو آپ ترقی دیکر اوپر بھیج دیں۔ اگر ایسا ہوا تو جیسے کہ اس سے پہلے بھی ایسی کئی مثالیں موجود ہیں ۔ دوسرے لوگوں کو اس سے ہرگز عبرت حاصل نہیں ہو سکتی ۔

تو میں صاحب صدر ۔ برسراقتدار حضرات سے یہی ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا تھا ۔ جو میں نے کہہ دی ہیں ۔ یعنی یہ کہ ان افسر لوگوں کے سامنے کوئی مقصد رکھئے ۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات آنکھوں سے اوجھل ہے تو کم از کم پاکستان تو ان کی نظر میں ہے ۔ اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے پاکستان کو کوئی ادنیٰ سا ضرر بھی پہنچے ۔ اس کے مفاد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کے لئے صحیح کام کرنے اور راہ تجویز کرنے کی ایک

عمدہ صورت پیدا کریں ۔

Mr. Speaker : Rao Khurshid Ali Khan to speak now, but he is not present. Mian Abdul Latif, Mr. Hamza and Mr. Abdul Majid Jatoi are not present. Amir Habibullah Khan Saadi to speak.

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائلپور - ۷)۔

صاحب صدر ۔ اس تحریک تخفیف کی تائید میں مجھے مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ passenger and other public amenities کے لئے جو ۲۴ لاکھ اور ۸۴ ہزار روپے رکھے گئے ہیں ۔ یہ اس مقصد کے لئے نہایت ہی قلیل رقم ہے ۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے کئی معزز ممبران فرما چکے ہیں ۔ یہ تو اونٹ کے منہ میں زیرہ دینے کے برابر ہے ۔ لہذا اس کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اس تحریک تخفیف کی تائید کرتا ہوں ۔

Mr. Speaker : Next Cut Motion is from Mr. Munawar Khan and he is also not present.

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Sir I may be allowed to say a few words about it.

Sir, I have requested for a new expenditure of Rs. 1,44,45,000 to be granted as non-recurring. Most of this amount is being spent for the construction of various buildings in the province and to provide more passenger amenities, and the break-up given of this amount is that we are going to have 24.84 lakhs for the passenger amenities, for the staff welfare we are going to have 17.26 lakhs, and Sir for other new minor works we will have about 92.35 lakhs. So the total is going to be 1,34,45,000.

Sir, in this demand, with the amount which has been provided our aim is to provide more facilities for the passengers and to have more amount for the staff who should maintain these track lines.

During the general discussion many members had expressed that there are some side lines where proper amenities for passengers are not available. I may assure them that we are taking all possible steps to provide all possible amenities to the passengers on the side lines also.

With these words I request that this demand may be put to vote and I hope the members will accept it.

EXPENDITURE NOT MET FROM REVENUE

Mr. Speaker : The question is :—

That the total of Rs. 1,44,45,000 on account of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance—Total New Expenditure be reduced by Rs. 1,44,44,999.

(*The motion was lost.*)

Mr. Speaker : The question is :—

That a sum not exceeding Rs. 1,44,45,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance.

(*The motion was carried.*)

Minister of Railways : Sir, I beg to move :—

That a sum not exceeding Rs. 11,00,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of expenditure not met from Revenue.

Mr. Speaker : Demand moved is :—

That a sum not exceeding Rs. 11,00,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of expenditure not met from Revenue.

(Mr. Kirmani is not present).

Chaudhri Muhammad Ibrahim : Sir, I beg to move :—

That the total of Rs. 11,00,000 on account of Expenditure not met from Revenue-Total New Expenditure be reduced by Rs. 10,99,999.

Mr. Speaker : Demand under consideration, motion moved is :—

That the total of Rs. 11,00,000 on account of Expenditure not met from Revenue—Total New Expenditure be reduced by Rs 10,99,999

چودھری محمد ابراھیم (سیالکوٹ - ۳)—جناب والا - اس سلسلہ میں ۱۱ لاکھ کی جو رقم - Electric Tracking of Khanewal Lahore Section کے لئے منظور کی جا رھی ھے یہ تو ایسا ھی ھے جیسے پنجابی میں کہتے ھیں -

دوڑنا چھڈیا چال ھی چل کے دس

یہ تو آپ کا انتظام ھے - جب آپ اسے درست کر لیں

اور آپ کو اطمینان ہو جائے تو پھر آپ نہ صرف اس سیکشن کو بلکہ پوری ریلوے کو electrify کرنے کا پروگرام رکھ لیں۔ صورت حال تو اس وقت یہ ہے کہ ہمارے پاس electric tracking کے لئے ہمارے ہاں نہ یہاں ٹرانسفارمر نہ کنڈنسر کا انتظام ہے بلکہ میں تو یہ کہونگا کہ ہمارے پاس پول اور وائرنگ کا سامان بھی نہیں ۔ یہ سارے کا سارا سامان امپورٹ کیا جائیگا ۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے عوض میں جو کچھ دینا پڑیگا وہ کمائی تو عوام کی جیبوں سے نکلیگی اور وہ دوسروں کی جیبوں میں چلی جائے گی ۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس طرح سے ہمیں خیرات ملتی جائے۔ بہرحال اس کے لئے ایکسینج کی ضرورت ہوگی اور جو سامان امپورٹ کریں گے اس کے لئے کاریگروں کی اور ریپیئر کی ضرورت ہوگی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم اس مقام پر نہیں پہنچے کہ electric tracking کا اپنے ذہن میں کوئی خیال لائیں ۔ دوسری item جس کے لئے ۶ لاکھ رکھا گیا ہے کیرج فیکٹری مغل پورہ ہے ۔ یہ لوگ مغلپورہ انجینئرنگ ورکس میں ایک عرصہ سے کام کرتے چلے آ رہے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں کچھ نہ کچھ کام اس سلسلہ میں ہوتا رہا ہوگا ۔ لیکن مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ جس طرح سے اس کے پہلے کئی شعبے ایسے ہیں جن میں inefficiency اور extravagance کا حد و حساب ہی نہیں ۔ میرے سوالات کے جواب میں سٹیل شاپ کا خاص طور پر ذکر آیا تھا اور میں نے ان واقعات کے سلسلہ میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کا انتظام ناقص ہاتھوں میں ہے ۔ یہ بالکل دن دھاڑے ریلوے ڈیپارٹمنٹ کو لوٹا جا رہا ہے وہاں جو کام ہو رہا ہے اسکے مقابل جو خرچ ہو رہا ہے وہ زیادہ ہے اس سےکافی نفع کمایا جا سکتا ہے۔کیونکہ یہ مغل پورہ ورکشاپ

کا ایک بڑا صنعتی حصہ ہے ۔ جب تک آپ اسے اچھے ہاتھوں میں نہیں دیں گے یہ کامیاب نہیں ہوگا ۔ اس وقت نہایت ہی غلط ہاتھوں میں ہے ۔ یہاں صالح قیادت کی اور پاکستانیوں کی قیادت کی ضرورت ہے ۔ اس لئے جب آپ اس کا پہلے سے انتظام نہ کر لیں ۔ اس وقت تک میں مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ کیرج فیکٹری کے لئے مزید رقم کا مطالبہ کریں ۔ میری گذارشات یہ ہیں کہ یہ جو رقمیں ہیں ان کو خرچ کرنے کے بعد یہ سوچیں کہ ہمیں کیا returns ہوگی صرف یونہی روپیہ خرچ کرتے چلے جانا اور ریلوے کے خزانہ کو زیر بار کرتے چلے جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے ۔

Rao Khurshid Ali Khan, Haji Abdul Majid Jatoi and Allama Rematullah Arshad are not present.

Amir Habibullah Khan Saadi : Sir, I do not want to move my cut motion.

میر حاجی محمد بخش تالپور (تھرپارکر - ۳)---

صاحب صدر ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اکثر تاثر دیا گیا ہے کہ ریلوے ایسا ادارہ ہے کہ اسے کمرشل طریقہ پر تعمیر کرنا چاہئے ۔

جناب والا ۔ یہ ریلوے پہلے گورنمنٹ کی ملکیت نہیں تھی بلکہ ایک کمپنی کی تھی ۔ اس لئے میں عرض کرونگا کہ اگر آپ تجارتی طور پر چلائیں گے تو پسماندہ علاقے اس سے محروم ہو جائیں گے ۔ آپ خواہ مخواہ یہ تاثر نہ دیں ۔ کہ یہ تجارتی ادارہ ہے ۔ بلکہ ان لائنز پر تعمیر کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ ملک کی ڈیفینس بھی ہے اور پسماندہ علاقوں کی ترقی کی بھی ضرورت ہے ۔

اس کے بعد میں عرض کرونگا کہ چند سکیمیں پہلے تجویز ہو چکی ہیں مثلاً ایک تھی بدین کی ۔ اس کا ایسٹیمنٹ بن چکا ہے اور ڈویژنل کونسل حیدرآباد نے سفارش کی ہے کہ یہ تعمیر ہونا چاہئے ۔ لیکن اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ۔ دوسری سکیم جس کے متعلق سروے ہو رہا ہے یعنی سانگھڑ ڈسٹرکٹ کو ہیڈکوارٹر سے ملانے کی ہے ۔ جوھڑ سے لے کر سانگھڑ تک اور سانگھڑ سے پھر سنجوڑ تک یہ ۱۸ میل کا راستہ ہے ۔ تو بجائے اس کے کہ شاھداد پور سے کوئی چھوٹی لائین نکال کر سانگھڑ سے ملا دیں تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ میل لائین سے مل جائے گا ۔ اور بعد میں تکلیف ہوگی ۔ اس طرح سے ایک اور سکیم بھی ہے پٹھورہ جنکشن سے سپرہ تک اس کی سروے ہو چکی ہے لیکن اسے بھی پس پشت ڈال دیا گیا ہے ۔ جو سکیمیں بن چکی ہیں ان پر غور کریں ۔ اگر feasible ہو تو عمل میں لائیں ۔ اور بنئے کی طرح یہ نہ کریں کہ زیادہ فائدہ ہو تو چلائیں اس لئے میری گذارش ہے کہ آپ اس طرف توجہ دیں اور سنجوڑ اور سانگھڑ کی سکیموں کا جو میں نے ذکر کیا ہے اس طرف خیال کریں ۔

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo): Sir, this demand relates to the Development Programme. I have asked for a new expenditure non-recurring of eleven lakhs under Demand No : 5 and we propose to spend this amount on the following schemes. Sir, there is a proposal to have an electric traction on the Lahore-Khanewal Section. Chaudhri Ibrahim while arguing his cut motion said that our country is not in a position to go ahead with modernisation. Sir, we have to see that whatever steps we take for the modernisation of the Railway Department that is going to benefit the Railway. By thorough investigation we have come to the conclusion that if this track between Khanewal and Lahore is to be modernised the way we are suggesting, it would cost 8.15 crores. During this year we have asked for four lakhs only for preparatory works. We are planning to complete this project by the end of the Third Plan and I hope when it is cempleted the Members, particularly Chaudhri Muhammad Ibrahim, will come to know the real benefits of this. I hope that when this project is completed there will be sufficient income and sufficient facilities to the people of that area.

Sir, there is another project i.e. the construction of a Carriage Factory at Moghalpura. This project is going to cost 4.76 crores and for this year I have asked for about six lakhs only for preparatory works. When this factory is completed in the Third Plan period we will be manufacturing our own carriages here in this country and the problem of importing them will be eliminated.

Sir, the third request is for the construction of a Meter Gauge Carriage and Wagon Repair Workshop at Hyderabad. Although the workshop would cost sixty lakhs I have asked for one lakh only during the year for preparatory work, outlay etc for the project.

In all I require eleven lakhs as new expenditure non-recurring for 1964-65.

Sir, a very important issue was raised by Major Sultan. With your permission I must reply to that. It is regarding the pay scales of railway employees in the Railway Department. Sir, the pay of the entire lower staff employees of the Railway Department has increased by 10%. I am going to read the actual position for the information of this House.

"The factual position is that all persons on the old scales have been fixed in the new consolidated scales after allowing a 10% increase over the total emoluments being drawn by them under the old scales. In calculating this 10% increase the Interim Relief allowed in August, 1962 (effective from 1st July, 1962), as the first stage of the Introduction of the new consolidated scales, was adjusted.

The position before the new scales were sanctioned was that Class IV emoluments ranged within scales on a minimum of Rs. 61-05 to those on a maximum of of Rs. 147-198. The range of the new consolidated scales for Class IV staff on the Railways now varies between a scale on Rs. 65—80 to one on Rs. 160—230. Within these scales Class IV employees have been fixed on salaries ranging between Rs. 67—223. Therefore, the increase over the emoluments drawn in the old scales has ranged between Rs. 6/— to Rs. 25/— p.m."

Mr. Speaker : I will now put the question.

The question is :

That the total of Rs. 11,00,000 on account of Expenditure not met from Revenue—Total New Expenditure be reduced by Rs. 10,99,999.

(*The motion was lost.*)

The question is :

That a sum not exceeding Rs. 11,00,000 be granted to the Governor to meet new expenditure for the financial year ending on the 30th June, 1965, in respect of Expenditure not met from Revenue.

(*The motion was carried.*)

Resolution : *Re* :

APPROVAL OF EXPENDITURE IN RESPECT OF PROJECTS

Mr. Speaker : Next motion.

Minister of Railways : Sir, I move :

That the House do approve expenditure, specified in the Statement, under Article 42 read with Article 89 of the Constitution in respect of Projects for the future years.

Mr. Speaker : Resolution moved and the question is :

That the House do approve expenditure, specified in the Statement, under Article 42 read with Article 89 of the Constitution.

(*The Resolution was carried.*)

The House stands adjourned till tomorrow to meet at 8-30 a.m.

(*The Assembly then adjourned till* 8-30 *a.m. on the* 17*th June*, 1964.)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Wednesday, the 17th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-33 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqui, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

پ ۲۸ - س ۶۴ - ع ۱۶ - آیات ۱۳ تا ۱۷

اللہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں اے ایمان والو تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے ساتھ عداوت رکھتے ہیں پس ان سے ہوشیار رہو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور اس کے احکام کو سنو اور اس کے فرمانبردار رہو اور اس کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دوچند دے گا۔ اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دیگا اور اللہ بڑا قدر شناس اور بردبار ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے۔

ADJOURNMENT MOTIONS

SCARCITY OF WATER IN BHANGA MACHKA NOORWAH CANAL

Mr. Speaker : The first adjournment motion is from Allama Rehmatullah Arshad, which was deferred for today.

Minister of Irrigation (Malik Qadir Bakhsh) : Sir I had opposed it, and now I have got the information with me. I hope that after I have explained the position to the House the member will be pleased to withdraw his adjournment motion. The position is that the continuous wind-storm during the ten days uprooted a large number of full grown trees which obstructed the flow of water in the Dulles Branch and the distributory. The branch and the distributory had to be closed for removing the fallen trees in the bed. The trees have been removed and the supply restored. The canal remained closed temporarily. I would, therefore request that the adjournment motion may kindly be withdrawn by my friend because it was not our fault. Just we could not help it ; it was an act of God and nature. Sir, we do realize the difficulties of the people but the supply has been restored.

Allama Rehmatullah Arshad : I withdraw my motion.

Mr. Speaker : The motion stands withdrawn.

BEATING OF ABDUL WAHID AND ABUSING BROHI TRIBE BY THE TEHSILDAR OF KHUZDAR

Mr. Speaker : Next motion is by Babu Muhammad Rafiq.

Babu Muhammad Rafiq : Sir, I ask for leave to make a motion for the adjournment of the business of the Assembly to discuss a definite matter of recent occurrence and public importance, namely, the Tehsildar of Khuzdar, Mr. Rehmatullah, had beaten Mr. Abdul Wahid, brother of Abdul Aziz, Manager, Aziz Hotel, Khuzdar, Kalat Division, and sent him behind the bar for nothing. He abused Brohi Tribe in an adverse manner. This has created great resentment and restlessness among the public of that area, as per letter received from the public representatives of Khuzdar on 16.6.64.

Minister of Revenue (Khan Pir Muhammad Khan) : So far as the admissibility of the motion is concerned, my objection is that a similar motion was tabled yesterday. The facts are the same but the person is different.

Mr. Speaker : That motion was tabled by Sardar Doda Khan.

Minister of Revenue : Keeping my right of objection reserved I submit that leaving aside the merits of the motion I contacted the Commissioner yesterday in the presence of Sardar Doda Khan and told him the allegations He has ordered the Deputy Commissioner to go there and make inquiry and submit a report. My submission is that the place is situated at a distance of about 64 miles from the district headquarters and there is no telephone connection. So, this will take some time.

Mr. Speaker : The action has already been taken by the Government.

Minister of Revenue : It has been taken in the presence of Sardar Doda Khan.

Babu Muhammad Rafiq : Sir, you may defer it. Let the reply come.

Minister of Revenue : If we receive a reply from the Commissioner we will place it before the House.

Mr. Speaker : When will the Minister receive the reply ?

Minister of Revenue : It will taken at least one week because the place is situated at a considerable distance from the district headquarters and there is no telephone connection.

Mr. Speaker : This motion will be taken up on the 23rd.

SUPPLEMENTARY DEMANDS (GENERAL)

Mr. Speaker : Now we will have discussion and voting on supplementary Demands (General) for 1963-64.

Minister of Finance (Sh. Masud Sadiq) : I beg to move:

> That a supplementary sum not exceeding Rs 4,14,900 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of superannuation Allowances and pensions.

Mr. Speaker. : The Demand moved is—

> That a supplementary sum not exceeding Rs. 4,14,900 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of superannuation Allowances and pensions.

There is one cut motion by Mr. Ahmed Saeed Kirmani. The member is not present and the motion is not moved. Is there any objection to this Demand ?

(Voices-No)

Mr. Speaker : The question is—

> That a supplementary sum not exceeding Rs. 4,14,900 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of superannuation Allowances and pensions.

(The motion was carried)

Minister of Finance (Sh. Masud Sadiq) : I beg to move :

> That a supplementary sum not exceeding Rs. 14,40,08,720 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Capital outlay on Provincial Schemes of State Trading.

Mr. Speaker : The Demand moved is —

> That a supplementary sum not exceeding Rs. 14,40,08,720 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Capital outlay on Provincial Schemes of State Trading.

The first Cut Motion is by Mr. Ahmed Saeed Kirmani and he is not present. The second one is by Ch. Mohd Ibrahim. He too is not present. Next is by Kh. Mohd Safdar.

Khawaja Muhammad Safdar (Sialkot-I) : I beg to move :

> That the total of Rs. 14,40,08,720 on account of 85—A—Capital Outlay on Provincial Schemes of State Trading—Total New Expenditure be reduced by Rs. 14,40,08,719.

Mr. Speaker : Demand under consideration, the motion moved is —

> That the total of ns. 14,40,08,720 on account of 85—A.. Capital Outlay on Provincial Schemes of State Trading—Total New Expenditure be reduced by Rs 14,40,08,719,

خواجه محمد صفدر—جناب والا - اس‌وقت اس معزز ایوان کے سامنے سپلیمنٹری بجٹ سٹیٹمنٹ پیش ہے اور اس کی ڈیمانڈ نمبر ۲ پر ہم بحث کا آغاز کر رہے ہیں - جناب والا - سپلیمنٹری بجٹ اور جسے اردو میں تتمہ بجٹ کہا جائے گا اس کے لئے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بعض اوقات منظور شدہ رقوم میں سے بعض مدات ایسی نکل آتی ہیں جن پر منظور شدہ رقوم سے زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور بعض ایسی فوری اور ہنگامی اخراجات حکومت کے سامنے آ جاتے ہیں جن کو صرف کرنا یا جن کی رقوم کو صرف کرنا از حد ضروری ہوتا ہے - اس لئے عام طور پر دنیا کے سبھی ممالک میں سپلیمنٹری بجٹ پیش کئے جاتے ہیں - ہمارے ہاں بھی یہ کوئی نئی یا انوکھی چیز نہیں ہے - لیکن اس کو جس طریقے سے ہمارے آئین میں رکھا گیا ہے اسے اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو

آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سپلیمنٹری بجٹ سٹیٹمنٹ کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی ہے ۔ میں آئین کے وہ الفاظ جناب والا ۔ آپ کے سامنے پڑھے دیتا ہوں ۔

Article 44 (1) –

"If, in respect of any financial year, it is found that the amount authorized to be expended from the Central Consolidated Fund for a particular purpose is insufficient, or a need has arisen for expenditure from that Fund for a purpose with respect to which there is no authority for expenditure, the President shall cause to be laid before the National Assembly a Supplementary Budget Statement setting out the proposed additional expenditure."

تو جناب اس میں اگر پریذیڈنٹ کے لفظ کی بجائے یا گورنر یا نیشنل اسمبلی کی بجائے پراونشل اسمبلی پڑھ لیا جائے تو ہمارے صوبائی حالات کے مطابق ہوگا اس میں دو صورتیں بتائی گئی ہیں ۔ پہلی تو یہ ہے کہ کسی مد میں ایک مخصوص رقم سالانہ بجٹ میں رکھی گئی ہے وہ سال کے دوران میں خرچ اس مد پر منظور شدہ رقوم سے زیادہ کرنا پڑا یا ایسی کوئی ضرورت لاحق ہوگئی جس کو بجٹ کے تیار کرتے وقت پیش نظر نہیں رکھا جا سکتا تھا اور اس کے مطابق خیال نہیں رکھا جا سکتا تھا ان دونوں رقوم کو ۔ ان دونوں مدوں کو گورنر صاحب خرچ کر سکتے ہیں اور سال کے دوران میں کسی وقت اسمبلی کے سامنے سپلیمنٹری بجٹ سٹیٹمنٹ کے ذریعہ وہ اخراجات پیش کئے جا سکتے ہیں ۔

دوسری اہم بات اس آرٹیکل میں جناب والا ۔ یہ ہے کہ اس کی اہمیت کو اس طور پر کم کیا گیا ہے کہ اس پر عام بجٹ کی طرح ان طریقوں سے جو آئین میں درج ہیں بحث لازم نہیں ۔ اور قطعی طور پر بحث لازم نہیں ہے ۔ سٹیٹمنٹ اسمبلی کی اطلاع کے لئے

اسمبلی کی میز پر رکھ دینا کافی ہے ۔ اس کی وجوہات ہیں ۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آئین کو ڈرافٹ کرنے والوں نے یہ ضرور خیال کیا تھا کہ سپلیمنٹری بجٹ سٹیٹمنٹ کے ذریعہ کوئی عام خرچ نہیں کیا جائے گا ۔

اور اس چیز کا خیال بھی رکھا گیا تھا کہ اس statement کے ذریعے کوئی بھی بڑی رقم اسمبلی کے سامنے پیش نہ کی جائے گی ۔ یہ اختیارات گورنر صاحب کو صرف معمولی اخراجات اور ہنگامی اخراجات کے لئے تھے ۔ یہ اس قسم کے اختیارات نہ تھے کہ انہیں ہر وقت استعمال کیا جا سکتا ۔ یہ بڑی بڑی رقوم اور ایسے اخراجات کے لئے جن کو بجٹ تیار کرتے وقت پیش نظر رکھا جا سکتا ۔ نہیں ہیں جن کے لئے ایک عام فہم انسان کے لئے لازم تھا کہ وہ سوچ لے کہ آئندہ سال کے دوران کونسے اخراجات ہونے والے ہیں ۔

وزیر خزانہ—اور جناب یہ جو تھرپارکر میں طوفان آیا ہے ۔ کیا اسے بھی ہم پہلے ہی سوچ لیتے ۔

خواجہ محمد صفدر—میں ابھی اس کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں ۔

اس کے علاوہ ہمارے آئین کی دفعہ ۴۵ میں ایک اور مد بھی ہے ۔ جسے contingency item کہتے ہیں ۔

جناب والا ۔ میرے محترم دوست قائد ایوان نے حیدرآباد ڈویژن کے کل اور پرسوں کے افسوسناک طوفان کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ جس میں ان کے اندازے کے مطابق دو سو سے زائد افراد کی ہلاکت کی قیامت خیز خبر ہم تک پہنچی ہے ۔ اس

کے علاوہ لاکھوں مویشیوں کی ہلاکت کی اطلاع بھی ہمارے پاس پہنچ چکی ہے - تو اس قسم کے حالات سے لپٹنے کے لئے ہم نے گذشتہ سال دس کروڑ روپے کی contigency item یا ہنگامی مد رکھی تھی - اور اس سال بھی اگرچہ میں نے زیادہ غور سے تو نہیں دیکھا - بارہ کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے - بہرحال یہ معاملہ میرے اصل موضوع سے بالکل الگ تھا - یہ تو میں نے سر راہے ان کے ارشاد کا جواب دیا ہے -

تو اس supplementary budget statement کی اہمیت ہمارے آئین کی دفعہ ۴۵ کے تحت ہمارے آئین کے draft کرنے والوں نے اس لئے بھی کم رکھی ہے کہ یہ کل بجٹ کا کوئی حصہ بھی ہو سکتی ہے - اور یہ اسمبلی اس کو دسویں حصے سے کم نہیں کر سکتی - لیکن گورنر صاحب اس کی equal amount اس contingency item میں رکھ سکتے ہیں - البتہ اس میں کوئی limit نہیں - چونکہ میرے دوست سر پھیر رہے ہیں - اس لئے میں اس کے متعلق پڑھ کر سناتا ہوں -

Article 45 says : -

"(1) There may be included in an Annual Budget Statement in an item of estimated expenditure (in this Article referred to as a contingency item) for the purpose of making provision for the withdrawal from the Central Consolidated Fund, at the discretion of the President, of amount necessary to meet unexpected expenditure (whether on revenue account or not) that is not specifically provided for in the Statement.

(2) Where a contingency item is included in an Annual Budget Statement, it shall be shown as a sum of that is not required to meet new expenditure but, not-withstanding clause (3) and (4) of Article 41, the National Assembly may, without the consent of the President, reduce a demand for a grant in respect of that sum to an amount that is not less than 10 per centum of the total of expenditure on revenue account specified in the Budget Statement."

تو نیشنل اسمبلی کو یہ اختیار ہے - اور صوبائی اسمبلی کو بھی یہ اختیار ہے - کہ ہم سب مل کر اس رقم کو بجٹ اور بالخصوص

ریوینیو بجٹ کے دس فیصدی تک اس Contingency Item کو لے آئیں ۔ لیکن اس سے کم یہ ۱۵۵ ممبران پر مشتمل ھاؤس بھی نہیں کر سکتا ۔ یہ تو گورنر صاحب خود ھی کر سکتے ھیں ۔ ان کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ۔ اس لئے گورنر صاحب کا یہ اختیار contingency item کے تحت لا محدود ھے ۔ اور میرے دوستوں کا یہ کہنا کہ وہ دس فیصدی تک ھے ۔ درست نہیں ۔ بہرحال اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ھوں ۔

جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ Supplementary Budget Statement کی اھمیت اس لئے بھی کم ھے کہ جن لوگوں نے یہ آئین draft کیا ھے ۔ ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ دفعہ ۴۵ کے تحت وہ پریذیڈنٹ صاحب اور گورنر صاحب کو contingency item کے سلسلے میں لا محدود اختیارات دے رھے ھیں ۔ اس لئے انہوں نے ایک مد تو ضرور رکھ دی ۔ لیکن انہیں یہ خیال نہ آیا کہ اس کا استعمال کیسے ھو گا ۔ مجھے آئین کی دفعہ ۴۵ پر کوئی اعتراض نہیں ۔ میں یہ تسلیم کرتا ھوں کہ دنیا کے ھر ملک کے آئین میں ۔ بلکہ میری رائے میں دنیا کے تمام کے تمام آئینوں میں یہ دفعہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ھے ۔ اگرچہ بعض آئینوں کے مطابق اس پر بڑی پابندی سے اور باقاعدہ طور پر بحث ھوتی ھے ۔ مثلاً جہاں تک مجھے یاد ھے ۔ امریکہ کے آئین کے مطابق وھاں کے عام بجٹ اور supplementary بجٹ میں کوئی فرق نہیں ۔ یہ چیز خاص طور سے procedure سے تعلق رکھتی ھے ۔ تاھم یہاں غرض و غایت یہ تھی کہ یہ اخراجات محدود قسم کے ھوں گے ۔ اور ھنگامی حالات کے لئے ھوں گے ۔ انہیں روز مرہ کے لئے استعمال نہ کیا جائے گا ۔ اور اس میں ایسے اخراجات شامل نہ کئے جائیں گے جن کے متعلق ھم آج سوچ سکیں کہ اگلے سال ھم نے یہ

ادائیگی کرنا ہے ۔ مثال کے طور پر قرضہ ہے ۔ کیا جناب کبھی کسی مقروض کو یہ بھی بھولا ہے ۔ کہ میں نے قرض دینا ہے ۔ یا اس کی قسط ادا کرنا ہے ۔ یا اس کا سود ادا کرنا ہے ۔ وہ رقم بھی اس میں شامل ہے ۔ یہ بات تو بڑی آسانی سے سوچی سمجھی جا سکتی تھی ۔ اور اس کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جا سکتی تھی ۔ مثال کے طور پر چینی کے کارخانوں کو پچھلے سال کچھ رقوم دینا تھیں ۔ وہ بجٹ میں نہیں رکھی گئیں ۔ بلکہ یہ supplementary بجٹ لے آئے ۔ تو میری مراد یہ ہے کہ میرے یہ دوست جنہوں نے اس آئین کی حفاظت اور اس کے احترام کا حلف اٹھایا ہوا ہے ۔ وہ خود اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر رہے ہیں ۔ ان کے اپنے ہاتھوں سے اس آئین کی مٹی پلید ہو رہی ہے ۔ ہم تو ناقد ہیں ہی ۔ ہم نے تو اس پر تنقید کرنا ہی ہے ۔ کیونکہ ہم نے تو اسے قبول ہی نہیں کیا ۔ ہم ان میں سے نہیں تھے ۔ جنہوں نے اسے بنایا تھا ۔ draft کیا تھا ۔ یا اسے منظور کیا تھا ۔ اور اس پر حلف اٹھایا تھا ۔ حلف اٹھانے والے تو دوسری طرف بیٹھے ہیں ۔

وزیر خزانہ---جناب والا ۔ کیا حزب اختلاف کے قائد نے اس آئین کو support کرنے کا حلف نہیں اٹھایا ۔ جناب میں ایک definite question کر رہا ہوں ۔ کیا leader of the opposition نے اس آئین کے تحفظ کا حلف نہیں اٹھایا ؟

Mr. Speaker: Yes, it is there.

وزیر خزانہ---جناب والا ۔ پھر یہ ایسی بات تو نہ کریں کیونکہ انہوں نے اس آئین کی protection کا حلف اٹھایا ہوا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر---جناب والا ۔ میں نے حلف اٹھایا ہے کہ میں اس آئین کے تحت کام کروں گا ۔ اس کے مطابق کام کروں گا ۔

لیکن میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اسے تبدیل کرانا چاہتے ہیں ۔ اور اس میں ترمیم لانا چاہتے ہیں ۔ انہوں نے بطور وزیر حلف اٹھایا ہے اور میں نے بطور ممبر حلف اٹھایا ہے ۔ ان میں اور مجھ میں فرق ہے ۔

مسٹر حمزہ ۔جناب والا ۔انہوں نے تو اس آئین کے پرخچے اڑانے کا حلف اٹھایا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔جناب والا ۔ان مختصر سی معروضات کے بعد آپ ملاحظہ فرمائینگے کہ ہمارا بجٹ جو اس وقت زیر بحث ہے ۔ وہ ۶۵ کروڑ ۔۳۵ لاکھ ۔۲۲ہزار اور ۷۸۰ روپے کا ہے ۔آپ اندازہ فرمائیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آئین کے مطابق کام کر رہے ہیں ۔۶۵ کروڑ ۔۳۵ لاکھ ۔۲۲ ہزار اور ۷۸۰ روپے کا Supplementary بجٹ ہمارے سامنے دس صفحے میں پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ آئین کے تحت اس کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔

وزیر خزانہ ۔جناب والا ۔جو کچھ خواجہ صاحب فرما رہے ہیں ۔یہ سب کتابی چیزیں ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔جناب والا ۔اگر میں نے کوئی غلطی کی ہو ۔تو جناب وزیر خزانہ مجھے ضرور بتا دیں ۔تا کہ میں اس کی صحت کرلوں ۔

جہانتک سال رواں کا تعلق ہے ۔اس کا کل ریوینیو بجٹ کیا ہے ۔یہ ایک ارب ۔۳۴ کروڑ ۔اور ۵۳ لاکھ روپے ہے ۔

Mr Speaker: The member has added up the figures. The grand total is not there.

Khawaja Muhammad Safdar: Grand total is at page 1—Summary of Demands—last column—65,35,22,780.

جناب والا ۔سال رواں کا بجٹ ۔/۱۳۴۵۳۰۰۰۰۰ روپیہ کا ہے ۔

لیکن یہ تتمہ جو اس کے ساتھ لگا دیا ہے یہ اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ یہ کل کا نصف ہے ۔اور اسے تتمے کی شکل میں پیش کیا ہے۔یہ کیا فراست ہے یہ کیا دوربینی ہے یہ کیا ذہانت ہے اور کیا دور اندیشی ہے ۔ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اگلے سال کے لئے سوا ارب روپیہ چاہئے یا دو ارب روپیہ ۔ان رقموں میں بہت تضاد ہے ۔پھر یہ جو دو کروڑ روپیہ یہاں رکھا ہے یہ بھی بہت زیادہ ہے ۔اور ان کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ آئندہ سال میں سوا ارب روپیہ چاہئے یا دو ارب یہ slip short طریقہ سے جو بجٹ تیار ہوتے ہیں اس کے لئے آئین کی اس دفعہ کا سہارا لے کر ناجائز طور پر اخراجات کئے گئے ہیں ۔اگر دس کروڑ کی رقم بھی اسمیں شامل کر لیں جو annexure میں دی ہوئی ہے تو یہ رقم ۷۵ کروڑ روپیہ سے اوپر چلی جاتی ہے ۔میں حیران ہوں کہ ہمارے وزرا صاحبان نے صوبہ کی مالی حالت کا کیا حشر کر رکھا ہے ۔اور ۷۵ کروڑ روپیہ ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔اور یہ جو صوبہ کے ۱۵۰ نمائندے ہیں ان کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے ۔خود ہی جو چاہیں کر دیں اور ایک Statement بنا کر ہمارے سامنے پیش کر دیں ۔

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بزرگ اس قسم کے ہیں جو عقل سے مبرا ہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک ۔آج آپ گالیوں پر آ گئے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ۔میرا کہنا کوئی گالی نہیں ۔

ہاں تو جناب والا ۔ان کے ہاتھوں میں اس صوبہ کے ۵ کروڑ افراد کی زندگی اور موت دے دی گئی ہے ۔اور یہ قدرت کا کرشمہ ہے ۔

آوازیں ۔۔زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ۔۔I stand to be corrected میں تسلیم کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔۔ان کی عقل و فراست کا مظاہرہ اس بجٹ سے ہوتا ہے ۔ صوبہ کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے ۔ شاید اس صوبہ نے کوئی گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے یہ سزا دی گئی ہے ۔

بیسیوں ایسے ممالک ہیں جو آبادی کے لحاظ سے یا رقبہ کے لحاظ سے اور بعض دونوں کے لحاظ سے ہمارے صوبہ سے بہت چھوٹے ہیں لیکن خدا کی قدرت ہے میں تو اسے مشیعت ایزدی سمجھتا ہوں ۔۔جیسے پہلا زمانہ گذر گیا ۔۔وہ نہ رہا ۔۔مجھے یقین ہے ایسے ہی یہ بھی گذر جائے گا ۔۔

وزیر زراعت ۔۔کیا آپ بجٹ پر بول رہے ہیں ۔۔

خواجہ محمد صفدر ۔۔میں نے پہلے تو Supplementary Demands کا ذکر کیا تھا ۔۔اب میں ملک قادر بخش صاحب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔۔پہلے وزیر خزانہ کے متعلق اپنی گذارشات پیش کر رہا تھا اب میں ملک صاحب کی خدمت میں چند گذارشات پیش کروں گا ۔۔

Minister of Agriculture : Here, I am at your disposal.

Minister of Finance : Very well prepared.

Khawaja Muhammad Safdar : Thank you very much.

Minister of Finance : Malik Qadir Bakhsh is prepared, not you.

خواجہ محمد صفدر ۔۔میں ان کے جوابات سننے کا مشتاق ہوں ۔

آپ صفحہ ۴ ملاحظہ فرمائیں ۔ اس کے متعلق میں نے اپنی تحریک تخفیف پیش کی ہے ۔/۱۴۴۰۸۷۲۰ روپیہ کی جو رقم یہاں رکھی گئی ہے ۔ میں گذارش کرونگا کہ یہ رقم نہ دی جائے ۔

بلکہ بقدر ایک روپیہ دیا جائے ۔ میرے پاس اس کی وجوہات ہیں ۔ اس وقت میں صرف چینی کے متعلق گذارش کرونگا ۔ میرے دوست شاید گندم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں ۔ ٹھیک ہے اپنی باری پر اس کا اظہار فرمائیں ۔

وزیر زراعت و خوراک۔۔۔ادھر گندم ہے ادھر جو ہے ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔اور میں نے ان دونوں کے درمیان چینی پر اظہار خیالات کرنے کو اختیار کیا ہے ۔

جناب والا ۔ اس سے پیشتر کہ اس کے متعلق کسی رائے کا اظہار کیا جائے میری رائے میں یہ ضروری ہے کہ اس وقت چینی کے متعلق ہماری حکومت کی جو پالیسی ہے اس پر خیالات کا اظہار کر دیا جائے ۔

جناب والا ۔ میں مختصر الفاظ میں عرض کرونگا کہ چینی کی موجودہ پالیسی تین سال سے جاری ہے ۔ اس پالیسی کی رو سے crushing season کے درمیان ہماری ملیں جس قدر چینی تیار کریں ۔ اس کا ۵۰ فیصدی حصہ ایک مقررہ نرخ پر حکومت خرید لے ۔ باقی ۵۰ فیصد مل اونرز کے پاس رہنے دیا جائے گا ۔ وہ خود منڈی میں جس قیمت پر چاہیں فروخت کریں ۔ crushing season کے علاوہ جتنی چینی تیار ہو یا سال بھر میں گڑ اور شکرقندی سے جتنی چینی تیار کریں وہ خود منڈیوں میں لے جا کر فروخت کر دیں ۔ اس کے ساتھ یہ بھی رعایت ہے کہ وہ چاہیں تو بیرونی ممالک میں یہ چینی جو ہمارے ملک میں تیار ہوتی ہے بیچ سکتے ہیں ۔ اور نہ صرف بیچ سکتے ہیں بلکہ اس کے لئے ان کو بونس بھی ملیگا ۔ حکومت کا یہ طریقہ اس لئے ہے کہ وہ چینی ایکسپورٹ یہ ہے ان کی پالیسی جو تین سال سے

چل رہی ہے - مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کوئی modification ہوئی ہے یا نہیں - میرے ایک دوست فرما رہے تھے کہ مل اونرز کے لئے کم از کم مقدار مقرر کر دی گئی ہے - اور یہ کہا گیا ہے کہ حکومت اتنی چینی ضرور اٹھائیگی - یعنی ۵۰ فیصدی سے کچھ زیادہ ہی ہوگی -

جناب والا - اب اس پالیسی کے اس صوبہ پر کیا اثرات ہوتے ہیں - اور مل اونرز پر کیا اثرات ہوتے ہیں اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں - ان کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ گذشتہ ۳ سال کے اعداد و شمار کو اس ایوان کے سامنے رکھا جائے -

کہ یہاں کس قدر چینی پیدا ہو رہی ہے کس قدر چینی اس پیداوار میں سے گورنمنٹ نے خریدی اور کس قدر چینی مل کے مالکوں نے کھلی منڈی میں یعنی بازار میں چینی کا کیا بھاؤ ہے - ڈپو پر چینی کس نرخ پر فروخت کی جا رہی ہے - اس سارے سودے اور سارے لین دین میں حکومت کو کیا بچتا ہے مل مالکوں کو کیا بچتا ہے اور بیچارے غریب عوام کو اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے - دراصل اسی مسئلہ پر میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں -

جناب والا - ۱۹۶۱ء ۱۹۶۲ء میں ہمارے صوبے میں ایک لاکھ ۲۲ ہزار ۹ سو ٹن چینی پیدا ہوئی - اور ۶۲-۶۳ء میں ایک لاکھ ۹۶ ہزار ۲ سو ٹن چینی پیدا ہوئی اور ۶۳-۶۴ء میں ایک لاکھ ۳۶ ہزار ٹن - یہ ان سالوں میں ہماری پیداوار ہے اور حکومت نے ۶۱-۶۲ء میں ۶،۸۷۰ ٹن چینی مل والوں سے خرید کے عوام کے ہاتھ ڈپوؤں کے ذریعہ فروخت کی یعنی

تقریباً نصف یا نصف سے کچھ زیادہ ۵۱ یا ۵۲ فیصدی اور ۶۲-۱۹۶۳ء میں ایک لاکھ ۹۶ ہزار ٹن میں سے صرف ۹۳ ہزار ٹن چینی حکومت نے خریدی یعنی تقریباً ۴۷ فیصدی اور ۶۳-۱۹۶۴ء میں ایک لاکھ ۴۵ ہزار پیداوار میں سے ۷۶ ہزار ٹن حکومت نے تقریباً ۵۱ فیصدی خریدی ۔

اب جناب اس امر کا جائزہ لینے کے لئے کہ یہ چینی حکومت کس بھاؤ سے مل کے مالکوں سے خریدتی ہے اور مل کے مالکوں کی کیا cost ہے اس کے لئے میں جناب ملک قادر بخش صاحب کی توجہ annual bulletin of food statistics کی طرف دلاتا ہوں ۔ میں ۶۱-۱۹۶۲ء کے پرانے اعداد و شمار نہیں پیش کرونگا اس زمانہ میں مقابلتاً گنے کی قیمت کم تھی لیکن باوجود اس کے اب گنے کی قیمت بھی اس زمانے سے گری ہوئی ہے لیکن قیمت کا فرق بے پناہ ہے لہذا میرا پوائنٹ یہ ہے کہ ۵۹ء اور ۱۹۶۰ء میں بہت کم قیمت پر حکومت نے مل کے مالکوں سے خریدی تھی لہذا جو break up of cost صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ اور ۱۴۸ پر مختلف ملوں کا دیا گیا ہے اس کی طرف میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں ۔ چار سدہ شوگر مل اور لہیہ شوگر مل کی جو کاسٹ دی گئی ہے اس میں بوریوں کی قیمت ہے ملازموں کی تنخواہیں ہیں بونس ہیں جو ملازموں کو دئے جاتے ہیں سود کی رقم ہے انشورنس ہے اور جو چینی پڑے پڑے سوکھ جاتی ہے اس کا بھی الاؤنس ہے یعنی جملہ اخراجات شامل کر لئے گئے ہیں اور مل کے مالکوں کا منافع بھی اس میں ڈھائی روپے فی من کے حساب سے شامل ہے اور پھر یہ رقم ۴۰ روپے ۷۴ پیسے بنتی ہے ۔ سنٹرل اکسائز ڈیوٹی کو اس پر مل کے مالک نے ادا کیا اور جناب اس پر سنٹرل اکسائز ڈیوٹی ۵ روپے ۱۴ پیسے ہے یعنی حکومت ان

سے ۴۵ روپے ۸۸ پیسے فی من کے حساب سے خریدتی ہے۔ اس پالیسی سے پہلے حکومت اس سے کم قیمت پر خریدتی تھی بہرحال میں اس کی طرف نہیں جانا چاہتا اس کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے اور اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس قسم کا منافع مل کے مالکوں سے لیا جائے مل والے بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کو افسروں کا بھی خیال ہوتا ہے۔ یہ جو فوڈ پالیسی تیار ہوئی اس کی ابتدا میں یہ لکھا ہوا ہے کہ گنے کے کاشتکاروں مل کے مالکوں اور کچھ اکسپرٹ سے مشورہ لے کر یہ پالیسی تیار کی گئی ہے یعنی consumer کو پوچھا ہی نہیں گیا ہے گنے کے کاشتکار کو تتمہ کے طور پر ضرور لگا لیا گیا۔

وزیر خوراک۔۔غلط ہے۔

خواجہ محمد صفدر۔۔اصل میں تو لینڈ لارڈ کے منافع کی نگہداشت شاید ملک صاحب خود کر رہے ہیں تو میری عرض یہ ہے کہ ان بزرگوں نے جب کاسٹ کا break up کیا ہوگا تو یقیناً مل کے مالک کے حق میں آنہ دو آنے تین آنے اکٹھے ہوں گے۔ مل کے مالکوں سے ان سے دو قسم کے معاہدے ہوگئے تھے میں اس کو یہاں نہیں پیش کرنا چاہتا تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمام اخراجات نکال کر ڈھائی روپے فی من ملا یعنی تقریباً ساڑھے چھ فیصدی یا سات فیصدی بچ گیا۔ اب اس پالیسی نے کیا کیا نصف سے زیادہ یا نصف ہی پیداوار کہاں منڈی میں اس قیمت پر بغیر کسی رکاوٹ بغیر کسی پابندی کے فروخت کرنے کی اجازت دیدی۔ ہاں اس سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ۴۵ روپے تو گورنمنٹ خریدتی ہے لیکن ہمیں ۵۵ سے ۷۴ روپے تک بازاروں میں ڈپو کے ذریعہ دی جاتی ہے۔

خواجہ محمد صفدر۔ اس میں ڈپو ہولڈر کا منافع ہے ۔ ایک روپیہ سینتیس پیسے ۔ اور یہ ڈپو ہولڈر کے پاس ۵۴۰۳۳ روپے کے حساب سے فروخت کی جاتی ہے ۔ اگرچہ قیمت خرید ۴۵۰۸۸ روپے ہے ۔ اس طرح مرکزی حکومت ۵۰۶۴ روپے فی من کے حساب سے اور صوبائی حکومت نو روپے فی من کے حساب سے لے گئی ۔ حکومت اور مل اونرز میں ملی بھگت ہے ۔ اور یہ اس طرح ہے ۔ کہ دونوں حکومتوں نے مل کر چودہ روپے فی من کے حساب سے جس قیمت سے وہ خریدتی ہے ۔ اضافہ کر دیا ۔ یعنی 33% تو یہ لے جاتے ہیں ۔ اور اب مل مالکان کا حال سن لیجئے ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔ پچاس فیصد ان کے پاس پڑا رہا ۔ اور سال رواں کا حساب کیا جائے ۔ کہ وہ کس طرح ۔ میرے حساب سے ۶۴ء میں اس سال کا حساب دیتا ہوں ۔ ایک لاکھ پچھتر ہزار ٹن میں سے چھہتر ہزار ٹن انہوں نے خرید کی ۔ باقی انہتر ہزار ٹن مل والوں کے پاس بچ رہی ۔ اور اس کا بھاؤ کیا ہے ۔ اسی سے پچاسی روپے تک ۔ اس وقت منڈی میں بھاؤ ہے ۔ یہ تھوک کا بھاؤ ہے ۔ اور عوام کو چینی اڑھائی روپے فی سیر ملتی ہے یعنی نوے روپے فی من ۔ ذرا اندازہ کیجئے ۔ کہ یہ کتنی لوٹ کھسوٹ ہے ۔ جو اس صوبے میں حکومت کے اپنے ایماء پر مل مالکان نے ڈالی ہوئی ہے ۔ یہ ملی بھگت ہے ۔ حکومت اور بڑے سرمایہ دار کی ۔ اور عوام کو کچھ تو حکومت لوٹ رہی ہے ۔ اور کچھ سرمایہ دار لوٹ رہے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے ۔ کہ اس ملک میں معاشی بدحالی کا دور دورہ ہے ۔ بہرحال یہ ایک علیحدہ بات ہے ۔ میں اس کو نہیں چھیڑتا ہوں ۔ میں نے اس کو calculate کیا ہے ۔ کہ اگر ان کو چینی اسی روپے فی من کے حساب سے دی جائے ۔ اور پچاسی روپے نہ لگائی جائے ۔ تو اس مقدار پر سات کروڑ چودہ لاکھ چوراسی ہزار روپے بنتے ہیں ۔ یعنی ان شوگر مل والوں نے سات کروڑ چودہ لاکھ چوراسی ہزار روپے کمائے ۔

اس منافع سے جو پچاس فیصد کے حساب سے انہوں نے خود حکومت سے وصول کیا - آٹھ کروڑ روپے جس سے منافع کے علاوہ کمایا ہے - اور کہاں سے کمایا ہے - آپ سے مجھ سے اور کروڑوں عوام سے - اور ملیں کتنی ہیں - اس کتاب کے مطابق مغربی پاکستان میں آٹھ ہیں - ممکن ہے - کہ اس کے بعد کچھ اور بھی بن گئی ہوں - اور یہ کہاں سے آئی ہیں - آپ کی جیب سے - میری جیب سے اور کروڑوں عوام کی جیبوں سے جو چینی خریدنے پر مجبور ہیں - کیونکہ یہ ضروریات زندگی میں سے ہے - اور صرف اس آٹھ کروڑ روپے کے منافع سے میری رائے میں ان آٹھ ملوں میں چار ملوں کا مزید اضافہ ہو سکتا ہے - جو اتنی ہی پیداوار کریں - یہ حال ہے - یہ ہے ہماری صوبائی حکومت کی پالیسی - کہ انہوں نے آٹھ ملوں کو ایک سال میں اتنا منافع دیا ہے - کہ وہ ایک سال میں چار ملیں اور کھڑی کر سکیں - کیا یہی پالیسی ہے- یا پالیسی کا فقدان ہے بلکہ یہ پالیسی کا فقدان بھی نہیں ہے - یہ سینہ زوری ہے - یہ تو عوام کی لوٹ ہے - اس پالیسی کا نام پالیسی رکھا جائے ؟- میرے ذہن سے تو باہر ہے - کہ دو آنے کی چیز پر میرے یہ دوست دو آنے منافع دیتے ہیں - -/۳ روپے ان کے گھر میں پڑتی ہے - اگر اڑھائی روپے منافع نکال دیا جائے - اور وہ اسی روپے من فروخت کرتے ہیں - میں حیران ہوں - کہ یہ کیا پالیسی ہے - اس پالیسی کے فقدان کے پیش نظر یا اس امر کے پیش نظر کہ اس حکومت میں یہ قوت نہیں ہے - کہ سرمایہ داروں کے سامنے کھڑے ہو سکیں - زبانی دعوی تو ہر روز بڑے ہوتے ہیں - کہ ہم سرمائے کو چند ہاتھوں میں جمع نہ ہونے دینگے - کیا ملک قادر بخش اس سے انکار کر سکتے ہیں - کہ انکی آنکھوں

کے سامنے ان کی پالیسی کے نتیجے کے طور پر سرمایہ دار ہر روز زیادہ امیر ہوتا جا رہا ہے - اور غریب ہر روز غریب تر ہو رہا ہے - اس کا مداوا سوچئے - اس کا علاج سوچئے - ورنہ کہیں ایسے حالات پیدا نہ ہوں - کہ جو آپ کے بس سے اور عوام کے بس سے باہر ہو جائیں - عوام کو سستی چیزیں مہیا کیجئے - ضروریات زندگی اور روز مرہ کے استعمال کی اشیاء زیادہ سے زیادہ سستی کیجئے - کہ جن کے بغیر گذارہ نہیں ہے - بہر حال یہ کوئی مسئلہ ہے - میں آج کچھ بھٹک رہا ہوں - بہر حال میں اس پالیسی کے پیش نظر انکی خدمت میں گذارش کرونگا - کہ یہ کوئی پالیسی نہیں ہے - اس کو ترک کر دیجئے - اب دو ہی راستے ہیں - جو راستہ وہ چاہیں - اس کو قبول کر لیں - اگرچہ ذاتی طور پر ان میں سے مجھے ایک پسند ہے - لیکن اپنی رائے ان پر نہیں ٹھونسنا چاہتا ہوں - میں ذاتی طور پر اس بات کے حق میں ہوں - کہ ملکی معیشت پر کم از کم کنٹرول نہ ہونا چاہئے - اور اسکا تجربہ مغربی جرمنی میں ہو چکا ہے - مشہور "German Miracle" کنٹرول سے پیدا نہیں ہوا تھا - بلکہ کنٹرول کو ہٹانے سے پیدا ہوا تھا - میری ذاتی رائے یہ ہے - کہ یہ کنٹرول ہٹا دیجئے - اور ڈپوؤں پر اپنی چینی فروخت کرنا بند کر دیجئے - اس کے لئے میرے دوست کہینگے - کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ چینی اڑھائی روپے سے تین اور ساڑھے تین روپے فی سیر ہو جائیگی - تو اسکے ساتھ لازمی ہے - کہ درآمد کو کھلا کر دیا جائے - تاکہ یہ مقامی کارخانے دار بیرونی منڈی سے مقابلہ کریں - اس طرح سے انکی quality بھی اچھی ہو جائیگی - اور وہ اس طرح لوٹ کھسوٹ بھی نہ کر سکیں گے - (نعرہ ہائے تحسین)

یہ تو میری ذاتی رائے ہے ۔ اگر ملک قادر بخش چاہیں ۔ تو میں اس کی تفصیلات میں بھی جا سکتا ہوں ۔ مختصر یہ کہ میری رائے میں کسی قسم کا کنٹرول اقتصادی ترقی کیلئے نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں ہے ۔ بلکہ نقصان دہ بھی ہے ۔ شاید وہ یہ کہیں ۔ کہ ہم تو زر مبادلہ کے چکر میں پہلے پڑے ہوئے ہیں ۔ تم زر مبادلہ کے خرچ کا ایک اور ذریعہ بتا رہے ہو ۔ زر مبادلہ پر بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے ۔ ہم موٹر کاریں منگا رہے ہیں ۔ ہم سامان تعیش درآمد کر رہے ہیں ۔ اگر سامان تعیش کی بجائے ضروریات زندگی درآمد کر لی جائیں ۔ اور اس سے عوام کو سہولت پہنچے ۔ تو کیا ہے ۔ اور دوسرا راستہ یہ ہے ۔ کہ اس آدھے تیتر آدھے بٹیر کو چھوڑ دیجئے ۔ اگر آپ کو بٹیر ہی پسند ہے ۔ تو پورے طور پر کنٹرول کیجئے ۔ عوام کو اس سکیم سے پہلے بلیک مارکیٹ میں بھی چینی میسر آتی تھی ۔ اور مجھے معلوم ہے ۔ کہ اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت ایک روپے چھ آنے کی بجائے دو روپے تک چلی جاتی تھی ۔ اور اگر کہیں زیادہ آفت آ جاتی تھی ۔ تو سوا دو روپے ہو جاتی تھی ۔ لیکن وہ بھی ایک آدھ مہینے کے لئے لیکن یہ اڑھائی روپے والا قصہ بلیک میں بھی نہ تھا ۔ تو میرے دوست کہیں گے ۔ کہ اگر مکمل طور پر کنٹرول کر دیا جائے ۔ تو چینی کی تمام تر پیداوار خرید لیں ۔ اور اسے ڈپوؤں کے ذریعے تقسیم کریں ۔ تو اس صورت میں بلیک مارکیٹ ہوگی ۔ تو میری گذارش یہ ہے ۔ کہ اس بلیک مارکیٹ کو روکنا حکومت کا فرض ہے ۔ یہ میرا فرض نہیں ہے ۔ حکومت ایسے ذرائع اختیار کرے ۔ کہ بلیک مارکیٹ نہ ہو ۔ کیونکہ عوام نے تو اپنی ضروریات بہرحال پوری کرنی ہیں .....

تو اس کو مورد الزام نہیں کیا جا سکتا ۔ جہاں کسی انسان کے گھر اس کی لڑکی کی شادی ہو اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں شادی ہو یا مرگ ہو میٹھے چاول کے بغیر کام نہیں چلتا لیکن اگر وہ بلیک مارکیٹ سے خریدتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ضرورت نے اس کو مجبور کیا اور اس نے اپنی اس ضرورت کو جائز تصور کیا کہ وہ اس طریقہ سے خریدے ۔ تو بلیک مارکیٹ سے خریدنا بھی اس کے لئے درد سر کا باعث بنتا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بلیک مارکیٹ کس طرح رک سکتی ہے ۔ کم از کم یہ تو ہو جائے کہ عوام کو اڑھائی روپے سیر چینی تو نہ ملے ۔ ایک روپیہ چھ آنے سیر ملتی رہی ہے ۔ اور میں تو یہ کہوں گا کہ ایک روپیہ چھ آنے سیر بھی کیوں ملے ۔ جناب والا ۔ یہ منافع خوری نہیں تو اور کیا ہے ۔ کہ نو روپے فی من کے حساب سے یہ خود اضافہ کر لیتے ہیں ۔ یا ایک پئہ چار یا ۲۵ فیصدی تو یہ خود بڑھا لیتے ہیں ۔ اور یہ ان کے اعداد و شمار اس کتاب میں درج ہیں ۔ ورنہ میں تو جانتا ہی نہیں ۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے کہ آپ اس ٹیکس کو اس منافع خوری کو چھوڑ دیں ۔ اس چیز پر اس چینی پر مکمل طور پر کنٹرول کریں ۔ اگر صوبے میں ایک کروڑ ایک لاکھ اور ۹۳ ہزار ٹن چینی پیدا ہوتی ہے ۔ تو زیادہ سے زیادہ آپ اسے اپنے قبضہ لیں اور یہ خالی از دلچسپی نہ ہو گا ۔ کہ جن دنوں کنٹرول ہوا کرتا ہے مکمل طور پر ان دنوں کس قدر میرے دوست یہ چینی ڈپوؤں کے ذریعے عوام کو مہیا کرتے ہیں ۔ میں یہاں جناب والا ۔ ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ء اور ۶۴ء کے اعداد و شمار پیش کرتا ہوں ۔ کہ حکومت نے ۵۸ء میں ۹۴ ہزار ایک سو چودہ ٹن چینی خریدی اور پیدا اس سے کہیں زیادہ ہوتی تھی ۔ ۵۹ء میں ایک لاکھ دس ہزار اور ۱۹۲ ٹن اور جناب اس کے بعد ۶۰ء میں ۸۱ ہزار ۲۱۹ ٹن اور بندہ نواز ۶۱ء میں ۶۸۰۰۲ ٹن اور ۶۲ء میں

۶۷۸۷۰ ٹن اور ۶۳ء میں ۹۳ ہزار ٹن جیساکہ میں عرض کر چکا ہوں اور ۶۴ء میں ۷۶ ہزار ٹن - تو جس قدر یہ پیداوار ہے - اگر حکومت ساری کی ساری خرید لے اور اگر اس کو کنٹرول پسند ہے تو اس صورت میں میں عرض کرتا ہوں کہ جتنی چینی یہ ڈپوؤں پر پہلے دیتے رہے ہیں - اس سے دوگنی مقدار میں یہ عوام تک مہیا کر سکتے ہیں - اور کسی کی مانگ انشاء اللہ نہیں بڑھے گی اور جب مانگ بڑھ جائے گی تو اس وقت تک جو نئی ملیں منظور ہوئی ہیں - وہ شاید بروئے کار آ جائیں گی اور ان میں پروڈکشن شروع ہو جائے گی اور ہماری پیداوار میں اضافہ ہو جائے گا - دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت ساری کی ساری پیداوار کو اپنے قبضہ میں لے اگر یہ کنٹرول کرنا چاہتے ہیں - تو اس کو عوام کے ہاتھوں فروخت کریں - آپ نے یہ ۹ روپیہ کا منافع جو ذکر کیا ہے - میں سنٹرل گورنمنٹ کے متعلق نہیں کہہ سکتا وہ تو پانچ یا سوا پانچ روپیہ لیں گے - لیکن یہ ۹ روپیہ کس نام سے لیتے ہیں - ان دونوں چیزوں میں سے جناب والا - جو یہ چاہیں پسند فرما لیں - آخر میں میری ایک مختصر سی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس بحث میں نہایت زیادہ اہمیت رکھتی ہے -

وزیر خوراک و زراعت---مرکزی حکومت کے ۱۰ روپیہ اور ۲۸ پیسے ہیں - hence more demand یہ میں نے آپ کی اطلاع کے لئے عرض کیا ہے -

خواجہ محمد صفدر---یہ کب سے ہے ۱۰ روپیہ ؟

وزیر خوراک و زراعت---یہ اسی سال سے ہوا ہے ؟

خواجہ محمد صفدر---اسی سال سے ہوا ہے -

وزیر خوراک و زراعت---کہ پانچ کی بجائے ۱۰ روپے اور

۲۸ پیسے ہے ۔ اسی لئے ایک آئٹم یہ بھی ہے سپلیمنٹری بجٹ میں ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔اس کا مطلب ہے کہ چینی اور بھی مہنگی ہو گی ۔ اور میرے آرگیومنٹ میں اضافہ ہوا ہے ۔ بہر حال اگر وہ ۱۰ روپیہ لیں اور پھر یہ قیمت میں اضافہ نہ کریں ۔ تو چار روپیہ فی من کے حساب سے پھر بھی بچے گا ۔ ابھی تک ۹ روپیہ پبلک سے فی من کے حساب سے وصول کرتے ہیں ۔ تو جو آپ کی Latest Information ہو گی اس کے لئے میں انتہائی شکر گذار ہوں گا ۔ کیونکہ میرے پاس ذرائع نہیں ہیں کہ میں ساری انفارمیشن اکٹھی کر سکوں ۔ مجھے تو ادھر ادھر سے تلاش کرنے پر جو ملا ہے ۔ اس کے مطابق عرض کر دیا ہے ۔

وزیر خوراک و زراعت۔۔مجھ سے پوچھ لو ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ کو یاد ہو گا ۔ کہ گذشتہ جنگ عظیم میں یہ کنٹرول وغیرہ اس ملک میں اس بر صغیر الہٰ و پاک میں جاری کئے گئے تھے تو یہ سب کنٹرول جاری رہے ۔ اور آج تک جاری ہیں ۔ اس زمانے سے ایک محکمہ خوراک معرض وجود میں آیا اور آج تک جاری ہے ۔ میں صحیح طور پر تو نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس محکمے کو ۲۲ ۔ ۲۳ سال کے قریب ہو گئے ہوں گے ۔ معرض وجود میں آئے ہوئے ۔ تو آپ یہ سن کر ضرور حیران ہوں گے کہ آج تک یہ محکمہ عارضی ہے ۔ اور یہ مستقل نہیں ہے ۔ اگرچہ اس محکمہ میں گذشتہ سال سے Full-fledged Secretaries ڈپٹی سیکرٹری اور سیکشن آفیسرز ہیں ۔ اور اس کے علاوہ دوسرے افسر اور ماتحت عملہ اور فوڈ انسپکٹر D.F.Cs so-on and so forth یہ بڑا وسیع محکمہ ہے اور مستقبل قریب میں ہماری خوراک کی یا ان چیزوں کی جو حالت ہے اس کے پیش نظر یہ محکمہ ہمیں کبھی بھی توڑنا نہیں ہو گا ۔ میں کم از کم یہ دیکھ رہا ہوں ۔ کہ اس محکمے کے بغیر

یہ سارا سلسلہ چلانا مشکل ہے ۔ یہ انتظامات کسی دوسرے محکمے کے سپرد نہیں کئے جا سکتے تو میں حیران ہوں کہ حکومت کیا سوچتی ہے ۔ کہ گذشتہ ۲۲ سال سے جو لوگ اس میں بھرتی کئے ہوئے ہیں ۔ وہ ریٹائر بھی ہو چکے ہیں اور وہ عارضی ہی رہے ۔ میں ان کو suggest کروں گا کہ ایک nucleus مستقل طور پر قائم کیا جائے ۔ تاکہ ان لوگوں کو جو اس nucleus میں ہوں یہ خیال ہو کہ ہمیں اس محکمے سے دلچسپی ہے ورنہ عارضی ملازمان کیا دلچسپی لے سکتے ہیں ۔

وزیر خوراک و زراعت۔۔اسی ڈیمانڈ پر آپ confine کیجئے ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔میں یہ کہتا ہوں کہ آپ سارے محکمہ کو کنفرم نہ کیجئے ۔ اس میں کمی بیشی ہوتی رہے گی ۔ اگر آپ نے ڈی کنٹرول کر دیا تو بہت سی چیزیں اور محکمہ کم ہو جائے گا ۔ اگر آپ نے مزید کنٹرول نافذ کئے تو محکمہ میں وسعت دینی ہو گی ۔ میں کہتا ہوں کہ سارا محکمہ تو نہ سہی لیکن ایک nucleus قائم کیا جائے جو کہ مستقل ہو ۔ اور پھر ان لوگوں کو ایک طرح کا Incentive ہو گا ۔ ترغیب ہو گی کہ درست طور پر ایمانداری سے محنت سے کام کریں ۔ میری اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ امرا موجودہ دوستوں کے متعلق خیال ہے کہ وہ محنت سے کام نہیں کرتے ۔ میری مراد یہ ہے کہ اکثر دوست دوسرے محکموں سے وہاں گئے ہوئے ہیں ۔ ان کی لینڈ سروسز کہہ لیجئے یا جو بھی لفظ ٹیکنیکل وہ اس سلسلہ میں استعمال کرتے ہیں ۔ بہر حال اس محکمہ کو اگر مستقل کر دیا جائے ۔ سارے کو نہ سہی پچاس فیصدی ۔ اگر یہ بھی نہیں تو ۲۵ فیصدی اس کی نفری رکھ کر اسے مستقل کر دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ یہ حکومت کے اپنے مفاد میں ہوگا ۔ ملازمین کے مفاد میں بھی ہو گا اور جو ملازم اس سے منسلک ہیں یہ ان کے مفاد میں بھی ہو گا اور حکومت اپنی کاوشوں سے بہتر نتائج پیدا

کر سکے گی ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اس کٹ موشن کی حمایت کرتا ہوں ۔

Mr Speaker : Allama Arshad.

مسٹر حمزہ (لائلپور - ۶)۔۔جناب سپیکر ۔ خواجہ محمد صفدر صاحب نے چینی سے متعلق اس عارضی محکمہ کو مستقل کرنے کے متعلق وزیر صاحب سے میٹھی میٹھی باتیں کیں ۔ میں بھی ان کی خدمت میں اس حکومت کی گندم کی خرید اور تقسیم کی پالیسی سے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں جس سے فالتو گندم پیدا کرنے والے علاقوں کی آبادی کو اور خصوصاً مغربی پاکستان کی آبادی کو عموماً انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ گندم کی خرید اور تقسیم کی موجودہ پالیسی ۱۹۶۰ء میں جاری کی گئی ۔ جب اس پالیسی پر عمل شروع کیا گیا اس وقت ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ عوام‌الناس کو سستی گندم مہیا کی جائے گی اور گورنمنٹ نے اس سے قبل جو پابندیاں عائد کی تھیں ان سے جو برے نتائج پیدا ہوئے تھے سے ان کو دوچار ہونا نہیں پڑیگا ۔ لیکن جب اس پالیسی کو عملی طور پر اپنایا گیا تو ہم نے یہ پایا کہ نہ تو غلے کی قیمت اس قدر کم ہوئی کہ عام انسان آسانی سے اپنی ضروریات پوری کر سکے اور نہ ہی اس کی سمگلنگ میں کمی واقع ہوئی ۔ بلکہ اس سے سمگلنگ میں خصوصاً نارتھ ویسٹرن بارڈر پر اضافہ ہوا ہے ۔ جناب سپیکر ۔ اس وقت حالات یہ ہیں کہ گندم ان علاقوں میں جہاں اس کی افراط ہے ۔ جہاں یہ فالتو پیدا ہوتی ہے اس کی قیمت ساڑھے سولہ روپے فی من تھوک میں ہے اور اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کو گندم ۱۸ روپیہ فی من دستیاب ہوتی ہے ۔ گورنمنٹ کا منشاء تو یہ تھا کہ ایک طرف کاشتکاروں کو

کم سے کم قیمت مقرر کرکے یہ گارنٹی دی جائے کہ جنس کی قیمت اور معقول قیمت ان کو ہر صورت ملتی رہیگی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی قیمت اس قدر تجاوز نہ کر جائے کہ اس کا خریدنا عام آبادی کے لئے مشکل ہو جائے - لیکن آج اس علاقے میں جہاں گندم زیادہ پیدا ہوتی ہے اور ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتی ہے میں بھی صورت حال یہ ہے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ گندم ساڑھے سولہ روپیہ فی من تھوک میں فروخت ہوتی ہے اور کمی والے علاقے میں مقامی یا غیر ملکی گندم ۱۸ روپیہ فی من فروخت ہوتی ہے - لیکن اگر گورنمنٹ ان تمام علاقوں سے جہاں فالتو گندم پیدا ہوتی ہے گندم کی نقل و حمل پر پابندی عائید کر دیتی جو اس سے پہلے گورنمنٹ کی پالیسی رہی ہے اور اس پرعمل درآمد کرنے گورنمنٹ ناکام ہوئی تھی - اور گورنمنٹ کی ناکامی کی بنا یہ تھی کہ ایڈمنسٹریشن کو یہ کام سونپا گیا تھا - میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ فالتو گندم پیدا کرنے والے علاقوں سے گندم خرید کرے اور وہ اسی صورت میں خرید کر سکتی ہے جب گورنمنٹ ان علاقوں سے باہر گندم کی نقل و حمل پر پابندی لگا دے - کیونکہ نقل و حمل کی پابندی نہ ہونے کی صورت میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ گندم افراط والے علاقوں میں سولہ روپیہ فروخت ہو رہی ہے اور کمی والے علاقوں میں ۱۸ روپیہ فی من فروخت ہو رہی ہے - ان حالات میں گورنمنٹ گندم ۱۳۵۰ روپے فی من کس طرح خرید کر سکتی ہے ؟ اس سے دو نتیجے نکلیں گے ایک تو یہ ہوگا کہ افراط والے علاقے کی آبادی جو کہ اس صوبہ کی اکثریت پر مبنی ہے - خاص طور پر سابقہ صوبہ سندھ اور بہاولپور کا کافی حصہ ہے اور پنجاب کے اضلاع لائلپور -

جھنگ ۔ سرگودھا ۔ مظفر گڑھ ۔ ملتان ۔ منٹگمری اور میانوالی جن میں کسی حد تک شیخوپورہ بھی شامل ہے اس علاقے کی آبادی کو گندم ساڑھے تیرہ روپیہ فی من دستیاب ہو سکیگی ۔ گورنمنٹ جو فالتو گندم ان اضلاع سے خرید کریگی کمی والے علاقوں میں موزوں شرح پر آسانی سے تقسیم کر سکیگی اور اس کے ساتھ ساتھ درآمد شدہ گندم بھی ضرورت کے مطابق کمی والے علاقوں میں تقسیم کر سکیگی ۔ موجودہ صورت حالات سے تمام کا تمام مغربی پاکستان گندم کی قیمتوں کی زیادتی کا شکار ہے بلکہ غلے کی کمی کا بھی شکار ہوگیا ہے ۔ اور گوولمنٹ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوگیا ہے ۔ اگر موجودہ پالیسی کو ترک کر کے میری متبادل تجاویز پر عمل کیا جائے اس صورت میں گورنمنٹ کو محض ان علاقوں میں گندم تقسیم کرنی پڑیگی جہاں گندم کی قلت ہوگی ۔ اور جن علاقوں میں گندم ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتی ہے وہاں گندم تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ اس علاقے کی آبادی کو آسانی سے ساڑھے تیرہ روپیہ فی من دستیاب ہو سکیگی ۔ جناب سپیکر ۔ موجودہ پالیسی میں ایک نقص یہ بھی ہے کہ عام کاشتکاروں کو جن کے پاس فالتو گندم ہوتی ہے وہ اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ گندم کی قیمتیں بڑھیں اور وہ گندم کے سٹاک مارکیٹ میں لائیں ۔ موجودہ پالیسی سے ذخیرہ اندوزی کی عادت کو تقویت نصیب ہوئی ہے اسی وجہ سے ذخیرہ اندوزی کی عادت پہلے سے بڑھ گئی ہے ۔ موجودہ پالیسی کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خوراک صاحب اس کا اعادہ کریں گے کہ اگر ہم اپنے کاشتکاروں کو پیداوار کی بہتر قیمت کے امکانات مہیا کریں تو اس سے غلے کی پیداوار

میں اضافہ ہوگا ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرونگا اور ان کو علم ہے کہ گندم ربیع کی فصل ہے اور اس کے زیرکاشت رقبہ کے دوسری اجناس یا فصلات کی طرف منتقل ہو جانے کے امکانات بہت کم ہیں ۔ ہمارے علاقے میں بلکہ ہمارے صوبہ میں کیش کراپ زیادہ تر گنا اور کپاس ہے جو کہ خریف کی فصل ہے ۔ مزید برآں تقریباً چار سال سے موجودہ پالیسی پر عمل ہوتے ہوئے گذر گئے ہیں اس سے گندم کی پیداوار میں اس قدر اضافہ نہیں ہوا جس قدر توقعات ظاہر کی جاتی تھیں ۔ ان کو اس چیز کا بھی علم ہوگا کہ حالانکہ گندم کے زیر کاشت رقبہ میں اضافہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں نئی زمینیں جو اس سے پہلے زیر کاشت نہیں تھیں زیر کاشت لائی گئیں ہیں ۔ اور گورنمنٹ نے مصنوعی کھاد کی قیمتوں کو بھی کم کیا ہے تاکہ کاشتکار اس کو زیادہ استعمال کریں اور پیداوار میں اضافہ ہو ۔ لہذا یہ دلیل کہ موجودہ پالیسی سے گندم کی پیداوار میں اضافہ ہوگا عملی طور پر غلط پائی گئی ہے ۔

جناب سپیکر ۔ حقیقت یہ ہے گورنمنٹ کی موجودہ گندم کی خرید اور تقسیم کی پالیسی کو میں سمگلنگ کی پالیسی کہہ سکتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کبھی مجھے اپنے ضلع میں یا دوسرے علاقوں میں جہاں کہ گندم زیادہ ہوتی ہے منڈیوں میں جانے کا موقع ملا وہاں میں نے دیکھا ہے . . . . .

کہ گندم زیادہ تر سابقہ صوبہ سرحد کے علاقوں میں بھیجی جاتی ہے۔ یہ ساری کی ساری ان علاقوں میں استعمال نہیں کی جاتی ۔ بلکہ زیادہ تر افغانستان کو سمگل کی جاتی ہے ۔ لیکن ہماری گورنمنٹ نے آج تک بارڈر پر کوئی مؤثر checking نہیں کی ۔

وزیر زراعت و خوراک---جناب والا ۔ یہ غلط فرما رہے ہیں ۔

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ میں ان لوگوں سے جو اس پر اعتراض کرتے ہیں ۔ پوچھتا ہوں کیا افغانستان کے بارڈر کے ساتھ ساتھ سمگل شدہ کھڑیاں اور ریڈیو ریشمی کپڑا . . . . .

Mr. Speaker : Nothing to do with this policy.

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ عرض یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں مثلاً ریشمی دھاگہ ۔ ریشمی کپڑا حتیٰ کہ دیا سلائی . . . . .

مسٹر سپیکر---حمزہ صاحب آپ یہ امور عام بحث کے دوران فرما لیں ۔ اس وقت یہ جو particular item ہے ۔ جس کے لئے انہوں نے یہ تین لاکھ کا wheat reserve بنانے کے لئے supplementary grant مانگی ہے ۔ اس کے متعلق کچھ فرمائیں ۔

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ دوسری طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے ۔ کہ سمگلنگ نہیں ہوتی ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ اشیا جن کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ یہ لوگ وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کو دیتے ہیں اور ان کے بدلے میں یہ چیزیں لیتے ہیں ؟

Mr. Speaker : Next point.

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ ان تمام سمگل شدہ چیزوں کا وہاں موجود ہونا اور پاکستان میں آنے کا یہ بین ثبوت ہے کہ ہم اپنی قیمتی گندم اور ایسی گندم جسے . . . . .

خان اجون خان جدون---جناب والا ۔ ایک دانہ بھی بارڈر کے دوسری طرف نہیں جاتا ۔

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ گندم جسے ہم دوسرے ممالک سے

درآمد کرنے پر مجبور ہیں - ہم دوسرے ملکوں کو ناجائز ذرائع سے بھیج رہے ہیں -

حقیقت یہ ہے کہ ایک یونٹ بننے کے بعد سابقہ صوبہ پنجاب کو خاص طور پر بہت سی مشکلات میں مبتلا کیا گیا ہے اور گندم کی یہ پالیسی ایک خاص طبقے کو خوش کرنے کے لئے بنائی گئی ہے - جس سے عوام‌الناس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا - اگر گورنمنٹ کنٹرول کی یہ پالیسی بالکل ختم کرنا چاہتی ہے - تو میں ان سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے علاقے کی گندم سابقہ صوبہ سرحد والے بھی استعمال کریں - تو کیا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جو چاول ضلع شیخوپورہ - گوجرانوالہ یا سیالکوٹ میں پیدا ہوتا ہے - انہی نرخوں پر ہمیں بھی دستیاب ہو -

وزیر زراعت و خوراک--جناب والا - اب فرنٹیئر کا کوئی صوبہ نہیں -

مسٹر حمزہ--بہرحال جناب وزیر خوراک میری بات سمجھ گئے ہیں - انہوں نے اعتراض کرنا تھا - سو کر دیا -

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر آپ غلے کی قیمتیں ایک خاص سطح پر رکھنا چاہتے ہیں - تو اس سلسلے میں ذمہ داریوں کو نبھانے کا اور اس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ موجودہ حالات میں آپ فالتو گندم افراط والے علاقے سے حاصل کر کے کمی والے علاقوں میں اس طریقے سے تقسیم کریں اور جب بھی کمی والے علاقے میں گندم کی کمی ہو تو وہاں درآمد شدہ گندم تقسیم کی جائے - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کی ذمہ داریاں

بھی بہت حد تک کم ہو جائیں گی اور آپ نہایت آسانی سے غلے کی قیمتوں کو بھی ایک خاص سطح پر رکھ سکیں گے۔ گندم کی افراط والے علاقے میں نقل و حمل پر پابندیاں عائد کرنے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ اسے آسانی سے مؤثر نہیں بنا سکتی۔ دراصل جیسا کہ خواجہ صاحب نے فرمایا ہے۔ یہ گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ اگر گورنمنٹ لوگوں کو سستے داموں خوراک مہیا کرنے کا فیصلہ کرے اور اسے اس قدر اہمیت دے جتنی کہ دینی چاہئے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ لوگ جو گورنمنٹ کی عائد کردہ پابندیاں توڑیں۔ ان کو سخت سے سخت سزا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اختیارات جو اس سلسلہ میں انتظامیہ کو دئے جائیں۔ اگر وہ صحیح طور پر اور صحیح معنوں میں استعمال ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ جو متبادل تجاویز میں نے پیش کی ہیں سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں۔ لیکن جناب سپیکر ہماری گورنمنٹ نے سماج دشمن عناصر کو اتنا خطرناک نہیں سمجھا جس قدر ان لوگوں کو سمجھ رکھا ہے جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یا جن سے اس کے اقتدار کو نقصان یا ٹھیس پہنچنے کا احتمال ہو زندہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں کہ جب بھی انہیں کسی فرد یا کسی پارٹی کے متعلق یہ تاثر ہو کہ اس سے ان کی کرسیوں کو نقصان پہنچیگا تو انہوں نے کسی نہ کسی طریقے سے کوئی نہ کوئی قانون جائز یا ناجائز طریقے سے اس پر لاگو کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر . . . . .

Mr. Speaker : I may point out that the member is not relevant.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر۔ عرض یہ ہے کہ اگر یہ گورنمنٹ اس ملک اور خصوصاً مغربی پاکستان کے غریب عوام کو سستے

داموں خوراک مہیا کرنے کا تہیہ کر لے اور ایسا کرنے کے لئے میری یہ تجویز صحیح معنوں میں اور نیک نیتی سے اپنائے - تو کوئی وجہ نہیں کہ ان ایام میں گندم ہمارے علاقوں میں صارفین کو ۱۸ روپے من ملے - اور ان علاقوں کے عوام کو جہاں کہ گندم کم پیدا ہوتی ہے - یا وہ قلت کے علاقے ہیں فائدہ نہ پہنچے - اگر اس تجویز کو صحیح طور پر اپنایا جائے - تو اس سے تمام آبادی کو مجموعی طور پر فائدہ ہوگا - اور اس وقت جو گندم کی سمگلنگ ہو رہی ہے - اور جس کا بین ثبوت بھی موجود ہے - اس کے امکانات بالکل ختم ہو جائیں گے -

(اس مرحلے پر میر عبدالباقی بلوچ ایوان میں داخل ہوئے اور مسٹر افتخار احمد خان صاحب نے ان کی طرف ہاؤس کے تمام ممبران کو متوجہ کر کے خوش آمدید کہا)

(تالیاں)

وزیر خزانہ--ان کو سپریم کورٹ نے ابھی کل ہی ضمانت پر چھوڑا ہے -

میر عبدالباقی بلوچ--جناب والا - شیخ صاحب کی وہی بکری والی مثال ہے - بکری دودھ دیتی ہے لیکن مینگنیاں ڈال کر دیتی ہے - آپ نے بھی دودھ دیا ہے - لیکن مینگنیاں ڈال کر دیا ہے -

Mr. Speaker : Next is Mian Abdul Latif and he is not present.

Nawabzada Iftikhar Ahmed Khan : Not moving Sir.

Mr. Speaker : Khawaja Muhammad Safdar is also not present.

امیر حبیب اللہ خان سعدی--جناب مجھے بولنے کی اجازت دیں -

Mr. Speaker : Alright.

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائلپور - ۷)--صاحب صدر - میں اس

تحریک تخفیف کی حمایت کے لئے چند گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ اس وقت ہمارے سامنے یہ اضافی مطالبہ نمبر ۲ پیش ہے جو ۱۹۶۳-۶۴ء کے عام میزانیئے کا ایک تتمہ ہے ۔

وزیر خزانہ—جناب والا ۔ سعدی صاحب کس cut motion پر تقریر فرما رہے ہیں ؟

مسٹر سپیکر—سعدی صاحب کی کوئی cut motion تو نہیں تھی ۔ لیکن He can speak

امیر حبیب اللہ خان سعدی—جناب میں اس تحریک کی حمایت کر رہا ہوں ۔

صاحب صدر ۔ سابقہ اجلاس میزانیئے کے دوران ہم عام میزانیئے پر تنقید کرتے رہے ہیں ۔

جناب صدر —جہاں تک اضافی میزانیہ کا تعلق ہے اور جہاں تک خوراک اور شکر کی پالیسی کا تعلق ہے ۔یہ مسئلہ اچانک تو نہیں ابھر آیا ہر دور اندیش اور ہوشمند حکومت جانتی ہے اور اس کے انتظام یا تدارک پہلے سے کرتی ہے ۔آپ اندازہ فرمائیں کہ ساڑھے چودہ کروڑ کی جو رقم اضافی مطالبہ کے طور پر مانگی گئی ہے ۔کیا یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہمارے میزانیہ ساز حضرات کا دور اندیشی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے ۔یہ کوئی اتفاقیہ اخراجات نہیں ہیں جن کا پہلے سے اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اور پھر یہ عنوان دیا گیا ہے Additional appropriation required to meet anticiapted excess expenditure یہ پیش‌بینی کی اچھی مثال ہے کہ میزانیہ کے ایک اہم مسئلہ کو نظر کے سامنے نہیں رکھ سکتے ۔ اور ہونے والے اخراجات کا تخمینہ نہیں لگا سکتے ۔

صاحب صدر ۔۔اس ضمن میں مجھے اجازت دی جائے ۔کہ جو رقم Contingency کے نام پر میزانیہ میں رکھی گئی ہے میں اس کے متعلق کچھ ذکر کروں ۔۔

Minister of Finance : This is all repetition, Khawaja Safdar has already spoken about it.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : Don't be impatient, please listen to him.

Mr Speaker : There should be no repetition.

امیر حبیب اللہ خان سعدی ۔میں repetition نہیں کر رہا ۔میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو اضافی مطالبہ لایا گیا ہے ۔یہ بآسانی اس رقم میں سے خرچ کر سکتے تھے ۔۔اور جو Contingency کی item رکھی گئی ہے ۔۔اس کی تفصیل دیکھیں تو اس میں اس کے سوا صرف ایک مد نمبر ۳۹ ہے جو آفات سماوی اخراجات کے متعلق ہے ۔۔کوئی اور item نہیں جس کو Contingency کے نام پر میزانیہ میں رکھا ہے ۔اور اس کا تخمینہ نہ لگا سکتے ہوں ۔یہ جو ۵۴ ہزار روپے کی رقم رکھی گئی ہے ۔کیا یہ بخششوں کے لئے ہے ۔ اس میں ایک مد نہایت ہی دلچسپ ہے ۔۔اور وہ یہ ہے Grant of additional funds on account of Secret Service. یہ کام تو مرکزی حکومت کا ہے ۔۔اس کی Intelligence Service ہوتی ہے ۔۔فوج اور ایسے کئی دوسرے محکمے ہیں جہاں Secret Service کی ضرورت ہے ۔۔صوبائی حکومت کو Secret Service کی کیا ضرورت ہے ۔کیا وہ دو فرقوں کے مولویوں کو اس میں سے کچھ دے گی ۔۔ Contingency کی item کی تمام رقم دس بارہ کروڑ روپیہ ہے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ خرچ اس میں سے کیوں نہیں کیا جا رہا ہے ۔جہاں تک حکومت کے دیگر تجارتی مسائل کا تعلق ہے ۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر والی بات

ہے ۔یا تو اس پر پورا کنٹرول کریں یا آزاد تجارت کی اجازت دے دیں ۔

میرا اندازہ ہے کہ یہاں جتنے پیداوار کے سر چشمے ہیں اگر ان پر دیانتداری اور ہوشمندی سے کنٹرول کیا جائے تو ملک کی ضروریات آسانی کے ساتھ پوری ہو سکتی ہیں ۔

اور اگر آپ موجودہ صورت ہی رکھنا چاہتے ہیں ۔تو اس سے ہم یہ سمجھیں گے کہ آپ کے نزدیک چند منظور نظر لوگوں کی اجارہ داری بنانا مقصود ہے ۔۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ مد جو گندم اور شکر کی خرید کے لئے رکھی گئی ہے اگر آپ شہروں میں جا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شکر کے ڈپو اور گندم کے ڈیلرز مقرر کرتے وقت جو پالیسی کنوینشن مسلم لیگ کے سامنے ہے وہ یہ ہے ۔۔

Minister of Finance : There is no Convention Muslim League

امیر حبیب‌اللہ خان سعدی ۔۔مجھے اس سے بحث نہیں ۔میں تو وہ بات کہہ رہا ہوں جو دل میں ہے ۔۔یہ جو گندم کے ڈیلرز مقرر کئے جا رہے ہیں یہ صرف ووٹرز حاصل کرنے کے لئے ایسا ہو رہا ہے ۔۔اسی طرح فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہے اس کی پالیسی نہایت ہی عجیب و غریب ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔اگر آپ محکمہ فوڈ پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو عام بحث کے دوران جو کچھ چاہیں ارشاد فرمائیں ۔۔

امیر حبیب‌اللہ خان سعدی ۔یہاں جو State Trading کی item مانگی ہے ۔۔میں اس کے متعلق ہی عرض کر رہا ہوں ۔گندم کی خرید کا طریقہ نہایت ہی ناقص ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس

سے روپیہ کا بہت ضیاع ہوتا ہے لوگوں کو اچھی گندم کے بدلے ناقص گندم دی جاتی ہے۔ایسا کیوں ہو رہا ہے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔محکمہ کے انسپکٹر صاحبان ڈیلروں سے مل کر سب کچھ کرتے ہیں۔ Analysis کے لئے جو گندم بھیجی جاتی ہے۔وہ صاف ستھری ہوتی ہے لیکن خرید کے بعد جو گندم حکومت کے گوداموں میں جمع ہوتی ہے وہ ناقص ہوتی ہے۔ اس لئے میں ذاتی طور یہ چاہتا ہوں کہ اس پر پورا کنٹرول کیا جائے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اس تحریک کی حمایت کرتا ہوں۔

Mr. Speaker: For the information of the House, I may announce that we will take up the Supplementary Budget (General) till 11 and after that we will take up Supplementary Budget (Railways).

خان اجون خان جدون (مردان - ۴)۔۔جناب سپیکر - میں اس کٹوتی کی مخالفت کرتا ہوں - جہاں تک گندم کی سپلائی کا تعلق ہے مجھے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح گندم خریدی جاتی ہے - کس طرح سٹور کی جاتی ہے یا کس طرح اس کی تقسیم ہوتی ہے - میں تو صرف یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال گندم باقاعدہ ملتی رہی ہے - اس سے گندم کی پالیسی کی کامیابی ثابت ہوتی ہے - کہیں بھی اس کی shortage نہیں ہوئی - سوائے اس کے کہیں ناقص گندم آتی رہی ہے یا ناقص آٹا ملتا رہا ہے - یا یہ شکایت ہی کہ مل اونرز یہ شرط لگا دیتے تھے آٹے کے ساتھ میدہ بھی خریدو - اب اس شکایت کا بھی ازالہ ہو چکا ہے - جہاں تک حمزہ صاحب کا یہ کہنا ہے کہ گندم کی سمگلنگ ہوتی ہے - میں یہ عرض کرونگا کہ صوبہ سرحد سے ہندوستان کو گندم سمگل ہوتی ہے

میں اس کی پر زور تردید کرتا ہوں ۔

یہ شبہ اس لئے ہوا کہ پشاور میں گندم کی کافی ویگنیں load ہوئی ہیں ۔ وہاں سے وہ گندم aid میں باقاعدہ افغانستان جاتی ہے ۔ میں وہاں کا رہنے والا ہوں مجھے بخوبی علم ہے ۔ کہ وہاں سے گندم کا ایک دانہ بھی سمگل نہیں ہوا ۔

یہ بات درست ہے کہ وہاں گھڑیاں سمگل ہو کر آتی ہیں لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ گندم سمگل ہو کر افغانستان جاتا ہو ۔

مسٹر حمزہ—کیا وہ آپ خیرات میں دیتے ہیں ؟

خان اجون خان جدون—یہ ان کے foreign exchange کا معاملہ ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پشاور افغانستان کے بارڈر پر باقاعدہ سمگلر پکڑے جاتے ہیں لیکن کبھی یہ واقعہ نہیں ہوا کہ گندم کی smuggling ہوتی ہو ۔ کپڑے کے سمگلر پکڑے گئے افیون اور چرس پکڑی گئی لیکن گندم کا سمگلر کبھی نہیں پکڑا گیا البتہ آپ کو علم ہوگا کہ پنجاب کے بارڈر پر اور سندھ کے بارڈر سے گندم کی بہت سمگلنگ ہوتی ہے لیکن سابق صوبہ سرحد میں کبھی ایسا نہیں ہوتا جس سے کہ ہمارے ملک کو نقصان ہو ۔ میں ان گذارشات کے بعد اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر افتخار احمد خان (جھنگ ۔ ۱)—صدر محترم ۔ نہیں معلوم موضوع زیر بحث پر مجھ سے قبل کن کن خیالات کا اظہار ہو چکا ہے اور کیا کیا تجاویز اور کیا کیا منصوبے معزز اراکین نے پیش کئے ہیں بدقسمتی سے میں آج غیر حاضر تھا

اس لئے اس کے سننے سے محروم رہا لیکن اس محرومی کے باوجود اس غیر حاضری کے باوجود خوراک کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر بیساختہ مجھے احساس ہوا کہ میں بھی اپنا فرض ادا کرتا چلوں - پچھلے ۵-۶ سال سے

Mr. Speaker : There should be no general discussion on food policy. Confine your arguments to this item only.

مسٹر افتخار احمد خان—میں صرف state trading in food grains پر کہونگا - پچھلے ۵-۶ سال سے صدر محترم - یہ خوراک کا مسئلہ اتنی اہمیت کی شدت اختیار کر گیا ہے کہ اس ملک میں اور اس صوبے میں کبھی اس کو اہمیت حاصل نہیں ہوئی یہ عام مشاہدہ کی بات ہے نہ صرف اس ایوان کے معزز اراکین بلکہ اس صوبے کے ہر رہنے والے کی خوراک کا مسئلہ ایسا ہے پیٹ کا مسئلہ ایسا ہے جس سے غریب امیر ان پڑھ تعلیم یافتہ بچہ بوڑھا ہر ایک سے متعلق ہے اور پچھلے ۵-۶ سال کی ان کی bungling نے اور پچھلے ۵-۶ سال غلط کاری نے اور پچھلے ۵-۶ سال عدم پلاننگ نے حالات اس مرحلہ پر پہنچا دئے ہیں کہ میں مبالغہ نہیں کرونگا اگر یہ کہوں کہ آپ کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ مناسب خوراک سے محروم ہے -

صدر محترم - مجھے اس کا اقرار ہے اور اس کے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ہمارے پچھلے حکمرانوں نے بھی اپنی فوڈ کی پالیسی کا انحصار بدیسی امپورٹ اور امریکی کنک کے امپورٹ پر قائم کی تھی مجھے وہ دن یاد ہے کہ ان حکمرانوں سے پہلے کسی مسلم لیگ کے وزیر اعظم نے thank you America کا بورڈ لگا کر امریکی گندم کا استقبال کیا تھا لیکن ہم ان ایام سے ان سالوں اور اس دور کے امپورٹ کی فیگرز

کو دیکھیں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ تین گنے کا اضافہ ہو چکا ہے پھر حالت کیا ہے کہ اس زمانے میں کنک کا بھاؤ کبھی ۸-۹ یا ۱۰ روپے سے زیادہ نہیں بڑھا اور آج گندم ۱۶ سال میں پہلا موقع ہے اور نئی فصل آنے کے باوجود پنجاب کے بیشتر اضلاع میں جن کو granery کہا جاتا ہے ۱۶-۱۷ روپے میں فروخت ہو رہی ہے -

* x x x x x x x

Minister of Finance : Is he relevant ?

Mr. Speaker : These remarks should be withdrawn.

مسٹر افتخار احمد خان---میں withdraw کرتا ہوں - میں جوش غم میں کہہ گیا میں معافی چاہتا ہوں -

مسٹر سپیکر---آپ ایسے الفاظ اپنی تقریر میں استعمال نہ کریں اور These remarks should be expunged from the pr ceedings.

مسٹر افتخار احمد خان---جناب میں یہاں کہنا یہ چاہتا تھا کہ انہیں عوام کا احساس ہی نہیں ہے نہ ان سے ملنے جاتے ہیں نہ وہ ان سے ملنے آتے ہیں -

وزیر خزانہ---جناب ملک قادر بخش تو بہت پاپولر منسٹر ہیں -

مسٹر افتخار احمد خان---جناب ملک قادر بخش میرے محترم دوست اور بزرگ ہیں یہ مجھے ان سے لڑانا چاہتے ہیں لیکن بہرحال میں اگر ان سے لڑونگا تو ان کے کہنے سے نہیں لڑونگا -

وزیر خزانہ---میں درمیان میں آنا بھی نہیں چاہتا -

مسٹر افتخار احمد خان---احساس میں یہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر ان کا ذہن حاضر ہو اور یہ محسوس کرنے کے

* Expunged as ordered by Mr. Speaker.

لئے تیار ہوں کہ آج خوراک کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ عوام اس سے بہت بد دل ہوگئے ہیں ۔ اور صرف بھوک ہی نہیں جس کے لئے ہم امریکہ سے کنک منگا رہے ہیں وہ کنک کے ساتھ اس پیسے سے اس رقم سے پی - ایل ۴۸۰ کے تحت آج قوم کے اخلاق قوم کے معیار اور قوم کے ذہن کو نقصان پہنچا رہے ہیں اگر آپ محسوس کریں کہ اس بے عزتی اور اس غلامی سے بدرجہا بہتر ہے کہ ہم بھوکے رہیں ہم فاقے سے رہیں - سارے ملک میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ ہم سکول بنا رہے ہیں ہم سڑکیں بنا رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ اس حکومت نے کوئی خدمت نہیں کی اگر کوئی اکا دکا سکول بنا دئے تو وہ پی - ایل - ۴۸۰ کے تحت بنائے گئے ہیں ۔

وزیر خزانہ—جناب کیا پی - ایل - ۴۸۰ زیر بحث ہے ۔

مسٹر سپیکر—پی - ایل - ۴۸۰ زیر بحث نہیں ہے ۔

مسٹر افتخار احمد خان—اس لئے صدر محترم میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ اس کے دو ہی پہلو ہیں یا مکمل تجارت آزاد ہو اور آپ ٹریڈ free کریں یا سٹیٹ کا کنٹرول ہو ۔ آج جو ہمارا اخلاقی معیار ہے آج ہمارے منڈیوں کے آڑھتیوں کا جو اخلاقی معیار ہے اور ہمارے حکمرانوں کا جو اخلاقی معیار ہے اور جس طریقہ سے ملک میں رشوت چل رہی ہے اس کے پیش نظر میں سٹیٹ ٹریڈنگ میں سٹیٹ کے کنٹرول کو آج کی سوسائٹی کا اہم اور ضروری جزو سمجھتا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ فوڈ کے مسئلے میں حکومت کا کنٹرول ہونا چاہئے شوگر پر کنٹرول ہونا چاہئے گیہوں پر کنٹرول ہونا چاہئے لیکن کنٹرول کی کامیابی کے لئے ایماندار حکومت ہو ایک نمائندہ حکومت ہو ۔

Minister of Finance : Does he doubt the integrity of Qadir Bakhsh.

مسٹر افتخار احمد خان۔۔ایک نمائندہ حکومت اور ایک ہر دلعزیز حکومت۔۔۔۔۔۔۔۔صدر محترم ۔ یہاں حال کیا ہے جو آج یہاں حالت ہے اس پر میرے ذہن میں نادر شاہ کا ایک قصہ آ گیا ۔

نادر شاہ نے جب دھلی پر حملہ کیا ۔

مسٹر سپیکر۔۔نوابزادہ صاحب ۔ وقت تھوڑا ہے ۔ اور ابھی دو demands باقی ھیں ۔

نوابزادہ افتخار احمد خان۔۔جناب والا۔ اس کہانی کے بعد . . . .

وزیر خزانہ۔۔اس کے بعد میاں شریف بھی کہانی سنائیں گے ۔ آپ ان کی کہانی بھی سنینگے ۔

نوابزادہ افتخار احمد خان۔۔جناب والا ۔ میاں شریف کی ایک کہانی کیا ہم ان کی سو کہانیاں سننے کے لئے تیار ھیں . . . تو نادر شاہ کے لڑکے کی جب شادی ہونے لگی۔ دھلی کے اس بادشاہ کی لڑکی سے جو کہ لڑائی ھار گیا تھا ۔ تو اس میں ایک شجرہ پڑھا گیا تھا ۔ لڑکی کا شجرہ پڑھا گیا ۔ تو اس میں تھا ۔ سلطان ابن سلطان ابن سلطان . . . اس کے بعد نادر شاہ کے لڑکے کی باری آئی ۔ تو وھاں شجرہ کیا تھا ؟ اس نے کہا کہ پڑھو ۔ سلطان ابن شمشیر ۔ ابن شمشیر ۔ ابن شمشیر ۔ تو جناب والا ۔ یہ حکومت ابن رشوت ۔ ابن رشوت ۔ ابن رشوت . . . . .

(قہقہے اور قطع کلامیاں)

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ھزارہ ۔ ۱)۔۔جناب والا ۔ میں اس تحریک تخفیف کی مخالفت میں کھڑا ھوا ھوں ۔ میں لاھور میں بسنے والوں ان خوش فکرے بھائیوں سے یہ التجا کرونگا ۔ کہ وہ جو مکھن لگا کر . . . . .

(At this stage Mr. Iftikhar Ahmed Khan rose to leave the Chamber)

Minister of Finance : Sir, he came late and now he is going You should force him to sit in the House.

Mr. Speaker : I cannot force him. I can request him if the Minister so desires.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : I will sit if the Leader of the House speaks.

(Interruptions)

Mr. Speaker : Nawabzada Sahib should remain present in the House.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی ۔جناب والا ۔میں گذارش کر رہا تھا ۔کہ اس لاہور کے خوش فکرے میرے بھائی جو کہ صبح اٹھکر مکھن لگا کر ٹوسٹ کھانے کے بعد walk کیلئے نکل پڑتے ہیں ۔انکو کیا معلوم ہے۔۔ کہ یہ آٹا اور گندم اور یہ ضروری چیزیں جن لوگوں کو ضرورت ہے ۔ ان کو پہنچانا کتنا ضروری ہے یہ ہمارے حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے ہیں ۔نہ محسوس کر سکتے ہیں ۔۔میں تو یہ کہونگا ۔۔اس ملک کی پارلیمانی زندگی میں پہلی بار اس علاقے میں گندم اور آٹا مہیا کیا گیا ہے ۔۔جنکو کہ آجتک آٹا میسر نہیں تھا ۔ میں نوا زادہ صاحب محترم کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کردوں کہ مغربی پاکستان کے کونوں میں ایسے ایسے علاقے بھی موجود ہیں ۔۔جہاں آٹا نہ ہونے کی وجہ سے کئی موتیں واقع ہو جاتی ہیں ۔ اگر اب میں فوڈ ڈیپارٹمنٹ کا اس اقدام کے سلسلے میں شکریہ ادا نہ کروں ۔۔تو میں سمجھتا ہوں ۔۔کہ میں اپنے حق میں بہت بڑی بددیانتی کرونگا ۔ جناب والا۔ حمزہ صاحب تو ایک ایسی جگہ کے رہنے والے ہیں ۔کہ جہاں اناج کے انبار پڑے ہیں ۔ اور انکو آٹا پہنچانے کے اور بھی بڑے بڑے ذرائع موجود ہیں ۔ ہمارے لئے تو یہی فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہے ۔ میں اس علاقے کا رہنے والا ہوں ۔کہ جہاں کے ذرائع پیداوار

صرف دو فیصد ھیں ۔وھاں کے مقامی مکین صرف دو ماہ کیلئے اپنی زمین سے غلہ پیدا کرتے ھیں ۔ یہی فوڈ ڈیپارٹمنٹ کا آٹا اور گندم ھے ۔صرف یہی ذرائع ھیں ۔ اور وہ اگر ان تک پہنچے ۔ تو وہ اپنی زندگی کی گذراوقات کر سکتے ھیں ۔میں آپکی خدمت میں یہ بھی گذارش کر دوں۔ کہ اس دور میں جو پچھلا گذرا۔ جب ھم نے فوڈ پر بجٹ میں بحث کی ۔ تو ھماری بحث کے بعد وزیر خوارک صاحب جانتے ھیں ۔کہ میری ھمیشہ انکے ساتھ نوک جھوک رھتی ھے ۔ تو یہ پہلا موقع ھے۔ کہ میں انکی اس ضمن میں تعریف کر رھا ھوں ۔ ھماری نکتہ چینی کے بعد انھوں نے محکمہ خوراک کو یہ حکم دیا ۔ اور خدا کے فضل و کرم سے پہلےپر ساڑھے سولہ اور ساڑھے سترہ روپے فی من گندم میسر ھو رھی ھے ۔ نوابزادہ صاحب یہ بھی کہتے رھے ھیں ۔کہ پی۔ایل نمبر ۴۸۰ کے تحت یہ امریکہ سے جو گندم خرید رھے ھیں ۔اسکی کوئی ضرورت نہیں ھے ۔میں کہتا ھوں ۔کہ وہ کس ذھن سے یہ باتیں سوچ رھے ھیں ۔کن باتوں سے انھوں نے یہ اخذ کیا ھے ۔یہ آزادی آپکو اسلئے یاد ھے ۔کہ آپکا پیٹ بھرا ھوا ھے ۔آپ جا کر وھاں کے حالات دیکھیں ۔

Mr. Speaker : The member should please address the chair.

مسٹر حمزہ ۔ان کا پیٹ خالی ھے ۔اس لئے وہ سوکھے ھوئے ھیں ۔۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی ۔ یہ اسی آٹے کی وجہ سے بھرا ھوا ھے ۔تو جناب والا میں یہ گذارش کر رھا تھا ۔ کہ میں موجودہ فوڈ پالیسی کی تعریف اس لئے کرتا ھوں ۔کہ انھوں نے مداخلت کر کے ھمارے لئے خوراک کا بندوبست کیا ھے ۔میرے

واجب‌الاحترام بھائی حمزہ صاحب نے دلائل پیش کئے ھیں ۔ کہ یہ آٹا سمگل ھو کر فرنٹیئر کے اس طرف جا رھا ھے ۔ لیکن انہوں نے اپنے بارڈر کی طرف بھی غور کیا ھے ۔۔میں تو سمجھتا ھوں۔ کہ آپ میں اسی فیصد سمگلر موجود ھیں ۔جو سمگلنگ کر کے اور ھمارا پیٹ کاٹ کر ھندوستان کو غلہ مہیا کرتے ھیں ۔اور ھم بھوکے مرتے ھیں ۔میں آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کر دوں ۔کہ آپ نے کابل کا نام لیا ھے ۔آپکو معلوم نہیں ھے ۔کہ سابق صوبہ سرحد اور کابل کے درمیانی علاقوں کی آبادی آن قبائیلی علاقوں کی موجود ھے ۔ جب کبھی آپ کو ذرا بھر تکلیف ھوتی ھے ۔ تو آپکی توجہ اور رجوع اس طرف ھو جاتی ھے ۔ اور آپ ھمارے آن بازوئے شمشیرزن کو آٹا پہنچانے کو بھی سمگلنگ کہتے ھیں ۔ آپ ان کو گندم پہنچانے کو بھی سمگلنگ کہتے ھیں۔ آپ نے تو یہ گندم سمگل کر کے ھندوؤں اور سکھوں کو دی ۔ (* X X X) اسکو ھم سمگلنگ نہیں کہتے ۔یہ آن لوگوں کا حق ھے ۔

Mr. Speaker : The member should withdraw these remarks.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی ۔۔میں واپس لیتا ھوں ۔

Mr. Speaker : And those remarks are expunged from the proceedings of the Assembly.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی ۔ آپ نے تو مجھے بڑے غصے سے کہا ھے ۔لیکن یہاں تو لوگ گالیاں دے رھے ھیں۔ لیکن انہیں آپ نے اتنے غصے سے نہیں کہا ۔ بہر کیف میں واپس لیتا ھوں ۔ جناب والا وھاں کوئی سمگلنگ نہیں ھے ۔ اور جہانتک انہوں نے ریڈیو اور ٹرانسسٹروں کا حوالہ دیا ھے ۔ وہ تو ایک

*Expunged by order of the Speaker.

آزاد علاقے میں موجود ہیں۔وہ تو ان لوگوں کی اپنی تجارت ہے۔اگر وہ اپنے ملک اور علاقے میں تجارت کریں۔ تو ہم انہیں منع نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر وہ یہ کاروبار نہ کریں۔ تو بھوکے مر جائینگے۔ ہمارا کسٹم ڈیپارٹمنٹ موجود ہے۔ مگر لوگ یہاں سے جاتے ہیں۔بڑی بڑی بیوک اور شیورلیٹ کاروں میں جاتے ہیں۔ Latest ماڈل کی کاروں میں جاتے ہیں۔ سمگلنگ تو یہ لوگ کرتے ہیں ۔۔اور مقامی سمگلر تو ہم نے وہاں ایک دن نہیں دیکھا۔

(قطع کلامی)

• میں آپکی وساطت سے یہ بھی عرض کر دوں ۔۔کہ یہ جنہیں کنوینشن مسلم لیگ کہتے ہیں۔یہ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ یہ تو ہمارے ہی روٹھے ہوئے سیاسی بھائی ہیں۔اس طرف تو کوئی لیگ نہیں ہے۔

وزیر خزانہ ۔۔یہ مسلم لیگ ہیں۔

نوابزادہ افتخار احمد خان ۔۔یہ مسلم پلیگ ہیں۔

(قطع کلامی)

Mr. Speaker : No remarks about that.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی ۔ میں ان گذارشات کے بعد وزیر زراعت کی توجہ ایک اور اہم مسئلے کی طرف دلاتا ہوں۔کہ جہاں انہوں نے اتنی مہربانی کی ہے۔اور انہوں نے توجہ فرمائی ہے۔ وہ ایک اور طرف بھی توجہ فرمائیں۔کیونکہ یہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔وہ یہ ہے۔کہ آپکا جو فوڈ کا سٹاف ہے۔ یہ صحیح بات ہے۔ کہ آپکا ان پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ اور آپکی اس پالیسی کی وجہ سے وہ بہت کرپشن

کرتے ہیں ۔۔تو میں آپ سے گذارش کرونگا ۔۔کہ وہ آپکے احکام کے تحت ضروری خوراک مہیا کرنے میں کبھی کبھی کوتاہی بھی برتتے ہیں ۔۔کم از کم انکے کان کھینچئے ۔ خدا کیلئے ان کو روکنے کیلئے کچھ ایسے قانون وضع کریں ۔کہ کم از کم آپکے محکمے کی ان پر گرفت ہو سکے ۔۔اور وہ ہزارہ اور سری کے ان علاقوں میں کہ جہاں لوگ بھوک اور افلاس سے دم توڑتے ہیں ۔وہاں کم از کم آٹا مہیا کرنے میں لیت و لعل نہ کریں ۔ مجھے آخری گذارش یہ کرنی ہے ۔ کہ میں لطیفے بیان نہیں کرتا ۔اور جو کچھ کہنا ضروری ہوتا ہے ۔۔وہ عرض کر دیتا ہوں ۔ میں وزیر خوراک کی توجہ چینی کے بڑھتے ہوئے نرخ کی طرف دلاتا ہوں ۔آپ نے دیکھا ۔ کہ پونے دو روپے فی سیر سے اسکا نرخ اڑھائی روپے تک پہنچ گیا ہے ۔خدا کیلئے اسکی طرف توجہ دیجئے ۔اور اگر اسی طریقے سے نرخ بڑھتے رہے ۔تو وہ دن دور نہیں ۔کہ تین چار روپے فی سیر بلیک مارکیٹ یا آپ اسکو جو نام بھی دیتے ہیں ۔اس میں چینی مل سکے ۔۔آخر میں میں انکو اس بات پر مبارکباد دیتا ہوں ۔ اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی کرتا ہوں ۔ کہ انکو پاسپورٹ دیکر ہندوستان بھیجئے ۔کہ وہاں جا کر غلے کی تکلیف خود دیکھیں ۔وہاں گندم ۴۵۔۔۔۴ روپے من بک رہی ہے ۔

Mr Speaker : Yes, Sheikh Sahib.

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔۔جناب والا ۔ میرے رفیق کار ملک قادر بخش صاحب کے پاس اعداد و شمار موجود ہیں ۔ وہ مفصل جواب دینگے ۔ بہتر ہوتا ۔ کہ خواجہ صاحب یہاں موجود ہوتے ۔ تو وہ سن لیتے ۔اپنی تقریر کے پہلے حصے میں انہوں نے مجھکو مخاطب کیا تھا ۔میں صرف ٹیکنیکل جواب دونگا facts and figures سے ملک صاحب جواب دیں گے ۔

سب سے بڑا انکا یہ اعتراض تھا کہ Contingency میں بھی یہ آئٹم آ سکتا تھا تو سپلیمنٹری بجٹ میں کیوں لایا گیا ہے ۔ میں عرض کرونگا کہ Contingency جو رولز کے تحت ہم ٹیبل پر Lay کر سکتے ہیں اس پر ووٹنگ نہیں ہو سکتی ۔ یعنی جان بوجھ کر ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ معزز ایوان کے سامنے میں ہر چیز پیش کروں جس پر بحث و تمحیص کے بعد ووٹنگ ہو سکے ۔ اس کو جان بوجھ کر میں نے سپلیمنٹری بجٹ میں رکھا ہوا ہے ۔ چینی کے بارے میں میرے دوست صدر حزب اختلاف کو غلط فہمی ہوئی ۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ جب ہمارا بجٹ بنتا ہے اس کے بعد سنٹر کا بنتا ہے ۔ جب بجٹ تیار ہوا تھا اس وقت چینی کی سینٹرل ایکسائز ڈیوٹی جو تھی وہ سات روپیہ فی ہنڈرڈ ویٹ تھی لیکن بجٹ کے بعد وہ رقم بڑھا کر ۱۰ روپے فی ہنڈرڈ ویٹ کر دی گئی ۔ یہ ۸۰ لاکھ کی جو رقم ہے یہ اسکا جزو ہے اور فالتو ان کو دینی پڑی ہے ۔ اس کو ہم Foresee نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ سنٹرل بجٹ میں اس کو دو گنا کر دیا جائے گا ۔ مجھے خواجہ صاحب کا بہت احترام ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑی محنت اور جان فشانی سے کام کرتے ہیں لیکن میں حیران ہوں کہ بجٹ سپیچ جو انھوں نے میزانیہ پر کی ہے وہ بالکل سمجھ نہیں سکے کہ بجٹ ہوتا کیا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو اس کی اے بی سی کا بھی پتہ نہیں تھا ۔ اتنی بڑی تقریر وہ کرتے رہے ہیں ۔ ان کو یہ پتہ نہیں کہ آئین میں سپلیمنٹری بجٹ کی حیثیت کیا ہے ۔

مسٹر افتخار احمد خان-- جناب بجٹ کی اے بی سی پہلے تو فائننس منسٹر صاحب مجھے بتائیں کہ کیا ہوتی ہے ۔

وزیر خزانہ-- میں بتاتا ہوں ۔ Sir, if he is going to interrupt me every time, I will not be able to speak and my colleagues have also to speak. ان کے پاس اتنے اعداد و شمار ہیں ۔ کہ وہ دندان شکن جواب دیں گے ۔

مسٹر افتخار احمد خان ـ اے بی سی نہ آپ کو آتی ہے نہ ہمیں آتی ہے ۔

وزیر خزانہ ـ حضور میں مدد کرتا ہوں ۔ آپ بجٹ کا ذکر کریں ۔ میں روپے کا ذکر کر دونگا ۔ (قہقہے) آپ زیادہ اردو دان ہیں ۔ اردو دان علاقے میں پیدا ہوئے ہیں ۔ میں تو پنجابی ہوں ۔ میں تو پنجابی اردو بولا کرتا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ آئین میں انہوں نے سپلیمنٹری بجٹ کیطرف توجہ مبذول کرائی ہے اور مجھے کہا ہے کہ اس پر بڑی بڑی رقمیں میزانیئے میں ہم نہیں رکھ سکتے ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آئین میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ لوگوں کا معیارکون مقرر کرتا ہے کہ کونسی بھاری رقمیں ہیں اور کونسی چھوٹی رقمیں ہیں ۔ آئین میں کسی رقم کے بارے میں ذکر ہی نہیں کیا ہوا It is very flexible Sir کونسا معیار ہے ۔ کون یہ بتائے گا ۔ کہ یہ رقم چھوٹی جو ہے یہ ایک کروڑ روپیہ بڑھی ہے یہ چھوٹی ہے یا بڑی ۔ نمبر ۲ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ جو بجٹ کے متعلق ۱۳۴ کروڑ کا سالانہ میزانیہ تھا آمدنی کا انھوں نے اس کو Mix کیا کیپیٹل بجٹ سے یہ جناب گورنمنٹ آف ویسٹ پاکستان بجٹ برائے سن ۶۴-۶۵ء آپ دیکھیں صفحہ ۱۵ پر ایک مفصل سٹیٹمنٹ ہے ۔ Capital Receipts and Disbursement Capital Account تو اس میں عرض کروں گا کہ اس میں کل رقم جو تھی ہمارے کیپیٹل اکاؤنٹ کی وہ ۳۶۱ کروڑ ۔ ۴۱ لاکھ اور ۲۴ ہزار تھی اور اب ہم نے جو اسٹیمیٹ کیا ہے وہ ۳۶۷ کروڑ ۹۸ لاکھ اور ۸۷ ہزار کیا ہے ۔ Difference ہے جناب ۱۶ کروڑ کے قریب ۲ فیصدی کا ۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی یہ پہلی مثال ہے کہ اتنا کم Difference کا ہم نے Speculation کیا ہے ۔ صرف ۲۰ فیصدی کا فرق بڑھا ہے ۔ یہ تو کیپیٹل اکاؤنٹ ہے جس کو وہ Mix کرتے ہیں ریونیو اکاؤنٹ سے ۔ اس کا تعلق واسطہ بھی نہیں ہے ۔

بار بار کہتے ھیں اس کا کیا تعلق ھے ۔ یہ کیپیٹل اکاؤنٹ کو مکس کر رھے ھیں ریونیو اکاؤنٹ کے ساتھ ۔ تو میں عرض کرونگا اگر وہ پڑھیں کہ یہ ۱۴ کروڑ کی رقم وہ تو گھبرا گئے ان کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ھوگا اور کیا نہ ھوگا ۔ ریگولر بجٹ میں آپ دیکھیں گے کہ یہ رقم تھی ۶۷ کروڑ ۷۳ لاکھ اور ۷۵ ھزار اور ان کی آمدنی تھی ۔ ۶۴ کروڑ ۶۵ لاکھ اور ۶۵ھزار۔ صرف Net جو ھم نے دکھایا تھا خرچ اپنے بجٹ میں وہ ۳ کروڑ آٹھ لاکھ اور ۱۰ ھزار تھا ۔ اس طرح یہ ۱۴ کروڑ روپیہ جو بڑھا ھوا معلوم ھوتا ھے دراصل یہ ۱۴ کروڑ روپیہ کی Net رقم نہیں ھے ۔ اس میں کوئی ۱۳ کروڑ کی آمدنی ھے ۔ سوا چار کروڑ روپیہ کا بوجھ صرف خزانے پر پڑے گا ۔ یہ ۱۴ کروڑ کا نہیں ھے ۔ صفدر صاحب نہیں ھیں ۔ میں ان کو سنانے کے لئے کہہ رھا ھوں ۔ اعداد و شمار ان کے پاس ھیں ۔ میں یہ ھی عرض کرنا چاھتا تھا ۔ کہ ان کو غلط فہمی ھوئی ھے ۔ جو ریگولر بجٹ ھے ۔ اس کو کیپیٹل بجٹ سے compare کر دیا ھے ۔ اسلئے میں کہوں گا کہ وہ ۳۶۷ کروڑ کا جو کیپیٹل بجٹ تھا ۔ اس میں سے جو بجٹ ۶۵ کروڑ روپیہ کا ھے وہ کہتے ھیں کہ یہ زیادہ ھے ۔ یہ زیادہ نہیں ھے ۔ بالکل آئین کے مطابق ھے ۔

امیر حبیب اللہ خاں سعدی ــــ پوائنٹ آف آرڈر صاحب صدر محترم وزیر خزانہ کی ٹیکنیکل تقریر میں پہلے ایک لفظ flexible budget کا استعمال کیا گیا ھے ۔ کیا وہ وضاحت فرمائیں گے کہ یہ تمام flexibility ایک ھی فرد واحد کے استعمال میں کیوں آتی ھے حالانکہ اس میں یک فیصدی flexibility بھی نہیں ھوتی ۔

مسٹر سپیکر ــــ سعدی صاحب انہوں نے flexible budget فرمایا ھے ۔ سو آپ کا پوائنٹ آف آرڈر over-rule کیا جاتا ھے ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد—جناب صدر شیخ صاحب بار بار فرما رہے تھے - قائد حزب اختلاف کے متعلق وہ یہاں موجود نہیں ہیں - ان کے cousin کا انتقال ہوگیا ہے - اور وہ سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں - سیالکوٹ میں ان کا تین بجے جنازہ ہے - اور وہ کل صبح واپس آجائیں گے -

وزیر خزانہ—مجھے افسوس ہے - مجھے اسکا کچھ علم نہیں تھا - سخت آفسوس ہے -

علامہ رحمت اللہ ارشد—اتنی افسردگی کے باوجود انہوں نے اتنی مفصل تقریر کی -

وزیر خزانہ—I am sorry مجھے پتہ نہیں تھا - اگر ان کی feelings hurt ہوئی ہیں تو I with-draw مجھے علم نہیں تھا -

Mr. Speaker : In fact we did not know that.

وزیر خوراک و زراعت (ملک قادر بخش)—صاحب صدر - خوراک کے متعلق جب کوئی نکتہ چینی اور ایسی جذباتی تقریریں اس طرف سے ہوں تو وہ کسی فائدہ یا کسی خاص نتائج پر ہمیں نہیں پہنچاتی - جہاں تک چینی کا سوال ہے - حضور ہماری need ہماری ڈیمانڈ ویسٹ پاکستان کی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار ٹن ہے - یہ ضرورت ہماری moderate ہے - اور اس کے برعکس ہماری کل پیداوار اس شوگر کی ایک لاکھ ۳۰ ہزار ٹن ہے - یہ درمیانی خلا ہماری پیدا وار اور ہمارے اخراجات اور جو ہمارے مطالبات ہیں یہ ایک لاکھ ۷۰ ہزار ٹن ہیں - یہ اس کے قریب ہو جاتا ہے - یہ بڑا gap ہے - سن ۱۹۶۳ء سے قبل یہ gap اگرچہ پورا bridge نہیں ہوتا تھا - لیکن باہر سے جناب چینی منگائی جاتی

تھی - میرے دوستوں کو اتنی خبر نہیں یا خبر ہوگی اور عمداً اس چیز کو ہاؤس کے سامنے میں نے پیش کیا ہے کہ world prices اس قدر اونچی ہوگئی ہیں - کہ اگر ہم ۱۹۶۳ میں منگاتے تو چار روپے فی سیر سے زیادہ یہاں اگر اس کی اصل قیمت پڑتی - اور آج بھی حضور اگرچہ دنیا کی قیمتیں کچھ کم ہوئی ہیں - لیکن اب بھی اتنی زیادہ ہیں کہ بونس ووچر پر ہم کچھ منگوانے کے لئے تیار نہیں - اس لئے کہ اسپورٹ کا سوال کہ باہر سے منگوا لی جائے پیدا ہی نہیں ہوتا - ہم تو ویلکم کریں گے - لیکن یہاں آ کر وہ اتنی مہنگی پڑے گی کہ وہ ملک کے مفاد کے منافی ہوگی -

جناب والا - جب ڈیمانڈ زیادہ ہو اور سپلائی تھوڑی ہو یقیناً ملک کو کنزیومر کو تکلیف کا سامنا کرنا ہے - خواجہ محمد صفدر صاحب نے دو تین طریقے بتلائے ہیں ایک کی تردید میں نے ابھی ابھی کی ہے - انہوں نے کہا کہ باہر سے چینی منگائی جائے میں نے اس کے جواب میں کہا کہ باہر سے چینی منگانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا دوسری تجویز انہوں نے یہ بتائی ہے کہ ملوں سے مکمل کنٹرول یعنی تمام کا تمام کنٹرول کرلیا جائے یا اٹھا لیا جائے اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا - کوئی incentive انڈسٹری کو نہیں ہوگا - انڈسٹری بھی اس حکومت کو اتنی ہی عزیز ہے جتنی ایگریکلچرل انڈسٹری عزیز ہے - یا کوئی اور انڈسٹری عزیز ہے انڈسٹری کو بھی ہم کسی صورت میں تباہ نہیں کرنا چاہتے کنٹرول کے خلاف میرے دوست ہمیشہ بولا کرتے ہیں کہ کنٹرول اٹھالیجئے - ہمیں اس سے اتفاق ہے - ہماری یہ پالیسی ہے - کہ کنٹرول زیادہ کرنے سے نہ کنزیومر کو فائدہ ہے نہ گورنمنٹ کو فائدہ ہے - انڈسٹریاسٹ جو

ہے اس کا فائدہ ہے۔ مکمل کنٹرول بھی ہماری پالیسی نہیں ہے۔
اور in fact ڈی کنٹرول جتنا جلدی ہوجائے وہ ملک کے لئے مفید
ہوگا and we are going toward, that ملیں ہیں آپ کو جیسا کہ علم ہے۔

Within two years they are going to be installed in Punjab region, Frontier region and Sind region. One is actually working but it will start working regularly very soon in Hyderabad Region and in the next year it will bring in more sugar and within the next two years, we hope, we will be going near about our demands and there will be no need of keeping these controls at all. I was surprised that a veteran politician like Khawaja Sahib should advise the Government to bring in more controls. If he were here I, with folded hands, would have requested him not to go after controls but let us make all efforts towards de-control. Supposing, the Government wanted to take all the sugar that was produced, which was less than the demand, nefarious activities might come in and the Government don't want to be a party to any anti-State activities like hoarding and black-marketting. I do agree with Khawaja Sahib that the price of sugar in the open market has gone up and it is selling at the rate of Rs. 2 per seer, I know it, whereas at the Government depots it is selling at the rate of Rs. 1/8/- per seer. No doubt, it is a big margin but for that, Sir, we may consider some other measures but the strict control may not lead us to achieve those objects which we have in mind. However, the day is not far off when the Government efforts will bring fruit and all these mills will be installed and this difficulty will go away. In this connection, I may add that whatever profit the Government earns, because it was criticised that the Government is earning profit and that it is about 1·80 crores which I own is correct, whole of it is being spent on the uplift work and development work. I hope the House will not grudge if this money is spent in this way. I think, we deserve profit because we are spending it for very good purpose and for a laudable one. The House will bear me out that there should be no opposition to this small profit. For the information of the House I may say that I have not quoted certain figures. Last year, the international price of sugar went as high as 103£ per ton and that was beyond the reach of our country to import sugar. Even now when it has come down it is about 50£ and even then it is beyond the reach of our country and our country-men because if it is imported it will sell here at the rate of Rs. 3 per seer with all the profit of the whole-sale and retail dealers. Of course, if any body wants to import sugar on bonus vouchers let him do so but it would not be economic, because a nominal quantity of sugar, i.e. 324 tons, could be brought here. So, as suggested by my friend that it should be imported on bonus vouchers, it is not proper. Therefore, it is ruled out.

As for wheet I may say that I am very keen about it because wheet is a food on which we live and on which depends the life and death question of the nation. I need not, to seek self praise, go into the details about the policy which this Government pursued during the year 1963-64. There was some trouble in various corners

of the province and, my friend Mr. Abbassi will bear me out, wheet was rushed to every corner at the rate of Rs. 16 while in India it was selling at the rate of Rs. 45. There is another reason for it and that is that there is an increase in the population every year and we have to feed about 2.8 lakh more mouths. Secondly, there is a tendency among the people of migrating to towns and live there. Naturally in towns the standard of living is such that the people, among other things, use wheat as a major food. I have noticed that in our habits of diet there is a change and people are resorting to wheat more than millet. Even in those illaqas where people used to have 'Jawar', 'Bajra' and 'Makki' they are having wheat instead. There is one more point that under the good Government, as the present one the purchasing power of the people has also gone up. They can purchase wheat, and won't go for cheaper stuff. That is a good sign which makes us believe that people are becoming richer. Not that rich are becoming richer, as stated from the other side, but the poor people are becoming rich.

There is one thing more and Mr. Iftikhar will bear me out that, unfortunately, the 'Kharif' failed and there were no kharif crops. We did not have rains with the result that there was no kharif. That was also a burden on wheat. Again, Sir, there is one thing that we allowed free movement of wheat to our brethern in Azad Kashmir. All bans were removed and those people who were mostly depending on Barley and Millet were allowed the use of wheat and we allowed the movement of wheat there freely So this was another reason that we required more wheat. Again, Sir, 'Makki' is being used for oil and for industrial purpose. Therefore, it has lost its food value and is being used in industry. That is another reason why the burden has fallen on wheat. Moreover, we are sending a sufficient quantity of rice from Sind Area to our brethern in East Pakistan.

That is also again a factor which increased the demand of wheat. I have to say this just for the information of the House that there is an increase of population every year by 2.8 which results in an increased demand of 1 lakh 25 thousand tons of wheat. That again is a big factor which has to be taken into consideration. As far as the policy is concerned, I submit that we should not have control so far as the indigenous wheat is concerned. We are not going to harass our growers Those who sit on that side of the House say—and even my friend Mr. Hamza, I would not call him as he alleges to be the friend of growers—says that there should be control or a levy system or some harassment from door to door and from house to house of the growers. You will kill your economy, you will kill your nation if you kill the growers. Do not kill the growers. Do not run after that. If you want at all to kill, kill Mr. Kirmani or kill somebody else, but not the growers. (Interruptions).

Mr. Speaker : Malik Sahib to please withdraw these words.

Minister of Agriculture : I am sorry Sir, I withdraw.

Syed Ahmed Saeed Kirmani : I am very much wanted by my people.

Minister of Revenue : It is a political death, not physical.

Minister of Agriculture : So, Sir, I submit that the produce which the poor zamindars bring into the market and feed the nation requires no

control. In fact the control is the other way, that is, to give every guarantee to the grower that he will get his minimum price. That is the only control which I do not call control at all. That is a sort of protection extended to the rural and the strong part of Pakistan or the man who live in villages. As far as the ceiling price or to control it is concerned, this Government is not in favour of that. But the pertinent question may come in as to how to help the poor consumer, the labourer and other people? Sir, I extended a guarantee to my friend, Mr. Kirmani, that in the town the Atta will be available at Rs. 16 per maund and that there will be no sho tage or wheat or atta anywhere and God is with us, this Government will. .....

Mr. Iftikhar Ahmed Khan Ansari : He is not with you.

Minister of Agriculture : Results of elections are there.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan Ansari : Give indirect elections. (Referring to the Minister of Finance) God is against you,

Minister of Finance : Me ! No, Sir.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : You are mistaken.

Mr. Speaker : Order, please.

Minister of Agriculture : I tried my best to follow the suggestion given by Mr. Hamza, that there should be control on the movement of wheat in every village. This Government, I hope, will not follow the advice which has been tendered. He is not a communist, this may have been well from the mouth of a communist, but not from the mouth of Mr. Hamza to harass people in every village to the extent that there should be control at every door. We are not going to do that.

A Member : Is he a communist ?

Minister of Agriculture : I said he is not. We have raised our stocks. The Provincial Government was to maintain previously a revolving reserve of 2,75,000 tons of wheat. Now under the instructions of the Central Government we are raising .....

Mr. Speaker : Will The Minister please conclude his speech now ? Only fives minutes are left and I have to put the Demand.

Minister of Agriculture : I will. We have raised this revolving reserve to the extent of 3,50,000 tons which means an increase of 75,000 tons and that is a good idea. At any time we may come across any difficulty and there should be some reserve to meet that eventuality. It is for that why the Demand is here for more money. Mr. Saadi said خرید کا طریقہ غلط ہے I think he does not know what the policy of the Government is. There is no purchase except on voluntary basis. Any man, if he cannot get good money, proper money for his produce, can sell it to the Government at Rs. 3/8 ; otherwise there is no compulsion. I think Saadi Sahib did not know how the purchasing system was. There was no difficulty nor was their any complaint from any quarter of the province so far as the policy of the Government on this score is concerned.

In the end I would submit that the food policy of the present Government has been well in the interest of the consumer, the grower and industrialist also and also in the interest of the Government which gets some money to spend on development works.

Mr. Speaker : The question is

That the total of Rs. 14,40,08,720 on account of 85-A-Capital Outlay on Provincial Schemes of State Trading-Total New Expenditure be reduced by Rs. 14,40,08,719.

(*The motion was lost.*)

Mr. Speaker : The question is—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 14, 40, 08, 720 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Capital Outlay on Provincial Schemes of State Trading.

(*The motion was carried.*)

Mr. Speaker : There is hardly any time left. I will put the Demands without putting the cut motions.

Minister of Finance : Sir, I beg to move—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 1,46,04,260 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June. 1964, in respect of Construction of Irrigation Works.

Mr. Speaker : The question is—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 1,46,04,260 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Construction of Irrigation Works.

(*The motion was carried.*)

Minister of Finance : Sir, I beg to move—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 20,89,70, 100 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Advances not bearing Interest—Advances Re-payable and Loans and Advances by the Provincial Government.

Mr. Speaker : The question is—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 20,89,70,100 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Advances not bearing Interest—Advances Re-payable and Loans and Advances by the Provincial Government.

(*The motion was carried.*)

SUPPLEMENTARY DEMANDS (RAILWAY)

Mr. Speaker : Next item on the agenda is : Discussion and Voting on Supplementary Demands (Railway) for 1963—64.

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Sir, I beg to move :

> **That a supplementary sum not exceeding Rs. 38,65,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses—General Administration.**

Mr. Speaker : Demand moved :

> **That a supplementary sum not exceeding Rs. 38,65,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses—General Administration.**

There is a cut motion from Mian Akbar. He is not present.

Then there is a cut motion from Mr. Kirmani.

Syed Ahmed Saeed Kirmani (Lahore V) : I beg to move :

> **That the total of Rs. 38,65,000 on account of Ordinary Working Expenses—General Administration—Total New Expenditure be reduced by Rs. 38,64,999.**

Mr. Speaker : Mr. Kirmani your cut motion is out of order. You want to discuss the policy underlying the Demand You cannot discuss the policy of the Department in a supplementary Budget.

Syed Ahmed Saeed Kirmani : I cannot discuss the policy of the Department but I can discuss the policy underlying the Demand alright.

Mr. Speaker : You can discuss that policy during the general discussion.

Syed Ahmed Saeed Kirmani : My submission is .....

Mr. Speaker : Your cut motion is out of order but I can give you time to speak.

Syed Ahmed Saeed Kirmani : Sir, I will be brief. As a matter of fact I will be brief because enough has been said on the Railway Budget and there is no point in repeating things because whatever has been said by the Members on this side of the House was met by the Minister for Railways.

Sir, to begin with I would submit that recently an announcement was made by the Minister of Railways that the revision of pay scales of railway officials has been in actual effect effected. But we notice with regret that despite that announcement actually no revision of scales of pay has taken place. I may be wrong but my information is that that announcement has not been honoured so far. I would, Sir, request the Minister to enlighten us on this point. May be we may be wrong. But in case we are not wrong he would be good enough to see that the solemn utterances made on the floor of this House are honoured in its entirety.

Now, Sir, the second submission—that is also with regard to the pays of the railway employees. Sir, we are passing through a very critical period of history. You will see, Sir, that the common man is conscious of his rights. Gone are the days when we could exploit the innocent people and keep them under our subjugation. Now, the common man in the street is as much conscious of his rights as any other body or any other Member of the society. To permit or to allow the glaring disparity to continue in the scales of pay of various categories of employees of the Railway Department is not acceptable to the common man, particularly those employees who are very poorly paid.

Now, we hear of and on that the aim of this Government is to bring about a welfare state where people have enough to eat, enough to wear and reasonable accommodation to take shelter under. But now Sir, there are employees in the Railway who hardly get Rs. 60/- per month. I wonder how with Rs. 60/-as pay can they feed their empty stomachs, how can they purchase bare clothes to protect their bodies against the rigours of weather and how can they provide accommodation. To quote one instance—and that is the instance of the return couriers. They are like other poor employees of the Railway. They are not paid Rs 60/-. They are paid the scale of Rs. 42-60. So they start with forty two and not with sixty. How a person drawing Rs. 60-per month can lead a life, I really wonder, unless you force him to resort to other methods of earning livelihood. In that case you are only encouraging your employees not to devote their full attention to the work that is entrusted to them.

Sir, I know of some cases of the railway employees who are just peons or are just coolies or just daftaries and like that, who are poorly paid. They, after the office hours, run petty shops to supplement their income. This state of affairs is very unfortunate. Their pays must be raised to enable them to attend to their official duties with attention and devotion. With this scale of pay, I am afraid, they will not be attending to their jobs properly. It is in the interest of the Government itself to see that their employees are contented and their condition is such that they have not to worry themselves for the matter of earning their livelihood.

One more thing : that in most of the countries of Asia, which cannot be described as developed countries, there have been efforts on the part of their Governments to considerably reduce the disparity that exists between pay scales. But in this country we notice unfortunately this disparity existing in the pays of railway employees which is very much shocking—very much shocking indeed.

I noticed the other day that this House was full of admiration for our young, energetic and dynamic Railway Minister and I hope that he would, at his earliest convenience examine this matter or get it examined by experts so that this glaring disparity is reduced, keeping in view the finances of the Department.

Then Sir lastly I have to say few words about the various Trade Unions that operate in the Railway Department. Sir there is a common complaint that the railway trade unions, who are comprised of railway employees, are not allowed to function properly. You Sir, as a lawyer, are

aware that the trade union activities are governed by the Trade Union Act of 1926. It encourages the employees to form themselves into trade unions with a view to strike bargain with their employers for proposing better conditions of service. But if Sir the administration instead of permitting those trade unions in accordance with law puts up bogus and pocket trade unions with a view to weaken them and to deprive them to secure better terms and conditions for the railway employees, I think it is acting against the law of the land. I personally believe that where trade unions are allowed to function in accordance with the provisions of the Trade Union Act, they ordinarily prove to be helpful to the administration itself because they are there to channelise their activities in a particular manner, but where the Trade Unions are not allowed to function in accordance with the prescribed channels and rules, there we notice that they sometimes resort to violance and law-breaking becomes the order of the day. It is Sir therefore in the interest of the employer and the employees that they should make use of the privileges or the concessions that are available to both the parties under the Trade Union Act. How is it that for the last several years we notice that there are several trade unions operating in the railway department. We also notice that some of them have not been granted recognition. There may be valid reasons for that but the public at large has not been taken into confidence as to the reasons which prompted the administration to refuse to grant them recognition. The best course is that the railway administration should take its hands off these trade unions. Let them function freely and independently and whosoever ultimately manages to win the support of the majority of the railway employees should be given due consideration and their representative should be duly honoured and respected. I think those departments, who encourage healthy trade unions and are always ready and willing to negotiate the difference with their employees, they ultimately do more service than those departments who try to curb the lawful and legal trade union activities of their employees. I assure you Sir the railway department is fortunate in this respect that there is hardly an employee in that department who can be termed or prescribed or dubbed as unpatriotic ; they love their land as anybody else. They are keen that the administration should yield better results and with that end in view they are able always to co-operate with the administration. With this attitude of employees that they love the country as much as anybody else, that they want to co-operate with the administration, then there is no earthly reason to deprive those trade unions to function properly and independently.

Sir may be that in some of the trade unions there may be irresponsible trade union leaders, but this does not mean that since there are some black sheep in some trade unions, the bulk of the railway employees should be made to suffer. The only channel through which a down trodden. helpless, powerless and low-paid railway employee can communicate or convey his sentimental feeling is the trade union of which he becomes the member. If that channel is interrupted, if that channel is polluted, I am afraid that we by implication are encouraging people to resort to unlawful methods.

Sir I am conscious of the fact that during the general discussion on the railway budget, members sitting on this side of the House dealt at length with this subject, and I very much hope that the Railway Minister would issue necessary instructions in this behalf if he is satisfied that the railway administration is in any way debarring some of the trade

unions to function in accordance with the spirit and the provisions of the Trade Union Act.

Sir this is all I can say in support of this motion, and I am thankful to you that you have allowed me to speak although primarily you were of the view that my Cut Motion is not in order.

Mr. Speaker : We will hear now Mir Abdul Baqi Baluch.

(*Thumping of tables from the Opposition side*).

میر عبدالباقی بلوچ (مکران - ۱)---جناب سپیکر ریلوے بجٹ میرے لئے گذر چکا ہے اب سپلیمنٹری بجٹ پر آج ہی مجھے کاغذات ملے ہیں جس سے میں چند باتیں عرض کرونگا اسلئے کہ میرے پاس مواد ہے اور نہ وقت ہے ۔کہا یہ گیا ہے کہ اس دفعہ ریلوے کے بجٹ کو قواعد کے مطابق پیش کیا گیا ہے مجھے افسوس ہے کہ یہ ہمیں پھر فریب دے رہے ہیں اس دفعہ بھی قواعد کے مطابق پیش نہیں ہوا ہے اور کچھ ایسے قواعد ہیں جنکو مد نظر رکھکر انہیں کچھ فنڈز میں رقم جمع کرنا ہوتی ہے ۔تین سال سے ریلوے ہمارے صوبے میں آئی ہے لیکن ان تین سالوں میں کسی بھی سال ہمیں جنرل ریونیو سے ایک پیسہ بھی نہیں ملا ۔ جس وقت کہ وہ جنرل ریونیو میں تھی انکے منسٹر صاحب کو جنرل ریوینو سے تنخواہ دیجاتی تھی اور اس ایوان میں ٦-۷-دن جو ہم ان کے بجٹ میں لگاتے ہیں تو ۲۵-ہزار روپے یومیہ جنرل ریوینو سے جاتا ہے میں حیران ہوں کہ یہ کسطرح کہتے ہیں کہ ریلوے کمرشل ادارہ ہے اور صحیح طریقہ سے چل رہا ہے ۔جناب سپیکر آپ کے توسط سے میں ریلوے رول ۳۰۲-پڑھکر سناتا ہوں :-

"*Annual Railway Contribution* : The railway finances are separate from the general finances of the country and the general revenues receive a definite annual contribution from railways, which is a first charge on the net receipts of railways,"

اسکا ایک اصول ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ capital at charge ایک ہی فیصدی انہیں جنرل ریونیو میں لازماً contribute کرنا ہوتا ہے ۔

capital aid charge اسوقت انکا دو ارب روپے ہے ۔ اسی لحاظ سے انہیں دو کروڑ روپے ایک سال میں general revenues میں لازماً contribute کرنے چاہئیں ۔ اگرچہ یہ تسلیم نہیں کریں گے ۔کہ انکا capital aid charge دو ارب روپیہ ہے ۔مگر میں کہونگا ۔کہ ہے ۔ اس لئے کہ جب ریلوے پہلی دفعہ صوبوں کو ملی ۔ تو اسوقت ایک ارب تیس کروڑ capital aid charge پر لگایا۔ لیکن اس تین سال کے عرصے میں انہوں نے پہلے سال کوئی تئیس کروڑ روپے ڈیویلپمنٹ بجٹ پر لگائی ۔دوسرے سال پھر چوبیس کروڑ روپے لگائے ۔اس سال پھر پچیس کروڑ روپے لگائے ہیں ۔اور یہ جو خرید و فروخت ہوتی ہے۔ یہ بھی تو اس asset میں شامل ہیں ۔ یہ کہاں جائیگا ۔ یہ تو اس سنٹر سے لیکر یہاں بیٹھے ہیں۔ رہی رقم جس حساب سے سنٹر سے انکو ملی ہے ۔ اس سے یہ Depreciation Reserve Fund اس سے نکالتے ہیں ۔اور تمام کاروبار اسی سے نکالتے ہیں۔ دوسرا جناب والا Railway Reserve Fund ہے ۔اس میں بھی فائدے کی رقم ہے ۔ اور جنرل ریوینوز میں اپنا حصہ ادا کرنے کے بعد Depreciation Reserve Fund میں اپنا حصہ ادا کرنے کے بعد جو فائدے کی رقم ہوتی ہے ۔ وہ Railway Reserve Fund میں لکھی جاتی ہے ۔

Minister of Railways : Is it a general discussion on the Railway Budget ?

Mir Abdul Baqi Baluch : Sir, I am sorry that I am a bit late and would, therefore, request the House to give me that latitude.

Mr. Speaker : These observations are for the benefit of the Minister,

Minister of Railways : It is alright.

Mir Abdul Baqi Baluch :

Rule 305 says :

> "Any surplus, remaining after this payment to general revenues, is transferred to a railway reverse ; provide that if the amount available for transfer to the railway reserve exists in any year three crores of rupees, only two-thirds of the excess over three crores is transferred to the railway reserve and the remaining one-third accrues to general revenues."

پھر آگے چل کر ۔

Rule 306 says :

> "The railway reserve may be used to secure the payment of the annual contribution to general revenues ; to provide, if necessary, for arrears depreciation and for writing down and writing off capital and to strengthen the financial position of railways in order that the services rendered to the public may be improved and rates may be reduced."

لیکن یہاں یہ ہوتا ہے ۔کہ Railway Reserve Fund میں انہوں نے اس سال ایک پیسہ بھی contribute نہیں کیا ۔اور الٹا rates بڑھاتے ہیں ۔۔چاہئے تو یہ تھا ۔کہ Railway Reserve Fund کی کمی کو پورا کرتے ۔ جیسا کہ ان رولز میں واضح طور پر موجود ہے ۔ لیکن Rates بڑھا کر انہوں نے مزید تین کروڑ روپے کا فائدہ دکھایا ہے ۔ اور اس میں سے ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ روپے Net Profit دکھا کر وہ رقم پھر depreciation میں لاتے ہیں ۔ اگر انہیں واقعی ایک کروڑ اڑتالیس لاکھ روپے کا فائدہ تھا ۔ تو وہ رقم Railway Reserve fund میں دینی چاہئے تھی ۔ اور Depreciation Reserve fund میں کیوں گئی ہے ۔ ایسٹ پاکستان ریلوے نے کوئی تین کروڑ ننانوے لاکھ روپے کا فائدہ دکھایا ہے ۔ انہوں نے جنرل ریونیوز میں تین کروڑ چھیاسٹھ لاکھ روپے Contribute کئے ہیں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو انہوں نے یہ رقم جنرل ریونیوز میں Contribute نہیں کئے تھے ۔ وہ انہوں نے مرکزی حکومت کو سود کی رقم دی تھی ۔ لیکن اس کے باوجود جنرل ریونیوز میں Contribute کے لئے تینتس لاکھ روپے بچتے تھے۔ اور وہی ان کا فائدہ تھا ۔ وہ تینتیس لاکھ روپے

انہوں نے Depreciation fund میں ڈالا نہ اور کسی میں فنڈ ڈالا ۔ لیکن ہمارے ہاں یہ ہے۔کہ جو رقم مرکزی حکومت کے پاس Railway Reserve fund کی موجود ہے ۔ اس کو لے لے کر یہ خرچ کر دیتے ہیں ۔ اور اسے اپنے فائدے میں دکھا دیتے ہیں ۔ پچھلے سال انہوں نے دو کروڑ روپے مرکزی حکومت سے لئے ۔ انہوں نے اس کا حساب ہمیں دیا ۔ امسال انہوں نے تین کروڑ روپے لئے ہیں ۔ اور ریلوے کے تمام بجٹ میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ قرطاس ابیض کے صفحہ ۴۷ پر دکھایا جاتا ہے ۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اس سال مرکزی حکومت سے تین کروڑ روپے Railway Reserve fund سے release ہو کر آئے ہیں ۔ اب یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ تین کروڑ روپے کہاں گئے وزیر خزانہ صاحب یا وزیر ریلوے صاحب اس رقم کو نوش جان کر گئے ہیں ۔ نہ ریلوے میں اس کا کہیں ذکر ہے ۔ اور نہ اس کے بعد اسے کہیں پا رہا ہوں ۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب وہ رقم وہاں سے آتی ہے ۔ اور آپ اسے وصول کرتے ہیں ۔ اس کو receipts میں کیوں نہیں دکھاتے ہیں ۔ آپ اسے receipts میں تو دکھا سکتے ہیں ۔ لیکن آپ اس کو فائدے میں نہیں دکھا سکتے ۔ کہ آپ کو اس سے اتنا فائدہ ہوا ہے ۔ میں نے چونکہ ذرا زیادتی کی ہے کہ ہم اس موقع پر عام بحث نہیں کر سکتے ہیں ۔ لیکن وزیر ریلوے نے مہربانی کی ہے ۔ کہ مجھے یہ موقع دیا ہے ۔ لیکن آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا ۔ اور فی الحال شکریے کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں ۔

مسٹر حمزہ (لائلپور - ۶)۔جناب سپیکر ۔ اس مطالبہ زر کو پیش کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ نظر ثانی کرنے پر یہ معلوم ہوا ہے ۔ کہ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ اور دوسرے محکمہ جات جن کا اس مطالبہ زر کے نیچے ذکر کیا گیا ہے ۔ کو تین لاکھ پچاسی ہزار روپے کی رقم زیادہ دینی ہو گی ۔ اس لئے یہ رقم ادا کرنے کی اجازت دے دی جائے ۔ مجھے

اعتراض یہ ہے کہ محکمہ ریلوے اچھے طریقے سے کام نہیں کر رہا ہے ۔ اور اکثر نقائص اس محکمے میں پھیلی ہوئی بد نظمی اور رشوت ستانی کے پیدا کردہ ہیں ۔ جس کی بناء پر محکمے کو نقل و حمل کے اس ادارہ کو چلانے میں زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے ۔ اور اس کے علاوہ پبلک کو بھی زیادہ زیربار کیا جا رہا ہے ۔ مجھے خاص طور پر اس چیز پر اعتراض ہے ۔ کہ اگر اس محکمے کے پیش نظر عوام الناس کی بھلائی ہے ۔ یا اس محکمے کو عوام کے مفاد کے تحت چلانا مقصود ہے تو وہ افراد یا تنظیمیں جو کسی نقص کی نشاندھی کریں ۔ انکا شکریہ ادا کرنا چاھئے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نقائص رفع کرنے کی از حد اور از بس کوشش کرنی چاھئے ۔ لیکن اس محکمے میں حالات بالکل اس کے برعکس ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے اس ایوان کی خدمت میں دو تین مثالیں پیش کرتا ہوں ۔ آپ کو علم ہوگا کہ حال ہی میں ریلوے انتظامیہ نے بعض نقائص کی بناء پر ریل کار Services کو بند کر دیا تھا ۔ اور اس کی وجہ جناب وزیر ریلوے نے یہ بتائی تھی ۔ کہ ان ریل کاروں کا بریک سسٹم ناقص ہے ۔ اور axles خراب ہیں ۔

مسٹر سپیکر ــ کیا یہ Supplementary grant کا حصہ ہے ۔

مسٹر حمزہ ــ یہ رقومات جو انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ ۔ ٹریفک ڈیپارٹمنٹ ویگن ڈیپارٹمنٹ اور Establishment کے اخراجات ادا کرنے کے لئے مانگی گئی ہیں ۔ میں ان کی کارکردگی کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا تھا ۔ جناب سپیکر ۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ axles کی خرابی ہے ۔ بلکہ محکمہ کی خرابی ہے اور محکمے کی خرابی اس طرح ہے کہ اس محکمے کے بہت سے ڈرائیوروں نے ایک ریزولیوشن کے ذریعے بڑے افسران کی توجہ اس طرف مبذول

کراتی کہ محکمے کے بعض افسران ریل کاروں کے یا دوسری مشینری کے پرزے چوری کر کے بیچتے ھیں ۔

بلکہ ایک شخص نے جس کا نام محمد ذکی تھا ایک افسر کی کار میں چوری کے پرزے جاتے ھوئے پکڑوا دئے اور اس کا ثبوت مہیا کیا لیکن بجائے اس کے کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا اس شخص کی یا اس جیسے افراد کی حوصلہ افزائی کی جاتی لیکن آج تک وہ لوگ جو چوری کے ذمہ دار تھے کے خلاف کوئی ٹھوس کارروائی نہیں کی گئی بلکہ وہ لوگ جنھوں نے محکمہ کی یہ خدمت کی اور اس چوری کی نشاندھی کی وہ اپنے آپ کو مصیبت میں پا رھے ھیں ۔ جناب سپیکر ۔ حقیقت میں یہ ریزولیوشن جو ڈرائیوروں کی طرف سے پاس کیا گیا یہ اخبارات میں بھی شائع ھو چکا ھے ۔ میرے پاس روز نامہ کوھستان مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۴ کا تراشا بھی موجود ھے ۔ ڈرائیوروں نے اس میں خدشہ کا اظہار کیا ھے لیکن اس کے باوجود بجائے اس کے کہ ان نقائص کو دور کیا جاتا ریل کاروں کی بندی کی وجہ محض ایکسل کی خرابی بتائی گئی محکمہ کے جو اپنے نقائص ھیں اور جن خرابیوں کی بنا پر ریل کاروں کو بند کیا گیا اور جن کی نشاندھی ڈرائیوروں نے کی کو چھپایا گیا ۔ جناب سپیکر ۔ اس کے علاوہ جناب وزیر صاحب کو علم ھوگا اور اگر علم نہیں ھے تو ان کی خدمت میں عرض کئے دیتا ھوں کہ ۱۹۶۱ء میں محکمہ ریلوے کے تقریباً ۸۰۰۷۰ ھزار روپیہ کی مالیت کے پرزے اور دوسرا چوری شدہ سامان روھڑی جنکشن پر پکڑوایا گیا تھا اور اس کو دو سال تک ایک بنگلے میں seal کر کے رکھا گیا اور اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی کسی ذمہ دار فرد کے خلاف کوئی

کارروائی نہیں کی گئی ۔ جناب سپیکر ۔ جس محکمہ میں انتہائی ضروری پرزے ان کی مرمت تو کیا کرنا ان کو بنانا تو کیا چوری ہوتے ہوں اور جس محکمہ کے افسر اور اہلکاران مل کر چوری کریں اور ان کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہ ہو کارکردگی کی حالت خراب نہ ہوگی تو کیا ہوگی ۔ ہوتا یہ ہے کہ محکمہ (working expenses) پر اس کا اثر پڑتا ہے اور محکمہ ان لوگوں کو shield کرتا ہے جو کہ ان تمام ناجوازیوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ اس کے بعد میں جناب وزیر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ سال ۱۹۶۳ء میں ایک شخص جو لوکو شیڈ میں بل کلرک ہیں کو رشوت لیتے ہوئے پکڑا گیا اب وہ ضمانت پر ہیں اور اپنے کام پر دوبارہ دندنا رہے ہیں اور وہ اب رشوت بھی ضرور وصول کرتے ہونگے ۔ لیکن وہ شخص جس نے اسے پکڑوایا تھا اس کو فوری طور پر وزیرآباد تبدیل کر دیا گیا اور آج تک یہ محکمہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس تاک میں ہوگا کہ وہ اشخاص جنہوں نے رشوت ستانی کی نشاندھی کی ہو کسی نہ کسی طرح مزید نقصان پہنچایا جائے۔ جناب سپیکر ۔ اس کے ساتھ ساتھ جیسا کہ جناب سید احمد سعید کرمانی صاحب نے فرمایا کہ جب تک اس محکمہ میں کام کرنے والے نچلے عملے کو انتہائی ضروری سہولتیں مہیا نہیں کی جاتیں اس وقت تک اس محکمہ کی کارکردگی کو بہتر نہیں بنایا جا سکتا ۔ جناب سپیکر ۔ حالت یہ ہے کہ انجن ڈرائیوروں کی رہائش کے انتظامات اس قدر خراب ہیں کہ ان میں سے اکثر ڈرائیوروں کو ایسے مکانوں میں رہنا پڑتا ہے کہ جن میں صرف ایک کمرہ ہوتا ہے اور انہیں کوارٹر حاصل کرنے کے لئے لازمی طور پر سٹیٹ انسپکٹر کو رشوت ادا کرنی پڑتی ہے اور لاہور میں

ایک ایسا شخص ایسٹیٹ انسپکٹر کے عہدہ پر متمکن ہے جو کہ محض ایک کارک ہے لیکن اس کی qualification یہ ہے کہ وہ ایک سابقہ ایسٹیٹ انسپکٹر کا بیٹا ہے جو کہ سولہ سترہ سال اسی عہدے پر فائض رہے ہیں - آپ اندازہ لگائیے کہ جس محکمہ کے نچلے عملے کو رہائش کی سہولتیں پورے طور پر مہیا نہ ہوں اور دوسرے جو مہیا کی گئی ہیں وہ بھی ناکافی ہوں اور ان ناکافی سہولتوں کو بھی حاصل کرنے کے لئے اس عملے کو اگر رشوت ادا کرنی پڑے اور رشوت خوروں کی بذات خود محکمہ حوصلہ افزائی کرے وہ محکمہ ٹھیک طرح سے کیسے چل سکتا ہے - اس کے علاوہ اس محکمے کی طرف سے ایک بچت کمیٹی قائم کی گئی تھی -

Mr. Speaker : Yes these are all matters pertaining to general discussion.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر - یہ مطالبہ زر ایڈمنسٹریشن کے متعلق ہے اور اس کے ماتحت یہ پانچ محکمے ہیں جن کے لئے یہ رقم مانگی گئی ہے - جو چیز میں عرض کرتا ہوں وہ ہر اس محکمے سے متعلق ہے -

Mr. Speaker : Then it would be general.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر عرض یہ ہے کہ یہ جتنے محکمے ہیں یہ تقریباً جنرل ایڈمنسٹریشن سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سے ان کو قطعاً علیحدہ نہیں کیا جا سکتا -

مسٹر سپیکر—لیکن یہ سپلیمنٹری بجٹ جو ہوتا ہے وہ یہ کہ اس میں سپلیمنٹری grants ہوتی ہیں - ان کے متعلق otherwise اصول یہ ہے کہ جنرل بحث کی اجازت دے دی جائے یعنی سپلیمنٹری بجٹ پر تو پھر جنرل بحث کے لئے بھی کچھ نہیں رہتا یا جنرل ڈسکشن اگر پہلے ہو چکی ہو تو اس کی repetition ہو جاتی ہے -

مسٹر حمزہ—میں دھرا نہیں رہا یہ زندہ مثالیں ہیں - اور اس قسم کی زندہ مثالیں ہیں جو کسی نے جناب وزیر ریلوے صاحب کی خدمت میں پیش نہیں کیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑی خندہ پیشانی سے ان کو قبول کریں گے بلکہ ان کی روشنی میں وہ اپنے محکمہ میں اصلاح کی کوشش کرینگے - آئم نمبر ۵ ٹریفک کا کام تمام محکموں سے متعلق ہے - ہم محکمے کے کسی حصے پر ٹریفک کا نام لے کر بحث کر سکتے ہیں کیونکہ جب محکمہ ٹھیک نہیں چل رہا تو ٹریفک کا ٹھیک کنٹرول کس طرح کرینگے - جناب سپیکر - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۳۰ اکتوبر ۶۳ء میں یہ مضمون شائع ہوا - میں اس کے اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - ریلوے نے ایک اصلاحی یا بچت کمیٹی قائم کی ہے جس کی طرف سے ایک سوالنامہ جاری کیا گیا ہے - اس سوالنامے میں نشستوں کو مخصوص کرنے اور مال بک کرانے میں مشکلات دور کرنے اور آنہ دو آنہ رشوت کے تدارک کے لئے بھی ایک سوال پوچھا گیا ہے - اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ کمیٹی کے ارکان کی نظر میں ریلوے نظام میں باقی سب اچھا ہے - اگر یہ دو خرابیاں دور ہو جائیں تو محکمہ ریلوے کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ اور اخراجات میں کافی بچت ہو جاتی ہے - آج سے نہیں خدا جانے کب سے یہ مقولہ چلا آتا ہے کہ روپیہ یعنی دولت قاضی الحاجات ہی نہیں بلکہ ستارالعیوب بھی ہے یہی وجہ ہے کہ ریلوے اصلاحی کمیٹی کے معزز ارکان کی نظر کرم بھی غریب کمرشل سٹاف پر پڑی ہے حالانکہ اس محکمے میں ایسے مگرمچھ ہیں جن کے عالیشان بنگلے اور کوٹھیاں کراچی کی دلفریب ہاؤسنگ سوسائیٹیوں - لاہور میں

سمن‌آباد اور گلبرک ۔ راولپنڈی میں مال روڈ پر پکار پکار کہہ رہی ہیں کہ ہمارا رنگ و روغن ۔ لوہا لکڑی اور سیمنٹ محکمہ ریلوے کی عنایات ہیں اور ہمارا وجود ٹھیکیداروں کا مرہون منت ہے ۔ ہمارا اینٹ گارا ریلوے کے مزدوروں اور gang-man نے اٹھایا ہے مگر افسوس کہ نہ ریلوے کمیٹی کے معزز ارکان اس طرف توجہ دیتے ہیں نہ محکمہ انسداد رشوت ستانی کی ان پر نظر پڑتی ہے ۔ جناب سپیکر ۔ یہ مضمون بہت لمبا ہے میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ محکمہ کے کیا حالات ہیں اور یہ پریس جس کا کسی حد تک گلا گھونٹ دیا گیا ہے اس کے متعلق کبھی کبھی سچی بات لکھ دیتا ہے ۔ اگر آپ کا منشا یہ ہو آپ کی نیت یہ ہو کہ اس محکمے کو آپ نے بہتر طریقہ سے چلانا ہے تو اس کے لئے میرے پاس بہت سی نشانیاں موجود ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ آپ کم از کم اس طرف توجہ دیں گے اور اگر آپ توجہ پہلے دے دیتے تو اس قسم کے مطالبہ زر کی ضرورت پیدا ہی نہ ہوتی ۔

مسٹر عبدالرازق خاں (مردان ۔ ۳)۔جناب والا ۔ اس ڈیمانڈ پر اس وقت جناب نے مجھے بحث کرنے کی اجازت دی اور کسی کٹ موشن پر نہیں اور اس کو آپ نے rule out of order کر دیا تھا ۔ مجھ سے پہلے دو تین اصحاب بولے ہیں اور مجھے بھی آپ نے اجازت دی ہے ۔

Syed Zafar Ali Shah : On a point of order. There is no quorum in the House.

Mr. Speaker : Let there be a count (The count was taken). The House is not in quorum. Let the bells be rung (bells were rung) The House is in quorum.

مسٹر عبدالرازق خاں۔جناب سپیکر ۔ جنرل ایڈمنسٹریشن کو صحیح طریق پر چلانے کے لئے یہ نہایت ضروری بات ہے کہ جو لوگ انتظامیہ

کو چلانے کے ذمہ‌دار ہوں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خوشحال ہوں ۔ جو کام وہ کرتے ہوں اس کا پورا پورا معاوضہ ان کو ملتا رہے ۔ پھر وہ جن لوگوں سے وہ کام لیتے ہیں یعنی sub-ordinate staff یا وہ ملازمین جو ان کے ماتحت کام کرتے ہیں یہ بات efficiency کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ جو لوگ محنت کرتے ہیں ان کو پورا پورا معاوضہ ملے ۔ مجھ سے پہلے مسٹر احمد سعید کرمانی نے حکومت کی توجہ اس طرف دلائی ہے اور انہوں نے کافی محنت سے تقریر کی ہے ۔ اب میں جناب والا وزیر صاحب اور اس کے محکمہ کی اس طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس ڈیمانڈ میں یہ لکھا گیا ہے ۔

"Additional amount required to implement the consolidation of pay scales in respect of non-gazetted staff = Rs. 60,000/."

یعنی اس کے علاوہ اور بھی کافی رقم اس میں رکھی گئی ہے ۔ لیکن یہ ۶۰ لاکھ روپیہ اور بھی مزید چاہتے ہیں ۔ لیکن جناب میں صرف ان کی توجہ ان کنسالیڈیٹڈ پے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ریلوے کے ادنے ملازمین کو دی گئی ہے ۔

وزیر ریلوے—وہ ہو گیا ہے ۔

مسٹر عبدالرازق خاں—نہیں جناب یہ ہے ۔ وہ پہلے اگر ایک خاکروب کو ۶۶ روپے تنخواہ ملتی تھی اب آپ نے اس میں اضافہ کرکے اور اس کو کنسالیڈیٹڈ کرکے ۶۵ روپیہ تنخواہ دی ۔ اگر پہلے ایک گینگ مین یا قلی کی تنخواہ ۷۱ روپے تھی اب آپ نے کنسالیڈیٹڈ کرکے اور بڑھا کر ۷۰ روپے کر دی ۔

مسٹر سپیکر—رازق صاحب اس کا جواب غالباً وزیر ریلوے دے چکے ہیں ۔

Minister for Railways : I have replied yesterday to that point.

مسٹر عبدالرازق خاں--میں شائد اس وقت موجود نہ تھا ۔ اب میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ خدارا اگر آپ چاہتے ہیں ریلوے کی جنرل ایڈ منسٹریشن درست ہو ۔ اگر آپ چاہتے ہیں یہ جو الزامات ریلوے کی انتظامیہ پر لگائے جاتے ہیں اس کا خاتمہ ہو ۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسافروں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچائی جائیں تو اس کا ایک ہی حل ہے وہ یہ ہے آپ کے جو کارکن ہیں ان کو خوش کرنے کی کوشش کیجئے جبی یہ ہو سکتا ہے ۔ جو ادنے ملازمین ہیں ان کو کم سے کم اتنی تنخواہ دیجئے وہ اپنا پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں ۔ وہ کسی مکان میں اپنا سر چھپا سکیں ۔ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکیں ۔ اور جو ان کی بنیادی ضروریات زندگی ہیں اور جیسا کہ آئین میں ہمیں ضمانت دی گئی ہے تو جس کے لئے اس ملک کو انگریزوں اور ہندؤوں سے آزاد کرایا ہے کم از کم وہ سہولتیں ان کو ملنی چاہئیں ۔ جناب والا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں ریلوے کا محکمہ ایک کمرشل ادارہ ہے ۔ ہم تو اس بنیاد پر چلاتے ہیں کہ جتنا ہم کماتے ہیں اتنا ہی ہم خرچ کرتے ہیں تو آپ اگر اسی پرانے راستے پر چلیں گے ۔ وہی نقطہ نظر ہوگا جو اس سے پہلے ریلوے کا تھا تو کبھی تبدیلی نہیں آ سکے گی ۔ یہ تبدیلی تب ہی آ سکتی ہے جب کہ آپ کوئی انقلابی قدم اٹھائیں ۔ آپ تنخواہوں میں تفریق کو کم کریں ۔ آپ اگر اکنامی کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر ریلوے کے اخراجات میں کمی ہو تو اس کا اثر ادنے ملازمین پر قطعاً نہ پڑے ۔

جناب والا ایک تاریخی مثال ہمارے سامنے ہے کہ امریکہ میں فورڈ نے مزدور کی تنخواہ تین گنا کر دی تھی جس سے تمام کارخانہ دار چیخ اٹھے تھے ۔ کہ اس سے ہمارے تمام کارخانے اور انڈسٹری فیل ہو جائے گی یہ اس نے کیوں ایسا غلط قدم اٹھایا ہے ۔ بالاخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج صرف امریکہ ایک ایسا ملک ہے جہاں کیمونسٹ پارٹی نہیں ہے اور وہاں کیمونسٹ تحریک نے آج تک کوئی راہ نہیں پائی ۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا

ملک بھی خوشحالی حاصل کرے اور ایسے عنصر سے پاک ہو جو توڑ پھوڑ پر یقین رکھتے ہیں جن کا نظریہ یہ ہے اگر قانونی طور پر کوئی چیز نہ ملے اور اس کو ضرورت بھی ہو تو وہ زبردستی لے لے اگر آپ ان نظریات کو ختم کرنا چاہتے ہیں کسی ادارہ یا کسی صنعتی ادارہ سے ہمیں توقع نہیں ہو سکتی صرف ریلوے سے ہو سکتی ہے - یہ قومی ادارہ ہے اس کا انتظام حکومت کے ہاتھ میں ہے اور بالواسطہ طور پر اس ایوان کے ہاتھ میں ہے - میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اس میں انقلابی تبدیلی لائیں - چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں بڑھائیں اور اگر بڑے ملازمین کی تنخواہ آپ کو زیادہ نظر آئے تو اس کو کم کریں - اس طرح ریلوے جنرل ایڈ منسٹریشن میں چستی آئے گی اور اس کی آفیشینسی بڑھے گی -

Minister of Railways (Mr. Mubammad Khan Junejo) : Sir, a very important point was raised by Mr. Abdul Baqi Baluch in respect of a certain amount to be kept and paid to the Central Government.

Sir, we are not governed by the code which was mentioned by Mr. Baluch. In fact we are governed by the Presidential Order of June 9, 1962 There is a clear provision in that Order that the Provincial Government shall pay to the Central Government every year, in respect of Railway transferred to it, a return at the rate of 4% per annum on the Central Government's investment made upto the 30th June, 1962 Under these orders, Sir, we have already provided the requesed amount. This you will find in the White Paper. On page 83 under item no. 8 4% return on item seven an amount of Rs. 4,79,00 thousand has been provided. On the same page "Part B - Provincial Government Investments we are giving 4% return and that is 38, 38 thousand. Sir, this is the amount which we require by the order of the President and that is already provided in the Budget.

There is another important issue raised by him that we have shown a surplus of 1.48 crores and that amount should have gone to the Reserve Fund. I would like to make it clear that the depreciation reserve fund is the fund where we would like to collect the amount and that amount is used to replace assets like locomotives, carriages. wagons and so on : and the aim of putting this surplus amount is only that we will have more funds there and we will be able to replace our own assets, and it is also a step towards getting our assets replaced by new assets. That is that we will be having more locomotives, new passenger coaches, new bogies, more wagons and so on. But if we keep that amount as he has stated that it should have been kept as a reserve fund, Sir of course presently during this budget we have not provided reserve fund but we will see at the end of the year and whatever the balance we will have, we will put it in the reserve fund.

Sir besides this, Mr. Kirmani had raised an issue that the revised pay scales have been sanctioned by the Government but they have not been implemented, and the reasons he wanted to know. Sir so far as the non-gazetted staff is concerned, we have allowed the revised pay scales, but we are working the method of the gazetted officers, and we are at it and we will be able to comply with the instructions, which have already been issued in this respect.

There has been some misunderstanding in the House with regard to the lower employees of the railway department, and some of the members have expressed that previously if a person was getting Rs. 66/-, after the revised scale he will be getting Rs. 65/-, and a person getting Rs. 71/- will be getting 70/-. I think there is some misunderstanding in the method of calculation. I would't blame the members but possibly the persons who had guided them. For this I would like to make it very clear that we have increased by 10% to all the railway employees, and if any member would like to get himself satisfied, he is welcome to my chamber and I will satisfy him that we are increasing the pay 10% of the lower employees. Sir there was a point raised by Mr. Kirmani in respect of the working of trade unions ; possibly they are not having free hand or there are some problems in that. I would like to assure him that trade unions will be allowed to function in accordance with the law or the rules, which govern presently. I hope they would not have any more complaints on this subject.

Sir these were just side replies, which the members had really asked for. In fact I have requested for 38.65 lakhs as a supplementary demand in respect of general administration. Sir this amount is spent mostly on the extra work, which we did during this year, and during our budget discussions I have already expressed that we have been able to give more service to the people Naturally Sir when you put on 36 new trains operating in the province, you have to appoint more staff you have to use more fuel on it, and so on. Here we have asked for 3.8 lakhs for the additional establishment. Sir I must mention that this amount is going to accommodate only 7% of the existing provision. This is just a simple nominal increase looking to the activities which we have done during this year. So I have asked for about 23 5 lakhs, and that is also that we have been able to purchase more medicines for the people, and some expenditure was incurred on freight and so on.

Sir, I hope that the demand, which I have presented, would be accepted by the House.

Mr. Speaker : I will now put the demand.

The question is :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 38,65,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses General Administration.

(The motion was carried.)

Minister of Railways : Sir, I beg to move :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 1,88,60,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses Repairs and Maintenance.

Mr. Speaker : Motion moved is :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 1,88,60,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance.

Amir Habibullah Khan Saadi : Opposed Sir.

Mr. Speaker : There is a cut motion from Syed Ahmed Saeed Kirmani, which is out of order. Yes, Saadi Sahib.

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائلپور-ے)—صاحب صدر - میں یہ سارا مطالبہ زر نہیں پڑھونگا - اس میں کہا گیا ہے -

"The introduction of new train services and increase in traffic during the current financial year has resulted in the increased expenditure on repairs and maintenance of Rolling Stock at Workshops and Sheds. This has also necessitated more expenditure on repairs to machinery and tools in Workshops, etc... ..."

تو اس کیلئے ایک کروڑ - ۱۹ لاکھ - ۶۲ ہزار روپے کا مطالبہ کیا گیا ہے - میں اس ضمن میں صرف دو باتوں کی طرف محترم وزیر صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں - وہ یہ ہیں کہ workshops میں نہ صرف labour بلکہ بہت زیادہ مقدار میں material بھی ضائع ہو رہا ہے -

(اس مرحلے پر مسٹر سپیکر ہاؤس سے باہر تشریف لے گئے اور مسٹر ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب عالی workshops میں کام کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں - یہاں جب مستری یا کاریگر ملازمت حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں - یا انہیں کسی trade میں کام کرتے ہوئے کچھ عرصہ گذر جاتا ہے اور ان کی ترقی ہونا ہوتی ہے - تو میں یہ بات نہایت افسوس

سے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح باقاعدہ اور بغیر تحریری قانون کے رشوت کا بازار workshops میں گرم ہے ۔ وہ شاید سارے ملک میں نہ ہو ۔ بغیر رشوت کے وہاں نہ کوئی کاریگر ملازمت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی ترقی لے سکتا ہے ۔ لہذا میری گذارش یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا طریقہ ہو سکے کہ ان کو پہلے سے warn کئے بغیر ہی ان کے خلاف تفتیش کی جا سکے تو آپ کو میرے قول کی صداقت نظر آ جائیگی ۔ اور اس سے بڑھ کر ضیاع کی حالت یہ ہے کہ بعض نا اہلوں کو ملازم رکھا جاتا ہے اور بعض کی ترقی ہوتی ہے ۔ اس کا اثر maintenance and repairs پر پڑتا ہے ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک رعائتی پاس شدہ طالبعلم کی مثال ہوتی ہے جو آگے چل کر زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ۔

دوسری صورت material کے ضائع ہونے کے متعلق ہے ۔ جہاں ترقی اور ملازمت کا معیار رشوت بنا لیا جائے ۔ وہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ جو اوپر کے افسران ہیں ان کو خوش رکھنے کیلئے بھی کئی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ۔ مثلاً workshops میں جو مرمتوں کیلئے سامان آتا ہے اس میں بہت خام مال ہوتا ہے ۔ اس میں دھاتیں ہوتی ہیں ۔ پلیٹیں ہوتی ہیں اور سلاخیں وغیرہ وغیرہ ۔

اگر ان اعداد و شمار پر آپ غور فرمائیں تو آپ حیران ہونگے ۔ یہ جو name plates ۔ کاروں کے نمبر پلیٹ ۔ چمکتے ہوئے آپکو نظر آتے ہیں ۔ نئے برتن اور پرانے برتن سلور اور نکل پلیٹنگ شدہ ۔ فرنیچر اور آرائش کی دوسری سب چیزیں اس ورکشاپ سے افسران کے لئے بن کر نکلتی ہیں ۔ اس کا اثر نچلے طبقے تک جاتا ہے ۔

مشہور ہے کہ اگر کوئی سپہ سالار کسی باغ میں سے ایک بیر توڑ لے گا تو اس کے لشکری تمام باغ کو اجاڑ دینگے -

اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس کا تدارک ہو سکتا ہے - اور بہت کم روپے میں repairs and maintenance ہو سکتی ہے -

Minister of Railways : I have requested that a supplementary sum not exceeding Rs. 1,38,60,000 be granted in respect of repairs and maintenance Sir, the amount which we have spent on maintenance and repairs is 119.6 lakhs in order to maintain the rolling stock. This will be appreciated that we have been consistently working to maintain our rail track and to maintain the punctuality of rails. Therefore, extra labour had to be appointed in order to maintain the track particularly because we had to increase the number of trains last year and that was the main reason for this expenditure. Sir, if you have more trains to operate on the track then naturally you need more staff to maintain them.

Besides, there is an item of 16.2 lakh and that is meant for the extra pay which we are going to give to the non-gazetted staff.

Mr. Deputy Speaker : Is it given in the Budget ?

Minister of Railways : I am just trying to argue the details of the Demand.

The third point is that we have already spent 2.80 lakhs on certain additions, that is to say, in some parts of the Province we have added some waiting rooms, at some places we have constructed sheds and at some places we have provided more facilities like benches and fans on the platforms. So, for that purpose also an extra amount has been spent.

امیر حبیب اللہ خان سعدی—کتنی رقم ہے -

Mr. Deputy Speaker : It is Rs. 2.80 lakhs.

وزیر ریلوے—یہ رقم شیڈ (shed) ورکر بلڈنگ کی addition کے لئے رکھی گئی ہے - چونکہ آپ کے پاس details نہیں ہیں اس لئے آپ کو معلوم نہیں ہو سکتا - کہ یہ خرچہ کیسے کیا گیا ہے -

After this detailed explanation, I hope, the Members will be satisfied that this was an amount which we have spent properly and they will be good enough to accept the demand as it is.

Mr. Deputy Speaker : The question is :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 1,38,60,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses-Repairs and Maintenance.

(*The motion was carried.*)

Minister of Railways : Sir, I beg to move :

That a supplementary sum not exceeding Rs. 3,22,75,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses-Operating Expenses.

Mr. Deputy Speaker : The motion is :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 3,22,75,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses-Operating Expenses.

There is a cut motion by Mr. Ahmad Saeed Kirmani. The member is absent.

مسٹر افتخار احمد خان(جھنگ-۱)—

صدر عزیز—ریلوے میزانیہ کا یہ قافلہ اب اپنی آخری منزل پر پہنچنے والا ہے -

ایک معزز ممبر—ابھی ایک منزل باقی ہے -

مسٹر افتخار احمد خان—ایک ہفتہ کی دوڑ اور گہما گہمی اور ایک ہفتہ کے غور و فکر کے بعد اب یہ قافلہ منزل مقصود کو پہنچ جائے گا - بہ الفاظ دیگر یہ ریلوے اپنی ٹرمینس پر پہنچنے والی ہے - اب یہ اس تیز رفتاری کے ساتھ چل رہی ہے کہ ہمارے لئے اس کے ساتھ چلنا یا اسے پکڑنا یا روک لینا ہمارے بس سے باہر ہے - یہ ریل اب بہت تیزی سے جا رہی ہے - پیشتر اس کے کہ یہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے میں مسرت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس سال ایوان کے تمام بازوؤں سے اور تمام متعلقہ حلقوں نے جہاں تک میزانیہ کا تعلق ہے نہایت

خوشنودی فراخدلی اور فرض شناسی کے ساتھ حصہ لیا ہے ۔ پچھلے سال بجٹ سیشن کے دوران کچھ تلخی آ گئی تھی ۔ ایوان کے باہر میرے بھائی عبدالوحید خان صاحب کو ہار پہنانے کے لئے ریلوے کے جمعدار اور ریلوے کا عملہ آیا ہوا تھا ۔ لیکن ہار پہنانے کی نوبت نہ آئی اور ان بچاروں پر لاٹھی چارج ہو گیا ۔ ہمارے موجودہ ریلوے منسٹر صاحب کے رویئے اور کی روش سے بحمد اللہ وہ تلخیاں پیدا نہیں ہوئیں ۔ اور جس طریقہ سے انہوں نے ممبران کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس کے لئے میں ان کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

صدر محترم—میں ان افسران کی خدمت میں بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں جو بے زبان رہے اور ,,ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم،، والی بات رہی ۔

بچارے ایک ہفتہ تک سب کچھ سنتے رہے مگر کچھ بول نہ سکے ۔ میں ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

ہم حزب اختلاف کے ممبران کا ایک تلخ فرض یہ رہا ہے کہ اپنی بساط کے مطابق اپنی کوششوں کے مطابق اپنی فراست کے مطابق اور اپنے وقت کے مطابق اپنی رائے اور اپنے کا خیالات اظہار کیا اور نکتہ چینی کرنے کی کوشش کی ۔ یہ فرض تلخ تھا ۔ یہ فرض سخت تھا ۔ اب اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے میں نہیں کہتا بلکہ ہر شخص اپنا نظریہ خود قائم کرے گا ۔ بہر حال ریلوے کا محکمہ جس کے متعلق ریلوے بجٹ پیش ہوا ہے اس کے لئے میں آپ کے سامنے اقبال کرتا ہوں کہ یہ اتنا ٹیکنیکل اور حساب کتاب والا محکمہ ہے کہ اس پر discussion کے لئے کافی وقت درکار تھا لیکن اس پر غور و فکر کرنے کے

لئے جس دن یہ پیش ہوا اگلے ہی دن اس پر بحث شروع ہو گئی - اور اسے عبور کرنا یہ بھی ہمارے بس کی بات نہ تھی-

اور یہ بات کسی ایوان کے بس کی بات نہیں ہے - لیکن جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ اس ایوان میں ہم میزانیوں کو حساب کتاب کے نقطہ نظر سے یا ان کو ٹیکنیکل نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کرتے اور نہیں دیکھ سکتے ہیں - ہم عوام کے اور قوم کے اور اس طبقہ کے نمائندے ہیں جن کو ریلوے کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے تو اس لئے ہماری طرف سے اور اس ایوان کی طرف سے جتنی نکتہ چینیاں یا جتنی مشکلات یا جن تکالیف کا اظہار کیا گیا ہے اظہار نہ صرف ہماری طرف سے تھا بلکہ وہ اظہار ان لوگوں کی طرف سے تھا جن کی ہم نمائندگی کرتے ہیں یا جن کی شکایات کو یہاں پر پیش کرنا یا جن کے مطالبات کو اور نظریوں کو اس ایوان کے سامنے پیش کرنا ہمارا فرض ہے یہی جمہوری اداروں کا فائدہ ہوتا ہے - یہاں پر layman کا پوائنٹ آف ویو اور مسافروں کا پوائنٹ آف ویو ہمیں پیش کرنا ہوتا ہے اور وہ کافی حد تک پیش کیا کافی حد تک بحث و تمحیص ہوئی اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ہماری طرف سے تلخی ہوئی جو میں سمجھتا ہوں کہ نہیں ہوئی اور اس بار جو ایک چیز میں نے محسوس کی وہ یہ کی کہ کسی آفیسر کے خلاف ذاتی طور پر کوئی شکایت منظر عام پر نہیں آئی - پچھلی بار تو مجھے یاد ہے کہ کسی صاحب نے اپنا کمرہ furnish کیا اور اس پر کئی لاکھ کا خرچ آیا لیکن اس بار ذاتی طور پر کسی کے خلاف کوئی بات نہیں ہوئی تو یہ بات ان کے لئے اچھی ہوئی لیکن جتنی شکایات ذاتی طور پر یا انفرادی طور

پر بحث کے دوران کرنا پڑی ہیں یا کوئی تلخ بات کسی ذات کے متعلق یا کسی آفیسر کا نام لے کر کہی جاتی ہے کہ یہ نااہل ہے نالائق ہے تو اس کے لئے حقیقتاً ذہن پر بوجھ ڈالنا پڑتا ہے تب کہی جاتی ہے تو جتنی تلخ باتیں یا شکایات اس ایوان کے سامنے ہوئی ہیں میں اس کے متعلق عرض کرونگا کہ اگر ہم اس میزانیہ کو اور اس میزانیہ کی بحث کو اگر رسمی نہیں سمجھتے جو حقیقتاً ہو بھی رسمی گئی کیونکہ یہ ایوان بے اختیار ہے چونکہ جس ملک میں جمہوریت کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا گیا ہو وہاں پر وہ بحث رسمی ہی ہے لیکن اس رسم سے ایک فائدہ ہو سکتا ہے اور وہ فائدہ یہ ہے کہ وزیر محترم نے اپنی کوئی نوٹ بک بنائی ہوگی کہ فلاں فلاں آفیسر اور اہلکار کرپشن کیا کرتے تھے اور برملا اور دن دھاڑے اس ایوان میں ان کے متعلق اس ایوان میں کہا گیا ۔ ان میں میں نہیں کہتا کہ سب ہی درست ہونگی ہم سے صبح سے شام تک لوگ ملنے آیا کرتے تھے ممکن ہے اپنے مفادات کے لئے غلط اطلاعات بھی ہم تک پہونچاتے ہوں گے لیکن ان میں بہت صحیح بھی ہوں گی لیکن جو ایوان کے سامنے شکایات آئی ہیں وزیر محترم نے بھی ان کو سنا ہے اور ریلوے بورڈ کے اعلی افسروں نے بھی سنا ۔ اگر آپ نے اس سال رواں میں جب اس میزانیہ پر عمل درآمد ہوگا ان کی گوشمالی نہ کی ان کا احتساب نہ کیا اگر ان کو ان کے اعمال کی سزا نہ دی تو پھر میں یہ کہوں گا کہ جتنے دن ہم نے اس میزانیہ کی بحث و تمحیص میں خرچ کئے ہیں تو ہم نے قوم کا روپیہ ضائع کیا ہے اس لئے میں سب حضرات سے جو اس سے متعلق ہیں عرض کروں گا کہ انفرادی شکایات جو کرپشن کے متعلق ہوئی ہیں وہ روزمرہ کی ہیں ان کی طرف انہیں توجہ دینی چاہئے اور وزیر صاحب کو بھی خاص طور پر اگر انہیں نے نوٹ کیا ہے تو پرسنٹیج نکال کر

ان individual افسروں کے خلاف جن کے متعلق کرپشن کی شکایات ہیں ان کا احتساب کریں اور ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں تاکہ قوم کا روپیہ قوم کا یہ وقت کسی کام آ سکے اور ہم فخر محسوس کریں کہ اس بحث و تمحیص میں جتنا وقت لگا ہے وہ صحیح لگا ہے وہ ٹھیک لگا ہے ۔ ان الفاظ کے ساتھ صدر محترم اس ایوان کے اپنی طرف بیٹھنے والوں کی طرف سے کہتا ہوں کہ ہمیں کسی افسر سے کوئی ذاتی شکایت نہیں ہے ہمیں ریلوے بورڈ سے ذاتی شکایت نہیں ہے ۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں ناموں سے بھی نہیں واقف ہوں ۔ چیئرمین کا کیا نام ہے اور وائس چیئرمین کا کیا نام ہے ۔ امید ہے کہ میں اگلے بار جب ریلوے بجٹ یہاں پیش ہوگا تو میں نہ ہوں گا اور اغلب ہے کہ میں نہ ہوں گا اور ادھر کا کوئی elect نہ ہوگا کیونکہ دستور ایسا ہے الیکشن ایسا ہے رواج ایسا ہے آپ نے حالات ایسے پیدا کر دئے ہیں کہ آپوزیشن کا کوئی آدمی نہیں ہو سکتا ۔ جناب وزیر محترم صاحب ہوں گے وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ جھنگ کی ریل ضروری چلائی جائے گی ۔

Minister of Railways (Mr. Muhammad Khan Junejo) : Sir, I am glad that during the general discussion on the Railway Budget, the majority of members of this House have participated and I must assure them that during the last 6 or 7 days I have been continuously sitting here and I have been taking down the points raised by them. I will personally look into the problems which they have expressed and see that all the reasonable demands which were put by them are solved.

Regarding this demand I have asked for Rs. 3,22,75 lakhs. Majority of this amount is paid on the Excise Duty and this is about 293 lakhs. That was last year. There has been an increase on the diesel oil duty during this year and there has been a nominal increase of stock on this section, that is, by 1.5 per cent. That is quite a nominal one. This is the Demand in which the amount is about 293 lakhs which has been provided just to pay the excise duty and the remaining few lakhs that is also for additional consumption of diesel oil because we had to put more trains on the track in the province. I hope the demand will be accepted by the members as it is.

Mr. Deputy Speaker : The question is :—

> That a supplementary sum not exceeding Rs. 3,22,75,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on the 30th June, 1964, in respect of Ordinary Working Expenses-Operating Expenses.

(The motion was carried.)

Minister of Railways : I beg to move :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 2,00,18,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Expenditure not met from revenue.

Mr. Deputy Speaker : The question is :—

That a supplementary sum not exceeding Rs. 2,00,18,000 be granted to the Governor to defray the charges that will come in course of payment for the financial year ending on 30th June, 1964, in respect of Expenditure not met from revenue.

(*The motion was carried.*)

Mr. Deputy Speaker : The House stands adjourned to meet again at 8.30 a. m. tomorrow.

(*The Assembly then adjourned till* 8.30 *a.m. on* 18*th June*, 1964.)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Thursday, the 18th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8·30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqui, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّمَا جُعِلَ
السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝
وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ
مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ

پ ۱۴ - س ۱۶ - ع ۲۲ - آیات ۱۲۳ تا ۱۲۶

اور پھر (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف وحی کی کہ ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو۔ ہر طرف سے ہٹا ہوا (صرف دین کا حق کا ہو رہا) اور جو مشرکوں میں سے نہ تھا سبت منانے کا حکم تو صرف انہی لوگوں کو دیا گیا تھا جو اس بارے میں اختلاف کرنے لگے تھے اور بلاشبہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دیگا جن باتوں میں اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف نہایت دانشمندی اور نیک نصیحت سے دعوت دو اور ان سے بحث بھی کرو تو نہایت حسن و خوبی سے تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون شخص اس کے راستے کو گم کر گیا ہے اور وہی اس کو بھی جانتا ہے کہ کون راہ راست پر ہے۔ اور اگر انکی سختی کے جواب میں سختی کرو تو اتنی ہی جتنی تمہارے ساتھ کی گئی ہے اور اگر تم نے صبر کیا تو بلاشبہ صبر کرنے والوں کے لئے صبر ہی بہتر ہے۔

مسٹر سپیکر۔مولانا غلام غوث نے تین تحاریک التوا کا نوٹس دیا ہے ۔ چونکہ آج جنرل بجٹ پر بحث شروع ہوگی ۔ اس لئے یہ تحاریک التوا خلاف قاعدہ ہیں ۔ اس لئے ان تحاریک التوا کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے ۔

مولانا غلام غوث۔کیا اس بحث کے بعد ان کو پیش کیا جائیگا ؟

مسٹر سپیکر۔نہیں مولانا صاحب ۔

GENERAL BUDGET 1964 65

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE

Mr. Speaker: Now we will have discussion on the General Budget as a whole. Yes, Nawabzada Sahib.

نوابزادہ افتخار احمد خاں (جھنگ ۔ ۱)۔صدر محترم ! مناسب بھی یہی تھا ۔ اور طے بھی یہی پایا تھا ۔ کہ آج اس میزانیہ پر بحث کا آغاز ہماری طرف سے ہمارے قائد خواجہ محمد صفدر صاحب کرتے ۔ لیکن ایک اچانک فوتیدگی کی وجہ سے آج وہ وقت پر نہیں پہنچ سکے ۔ اور یہ ذمہداری اور یہ fill in the gap اس خاکسار کے حصے میں آئی ۔ بہر حال آج تیسری بار اس ایوان میں یہ میزانیہ پیش کیا جا رہا ہے ۔ اور اس میزانیے پر بحث و تمحیص اور منظوری کے بعد یہ ایوان اپنی عمر طبعی اور اپنے اس mandate سے جو کہ اس کو عوام کی طرف سے ملا تھا ۔ اس سے عہدہ برا ہو چکا ہو گا ۔

Minister of Finance (Sh. Masood Sadiq): Question. This is not correct. We are going to meet again. There is going to be another meeting.

Nawabzada Iftikhar Ahmad Khan: Not for budget

وزیر خزانہ۔آپ تو ایوان کو رخصت کر چکے ہیں ۔

نوابزادہ افتخار احمد خاں۔اس لئے صدر گرامی آج سے چند یوم کے لئے پھر ملک کے عام حالات اور مختلف علاقوں کی عام کیفیت پر ایک

لامتناهی سلسلۂ تقاریر شروع ہوگا ۔ کئی صوبے اپنے سابق علاقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کی طرف سے مطالبہ کریں گے ۔ کوئی سڑکوں کا مطالبہ کریں گے ۔ کوئی سکولوں کا مطالبہ کریں گے ۔ کوئی کارخانوں کا مطالبہ کریں گے ۔ کچھ حضرات قائد ایوان کو مبارکباد پیش کریں گے لیکن ایک پیش گوئی صدر محترم میں کر سکتا ہوں پرانے تجربے کی بنیاد پر کہ جو مبارکباد بھی دیں گے ۔ جو خراج عقیدت بھی دیں گے ان کے ساتھ ''لیکن،، کا لفظ تقریباً ہر ایک کے ساتھ شامل ہوگا اور ان کے دل کی آواز وہی ہوگی ۔ صحیح ترجمانی وہی ہوگی کہ جو مبارکباد کے بعد لفظ '' لیکن ،، سے شروع ہوگی ۔ تو اس لئے صدر محترم میں مبارکباد والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ مبارکباد میں شمار ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ بہر حال صدر محترم سولہ سال کی بات ہے ۔ آج سے سولہ سال پہلے اس عظیم مملکت جس کو دنیا کی سب سے بڑی مملکت کہتے ہیں اس کا قیام عمل میں آیا تھا ۔ بہت سی قربانی کے بعد ۔ بہت سی تباہی کے بعد ۔ بہت سی بربادیوں کے بعد ۔ بے پناہ ایثار کے بعد اس وقت قوم نے صرف واہگہ کے اس پار رہنے والوں نے بلکہ پورے برعظیم اور پاکستان اور ہندوستان کے ۱۰ کروڑ مسلمانوں نے اپنے لئے ایک راہ متعین کی تھی ۔ اپنے لئے ایک نظریہ اپنے لئے ایک دستور اپنے لئے ایک ارادے کا اظہار کیا تھا ۔ اس وقت صدر محترم ملک گیری کی ہوس نہ تھی ۔ علاقہ حاصل کرنے کی ہوس نہ تھی ۔ دنیاداری کی ہوس نہیں تھی ۔ دس کروڑ انسانوں نے کچھ نظریات اور کچھ ارادے قائم کئے تھے جس کے لئے اس ملک کو بنانا ضروری تھا ۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ قیام ملک کے بعد صدر محترم اس ملک کی باگ ڈور اس ملک کی حکومت ۔ اس ملک کی سلطانی اس ملک کے عوام کے ہاتھوں میں آنے کی بجائے ان چند جاگیرداروں ۔ چند سرمایہ داروں اور چند سرکاری افسروں کے ہاتھ آئی جو عادتاً فطرتاً نفس پرست ہیں جنکا کہ اپنا اصول یہ ہے کہ پہلے ہم اس کے بعد قوم اور بعد میں بوقت فرصت قوم اور ملک ۔

تو اس لئے صدر گرامی جہاں ایسی بنیاد ہے جہاں راہ اس قافلے نے ایسی متعین کی ہو تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں اور آپ خیال کر سکتے ہیں کہ کس طرح ہم منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں ۔ اور دل دکھتا ہے اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ان لوگوں نے کیا کیا جو اس ملک کے بنانے والے تھے ۔ جو اس ملک کے لئے جد و جہد کرنے والے تھے جو حقیقت میں بنانے سے پہلے ملک کے لئے قربانی دینے والے تھے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ اس نام پر کیا گیا کہ جس جماعت نے اس ملک کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی تھی ۔ صدر محترم ۔ جماعت جمہوریت کے لئے ملک کی نشو و نما کے لئے انتظامیہ کی بہتری کے لئے قوم کے اخلاق کے لئے ۔ قوم کے کردار کے لئے ایک جزو لاینفک ہے ۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ لیکن جماعت کیسی اور کونسی ؟ وہ جماعت جو نیچے سے ابھرے ۔ وہ جماعت جس کو عوام بنائیں ۔ جس کی قیادت لوگوں سے ابھر کر اوپر عوام تک آئے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے پچھلے سولہ سال کی تاریخ میں یہ افسوس کا مقام ہے کہ جو جماعت بھی اس ملک میں حکمران رہی وہ زیادہ عرصہ صدر محترم مسلم لیگ ہی رہی ۔ انہوں نے ایک اصول اور ایک ہی راستہ اپنے لئے متعین کیا کہ جماعت کو حکومت کی لونڈی بنا لیا جائے ۔ اور اس غلطی کا ارتکاب ~~سنہ~~ میں صدر محترم اس وقت ہوا جب ہمارے وزیراعظم نے صدارت کا عہدہ قبول کیا اور پھر یہ راہ شروع ہوئی کہ مرحوم کی شہادت کے بعد ۔ مرحوم کی شہادت کے بعد جماعت کی صدارت بھی ایسوں کے پاس گئی جو ملک کے وزیراعظم کہلائے اور جب وہ بزرگ وزارت عظمے سے برخواست ہوئے تو صدارت کے عہدہ سے بھی کنارہ کشی کرنی پڑی ۔ نئے صاحب آئے ۔ ان کے سامنے بھی یہ ہوا کہ پہلے وزیراعظم بنیں اور پھر صدر بھی بنا دئے گئے ۔ جناب والا جب نئے وزیراعظم آئے تو انہوں نے دوبارہ وزارت بنائی ۔ پھر صدارت ان کے ذمہ آئی ۔ اس لئے صدر محترم جماعت کی اہلیت کے پیش نظر جماعت کا

آزاد رهنا ۔ جماعت کا مضبوط هونا جماعت کا جڑیں پکڑنا اتنا هی ضروری هے جتنا که اس ملک کی ترقی کے لئے هر چیز ضروری هوتی هے ۔ آج کیا حالت هے ۔ میں یقین دلانا چاهتا هوں اپنے ایوان کے معزز ارکان کو آپ کی وساطت سے که هم آپوزیشن میں بیٹھے هوئے آپ کی جماعت کو خواه آپ اس کو کنوینشن کا نام دیں خواه مسلم لیگ کا اس کی مضبوطی کے اتنے هی خواهشمند هیں اتنے هی قائل هیں جتنا که شائد آپ هیں ۔ اس لئے که جماعت کی مضبوطی ۔ جماعت کی تنظیم نه صرف ملک کے لئے اچھی هے بلکه آپوزیشن کے لئے بھی اچھی هے ۔ آپوزیشن کا کام اس وقت تک عمل میں نہیں آ سکتا ۔ آپوزیشن مضبوط ۔ مربوط اور متحد نہیں بن سکتی جب تک آپ کی جماعت مضبوط نه هو منظم نه رهے ۔ تو آج کیا حالت هے ۔ جو پرانے حکمرانوں نے غلطیاں کی تھیں که جماعت پہلے اور حکومت بعد میں اس غلطی کا ارتکاب آپ بھی کر چکے هیں (آوازیں هیر ۔ هیر) میں نہیں دهرانا چاهتا ۔ صرف اشاره کرنا چاهتا هوں که آج آپ کی جماعت کس سے چھپی هوئی بات هے کون نہیں جانتا که اس کی بنیادیں کہاں هیں ۔ ان کی جڑیں کہاں هیں ۔ یه کیسے بنی اس کی کیسے تشکیل هوئی اور اب یه کیسے چل رهی هے ۔ گھبرائیے نہیں ۔

Minister of Finance: What has it got to do with the budget.

بجٹ کے متعلق کوئی بات کریں ۔

Mr. Iftikhar Ahmad Khan: It is the rulling party.

Mr. Speaker: The member can criticize the Government.

Mr. Iftikhar Ahmad Khan: I can criticise the Muslim League Assembly Party.

تو صدر محترم آج ملک میں ایک دوڑ لگی هوئی هے ۔ ایک قیامت آئی هوئی هے ۔ هر شخص ایک دوسرے کے مخالف هے ۔ حیرانگی کی بات هے ۔ اضلاع میں دیکھئیے که متحارب گروپ انہیں کے ساتھ هے اور ایسا بھان متی کا یه کنبه بن چکا هے که مجھے اس گورو اور چیلے کی مثال یاد آتی هے صدر محترم

کہ ایک چیلہ اور ایک گرو سفر کرتے کرتے ایک ایسے ملک میں پہنچے جہاں ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا بکتا تھا ۔ چیلے نے کہا گورو جی یہ بہت اچھا مقام ہے ۔ یہاں بہت عمدہ جگہ ہے ۔ گورو نے کہا یہ بہت بری جگہ ہے اور وہ وہاں سے چلا گیا اور چیلہ وہاں رہ گیا ۔ خوب کھایا ۔ خوب موٹا ہوا ۔ اپنی گردن موٹی کی ۔ بازو موٹے ۔ توند موٹی اور بڑھی اور مضبوط ہو گئی ۔ اتفاق سے جب کسی کو پھانسی دینے کا موقعہ آیا تو کسی کی گردن میں وہ پھانسی کا پھندا نہ آیا ۔ صدر محترم راجہ نے کہا کہ جس کے ٹھیک آئے اسی کی گردن میں ڈال دو ۔ یہ ضروری نہیں کہ اسی کو ڈالا جائے ۔ بدقسمتی سے گردن بھی خوب موٹی تھی ۔ پھندا بھی صحیح آتا تھا اور جب چیلہ صاحب کو پھندا ڈالا جانا لگا تو اتفاق سے گروجی بھی وہاں گھومتے گھومتے آ پہنچے ۔ انہوں نے کہا کہ آج چیلہ گیا ۔ راجہ صاحب سے کہا کہ اس کے گلے میں نہ ڈالیں میرے گلے میں ڈالیں ۔ راجہ نے کہا یہ کیوں ۔ کہ دوسرے کی جگہ آپ خود ہونا چاہتے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ آج بڑی شبھ گھڑی ہے جس کے گلے میں پھانسی آئے گی وہ سیدھا بہشت میں جائے گا ۔ راجہ نے کہا چھوڑو یہ میرے ہی گلے میں ڈالو ۔

تو صدر محترم ان کو آج اس کے اثرات معلوم نہیں ہو رہے ۔ جو انہوں نے بھان بتی کا کنبہ بنایا ہے ۔ جو جماعت جنہوں نے ٹکے سیر بھاجی اور ٹکے سیر کھاجہ کا سلسلہ شروع کیا ہے اس کے نتائج ہمارے لئے مہلک ہونگے یا نہیں ہونگے ؟ ملک کے لئے مہلک ہونگے اور خود انکے کیلئے مہلک ہونگے اور ان کو آج سے ۶ ماہ بعد پتہ چلیگا ۔ جس کے لئے آج یہ کوشش کر رہے ہیں ان کا پتہ چلیگا ۔ اس وقت اس جماعت کو بنا کر آپ نے کیا خدمت کی ۔ ملک کی خدمت کی ۔ قوم کی خدمت کی ۔ کس کی خدمت کی ۔ صدر محترم آج کیا حالات ہیں ۔ اس میزانیہ کے کیا اثرات ہونگے ۔ اس میزانیہ کا جائزہ اگر آپ لیں اس کے اثرات کو

آپ دیکھیں تو سب سے پہلے ہمیں چاہئے کہ ہم پچھلے دو سالوں کے حالات ۔ پچھلے دو سالوں کے واقعات پر سرسری نظر ڈالیں ۔ جو راہیں جو روشیں ہم نے پچھلے دو سالوں میں تعین کی ہیں وہ کیا ہیں ۔ دنیا کا کوئی واقعہ یکدم رونما نہیں ہوا کرتا کوئی حادثے کے طور پر چیز نہیں ہوا کرتی آہستہ آہستہ واقعات ۔ اسباب آئندہ کے لئے کوئی شکل اختیار کرتے ہیں ۔ اگلا سال صدر محترم آپ کے ملک کے عام انتخابات کا سال ہوگا اور اس سال کو نبھانے کے لئے جو ہم نے تیاری کی ۔ جو ہم نے راہ مقرر کی وہ آپ سے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس معزز ایوان سے چھپی ہوئی بات ہے ۔ بلکہ میں تو یہ کہونگا راہ کے تعین کرنے میں (افسوس کے ساتھ کہونگا) اس راہ کو تعین کرنے میں ہمارا اپنا بہت بڑا ہاتھ ہے ۔ اس لیجسلیچر نے پچھلے دو سالوں میں کیا کچھ نہیں کیا ۔ ایف ۔ سی ۔ آر ہم نے پاس کیا ۔ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس ہم نے پاس کیا لاؤڈ سپیکر آرڈیننس ہم نے پاس کیا ۔ صد محترم یہ تھی اس ایوان کی کارگذاری ۔ جو انتظامیہ ہم سے کروانا چاہتی تھی اور اپنے لئے کروانا چاہتی تھی وہ اس ایوان نے کیا ۔ اور صدر محترم انتظامیہ نے کیا کیا جلسوں میں گڑبڑ کیں ۔ جماعت اسلامی کی کانفرنس میں فساد کرائے ۔ خواجہ ناظم الدین کے جلسہ میں فساد کرائے ۔ سہروردی مرحوم کے جلسہ میں فساد ہوئے اور کہیں جماعت کی جماعت کو ہی خلاف قانون قرار دے دیا ۔ جناب والا ۔ انتظامیہ کی کارگذاری یہ ہے جو انہوں نے پچھلے دو سالوں میں کی ہیں ۔

اب صدرمحترم۔ اس ملک کے دونوں حصوں میں پروانشنل لیجسلیچر نے کیا کردار ادا کیا ۔ اس انتظامیہ نے کیا کردار ادا کیا آپ اس بات سے اندازہ کر

سکتے ہیں ۔ اگلے سال میں جو آپ جنرل الیکشن کرانے والے ہیں اس کا کیا حال ہوگا ۔ آج صدر محترم بہت ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے ۔ بہت کچھ کہا جاتا ہے ۔ ڈویلپمنٹ کے متعلق میں نہیں دیکھتا کہ وہ ڈویلپمنٹ کہاں ہو رہی ہے اور قومی آمدنی میں اضافہ کہاں ہو رہا ہے ۔ قومی آمدنی میں اضافہ کس جگہ ہو رہا ہے ۔ آج عام لوگوں کی اقتصادی حالت ۔ ملک کی کساد بازاری ۔ نوجوانوں کی بے روزگاری کی کیا حالت ہے ۔ آپ دیکھئے تو سہی آپ کی خوراک کی کیا حالت ہے ۔ کس بھاؤ سے گندم مل رہی ہے ۔ کس بھاؤ دالیں مل رہی ہیں ۔ کس بھاؤ گوشت مل رہا ہے ہر چیز کو دیکھیں اور پھر ان کو پچھلے چھ سالوں کے ساتھ ملائیں ۔ آج روزگاری کے فگرز دیکھئے ۔ پھر ان کو پچھلے چھ سالوں کے ساتھ ملائیں ۔ آج روزگاری کے فگرز دیکھئے ۔ پھر یہ ڈویلپمنٹ کہاں ہیں ؟ اس کے اثرات کہاں گئے۔ اس کے اثرات کیوں ظاہر نہیں ہوتے لیکن صدر محترم اگر یہ تسلیم کر لیں ۔ اگر میں یہ مان بھی لوں کہ ڈویلپمنٹ بھی ہوئی ہے پہلے نہیں اب کے ہوئی ہے ۔ اور انہوں نے تو کیا کرنی تھی یہ تو پکی فصل پر تشریف لے آئے ۔ جتنے براجز ۔ جتنی پلیننگ ۔ جتنی ڈویلپمنٹ ۔ جتنے کارخانے پچھلوں نے بنائے انہوں نے آ کر اس سے نفع اٹھایا اور آج اعلان کرتے ہیں اور آج کہتے ہیں کہ ہم ڈویلپمنٹ کر رہے ہیں ۔ لیکن صدر محترم کارخانے بنتے ہی رہیں گے کیونکہ سرمایہ دار آناً فاناً امیر بننا چاہتا ہے ۔ یہ کارخانے اس لئے نہیں بن رہے کہ کوئی صنعت و حرفت میں ترقی کا خیال ہے یا کسی مزدور کی بہبود اور قوم کی فلاح کا خیال ہے ۔ کارخانے اس لئے بنتے ہیں کہ سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ پیسہ کمائے اور وہ زیادہ سے زیادہ کھانے کا

ارادہ رکھتے ھیں ۔ لیکن صدر محترم اگر اس ڈویلپمنٹ کو تسلیم بھی کر لیا جائے ۔ اگر ڈویلپمنٹ کو مان بھی لیا جائے کہ واقعی ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے تو کس قیمت پر ۔ اس قیمت پر کہ قوم کی ھڈی کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا ہے ۔ کارخانوں سے قومیں نہیں بنا کرتیں ۔ صدر محترم قومیں بنتی ھیں اداروں سے ۔ قومیں بنتی ھیں کردار سے ۔ قومیں بنتی ھیں اخلاق کی درستی سے ۔ آپ نے جناب والا ۔ وہ مثال سنی ہوگی ۔

It is not the gun it is gunman it is the man behind the gun who counts.

اگر آپ کے پاس کارخانے ھیں ۔ اگر آپ بندوقیں بنا رہے ھیں ۔ اگر آپ کے پاس سب کچھ بنیادی اور مادی چیزیں ھیں لیکن آپ کی قوم بزدل ہے اگر آپ کی قوم کم ہمت ہے اگر آپ کی قوم پست اخلاق ہے تو یہ سب تمام چیزیں بیکار ھیں اور ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ ان چیزوں کا کوئی مصرف نہیں ہوگا ۔ آپ ان کو نہیں رکھ سکینگے ۔ آپ ان کو نہیں چلا سکینگے ۔ آج ہم کیوں رو رہے ھیں ۔ میں آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے فکرمند ہوں ۔ آج ہم اپنی یونیورسٹیوں میں آنے والی نسلوں میں کس نسل کو تربیت دے رہے ھیں ۔ ہم کس نسل کی تشکیل کر رہے ھیں ۔ اس یونیورسٹی آرڈیننس کا کیا کہئے صدر محترم کتنے افسوس کی بات ہے ۔ اس حکومت کی تنگ نظری دیکھئے ۔ ان کی خودی کی اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک یہ طلبا کو دبا کر ۔ طلبا کو کچل کر ان بے زبانوں کو بے آواز نہیں کر لیتے ۔ یہ ہے ان کی تعلیم کا مقصد ۔ آپ ایسی نسلوں کی پرورش کرنا چاہتے ھیں ۔ آپ ایسی نسل کو بنانا چاہتے ھیں جو بزدل ہو جو بے زبان ہو ۔ پچھلے سال صدر محترم طلبا کے ہنگامے میں ان پر سختی کی گئی ۔

وہ چھوٹا سا ہنگامہ ہماری انتظامیہ نے بڑا ہنگامہ کر ڈالا ۔ محض کریڈٹ حاصل کرنے کے لئے ۔ محض حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ۔ محض یہ دھوکا دینے کے لئے کہ بڑی بغاوت تھی ۔ حکومت نے الٹ جانا تھا لیکن ڈنڈے سے آپ نے انہیں دبا لیا اور جبر سے آپ نے انہیں خاموش کر دیا ۔ آپ نے یہ سب کچھ کر لیا ۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے ان کے مسائل کو حل کر دیا ۔ کون نہیں جانتا ؟ کیا وزیر تعلیم نہیں جانتے کہ آج بھی طلبا کے اس آرڈیننس کے متعلق وہی خیالات ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ اب وہ خاموش ہیں ۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے انہیں زور سے دبا دیا ہے ۔ لیکن جہاں تک اس قوم کے خیالات کا تعلق ہے ۔ ان بچوں اور طلبا کے جذبات کا تعلق ہے ۔ آج بھی ان کے وہی خیالات ہیں اور انہیں اس آرڈیننس سے اتنی ہی نفرت ہے جتنی کہ پہلے تھی ۔ آپ نے وعدے بھی کئے اور آپ نے کہا بھی سہی ۔ آپ نے اعلان بھی کیا ہے کہ یہ شکایات رفع ہو جائینگی کیونکہ ہم اس آرڈیننس کو ترمیم کریں گے ۔ لیکن وہ وعدے ہی کیا جو وفا ہو جائیں ۔ آپ نے تو قسم کھائی ہے کہ اس ملک کے کسی مسئلے کو حل نہیں کرینگے ۔ آپ نے تو اس کے بر عکس تمام مسائل کو الجھانے کا ذمہ اپنے سر لے رکھا ہے ۔

صدر محترم ــ اس گذارش سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنے موجودہ اور آنے والے حالات کے پیش نظر آخر یہ ایوان اور یہ حکومت ماضی کے واقعات اور تاریخ سے سبق کیوں نہیں لیتے ۔ آج ان پرانے حکمرانوں کا کوئی نام لیوا اور پانی دیوا بھی نہیں وہ تو کسی بات پر فخر بھی کر سکتے تھے ۔ اور آج بھی فخر

کر سکتے ھیں ۔ لیکن آپ کس بات پر فخر کرینگے بالخصوص اس وقت جب آپ حکومت سے باھر ھونگے ۔ کیا یہ سمجھتے ھیں کہ ان کا اقتدار ھمیشہ کیلئے ھے ۔ آخر آپ کس بات پر فخر کرینگے ۔ کیا آپ اس بات پر فخر کرینگے کہ آپ نے طلبا پر بڑے زور شور سے ڈنڈے کا استعمال کیا ۔ ان پر گولیاں چلائیں ۔ آپ نے مزدوروں کو organise ھونے کا موقع نہ دیا ۔ اور آپ نے ملک کی اقتصادی حالت کو بد سے بدتر کر دیا ۔ ایک چیز ھی آپ بتائیں جس پر آپ فخر کر سکتے ھیں ۔ کیا آپ اس بات پر فخر کرینگے کہ آپ نے ملک کو بے ھمت بے حوصلہ اور بزدل بنا دیا ۔

Mr. Speaker: Three minutes more.

نوابزادہ افتخار احمد خانــــصدر محترم ــــیہ اپنی ایمانداری کا بڑا دعوے کرتے ھیں ۔ آج اس ملک میں جو قیامت صغرا برپا ھے ۔ جو نفسا نفسی کا دور چل رھا ھے اور اس حکومت نے جو لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ھے ۔ مجھے اس کا بخوبی علم ھے ۔ اس کی میں صرف دو مثالیں پیش کرونگا ۔

اس معزز وزارت کے ایک رکن نے ۔ اگر یہ چیلنج کرینگے تو نام بھی بتا دونگا ۔ تو جناب مرکزی حکومت نے اس صوبے کو ڈیڑھ کروڑ روپے کا Foreign Exchange دیا تھا ۔ جس کا طریق کار یہ ھے کہ اس کیلئے باقاعدہ نئی صنعت کیلئے درخواستیں منگائی اور قبول کی جاتی ھیں ۔ پھر نوٹیفیکیشن کیا جاتا ھے اور بعد ازاں ان درخواستوں کا merits پر فیصلہ کیا جاتا ھے ۔ لیکن اندھا بانٹے شیرینی اپنے ھی اپنوں کو دے ۔ چنانچہ اس ایوان کے ایک معزز وزیر نے اپنے نام پر چار لاکھ روپے کا Foreign Exchange لیا ھے ۔ (ایک آواز ۔ آپ ان کا نام بتائیں) اگر آپ مجھے اس

بات کی گارنٹی دیں کہ آپ اس کی تردید کرینگے اور اسے اخباروں میں جانے سے منع نہیں کرینگے تو نام بھی بتاتا ہوں۔

Mr. Speaker: The member may please go on with his speech.

Minister of Revenue (Khan Pir Muhammad Khan): You must substantiate your point.

مسٹر افتخار احمد خان—ایک مرکز کے MNA کو چار پانچ لاکھ روپے کا پرمٹ دیا گیا ہے۔

Minister of Revenue: We are not concerned with that. You said Minister.

مسٹر افتخار احمد خان—صدر محترم یہ مجھے چیلنج کر رہے ہیں۔ کیا میں نام بتا دوں ؟

(قطع کلامیاں)

Mr. Speaker: The member should go on with his speech.

مسٹر افتخار احمد خان—مسٹر غلام نبی میمن کے اپنے نام پر چار لاکھ روپے کا پرمٹ جاری ہوا ہے۔

(قطع کلامیاں)

Mian Muhammad Akbar: Shame, shame.

Mr. Speaker: The word 'shame' is unparliamentary, Mian Akbar, I have already that pointed out.

Mian Muhammad Akbar: It is shameful.

نوابزادہ افتخار احمد خان—صدر محترم۔ چار لاکھ بھی میں نے غلط کہا ہے۔ یہ تو پانچ لاکھ روپے ہے۔ اور یہ Foreign Exchange مسٹر غلام نبی میمن اور ان کے بھائی کے نام پر بغیر درخواست کے منظور ہوا ہے۔

وزیر مال—کیا یہ مسٹر میمن کے نام پر ہے یا ان کے بھائی کے نام پر ؟

مسٹر افتخار احمد خان---یہ آپ اپنے ریکارڈ سے دیکھیئے گا -

(قطع کلامی اور شور)

چار لاکھ روپے کا زر مبادلہ آپنے چودھری عبدالحمید کو دیا ہے - اور پھر منٹگمری والوں نے بھی اپنا حصہ لیا ہے - اور یہ سب بغیر درخواستوں کے ہوا ہے - در اصل یہ جو تقسیم ہو رہی ہے اس کی مثال وہی ہے کہ حلوائی کی دوکان پر نانا جی کا فاتحہ - (ایک آواز - ان کا نام بتائیں -) ان کا نام پیر گل بادشاہ ہے - پیر گل بادشاہ اور صدر محترم یہی نہیں بلکہ ایک پوری ٹریکٹروں کی کمپنی Finlay & Co اس کی پوری ایجنسی اور کارخانہ ایک مرکزی وزیر صاحب نے لے لیا ہے - اور اسی پر ہی اکتفا نہیں کی -

Mr. Speaker : The member should not criticise the Central Minister. This is not the forum.

مسٹر افتخار احمد خان---چلئے صدر محترم - اگر آپ اجازت نہیں دیتے تو میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا - چونکہ انہوں نے اشتعال دلایا تھا اس لئے میں نے ان کے نام بتائے ہیں - اب میں یہ ثابت کرونگا اور آپ بھی ثابت کریں -

آخر میں صدر محترم اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں -

Mr. Speaker : Time is over now.

راجہ غلام سرور(راولپنڈی-۲)---جناب صدر - میں آپکی وساطت سے میزانیہ برائے سال ۶۵-۱۹۶۴ء کے لئے جناب وزیر خزانہ شیخ مسعود صادق صاحب اور ان کے ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کیونکہ اس میزانیے میں علاقائی لحاظ سے تمام طبقوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے - اس سے قبل ہمارے پس ماندہ علاقے کو ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا رہا - لیکن اس میزانیے میں جہاں تک میں نے اسے پڑھا ہے -

اور اندازہ لگایا ہے ہر آدمی بلکہ ہر ایک ممبر کو اس کے مطالبات کے مطابق حصہ دیا گیا ہے ۔ اس لئے یہ میزانیہ ایک قابل فخر میزانیہ ہے ۔ (تالیاں)

جناب والا۔اس سے قبل بھی میں نے اس معزز ایوان میں گذارش کی تھی کہ ہمارے پس ماندہ علاقے کو انقلابی حکومت سے پہلے ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ۔ لیکن صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خان اور ان کے ساتھیوں نے ہم دیہاتیوں کے حقوق کی پورے طور پر حفاظت کی ہے اور ہمیں نوازا ہے جس کا ثبوت میں ابھی آپکی وساطت سے یہاں پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا۔میں یہ عرض کروں گا کہ تحصیل کہوٹہ میں مٹور کے مقام پر پانی کی اس قدر قلت تھی کہ برطانیہ کی حکومت نے کئی تجاویز بنائیں لیکن ان میں سے کوئی بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی ۔

قیام پاکستان سے لے کر انقلابی حکومت کے آنے تک کوئی توجہ نہ دی گئی اس کے بعد اسی ایوان میں میرے ایک سوال نمبر ۵۳۰۰ کے جواب میں مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ موضع مٹور کے مقام پر پانی کا بندوبست کیا جائے گا اور اب بہ فضل الہی اس حکومت کی مہربانی سے -/۵۵۰۰۰۰ روپیہ کی رقم اس کام کے لئے منظور کی گئی ہے ۔ یہ ہمارے جیسے پس ماندہ علاقوں پر اس حکومت کی بہت بڑی مہربانی ہے اور ہم اسے کسی طرح بھی نہیں بھول سکتے ۔ اس کی ابتدا بیگم محمودہ سلیم صاحبہ نے کی تھی اور میں ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ کہ انہوں نے ہی اس مہربانی کی بنیاد رکھی تھی ۔ اور مجھے یقین

دلایا تھا کہ غرض مند ۔ غریب عوام اور پس ماندہ علاقوں کو ترجیح دی جائے گی ۔ نوبزادہ افتخار احمد خان صاحب نے بڑے بڑے امیروں اور کارخانہ داروں کا نام لیا ہے ہمارا تو وہاں پہنچنا ہی مشکل ہے ۔

جناب والا۔گذشتہ سال ہمیں ہمارا حق نہیں ملا تھا جس سے بجٹ پر اختلاف کیا تھا لیکن ابمیں وہ تمام باتیں پیش کروں گا کہ کس طرح اس بجٹ میں ہمارے حق کو محفوظ کیا گیا ہے

جناب والا۔ہم پس ماندہ ہیں اور ہمارے پاس ذرائع آمد و رفت کوئی نہیں اس سے پہلے ہمارے ہاں آٹا چوبیس روپے من ملتا تھا لیکن موجودہ حکومت اور خاص طور پر ملک قادر بخش صاحب اور ان کے ہمرائیوں نے اس امر کی طرف خاص توجہ دی ہے اور اب آٹا ۱۶-۵۰ روپے من کے حساب سے تمام پس ماندہ علاقوں میں مل رہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری کافی حوصلہ افزائی ہے ۔ ہم تمام زندگی ان مہربانیوں کو بھول نہیں سکتے ۔ ایسی مہربانیاں اس سے پہلے کسی حکومت نے نہیں کیں نیز وہ اس طرح جنگلات کے نقصانات بھی تو سوچتے رہے ہیں لیکن کچھ نہیں کر سکے ۔ اب میرے بزرگ ملک قادر بخش صاحب نے ڈولپمنٹ کی ایک سکیم بنائی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مری اور اس کے گرد و نواح کے جنگلات کو بچایا جائے ۔ اب پورین سکیم کے ذریعہ گرد و نواح کے جنگلات نقصان سے بالکل محفوظ ہو چکے ہیں ۔ اس سکیم کو مری اور گھوڑا گلی کے گرد و نواح میں بھی رائج کیا جائے تو یہ جنگلات بھی ضرور بچ جائیں گے ۔ بلکہ اس سے لاکھوں روپیہ کا نقصان رک جائے گا جناب والا ہمارے علاقے میں جیسا کہ میں نے پہلے گذارش کی ہے کوئی ذرائع آمد و رفت نہیں ہیں ۔ ابتدا میں کچھ مطالبات

کئے گئے تھے اور تحصیل کہوٹہ کی مثال پیش کی گئی تھی - اس تحصیل کی آبادی اڑھائی لاکھ ہے - آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ وہاں صرف ۱۵ میل پکی سڑک ہے - آج اس حکومت کی مہربانی سے اور متعلقہ وزیر صاحب کی خاص توجہ سے اس علاقہ میں نئی سڑکیں بنائی جائیں گی - امید ہے کہ آئندہ تین سال کے عرصہ میں کافی کام ہو جائے گا - ہمارے علاقہ کیطرف گورنر جناب ملک امیر محمد خان صاحب نے بھی خاص توجہ مبذول فرمائی ہے - جس سے متعلقہ وزیر جناب محمد خان جونیجو نے مری میں ایک میٹنگ بلائی - اس میں ڈولپمنٹ کے تمام افسروں کو اکٹھا کیا گیا اور اس علاقہ کی ترقی کے لئے تجاویز کی گئیں - اب میں وزیر صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ وہ اپنی دوڑ دھوپ کو بدستور قائم رکھیں - اور زیر تکمیل منصوبہ جات کو جلد مکمل کرائیں - ایسا نہ ہو کہ یہ ادھوری رہ جائے -

جناب والا - یہ جو ۵ سالہ منصوبہ ہے - میری گذارش ہے کہ اس میں کم سے کم مدت میں ڈولپمنٹ کی تجاویز کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ ہمارے ذرائع آمد و رفت میں آسانی ہو - نیز ہمارے اس علاقہ میں ضلع و تحصیل کی تمام ضروریات کو پورا کیا جائے -

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری تحصیل کہوٹہ میں کوئی کالج نہیں تھا موجودہ حکومت نے اور خاص طور پر ملک امیر محمد خان صاحب نے اپنی خاص توجہ اس امر کی طرف مبذول فرمائی ہے اور محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ نے کہوٹہ میں ایک کالج کھولنے کا منصوبہ منظور کرایا - پچھلے دنوں جناب وٹو صاحب سے اس سلسلہ میں گذارش کی تھی جس پر انہوں نے پورا یقین دلایا اور مجھے امید ہے کہ وہ اس وعدہ کو جلد پورا

کریں گے ۔ تا کہ عوام کی بے چینی دور ہو ۔

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ دوسری تحصیل مری کے کالج کو ڈگری کالج کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔ اس وقت بھی یہ کالج ملحقہ گاؤں سے تیس چالیس میل دور ہے ۔ اتنی دور سے غریب عوام کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنا بہت مشکل ہے اس لئے مری میں ڈگری کالج کا ہونا اشد ضروری ہے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جناب وٹو صاحب وزیر تعلیم یہ کارنامہ بھی پورا کر دکھائیں گے ۔

ایک معزز ممبر۔۔۔خان پیر محمد خان صاحب کا نام نہیں آیا ۔

راجہ غلام سرور۔۔۔خان پیر محمد خان صاحب نے جو کارنامہ کیا ہے وہ بھی میں بتاؤں گا ۔ ان کا نام باقاعدہ آگے آ رہا ہے ۔ لیکن اب چونکہ مجھے مجبور کیا گیا ہے اس لئے میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ہماری پس ماندگی اب انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے ۔ ہمارے پاس جو زمینیں ہیں وہ ناقص ہیں اور شاید ایک کنال فی کس کے حساب سے ہو ۔ اس لئے ہمیں زمینیں دی جائیں ۔ چنانچہ انہوں نے نہایت مہربانی کرتے ہوئے ایک چک ہمارے لئے Reserve کیا تھا لیکن وہاں ہمیں جانے نہیں دیا گیا جسکا انہوں نے بندوبست کیا اور اس کے بعد پیر محمد خان صاحب نے خاص مہربانی کی اور ہماری بیکار زمینوں کے بدلے میں ہمیں اچھی زمینوں سے نوازا ۔ اس احسان سے وہ ہمارے ضرور شکریہ کے مستحق ہیں ۔

آخر میں میں وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اس میزانیہ میں پرائمری سکولوں کی طرف کم توجہ دی گئی ہے ۔ جو رقم یعنی میزانیہ میں رکھی گئی ہے وہ بالکل نا

کافی ہے ۔ ہمارا یہ علاقہ زیادہ تر کوہستانی ہے ۔ یعنی مری اور کہوٹہ اور دوسرے ملحقہ علاقے سب کوہستانی ہیں ۔ یہاں کے سکولوں میں تو ٹاٹ بھی نہیں ہیں ۔ ان لوگوں کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ایک جوڑا ہوتا ہے وہ بیٹھنے کو خود ٹاٹ کہاں سے لائیں ۔ اور جب پہننے کے لئے ان کے پاس کپڑا ہی نہیں تو وہ تعلیم کی طرف کیسے توجہ دے سکتے ہیں ۔

اب میں آپ کی وساطت سے وٹو صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ آئندہ ہمارے علاقہ کا دورہ کریں اور ہماری تحصیل مری کا معائنہ کریں اور موقع پر جا کر حالات کا مطالعہ کریں تو میں ان کی خدمت میں اس بات کا ثبوت مہیا کروں گا کہ ہم واقعی حکومت کی فوری توجہ کے مستحق ہیں ۔

جناب والا۔۔۔میں نے اپنی گذارشات اس ایوان میں پیش کردی ہیں اور میری التجا ہے کہ میری آواز حکومت تک پہنچ جائے ۔

اگر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی حکومت نہ ہوتی تو ہم مکئی کی روٹی کھانے والوں کو کوئی پہچانتا ہی نہ تھا ۔ یہ ان ہی کی مہربانی سے مری کہوٹہ اور ملحقہ ہزارہ کے علاقوں کو نوازا گیا ہے ورنہ ہم اس علاقہ کے تھے کہ کسی نے ہمکو آج تک نہیں پوچھا تک تھا ۔

یہ زمنیداروں کی حکومت ہے اسلئے معلوم ہونا چاہئے کہ جناب گورنر صاحب نے ہم زمنیداروں کو بہت بلند مقام پر set کیا ہے اور ہمیں حصہ دیا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں کر سکتا جسطرح انہوں نے ہمیں نوازا ہے ۔

میجر سلطان احمد خان۔۔۔کس طرح سے نوازا ہے ۔

راجہ غلام سرور۔۔۔آپ پوری طرح سے واقف ہیں یہ آپ کے

ھی مجاھد F.M. بھائی کی محنت اور کوششوں کا نتیجہ ھے جناب والا آخر میں میری استدعا ھے کہ مری کہوٹہ اور ملحقہ ھزارہ علاقہ اور راولپنڈی کے کوھستانی علاقہ کو قبائلی علاقہ کیطرح تصور کیا جائے اور نوازا جائے کیونکہ وھاں غربت ھے اور اس غربت کیوجہ سے ھمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ھے یعنی نہ ھمارے پاس زمینیں ھیں نہ ھمارے پاس سرمایہ ھے ۔ ان معروضات کے بعد میں اپنی تقریر ختم کرتا ھوں ۔

خان اجون خان جدون (مردان-۴)۔جناب سپیکر میں وزیر خزانہ کو اس سال کے سب سے بڑے ترقیاتی بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ھوں میرا خیال ھے کہ جتنے بجٹ آج تک اس ایوان میں پیش ھوئے ھیں یہ سب سے بہتر ترقیاتی بجٹ ھے ۔ پچھلے دو سالوں سے اس ایوان میں جتنے مطالبات ھو رھے تھے میرا اپنا اندازہ ھے کہ ان سب کو پوری طرح چھان کر اور دور دراز علاقوں کے مطالبات کو اس بجٹ میں فوقیت دیگئی ھے اور یہ اس بجٹ کی اھم خصوصیت ھے جو اس سے پہلے کسی حکومت کو نصیب نہیں ھوئی کہ وہ دور دراز علاقوں کے ترقیاتی کاموں کیطرف توجہ دیتی ۔ اور اس کی وجہ صرف ھماری گورنمنٹ کی موجودہ پالیسی ھے اور میں اسکی تعریف کرتا ھوں اور وہ پالیسی یہ ھے کہ دور افتادہ علاقوں کو ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لایا جائے ۔ اس پالیسی کے تحت افسروں کو حکم دیا جاتا ھے اور وہ کام کرتے ھیں اور وہ منصوبے بناتے ھیں اس سے پہلے کوئی افسر دور افتادہ علاقوں میں پیدل چلنے کی تکلیف نہیں کرتا تھا instructions اگرچہ ھوتی تھیں لیکن وہ الفاظ میں ھوتی تھی اور عملی طور پر کبھی کچھ نہیں ھوتا تھا لیکن میں نے خود بڑے بڑے افسروں کو پیدل چلتےدیکھا ھے میں نے اپنے علاقے

سہابن میں پلاننگ آفیسر کو دیکھا ہے کہ وہ جا رہے ہیں اور انکی کوشش ہے کہ کسی صورت سے فلاں کام ہو جائے - مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے اور determination کا ثبوت ہے - میں ذاتی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میرے علاقے میں سکیمیں بنی ہیں لیکن بد قسمتی سے افسروں کی روش ایسی تھی کہ وہ پیدل چلنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے اور سب چیزیں کاغذ ہی تک محدود رہتی تھیں لیکن اس دفعہ میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ پیدل گئے ہیں اور کئی بار گئے ہیں اور سکیمیں بنائی ہیں اور وہ بجٹ میں include کی ہیں - میں اس پالیسی پر حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں اور یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اسکو قائم رکھیں اور اس کو ترقی دیں -

جناب سپیکر اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اسوقت سیاسی استحکام ہے اگر کسی ملک میں پولیٹیکل stability نہیں ہے تو وہ منصوبے پایہ تکمیل تک نہیں پہونچا سکتا اس وقت ضرورت ہو کہ سیاسی استحکام ہو اور خدا کے فضل سے سیاسی استحکام ہمارے ملک میں ترقی پذیر ہو گیا ہے - جناب سپیکر بجٹ کے متعلق عرض کرتے ہوئے میں اسکے ترقیاتی منصوبوں کی تعریف کرتا ہوں - اب اسکے ساتھ ساتھ میں کچھ واقعات اپنے معزز وزیر کیخدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں - پچھلے سال ۵ــساله منصوبے میں ہیلتھ سنٹروں کی سکیم بنی تھی اور مردان ڈسٹرکٹ کیلئے ہیلتھ سنٹر منظور ہوا تھا لیکن فنڈز کی کمی کیوجہ سے یا کسی اور وجہ سے مردان تحصیل میں تو ہیلتھ سنٹر بنا لیکن تحصیل صوابی میں کوئی ہیلتھ سنٹر نہیں بنا اس سال وزیر خزانہ نے بجٹ سپیچ میں کہا ہے کہ اسکے نئے ہمنے

۵۰-لاکھ روپے رکھے ھیں اور مزید ھیلتھ سنٹر جو باقی ھیں وہ بنائے جائیں گے میں ان سے گذارش کرتا ھوں اور خاص کر بیگم صاحبہ سے عرض کرونگا کہ پچھلے ۵-سالہ منصوبے کا یہ آخری سال ھے تحصیل صوابی میں ھیلتھ سنٹر نہیں بنا ھے priority basis پر اس رقم میں سے تحصیل صوابی میں ھیلتھ سنٹر اس سال بنادیں - کیونکہ ان لوگوں نے اپنی بہت قیمتی زمین بھی بہت عرصہ سے اسکے لئے دے رکھی ھے اور اگر اسکو آپ اگلے پانچ سالہ منصوبے میں شامل کریں گے تو یہ ان کی دل شکنی کا باعث ھو گا اور یہ حکومت کی پالیسی کے خلاف ھے -

پہور فلو ایریگیشن کینال کے متعلق اگر وزیر صاحب توجہ فرمائیں تو میں عرض کروں - پہور فلو ایریگیشن کینال کے متعلق جو کچھ میں نے اور میری تحصیل کے دوسرے ممبر مسٹر رازق خان صاحب نے گذارشات کی ھیں مجھے خوشی ھے کہ اس پر کافی حد تک آپ کے محکمہ نے عملدرآمد کیا ھے اور کافی تکالیف رفع ھو گئی ھیں لیکن میں انکے نوٹس میں صرف ایک چیز لانا چاھتا ھوں اور وہ یہ ھے کہ بعض چھوٹے چھوٹے موگے بنائے گئے ھیں انکو minor بنایا جا سکتا ھے اور اس سے زمین زیادہ سیراب ھو سکتی ھے تو اس چیز سے آپ کو فائدہ اٹھانا چاھئے اور جو موگے بن چکے ھیں ان پر اکتفا نہیں کرنا چاھئے اور مزید بنانے کی سکیم لانا چاھئے اگرچہ اسمیں کوئی رقم نہیں ھے لیکن میرا خیال ھے کہ Irrigation کی کوئی رقم ھو گی - اس کینال کے قریب مرغز کے مقام پر اراضیات کو سیراب کرتی ھے لیکن اس موگے کو minor بنا دیا جائے تو یہ اسی موضع کے قریب کا ایریا سیراب کریگی اور اس کے ساتھ کنکوی اور کڈی وغیرہ موضعوں کو سیراب کریگی جو unirrigated ھیں تو اس

سے فائدہ اٹھانے کیلئے میں گذارش کرونگا اور اس پر خصوصی توجہ کریں ۔ موضع مینی میں کچھ سپرنگ واٹر ہے اور یہ تحصیل صوابی میں ہے اس سے آپ نے ایریگیشن سکیمیں بنائی ہیں اس ایریگیشن سکیم سے مینی والوں کی اراضیات کم سیراب ہوتی ہیں اور دوسرے مواضعات کی اراضیات زیادہ سیراب ہوتی ہیں اس سے انکو قدرتی طور پر تکلیف پہونچتی ہے اور سکیم اسطرح بن سکتی ہے اور زرعی اراضیات سیراب ہو سکتی ہیں ۔ اس پر بھی آپ review کریں اور altration سے وہاں کی اراضیات سیراب ہو سکتی ہیں ۔

وہاں پر ایک دوسرا مقام ہے ۔ موضع مینی ۔ وہاں ایک جگہ ہے ۔ ''گاڑ جرندے'' ۔ یہ پشتو کا لفظ ہے ۔ وہاں پر چشمے کا پانی بہت مقدار میں موجود ہے ۔ اس پر پیسے خرچ کیجئے ۔ اور ایک چھوٹا سا ڈیم وہاں بنا دیجئے ۔ یا ایک reservoir بنا دیں ۔ جو کہ کم خرچ سے بن سکتا ہے ۔ اس سے کافی اراضی سیراب ہو سکتی ہے ۔ میں خود وہاں گیا ہوں ۔ اور میں نے یہ دیکھا ہے ۔ کہ اگر تھوڑے سے پیسے وہاں خرچ کرکے ایک reservoir بنا دیا جائے ۔ تو کافی اراضی کی آبپاشی اس سے ہو سکتی ہے ۔ ان چھوٹی چھوٹی سکیموں کی طرف ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہئے ۔ کیونکہ ہمیں اپنے ملک کی پیداوار بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہئے ۔ میں وزیر آبپاشی کی توجہ ایک اور امر کی طرف بھی دلاتا ہوں ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ تحصیل صوابی میں ''مرغز'' اور ''بام خیل'' دو گاؤں ہیں ۔ ان کے درمیان ایک بہت بڑا ''جبہ'' ہے ۔ یہ سیم زدہ علاقہ ہے ۔ اور اس اتنے بڑے ''جبے'' سے ہزاروں ایکڑ زمین وہاں لوگوں کی خراب اور برباد ہو چکی ہے ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ وہاں drainage سسٹم بڑا عجیب سا بنا ہوا ہے ۔ اسے پچھلے کئی سالوں میں کسی نے جا کر نہیں دیکھا ۔ کہ وہاں کیا حال ہے ۔ میں نے وہاں خود جا کر دیکھا ہے ۔ کہ ہمارے اس علاقے کی ہزاروں ایکڑ

زمین غیر آبپاش اور برباد ہو گئی ہے - تو اس کے لئے یا تو آپ کوئی ٹیوب ویل کی سکیم بنائیں - یا پھر اس کے drainage کو بہتر کریں - میرا خیال ہے - کہ اگر آپ کے متعلقہ افسران وہاں کے مقامی لوگوں سے جا کر مشورہ کریں - تو وہ ان کو بڑے اچھے مشورے دے سکتے ہیں جس سے کہ اس جگہ کی حالت درست ہو سکتی ہے - میں ان سے یہاں یہ گذارش کروں گا - کہ ان کے افسر جب بھی کسی ایسے علاقے کی تکالیف رفع کرنے کے لئے جایا کریں - تو وہ چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل اور اس علاقے کے دوسرے بزرگوں سے مشورہ کیا کریں - کیونکہ وہ آپ کے انجینئروں سے کچھ زیادہ ہی ان مسائل کو سمجھتے ہیں - آپ انہیں ہدایت کریں - کہ وہ ان کے مشوروں کو غور سے سنیں - اور ان سے ان مسائل پر بحث و مباحثہ کریں - یہ ایک بہت ضروری بات ہے - اور میرا خیال ہے - کہ مفید بھی ہے -

جناب سپیکر - میں وزیر آبپاشی کو دو اور سکیموں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں - ایک تو تحصیل صوابی میں ''کنڈل'' کے مقام پر سمال ڈیم کی سکیم چلی آ رہی ہے - میرے پاس اسمبلی کی رپورٹیں موجود ہیں - اسمبلی کے سوالات کے جوابات موجود ہیں - کہ سمال ڈیم آرگنائزیشن نے اس کی investigation کی ہے - لیکن کبھی وہ شروع کر دیتے ہیں - اور کبھی چھوڑ دیتے ہیں - انہوں نے قابل عمل ہونے کی رپورٹ بھی کی ہے - میں حیران ہوں - کہ اس پر کام کیوں نہیں ہو رہا ہے - تو اس سلسلے میں ان سے کہئے - کہ یہ چھوٹا سا منصوبہ ہے - جس سے دو فائدے ہوں گے - ایک تو اس سے زمین سیراب ہو گی - اور دوسرے سیلاب سے تحفظ مل جائیگا - کیونکہ جب سیلاب آتا ہے - تو نیچے مواضعات کی زمینوں کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے - تو اگر وہاں پر سمال ڈیم قابل عمل ہو - اور وہ رپورٹ دیں - تو آپ خود اسے study کر سکتے ہیں - اور آپ اس پر خاص توجہ دیں -

دوسری بات یہ ہے ۔ کہ merged areas کے لئے آپ نے ایک لاکھ چوھتر ھزار روپے رکھے ھیں ۔ یہ رقم آبپاشی کی سکیموں کو ترقی دینے کے لئے ہے ۔ میں آپ سے گذارش کروں گا ۔ کہ آپ اس رقم کو صرف کریں ۔ اور صحیح طور پر صرف کریں ۔ کئی سالوں سے یہ رقم چلی آ رھی ہے ۔ لیکن یہ رقم صرف نہیں ہو رھی ہے ۔ اسکی وجہ یہ ہے وھاں پر سمال ڈیم کے دو تین مقامات ھیں ۔ آپ ان کو نوٹ کریں ۔ ایک مقام ہے ''شنئی،، وھاں پر باقاعدہ ابتدائی سروے ھو چکا ہے ۔ اور وہ صرف یہ دیکھ رہے ھیں ۔ کہ اس سے کتنا کیوسک پانی گذر سکے گا ۔ آپ اس کو priority کی بنیاد پر check کریں ۔ وزیر تعلیم کو merged areas سے زیادہ تعلق ہے ۔ اس بجٹ میں merged areas کے لئے پندرہ سکول رکھے گئے ھیں ۔ لیکن ھوا ہے ۔ "Merged Areas of Peshawar Division" ۔ میں گذارش کروں گا ۔ کہ جہاں تک مردان کے merged areas کا تعلق ہے ۔ ھمیں ignore کیا گیا ہے ۔ یعنی ھوم ڈیپارٹمنٹ یا قبائلی علاقے کے فنڈ سے جو روپیہ ملتا ہے ۔ مردان کے merged areas کے علاقے میں خرچ نہیں ھوتا ہے ۔

میجر سلطان احمد خان۔۔پوائنٹ آف آرڈر ۔

میرے معزز دوست خان اجون خان نے اپنی تقریر کے آغاز میں حکومت کو اس بجٹ پر مبارکباد دی ہے ۔ لیکن اب وہ ھر تجویز پر وزیروں سے شکایت کر رہے ھیں ۔ کہ یہ نہیں ھوا ۔ وہ نہیں ھوا ۔ کیا یہ شکریہ پیشگی تھا ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

خان اجون خان جدون۔۔یہ شکایات نہیں ھیں ۔ یہ تجاویز ھیں ۔ جب آپ کو توفیق نصیب نہیں ھوئی ۔ کہ آپ اس قسم کی صحیح تجاویز پیش کر سکیں ۔ بہرحال یہ شکایات نہیں ھیں ۔ تو میں یہ عرض کر رھا تھا ۔ کہ پرائمری سکولوں کے لئے تین لاکھ اٹھارہ ھزار روپیہ رکھا گیا

ہے ۔ تو میں گذارش کروں گا ۔ کہ ہم نے مردان کے merged areas میں اپنے خرچ سے پرائمری سکول بنایا ہے ۔ ہم نے کچی بلڈنگ خود بنائی ہے ۔ حکومت نے بھی اس سلسلے میں امداد کی ہے ۔ لیکن ہوم ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں کوئی امداد نہیں کی ہے ۔ تو چونکہ وہ عمارت کچی ہے ۔ اس لئے وہ گرتی رہتی ہے ۔ اور ہم اس کو بناتے رہتے ہیں ۔ تو ان پندرہ سکولوں میں سے آپ آٹھ سکول ہمارے لئے منظور کرائیں ۔ کیونکہ ہزارہ کے merged areas میں کافی سکول بن چکے ہیں ۔ اور آج تک ایجوکیشن سیکٹرمیں جتنا روپیہ آتا ہے ۔ وہ باہر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں پرائمری سکولوں کو مڈل سکول کا درجہ دینے کے لئے بھی ساڑھے چار لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ ہمارے علاقے میں مڈل سکول کی کوئی عمارت نہیں ہے ۔ مگر مڈل سکول function کر رہے ہیں ۔ " اتلے " " چنئی " اور " لکہ کڈی " میں مڈل سکول function کر رہے ہیں ۔ تو میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ اس رقم میں سے کم از کم دو لاکھ روپے بعض سکولوں کی upgrading کے لئے رکھیں ۔

میری دوسری گذارش صحت کے متعلق ہے ۔ اور اس کے لئے میں بیگم صاحبہ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں ۔ " قدغنی " کے مقام پر one beded ہسپتال بن رہا ہے ۔ merged areas میں جتنے بھی ہسپتال بنتے ہیں ۔ تو زمینوں کا معاوضہ حکومت دیتی ہے ۔ لیکن اب وہاں پر عجیب قصہ ہو گیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ زمین مفت مہیا کریں ۔ چونکہ وہ لوگ غریب ہیں ۔ اور ان کی holdings small ہیں ۔ اس لئے ان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے ۔ کہ وہ مفت زمین مہیا کریں ۔ اس لئے میں یہ درخواست کروں گا ۔ کہ اس کے لئے contingencies سے کچھ نہ کچھ کریں ۔

مسٹر سلطان محمد اعوان (ہزارہ - ۲)—جناب سپیکر ۔

سال رواں کی بجٹ تقریر میں جناب وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ اس بجٹ میں پسماندہ علاقوں کی طرف حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر ایسا ہے۔ تو یہ حکومت قابل مبارکباد ہے۔

جناب سپیکر ۔ جہاں تک ضلع ہزارہ کا تعلق ہے ۔ وہ ضلع بقول میجر صاحب کے ایک بخشا ہوا ضلع ہے ۔ وہاں زیادہ تر صرف دو سکیموں پر رقم صرف کی جاتی ہے ۔ ایک ہے Mental Hospital اور دوسری ایبٹ آباد سے مری تک کی سڑک بنائی جا رہی ہے ۔ تو ان ہی دو سکیموں پر روپیہ صرف کیا جا رہا ہے ۔ تو ضلع ہزارہ جیسے پسماندہ علاقے کے لئے صرف ان دو سکیموں سے عوام کو کوئی فائدہ نہ ہو گا ۔ البتہ ایک سکیم میجر صاحب کے لئے اچھی ہے۔ لیکن عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

جناب سپیکر ۔ وحدت مغربی پاکستان کے بعد ضلع ہزارہ کی طرف کسی حکومت نے بھی بالکل توجہ نہیں دی ۔ کہ وہ ایک پسماندہ اور غریب ضلع ہے ۔

جیسا کہ آج بدقسمتی سے پریذیڈنٹ بھی اسی ضلع کے رہنے والے ہیں اور یہ طعنہ ہمیں ہر موقعہ پر دیا جاتا ہے جب ہم کسی چیز کی مانگ کرتے ہیں تو کہتے ہیں صدر صاحب تمہارے ضلع کے ہیں ۔ واقعی ہمیں ہمدردی ہے آپ مستحق ہیں ۔ وحدت مغربی پاکستان سے پہلے جو سڑکیں ۔ جو ہسپتالیں جہاں جہاں بنائی گئیں ۔ جن جن گاؤں میں بجلی پہنچائی گئی ۔ جو جو سکول بنے میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک ان کی مرمت نہیں ہوئی ۔ جناب سپیکر ۔ ہمارے یہاں معزز ممبرجناب عنایت الرحمن خان عباسی کے گاؤں کا سکول ہے ۔ جس کی آج دس سال ہو گئے ہیں چھت اڑ گئی ہے اور پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے اور ابھی تک محکمہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ۔

بیگم جہاں آرا شاہنواز (پوائنٹ آف آرڈر)۔۔۔صدر محترم ۔ میرا

خیال تھا کہ آج ہم بجٹ پر عام بحث شروع کر رہے ہیں اور اس کے متعلق ہمیں بڑی بڑی کتابیں دی گئی ہیں وہ ہم سب نے پڑھی ہونگی اور اس بحث میں ہم ان پر تبصرہ کریں گے اور علاقائی تکالیف کٹ موشنوں میں لائیں گے ۔ مگر یہ تقریریں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں ۔ میں درخواست کرتی ہوں کہ اس وقت عام بحث بجٹ پر ہونی چاہئے ۔

مسٹر سپیکر ــ بیگم صاحبہ جنرل ڈسکشن میں آپ اگر علاقائی تکالیف بیان کرنا چاہیں تو بیان کر سکتی ہیں ۔

And this is upto the members to make their speeches.

Major Sultan Ahmad Khan: Some of the members do not know what is a cut motion.

مسٹر سلطان محمد اعوان ۔ جناب سپیکر ۔ اگر میجر صاحب اور بیگم صاحبہ کی باری آئی تو بیشک جو ان کی مرضی ہو کہیں ۔ ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے ۔ ہم تو غریب پسماندہ ضلع سے تعلق رکھتے ہیں ۔ پھر ہم اسی کی پسماندگی کو روئیں گے ــــ جناب سپیکر ۔ ہمارے ضلع میں ایک ٹیوب ویل سکیم کا طریقہ شروع کیا گیا وہ بھی کہاں سے ۔ حسن ابدال ۔ ایبٹ آباد سے ہری پور تک ۔

Mr Taj Muhammad Khanzada: It has been stopped on the Haripur Border. It is now being extended to Hassan Abdal.

مسٹر سلطان محمد اعوان ــ کیونکہ میں نے آج بجٹ میں دیکھا ہے وہاں لکھا ہوا ہے ۔ ایبٹ آباد سے ہری پور تک ــ جناب سپیکر میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ ضلع ہزارہ میں ایک تحصیل ہری پور ہی ایسی ہے ۔ باقی تحصیلوں مانسہرہ وغیرہ میں نہروں کا اجرا کیا گیا ہے ۔ وہاں نہریں چل رہی ہیں لیکن تحصیل ایبٹ آباد بد قسمت تحصیل ہے جس کو کوئی بھی نہیں پوچھتا ۔ جناب سپیکر میں عرض کرونگا کہ موضع مانگل کے قریب وہاں کے لوگوں نے یہ مانگ پیش کی کہ یہاں

ٹیوب ویل نصب کئے جائیں ۔ وہاں یہ سکیم شروع کی گئی ۔ وہاں اتنا پانی آیا جو بالکل کامیاب رہا ۔ چیف انجینیئر صاحب تشریف لے گئے انہوں نے کہا کہ یہاں یہ سکیم کامیاب نہیں ہو سکتی ۔ اس کو بند کر دو ۔ ایک سیاسی رہنما کے بنگلے کو مفت پانی دے دیا گیا ۔ کیا اس کو ترقی کہتے ہیں ؟ جناب سپیکر ۔ اس کے علاوہ تحصیل ایبٹ آباد اور تحصیل مانسہرہ کے دو بد نصیب علاقے ہیں جنہیں اپر اور لوئر تناول کہا جاتا ہے ۔ وہ بد قسمت لوگ ہیں اور کئی لوگوں کے کہنے پر اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں ۔ ٹھیک ہے یہ ان کا مسئلہ ہے لیکن وہ اس مسئلے کو خود ہی حل کر سکتے ہیں اور ہماری حکومت اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن میرے معزز رکن میجر صاحب بھی اس میں شامل ہیں جو آپ کو بالکل تباہی پر لے جا رہے ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ لوئر تناول کے قصہ کے متعلق میں نے اس معزز ایوان میں اس سے پہلے کئی بار اس پسماندہ علاقے کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ میں اسکو پسماندہ اس لئے کہتا ہوں کہ اس معزز ایوان نے ۱۸ اپریل کو ایک قرار داد منظور کی ہے کہ ہزارہ میں تناول کا ایک پسماندہ علاقہ ہے ۔ جناب سپیکر ۔ لوئر تناول میں ہر قسم کی معدنیات موجود ہیں ۔ انکو حاصل کرنے کا آج دن تک کوئی بھی ذریعہ تلاش نہیں کیا گیا ۔ نہ وہاں سڑکیں جاتی ہیں اور نہ کوئی اور دوسرے ذرائع ہیں ۔ جب تک ہماری حکومت ان معدنیات کو ترقی نہ دے گی وہاں تک سڑکیں نہ جائیں گی ۔ ہسپتال نہیں ہونگے ۔ سکول نہیں ہونگے ہمارا ملک کیسے ترقی کرے گا ۔ جناب سپیکر ۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ محکمہ کس کے پاس ہے ۔ کوئی متعلقہ صاحب یہ چیز نوٹ کر لیں ۔ کہ

اس علاقے کا سروے کیا جائے علاقہ لوئر تناول کا اور اس کی پسماندگی کو دور کرنے کا حل تلاش کیا جائے ۔ اور وہاں معدنیات کو ترقی دینے کے لئے کوئی ذرائع اختیار کئے جائیں ۔ جناب سپیکر ۔ اس سلسلہ مین میں مسٹر محمد خان صاحب جنیجو کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اس پسماندہ علاقے کو نظر انداز نہیں کیا اور انہوں نے اپنے وعدے کے مطابق جو اس معزز ایوان میں میں نے ایک ریزولیوشن دیا تھا اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ اس بجٹ میں خاکی سے اگی تک سڑک کے لئے دو لاکھ روپیہ دیدیا ہے جس کے لئے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ جناب سپیکر ۔ میں خان پیر محمد خان کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا مگر وہ تشریف نہیں رکھتے اگر انکا کوئی قائمقام حاضر ہے تو وہ نوٹ کرے کہ عرصہ دو سال ہوئے حویلیاں ضلع ہزارہ کو دیہی علاقہ قرار دیا گیا تھا لیکن اس پر ابھی عمل درآمد نہیں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ ضلع ہزارہ کی تحصیل ایبٹ آباد کے ریھیبلیٹیشن کمشنر کے پاس ایک کلرک اور ایک پٹواری ہے اور وہ دو آدمیوں سے اور اتنا بے سہارا ہو کر وہ کیسے کام چلا سکتا ہے ۔ بہر حال توجہ دلانے کے باوجود محکمہ کیطرف سے ابھی تک عملہ مہیا نہیں کیا گیا ۔ آپ مہربانی فرما کر کم از کم ایک دو انسپکٹرز یا کوئی دوسرا surveyor وغیرہ الکو دیں تا کہ تحصیل میں رکا ہوا کام ختم کیا جا سکے ۔ جناب سپیکر ۔ سب سے بڑی تکلیف ضلع ہزارہ میں ایک اور ہے کہ پچھلے سال اچانک ایبٹ آباد سے ڈرائیوروں کے لائیسنس تجدید کرنے کا دفتر پشاور منتقل کر دیا گیا ۔ حالانکہ ایک لائیسنس کی تجدید کرانے کے لئے صرف تین روپیہ جمع کرانے ہوتے ہیں تو اس کے لئے ایک آدمی اگر ایبٹ آباد سے پشاور جائے تو اگر

وہ کچھ بھی نہ کرے تو اس کے تیس چالیس روپے خرچ ہو جاتے ہیں ۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ بھی زیادتی ہے ۔ لوگ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کو محسوس کرتے ہیں ۔ جیسا کہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہی ہے تو تمام کو اپنے اپنے ہیڈ کوارٹرز پر واپس کیا جائے ۔ جناب سپیکر اب میں کیا کہوں ۔ محکمہ تعلیم نے ضلع ہزارہ کیطرف سے بالکل آنکھیں پھیر لی ہیں ۔ میں نے بجٹ میں دیکھا ۔ کہ کچھ پرائمری سکول اور مڈل سکول merged areas کو دئیے گئے ہیں ۔ باقی ضلع ہزارہ میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا ۔ میں وٹو صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ علاقہ لوئر تناول میں ککوتری ایک بہت بڑا مقام ہے وہاں ہائی سکول کی ضرورت ہے ۔ موضع کوکل میں بھی ایک ہائی سکول کی ضرورت ہے ۔ تو مہربانی فرما کر ان دونوں سکولوں کو consider کیا جائے ۔

جناب سپیکر۔۔میں دو ایک چیزوں پر کچھ عرض کروں گا کہ دو سال سے ہم سن رہے ہیں کہ ضلع ہزارہ میں ایک پالیٹیکنک انسٹیٹیوٹ کی سکیم منظور کی گئی ہے ۔ لیکن ابھی تک ضلع ہزارہ میں اس کے متعلق کوئی کام شروع نہیں کیا گیا ۔ پھر شائد پنڈی یا دوسرے شہروں کے لئے اس قسم کے انسٹیٹیوٹ منظور کئے گئے ہیں لیکن ضلع ہزارہ میں کوئی آثار نظر نہیں آتے ۔ جناب سپیکر ۔ محکمہ تعلیم میں کلاس دوئم کے افسروں کو سیلیکشن گریڈ نہیں دیا گیا جناب وٹو صاحب اس طرف توجہ فرمائیں کہ ان لوگوں کو بھی سیلیکشن گریڈ دیں اور پھر ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکول کو جس طرح کہ کالج کے پرنسپل صاحبان کو سپیشل تنخواہ دی جاتی ہے اسی طرح انکو بھی سپشل تنخواہ دی جائے ۔

Mr. Speaker: The time is very limited and I have io distribute it fairly and equitably amongst the members.

مسٹر سلطان محمد اعوان۔۔جناب سپیکر ۔ مجھے ریلوے بجٹ

پر بھی وقت نہیں ملا ۔ میرا علاقہ بہت پسماندہ ہے مجھے دو منٹ اور دے دیجیئے ۔

Mr. Speaker : The member may please conclude his speech within a minute.

مسٹر سلطان محمد اعوان۔۔جناب سپیکر ۔ ایک بہت بڑی تکلیف ہمارے علاقے کے ٹرانسپورٹر حضرات محسوس کر رہے ہیں وہ یہ ہے پارٹیشن سے پہلے کئی لوگوں کی بسیں ایبٹ آباد سے سری نگر کے روٹ پر چلتی تھیں ۔ اب کشمیر کا راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے لاریوں والے تباہ ہو گئے ہیں ۔ اب جو ان کو روٹ پرمٹ دئے گئے ہیں وہ صرف حویلیاں تک کے ہیں ۔ اب میں حکومت سے گذارش کرتا ہوں ۔ جیسا کہ ایک آدمی کو دس یا بیس روٹ پرمٹس راولپنڈی سے ایبٹ آباد کا دیتے ہیں ان لوگوں نے کیا قصور کیا ہے ۔ آپ ان کو ایبٹ آباد سے راولپنڈی تک کا کیوں روٹ پرمٹ نہیں دیتے ۔ آخر ان کا بھی حق ہے اور ان لوگوں نے بھی جانی اور مالی نقصان برداشت کیا ہے ۔

اس کے بعد جناب سپیکر۔ پٹواریوں کا مسئلہ ہے۔ میں خان پیر محمد خان صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ تحصیل دار اور گرداور حضرات کو تو آپ نے پانچ سال کی extension دے دی ہے تاکہ وہ اپنا نام اگلے گریڈ میں درج کرا سکیں لیکن پٹواریوں کو اس سے محروم رکھا گیا ہے ۔ آپ مہربانی فرما کر اگر کوئی رول امنڈ کرنے پڑتے ہیں یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے ان پٹواریوں کو بھی پانچ سال کے لئے extension دیجئے تاکہ وہ بھی اپنے اپنے نام گرداور کی لسٹ میں درج کرا سکیں ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی (دادو۔۱)۔۔جناب سپیکر ۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۳ء سے لے کر اب تک میں اسمبلی کا ممبر رہا ہوں اور وہ تمام حالات آج اس معزز ہاؤس کے سامنے پیش کر رہا ہوں ۔

جناب والا ۔ گورنمنٹ کے آفیسر انگریزوں کے وقت کے ہیں وہ پاکستان کے نظام کو چلنے نہیں دیتے ۔ انہوں نے پہلے پہل منصوبہ بندی کرکے خان لیاقت علی خاں کا خاتمہ کیا ۔ اس کے بعد انہوں نے غلام محمد کو گورنر جنرل بنایا ۔ پھر چودھری محمد علی کو وزیراعظم بنایا ۔ سکندر مرزا کو صدر بنایا ۔ مشتاق احمد گورمانی کو گورنر بنایا ۔ یہ تمام پرانے آفیسر برطانیہ کے وقت میں حاکم تھے ۔ ان کو یہ ناگوار گذرتا ہے کہ پاکستان میں ہم عوام کے خادم کیوں بنیں ۔ کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے حاکم رہے ہیں خادم بن کر نہیں رہے ہیں ۔ اس کے بعد انہوں نے منصوبہ بنایا کہ سارے مغربی پاکستان پر حکومت کریں اس لئے انہوں نے ون یونٹ بنایا ۔ ون یونٹ میں غلام محمد ۔ مشتاق احمد گورمانی ۔ سکندر مرزا ۔ چودھری محمد علی تھے اور میاں ممتاز محمد دولتانہ ۔ محمد ایوب کھوڑو اور پیر راشدی وغیرہ بھی اس منصوبہ میں شامل تھے ۔ انہوں نے ون یونٹ لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے بنایا تھا ۔

جناب والا ۔ خان لیاقت علی خاں کے زمانہ میں ہمارے صوبہ میں اتنا اناج فالتو تھا ہم نے خود ہندوستان والوں کو اناج دیا کیونکہ اس وقت ہندوستان بھوکا مر رہا تھا یہاں اب اناج کی کمی ہے ۔ یہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں ۔ میری عرض یہ ہے کہ ون یونٹ کی مخالفت پہلے ہی شروع ہوئی تھی ۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۷ کو یہ ریزولیوشن پیش ہوا ۔ جس کے متعلق مسٹر سپیکر کہتے ہیں ۔

The question is :

That this Assembly recommends to the Government to communicate the views of this Assembly to the National Assembly that the Province of West Pakistan be reconstitued as a sub-federation with four or more fully autonomous Province.

۱۷۰ ممبران نے اس وقت اس کے حق میں ووٹ دئے اور ۴ ممبران نے اس کے خلاف ووٹ دئے ۔ اور ریزولیوشن پاس ہو گیا ۔ شیخ مسعود صادق صاحب بھی اس وقت تھے ان کا نام بھی ووٹ کی فہرست میں درج

ہے ۔ پھر یہ کہتے ہیں ہم اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور جو سندھی ہیں وہ اس کو ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ جناب والا ۔ جو کچھ ہم لوگوں کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں ۔ ہم چھوٹے صوبے والوں کے لئے مصیبت ہے ۔ بلوچستان کو دیکھا جائے ۔ قلات ڈویژن کو دیکھا جائے ۔ وہاں مینگل قوم کے اوپر کتنی گولیاں چل رہی ہیں اور ہوائی جہاز کے ذریعہ بمبارٹ منٹ ہو رہی ہے ۔ ان کا اناج بھی بندہ ہے ۔ ہمارے دادو ڈسٹرکٹ کے ساتھ ان کا بارڈر ملتا ہے ۔ ایک طرف قلات ہے اور ایک طرف دادو ڈسٹرکٹ ہے اور درمیان میں پہاڑ ہے وہاں ٹنڈو رحیم خان اور ڈیرہ جمالی مشہور شہر ہیں ۔ وہاں پولیس اور ملٹری بیٹھی ہے تاکہ کوئی آدمی بارڈر سے گذر کر ایک طرف سے دوسری طرف نہ چلا جائے ۔ سردیوں کے موسم میں بروہی قوم قلات سے سندھ کے علاقے میں آتی ہے اور یہاں سے محنت مزدوری کر کے اناج وغیرہ خرید کر لے جاتے ہیں ۔ اب ان غریبوں کو اپنے وطن چھوڑا نہیں جاتا ہے ان کو واپس کیا جا رہا ہے ۔ یہ چھوٹے صوبوں کے ساتھ مہربانی ہے ۔ کن کی ہے ؟ افسران کی ہے ۔ میں وزیر صاحب پر الزام نہیں لگاتا حکومت ساری کی ساری افسران کی ہے ۔ وزرا کچھ نہیں ہیں یہ افسران کے کٹ پتلی ہیں ۔ یہ شو بوائے ہیں ۔

جناب والا ۔ سندھ چھوٹے صوبے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے ۔ ٹیکس پر ٹیکس لگایا جاتا ہے ۔ غلام محمد بیراج میں بیٹرمنٹ ٹیکس لگایا ہے ۔ پہلے ٹیکس ابھی ختم نہیں ہوئے مزید اور ٹیکس لگا رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ آبیانہ اور ریونیو پر سر چارج لگایا گیا ہماری اپنی اقتصادی حالت ختم ہو رہی ہے ۔ ہم زبان سے بھی نہیں بول سکتے ۔ ون یونٹ کی وجہ سے ہم کو کیا فائدہ ہو رہا ہے ۔ اس کی وجہ سے ہمیں یہ تمام مصیبتیں ہیں ۔ اس لئے ملک قادر بخش صاحب نے کھل کر پنجابی تاثر ظاہر کیا ہے کہ ہم نے ۴۷ کروڑ روپیہ پنجاب میں سیم اور تھور پر خرچ کیا ۔

پنجاب میں سیم اور تھور کو ختم کرنے کے لئے ۳۰ کروڑ روپیہ اور خرچ کر رہے ہیں ۔ لیکن سندھیوں کے لئے ایک کوڑی تک بھی خرچ نہیں کیا ہے ۔ غلام محمد بیراج اور نواب شاہ ضلع کے شہروں میں سیم ہے اگر اس کے متعلق ان کو کہا جائے کہ اس کو ختم کیا جائے تو کہتے ہیں تجویز زیر غور ہے ۔ باہر افسران کو بلائیں گے ۔ امریکہ سے ماہرین آئیں گے ۔ ان سے مشورہ کریں گے تب تک ہم ختم ہو جائیں گے ۔

اس کے علاوہ عرض ہے کہ سروس میں بھی ہمیں کچھ نہیں دیا گیا۔ وہاں اے ۔ ڈی ۔ سی (ایگریکلچر ڈیولپمنٹ کارپوریشن) ہے جس کے ذمہ غلام محمد بیراج اور گدو بیراج کی زمینیں ہیں ۔ اگر آپ وہاں دیکھیں تو معلوم ہوگا چپڑاسی سے چیئرمین تک کوئی سندھ کا آدمی نہیں ہے ۔ کیا سندھیوں کا حق نہیں ہے ۔ زمین سندھیوں کی ہے ۔ آپ اسے نیلام کر کے روپیہ وصول کرتے ہیں پھر بھی ان کو نوکریوں میں بھیجنے کا حق نہیں ہے ۔ ان کی آفیسوں کی دو برانچیں ہیں ایک سکھر میں ہے اور دوسری حیدرآباد میں ہے ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی کے چارج میں ہیں وہاں بھی ایک آدمی سندھ کا سروس میں نہیں ہے ۔

جناب والا۔ اے ۔ ڈی ۔ سی کو پیڈے کا جو بیج تقسیم کرنے کے لئے دیا جاتا ہے اس کے دام بازار سے زیادہ ہیں ۔ بازار میں پٹڈی ساڑھے دس روپیہ فی من ہے اور یہ ساڑھے بارہ روپیہ فی من پیڈی دیتے ہیں ۔ بوری سمیت اس کا وزن ایک من ۳۵ سیر ہوتا ہے اور وہ دو من کی قیمت وصول کرتے ہیں ۔ اگر ان کو اس کے متعلق کہا جائے تو کہتے ہیں یہ آپ کی مرضی ہے لینا ہے تو لے لیں ۔ جناب والا ۔ ایک من ۳۵ سیر پیڈی ساڑھے بارہ روپیہ کے حساب سے دیتے ہیں ۔ دو روپیہ بوری کی قیمت وصول کرتے ہیں ۔ یہ پبلک کو حکومت سستی قیمت پر بیج دیتے ہیں ؟ یہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے ! کاشتکاری بڑھانے کے لئے اچھی قسم کا

بیج کاشتکاروں کو سستا ملنا چاہئے ۔ فرٹیلائیز کے متعلق ملک قادر بخش صاحب نے فرمایا ہے کہ ۸ روپیہ فی بوری ہم نے قیمت مقرر کی ہے ۔ میں نے محکمہ زراعت سے خود دریافت کیا وہ کہتے ہیں ہمارے پاس نہیں ہے ۔ یونین کونسل کے پاس ہوگا ۔ یونین کونسل والے کہتے ہیں ہمارے پاس نہیں بھی ہے ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی کے پاس گئے وہ کہتے ہیں ہمارے پاس بھی نہیں ہے ۔ آپ کہتے ہیں فرٹیلائیز مل رہا ہے ۔

جناب والا ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ سابقہ بلوچستان ۔ سرحد اور سندھ میں کوئی سندھی یا پٹھان ڈپٹی کمشنر یا سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نہیں ہے ۔ سارے ادھر سے گئے ہیں ۔ ہمارے پی ۔ سی ۔ ایس آفیسر بہت ہیں جن کی ابھی تک کنفرمیشن نہیں ہو رہی ہے اگر حکومت سے پوچھا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے ''کیس زیر غور ہے'' وہاں سے ایک سیکرٹری میاں نصیر احمد تھا جس نے سندھیوں کو تباہ کیا اور ان کے پروموشن بند کر دئے ۔ خدا نے اس کو نکالا اب پھر اس کو پبلک سروس کمشن کا چیئرمین بنا کر بھیج دیا گیا ہے ۔ ایسے وہ سندھیوں کو اور بھی کافی نقصان پہنچائے گا ۔

پولیس کی حالت یہ ہے کہ پنجاب کا کوٹہ ۱۴ ہے لیکن اسے ۲۹ آسامیاں دی گئی ہیں ۔ اس کے مقابلے میں سندھ کا سات ہے ۔ مگر اسے گیارہ ملی ہیں کیا آپ کے نزدیک یہی انصاف ہے ۔ کیا آپ اسی کو انصاف کہیں گے ۔ کیا چھوٹے صوبوں کے ساتھ آپ ایسے ہی انصاف کرنا چاہتے ہیں ۔

ہمارے پریذیڈنٹ صاحب اور گورنر صاحب نے کئی مرتبہ آفیسروں کو ہدایات دی ہیں کہ تم پبلک کے خادم ہو ۔ لیکن وہ اپنے آپ کو خادم نہیں سمجھتے بلکہ حاکم شمار کرتے ہیں ۔ اور ویسے ہی حاکم سمجھتے ہیں جیسے کہ وہ انگریزوں کے وقت میں سمجھا کرتے تھے ۔

Mr. Speaker: Two minutes more.

حاجی عبدالمجید جتوئی۔۔جناب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ آج میں بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ مرحوم قائداعظم ۔ مرحوم لیاقت علی اور سردار نشتر مرحوم اور دیگر حضرات زندہ نہیں ۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو آج وہ بھی ان آفیسروں کی وجہ سے جیل میں ہوتے ۔ باہر ہرگز نہ ہوتے ۔ آپ نے دیکھا ہے کہ مس فاطمہ جناح کے ساتھ ان کی تقریر کے سلسلے میں کتنی زیادتی ہوئی ہے ۔ اور مسٹر عبدالوحید خان نے اس کے متعلق کیا کچھ کہا ہے ۔ یہ بالکل ویسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ معاویہ کے ساتھ ہوا ۔ جس پر خنجر اور تلواریں چلائی گئیں ۔ آج ویسی حالت یہاں بھی ہے ۔ جس نے پاکستان بنایا ۔ یہ لوگ آج اسی پر تلواریں چلا رہے ہیں ۔ یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی . . . .

وزیر خوراک و زراعت۔۔۔ وہ جتوئی قوم تھی ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی۔۔۔وہ بھی آپ جیسی قوم تھی ۔ چنانچہ کعبتاللہ پر گولی بھی آپ لوگوں نے چلائی ۔ آپ کا تو ایک نبی بھی علیحدہ ہی آیا ہے ۔ سندھ میں ایسا کوئی نبی نہیں آیا ۔ وہ صرف یہیں آیا ہے ۔

تو جناب یہ حالت ہے آج ہمارے چھوٹے صوبوں کی ۔

ہمارے ہاں P. C. S. افسران رو رہے ہیں ۔ ان کو آج تک کوئی Selection Grade نہیں ملا ہے ۔ دراصل ان کو کچھ بھی نہیں ملا ۔ آخر یہ سب ظلم ہمارے ساتھ کیوں ہو رہے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم پر یہ سب ظلم پرانے P.S.P. اور C.S.P. افسران کر رہے ہیں ۔ وہ نئے C.S P افسران کو بھی یہی سبق دے رہے ہیں کہ تم حاکم بن کر چلو ۔ خدا کے لئے ان حاکموں کو ختم کرو ۔ ان لوگوں کی اصلاح کرو ۔ اور ہمارے چھوٹے صوبوں کے لوگوں پر یہ ظلم و ستم بند کرو ۔

جہاں تک سیم اور تھور کا تعلق ہے ۔ گذارش یہ ہے کہ یا تو اس کا خاطر خواہ طریق پر بندوبست کریں ۔ ورنہ ایک یونٹ کو ختم کر دیں ۔ تاکہ سب لوگ الگ الگ اپنی اپنی جگہ جا کر بیٹھ جائیں ۔ اور اپنا صوبہ سنبھالیں ۔

جناب والا ۔ جب میں نے ۱۹۵۷ کی Debate پڑھ کر سنائی تھی تو اس وقت ملک صاحب ہاؤس میں حاضر نہ تھے ۔ اب تشریف لے آئے ہیں ۔ تو میں ان کی خدمت میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لیڈر صاحب نے ایک موقع پر One Unit کو ختم کرنے کے لئے ووٹ دیا تھا ۔

مسٹر عبدالرازق خان (مردان-۳) جناب سپیکر-سال ۶۵-۱۹۶۴ کے میزانیہ میں جو خصوصیت مجھے نظر آتی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ ۶۳-۱۹۶۲ کا بجٹ جب ہمارے وزیر خزانہ نے اس معزز ایوان کے سامنے پیش کیا تھا تو چھوٹے یونٹوں اور پس ماندہ علاقوں سے تعلق رکھنے والے معزز ممبران نے اس پر سخت تنقید کی تھی ۔ اور اس میں انہوں نے جن خامیوں کی طرف وزیر خزانہ کی توجہ دلائی تھی ۔ وہ یہ تھیں کہ ایک یونٹ کے قیام سے قبل ہمارے علاقوں میں زیادہ روپیہ خرچ کیا جاتا تھا ۔ اور ایک یونٹ کے قیام کے بعد اس ترقی کی رفتار سست ہو گئی ہے ۔

اس کے علاوہ یہ بھی عام شکایت تھی کہ جو علاقے غیر ترقی یافتہ ہیں ۔ ان کے ساتھ یونٹ کے قیام سے پہلے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ان کو دیگر ترقی یافتہ علاقوں پر ترجیح دی جائیگی ۔ اور وہ زائد آمدنی جو ترقی یافتہ علاقے پیدا کرتے ہیں اس کا کچھ حصہ غیر ترقی یافتہ علاقوں پر خرچ کیا جائیگا ۔ یہ ایک نہایت پر زور مطالبہ تھا اور ایک بہت بڑی غلط فہمی تھی ۔ اور بجٹ کے اعداد و شمار یا بجٹ کے white paper وغیرہ اس امر

کی کوئی تشریح نہ کرتے تھے ۔ چنانچہ اس صورت حال سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہمارے یہ خدشات درست بھی ہیں یا نہیں ۔

جناب والا۔۶۴-۱۹۶۳ کے بجٹ میں معزز وزیر خزانہ نے ایک نہایت ہی مفید اور اہم تبدیلی اس بجٹ پیش کرنے میں کی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر سیکٹر میں ہر ریجن کیلئے جس جس مد میں جتنے پیسے تھے ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل سے اس ایوان کو مطلع کیا ہے ۔ جس سے ہمیں پتہ چل گیا کہ ایک یونٹ کے قیام سے پہلے ہمارے علاقائی بجٹوں میں ترقیاتی پروگراموں کیلئے کتنے پیسے ہوتے تھے اور اب اسکے بعد کتنے پیسے رکھے گئے ہیں ۔ تو اس سے بات بالکل صاف ہو گئی ہے ۔ اور وہ غلط فہمیاں جو غلط اطلاعات کی وجہ سے تھیں ۔ وہ رفع ہو گئی ہیں ۔

جناب والا۔اس بجٹ میں جس کی تعریف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا ۔ جس چیز کو کہ ۶۴-۱۹۶۳ کے بجٹ میں ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا اسے اس بجٹ میں بھی برقرار رکھا گیا ہے ۔ چنانچہ اس بجٹ کو دیکھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ پشاور ریجن کے ترقیاتی پروگرام کیلئے کتنے پیسے رکھے گئے ہیں ۔ سابق سندھ کیلئے کتنے ہیں ۔ بلوچستان کیلئے کتنے ہیں اور سابق پنجاب کیلئے کتنے ہیں ۔ اسی طرح ان کی آمدنی کا اندازہ بھی نہایت اچھے طریقے سے ہو جاتا ہے ۔ لہذا اب اس غلط فہمی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی ۔

جناب والا۔بجٹ میں دو تین چیزوں کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے ۔ اور یہ نہایت ہی اچھی بات ہے ۔ ایک تو یہ کہ یہاں ایک بہت بڑی رقم provincial سکیموں کیلئے رکھی گئی ہے جسکا بہت بڑا حصہ water and power development کی مد پر

خرچ کیا جائیگا ۔ جس سے صوبے بھر میں سیم اور تھور کا خاتمہ ہو گا ۔ نئی نئی زمینیں زیر کاشت آئینگی ۔ بڑے بڑے barrages تعمیر ہونگے اور اراضیات کو زیر کاشت لانے کیلئے بڑے بڑے منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچیں گے اور ان میں مزید ترقی ہو گی ۔

اسکے علاوہ برقی قوت میں بھی اضافہ ہو گا ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کردوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ برقی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ اور واپڈا نہایت ہی مفید کام سر انجام دے رہا ہے ۔ نیز وہ امور جو ہم واپڈا کے بغیر پانچ سال میں بھی بمشکل پایہ تکمیل کو پہنچا سکتے ۔ واپڈا کی وجہ سے وہ ایک سال ۔ ڈیڑھ سال اور دو سال میں پورے ہو رہے ہیں ۔ اور یہ واقعی بڑی خوشی کی بات ہے ۔ لیکن یہاں میں جناب وزیر صاحب کی توجہ بجلی کے نرخوں کی طرف دلاؤنگا ۔ بجلی کے نرخوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ۔ اور اس کے متعلق سابق صوبہ سرحد کے لوگ بڑے شاکی ہیں ۔ جب ایک یونٹ کا قیام ابھی عمل میں نہ آیا تھا تو وہاں بجلی سستی تھی لیکن اب مہنگی کر دی گئی ہے ۔

علاوہ ازیں زراعت کی اغراض کیلئے جو بجلی کا استعمال ہوتا ہے ۔ اس پر عجیب قسم کی پابندیاں لگا دی گئی ہیں ۔ مثلاً اگر بجلی کی ایک لائن کسی کنویں میں موٹر لگانے کیلئے لے جائی جاتی ہے تو اس پر اب یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ لوگ اس سے پہلے یہ تسلی دلائیں کہ وہ سالانہ آمدنی کا ۱۵ فیصد ضرور ادا کرینگے ۔ یا ان سے پیشگی رقم مانگی جاتی ہے ۔ تو اس قسم کی پابندیوں سے ترقی کی رفتار کچھ سست پڑ گئی ہے ۔ اگر اس کی طرف بھی توجہ دی جائے تو مناسب ہو گا ۔

جناب والا۔تعلیم کی ترقی قابل ستائش ہے اور اساتذہ کی نئی تنخواہوں کا اجرا ایسے معاملات ہیں جن پر میں تبصرہ نہیں کر سکتا کیونکہ وقت کم ہے۔ تاہم میں یہ ضرور کہونگا کہ اس بجٹ میں ان امور کیلئے جو رقم مخصوص کی گئی ہے وہ بہت کافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے اپنے ضلع میں اتنی زیادہ تعداد میں پرائمری سکول دئے گئے ہیں کہ ہم نے وہ واپس کر دئے ہیں کیونکہ وہاں ان کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ صوبے میں تعلیمی ترقی کیلئے یہ حکومت کسقدر کوشاں ہے۔ لہذا اس کیلئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ نہایت مناسب ہے۔

جناب والا۔میں کوئی زیادہ وقت زراعت کی مد پر لینا نہیں چاہتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک کی معشیت کا دارومدار زراعت پر ہے اور ہمارے ملک کی ۸۵ فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔ اور ان کا ذریعہ معاش صرف اس بات پر ہے کہ وہ کھیتوں میں کاشت کریں اور ان کی پیداوار پر اپنی زندگی بسر کریں۔ اگرچہ زراعت کی مد میں کافی رقم رکھی گئی ہے۔ لیکن اس کی ترقی کیلئے جو منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ مجھے اس سے اختلاف ہے۔ میں اس سلسلے میں وزیر زراعت صاحب کی خدمت میں اعداد و شمار پیش کرتا ہوں۔

جناب والا۔مارشل لا کے نفاذ کے بعد Land Reforms in West Pakistan کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع ہوا تھا جس میں یہ اعداد و شمار پیش کئے گئے تھے کہ مغربی پاکستان کا کل رقبہ ۱۹ کروڑ ۸۲ لاکھ اور ۳۰ ہزار ایکڑ ہے۔ اس میں سے سروے شدہ رقبہ ۱۰ کروڑ ۹ لاکھ ۹۳ ہزار ایکڑ ہے۔ اور غیر سروے شدہ رقبہ ۹ کروڑ ۳۵ لاکھ اور ۳۷ ہزار ایکڑ ہے۔

جناب والا ۔ اس میں جو آبپاش رقبہ یعنی جس میں آبپاشی ہوتی ہے وہ ۲۴۰ لاکھ ایکڑ ہے اور آباد رقبہ بہ شمول بارانی ۳۹۳ لاکھ ایکڑ ہے ۔ اس کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے ۔

رقبہ ۔	تعداد مالکان زمین
ایک سے ۵ ایکڑ تک ۔	۳۲۶۶۰۰۰
۵ سے ۲۵ تک ۔	۱۴۵۲۰۰۰
۲۵ سے ۱۰۰ تک ۔	۲۸۰۰۰۰
۱۰۰ سے ۵۰۰ تک ۔	۵۷۲۸۷

۵۰۰ ایکڑ والوں پر لینڈ ریفارمز کا اثر پڑتا ہے ۔ ۵۰۰ یا اس سے زائد رقبہ رکھنے والوں کی تعداد ۶۰۶۱ ہے ۔

اس وقت جو ترقی ہو رہی ہے اس کیلئے کوشش کی گئی ہے ۔ اس کا فائدہ بڑے بڑے زمینداروں کو پہنچ رہا ہے ایک ٹریکٹر اس وقت بیس پچیس ہزار روپیہ میں ملتا ہے اور بل ڈوزر کی قیمت چالیس ہزار روپیہ ہے ۔ ان اعداد و شمار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مزروعہ رقبہ کے چھوٹے مالکان زیادہ ہیں ۔ اس لئے ان کے لئے چھوٹے ٹریکٹر منگانے کے لئے زر مبادلہ مخصوص کیا جائے ۔ معلوم ہوا ہے کہ چار پانچ ہزار روپیہ میں ایک چھوٹا ٹریکٹر مل سکتا ہے اور جرمنی سے یہ ٹریکٹر منگائے جا سکتے ہیں یہ ٹریکٹر چھوٹے زمیندار منگا کر استعمال کر سکتے ہیں ۔ اور اپنی پیداوار میں اضافہ کر سکتے ہیں اگر اس طرح تمام مزروعہ رقبہ زیر کاشت آ جائے تو غلہ کی پیداوار بڑھ سکتی ہے ۔ اور پاکستان کی مشکلات کا ازالہ ہو سکتا ہے ۔

مسٹر مسعود صاحب نے nipa میں یہ بتایا تھا کہ

۳۰ لاکھ مزارعین ایسے ھیں جن کے پاس اچھی زمینیں نہیں ھیں جو یا تو کسی کی زمینیں کاشت کرتے ھیں ۔ یا انہوں نے بٹائی پر حاصل کی ھوئی ھیں ۔ یا وہ معاوضہ لیتے ھیں ۔ کیا ان مزارعین کے لئے بجٹ میں کوئی رقم مخصوص کی گئی ھے ۔ اور آیا ان کی بہبود کے لئے آپ کے پاس کوئی پروگرام ھے ۔ اس امر کا بجٹ میں کوئی ذکر تک نہیں ھے ۔

جہاں تک بیراجوں کی زمینیں ھیں وہ زیادہ تر نیلام کی جاتی ھیں ۔ اس لئے وہ غریب مزارعین نیلام میں نہیں لے سکتے اور نہ ھی ان کا کوئی اثر و رسوخ ھے کہ اپنے نام زمینیں الاٹ کرا سکیں ۔ اب میں یہ دریافت کرنا چاھتا ھوں کہ ان مزارعین کے لئے آپ نے کیا منصوبہ بنایا ھے ۔ جن کے پاس زمینیں نہیں ۔ جن کی گذر اوقات بے حد مشکل ھے اور وہ نیم فاقہ کشی کی حالت میں ھیں ۔ میں سمجھتا ھوں کہ ترقی کے تمام منصوبوں میں بڑے زمینداروں کی بجائے چھوٹے زمینداروں کا زیادہ حق ھے ۔

جناب والا ۔ اب میں صنعتوں کا ذکر کروں گا ۔ یہ عجیب بات ھے کہ پاکستان صنعتی ملک نہیں تھا ۔ خان لیاقت علی خان کے دور وزارت میں آپ سب کو یاد ھوگا کہ صنعتیں بہت کم تھیں ۔ اس کے باوجود ھر چیز ایک مناسب قیمت پر ملتی تھی اس کے بعد ٹیکسٹائل انڈسٹری کے اتنے زیادہ کارخانے بنائے گئے ھیں کہ اب یہ فیصلہ کیا گیا ھے کہ اس سے زیادہ کپڑا بنانے کے کارخانے نہ بنائے جائیں ۔ یہاں جو کپڑا بنتا ھے ۔ وہ ملک کی ضرورت سے زیادہ ھے ۔ اور ایکسپورٹ کیا جاتا ھے ۔ پھر کپڑے کی قیمت اتنی زیادہ ھے اور میں سمجھتا ھوں کہ

اس کی تمام ذمہ داری حکومت پر آتی ہے ۔ حکومت کے تمام اہل کار سرمایہ داروں کے زیر اثر ہیں اور ان کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھانے سے گھبراتے ہیں ۔ میں آپ کو اس بات کی تسلی دیتا ہوں کہ ان کارخانہ داروں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے گی تو اس صوبہ کے ۵ کروڑ عوام آپ کے ساتھ ہوں گے ۔ (تالیاں)

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس ملک سے روئی باہر امریکہ جاتی ہے اور وہاں سے جو کپڑا بن کر آتا ہے و پاکستانی کپڑے سے آدھی قیمت پر بکتا ہے ۔ جب تک آپ اس کے لئے کوئی مضبوط قدم نہیں اٹھائیں گے حالات کبھی اچھے نہیں ہوں گے ۔ یہ جتنے بڑے بڑے سرمایہ دار اور کارخانہ دار ہیں آپ کو ان کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان کو آپ کی ضرورت ہے ۔ اور یہ آپ سے مفادات حاصل کرتے ہیں ۔ خدا کے لئے غریب عوام کے مفاد کے لئے اور پاکستان کی حفاظت کے لئے ٹیکسٹائل انڈسٹری کو راہ راست پر لائیں ۔ اور کپڑے کو سستا کریں ۔ اس کے بعد میں سیمنٹ کے متعلق عرض کروں گا ۔ میں اسے بلیک تو نہیں کہوں گا ۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اگر آپ کو ایک ہزار بوری کی ضرورت ہے تو ۱۲ یا تیرہ روپیہ فی بوری کے حساب سے جتنی چاہیں آسانی سے مل سکتی ہیں ۔ لیکن اگر آپ چاہیں کہ مقررہ قیمت یعنی ساڑھے سات روپیہ فی بوری حاصل کرتا تو آپ کو ایک بوری بھی نہیں مل سکتی ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ حکومت کو اس انڈسٹری پر کنٹرول نہیں اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اس قدر نالاں ہیں ۔ حکومت کو چاہئے کہ اس طرف فوری توجہ دے ۔ اور عوام کو مارکیٹ میں سیمنٹ مل سکے ۔ یہ ماننا پڑے گا کہ حکومت کا مناسب کنٹرول نہیں اور اس لئے عوام کو بہت مہنگے داموں سیمنٹ مل رہا ہے ۔ سیمنٹ کا ایک کارخانہ P.I.D.C. کے تحت چل رہا

ہے ۔ میرے ایک سوال کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ Zeal Pak کو دو کروڑ کا نقصان ہوا ہے ۔ حیرانی کی بات ہے کہ سیمنٹ کی فیکٹری کو دو کروڑ کا نقصان ہوا ہے ۔ اس وقت پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب نے کہا تھا کہ جو اعداد و شمار ہیں وہ افسوس ناک ہیں ۔ جب ان کی تفصیل مانگی گئی تو وہ کچھ نہ بتا سکے ۔

P. I. D. C. کے کار خانوں کو حکومت چلاتی ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت کے خزانہ سے اس مد میں جتنی رقم لگی ہوئی ہے آیا اس سے فائدہ ہو رہا ہے یا نقصان ہو رہا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے اس میں صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کی سازش ہے ۔ اور وہ قومی ملکیت یا کواپریٹو طریقہ پر چلنے والے کارخانوں کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

مواصلات کے متعلق میں یہ عرض کروں گا (جنیجو صاحب اس وقت یہاں نہیں ہیں) ۔ کہ ہمارے وزراء صاحبان کو ان کی تقلید کرنی چاہئے اور میں اس کی سفارش کروں گا ۔ انہوں نے communication and works کے سلسلہ میں ۱۹۶۴-۶۵ء کے بجٹ کے لئے تمام ڈویژنوں کا دورہ کیا ۔ اور تمام ایم پی اے حضرات خواہ ان کا تعلق گورنمنٹ سے تھا یا آپوزیشن سے ۔ کمشنر ۔ ڈپٹی کمشنر اور پولیٹکل ایجنٹ صاحبان سے ملے ۔ مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ۱۹۶۴-۶۵ء میں کون کون سی سڑکیں بنا رہے ہیں ۔ انہوں نے سب کے خیالات سنے اور واقفیت حاصل کی ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ مواصلات کے سلسلہ میں جو جو منصوبے بنائے گئے ہیں ۔ ایوان کے تمام ممبران ان سے مطمئن ہیں ۔ میرے علاقے کی ایک سڑک بھی اس میں آئی ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ مواصلات کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے ۔ وہ ناکافی ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جب تک سڑکوں کی تعمیر کی طرف اور زیادہ توجہ نہیں دی جاتی اس وقت تک ترقی کے راستے نہیں کھل سکیں گے ۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ ہاؤس بلڈنگ کی رقم بھی ناکافی ہے ۔ جب تک ہر

پاکستانی شہری کو اور یہاں کے ہر ایک رہنے والے کو مکان مہیا کرنے کا انتظام نہیں کرتے اور پانچ دس سال کا منصوبہ نہیں بناتے جس کے تحت ہر پاکستانی کو مکان مہیا ہو جائے۔ اس وقت تک آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جناب والا۔ ایک اور گذارش کروں گا وہ یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے یہ بہت اچھی بات ہے لیکن ہم نے ہر دفعہ اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں کم ہیں۔ ان کو زیادہ کرنے کے لئے حکومت کو ضرور سوچنا چاہئے۔ آج کل زندگی کی ضروریات اس قدر زیادہ ہیں۔ کہ اگر ان کی تنخواہوں کے مسائل پر غور و فکر نہ کیا گیا تو حالات اس سے بھی زیادہ مشکل ہو جائیں گے۔ ان کی تنخواہوں میں اتنا اضافہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ جس سے وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔ موسم کے لحاظ سے کپڑے پہن سکیں اور بیماری کی حالت میں ان کے بچوں کو طبی سہولتیں میسر آ سکیں۔

بابو محمد رفیق (لورا لائی۔ ژوب۔ کوئٹہ)۔ جناب سپیکر۔ میں فینانس منسٹر فائننس سیکرٹری اور اس کے عملے کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ یہ بجٹ پسماندہ علاقوں کے لئے ہے۔ اور خاص طور پر مجھے خوشی ہے۔ کہ کوئٹہ اور قلات ڈویژن کے علاقوں میں ترقی کے لئے ۸۸ لاکھ کا اضافہ کیا گیا ہے اور یہ قابل تحسین بات ہے اور مجھے خوشی ہے بجٹ میں پسماندہ علاقوں کے لئے رقم تو مہیا کی جاتی ہے۔ لیکن ان محکموں سے شکوہ بھی ہے کہ وہ رقم صحیح طور پر خرچ نہیں کرتے اس لئے میں فائننس ڈیپارٹمنٹ اور پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے گذارش کروں گا۔ کہ وہ جتنی بھی سکیمیں منظور کریں اور اس کے لئے رقم مہیا کریں۔ تو اس چیز پر بھی نظر رکھیں کہ یہ رقم واقعی ان سکیموں

پر خرچ بھی ہو رہی ہے یا نہیں ۔ اگر خرچ کرنے کے سلسلے میں یہ check نہ رکھا گیا تو ترقی صحیح معنوں میں نہیں ہو سکتی ۔

اب میں چند محکموں کے غور کے لئے کچھ گذارشات کروں گا ۔ پہلے میں محکمہ زراعت اور زراعت کے وزیر صاحب سے گذارش کروں گا کہ پچھلے سال کے بجٹ میں تقریباً ۱۳ کنویں کوئٹہ قلات ڈویژن میں لگانے تھے جس میں سے ابھی تک ایک یا دو کنویں بھی مکمل نہیں ہوئے ہیں ۔ ٹریکٹرز خریدنے کے لئے مسلسل دو سال سے رقم مہیا کی جا رہی ہے ۔ اور اسی طرح اور جو رقمیں مہیا کی جاتی ہیں وہ خرچ نہیں کی جاتی ہیں ۔ کوئٹہ ورکشاپ میں چھ افسروں کی بجائے صرف ایک افسر کام کر رہا ہے ۔ بیچارے زمینداروں نے دو دو سال ہو گئے ہیں ۔ کہ رقم جمع کروائی ہے ابھی تک وہ کنویں مکمل نہیں ہو سکے ۔ اور اس سال بھی بجٹ میں ۸ لاکھ روپیہ اس کے لئے رکھا گیا ہے ۔ وہ کیسے خرچ ہو گا ۔

ہمارے پچھلے دو سال کی مختلف گذارشات پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے ۔ اور ایریگیشن کے سلسلے میں میں قاضی عبدالرشید سیکرٹری ایریگیشن جنہوں نے خود جا کر اس علاقے کا دورہ کیا اور مسٹر ترمزی سپرنٹنڈنٹ انجینئر کوئٹہ جس نے دن رات محنت کر کے ایریگیشن کے ان منصوبوں کو جو پہلے غلط بنے تھے اور رقم ضائع جاتی تھی صحیح طور پر اب شروع کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر اسی طرح کام ہوتا رہا تو انشاء اللہ یہ علاقہ کافی ترقی کرے گا ۔ ضرورت ہے کہ اس علاقے میں نئی کاریزیں کھودی جائیں کنویں لگائے جائیں اور فیلڈ کنٹرول کی سکیمیں تیار کی جائیں ۔ حکومت نے اس علاقے کا سروے سرکل قائم کر کے اس علاقے کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے ۔

محکمہ تعلیم نے پچھلے سال لورالائی میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولا تھا

اور یہ تسلی بخش طریقہ پر کام کر رہا ہے ۔ میری گذارش ہے کہ تیسرے پنج سالہ منصوبے میں اس کو اور فورٹ سنڈیمن کے کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دے دیا جائے ۔ پچھلے بجٹ میں لورالائی میں ایک انڈسٹریل سکول قائم ہونے کے لئے رقم مہیا کی گئی تھی لیکن خوش قسمتی یا بد قسمتی سے یہ سکول انڈسٹریز محکمہ سے محکمہ تعلیم کو ٹرانسفر ہو گیا لیکن یہ سکول اب تک نہیں کھلا ہے اور وہ رقم اس سال surrender ہو گئی ہے میں وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ کہ کم سے کم جو اگر کوئی وعدہ کریں تو اس کو پورا کیا کریں ۔

لورالائی پشین اور قلعہ سیف اللہ میں پینے کا پانی مہیا کرنے میں بیگم صاحبہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہیں نے پسماندہ علاقہ میں پانی کی اہم قلت محسوس کی اور اسے دور کرنے کی کوشش کی ۔ ان کی خدمت میں ایک اہم گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ لورالائی میں پچھلے سال کے بجٹ میں چار لاکھ روپیہ سول ہسپتال بنانے کے لئے رکھا گیا تھا لیکن اس میں ایک پائی بھی خرچ نہیں کی گئی ۔ پسماندہ علاقے جن کے لئے رقم مہیا کی جاتی ہے اگر وہ رقم خرچ نہ ہو تو اس کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے کیا وزیر صحت اس معاملے پر پھر سے غور کریں گے ۔

بنیادی جمہوریتوں کے ادارے کے سلسلے میں عرض ہے کہ پی ۔ ایل ۴۸۰ کے تحت جو ۱۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں وہ میرے خیال میں ترقی کی طرف ایک اہم قدم ہے اور اس رقم سے ان دور دراز علاقوں میں بھی جان پڑ گئی ہے جہاں کبھی کسی محکمہ سے بھی افسر نہیں جاتے تھے وہاں ترقی کے کام کئے گئے ہیں اور اس سے بیروزگاری دور ہو گئی ہے اور اگر کوئی اور محکمہ یہ روپیہ خرچ کرتا تو اتنی جلدی مکمل نہ کرتا اور کم سے کم ۳۰ کروڑ روپے ان سکیموں کو مکمل کرنے پر خرچ آتا ۔

اسی طرح کوئٹہ میں Low Temperature Corbruttation پلانٹ لگانے

کے لئے کئی لاکھ روپے کی سکیم تھی لیکن فنڈز مہیا ہونے کے باوجود اس پر کوئی عمل درآمد نہ ہو سکا اگر اس پر عمل درآمد کیا جائے تو اس سے وہاں کے عوام مستفیض ہوں گے ۔ ہم اپنے محبوب صدر محمد ایوب خان اور گورنر امیر محمد خاں کے بیحد مشکور ہیں کہ ان کی ہدایت پر کمشنر کوئٹہ ڈویژن مسٹر انور عادل نے اپنی انتہائی کوشش سے اس علاقہ کی ترقیات میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے انہوں نے اس وسیع علاقے کے دور دراز مقامات کا موقعہ پر جا کر معائینہ کیا اور لوگوں کی مشکلات کا اندازہ لگا کر وہاں پر ہی فیصلہ کیا ان کی خواہش ہے کہ اس علاقے کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے ۔

تحصیل لورالائی کے عوام کا تقاضا ہے کہ وہاں پر بندوبست کیا جائے پچھلے سال میرا ایک سوال تھا جس کے جواب میں وزیر مال صاحب نے فرمایا تھا کہ آئیندہ سال وہاں پر سیٹلمنٹ کا کام کیا جائے گا ۔ تو ہم امید کرتے ہیں کہ وہاں پر ہماری تکلیفوں کو دور کیا جائے گا ۔ لینڈ ریفارم کے تحت ڈکی تحصیل میں جو یونٹ وہاں مقرر کئے گئے ہیں وہ غلط ہیں اور امید ہے اس کی طرف آپ خاص توجہ دیں گے ۔

واپڈا کے بارے میں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لورالائی کا بجلی گھر سارے دن میں صرف ۸ یا ۱۰ گھنٹے چلتا ہے کئی بار متعلقہ وزیر صاحب کو توجہ دلائی گئی کہ اس علاقہ کی ضروریات کے مطابق اسے ۲۴ گھنٹے چلایا جائے لیکن اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ پچھلے سال سکیم بنائی گئی تھی کہ اس پاور ہاؤس کا extension کر کے لورالائی کے اردگرد ۵ میل کے علاقے میں بجلی دوسرے زراعتی مقاصد کے لئے بھی مہیا کی جائے لیکن وہ سکیم بھی ابھی تک جونہی پڑی ہوئی ہے میں متعلقہ وزیر صاحب سے گذارش کروں گا کہ اس بارے میں وہ کچھ ضرور غور فرمائیں فورٹ سنڈیمان اور قلعہ سیف اللہ میں بجلی گھر قائم کئے جائیں تاکہ وہ زراعتی ترقی کے لئے کام آ سکے ۔ اور کوئٹہ تھرمل سٹیشن کی بجلی

پشین تحصیل کے یارو اور دیگر علاقے جہاں کنوین زیادہ تعداد میں ہیں بڑھائی جاوے ۔

میر حاجی محمد بخش تالپور (تھرپارکر - ۱)۔صاحب صدر یہ بجٹ .....

Khanzada Taj Muhammad : On a point of order. How is it possible to catch your eye ?

Mr. Speaker : When the member's turn came, who was not in his seat.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی۔جناب انہیں نے آج اپنی سیٹ بدل دی ہے ۔

Khanzada Taj Muhammad : I have been sitting here since morning.

Mr. Speaker : The member was in the lobbies and I called Mir Sahib.

میر حاجی محمد بخش تالپور۔صاحب صدر جو بجٹ پیش ہوا ہے اس کی کتابیں اور فیگرز کو دیکھ کر اگر وہ صحیح ہیں تو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ واقعی ایک اچھا بجٹ ہے ۔ اور اس سال ۳۴ کروڑ روپے سابق سندھ کی ڈیولپمنٹ کے لئے رکھے گئے ہیں ۔

صاحب صدر۔اگر ۳۴ کروڑ کو چھوڑ کر ۲۵ کروڑ ہی رکھتے اور اس کو خرچ کرنے والے ہوتے تو میں زیادہ مبارک باد پیش کرتا ۔ بجٹ ملک و قوم کے ساتھ حکومت کا ایک وعدہ ہوتا ہے ۔ کہ ہم اس میزانیے کے مطابق جو رقوم رکھتے ہیں ۔ اس کو خرچ بھی کرنا ہے ۔ یہ دکھانے کے لئے نہیں ہوتا ۔ کہ اسکو خرچ نہ کیا جائے ۔ کیا ہی اچھا ہوتا ۔ کہ جیسے لیبٹ پاکستان گورنمنٹ کے فنانس منسٹر نے بتایا تھا ۔ کہ ہم نے اتنی رقم خرچ کی ہے ۔ اور اتنی رقم ہمارے پاس بچ گئی ہے ۔ اور اتنی رقم lapse ہو گئی ہے ۔ تو اسی طرح کم از کم ہمیں بھی بتا دیا جاتا ۔ کہ

اتنی رقم خرچ ہوئی ۔ اتنی بچ گئی ۔ اور اتنی lapse ہو گئی ہے ۔
میں اس کی تفصیل میں تو نہیں جاؤنگا ۔ صرف دو ایک مثالیں دونگا ۔
A.D.C. کی سکیم کے مطابق بیراج میں لینڈ
ڈیویلپمنٹ کیلئے ۷۵ لاکھ روپے رکھے گئے تھے ۔ لیکن اس سے
کچھ بھی خرچ نہیں ہوا ۔ اور وہ سارے کا سارا lapse ہو گیا ۔
اب میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں ۔ کہ اس میں A.D.C. کا قصور
ہے ۔ یا فنانس منسٹر کا قصور ہے ۔ جناب والا اگر میں غلط نہیں
ہوں ۔ تو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ سابقہ صوبہ سندھ میں کم از کم یہ
ہوتا ہے ۔ کہ بجٹ میں جتنی رقم رکھی گئی تھی ۔ اس میں
سے 40 % رقم بھی خرچ نہیں ہوئی ۔ اگر میں کچھ غلطی کر رہا
ہوں ۔ تو میری تصحیح کی جا سکتی ہے ۔ لیکن بڑے علاقہ کو
چھوڑ کر میں اپنے علاقے کے متعلق عرض کرونگا ۔ کہ گذشتہ سال
نو لاکھ روپے وہاں کی ڈیویلپمنٹ کے لئے رکھا گیا تھا ۔ لیکن
وہ خرچ نہیں ہوا ۔ اگر اس سال وہ چھوٹی سی رقم رکھتے یا
نہ رکھتے ۔ لیکن تین لاکھ روپے ڈیویلپمنٹ کیلئے رکھے گئے ہیں ۔
اور چھ لاکھ روپے اڑا دئے گئے ہیں ۔ جو وہ خرچ نہیں کر
سکتے ہیں ۔ جہانتک مجھے علم ہے ۔ اس رقم کیلئے ٹھیکیداروں نے
ٹینڈر بھی دیئے تھے ۔ لیکن وہ محکمہ فنانس میں آ کر پڑے رہے ۔
اور ابھی تک نہیں نکل سکے ۔ اور وہ رقم lapse ہو گئی ہے ۔
اسکے بعد میں ایک اور مثال دیتا ہوں ۔ کہ حکومت یہ رقم کیوں
lapse کراتی ہے ۔ ہمارے علاقے تھر میں ۴۵ پرائمری
سکولوں کے لئے فی سکول روپے ملے تھے ۔ بجٹ میں پروویژن
بھی تھی ۔ لیکن یہ رقم چھ مہینے رکھنے کے بعد فنانس کے محکمے
نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے پاس بھیجی ۔ وہ تین مہینے تک ڈائریکٹر
آف ایجوکیشن حیدر آباد کے پاس پڑی رہی ۔ انہوں نے نہ کسی

کو اطلاع دی - نہ کسی کو بتایا - انہوں نے تین مہینے کے بعد B.D کے محکمے کو بتایا - تو پھر انہوں نے کمپٹرولر کو بھیجا - دو مہینے پھر وہاں پڑا رہا تو گیارہ مہینے گذر گئے - اب ایک مہینہ رہ گیا ہے - اور اب تو بارشوں کا موسم ہے - اس میں تو انیٹیں بھی نہیں بن سکتیں - اسلئے یہ رقم اس سال lapse ہو جائیگی - آپ ان تھوڑی تھوڑی باتوں پر غور کریں - اسی طرح اور بھی جتنی رقوم ہیں - مثلاً میر پور خاص کے لئے satellite town کی جو رقم رکھی گئی ہے - وہ بھی lapse ہو جائیگی - نگر پارکر کی واٹر سپلائی کی سکیم کیلئے یا سکھر کے لئے - یہ سب رقم ابھی خرچ نہیں ہوئی - اور وہ بھی تقریباً lapse ہو گئی ہے - اسلئے میں یہ عرض کرونگا - کہ حکومت اس پر غور کرے - کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے - میں تو نہیں سمجھتا ہوں - کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے - کہ اس رقم کو خرچ نہ کیا جائے - لیکن میں سمجھتا ہوں - کہ ان سکیموں کو ہمارے محکمے والے اس طرح چلاتے ہیں - کہ یہ رقوم سال بہ سال lapse ہو جاتی ہیں - اور اس لئے پھر چھوٹے صوبے والوں کے شکوک بڑھتے ہیں - کہ شاید وہ یہ رقوم ہم پر خرچ نہیں کرنا چاہتے - اور صرف ہمیں دکھانے کیلئے یہ رقوم رکھتے ہیں - اسکا کوئی نہ کوئی سد باب ہونا چاہئے - جناب والا اس کے بعد میں پس ماندہ علاقوں کے متعلق کچھ عرض کرونگا - میں نے تو بہت غور کیا - ڈکشنری بھی دیکھی - گورنمنٹ کی کتابیں بھی دیکھیں - کہ آخر پسماندہ کا کیا مطلب ہے - اور اسے پسماندہ کیوں کہتے ہیں - اسکے لئے ہمارے آئین میں بھی رکھ دیا گیا ہے - کہ ہم پسماندہ علاقوں کو ترقی دیں - اور صدر صاحب اور گورنر صاحب بھی وقتاً فوقتاً کہتے ہیں - کہ ہم پسماندہ علاقوں کو ترقی دینگے -

اور ہم اسکے لئے کوشاں بھی ہیں اور ہماری حکومت کی بھی یہی پالیسی ہے ۔ کہ پسماندہ علاقوں کو ترقی دینی چاہئے ۔ لیکن میں نے بہت کوشش کی ہے ۔ کہ اور پسماندہ علاقوں کو تو خیرمیں نہیں دیکھ سکتا ۔ لیکن مجھے یہ تو پتہ ہو ۔ کہ کم از کم سابقہ سندھ میں کونسے پسماندہ علاقے ہیں ۔ لیکن وہ بھی مجھے نہیں مل سکے ۔ اور نہ ہی کسی محکمے میں اسکا پتہ چل سکا ہے ۔ کسی ایک محکمے نے نہیں ۔ بلکہ ہر محکمے نے کہا ہے ۔ اگر پسماندہ سے یہ مراد ہے ۔ کہ پکی سڑکیں ہوں ۔ پکے راستے ہوں ۔ ریلوے ہو ۔ بجلی ہو ۔ نہریں چلتی ہوں ۔ تو اس قسم کا پسماندہ علاقہ تو آپکو مل سکتا ہے ۔ لیکن اگر آپ کے نزدیک پسماندہ علاقے سے یہ مراد ہو ۔ کہ جہاں ذرائع زندگی تلخ ہوں ۔ جہاں کوئی بھی ذرائع زندگی نہ ہورہ اور ایسا علاقہ ہو ۔ جہاں ہمیشہ قحط پڑتا ہو ۔ جہاں بارش نہ ہو ۔ تو ایسے علاقے ہیں ۔ لیکن اسکے لئے کوئی خرچ یا ترقیاتی سکیمیں نہیں ہیں ۔ اس/سے مجھے شک پڑتا ہے ۔ کہ آیا یہ پسماندہ علاقہ ہے ۔ یا وہ علاقہ پسماندہ ہے ۔ جو نہری ہے ۔ جس پر کہ یہ زیادہ خرچ کر رہے ہیں ۔ تو میں کہتا ہوں ۔ کہ ہمارے سندھ/کے علاقے میں پسماندہ علاقہ کونسا ہے ۔ کہاں روپیہ خرچ کر رہے ہیں ۔ اور کیا کیا سکیمیں اس کے لئے بنائی ہیں ۔ میں یہ گذشتہ بجٹ میں بھی عرض کر چکا ہوں ۔ اور اب پھر/بھی عرض کرونگا ۔ کہ ہمارے سندھ میں تھور ڈیزرٹ اور کوہستان ایسے علاقے ہیں ۔ جہاں بارش نہیں ہوتی ۔ جہاں سکول نہیں ہیں ۔ جہاں پکے راستے نہیں ہیں ۔ بجلی نہیں ہے ۔ ریلوے نہیں ہے ۔ ہسپتال/کالج غرضیکہ کوئی بھی چیز نہیں ہے ۔ تو آپ اس علاقے کو کیوں ترقی نہیں دیتے ۔ اگر یہ کام نہیں کر سکتے ۔ تو کم از کم کوئی منسٹر صاحب

اس علاقے کو آ کر دیکھ/ تو لیں - یہی انکا بڑا احسان ہو گا - کہ بھئی انہوں نے یہ علاقہ تو دیکھ لیا ہے - اگر اور کچھ ان کے ہاتھ میں نہیں ہے - یہ تو انکے ہاتھ میں ہے/ اسکا تو انہیں T.A. بھی ملیگا - اگر سواری آپکو میسر نہ آ سکے - تو اونٹ کی سواری کا بندوبست بھی ہم کرینگے - میرے خیال میں سوائے محمد خان جونیجو کے/ اور کوئی منسٹر وہاں نہیں آیا ہے - آپ پسماندہ علاقے کو ترقی دینے کا جو وعدہ کرتے ہیں - یہ ویسے وعدہ ہی ہے - یا آپ اس وعدے پر عمل بھی کرتے ہیں - جناب والا ہمارے/ تھور ڈیزرٹ کا رقبہ نو ہزار مربع میل ہے - اور اس علاقے کی آبادی تین لاکھ ہے - اس میں کئی مسائل ہیں - اگر میں وہ تمام مسائل یہاں بیان کرنا شروع کروں - تو وہ ایک لمبی چوڑی داستان ہو گی - لیکن جو گذارشات میں مسلسل دو سال سے کر رہا ہوں - وہ یہ ہیں - کہ تھور ڈیزرٹ میں تین لاکھ کی آبادی کے لئے نہ تو کوئی مناسب ہسپتال ہے/ - نہ کوئی ہیلتھ سنٹر ہے - البتہ ایک تحصیل میں ایک ہسپتال ~~aided dispensary~~ ہے - اور اس کے لئے دو ہزار روپیہ ڈسٹرکٹ کونسل سے دوائیوں کے لئے لیا جاتا ہے - اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا - انہیں کم از کم ایک ہیلتھ سنٹر دیں - ہمیشہ یہ وعدہ کرنا کہ ہم یہ کرینگے - وہ کرینگے - اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے - اس کے علاوہ اگر آپ تعلیم کے لئے/ کچھ نہیں کر سکتے - تو ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہی دیدیں - بیگم صاحبہ نے تو وعدہ کیا تھا - لیکن اب پھر وزیر تعلیم سے اس کے متعلق کہا ہے - کیونکہ اب نئے منسٹر صاحب آئے ہیں - پسماندہ علاقوں کے لئے اور کچھ نہیں کرتے - تو اسکی تعلیمی حالت کو تو سدھاریں - ورنہ یہ کہنا کہ پسماندہ علاقوں کو ترقی دینا ہی حکومت کی پالیسی ہے - یہ کسی حد تک درست نہیں ہے -

ہم یہ نہیں کہتے ہیں ۔ کہ پسماندہ علاقے ترقی نہ کریں ۔ انکا بھی حق ہے ۔ لیکن انہوں نے گذشتہ سال بھی کہا تھا ۔ اور ایک سکیم امداد باہمی کی بنیاد پر بنائی تھی ۔ اور چولستان میں بھیڑ پالنے اور مویشوں کے فارم کیلئے تین لاکھ روپے رکھے تھے ۔ وہاں ۲۶ ہزار آدمی رہتے ہیں ۔ انکے لئے دو تین لاکھ روپے تو کم ہیں ۔ لیکن جہاں تین لاکھ آدمی رہتے ہیں ۔ اس کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا ہے ۔ میں نے اسکے متعلق بارہا سوالات بھی دئے ہیں ۔ کہ انہوں نے کیا قصور کیا ہے ۔ اور انہوں نے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے خود قبول کیا ہے ۔ کہ this is worst than choolistan

میں جناب یہ گذارش کروں گا کہ کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ کو کچھ فائدہ نہیں ملتا ۔ کم از کم ہم اپنے لئے کوئی سکیم چلائیں اور وہ ہماری ہمت افزائی کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذرا مشکل معاملہ ہے اور چند سکیمیں ایسی ہیں کہ جن کے بارہ میں ہمیں اکثر بتایا جاتا ہے کہ آپ کی سکیمیں نہیں بنتیں تو اس کے لئے میں یہ گذارش کر دوں کہ ہمارے ڈائریکٹر ایگریکلچر نے open vales کی سکیم بنائی ہے کہ وہ ایریا ایسا ہے کہ جو اس کے ذریعے آباد ہو جائے گا اور وہ سکیم تیار ہو کر آ گئی ہے لیکن اس بجٹ میں کوئی پروویژن نہیں رکھا گیا ۔ اگر ہے تو یہ کہہ دیں ۔ اسی طریقہ سے چھوٹی صنعتوں کے چیف زونل افسر نے سکیم تیار کر کے بھیجی تھی لیکن اسے بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ وہ کیوں نہیں کریں گے یہ مجھے پتہ نہیں ۔ جناب داستان تو بڑا لمبا ہے ۔ میں اس کا ایک علاج بتاتا ہوں اگر حکومت غور کرے تو وہ یہ کہ کمشنر صاحب سے بھی کہا تھا کہ وہ اس ایریا کے لئے ایڈ وائزری بورڈ بنا دیں جس میں ٹیکنیکل افسر اور دیگر آفیشلز اور نمائندگان قوم ہوں اور وہ باہمی صلاح و مشورہ سے کام کر سکیں اور اس میں گورنمنٹ کا کچھ خرچ

نہیں ہوتا اور شائد کچھ روپیہ بھی آیا تھا لیکن اسمبلی تک وہ carry out نہیں ہو سکا اور ابھی ہمارا بڑا لمبا داستان ہے ۔

Mr. Speaker : Two minutes more. There are 45 members who want to speak from the majority party and there are 680 minutes.

میر حاجی محمد بخش تالپور۔اچھا صاحب ۔ میں جلدی ختم کرتا ہوں ۔ تعلیم کے بارہ میں میں تھوڑا سا عرض کروں گا کہ وہاں کوئی کالج یا کوئی سکول نہیں ہے ۔ مہربانی کر کے کوئی انٹرمیڈیٹ کالج میٹھی میں قائم کر دیں اور دوسرا جناب عرض یہ ہے کہ اب پرائمری سکول وہاں قائم ہو رہا ہے لیکن کچھ خرچہ ابھی تک اس کے اوپر نہیں ہوا ۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر نگر پار کر میں ایک پرائمری سکول ہے جس کی چھت گری ہوئی ہے اور بچے نگر پارکر میں سایہ میں پڑے ہیں ۔ اس بارہ میں میں نے ایک سوال کیا تھا لیکن مجھے ایک غلط قسم کا جواب ملا کہ یہ یونین کونسل کی جوابداری ہے اور کہ گورنمنٹ کی جوابداری نہیں ۔ آپ اس سکول کی طرف خاص طور پر توجہ دیں اور میں یہ بھی گذارش کروں گا کہ thar desect میں جتنے علاقے ہیں وہاں کے لوگوں کے لئے ٹیکنیکل اور میڈیکل سکول مہیا کئے اور وہاں کے سٹوڈنٹس کے لئے سیٹیں ریزرو کی جائیں ۔ اور ملازمتوں میں بھی تناسب مقرر کیا جائے ۔ اب جناب کمپلسری تعلیم کے متعلق کچھ عرض کروں کہ ایک تحصیل میں اس قسم کی تعلیم جاری کی گئی تھی جو اب تک چل رہی ہے ۔ اب نئے آرڈیننس کے مطابق یہ ہوا ہے کہ اس کا کنٹرول چیئرمین کے ہاتھ میں ہے ۔ اس وجہ سے یہ ہو گیا ہے کہ طلبا کی حاضری کی تعداد کم ہو گئی ہے اور سکول کی بھی حالت بہت خراب ہے ۔ تو میں عرض کروں گا کہ سکول کی حاضری بڑھانے کے لئے آپ کوئی ترمیم لائیں یا کم از کم یہ کریں کہ کسی طریقہ سے حاضری بڑھ جائے ۔ سانگھڑ میں ایسا ہو رہا ہے اور تھر پارکر میں بھی ایسا ہونا چاہئے تاکہ بچوں کی حاضری سکول میں بڑھے اور

میں گذارش کروں گا کہ اگر ہو سکے تو آپ ان بیک ورڈ ایریاز میں کمپلسری ایجوکیشن سکیم کو چلائیں - اب جناب میں انڈسٹری کے متعلق کچھ تھوڑا سا عرض کروں گا - کہ ہمارے آدمیوں کی جو ضروریات ہیں ان کی بسر اوقات زراعت پر نہیں - لیکن مویشی پر ہے - ان سے اون اترتی ہے - ان سے دودھ گھی بناتے ہیں اور پھر ہمارے پاکستان میں تیسرا نمبر زر مبادلہ کا آتا ہے - اون بنانے کے لئے کوئی کارخانہ تجویز نہیں کیا گیا - اس کے لئے کسی فارم کی تجویز نہیں ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں کچھ کیا جائے گا - میں نے ایک درخواست منسٹر صاحب کو دی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ غور کریں گے تا کہ اگر آپ کی حکومت کچھ نہ کر سکے لیکن ان کی ہمت افزائی تو کرنی چاہئے -

بیگم جہاں آرا شاہنواز (لاہور - ملتان ڈویژن)۔صدر محترم اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جو عام بحث میزانیے پر ہوتی ہے وہ زیادہ تر بہبودی (basic) باتوں کے متعلق ہوتی ہے ہم نے اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے - سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گی کہ اس اسمبلی کی عمر اب جلد ختم ہونے والی ہے - یہ آخری میزانیہ اس وقت ہمارے سامنے ہے - اور اس میزانیے کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے پہلے جب انسان ایک عمیق نظری اس پر دوڑاتا ہے تو وہ یہ کہ اس مارشل لا Regime میں جو کام سرانجام ہوئے ان میں ایک عجیب تضاد نظر آتا ہے اور عقل کام نہیں کرتی - کہ ایسا کیوں ؟ ایک طرف تو جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے آج پہلی مرتبہ ہے کہ پاکستانی قوم کا نام بین‌القوامی کانفرنسوں میں اور بین‌المملکتی اداروں میں روز روشن کی طرح آج چمکتا نظر آ رہا ہے - آج پہلی مرتبہ پاکستانی قوم کی گردن بلند ہوئی ہے اور اس کے لئے ہم صدر صاحب اور وزیر خارجہ صاحب کے بیحد ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری قوم کی عزت میں اتنا اضافہ کیا ہے اور میں ان کو یقین دلاتی ہوں کہ اس پالیسی میں تمام تر قوم عورتیں بچے

اور مرد ان کے ساتھ ھیں ۔ آج قوم ھر ممکن قربانی کے لئے تیار ھے وہ اسی طرح سے قوم کا نام بلند کریں اور اپنی قومی آزادانہ رائے دنیا کے ملکوں کے سامنے پیش کرتے ھیں کہ ھم کسی کے Satellite نہیں ھیں ۔

Mr. Speaker : This is not the forum for the discussion of foreign policy.

بیگم جہاں آرا شاھنواز۔۔صدر محترم میرا یہ حق ھے ۔ آپ مجھے معاف کیجئے گا اگر میں یہ عرض کروں کہ اس ذمہ‌دار پارلیمنٹ کی ممبر ھوتے ھوئے مجھے یہ حق حاصل ھے کہ اگر سنٹرل گورنمنٹ نے کچھ کار احسن سر انجام دئے ھوں تو ان پر میں تبصرہ کر سکوں اور اپنے خیالات کا اظہار کروں کیونکہ یہ خاکسار ویسٹ پاکستان کے ھزاروں شہریوں کی اپنے آپ کو نمائندہ سمجھتی ھے ۔ صدر محترم میں نے عرض کیا تھا کہ اس پالیسی میں جو تضاد نظر آتا ھے مجھے اس پر بہت حیرت ھے کہ جہاں ان کی خارجہ پالیسی اتنی بلند ھے ۔ جہاں انہوں نے تنے تدبر کا ثبوت دیا وھاں کیا وجہ ھے کہ جہاں تک داخہ پالیسی اور ھوم سیکٹر کا تعلق ھے وھاں انہوں نے قدم قدم پر کیوں غلطیاں کی ھے اور کرتے چلے جا رھے ھیں ۔

Mr. Speaker : Does the lady member want to discuss the Home policy of Pakistan Government.

Begum Jahan Ara Shah Nawaz : No Sir. I am discussing the policy of the Provincial Government and I am coming to that Sir.

اس کو ڈسکس کر رھی ھوں اور اگر اتفاق سے سنٹرل گورنمنٹ اس سے منسلک ھو جائے تو مجھے معاف کیجیئے گا ۔ اور آپ اس سے مجھے روک نہیں سکتے ۔ میں بھی جانتی ھوں صدر محترم اور آپ بھی جانتے ھیں کہ آئین جو ھمیں دیا گیا ھے وہ آئین جس کو قبول کرنے کو کوئی تیار نہیں ھے لیکن ھم نے ایک تعاون کو مدنظر رکھتے ھوئے اس آئین کو بھی اپنایا اور اپنا کر ھم ان اسمبلیوں میں داخل ھوئے لیکن کاش یہ مجھے کہنے کا حق حاصل ھوتا کہ لاء کمشن کی رپورٹ مانی جاتی ۔ لاء کمشن کی

رپوٹ پر عمل کیا جاتا ۔ ایجوکیشن کمشن پر نظر ثانی کی جاتی اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک ہی قومی جماعت کو ٹکڑے نہ کیا جاتا تو ملک میں انتشار نہ ہوتا ۔ میرے سامنے یہ میزانیہ پیش ہے ۔ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں اس پر تبصرہ کروں ۔ سب سے پہلے میں دریافت کروں گی کہ کاش فائننس منسٹر اپنی سیٹ پر ہوتے ان سے میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ جب قوم نے ایک قرار داد مقاصد پاس کی ۔ جب قوم نے پاکستان کا ریزولیوشن پاس کیا تو اگر مسلم لیگ گورنمنٹ نے یہ غلطی کی تھی کوئی ایکونامک ریزولیوشن یا کوئی Economic Objective انہوں نے پاس کیا تھا تو مارشل لا حکومت والے جناب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اتنے اچھے کام کئے اور میں کہتی ہوں کہ بعض حلقوں میں انہوں نے کیا اور ضرور اچھا کام کیا ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ کوئی ایکونامک ابجیکٹو یا ریزولیوشن بھی پاس نہیں کیا گیا ۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جیسا کہ میں نے پچھلے سال عرض کیا تھا کہ ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کونسا طریق کار ہے ۔ کون سا نظام ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے کون سا Objective ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ بجٹ بنا رہے ہیں اور آیا کہ وہ ان کی Yard Stick پر صحیح اترتی ہے ۔

صدر محترم ہم نے spiritual sphere میں objectives resolution پاس کیا پولیٹکل sphere میں پاکستان ریزولیوشن پاس کیا مگر اقتصادیات میں آج تک اپنا objective پبلک کے سامنے پیش تھا ۔

صدر محترم ۔ اب میں وزیر خزانہ کی خدمت میں دست بستہ گذارش کروں گی کہ خدارا کوئی ایسا objective ریزولیوشن اس sphere میں پیش کیجیئے اور اس پر third five year plan کی بنا میں رکھئے اور اس کی بنیادوں پر third five year plan کا خاکہ تیار کیا جائے ۔ اس کو پہلے صوبائی اسمبلی کے سامنے رکھیں ۔ نیشنل اسمبلی کے سامنے رکھیں اور لوگوں کو

موقع دیجئے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں ۔ پھر third five year plan پر عمل درآمد شروع ہو ۔ میں ان سے یہ درخواست کرتی ہوں صرف تنقید الحمد اللہ میں نہیں کیا کرتی بلکہ ساتھ ہی ساتھ خاکسارانہ تجاویز جو تھوڑی بہت میرے ذہن میں آتی ہیں پیش کیا کرتی ہوں ۔ صدر محترم ۔ وزیر مال صاحب دیکھ لیں گے ۔ جب میں ان چیزوں کا ذکر کروں گی تو اس میں کسی مولانا صاحب کی تقریر کا سوال نہیں ہوگا میں ہر ایسی تقریر کو بمعہ مولانا صاحب کی تقریر کے welcome کرتی ہوں جس میں اچھی باتیں ہوں اگر ایسا نہ ہو تو میں ضرور تنقید کروں گی خواہ وہ کسی کی تقریر ہو ۔ . . . . . .

صدر محترم ہم جلد از جلد اپنی زرعی معیشت اور زرعی اکانومی کو صنعتی اکانومی ۔ ۔ ۔ میں تبدیل کر رہے ہیں مگر صدر محترم جس وقت ایسا کیا جاتا ہے تو آپ بھی جانتے ہیں ۔ میں بھی جانتی ہوں اور یہ معزز ایوان بھی جانتا ہے اس وقت ملک میں inflation زیادہ ہو جاتی ہے اس inflation کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں ساتھ ہی ساتھ اس بات کا جائزہ لینا ہوتا ہے اور ضرور لینا ہوتا ہے کہ آیا قیمتوں میں جو اضافہ ہو رہا ہے وہ تنخواہوں سے compare کرتا ہے یا نہیں ۔ جناب والا ۔ inflation کے ہونے سے نوٹوں کی سرکولیشن زیادہ بڑھے گی وہ میں بھی جانتی ہوں آپ بھی جانتے ہیں کہ روپیہ چیپ زیادہ ہوگا تو چیزوں کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھیں گی ۔ یہ فرض ہوتا ہے کہ حکومت watch کرے کہ اس میں زیادہ disparity نہ ہو جائے ۔ ریلوے بجٹ میں یہ سب باتیں آ چکی ہیں اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ روپیہ کی قیمت آج اتنی گر چکی ہے کہ جو تنخواہیں دی جا رہی ہیں وہ ضروریات زندگی کی کفیل نہیں ہو سکتی ہیں ۔ یہ دیکھنا ہے ایسی development سے لوگوں کی welfare میں اضافہ ہو رہا ہے یا اس میں کسی قسم کی کمی واقع ہو رہی ہے ۔ آیا لوگوں کی exploitation کم ہو رہی ہے یا بڑھ رہی ہے ۔ بجٹ میں

کہا گیا ہے کہ اتنی نوٹوں کی سرکولیشن ہوتے ہوئے بھی قیمتیں ویسی ہی ہیں کس statistics پر وہ base کرتے ہیں مجھے بتا دیں مارکیٹ میں کون سی چیز ہے جس کی قیمت بہت زیادہ نہیں ہے ۔ آپ خود ہی دیکھ لیجئے اگر ایسے ہے تو بیسک تنخواہ کم از کم ۱۰۰ روپیہ فی کس ہونی چاہئے ۔ جیسا کہ ریلوے ورکرز کے متعلق کہا گیا ہے ۔ ایران نے دو سو روپیہ بیسک تنخواہ کر دی ہے ۔ ٹرکی نے بھی دو سو روپیہ تنخواہ کر دی ہوئی ہے اور ہم ابھی تک ۱۰۰ روپیہ بیسک تنخواہ کا بھی فیصلہ نہیں کر سکے ۔ میرے سامنے چین کا ایک پمفلٹ پڑا ہے ان کا جو بجٹ پیش ہوتا ہے اس میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اتنے کروڑ روپیہ اس پر صرف ہوا اور اس سے کیا achieve ہوا ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے اور وہ بھی فیگرز کروڑوں کے اعداد و شمار میں ہی نہیں دئے جاتے ۔ وہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس figures میں فائدہ کیا ہوا ہے یعنی جو فگرز دئے جاتے ہیں اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ترقیاتی منصوبہ بندی پر اتنے کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس سے حاصل کیا ہوا ہے ۔ میں یہ درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ آئندہ جتنے بجٹ پیش ہوا کریں ان میں بتایا جائے کہ جس منصوبہ پر اتنا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کا ماحاصل کیا ہے ۔ صدر محترم بجٹ میں کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ نے کوئی ڈائرکٹ ٹیکس نہیں لگایا میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرتی ہوں اور تمام ایوان کے ممبر بھائیوں سے پوچھتی ہوں اگر ریلوے کے کرایہ پر یا بجلی پر ٹیکس لگایا گیا ہے تو مجھے آپ بتائیں وہ کون سی چیز ہے جو اس سے متاثر نہ ہوگی اور وہ کون سی اشیاء ہے جس کی قیمت نہیں بڑھے گی ۔ سب اشیا ریلوں میں آ رہی ہیں جتنی صنعت ہے وہ بجلی پر منحصر ہے ۔ اس کو ان ڈائرکٹ ٹیکس کہتے ہیں ۔ یعنی consumer پر ان ڈائرکٹ ٹیکس لگایا گیا ہے۔ کاش وہ اس بات کو سمجھتے ۔ ڈائرکٹ ٹیکسیشن جتنے امیر ہیں ۔ جتنے مل اونرز ہیں ان پر لگایا جاتا ۔ بجائے اس کے کہ اس

طرح سے indirect taxes پبلک پر لگائے جاتے ۔

پرسوں ھی ھم نے سنا تھا کہ ایک ایک شوگر مل ایک کروڑ روپیہ سالانہ کما رھی ھے بجائے اس کے کہ یہ ٹیکس ان لوگوں پر لگایا جاتا جو دولت مند ھیں عام consumer پر لگایا گیا ۔ پھر یہ کہنا کہ کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا یہ بالکل غلط ھے ۔ یہ جتنا روپیہ اس ٹیکس کا ھے وہ سارا انڈسٹریل کی جیبوں سے نہیں نکالا گیا یہ سارا کنیومر کی جیبوں سے نکالا گیا ھے ۔ یہ صاف ظاھر ھے ۔ صدر محترم ھمیں بتایا گیا ھے ۔ کہ زراعت میں ایک انقلاب آ گیا ھے ۔ زراعت میں انقلاب آ گیا ھے ۔ امید ھے ملک قادر بخش صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھے ھوں گے) آپ کی وساطت سے میں وائٹ پیپر کے کچھ اعداد و شمار پیش کروں گی ۔ آپ کی ۵۴-۱۹۵۳ میں yield wheat کیا تھی وہ ۱۰۳ کروڑ ۸۶ ھزار ایکڑ میں سے ۳۶ لاکھ ۴۱ ھزار ٹن گندم ملی ۔ ۱۰ سال کے بعد yield wheat کے لئے تین سب سے بڑے بیراجز under cultivation آ چکے ھیں اس سے ۱۲۰ کروڑ ۱۱ لاکھ ایکڑ میں سے ۳۹ لاکھ ۷۰ ھزار ٹن گندم ملی یعنی ۱۰ سال میں فی ایکڑ سے پیداوار میں کمی ھوئی ھے بجائے ۳۵۰۵ ٹن فی ایکڑ کے ۳۵۰۳۳۵ ٹن فی ایکڑ پیداوار ھوئی ھے ۔ آپ خیال فرمائیں جاپان ھر ایکڑ سے ھم سے ۵ گنا زیادہ پیداوار نکال رھا ھے ۔ اب اتنی براجز بننے کے بعد ۔ آرٹیفیشیل فرٹیلائزر کی بارہ بارہ کروڑ کی فیکٹریز بننے کے بعد پھر ایکڑ کی پیداوار کی یہ حالت ھے ۔ پھر کہا جاتا ھے کہ ھم انقلاب لے آئے ھیں ۔ کاش یہ ایسا دعوے اگر نہ کرتے تو بہتر ھوتا ۔ (ملک قادر بخش صاحب کی طرف اشارہ کرتے ھوئے) آئیے میرے ساتھ اپنے گھر جہاں آپ کی زمین ھے اور میری بھی زمین ھے وھاں چل کر دیکھیں ''ھل،، نہیں ملتے ۔ بیج نہیں ملتا ۔ کھاد نہیں ملتی وھاں پر فی ایکڑ پیداوار دن بہ دن کم ھوتی جا رھی ھے ۔ معاف کیجئے کہنا اور لکھنا اور بات ھے ۔ اور حقیقت پر پردہ پڑ نہیں سکتا . . . . .

Minister for Agriculture: For your information I may tell you that the yield per acre has increased by 8.5 tons.

بیگم جہاں آرا شاہنواز۔پھر والٹ پیپر میں آپ نے یہ اعداد و شمار غلط کیوں دئے ہیں ۔ اس کے علاوہ آپ نے فرمایا ہے کہ ۱۱ فیصدی ہماری فوڈ اینڈ گرین میں increase ہوئی ہے ۔ اور کیش کراپ میں ۴۰-۵۰ فیصدی increase ہوئی ہے کیا یہ بڑی عقلمندی ہے ۔ کہ آپ کیش کراپ کو اتنا بڑھا دیں اور فوڈ اینڈ کراپ میں جس پر لوگوں کی گذران ہے ۔ اور جس پر لوگوں کی زندگی اور موت کا انحصار ہے اس میں صرف ۱۱ فیصدی کی increase ہو ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے اپنی outward economy کو فروغ دیا ہے اور inward economy کو تباہ کیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں کروڑوں روپے کی خوراک باہر سے منگانا پڑ رہی ہے ۔ آپ کو چاہئے تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ food grains کی پیداوار پر زور دیتے ۔ اور کم از کم cash crops کی طرف توجہ دیتے ۔ خواہ آپ کو کتنی ہی Foreign Exchange کی ضرورت ہی کیوں نہ ہوتی ۔ کیونکہ آخر ہمارے صوبے کے لوگ اپنے پیٹوں پر پتھر تو باندھ نہیں سکتے ۔ اور خوراک باہر سے لانے پر وہی foreign exchange خرچ ہو جاتا ہے بلکہ اور زیادہ ۔

صدر محترم ۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ۔ ورنہ تین چار باتیں اور عرض کرتی ۔ بہر حال اب آپ سیم اور تھور کو ہی لیجئے جو ہمارے صوبہ کے لئے بڑا بھاری خطرہ ہے ۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کے اپنے اعداد و شمار یہ ہیں ۔ رچنا دوآب کی reclamation scheme پر آپ ۲۳۵ روپے فی ایکڑ خرچ کر رہے ہیں ۔ اس وقت ہمارے صوبے میں سیم اور تھور کی وجہ سے دس ایکڑ فی گھنٹہ اراضیات خراب ہو رہی ہیں ۔ یعنی اگر ہم سیم اور تھور سے اپنی اراضیات بچانا چاہیں تو اس کے لئے ہمیں ۲۳۵۰ روپے فی گھنٹہ در کار ہوں گے ۔ اب آپ خیال فرمائیے کیا یہ Americanised اور اتنے بڑے بڑے costly methods ہمارے

لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں ۔ ہم ایک غریب ملک ہیں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چین نے اس سلسلے میں کیا کیا ۔ میں مسٹر سعید حسن کے آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں ۔

The speed and low cost at which development projects are being worked out in China astounding.

اور انہوں نے جس تھوڑے سے روپے سے اپنے floods کو کنٹرول کیا ہے ۔ وہ حیرت انگیز ہے ۔

"In all spheres the progress in China has been phenominal".

یہ سعید حسن صاحب کے الفاظ ہیں ایسے American Methods کی بجائے اگر دو دیگر ممالک کے methods کو study کیا جائے ۔ اور ان کو جو زیادہ costly نہ ہوں ۔ اپنایا جائے اور انہیں استعمال کیا جائے تو ان سے بہت زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ ہمارا ملک غریب ہے ۔ ہمیں یہ سبق ایشیائی ممالک سے سیکھنا چاہئے ۔

صدر محترم ۔ دوسری بات جو مجھے عرض کرنا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ دنیا میں آج تک کہیں یہ سننے میں نہیں آیا کہ ساٹھ ساٹھ پچاس پچاس اور چالیس چالیس کروڑ روپے کے projects صرف اس وجہ سے ضائع ہو جائیں کہ اس وقت ان کو بچانے کے لئے ساٹھ یا ستر لاکھ روپے خرچ نہیں کئے جا سکتے ۔ اس کی بجائے ہم رچنا دوآب پر کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں جس کی کامیابی یقینی نہیں ۔ لیکن اس کی بجائے ہم ان سکیموں کو بچانے کی کوشش بالکل نہیں کرتے ۔ Remedy is always better than cure

صدر محترم ۔ میں کیا عرض کروں ۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے اور ابھی مجھے دو چار بہت ضروری باتیں عرض کرنا ہیں ۔ اب آپ Industry کو لیجئے ۔ اس کے لئے پچھلے سال ۱۸۶ کروڑ روپیہ دیا گیا تھا ۔ اس سال Development Programme میں دو ارب سے زیادہ رقم خرچ کی جا رہی ہے ۔ یہ دو ارب سے زیادہ روپیہ قرض لیا

گیا اور I am not shy of borrowing میں مانتی ہوں کہ جب تک قرض نہ لیا جائے اس وقت تک Development ممکن نہیں ہو سکتی ۔ لیکن جو روپیہ لیا جائے اس کا خرچ بھی تو صحیح طور پر ہونا چاہئے ۔ آپ خیال فرمائیں کہ جب آپ خود اپنے 5 year plan میں یہ کہہ چکے ہیں ۔

It is of utmost importance that studies into the processes and feasibility of establishing an integrated steel plant based on domestic raw-material be vigorously pursued.

اور محترم صدر مملکت صاحب نے حال ہی میں ایک seminar کے موقع پر یہ فرمایا کہ 3rd 5 year plan میں سب سے پہلی چیز steel plant کو لینا چاہئے ۔ اب آپ ہی مجھے بتائیے کہ آیا اس بجٹ میں کہیں اس کا نام و نشان بھی موجود ہے ۔ چین نے اپنے 2nd 5 year plan میں جو ۱۹۶۲ء میں ختم ہوا تو آٹھ سو فیصدی steel production بڑھائی گئی ۔ اور ہمارے ہاں جب کہ ہم اس وقت اپنی 2nd 5 year plan ختم کر رہے ہیں ۔ اس کے متعلق حالت یہ ہے کہ steel production is nil ۔ لیکن سنا ہے کہ behind the scenes اس کے متعلق کچھ باتیں ہو رہی ہیں وہ تو خدا ہی جانے ۔ ہمیں تو اس کا پتہ نہیں ۔

Mr. Speaker : Two minutes more.

Begum Jahan Ara Shah Nawaz : Please Sir, I have to say something about the Rural Works Programme also.

Rural Works پروگرام کے سلسلے میں مجھے کچھ میٹنگز میں جانے کا موقع ملا ۔ آپنے P L 480 اس کے لئے دس کروڑ روپیہ دے کر بہت اچھا قدم اٹھایا ہے ۔ یہ روپیہ انہیں دینا چاہئے تھا اور ہر ایک ضلعے میں دیا جا رہا ہے ۔ مگر صدر محترم یہ دیکھنا ضروری ہے ۔ کہ وہ روپیہ bricks and mortor پر ہی ختم نہ کر دیا جائے ۔ اس سلسلے میں میری درخواست یہ ہے کہ انگلستان کا poor law جو انہوں نے ۱۶۰۱ء میں بنایا مہربانی کر کے اس کا مطالعہ کر لیجئے ۔ انہوں نے اس میں parish کو مرکز بنایا ۔ اس کے مقابلے میں آپ اپنی بنیادی

جمہوریتوں کو لیجئے اور اپنی یونین کونسلوں کو یونٹ بنائیں - کچھ روپیہ یونٹ والے خود مہیا کریں - باقی آپ دیں - اور اس کے ہر ایک یونٹ کو self sufficient بنائے جاویں -

اس کے بعد sir one minute only - میں صوبائی حکومت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور انہیں مبارکباد دیتی ہوں - کہ آخرش عورتوں کی سالہا سال کی کوشش سے اس نے Family Law Courts بنانے کا ارادہ کیا ہے - اور اس کے لئے ایک بل ایوان میں لائے ہیں - میں امید کرتی ہوں کہ وہ یہ بل جلد از جلد ضرور پاس کریں گے - اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ درخواست کرتی ہوں کہ عورتوں کے تمام معاملات ان کورٹز کے سپرد کئے جاویں جس وقت یہ کورٹز بن جاویں - اس کے کرنے میں ایک سنٹرل قانون آڑے آتا ہے - اور

The Provincial Law cannot over ride the Central Law.

جو چیزیں اس کے schedule میں داخل نہیں کی گئیں - ان کے متعلق پریذیڈنٹ صاحب سے درخواست کریں تاکہ جس وقت یہ Family Law Courts بن جائیں - تو جو معاملات رہ گئے ہوں وہ بھی اس Schedule میں داخل کر دی جائیں - تاکہ عورتوں کے معاملات تمام تر آسانی سے شرعی طریقے سے طے ہوا کریں - ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں -

Mr. Taj Muhammad Khanzada (Campbellpur-I): Sir, I am grateful to you for catching your eye and giving me a chance to speak. Sir, I appreciate the progressive Budget presented to this Assembly by our Minister for Finance. But I must say that the first principle of budgeting—that additional taxation is only levied when there is a short fall in the Revenue—has been ignored. You will notice from the Budget that there is a surplus of nine crores and ninety one lakhs of rupees and yet there have three new taxes which will bring an income to the tune of seventy-seven lakhs of rupees to the Provincial Budget. Even if we take out the expenditure we are still left with nine crore and fourteen lakhs surplus in the Budget. I do not see what necessity there is to burden the people with extra taxation when there is no apparent need for it If there is some need, if there are some schemes which have not yet been finalised and which the Finance Minister hopes to bring up and finance them out of this amount I hope he will take the House into confidence. We here realise that our

county's economy is a developing economy and so we don't grudge the hardships that we have to face in order to reap the fruits of this hardship in times to come. But we certainly like to be taken into confidence and told what those schemes are, what results they are going to achieve, what expenditure they are going to involve and how long it would take to implement those schemes.

Sir, while appreciating the Budget in general I would say that they have given a practical shape to the oft-repeated policy of the Government of developing the backward areas and have also given a clearer picture of allocation to each region whereby the representatives of the people from each region would be in a position to tell his electorate the specific schemes and the money allotted for that scheme. This is a matter which deserves credit. This point has already been appreciated by some of my colleagues and I need not elaborate and dilate any further on it.

Sir, I must appreciate the fact that after integration the various backward Provinces (the so-called backward Provinces, because some parts of those areas of prosperous but nevertheless there are vast areas which are backward) Government has made a provision for bringing up those areas at part with the more developed and fortunate areas. Here, I would like to invite the attention of the Government to this unfortunate word "Punjab". I call it unfortunate because there are certain areas (which form part of the former Punjab) which are more backward than most of the backward areas in West Pakistan Merely because we are attached with the name 'Punjab' we continue to suffer and for political slogans people in power do not seem to take the bull by the horn and, therefore, we are not given the due relief in the backward areas of Northern Regions. When I talk of the northern region, I draw a line over the river Jhelum. I say that that area by and large is backward, and as I have said previously in all my speeches, those particular areas are of Campbellpur, Mianwali, Jhang, Bannu, Kohat and areas in Sind like Tharparkar and other areas.

Sir my colleague from Murree has already pointed out to you that there are places where people do not own more than one pair of clothes, even though they cannot put on in winter because they do not cover their bodies. I will ask what specific allocation has been made to bring us up.

Sir while talking of the backward areas, I feel education is a basic necessity for the development of any country. The Degree College in Campbellpur was established after the conversion of a Normal School in 1924 I had asked certain questions and I think the Minister for Education will not deny the fact that since 1924 - we are in 1964 today— only two rooms have been added. Where there were 200 people being educated, today there are more than 700 students there, including both men and women. Yet when I ask what funds are being allocated, I am told that the District Council, Campbellpur, is being requested to make an allocation. What a shame! What a shame to ask the District Council, which has an income of five lakhs of rupees, which cannot pay its primary teachers, where the teachers have to go without pay for three months untill the allocation comes from the Education Department. You ask that District Council to make an allocation for making a College, for making a University and for making Auditorium. It is nothing but shelving and giving an elusive answer. I would request in the name of God, in the name of backwardness of that area that out of this surplus budget of nine crores, some allocation should be made to the deaf and dumb people of that area. It is time

that somebody took notice of us. Sir it is time that somebody went and looked into their troubles. I know there is hot water, there is no air-conditioning, there is no ice, there is no Coca Colas; therefore, nobody dares to go there and see them, because you have to starch in the sun to go and see them. I know the Minister of Education has a soft corner for us because his better-half belongs to that area a d I know he has been doing what is possible for us. Certain schemes are there such as Small Dams, and other things and we welcome that. We are not fools and we know that the fruits of these schemes are not going to be given to us in a year or two but eventually we hope that something would be done for us. But to tell us that in the Third Five Year Plan we are going to consider whether the Degree College, Campbellpur, is going to get an allocation is a matter over which we hang our heads in shame. The Hazro High School was established in 1898. Today that very school does not get any allocation to do its repairs Sir universities have sprung up in places where there is no life; towns have been made; but people having schools built in 1898 do not get any allocation because they had no voice and nobody looks at them. understand that certain schools and this Degree College were to be taken up in this budget but I am sorry to say that in the budget I find no allocation for them. I hope the Education Minister will please pay some attention and remove our grievance.

Sir next I come to the general basic industries in our region and our agricultural economy. We all appreciate that basically we are an agricultural country Though we are on the way to industrialisation but no amount of industry can sustain us without developing agriculture in this country, because industry can never absorb all your population. The only solution to control our population is not which the Begum Sahiba has pleaded birth control and family planning. That may be a good thing from a point of view but to resort to those methods sometimes invite immoralities. We do not want to make our people immoral I am going to come to the Act which now this provincial government hope to bring before this House regarding prostitution and drinking, and I am grateful to them that at last in their last year of life they are doing something that when they go back to their electorate they say we have done something Islamic for you for which the State came into existence. The State came into existence not entirely for economic benefit. This State came into existence because we wanted it for the uplift of Islamic idealogy and above all, the name of God and His Prophet. Today I find people here for the sake of economic emergency. People want to violate the Quranic law and say that certain things are basic, even necessity. Does not matter whatever the reasons there are, anything that stands agains Quran is against the very principle of our independence, and we shall fight it for all those principles for which the country has been made and brought into force as a matter of law.

Sir while developing basic industries I share the views of Begum Shahnawaz that steel industry, about which so much has been heard, has still not come into existence. Sir though we have industrialised to a great extent in textile industry we have reached a stage where we need no more spindles and looms, we are exporting cloth yet, as my friend Mr. Abdul Raziq Khan has said, the prices are soaring higher, higher and higher. We must go basically into what we can do to bring down the cost of those things which are a bare necessity for the common man in the country. Therefore, I would request that the maximum allocation

be made for those industries and I am glad to say that in the original speech of the Finance Minister he has made a reference and also allocation for the tool industry, and one or two other big industries, which I hope when they come into being, are going to give substantial relief to consumers, and I hope we continue to develop our economy on those lines.

Sir one thing is about the PIDC. The PIDC came into being because private capital was shy. PIDC had to undertake projects, which were of such a big magnitude that no individual undertook, them because of the risk involved in that industry. Therefore, it was essential and everybody understood that projects of PIDC would not be necessarily profitable and a self-producing economy, but nevertheless the policy of the Government was that since we are a free country and we believe in free enterprise, the PIDC will at the first opportunity, disinvest their interest and go into bigger fields of basic industry. Sir if there were a representative or if somebody could speak with responsibility on behalf of the PIDC, I would like to say that there is not a single industry which the PIDC has disinvested for the last years. Their only money making targets are cement, and cement also, I am told—though I do not share the view—by my colleagues that certain cement factories are running at a loss of two crores of rupees. I should not think so because I think there is no reason to suffer loss on cement. Therefore, I hope those who are looking after PIDC will keep the policy of dis-investment and going for basic industries in view and thereby develop the national economy.

Sir now coming back to the barrages and to the people who have been dis-possessed from their lands as a result of self cultivation and mechanisation, the figures regarding the number of tenants of the land have already been brought before the notice of the members. What I would like to suggest is what steps are being taken to rehabilitate that class of people who have no land or even if they have some land and there is no rain you can call them landless. Sir while the lands are being distributed to two classes of people by allotment or by auction, but there is a third class in this country who neither have the resources to bid for an allotment nor have they the influence to go round the bureaucracy and get a safarish to get the land given to them. That is only the privilege of the bureaucracy itself to divide the land among themselves both at the barrages and at the satellite towns so that later on by building a bungalow they can sell it at a price ten times more.

Sir, I would suggest this to the Minister for Irrigation and Barrages to kindly look into the matter of making lump sum allocations of land for areas like Cambellpur, Mianwali, Rawalpindi, Murree Kohat, Bannu and all such areas, so that those people who have got physical strength to undertake vigorous work can be given an opportunity to both develop the country and to develop themselves because the development of themselves is the development of the country. I think this House is at one with me in my demand and my request to the Minister.

Mr. Speaker : Two minutes more.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir, I have made a mention of satellite towns. I think it will not be out of place to come and say and

put up a suggestion. Sir, in the former days, land for houses only was used to be given for meritorious services only at the end of the service of a man. After he finished his service to the country, he was given a reward to live in his own way and he should take pride and say that he was not dependent for his extra income which he needed for his children. What do I see today? There is an urgent need for extension of buildings and satellite towns But there is no necessity that these lands must be reserved for bureaucracy and they must get it Rs 2000 and get allotments in the names of their mothers-in law, fathers in-law, sons-in-law and wives and ten allotments at Rs. 2,000 and later on by making a building and after 2 years to sell at Rs. 25,000 per canal. While doing this, I do not deny the reward that is their due and should be given to those who have got no houses of their own and who have served their country, they should be given due consideration But the Government must ensure that these houses are given for necessity to provide shelter for their children and for the man concerned and not to be used as a business proposition for all time to come.

Before closing my speech, I am grateful to you I would mention one thing and that was an appreciation of foreign policy by Begum Sahiba *visavis* our country. Today in the International Conference, because of our foreign policy we are the people of which we can be proud. Sir, what have we achieved after Martial Law needs no praise, needs no recommendation. You can see every thing on the ground. But while praising this I must give a word of warning Sir, our administration is going down. I will not forget the words of my and venerable Minister, Malik Qadir Bakhsh, when he was sitting on that bench there and quoting the case of a magistrate where the complainant and the accused were of similar names and the magistrate sent the complainant, as an accused, to the jail. It took several months before the record could be verified. He promised to stream-line the administration by personally visiting at least the nearer district to his district I am sure he is making his efforts, but the time left for his Ministership is very short and whatever little time is left, we hope he will give his maximum attention to see that the pledge given on the floor of the House is at least carried out to the best ability and to the maximum of his efforts.

(At this stage Mr. Senior Deputy Speaker, Mr. Muhammad Ishaq Khan Kundi took the Chair).

سردار محمد حسین (لاہور-۲): جناب سپیکر میں سب سے پہلے وزیر خزانہ اور فائننس سیکرٹری صاحب کو مبارکباد اس بات کی دیتا ہوں کہ انہوں نے اس میزانیہ میں ترقیاتی کاموں کیلئے روپیہ زیادہ فراہم کیا ہے لیکن جناب والا مجھے افسوس ہے کہ اس ہاؤس میں معزز ممبران نے جو تقریریں کی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا کوئی اپنی تقریروں میں کہتا ہے کہ سڑکیں بناؤ کوئی کہتا ہے ہسپتال

بناؤ اسلام کا کوئی نام بھی نہیں لیتا ۔

جناب والا۔میں یہ عرض کرونگا کہ ہم نے پاکستان اسلئے نہیں حاصل کیا تھا کہ پاکستان لے لو اسکے بعد کھاؤ پیو اور مر جاؤ ۔ ہمیں اسلام کو یہاں لانا ہے ۔ جناب والا پاکستان حاصل کئے ہوئے ۱۵ سال گذر چکے ہیں اسے ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا اور لاکھوں آدمیوں نے جانیں قربان کی تھیں ۔ حالانکہ وہ لنگڑا لولا مگر بڑی مشکل سے پاکستان ملا اور خدا کا شکر ہے کہ پاکستان ملا ۔ لیکن یہاں آج تک اسلامی آئین اور اسلامی قانون نہیں نافذ ہوا ۔ اس ملک میں جب تک ہم خدا اور خدا کے بنائے ہوئے قانون کو لبیک نہیں کہیں گے اسوقت تک یہاں امن نہیں ہو سکتا ۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ چوری کی وارداتیں بڑھ گئی ہیں رشوت بڑھ گئی ہے بدمعاشی بڑھ گئی ہے لیکن اس کا علاج جو کچھ وہ سوچتے ہیں وہ غلط ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں صحیح معنوں میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے ۔ یہاں تو خوب شراب پی جا رہی ہے رنڈیوں کے اڈے قائم ہیں انکو درست کرنے کیلئے انتظام کرنا چاہئے اور اسلامی قانون نافذ کرنا چاہئے ۔

جناب والا۔آج یہاں حالت یہ ہے کہ جو امیر طبقہ ہے یا جو بڑے آدمی ہیں جنکو قوم کی رہنمائی کرنا ہے وہ کلچر اور ثقافت کے نام پر بیحیائی کر رہے ہیں اور برابر ناچ گانے ہوتے رہتے ہیں اور وہ اسی کو ثقافت اور کلچر سمجھتے ہیں لیکن اگر اسلامی قانون کے مطابق چوری کرنے پر ہاتھ کاٹے جائیں زنا کرنے پر سنگسار کیا جائے تو لوگ ایسی حرکتوں سے باز آ جائیں گے اور چوری اور ڈاکے زنی کی وارداتیں ختم ہو جائیں گی اور چوری اور ڈاکے زنی کی وارداتوں کی روک تھام سے جو روپیہ بچے گا اس

سے ہم ترقیاتی کام کر سکتے ہیں/اسلئے میں جناب والا عرض کروں گا کہ میزانیہ پر تبصرہ کرتے وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ملک کا میزانیہ کسطرح صحیح ہو سکتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میزانیہ صحیح/تب ہی ہو سکتا ہے جب عوام کی حالت بہتر ہو ۔ آج اگر دیکھا جائے تو صوبے کے عوام ۷۵-فیصدی دیہاتی ہیں جنکا انحصار زمینداری پر ہے ۔ ہمارے صوبہ پنجاب اور ضلع لاہور/میں ۷۵-فیصدی مزارع زمینیں پا کر مالک بنا دئے گئے ہیں میں اپنے وزیر مال صاحب جنکا میں احترام کرتا ہوں وہ بہت نیک بزرگ ہیں لیکن میں انہ سے یہ گذارش کرونگا کہ اتنا کافی نہیں ہے کہ انکو زمینیں تقسیم کی گیئں اور وہ مالک بنا دئے گئے میں سمجھتا ہوں کہ گدو بیراج سکھر بیراج تونسہ بیراج میں جو زمینیں دیجا/رہی ہیں ان میں پنجاب کا حق نہیں رکھا گیا ہے اور سندھ کے ہاریوں کا حق رکھا گیا ہے لیکن پنجاب میں لاکھوں آدمی بیکار ہیں اور انکے پاس ایک ایک ایکڑ بھی/زمین نہیں ہے اور وہ فاقے کر رہے ہیں لہذا انکو ان بیراجوں میں زمینیں دی جائیں اور جو زمینیں نیلام کیجارہی ہیں انکو بند کیا جائے اور زمین کی معقول/قیمتیں مقرر کر کے آسان قسطوں پر لوگوں کو دیجائیں اور ان سے آہستہ آہستہ قیمتیں لیجائیں اور جو لوگ اپنے ہاتھ سے کاشت کرتے ہیں انکو مالک بنا دیا جائے ۔ نہ/کہ بڑے بڑے لوگوں کو مالک بنایا جائے ۔ اگر یہ نیلام بند ہو جائے تو قوم کا افلاس دور ہو سکتا ہے ۔

اسکے بعد جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ/بڑی خوشی کی بات ہے کہ صوبے میں زرعی ترقی ہو رہی ہے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے اسکی ذمہ داری میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار گورنر صاحب ہیں/اور یہ ان ہی

کی خاص دلچسپی کا نتیجہ ہے اور ملک قادر بخش کی دن رات محنت کا نتیجہ ہے اس لئے میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں ۔

اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے ۔ کہ ہمارے ملک قادر بخش جنکے متعلق یہ مشہور ہے ۔ کہ وہ اگرچہ مگرچہ کا اصول نہیں جانتے ہیں ۔ انکی توجہ اس طرف دلاتا ہوں ۔ کہ ضلع لاہور میں نہروں کا پانی۔۔۔ہمارا ضلع لاہور بڑا مظلوم ضلع ہے ۔ ہندوستان سے نہریں آتی ہیں ۔ اور یہ ہمیشہ بند رہتی ہے ۔ جب ہم یہاں مطالبہ کرتے ہیں ۔ تو یہ کہتے ہیں ۔ خدا حافظ ۔ معاملہ خدا کے سپرد ہے ۔ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے ۔ تو اگر یہ آپکے بس کی بات نہیں ہے ۔ تو کم از کم آبیانہ ہی کم کر دیں ۔ پانی تو آپکے بس میں نہیں ہے ۔ لیکن آبیانہ کم کرنا تو آپ کے بس میں ہے ۔ اب تو خدا کے فضل سے پاکستانی نہروں کا پانی لاہور کو دیا جا رہا ہے ۔ چھ مہینے ہندوستان کا پانی اور چھ مہینے پاکستان کا پانی دیتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ جب پانی سوکھ جائے ۔ یا ہندوستان دس بیس دن کیلئے پانی بند کر دے ۔ تو پاکستانی نہروں میں پانی چلایا جائے ۔ لوگوں کو بڑی تکلیف ہے ۔ اعلے زمین ہے ۔ جو شور سے خراب اور خستہ ہو گئی ہے ۔ اسکے علاوہ ملک صاحب نے وعدہ فرمایا تھا ۔ کہ لاہور کیلئے ٹریکٹرز مہیا کرینگے ۔ لیکن ابھی تک ٹریکٹر نہیں آئے ۔ اس لئے میں ان کی توجہ اسطرف دلاتا ہوں ۔ کہ ہمارا حصہ دلایا جائے ۔ صنعت کے متعلق عرض یہ ہے ۔ کہ ضلع لاہور کے شہروں میں تو صنعتیں ہیں ۔ لیکن لاہور سے تیس چالیس میل دور دیہاتوں میں جا کر دیکھیں ۔ تو آپ کو معلوم ہو گا ۔ کہ لوگ پانی نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ کشی کر رہے ہیں ۔ زمین تھور ہو گئی ہیں ۔ اسلئے وہاں پر صنعتیں قائم کی جائیں ۔ ہماری پتوکی لاہور کی بڑی منڈی اور ایک مرکزی

جگہ ہے ۔ یہ علاقہ بہت خراب ہو گیا ہے ۔ یہاں کھانڈ کا کارخانہ جلد از جلد قائم کر دیا جائے ۔ اس اگلے پانچ سالہ منصوبے میں اسکے لئے ضرور گنجائش رکھی جائے ۔ چونیاں میں بھی کھانڈ کا کارخانہ قائم کیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ وہاں پر گنے کی پیداوار بہت زیادہ ہے ۔ اور اس طرح وہاں کے لوگوں کی حالت بہت حد تک درست ہو سکتی ہے ۔ اسکے علاوہ وہاں چھوٹی صنعتیں قائم کی جائے ۔ اسکے بعد میں عرض کرونگا ۔ کہ ہمارے وزیر تعلیم صاحب جنکے متعلق مشہور ہے ۔ کہ وہ ایک متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور صحیح معنوں میں عوام کے نمائندے ہیں ۔ اور ہمیں فخر بھی ہے ۔ کہ وہ ہمارے ہمسائے بھی ہیں ۔ لیکن مجھے ان سے کل یہ گلہ نہ ہو ۔ کہ انہوں نے ضلع لاہور کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ میں عرض کرونگا ۔ کہ پتوکی میں جہاں وہ گئے بھی تھے ۔ وہاں ہم زمینداروں نے ہی رقم خرچ کر کے ایک کالج کھولا ہے ۔ اور اس کی دو کلاسیں بھی کھول دی ہیں ۔ وہاں کے عوام غریب ہیں ۔ اور مزید روپیہ وہاں خرچ نہیں کر سکتے ۔ اس لئے حکومت وہاں پر جلد از جلد کالج کھولے ۔ اس پر سات آٹھ لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ کمیٹی کے پاس روپیہ نہیں ہے ۔ ان لوگوں کا مطالبہ ہے ۔ کہ حکومت اس کو بنا کر اپنی تحویل میں لے لے ۔ وزیر تعلیم نے ہیلتھ سینٹر دگنے کر دئے ہیں ۔ اور یہ ایک مبارک بات ہے ۔ لیکن اس میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہئے ۔ جناب والا اس کے بعد میں بجلی کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔ کہ لاہور میں جو علاقہ ہٹھار ہے ۔ وہاں بجلی بھی نہیں دی جا رہی ہے ۔ لیکن وہاں کا پانی میٹھا ہے ۔ اور وہاں چھ مہینے نہر کا پانی ہوتا ہے ۔ اور چھ مہینے نہر کا پانی نہیں ہوتا ۔ وہاں لوگ منتظر ہیں ۔ انکو بجلی دیجائے ۔ اس میں ان کو بڑی دقت

ہے ۔ علاقہ ہٹھار میں اس طرح سے انتظام کریں ۔ کیونکہ کہتے ہیں ۔ کہ وہاں بجلی لگانے کے لئے پول نہیں ملتے ہیں ۔ اور وہ رشوت چاہتے ہیں ۔ لیکن یہ پول کہاں سے آتے ہیں ۔ پول نہیں ہیں ۔ تو فی الحال کیکر کے درخت اکھیڑ کر لگا دیں ۔ اس کے علاوہ میں عرض کروں گا ۔ کہ ضلع لاہور کا بارڈر پانچ میل تصور کیا گیا ہے ۔ یہاں پر فوجی صاحبان آباد کئے گئے ہیں ۔ لیکن جو زمینیں باقی ہیں ۔ وہ برائے مہربانی مقامی لوگوں کو بھی دیں ۔ آخر مقامی لوگ کہاں جائیں ۔ وہ ہجرت کر جائیں ۔ جو فوجی صاحبان تھے ۔ وہ زمینیں لیکر اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے ہیں ۔ اور باقی زمین سیم اور تھور کی نذر ہو رہی ہے ۔ وہ مقامی آدمیوں کو دی جائیں ۔ جو مزارع بیکار پڑے ہوئے ہیں ۔ انکو ہجرت پر مجبور نہ کریں ۔ ایک طرف سے بارڈر پولیس اور دوسری طرف سے ہندوستان حملے کر کے ان کے مال مویشی کھینچ لے جاتے ہیں ۔ ان کے لئے خاص طور پر انتظام کریں۔

راجہ محمد اشرف خان (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔۔جناب صدر ۔ ایک میزانیہ کا جائزہ لینے کے لئے دو ہی طریقے ہو سکتے ہیں ۔ اور دو مختلف پہلوؤں سے اس کا جائزہ لیا جا سکتا ہے ۔ ایک قومی نکتہ نظر اور ایک علاقائی نکتہ نگاہ ہو سکتا ہے ۔ اور میرے فاضل دوست جتوئی صاحب کو یہ نا گوار ہی گذرے ۔ لیکن میں اس بجٹ کا جائزہ قومی نکتہ نظر سے لونگا ۔ واقعات کو کسی صورت میں بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا ۔ میزانیے کے ہر شعبے میں اور اس کی ہر مد سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ اس حکومت کے دور حکومت میں ہر شعبے میں ترقی ہوئی ہے ۔ اور پہلے سے دگنے اور تگنے روپے ہر مد پر خرچ کئے جا رہے ہیں ۔ اور کچھ عرصے سے National Reconstruction Department بھی بنا ہوا ہے ۔ اور میرے خیال میں ہماری بہت سی تکالیف کا اور ہمارے بہت سے

مصائب کا حل ہوا ۔ اور قومی اخلاق اور قومی کردار کی نشو و نما ہوئی ۔ پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا ہے ۔ اور کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ہم اس کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔ جو کہ اچھی اور آزاد قومیں نہیں کرتی ہیں ۔ ون یونٹ کو بنے ہوئے بھی دس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے ۔ لیکن مجھے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر طرف سے چھوٹے یونٹ اور بڑے یونٹوں کی آواز سن کر افسوس ہوتا ہے ۔ اگر چھوٹے یونٹ اور بڑے یونٹ موجود ہیں تو پھر ون یونٹ کیسے موجود ہو سکتا ہے ۔

حاجی عبدالمجید جتوئی---زبردستی سے ۔

راجہ محمد اشرف خان---میرے خیال میں یہ ہماری کوتاہ نظری اور کم نگاہی ہے ۔ اگر ہم ایمانداری سے واقعات کا جائزہ لیں ۔ تو میرے خیال میں جتوئی صاحب نے ون یونٹ میں سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے ۔ جناب والا ۔ جیسے کہ خاص طور پر سیاسی معاملات اس صوبے میں زیادہ الجھے اور پیچیدہ ہیں ۔ کہ عوام کے نمائندوں کی اکثریت ایک طرف ہوتی ہے ۔ لیکن جمہوریت کے علمبردار دوسری طرف ہوتے ہیں ۔ اس سال کے بجٹ کی ایک خاص مد کی مجھے سمجھ نہیں آ سکی ۔ کہ دو سو دس کروڑ روپے دیہاتی تعمیری پروگرام پر خرچ ہو گا ۔ لیکن اس میں سے صرف پندرہ کروڑ روپے دیہات میں خرچ ہوں گے ۔ تو کیا باقی ایک سو پچانوے کروڑ روپے سے ترقی اور روشنی کے مینار شہروں میں بنیں گے ۔ جس کی روشنی دیہات تک پھیلے گی ۔ بہر حال یہ ماننا پڑے گا ۔ کہ جیسے مختلف شعبہ جات نے ترقی کی ہے ۔ ویسے ہی ہماری عام زرعی حالت بہتر ہو رہی ہے ۔ اور اس میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ۔ مجھے گلہ ہے ۔ تو یہ ہے ۔ کہ بیراجوں پر جو زمین آباد ہوتی ہے ۔ اس پر روپیہ اور سرمایہ تو قوم کا خرچ ہوتا ہے ۔ لیکن جب انہیں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ تو حکومت انہیں نیلام کر دیتی ہے ۔ میرے دوستوں نے

کہا ہے ۔ کہ بڑے بڑے زمیندار یہ زمینیں خریدتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں ۔ کہ بڑے بڑے زمیندار نہیں ۔ بلکہ وہ زمینیں کارخانہ دار خریدتے ہیں ۔ جن کے پاس دس دس کارخانے ہوتے ہیں وہ زمین کے بھی مالک بن جاتے ہیں ۔ اور وہ لوگ جو پشت ہا پشت سے کاشتکار چلے آتے ہیں ۔ وہ اسی لئے بھوکے مرتے ہیں ۔ کہ ان کے پاس کاشت کے لئے زمین نہیں ہوتی ۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کروں گا ۔ کہ جب ان زمینوں کی تقسیم کی جائے / تو یہ زمینیں ایسے لوگوں کو دی جائیں ۔ جو کہ زمین کو آباد کرنا جانتے ہیں ۔ اور جن کا انحصار ہی زمینوں پر ہے ۔ اور جن کا مسئلہ صرف بھوک ہے ۔ اور یہ مسئلہ اسی وقت دور ہو سکتا ہے ۔ جب کہ ان زمینوں کو وہی کاشت کریں ۔

اس کے علاوہ جناب صدر ۔ میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ تعلیم پر پہلے سے بہت زیادہ خرچ ہوا ہے ۔ لیکن مجھے افسوس ہے ۔ کہ تعلیمی معیار دیہاتوں میں ہر گز بلند نہیں ہے ۔ اور نہ ہی اسے بلند کرنے کی وہاں پر کوشش کی گئی ہے ۔ جب ہمارے بچے ہائی سکولوں تک جاتے ہیں ۔ تو وہ ان ہائی سکولوں میں پڑھتے ہیں ۔ کہ جن میں ایک سے زیادہ تربیت یافتہ استاد نہیں ہوتا ۔ اور اسی لئے وہ تمام کے تمام بچے جو وہاں پڑھتے ہیں ۔ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں ۔ اگر آپ ملازمت کے لئے دئیے گئے کسی اشتہار کو دیکھیں تو / اس میں لکھا ہوتا ہے ۔ کہ

"Third Divisioner need not apply"

آپ کالج میں داخل کرانے جائیں تو کوئی تھرڈ ڈویژن والوں کو اس کی چار دیواری کے اندر جانے نہیں دیتا ۔ تو اس سے بہتر ہوتا کہ ان تمام سکولوں کو بند کر دیا جاتا اور ان بچوں کو بھیڑ بکریاں پالنے کی یا کوئی اور جانور پالنے کی تربیت دی جاتی ۔ تو یہ امر افسوس ناک ہے خاص کر جو اس وقت غیر مساوات دیکھی گئی ہے ۔ تعلیم میں مجھے بھی یونٹ کہنا پڑے گا کہ یونٹ سے تمام تعلیم حکومت نے لے لی ہے لیکن پنجاب

میں ڈسٹرکٹ کونسل اور لوکل باڈیز کے پاس تعلیم رہنے دی گئی ہے ۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے ۔ کہ معلمین بد دل ہو گئے ہیں ۔ اتنا تفاوت ہے ان کی تنخواہوں اور گورنمنٹ سکولوں کی تنخواہوں میں کہ وہ استعفے دے کر جا رہے ہیں ۔ بلکہ ملک سے باہر جا رہے ہیں ۔ میں اپنے ضلع کی مثال دیتا ہوں ۔ کہ پچھلے دنوں ہمارے تین ہیڈ ماسٹروں نے استعفے دے دئیے اور وہ چلے گئے ہیں ۔ اور اگر یہ حالت رہی تو آپ دیکھیں گے کہ تعلیم کے مسائل بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جاتے رہیں گے ۔ عالی جاہ یہ بھی بجٹ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ ہمارے پچھلے منصوبہ کے پروگرام کے مطابق تمام کاموں میں ترقی نہیں کر سکے ۔ اس کی بڑی وجہ وہ غیر ملکی قرضہ تھا جو کہ ہمیں توقع تھی کہ مل سکے گا ۔ اور وہ نہیں مل سکا ۔ میں اس بات پر بھی حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ قرضہ ہمیں اس لئے نہیں ملا یا اس لئے تھوڑا ملا ہے یا دیر سے ملا ہے کہ ہم نے اپنی خود داری کو قائم رکھا ۔ مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امیر ہو کر ترقی کریں بلکہ غربت میں ہمیشہ مسلمانوں نے نام پیدا کیا ہے ۔ ~~حکیم الامت فرماتے ہیں ۔~~

~~خودی کو نہ بیچ سیم و زر کے عوض~~
~~نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض~~

جناب عالی ۔ مواصلات کے متعلق میں عرض کروں گا کہ سڑکوں کا کافی لمبا چوڑا پروگرام ہے ۔ بہت سی ایسی سڑکیں بھی ہیں جو کافی عرصہ سے زیر تعمیر ہیں اور ان کے بنانے میں تاخیر ہو رہی ہے ۔ تو سب سے بڑا مسلہ جو قوم کے سامنے ہے وہ سڑکوں کی چوڑائی اور ٹریفک کی زیادتی ہے ۔ جو چیک کرنے والے محکمہ جات ہیں وہ میرے خیال میں رفتار کو ہر جگہ چیک نہیں کرتے ۔ اس کا مجھے ذاتی علم ہے کہ ایک سواری جو لاہور سے پنڈی جاتی ہو تو ۱۰۸ میل کا فاصلہ تین

گھنٹوں میں طے ہوتا ہے ۔ تو اس سے نہ کوئی پیدل چلنے والا ۔ محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ موٹر کار والا ۔ تو اس لئے مصیبت ہے سڑک پر خطرہ ہے اس کے لئے جو سڑک پر جاتا ہے خواہ وہ پیدل ہو یا گاڑی میں تو اس کا یہ فوری انتظام کرنا نہایت ضروری ہے/ جناب والا ۔ صحت پر بھی آگے سے بہت روپیہ خرچ ہوا ہے ۔ میں دیہات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ کہ اگر دیہات میں ڈسپنسریاں ہیں تو ان میں پانچ فیصدی سے زیادہ ڈاکٹر نہیں ۔ ڈسپنسریاں بھی تمام دیہاتوں میں نہیں ہیں ۔ لیکن بعض میں ڈسپنسر ہوں گے تو وہاں دوائیاں نہیں ہوں گی بلکہ اگر اوسط دیکھی جائے تو ایک آدمی پر ایک سال میں ایک روپیہ سے زیادہ دوائی کا خرچ نہیں آتا ۔ جب یہ صورت حال ہو تو پھر آپ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں رہنے والے لوگ صحت مند ہوں اور ان کو فوری مدد مل سکے ۔ جناب والا ۔ پسماندہ علاقوں سے ہر طرف سے یہ آواز آتی ہے ۔ کہ میرے پسماندہ علاقے کے لئے یہ کیا جائے مگر آج تک وہاں ان کی آواز نہیں سنی گئی ۔ میرا خیال ہے کہ/ میں ایک سوال کروں گا ۔ کہ ترقی یافتہ علاقے کون سے ہیں تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ پسماندہ علاقے کون سے باقی رہ گئے ہیں ۔ میرے خیال میں اس صوبہ میں کوئی ترقی یافتہ علاقہ نہیں یہ سب کے سب پسماندہ ہیں اور ان کے ساتھ مساوی برتاؤ ہونا جیساکہ آئین میں ہے اور جیسا کہ فائننس منسٹر صاحب نے فرمایا ہے سب کی باقاعدہ اور بتدریج ترقی ضروری ہے ۔ دوسرے محکمے جناب عالی ۔ جیساکہ واپڈا ہے اور دوسرے محکمے ہیں اور زیادہ تر خرچ نظم و نسق پر کیا جاتا ہے ۔ ایک تحصیل میں ۵۰ ہزار کے منصوبہ پر اگر مختلف محکموں کے دس بارہ افسر مقرر ہوں گے تو ان کے پاس تین چار جیپیں بھی ہوں گی ۔ اگر وہ کام ایک افسر کے سپرد کر دیا جائے/ اور ٹیکنیکل نگران ایک ہی ہو تو وہ کام کم خرچ سے بھی ہو سکتا ہے اور اس کام کی نگاہ داشت بھی ہو سکتی ہے ۔ سب سے آخیر میں میں

جناب وزیر مالیات کا آخری فقرہ جو انہوں نے اپنی سپیچ میں فرمایا اس سے ہمیں مکمل اتفاق ہے ۔ اسی پر میرا خیال ہے کہ ہم اکھٹے رہ سکتے ہیں اور اچھے مسلمان بھی بن سکتے ہیں اور ون یونٹ بھی قائم رہ سکتا ہے وہ ہے کہ اللہ تعالی ہماری مدد کرے ۔

مسٹر منور خان (بنوں - ۱)۔جناب صدر ۔ میرے محترم بھائی نے اپنے خیالات کا جو اظہار کیا اکثر افلاس اور غربت کے بارے میں انہوں نے متوجہ کیا ۔ میں اپنے خیالات اس ہاؤس میں جنرل ایڈمنسٹریشن یعنی جنرل ایڈمنسٹریشن جو آج کل dispense ہو رہی ہے اس کے متعلق عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جرائم ہر ایک مہینے میں بڑھتے جا رہے ہیں اور کچھ ذرائع یا تجاویز ان کے انسداد کے لئے نہیں کی گئیں اور نہ ہی کچھ ایسی امید نظر آ رہی ہے کہ حکومت اس کا انسداد یا کچھ علاج کر سکے گی ۔ جب سے ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور طاقت میں یا in power آئی ہوئی ہے اس وقت سے جرائم اور خاص کر سنگین جرائم روبہ ترقی ہیں ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف جو یہ جرائم دکھائے جاتے ہیں یہ روبہ ترقی نہیں بلکہ وہ جرائم جو against property commit کئے جاتے ہیں ان کا اخفا کیا جا رہا ہے ۔ پہلے زمانے میں جب کوئی نقب زنی ۔ راہزنی رہزنی یا ڈکیتی کا کیس اخفا کیا جاتا تھا تو ایسا کرنے والے کو یہ سزا دی جاتی تھی کہ اسے برخاست کر دیا جاتا تھا لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے افسر اور ضلعوں کے S. Is کو یہ خاص ہدایت دے رہے ہیں کہ offences against property کو رجسٹر نہ کیا جائے ۔

Minister of Agriculture : Question.

مسٹر منور خان۔میں خود ثابت کر دوں گا وزیر صاحب اس چیز کو ۔ پٹھانوں والی بات ہوگی ۔ میرے اپنے گاؤں میں نقب زنی کی وارداتیں ہوئی ہیں ۔ رپورٹ کے لئے آدمی گئے اور ایک پرچہ انہوں نے رجسٹر نہیں کیا سوال یہ ہے کہ صرف یہ میرے گاؤں کا قصہ ہے اگر ایسے واقعات

تمام ضلعے کے بیان کروں تو انسان ان کو سن کر دل برداشتہ ہو کر یہ کہے کہ الامان یہ حکومت کس طریقہ سے صحیح راستہ پر آ سکتی ہے ۔ جب پرچہ جات کی اخفا ہوتی ہے تو جرائم کا انسداد کیسے ہو سکتا ہے ملک صاحب ۔ پرچوں کی فری رجسٹریشن سے انسدادہو سکتا ہے اور وارداتوں کو روکا جا سکتا ہے ۔ لیکن آپ نے کیا سوچا کہ آپ بجائے انسداد کریں آپ نے کریمینل لاء امنڈمنٹ ایکٹ لگا دیا جو یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم اس اہل نہیں ہیں کہ ہم جرائم کا سدباب کرسکیں۔ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس جانب کچھ غور کر سکیں ۔ کریمینل لا امنڈمنٹ ایکٹ جاری کیا یعنی وہ قانون جو انگریزوں کے زمانے میں بلیک لا کہلاتا تھا اور جس کو انہوں نے suspend کیا اور وہ آپ نے پاکستان پر لگا دیا ۔ اس کے فوائد میں کچھ عرض کرتا ہوں ۔ آپ نے پروویژن اس میں رکھی کہ ٹریبیونل تعلیم یافتہ ہونا چاہئیے ۔ آپ جا کر فہرست دیکھیں کہ کتنے مقدمے ریمانڈ ہو چکے ہیں اور بھی دیکھیں کہ آپ کا ٹریبیونل کس حد تک تعلیم یافتہ ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ اتنے نا اہل ہیں کہ پروویژن میں لکھا گیا ہے کہ ہر ایک ٹریبیونل جرگے میں بیٹھنے سے پیشتر وہ حلف اٹھائیں گے مگر حلفنامہ کسی مثل کے ساتھ نہیں ہے ۔ کیا ہم اس کو ~~efficiency~~ کہیں گے اور وہ تمام مقدمات ریمانڈ ہو گئے اس لئے کہ حلفنامے ٹریبیونل کی کسی مثل کے ساتھ نہیں تھے ۔

تو میں عرض کرتا ہوں جو ایک مقدمہ ٹریبیونل میں try ہو کر اس پر سزا دی جاتی ہے وہ دوبارہ ریمانڈ ہوتا ہے وہ خرچہ کون برداشت کرتا ہے ۔ گورنمنٹ کے ذمہ پڑتا ہے ۔ فریقین کے ذمہ پڑتا ہے ۔ وہ غریب ملزم کو خرچہ پڑتا ہے ۔ وہ دوبارہ سہ بارہ آپ لوگوں کی مہربانی سے اخراجات برداشت کرتے ہیں ۔ تو کیا اس کا انسداد نہیں ہو سکتا ۔ اگر میں اس کو نااہلی اور ~~un-efficiency~~ نہ کہوں تو ملک صاحب آپ بتائیں اس کا کیا نام رکھوں ۔

جناب والا ۔ نمبر دو یہ ہے ایڈمنسٹریشن جو ہے یہ میں دعوے سے

نہیں کہہ سکتا لیکن سابقہ صوبہ سرحد کی پولیس کو انگلینڈ کی پولیس سے مشابہت دیا کرتے تھے ۔ وہ بہت دیانتدار تھی لیکن ون یونٹ بننے کے بعد میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری پولیس اتنی بد دیانت ہو گئی ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے ۔ فرنگیوں کے زمانہ میں (میرے ساتھ وزیر مال صاحب اتفاق فرمائیں گے) ایک افسر جس کا نام گریس تھا اور دوسرا انگریز افسر جس کا نام لاکر تھا انہوں نے رشوت بالکل اس صوبہ میں ختم کرائی ۔ وہ خود بھی دیانتدار تھے ۔ کیا یہاں پر کوئی لاکرنہیں ہے ۔ اپنی قوم کی بادشاہی ہوتے ہوئے کوئی لاکر نہیں بن سکتا ۔ کوئی گریس نہیں بن سکتا ۔ آخر اس قوم کا کیا حشر ہوگا ۔ اگر رشوت ختم نہ ہوئی اور اگر رشوت کا انسداد نہ ہوا تو ہماری کیا حالت ہو گی ۔

اب جناب میں یہ عرض کروں گا کہ کسی مقدمہ میں لوگ شہادت نہیں دیتے ۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ جرگہ میں کیس لے جائیں چلو بھائی یہ بھی ہماری نالائقی ہے ۔ لیکن جو شہادت ہمیں میسر ہوتی ہے اس کا کیا تماشا بنتا ہے ملک صاحب . . . . .

Mr. Senier Deputy Speaker : Please address the Chair.

مسٹر منور خان۔۔جناب والا ۔ جو ایکسپرٹ ہوتے ہیں لوگ ان سے مل جاتے ہیں ۔ ان کو پیسے دے دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کے خلاف رپورٹ کر دیتے ہیں ۔ کیمیکل experiment کے کئی کیسس موجود ہیں۔ کتے کا خون بھیجا گیا ہے اور وہاں سے انسانی خون اسی گروپ کا بھیجا جاتا ہے ۔ تو انہوں نے expement تک نہیں کی ۔ اور انہوں نے analysis ہی نہیں کیا ۔ اگر کیا ہو تو اپروچ ہو گئی ہو ۔ دونوں باتوں میں سے ایک ہے ۔ یا وہ ان آفیشینشی ہے یا یہ کرپشن ہے آخر ان آفیشینشی اور کرپشن کا اگر انسداد نہیں کریں گے تو قوم کہاں جائے گی ۔ آخر اس قوم نے کہاں پہنچنا ہے ۔ میں عرض کروں گا کہ

حکومت خود ذمہ دار ہے ۔ حکومت نے ایڈمنسٹریشن کو کرپٹ کیا ہے ۔ حکومت افسران سے ناجائز کام کروا رہی ہے ۔ حکومت افسران کو الیکشن میں ناجائز استعمال کرتی ہے ۔ اور جا کر ووٹروں کو کرپٹ کرتی ہے ۔ جب پبلک کو کرپٹ کریں ۔ ایڈمنسٹریشن کو کرپٹ کریں تو بتائیں ہم کہاں جائیں ۔ کس سے کہیں ۔ خدا کے لئے اس کرپشن کو بند کریں ۔ اگر قوم کرپٹ ہو ۔ اگر قوم demoralise ہو ۔ تو اس سے زیادہ گناہ اور کوئی نہیں کہ قوم بزدل بنے اور قوم یہاں تک پہنچ جائے گی کہ رشوت ستانی کے سوائے کچھ بھی نہ کر سکے گی ۔ میں عرض کرتا ہوں یہ حالت کب تک رہے گی ۔ جرائم کا انسداد نہیں ہو سکے گا اور نہ آپ کر سکیں گے ۔ جناب والا ۔ اس کا انسداد ضروری ہے ۔ میں وزرا صاحبان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں آپ بہتر طریق پر سوچیں ۔ کمشن بٹھائیں کہ جرائم اور کرپشن کا قلع قمع کیسے کیا جائے ۔

جناب والا ۔ نمبر تین میرے سننے میں آیا ہے کہ پولیس کی بابت ایک کمشن مقرر ہوا ۔ اس ۔ رپورٹ کی کہ پولیس کی نفری میں کمی کی جائے ۔ انگریزوں نے جب پولیس کے تھانہ جات قائم کئے انہوں نے رقبہ ۔ علاقے اور لوگوں کی آبادی کو مد نظر رکھتے ہوئے تھانہ جات قائم کئے تھے ۔ آبادی کے لحاظ سے سپاہیوں کو اس تھانہ میں لگایا ۔ بارہ چودہ سپاہی تھانے میں لگا کرتے تھے ۔ جناب سپیکر ۔ وہ تھانہ جات اب وہی تھانہ جات ہیں ۔ سپاہی وہی ہیں ۔ نفری کی زیادتی اس میں نہیں ہے لیکن آبادی پہلے سے تین گناہ زیادہ ہو گئی ہے ۔ جناب والا ۔ ایک کلاس کے لئے انہوں نے پابندی رکھی ہے کہ اتنے سے زیادہ لڑکے داخل نہ کئے جائیں کیونکہ ان کی دیکھ بھال نہیں کی جا سکتی ۔ لیکن انسداد جرائم کے لئے وہی پولیس ہے جو سو سال قبل تھی ۔ وہی پولیس ہے اور اب آبادی کی نگرانی درست طریقے سے کر سکتے ہیں ؟ بدمعاشوں کی الگ الگ نگرانی رکھ سکتے ہیں ۔ یقیناً نہیں کر سکتے ۔ میں عرض کروں گا کہ

تھانہ جات میں نفری کی تعداد زیادہ کیجئے تاکہ جرائم کا انسداد ہو سکے ۔ یہ اس طریقہ سے کام نہیں ہوگا کہ چلو کام تو چلتا ہے ۔ جرگہ میں کیس بھیج دو باقی ثبوت جرگہ میں جا کر مل سکتا ہے ۔ اور پھر یہ کہ جرگہ میں پتہ نہ لگے کہ کون گنہگار ہے اور کون بے گناہ ہے ۔ اگر ایڈمنسٹریشن آف جسٹس کی یہی حالت رہی اور اس کی حالت نہ سنواری گئی تو قوم کہاں جائے گی ۔

جناب سپیکر ۔ میں ایڈمنسٹریشن کی ایک اور مزے دار مثال پیش کرتا ہوں ۔ اور ممبر صاحبان کو باخبر کرتا ہوں ۔ گذشتہ سال بنوں ضلع میں صرف ایک مجسٹریٹ کام کر رہا تھا اور تمام ضلع کے کام کو چلا رہا تھا ۔ پہلے وہاں دو اسسٹنٹ کمشنر ہوتے تھے ۔ تین مجسٹریٹ ہوتے تھے ۔ ایک افسر مال اور ٹریفک مجسٹریٹ ہوتا تھا ۔ تمام ضلع کے کام کو ایک مجسٹریٹ نے چلایا جس میں ۱۳ تھانے تھے ۔ وہاں کوئی مجسٹریٹ میسر نہیں تھا ۔ وہ تمام سال کام کرتا رہا اس کا نتیجہ کیا ہوا مقدمات زائد از چھ ماہ ہوگئے ۔ ملزمین حوالات میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اگر وہاں کسی صاحب کی تبدیلی کرائی جائے تو وہ چیف سیکرٹری صاحب کے پاس جاتا تھا اس کی رسائی ہوتی تھی اور تبدیلی منسوخ ہو جاتی تھی ۔ اگر کوئی صاحب آ جاتا تھا ۔ چارج لے کر چار دن کے بعد وہ بھی واپس چلا جاتا تھا ۔ میں حیران ہوں بنوں ضلع کی کیا حالت تھی ۔ صرف دو ماہ ہوئے مجسٹریٹ صاحبان لگائے گئے ہیں اب بھی ان میں ایک کم ہے ۔ میں عرض کرتا ہوں آپ ڈیلے آف جسٹس کا خیال رکھیں ۔ صدر محترم ۔ اس چیز پر غور فرمائیں اور اس کو دیکھیں کہ اس ضلع بلکہ اس صوبہ کی کیا حالت بنائی گئی ہے ۔ اگر ایک مقدمہ دو سال تک پڑا رہے اور اس کا فیصلہ نہ ہو سکے اور وہ بستہ خاموشی میں پڑا رہے تو کس طرح اس کا انصاف ہو سکے گا اس مقدمہ کی کیا حالت ہوگی ۔ میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ نظم و نسق اور ایڈمنسٹریشن آف جسٹس کے لئے کہاں

جائیں کہاں جا کر روئیں ۔ خدا کے لئے اسے ٹھیک کریں ۔ جب تک اس قوم میں آپ جان نہیں ڈالیں گے ۔ جب تک اس قوم میں جرأت پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک یہ قوم آگے نہیں بڑھ سکے گی ۔ اگر آپ بزدلی کا نعرہ لگائیں ۔ اور اس کو مرتد بنائیں جیسا کہ بنایا جا رہا ہے تو اس قوم کا خدا حافظ ہے ۔ جو قوم اپنا اخلاق کھو گئی اس قوم سے کیا امید ہو سکتی ہے ۔ اگر ایک آدمی اپنے آپ کو دنیا کو تباہ کرنے کے لئے برسر اقتدار رہنا چاہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ اس کا نتیجہ بہت سخت ہوگا ۔ اور بہت برا ہوگا ۔ دبانے سے تو ایک چیز ایک وقت تک دب سکے گی لیکن تمام عمر نہیں دب سکے گی ۔ اب موجودہ حکومت نے جناب سپیکر ۔ ایک حکم جاری فرمایا ہے کہ " لو کاسٹ " لوگوں کا اسلحہ ضبط کر لیا جائے ۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم تو پاکستانی ہیں ۔ ہم میں وہ low caste کون لوگ ہیں ۔ آیا ہم black smith کو low caste کہیں ۔ carpenter کو کہیں ۔ weaver کو کہیں یا shepherd کو کہیں ۔ کسے کہیں ۔ ہم تو Pakistani Nationals ہیں ۔ we are equal before law یہ تحریری حکم ہے اس حکومت in power کا کہ low caste لوگوں سے اسلحہ لیا جائے ۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ میرے ضلع کے ایک black smith کا لڑکا فوج میں کیپٹن ہے ۔ ایک carpenter کا لڑکا ہوائی جہاز کا pilot ہے ۔ تو عرض یہ ہے کہ پہلے ان low castes کو اتارو ۔ آپ ان کو services میں کیوں لائے ۔ اگر ان کے حقوق Pakistani Nationals کے تھے اور انہی حقوق کی وجہ سے وہ وہاں گئے ہیں تو ان کے والدین اسلحہ سے کیوں محروم کئے جائیں وہ کس چیز سے اپنی protection کریں ۔ اور اپنے جان و مال کو کیسے protect کریں ۔ اگر چوری ہو گی پولیس والا تو رپورٹ لکھتا ہی نہیں ۔ ایسی حالت میں وہ کہاں جا کر انسداد کیلئے فریاد کرے یا انصاف طلب کرے ۔

عرض یہ ہے کہ ان تمام مسائل پر غور کرنا چاہئے اور انہیں محض اسلئے ignore نہ کرنا چاہئے کہ یہ ایک Independent ممبر عرض کر رہا ہے ۔ یا کسی خاص وجہ سے عرض کر رہا ہے ۔ میں جناب صدر کی معرفت یہ سب چیزیں ایک پاکستانی کی حثیت سے آپ کے نوٹس میں لا رہا ہوں ۔ اور اس لئے لا رہا ہوں کہ آپ ان تمام نقائص کا انسداد فرمائیں ۔ اور بر وقت فرمائیں ۔ ورنہ آپ اس حشر کا اندازہ لگائیں ۔ جو ملک میں برپا ہونے والا ہے ۔ آپ خیال فرمائیں کہ اس وقت ملک میں کیا افراتفری ہو گی ۔ اور کیا بنے گا ۔

جناب والا۔کل food policy کے متعلق یہاں ذکر ہوا تھا ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : You have got only two minutes.

Mr. Munawar Khan : I have got twenty minutes.

Mr. Senior Deputy Speaker : You are left with two minutes out of twenty.

Mr. Munawar Khan : Alright sir.

تو اس food policy کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ کابل کے علاقے میں غلہ سمگل نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے میں شاھد ہوں ۔ عرض یہ ہے کہ میرن شاہ ایجنسی کیلئے روزانہ بلا ناغہ چار ٹرک آٹا اور چھ سے آٹھ ٹرک گندم میرن شاہ جاتی ہے ۔ you please verify it وہاں وہ غلہ اور وہ آٹا اونٹوں پر لادا جاتا ہے اور وہاں سے وہ خوست یعنی علاقہ افغانستان پہنچ جاتا ہے ۔ جہاں گندم چالیس روپے من بکتی ہے ۔ میرن شاہ کے علاقے میں خاصہ دار بھی ہیں اور ملیشیا کے لوگ بھی ہیں جن کو دو روپے فی camel load دیا جاتا ہے ۔ جو اسی سڑک کے راستے اسے pass کر کے افغانستان پہنچاتے ہیں ۔ میرن شاہ ایجنسی میرے ضلع کے متصل واقع ہے ۔ بنوں میں آج کل گندم کی قیمت ۲۲-روپے

فی من ہے ۔ اور یہ غلہ میرن شاہ کے بہانے بھیجا جاتا ہے اور یہ کہہ کر بھیجا جاتا ہے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں ۔ میں مانتا ہوں ۔ کہ بیشک ہمیں ان کی امداد کرنی چاہئے ۔ It is our Agency ۔ لیکن اگر وہ غلہ وہاں سے افغانستان پہنچ جائے تو میں عرض کروں گا کہ اس کا جس طریقے سے بھی ہو سکے انسداد کیا جائے ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی (کراچی-۷)۔۔مسٹر سپیکر۔آج میزانیے کے متعلق تقریر کرنے سے پہلے میں جناب شیخ مسعود صادق صاحب ۔ وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ زرعی ۔ تعلیمی اور اقتصادی میدانوں میں جو ترقی ہوئی ہے ۔ ان میں میں جناب گورنر صاحب کے مفید مشوروں اور کاوشوں کی جھلک بھی پاتا ہوں ۔ چنانچہ اس سلسلے میں انہیں بھی مبارکباد دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر۔جب میں اس میزانیہ کو دیکھتا ہوں تو سب سے پہلے میرے سامنے وہ کسان اور کاشت کار آ جاتے ہیں جن کی اکثریت یعنی ہماری کل آبادی کا ۸۰ فیصدی گاؤں میں رہتی ہے ۔ بلکہ میری نظر کے سامنے گھوم جاتے ہیں ۔ جو پاکستان کی اقتصادیات میں بالعموم اور ہمارے صوبے کی اقتصادیات میں بالخصوص ایک نہایت اہم کردار ادا کر رہے ہیں ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کے اس میزانیہ میں ہم نے اس کاشتکار کو جس کی محنت شاقہ کا نتیجہ یہ میزانیہ اور یہ بجٹ ہے ۔ کیا دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی محنت کے صلے میں ہم نے اسے کچھ بھی نہیں دیا ۔ آج ضرورت اس امر کی ہے اور آج وقت اس مرحلے پر پہنچ چکا ہے کہ اگر اس ایوان اور صاحب صدر آپ کے توسط سے یہ مطالبہ کیا جائے

کہ زمینداروں کا خاتمہ کیا جائے تو یہ ایک مناسب مطالبہ ہو گا ۔ اس سلسلے میں میں صدر مملکت کو لائق تحسین سمجھتا ہوں جنہوں نے اس صوبے میں زرعی اصلاحات نافذ کیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اب چھ سات سال بعد وہ stage پہنچ چکی ہے جب کہ زمیندارے کی holding سو ایکڑ کر دی جائے ۔ یعنی چار مربع کر دی جائے ۔ باقی تمام زمین کاشتکاروں اور مزارعین کا حق ہے ۔ یہ ہاریوں کا حق ہے ۔ لہذا انہیں دیدی جائے ۔ دراصل زمین کے اصل اور واحد مالک وہی ہیں ۔

جناب والا ۔ میرا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ کاشتکاروں اور مزارعین کو زمینوں کی auction کے سلسلے میں متشنے قرار دیا جائے ۔ اور ان کو گورنمنٹ کی کنٹرول قیمت کے حساب سے آسان قسطوں پر زمین دی جائے ۔ کیونکہ یہ بیچارے غریب لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ بڑے بڑے Industrialists یا زمینداروں کی طرح بڑی بڑی بولیاں دے سکیں یا بڑے بڑے نعرے لگا سکیں ۔

(مداخلت اور شور)

جناب والا ۔ اگر اس معزز ایوان میں تشریف فرما بڑے بڑے زمینداروں کو یہ بات بری لگی ہو تو وہ مجھے معاف فرمائیں ۔ بہر حال میرا یہی مطالبہ ہے ۔

اسی سلسلے میں ایک طبقہ اور ہے جو میزانیے کے سلسلے میں میری نظروں کے سامنے آتا ہے ۔ وہ labour class ہے ۔ یعنی مزدوروں کا طبقہ آج ہمارے ملک کی اقتصادی صورت حالات اور عام ماحول میں دولت ۔ جیسا کہ میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ۔ چند افراد یعنی ۱۲۵ خاندانوں کے گرد جمع ہو چکی ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے عوام کو اس دولت میں سے

کونسا حصہ دلایا ہے ۔ یعنی ان مزدوروں کی فلاح و بہبود کیلئے کار خانہ دار اور سرمایہ دار کیا خرچ کرتے ہیں ۔ چنانچہ میں پھر اپنے اس مطالبے کو دہراؤنگا کہ مزدوروں کی تکالیف رفع کرنے کے لئے ایک labour commission بٹھایا جائے ۔ اس سلسلے میں وزیر موصوف کئی بار وعدہ فرما چکے ہیں کہ وہ labour laws لا رہے ہیں اور ان میں ترامیم لا رہے ہیں ۔ لیکن تا حال وہ ترامیم نہیں آئیں ۔ اور فقط وعدے پر ہی ہم لوگ جی رہے ہیں ۔ امید ہے کہ اس session کے آخر تک وہ ترامیم آ جائیں گی جن سے مزدوروں کی حالت بہتر ہو سکے گی ۔ اس سلسلے میں میری ایک ٹھوس تجویز یہ ہے کہ ہر کارخانہ دار اور سرمایہ دار کیلئے یہ چیز ضروری ہونی چاہئے کہ وہ منافع کا دس فیصد حصہ مزدوروں کے طبقہ کیلئے الگ کر دے ۔ کیونکہ منافع کی اصل کمائی ۔ سرمائے میں اضافہ اور صنعتی ترقی مزدوروں کے طبقہ کی وجہ ہی سے ہے ۔ جو اپنے خون پسینے سے ان اجزا کو بہتر بناتا ہے ۔ چنانچہ اس دس فیصد منافع کی رقم سے اُس کو اس کمپنی یا firm میں shares دئے جائیں یعنی اسے اس کا shareholder بنایا جائے ۔ تا کہ دس ۔ بیس یا پچیس سال میں ایک ایسی stage آ جائے جب کہ ہمارا مزدور طبقہ اور ہمارے عوام بڑی بڑی کمپنیوں اور بڑی بڑی ملوں کے shareholders بن جائیں اور ان کا management میں بھی باقاعدہ طور پر حصہ ہو ۔ اور ان کو بھی اپنے گاڑھے پسینے کی قیمت اور مناسب منافع مل سکے ۔

میری دوسری تجویز یہ تھی کہ لیبر ویلفیئر پر زیادہ روپیہ خرچ کیا جائے اور لیبر کی بہبود اور خوشحالی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے ۔ مزدوروں کے بچوں کو مفت تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے ۔ اور ان کو سکالر شپ دئے جائیں ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے لئے ٹی بی انشورنس

سکیم نافذ کی جائے ۔ اس کے علاوہ تیسری بات یہ کہوں گا کہ ملک میں انڈسٹریل پلین بنتے ہیں ۔ زرعی اصلاحات کے پلین بنتے ہیں اور بڑے بڑے کارپوریشن قائم کئے جاتے ہیں اسی طرح میں نے پہلے ایک تجویز پیش کی تھی کہ West Pakistan Education Foundation قائم کرنے کے لئے ایجوکیشن سیس یا ایجوکیشن ٹیکس لگایا جائے ۔ مثال کے طور پر سینڈلوں پر ٹیکس لگائیں یا surcharge entertainment پر بڑھا دیں یا کوئی ٹیکس لگا دیں ۔ جس کا نام ایجوکیشن ٹیکس ہو ۔ اور پھر اس سے ایجوکیشن فاؤنڈیشن قائم کی جائے ۔ جو نئے سکول کھولے اور بچوں کو اسلامی تعلیمات اور ثقافتی اور moral تعلیمات پر ابھارے اور ان کی ذہنی ترقی کی طرف کوشاں ہو ۔

اس کے علاوہ میری ایک اور تجویز قرض حسنہ کی تھی ۔ وہ یہ تھی کہ کم از کم پانچ کروڑ روپیہ اس بات کے لئے مختص ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کو جن کی ماہوار آمدنی سو یا سوا سو روپیہ ہے ان کے بچوں کو قرض حسنہ دیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں بڑے بڑے اچھے اور لائق بچے ہیں ۔ غریبوں کے بچوں کو اپنی ذہانت اور لیاقت کے نشو و نما کے مواقع نہیں ملتے ۔ اگر اس قسم کی کوئی سکیم بنائی گئی اور اس کا ایک routine بن گیا تو پھر ہر سال اعلیٰ تعلیم کے لئے ان بچوں کو دو یا تین ہزار روپیہ قرضہ دے کر باہر ممالک میں بھیجا جا سکتا ہے ۔ غریبوں کے لائق بچوں کو اگر اعلیٰ تعلیم مل جائے گی ۔ تو یقیناً وہ ملک کی بہتر خدمت انجام دے سکیں گے ۔ پھر جب برسر روزگار ہوں گے تو ان کی تنخواہوں سے ان کی salaries سے وہ رقم کاٹ لی جائے ۔ اس میں کسی قسم کا نفع یا سود در سود نہیں ہونا چاہئے اور یہ سکیم سارے صوبہ میں رائج ہونی چاہئے ۔ اس کے بعد زبان کی بات ہے ۔ میری تجویز ہے کہ اپنی قومی زبان اردو کو جلد از جلد تمام دفاتر میں رائج کر دینا چاہئے ۔

(ہٹیر ۔ ہٹیر)

اپنی قومی زبان کو ترقی دینا چاہئے اس کے بغیر کوئی قوم ایک آزاد قوم کہلانے کی مستحق نہیں ۔ جب تک اس کے پاس اپنی زبان نہ ہو ۔

ون یونٹ کے استحکام کے لئے ایک قومی زبان کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اردو کی ترویج کے لئے ضرور کوشاں ہوں ۔ بجٹ میں ایسی provision رکھیں کہ اسے صحیح طور پر دفتری زبان بنا دیا جائے ۔

ایک اور بات جس کا اظہار کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اس کوٹا سسٹم کو ختم کیا جائے جو بچے لائق ہوں قابل ہوں خواہ وہ کسی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کو برابر کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں ۔ سروسز میں اور مقابلہ کے امتحانات میں برابر کے حقوق ہونے چاہئیں ۔ اس میں علاقہواریت کی بو کو ختم کرنا پڑے گا ۔ اس کوٹا سسٹم کو ختم ہونا چاہئے ۔ سوائے اس امر کے کہ کوئی بہت ہی پس ماندہ علاقہ ہو اس کے لئے بے شک کوٹا مقرر کریں ۔ باقی تمام صوبہ free competition ہونا چاہئے تاکہ تمام طلبا سروسز میں اور مقابلہ میں آ سکیں ۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمیں اپنے نوجوانوں کو ابھارنے کے لئے اور ان میں ایک نئی زندگی پیدا کرنے کے لئے اپنی ایجوکیشن پالیسی کو تبدیل کرنا چاہئے ۔ اور اس کے لئے ایک five year moral plan بنانا پڑے گا ۔ ورنہ ہمارا معاشرہ گرتا جائے گا ۔ ہم نے اسلامی بنیادوں پر اس ملک کو حاصل کیا تھا اس لئے جب تک ہم اپنے تعلیمی نظام کو اسلامی تعلیم کے مطابق فروغ نہیں دیں گے ہمارے ملک میں وہ تعلیم اور وہ معاشرہ ابھر نہیں سکے گا جس کا یہ مستحق ہے ۔ آج دیکھ لیجئے کہ ہمارے نوجوان بچے ٹیڈی ازم میں مبتلا ہیں ۔ وہ اپنے کلچر ۔ اپنے تمدن ۔ اپنے اسلامی معاشرہ اور روایات کو بھول گئے ہیں ۔ اس لئے من حیث القوم اس طرح توجہ دینا نہایت ضروری ہے ۔ نوجوانوں کے اطوار اور عادات کو سدھارنے کے لئے یہاں یوتھ سنٹر کھولے جائیں تاکہ ایک

آزاد ملک کے بچے آزادانہ طور پر سوچیں اور من حیث القوم ترقی حاصل کریں ۔

بچاری کراچی کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاھتا ھوں ۔ اس میں کراچی کے لئے کوئی provision نہیں کی گئی ۔ البتہ اس کو قرضہ جات دئے جاتے ھیں ۔

چودھری عبدالرحیم—پوائنٹ آف آرڈر ۔ معزز ممبر نے علاقہ وار کی بو کا ذکر کیا تھا اب یہاں کراچی کی بو پیدا کر دی ھے ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر— یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔

مسٹر مبین الحق صدیقی—میں جس حلقہ انتخاب سے منتخب ھو کر آیا ھوں اس کے متعلق ضرور کچھ عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ میں یہ کہہ رھا تھا کہ بجٹ میں کراچی کی جو پرانی سکیمیں ھیں صرف انہیں کے متعلق provision پاتا ھوں کراچی کی کسی نئی سکیم کے لئے کچھ نہیں دیا گیا ۔ ڈولپمنٹ کی پرانی سکیمیں ھی چلی آ رھی ھیں ۔ کسی نئی سکیم کے متعلق provision نہیں کی گئی ۔

دوسری بات یہ ھے کہ ترقی کا سلسلہ میں صرف K. D. A. قائم ھے اس کو قرضہ جات دئے جاتے ھیں ۔ حالانکہ صوبہ کے دوسرے تمام علاقہ جات کی سکیموں پر حکومت خود خرچ کرتی ھے ۔ لیکن کراچی کی ترقی کی سکیمیں قرضہ جات پر چل رھی ھیں ۔

جہاں تک کراچی کی دوسری ترقیات کا سوال ھے لوگوں کو کچھ غلط فہمی سی ھے ۔ اس لئے میں یہ بتا دینا چاھتا ھوں کہ کراچی میں ۵ لاکھ نفوس ایسے ھیں جو بے سرو سامانی کی حالت میں زندگی بسر کر رھے ھیں ۔ وھاں نہ پانی ھے ۔ نہ پانی کا کوئی بندوبست ھے ۔ نہ ڈسپنسری ھے نہ تعلیم کا کوئی انتظام ھے ۔ وہ جھگیوں میں رھتے ھیں غلاظت اور گندگی میں رھتے ھیں اور ان کو کسی قسم کی سہولتیں میسر نہیں ھیں ۔ ان

جھگیوں میں پانی کے نل پر جھگڑے اور قتل ہوتے ہیں ۔ اگر آپ ریفیوجی کالونی پر نظر ڈالیں تو ان ۵ لاکھ جھگی نشینوں میں پنجاب کے آدمی بھی ہیں ۔ بنگالی بھی ہیں ۔ وہاں ریفیوجی بھی ہیں پٹھان بھی ہیں غرضیکہ تمام علاقوں کے لوگ بستے ہیں ۔ میری گذارش ہے کہ ان جھگی نشینوں کے لئے کوئی منصوبہ بنائیں ۔ جب تک آپ اس آبادی کے لئے کوئی جامع منصوبہ نہیں بنائیں گے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ترقی نہیں ہو سکتی ۔ جب کوئی ڈولپمنٹ ہوتی ہے تو آپ صرف کوٹھیوں پر ہی نظر ڈالتے ہیں ۔ آپ کو چاہئے کہ ان غریب نفوس کو بھی ترقی کا موقع دیں ۔ یہ جو ۵ لاکھ خانماں برباد لوگ ریفیوجی کالونی میں پڑے ہیں میرا مطالبہ ہے کہ ان کے ہاں ڈسپنسریاں قائم کی جائیں ۔ اس کے علاوہ لیاقت آباد میں نیا کالج کھولا جائے ۔ اس پر زیادہ خرچ نہیں آئے گا ۔ عمارت موجود ہے ۔ بس ۔ آپ کی کچھ ہمت کی ضرورت ہے ۔

اس کے علاوہ میری یہ گذارش ہے کہ تیسرے ۵ سالہ پلان میں کراچی میں ایک میڈیکل اور انجینئرنگ کالج کھولا جائے ۔

اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ڈولپمنٹ پلان کو دیکھا ہے تو مجھ کو اس میں یہ نظر آیا کہ five year plan میں target بنایا گیا تھا لیکن جو estimated cost بجٹ میں تھی اس سے کم صرف کیا گیا ہے ۔ لہذا میں اس کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے کراچی کے نکتہ نگاہ سے دیکھا ہے اور اگر اور بھی حصوں کے نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے تو پلان میں کتنا target تھا ۶۴-۶۵ ۔ ہزار میں کتنا روپیہ خرچ کیا گیا اور باقی ماندہ پراویزن کیوں نہیں کیا گیا ۔

اس کے علاوہ میری تجویز یہ تھی کہ پرائمری ایجوکیشن کے لئے ۶۰ ۔ لاکھ کی رقم five year plan میں تھی اس میں سے ۵۸ ۔ لاکھ روپیہ صرف ہوئے ہیں باقی ماندہ یہ دو لاکھ بھی دے دیتے تو یہ target پورا ہو جاتا ۔ سیکنڈری ایجوکیشن کے سلسلے میں نئے سکول کھولنے کے لئے ۶۴-۶۵

میں کوئی پراویژن نہیں کیا گیا اسی طرح کراچی پولیٹکنک کی سکیم تھی اور اس کے لئے ایک کروڑ ۶۲ - لاکھ روپیہ منظور ہوا تھا جس میں سے آپ نے ہم کو ۱۲ - لاکھ ۵۸ - ہزار روپیہ دیا باقی ماندہ روپیہ کے لئے جو کچھ بھی پلان ہوا ہو اس سلسلے میں میں عرض کروں گا کہ یہ روپیہ سیکنڈری پلان کے لئے آپ کے پاس موجود ہے آپ پولیٹکنک کے لئے یہ روپیہ صرف نہیں کرنا چاہتے ہیں تو اس باقی ماندہ روپے سے ہم کو ایک انجینئرنگ کالج دے دیں - آپ کو کراچی سے ایکسائز ڈیوٹی ملتی ہے کراچی سے immovable پراپرٹی ٹیکس سب سے زیادہ کراچی دیتا ہے انکم ٹیکس سیلز ٹیکس ڈیوٹی ٹیکس کافی اور ٹیکسز کا بیشتر حصہ آپ کراچی سے collect کر رہے ہیں -

اس کے علاوہ میں نے بجٹ میں دیکھا ہے کہ آپ نے لائبریریز کے لئے ۱۰-لاکھ مختص کئے ہیں یہ بہت مناسب ہے لیکن یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہے کہ سنہ ۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵ء کسی سال میں بھی اس ۱۰ لاکھ روپے میں سے ایک روپیہ بھی آپ نے خرچ نہیں کیا - ہمیں بچوں کا morale بڑھانا ہے تعلیمی سہولتیں رکھی گئی ہیں تو ۱۰ لاکھ کا جو target رکھا گیا تھا تو اس میں ایک پیسہ کیوں نہیں خرچ کیا گیا - آپ ڈولپمنٹ چارٹ اٹھا کر دیکھیں تو ۱۰ - لاکھ کی پوری رقم نہیں خرچ کی گئی ہے دوسری لائبریریز کے لئے علیحدہ رقم ہے لیکن ۱۰ - لاکھ جو ڈولپمنٹ ایریاز کے لئے ہے اس میں مجھے صفر صفر صفر نظر آیا ہو سکتا ہے کہ وزیر تعلیم اس کی وجہ بتا سکیں - اسی طرح play grounds پر ایک لاکھ ۳۵ - ہزار کا expenditure ہے بڑی خوشی کی بات ہے اور play grounds بہت ضروری ہیں لیکن پانچواں سال چل رہا ہے اور اس میں سے بھی کچھ خرچ نہیں ہوا ہے - اسی طرح کچھ سکالر شپ کے لئے ۶۵-۶۴ء تک ۴۳ - لاکھ کا پراویژن ہے اس کے متعلق بھی آپ غور فرمائیں - Internal سکالر شپ پر ۴ - لاکھ ۳۰ ہزار کی رقم ہے -

اور آخر میں ہب ریور کا منصوبہ ہے اس سلسلے میں وزیر موصوف سے مودبانہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ۸ - کروڑ کی سکیم ہے اس پر جلد سے جلد عمل کیا جائے کیونکہ اس سے ۵ - کروڑ کی نیشنل انکم میں اضافہ ہوگا اور اس سے ۲۷ - لاکھ ریونیو میں اضافہ ہوگا - یہ پرانی سکیم ہے - اور ۱۲ - ۱۳ - سال سے چل رہی ہے آخر میں عرض کروں گا کہ وزیر موصوف میرا نکتہ نگاہ سمجھ گئے ہونگے اور اس پر توجہ دیں گے اور مہاجرین کی آباد کاری اور ریفوجیز کی مشکلات پر بھی توجہ دیں گے -

مولانا غلام غوث (ہزارہ - ۴) - جناب والا - جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کو ہمیں مذہبی نکتہ نگاہ سے غور کرنا ہے حکومتی نکتہ نگاہ سے غور کرنا ہے اور دنیاوی نکتہ نگاہ سے غور کرنا ہے - جہاں تک اسلامی نکتہ نگاہ کا تعلق ہے اس بجٹ میں اسلامی قدروں کے تحفظ کے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور ملک سالہا سال سے تباہی کی طرف جا رہا ہے اس ملک کو اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا - اس کی تاسیس اسلام کے لئے ہوئی ہے لیکن اس ملک کے اندر چکلے کھڑے موجود ہیں افسروں کے زیر اہتمام ورائٹی شو ہو رہے ہیں اس وقت سودی کاروبار جاری ہے بلکہ اس بجٹ میں خود سود موجود ہے - اور اس کے سوا تمام وہ باتیں جو نہ ہونا چاہئیں اس ملک میں ہو رہی ہیں -

سکولوں میں اسلامی تعلیم مڈل تک لازمی ہے لیکن وہ صرف قرآن تک جس سے ہمارے بچے واقف نہیں ہیں - اسلامیات کا کوئی کورس متعین نہیں ہے - پشاور سے آئی ہوئی یہاں تجاویزیں دو دو مہینے سے پڑی ہیں لیکن ان کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا - میرے سوال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ زیر غور ہیں ان کا غور ختم ہی نہیں ہو چکتا اور اسلامیات یہاں کبھی نہیں پڑھائی جائے گی - کوہاٹ میں ٹریننگ کالج

ہے اس کے اندر جو لوگ اسلامیات کا مضمون لینا چاہتے ہیں ان کو پرنسپل یہ کہہ کر روک دیتے ہیں کہ تم اسلامیات لے کر کیا کرو گے یہاں اسلامیات کا کوئی انتظام نہیں ہے وہاں اس پر جھگڑا بھی ہوا ہے تو جناب صدر میری مراد یہ ہے کہ یہ بجٹ اس لحاظ سے کچھ بھی نہیں ہے ۔ اسلامی قدروں کے لئے اسلامی اصولوں کے لئے اسلامی اصولوں اور اس کی تبلیغ کے لئے اس میں کچھ نہیں ہے ۔

دنیاوی نکتہ نگاہ سے اس پر نگاہ ڈالئے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جمع تفریق ہے جمع تقسیم ہے رقم کی تقسیم اچھی طرح کی گئی ہے ۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ بیرونی طرز کے بجٹوں کو دیکھتے ہوئے یا بیرونی حکومت کو چلانے کے انداز پر یہ کوئی برا بجٹ نہیں ہے ۔ یہ حکومت چلانے کیلئے بجٹ ٹھیک ہے لیکن مقصد کے لحاظ سے نتیجہ کے لحاظ سے یہ بے معنی ہے جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے بجٹ میں زراعتی ترقی کا ذکر کیا گیا ہے انڈسٹری کا ذکر ہے نہروں کا ذکر ہے جنگلات کا ذکر ہے تمام ترقیات اس میں زیر بحث لائی گئی ہیں لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر زراعت میں ترقی ہوئی ہے تو غلے کے نرخ سستے نہیں ہیں اگر غلہ کے نرخ سستے نہیں ہیں تو عوام کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ۔ آپ مل قائم کریں کارخانے قائم کریں لیکن کپڑا مہنگا ہے اور عوام کے لئے پہلے سے زیادہ مہنگا ہے اگر کارخانے جات ترقی کر جائیں تو عوام کو ان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ۔ آپ نے شوگر ملیں قائم کی ہیں لیکن چینی کے نرخ پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں اور چینی پہلے سے زیادہ مہنگی ہوتی جاتی ہے ۔

میری سمجھ میں یہ نہیں آتا ۔ کہ آپ یہ ترقیات اپنی قوم کے لئے کرتے ہیں ۔ یا دوسروں کو ہٹا کٹا بنانے کے لئے کرتے ہیں ۔ جو اچھا چاول ہے ۔ وہ آپ باہر بھیجتے ہیں ۔ جو اچھا

گھیوں ہے ۔ وہ آپ باہر بھیجتے ہیں ۔ جو اچھی چیز ہے ۔ وہ آپ باہر بھیجتے ہیں ۔ اور کہتے یہ ہیں ۔ کہ ہم ان سے زر مبادلہ حاصل کرتے ہیں ۔ لیکن ان سے زر مبادلہ حاصل کر کے اس کو خرچ کہاں کرتے ہیں ۔ اس سے آپ شراب باہر سے منگاتے ہیں ۔ لپ سٹک اور آرائش کا دوسرا سامان باہر سے منگاتے ہیں ۔ اور کروڑوں روپے کا کھیل کود کا سامان باہر سے منگواتے ہیں ۔ آپ ایسی باتوں پر خرچ کرتے ہیں ۔ اس تنقید سے میرا مقصد یہ نہیں ہے ۔ کہ آپ کی تذلیل ہو ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اس اصلاح میں ہماری حکومت اور یہ وزراء بے بس ہیں ۔ نوکر شاہی کی اصلاح ان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ حقیقت یہ ہے ۔ کہ ایک بڑے سیکرٹری صاحب نے جو شاید یہاں تشریف رکھتے ہوں ۔ مجھے ایک بار فرمایا ۔ کہ جو کام میں نہ کروں ۔ وہ کوئی بھی نہیں کر سکتا ۔ جسکا مطلب یہ تھا ۔ کہ وہ کام نہ گورنر صاحب کر سکتے ہیں ۔ اور نہ ہی ہمارے وزراء کر سکتے ہیں ۔ اور میں اس کو اس بات کی داد دیتا ہوں ۔ اور اس نے صحیح کہا ہے ۔ کیونکہ کراچی کے ایک مکان کو خالی کرنے کے لئے تین کمشنر آرڈر دے چکے ہیں ۔ کہ اسکو دو مہینے میں خالی کر دو ۔ اس افسر کے مکان کو اور اس کے لئے دوسرے مکان کا انتظام کر دو ۔ لیکن درمیان میں نوکر شاہی آتی ہے ۔ ایک کارک اس میں ''اڑنگہ'' ڈال دیتا ہے ۔ مالک مکان مجبور ہے ۔ اور وہ سالہا سال سے اپنے مکان میں نہیں رہ سکتا ۔ آپ بنگلے بنائیے ۔ اس سے عوام کو کیا دلچسپی ہے ۔ کل میں نے ایک مکان دیکھا ۔ جس میں پچاس آدمی ایک ہی ٹٹی سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ایک مکان میں پچاس آدمی رہتے ہیں ۔ یعنی اس میں بہت سے گھرانے رہ رہے ہیں ۔ لیکن وہ مکان اصل مالک کے حوالے نہیں کیا جا رہا ہے ۔

آپ نے قانون ھی ایسے بنائے ھیں۔ آپکو ان پر دوبارہ غور کرنے کی کبھی ضرورت ھی پیش نہیں آتی ۔ میرا مطلب یہ ھے ۔ کہ نوکر شاھی کی اصلاح انکے بس کی بات ھی نہیں ھے ۔ اس کے لئے بڑا انقلابی اور مضبوط ھاتھ ھونا چاھئے ۔ جس طرح محترم منور خان نے فرمایا ھے ۔ کہ ملک پر رحم کرو ۔ کہ جو ملک کی حالت ھے ۔ ون یونٹ پر اعتراضات ھو رھے ھیں ۔ تو اس کا جواب یہ ملتا ھے ۔ کہ ھم نے کمشنر اور ڈی ۔ سی ۔ کو اختیارات دیدئے ھیں تو اسکا اُلٹا نتیجہ یہ نکلتا ھے ۔ کہ وہ بچہ سقہ بن کر بیٹھ جاتا ھے ۔ آپ اُن پر کنٹرول نہیں کر سکتے ۔ اب میں کیا عرض کروں ۔ پشاور میں ایک آدمی پر دو آدمیوں نے تین فائر کئے ۔ وہ آدمی مجروح ھو جاتا ھے ۔ پولیس نے اُن دونوں کو گرفتار کر لیا ھے ۔ اس مجروح آدمی قادر بخش کا بھائی اندر جا کر حالات دیکھنے کیلئے جاتا ھے ۔ تو پولیس اس کو بھی گرفتار کر لیتی ھے ۔ اس پر ۳۰۷ کا مقدمہ بنا لیتی ھے ۔ اور فائرنگ کرنے والوں کو ضمانت پر رھا کر دیتی ھے ۔ اور پیر بخش کو پولیس ۳۰۷ میں چالان کئے ھوئے ھے ۔ اور کیس بنا ھوا ھے ۔ اور اسکی ضمانت نہیں ھو رھی ھے ۔ اب میں مزید آپ سے اس نوکر شاھی کے متعلق کیا عرض کروں ۔ کرم علی کا قصبہ ضلع ملتان تحصیل شجاع آباد میں ھے ۔ وھاں ایک زندہ عورت کو مار ڈالا گیا ھے ۔ کہ وہ مر گئی ۔ اب اس کا انتقال پٹواری سے مل کر درج کر دیا ۔ اسکی جائداد تقسیم ھو گئی ۔ اور ایک فرضی عورت کو بھی اس کا وارث بنایا گیا ۔ اب جب اس بیچاری کو معلوم ھوا ۔ تو اس نے دفعہ ۴۲۰ کے تحت استغاثہ دائر کر دیا ۔ اب دس بارہ پیشیاں ھو چکی ھیں ۔ لیکن میجسٹریٹ عاجز ھے ۔ وہ ملازم کو حاضر نہیں کرا سکتا ۔ یا حاضر نہیں کرنا چاھتا ۔ مجیسٹریٹ

ہے - پٹواری ہے - بنیادی جمہوریت کی کونسل کا ایک آدمی ممبر بھی ہے - اور نمبردار بھی - جس کی شناخت پر یہ تصدیق وغیرہ سب کچھ ہوا ہے -

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر--مولانا صاحب-جو مقدمہ زیر سماعت ہو - اس کا حوالہ یہاں نہیں دیا جا سکتا ہے -

مولانا غلام غوث--عدالت میں نہیں ہے - ابھی پولیس میں ہے - میرا مقصد یہ ہے - کہ نوکر شاہی کی اصلاح ان کے بس کی بات نہیں ہے - یہ انکی نگرانی نہیں کر سکتے ہیں - یہ بیچارے سابق چار صوبہ جات کی مکمل نگرانی کیسے کر سکتے ہیں - خیر مجھے یہ عرض کرنا تھا - کہ موجودہ حالات میں جب ہم اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالتے ہیں - تو اس تمام خرابی اور فساد کی جڑ یہ نظر آتی ہے - یہاں لاہور میں بکتی دیکھی ہیں - جنکا اوپر کا cover دیسی ، لاہور کا بنا ہوا ہے - لیکن اسکے اندر سارے پرزے جاپانی ہیں - اور ہماری حکومت کا بھی یہی حال ہے - کہ اس کا cover پاکستانی ہے - لیکن پرزے جاپانی ہیں - یہ ایک مخلوط قسم کا معجون مرکب ہے - آپ چاہتے ہیں - کہ اس کی اصلاح ہو - جسکی مشینری تو کسی دوسری کمپنی کے ہیں - اور پرزے کسی اور کے - تو یہ ہماری حکومت کا جو حال ہے - جس کی وجہ سے قوم میں اطمینان نہیں ہے - بجٹ کے ذریعے ترقیات کی جو سکیمیں بنتی ہیں - تو ان سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بھی کوئی طریق کار سوچیں - جو پرانا طریق کار ہے - وہ تو کارگر نہیں ہے - میرے محترم دوست عبدالرازق خان نے کہا ہے - کہ مل والوں اور بڑے سرمایہ داروں کی مخالفت کرنی چاہئے - اور ہمیں مل والوں کے خلاف

جہاد کرنا چاہیئے ۔ جناب آپ مل والوں کی مخالفت تو کر سکتے ہیں ۔ لیکن اس بڑے اعلے افسر کو آپ کیا جواب دینگے ۔ جو لاکھ روپیہ لے کر اس کے کاغذات ٹھیک کرتا ہے ۔ اٹھارہ لاکھ روپے کا سونا سمگل ہوتا ہوا واہگہ کی سرحد پر پکڑا گیا ۔ میں پوچھتا ہوں ۔ کہ اٹھارہ لاکھ روپے کا سونا سمگل کرنے والے کا کیا حشر ہوا ۔ اسکے لئے پیچھے سے کتنی سفارشیں ہوئی ہیں ۔ آپ کا آوے کا آوہ بگڑا ہوا ہے ۔ اس کے لئے آپکو بڑا جہاد کرنا ہو گا ۔ میرا مقصد آپ کی تذلیل کرنا نہیں ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ یہ آپ کے بس کی بات ہی نہیں ہے ۔ ایک چھوٹا سا کارک بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا ۔ خود ہمیں بھی پالا پڑتا ہے ۔ وہ ٹھیک نہیں کئے جا سکتے ۔ مثلاً اب یہ بنیادی جمہوریت ہے ۔ میں اسکو اصولاً بہت صحیح سمجھتا ہوں ۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالے انکو ہی مضبوط کر دے ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا ۔ کہ بنیادی جمہوریت ایک اچھا طریقہ ہے ۔ اس لئے کہ مقامی لوگوں کے چیدہ چیدہ نمائندے اکھٹے بیٹھکر اس علاقے کے نفع نقصان پر زیادہ بہتر طریق سے غور کر سکتے ہیں ۔ یہ معقول طریقہ ہے ۔ لیکن ایک زر اندوز اور خود غرض ماحول میں وہ کس طرح بچ سکتے ہیں ۔ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' ۔ وہ بھی اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے اپنا کام نکالنے کے لئے وہ بیچارے بھی خراب ہو جاتے ہیں ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ یہاں پر ہر ایک آدمی اٹھ کر کہتا ہے ۔ کہ میرے علاقے میں کچھ نہیں ہوا ۔ تو میں ان سے کہتا ہوں ۔ کہ اگر واقعی ان کے لئے بھی کچھ نہیں کیا جاتا ہے ۔ تو پھر اس طرف آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں ۔ یہ صحیح ہے ۔ کہ میرے ضلع کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے ۔ تو پھر وہاں سے مہربانی کر کے اٹھئے اور یہاں آ کر

بیٹھئے - تاکہ ہم انہیں کوئی بات ذرا زور دے کر کہہ سکیں - جون ۶۲ء کے پہلے ہی اجلاس میں میں نے سوال کیا تھا - جو کہ بغہ خاکی روڈ کے متعلق تھا - لیکن ٹالا گیا - اس پر ڈسٹرکٹ کونسل میں بحث ہوئی ہے - ڈسٹرکٹ کونسل میں اس کے لئے رقم بھی منظور کی ہے - اس کا سروے بھی ہوا ہے - لیکن وہ چیز آ ہی نہیں سکتی کیونکہ وہاں بھی وہی عوامل کام کر رہے ہیں - جو باقی دفاتر میں کام کر رہے ہیں - شنکاری کے مقام پر دریائے سندھ پر پل کے سلسلے میں باتیں ہوئیں دونوں کونسلوں میں باتیں ہوئیں - لیکن وہ یہاں نہیں آئی - مانسہرہ کے اندر واٹر سپلائی کی ایک سکیم زیر غور تھی - اور میں نے جناب منجرانی صاحب کے زمانے میں ان کو متوجہ کیا تھا - انہوں نے اسے فہرست میں درج کر دیا - اس کے لئے رقم منظور کر لی گئی - اور کمیٹی نے تین لاکھ روپے منظور کر لئے - اور یہاں درج بھی ہو چکی ہے - لیکن وہ نوکر شاہی کی نذر ہو گئی - اب مانسہرے والوں میں سے کوئی آئے - وہ رشوت دے - یا کسی تگڑی عورت کی سفارش لائے تو کام چلے کام نہیں چلتا اس طرح سے مجھے معاف کرنا تلخ کلامی میں ضرورت اس امر کی ہے - کہ ہم ایمانداری کے ساتھ خدا کے ساتھ معاملہ صحیح کریں - بغیر اس کے کام نہیں چلتا - جب ایک تالاب گندہ ہے تو جو اس میں مچھلی آئے گی وہ بھی گندی ہو جائے گی - آپ بنیاد کو ٹھیک کریں اور اس کو ٹھیک کرنے کے لئے ہمارے پاس بہترین علاج موجود ہے اور وہ ہے اسلام -

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر--مولانا صاحب آپ کا وقت ختم ہو گیا -

مولانا غلام غوث--بالکل ختم ہو گیا ؟

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر--جی ہاں بالکل ختم ہو گیا -

چودھری سعی محمد (گجرات - ۲)-صاحب صدر - میں ۶۵-۶۴ء کے میزانیہ پر کچھ عرض کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں - میں کہتا ہوں کہ یہ بجٹ سب بجٹوں سے بہتر ہے اور جو بعد میں ہوا وہ بہت ہی اچھا ہے - میں اس بجٹ کے بنانے والے شیخ مسعود صادق اور ان کے ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اپنے ضلعے کے سوا باقی سب ضلعوں کو اس میں یہ ہے کہ ہمارا ضلع بیک ورڈ میں شامل ہوا - اس لئے نہیں ہوا کہ وہاں کوئی ایسی شخصیت ابھی تک پیدا نہیں ہوئی جو اس ضلع کو بیک ورڈ بنائے یہ بیک ورڈ واقعات سے نہیں ہوتا یہ تو شخصیت بیک ورڈ کرتی ہے - یہ شخصیت اگر بیک ورڈ ہوتی ہے تو اس ضلع کو بیک ورڈ کہا جاتا ہے - ضلع بیک ورڈ بھی ہو جاتا لیکن میرے خیال میں یہ حکومت یا پچھلی حکومتیں اس ضلع کو شاید کاٹھیاوار گجرات سمجھتی رہی ہیں اگر وہ اس کو اپنے حلقے میں سمجھتے تو کم از کم اس کا نام کسی سال بجٹ میں آ جاتا لیکن افسوس ہے - کہ ان کو ابھی تک نام نہیں آتا کہ گجرات ہمارے صوبے میں ہے یا یہ کہ یہ گجرات اسی صوبہ کے حصہ میں ہے - میں شرطیہ عرض کرتا ہوں - کہ کسی بجٹ میں اس کا نام بالکل نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا کیونکہ ان کو شبہ ہے کہ یہ گجرات کاٹھیاوار میں ہے - میں عرض کرتا ہوں - حکومت سے کہ یہ گجرات کاٹھیاوار نہیں ہے یہ گجرات تو بالکل آپکی حکومت کا ہے اور آپکی حکومت میں شامل ہے اور آپ کی حکومت کا بالکل تابعدار ہے -

میں گجرات کے حالات کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں - ہماری تحصیل پھالیہ چھ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے اور اس آبادی کی جو پیداوار ہے وہ صوبے میں تحصیل پھالیہ نمبر ۲ پر ہے - پہلے نمبر ۱ پر سمندری تھی اب یہ تحصیل نمبر ۲ پر ہے - تو جو رقم اس میں سے مالیہ کے

حساب سے وصول ہوتی ہے ۔ اگر اس میں سے ایک پیسہ جو چھوٹا پیسہ نکلا ہے ایک روپیہ میں سے ایک پیسہ اگر خرچ کیا جاتا تو میرا خیال یہ ہے ۔ کہ یہ تحصیل پھالیہ ایک سونے کی چڑیا بنتی تو میں عرض کرتا ہوں کہ لینے کے لئے تو ان کو ہماری تحصیل یاد آتی ہے لیکن دینے کے لئے وہ یاد نہیں کرتے کہ وہ تحصیل ہماری ہے ۔ یا ان کی ہے ۔ تحصیل پھالیہ سے صرف ایک سڑک جو سرگودھا سے گجرات کو جاتی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اب منسٹر صاحب نے غور کیا تو گذر گاہ بنا لیکن وہ تو گذر گاہ کے قابل بھی نہیں ہے اتنی حالت خراب ہے کہ جو نیا منسٹر بنے گا وہ ایک مہینہ سے تو گذر سکتا ہے ۔ دوسرے مہینے وہ بھی نہیں گذرتا کیونکہ دوسرے مہینے اس سے بھی زیادہ برے حالات ہو جاتے ہیں ورنہ عام حالات میں وہ نہیں گذر سکتا اور جو چھوٹی سڑکیں ہیں ۔ ان کی حالت بھی اچھی نہیں ۔ وہ جو مارشل لاء کے وقت ڈسٹرکٹ بورڈ بنا تھا اس میں کسی کو ممبر بھی نہیں لیا گیا ۔ تحصیل پھالیہ میں شاید ان کو بھول گیا کہ یہ تحصیل ہماری ہے نہیں ۔ قادر آباد سے پھالیہ کو ایک سڑک جاتی ہے اور ایک چاچا آباد ؟ سرگودھا سے جھنگ روڈ اس کو کہتے ہیں قادر آباد آتی ہے ۔ تو ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ء میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے اس سڑک کے لئے چار کروڑ روپیہ رکھا تو پھر ہم نے بعد میں شور مچایا تو انہوں نے کہہ دیا کہ دیکھو بھائی آئندہ سال اس پر غور کیا جائے گا ۔ وہ آئندہ سال شاید ان کا ہے ۔ اور نہ اس سڑک کا ۔ (قہقہے) تو سڑک کی حالت یہ ہے کہ لوگ اونٹوں پر اب بھی اپنا سامان لے کر جاتے ہیں معلوم نہیں ہو سکا میں تو ان پڑھ ہوں کہ ڈیولپمنٹ کہتے کس کو ہیں ۔ اب اس کی حالت یہ ہے کہ مثال کے طور پر میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ ہمارے ۳۵ - ۴۰ میل کے درمیان نہ تو وہاں کوئی ہسپتال ہے نہ قادر آباد تھانہ اس کو کہتے

ھیں - اور وہ دریا کے کنارے پر ھے - وھاں سڑک تو جاتی ھی نہیں - میں وٹو صاحب سے التجا کروں گا - کہ اس کو تعلیم کے لحاظ سے کم از کم وھاں ایک ھائی سکول ھونا چاھیے - کیونکہ اس ۳۵ - ۴۰ میل میں تعلیمی لحاظ سے کوئی ھائی سکول کا نام و نشان بھی نہیں ھے - دوائی کی تو کوئی صورت ھی نہیں ان کے پاس - اور ٹریفک کے لحاظ سے وہ تین دن پہلے چلتے ھیں پھر تحصیل ھیڈکوارٹر پر پہنچتے ھیں اب ان کی حالت بیک ورڈ نہ ھو تو اور کیا ھو - ھسپتال بالکل نہیں ھیں -

وزیر صحت—صحت تو خوب اچھی ھے -

چودھری سعی محمد—جناب صحت قدرت کی طرف سے اچھی ھے - پچھلے سال جو آپ نے مدد کی ھے اس کی وجہ سے اچھی ھو گئی ھے - کیونکہ اب ڈاکٹر بن گئے ھیں - یہ سب آپ کی وجہ سے ھے اور آپ کی کوشش سے ھے کیونکہ آپ نے دوائیوں کا شبہ ھی نہیں چھوڑا - ھر ایک ھسپتال میں ڈاکٹر بھیج دیا ھے - میرا خیال ھے کہ ڈسپنسرز بھی نکل رھے ھیں - سیم اور تھور کی حالت بھی دیکھ لیں - سیم اور تھور نے ھماری تحصیل کی حالت اس طرح کر دی ھے جس طرح کہ ایک آدمی کھڑا رھے اور اس کی جان نکال لیتے ھیں اور اس کی حالت ایسی خراب ھو چکی ھے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے اور اگر میں ھر ایک پوائنٹ گنوں تو میرا خیال ھے کہ سپیکر صاحب یہ کہیں گے کہ تمہارا وقت گذر چکا ھے - تعلیم کے لحاظ سے عرض کروں تو میرا خیال ھے - کہ تعلیم کی حالت ایسی ھو گئی ھے کہ تعلیم والوں کو یاد ھے کہ یہ ضلع گجرات ھے لیکن برانچیں اور پرائمری سکول اتنے کھل گئے ھیں کہ میں سمجھتا ھوں کہ ان میں لڑکے پورے ھی نہیں آتے وہ اتنے ھو گئے ھیں لیکن بلڈنگ کے لئے سوال ھی پیدا نہیں ھوتا اور میں یہ سمجھتا ھوں کہ یہ مخالفت ھو رھی ھے زیادہ پرائمری سکول اور

تعلیم کی طرف توجہ دینے سے کیونکہ ایک لڑکا جو ہائی سکول سے پڑھ کر آتا ہے اور گو ہم کوشش کرتے ہیں لیکن اس کو داخلہ نہیں دیا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر نمبروں پر داخلہ ہوتا ہے ۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ وہاں کے لوگوں کو یا تو ہائی سکول ہو اور یا پھر تعلیم ایسی پوری ہونی چاہیے کہ وہ اپنی تعلیم چیف کالجوں میں کر سکیں ۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی زمینداری کریں اور جب تھرڈ کلاس پاس ہوتے ہیں تو ملازمت کا نام و نشان نہیں ہوتا جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ اد ر کا اور نہ ادھر کا رہا ۔ اور پھر وہ ہل چلانے کے بھی قابل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں مڈل اور میٹرک پاس ہوں لیکن اس کو یہ تو معلوم نہیں کہ گیارویں میں کوئی اس کو داخلہ نہیں دیتا ملازمت کے لئے حالت یہ ہے ۔ تھرڈ کلاس کو ملازمت نہیں ملتی جو ملازمتیں ہوتی ہیں ۔ وہ منسٹر اپنے علاقوں میں تقسیم کر لیتے ہیں ۔ ہم ان کے ساتھی ہیں ان کو چاہئے ۔ کہ کم از کم ہمارے لئے کوٹہ مقرر کریں اور ضلع وار کوٹہ مقرر کرنا چاہئے اور ان کو یہ خیال کرنا چاہئے ۔ یہاں ۱۱ منسٹر ہیں یا ۱۰ ہیں وہ جب ۱۰ آئیں گے ۔ تو اپنی حالت اچھی کر لیں گے اور میرا خیال ہے کہ آئندہ سال ا۔کامنسٹر بننا ہی ناممکن ہے کیونکہ میں پچھلے ۱۰ سال سے دیکھتا ہوں کہ جو پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں ۔ وہ تو صرف اپنے لوگوں کا خیال کرتے ہیں اور ہم جو ان کے دوست ہیں وہ ہم کو کہتے ہیں کہ ہم بے اختیارے ہیں ۔ ہمارے پاس کوئی اختیار نہیں فلاں آدمی آیا ہم نے اس کو دے دیا ۔ ہمارا کوئی اختیار نہیں ۔ چونکہ اس نے مجھے مجبور کیا تو میں کیا کروں ۔ تو میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ ہمارے لوگوں کے لئے کوٹہ مقرر ہونا چاہئے اور خاص طور پر ہماری پھالیہ جیسی آبادی کے لئے ۔ تعلیم وہاں کی کمزور ہے ۔ وہاں

کیڈٹ کالج ہونا چاہئے لوگ وہاں بھینسوں کا دودھ پیتے ہیں قد آور ہیں ۔ اگر تعلیم کیڈٹ کالج کی ہو تو فوج میں بھی اچھا کام کر سکتے ہیں اور میں کہوں گا کہ ایسا ہونا چاہیے ۔ معاملہ کی حالت یہ ہے کہ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر دوسری بار ہم آئے تو یہ خدا اور قدرت کی مہربانی ہو گی تو تب ہی آئیں گے مگر آپ کی کار کردگی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ پوچھتے ہیں کہ آپ گورنمنٹ کی پارٹی میں ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہاں کہ گورنمنٹ کی پارٹی میں سے ہیں تو ہم کہتے ہیں ۔ کہ کیا بھائی سچ ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سنٹر کی حکومت ہے اور ہمیں کچھ ڈال مٹولہ کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ ملک صاحب کو سوتے سوتے جاگ آئی کہ مال والوں نے ایک سال میں دو دفعہ بڑھا دیا ہم پیچھے رہ گئے اور ملک صاحب نے ۱۰ روپیہ آبیانہ اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا کہ پچیس فیصدی بڑھایا ہے پچھلی دفعہ انہوں نے ۱۱ فیصدی بڑھایا اور ہم نالائق تو نہیں ہیں کہ ہم پیچھے رہ جائیں ۔

شہریوں کو تو ۶۰۰ روپے تک کی آمدنی پر ٹیکس معاف کر دیا گیا ہے ۔ اور زمیندار بچارے کو پانچ روپے پر بھی مالیہ لگا دیا گیا ہے ۔ یہ ۸۵فیصدی بے زبانوں پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے ۔ جس طرح چھوٹے ملازمین کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے اسی طرح ہم چھوٹے زمینداروں کے ساتھ بھی ظالمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے ۔ آپ خیال فرمائیں میں نہیں سمجھتا حکومت کیا کر رہی ہے ۔ میں نہیں سمجھتا ان کرسیوں سے اٹھ کر باری باری صدارت نہیں ہو گی ۔ صدارت لوگوں کو وہی پسند آئے گی جو موجودہ ہے ۔ ہم شائد اس دفعہ آئیں یا نہ آئیں آپ ۸۵ فیصدی لوگوں کی طرف خیال کریں ۔ آپ نے ان ہی ۸۵ فیصدی آبادی کے پاس جانا ہے ۔ الیکشن میں تین مہینے باقی رہ گئے ہیں ۔ یہ جھنڈے کسی کام نہیں آئیں گے آپ کا اچھا کام ہی کام

آئے گا ۔ میں جناب خاص طور پر ایک چھوٹی سی عرض کرتا ہوں ۔ کہ جو زمینداروں پر مالیہ لگایا گیا ہے اگر اس مالیہ کی طرف خیال نہیں کریں گے تو زمیندار ختم ہو جائے گا ۔ زمیندار تعلیم کے لحاظ سے بھی بہت پیچھے ہے ۔ اور نوکری کے لحاظ سے بھی پیچھے ہے ۔ جب تک آپ ان کے لئے نوکری کا کوٹا مقرر نہیں کریں گے ۔ اس وقت تک نوکری میں نہیں آ سکیں گے ۔ وہ بیچارے کب سے لاچار ہو چکے ہیں اگر آپ اسی طرح زمینداروں کی طرف دیکھتے رہے اور جو آواز بلند نہیں کرتا ہے ۔ اس پر بوجھ ڈال دیا جاتا ہے جو بولتے ہیں اس کی طرف آپ دیکھتے ہیں ۔ جناب والا ۔ ہاؤس میں بھی یہ بات ہے جو انگریزی جانتے ہیں ۔ اسے آپ وقت دیتے ہیں ۔ وہ جس طرح چاہے بولے وہ بولتا جاتا ہے ۔ اور جو اردو بولتے ہیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ وقت مل جاتا ہے ۔ اور ہم جو پنجابی بولتے ہیں ان کو تھوڑا وقت ملتا ہے ۔ اب میں جناب والا ۔ مجبور ہو کر اردو بولنے لگا ہوں ۔ شائد مجھے اردو بولنے والوں کی طرح زیادہ وقت ملے ورنہ میں ہمیشہ پنجابی میں تقریر کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ ایک چھوٹی سی بات میں خان پیر محمد خان صاحب کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ میرا خیال ہے وہ ضرور خیال فرمائیں گے ۔ جناب والا ۔ ہماری زمینیں تقسیم در تقسیم ہو کر صرف پانچ چار مرلے سے زیادہ کسی کے پاس نہیں رہیں ۔ جو بڑا زمیندار ہے وہ زیادہ سے زیادہ ۱۰ ایکڑ کا مالک رہ گیا ہے ۔ میں ان کی خدمت میں التجا کروں گا ۔ کہ لوگوں کی حالت سیم اور تھور کی وجہ سے ایسی نازک ہوگئی ہے کہ وہاں تقسیم در تقسیم ہو کر اور سیم اور تھور بھی ملا کر لوگوں کے پاس زمینیں ایک مرلہ تک پہنچ گئی ہیں ۔ زیادہ تر لوگ اپنے ہاتھوں سے کاشتکاری کرنے والے ہیں صرف لینڈ لارڈ جو زرعی اصلاحات میں آئے ہیں وہ ہمارا ضلع اس سے مستثنے رہا ہے ۔

کیونکہ وہاں کوئی لینڈ لارڈ نہیں ہے ۔ وہاں سب چھوٹے زمیندار ہیں ۔ آپ جب زمین نیلام کرتے ہیں وہ بیچارے نہ بولی دے سکتے ہیں اور نہ ان کے پاس رقم ہے اور نہ آپ الاٹمنٹ کے ذریعہ ان کو ایک ایک مربع زمین دیتے ہیں ۔ اس زمین پر ان بیچاروں کو کچھ حصہ نہیں ملتا ۔ جب آپ ایک چک دیں گے ۔ تو آبادی کس طرح پوری ہو گی ۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں جو زمینیں آپ کے پاس وہاں پڑی ہوئی ہیں ۔ اور اس کا پانی بھی بالکل نہیں ہے وہ پانی ٹیوب ویل کے لئے بھی کڑوا ہے وہ زمینیں صدیوں اور پڑی رہیں گی ۔ اس کے لئے آپ ایک سکیم بنائیں وہاں ایک ایک مربع زمین ہر ایک زمیندار کو دیں جن کے پاس بالکل زمین نہیں ہے ۔ وہ زمین خالی پڑی ہے اس سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہو گا ۔ شائد وہ لوگ آباد کرنے کے لئے کوشش کریں ۔ ٹیوب ویل لگانے کے لئے کوشش کریں یا بارشوں پر انحصار کرتے ہوئے کھیتی باڑی کریں ۔ جس طرح یعنی وہ کریں وہ لوگ اس زمین کو آباد کر لیں گے ۔ آپ کا اس میں کیا نقصان ہے ۔ اگر زمین خالی پڑی ہے ۔ تو آپ کو کیا فائدہ ہو گا ۔ جناب والا ۔ جو زمین نیلام ہوتی ہے وہ قسطوں پر نیلام ہوتی ہے آپ چھوٹے زمینداروں کے لئے خاص طور پر رعایت برتیں ۔ آپ اس پر پابندی لگا دیں کہ چھوٹے زمیندار جن کے پاس صرف ایک ایکڑ یا پانچ ایکڑ زمین ہے ۔ اور جو اپنے ہاتھوں سے کاشتکاری کرتا ہے اور جو پشت بہ پشت کاشتکاری کرتا چلا آ رہا ہے ۔ اس کو ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے پوری قیمت پر زمین دے دیں ۔ اور قیمت قسطوں میں لیں اس طرح وہاں آبادی بھی ہو سکتی ہے اور پیداوار میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اور لوگ اپنے ہاتھوں سے روزی بھی کما سکتے ہیں ۔ مزدوری کے لئے وہ کہتے ہیں ہم چودھری آدمی ہیں کیسے مزدوری کریں ۔ ہم بھوکے مر جائیں

گے لیکن کسی کے در پر نہیں جائیں گے ۔ اگر زمین کی طرف دیکھتے ہیں تو وہاں ہل چلانے کے لئے بھی زمین نہیں ہے ۔ پنجابی میں کہتے ہیں —

اتلاداند آپنی میں تے بچھلا پرائی میں

اگر بیل چلائیں تو اوپر والا اپنی زمین میں ہوتا ہے تو نچلا دوسرے کی زمین میں ہوتا ہے وہ گذرنے نہیں دیتا ۔

جناب والا ۔ آپ یہ تجویز کریں کہ جو پہلے زمین پڑی ہیں اور چھ چھ مربع آپ ٹیوب ویل سکیم پر دیتے ہیں اور بڑے بڑے آدمی ٹیوب ویل سکیم پر زمین خرید لیتے ہیں اور تین سال کے بعد آپ آرڈر کر دیتے ہیں وہ ملکیت تصور کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے آباد کی ہے ۔ کیوں نہ آپ بارہ بارہ آدمیوں کا اعلان کر دیں کہ بارہ آدمی مل کر ایک ٹیوب ویل کے لئے درخواست دیں ۔ ان کو یہ زمین دے دی جائے بارہ آدمی ایک ہی خاندان کے مل جائیں گے یا اور مل جائیں جیسی بھی صورت ہو اس طرح بارہ بارہ ایکڑ زمین بھی تقسیم ہو جائے گی ۔ اور ٹیوب ویل بھی چل جائیگا ۔ کیا لوگوں کو آرام نہیں ہو گا ۔ آپ ایک ہی آدمی کو زیادہ زمین کیوں دیتے ہیں ۔ آپ کمشنر کو آرڈر کر دیتے ہیں ۔ وہ زمین تقسیم کریں وہ کمشنروں کو اور ڈی ۔ آئی ۔ جی ۔ افسران وغیرہ کو جو زمین دیتے ہیں کیوں نہ آپ ان افسران کو پنشن دے دیں اور یہ زمین فروخت کرکے جو رقم اس سے حاصل ہو اس کو سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیں اس رقم میں سے ان کو پنشن ادا ہوتی رہے ۔ کیونکہ یہ زمین زمینداروں کی ہے جو ترازو نہیں پکڑ سکتا ۔ جو آلو نہیں بیچ سکتا ۔ جو گاجریں نہیں بیچ سکتا ۔ نہ کسی سے لسی مانگ سکتا ہے یہ زمیندار طبقہ ایسا طبقہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے کما کر باجرے اور مکئی کی روٹی کھا

لینا منظور کر لیتا ہے لیکن کسی کے پاس نہیں جاتا ۔ آپ یہ خیال فرمائیں ۔ اور آپ بھی زمیندار ہیں ۔ آپ ایک پالیسی بنائیں کہ زمین ان لوگوں کو دی جائے گی ۔ اس طرح پنشن کی رقم کی ادائیگی ہو جائے گی اور چھوٹے زمیندار بھی اپنا پیٹ پال سکیں گے ۔ میں مانتا ہوں کہ بڑے بڑے آدمی دیکھ رہے ہیں کہ یہ غلط تجویز ہے کیونکہ وہ لوگ تو ان کی رعیت بنے ہوئے ہیں ۔ ووٹ بھی بن جاتے ہیں ۔ ووٹ بھی خرید لیتے ہیں اور بعض اوقات یہ بھی دھمکی دیتے ہیں اگر تم نے ہمیں ووٹ نہ دیا ہم تم کو زمین نہیں دیں گے اگر ووٹ دو گے تو زمین کاشت کے لئے مل جائے گی ۔ جو بڑے بڑے زمیندار ہوتے ہیں وہ گھر جا کر ان کے کندھوں پر چڑھ جاتے ہیں میرا خیال ہے ۔ اس متوسط طبقہ میں سے منسٹر صاحبان بھی ہمارے ساتھ ہیں ۔ کوئی ایسی تجویز تیار کریں کہ اس ملک کے لئے نمایاں تجویز ہو کہ فلاں وقت فلاں منسٹر فلاں حکومت نے یہ کام کیا پبلک اور غریب لوگوں پر ایسا احسان ہو کہ وہ ان کے بال بچے روٹی کھا سکیں ۔ ایسا کام نہ کریں کہ جھنڈے لگا لیں اور جا رہے ہیں فلاں جگہ دورہ ہے ۔ ڈپٹی کمشنر سے سلوٹ لیا اور واپس آ گئے پتہ نہیں وہاں کیا ہو رہا ہے ۔ زمین کی حالت کیا ہے ۔ سڑکوں کی کیا حالت ہے ۔ ہسپتالوں کی حالت کیا ہے ۔ تعلیم کی حالت کیا ہے ۔ اب یہ وقت ہے پھر نہیں آئیگا ۔ یہ تھوڑا سا موقعہ ہے ۔ آپ مہربانی فرمائیں اور غریب لوگوں کی طرف دیکھیں اور اللہ تعالیٰ مبارک کرے آپ کو ۔ (ہیئر ۔ ہیئر)

Mr. Senior Deputy Speaker : The House is adjourned to meet again tomorrow at 8-30 a.m.

(*The Assemby then adjourned till* 8-30 *a.m. on Friday the* 19*th June* 1964).

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Friday, the 19th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqui, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۝ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝

پ ۲۷ - س ۵۵ - ع ۱۷ - آیات ۲۶ تا ۳۸

جو بھی مخلوق زمین پر ہے سب کو فنا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کی ذات جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ آسمان و زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان و زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل دیکھو اور زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائیگا تو پھر مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

QUESTION OF PRIVILEGE

RE : INCORRECT STATEMENT OF THE MINISTER FOR FOOD ABOUT PRICES OF WHEAT IN INDIA

Mr. Speaker : I have received notice of a question of privilege from Mr. Hamza. The Member may ask for leave to raise the question.

Mr. Hamza (Lyallpur-VI) : Mr. Speaker, Sir I ask for leave to raise a question involving breach of privilege of this august House and of its members caused by the incorrect statement of Malik Qadir Bakhsh, Minister for Food, made on the floor of the House on 17th June 1964 in which he asserted that the prices of wheat in India range between Rs. 35/- to 40/- per maund.

The statement of the Minister stands belied by the news item regarding prices of wheat at Delhi appearing on the title page and the schedule of rates given on page 13 of the daily Statesman Delhi dated 17th June 1964. Through this misleading statement he tried to belittle the importance of the issue before the House by intentionally misinforming it to the extent of 100%. This 100% incorrect statement is purposely designed to hoodwink and misguide the House and the people of this Province and is a clear proof of the breach of privilege of this House.

جناب سپیکر ۔ پرسوں اس ایوان میں اس صوبے کی غذائی صورت اور خصوصاً گندم کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے بارے میں میں نے کچھ عرض کیا تھا ۔ سابق پنجاب یا مغربی پاکستان کا اکثر حصہ پاکستان معرض وجود میں آنے سے قبل برصغیر ہند و پاکستان کے اناج کا ذخیرہ کہلاتا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم غذائی صورت حال کا جائزہ لیں تو اس وقت ہمارا مقابلہ ہندوستان کی غذائی صورت حال سے کرنا معاملہ کی اہمیت کو گھٹانا ہے ۔

Mr. Speaker : The member may please make out his case that a breach of privilege of the House has taken place.

مسٹر حمزہ---جناب سپیکر ۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں ۔ لیکن جناب ملک قادر بخش صاحب نے اس ایوان کو جب یہ بتایا کہ ہندوستان میں اناج اور بالخصوص گندم کی قیمت ۳۵ اور ۴۰ روپے فی من ہے ۔

وزیر خزانہ---چوالیس روپے فی من ۔ پنتیس نہیں ۔

خواجہ محمد صفدر---یہ ''مشرق'' کا پرچہ دکھا رہے ہیں ۔

وزیر خزانہ—نہیں مغرب کا ۔

وزیر تعلیم—کیا آپ کو مشرق سے نفرت ہے ۔

وزیر مال—یہ نئی دھلی کا اخبار ہے ۔

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر ۔ گندم کا نرخ بتانے سے جناب وزیر خوراک صاحب کا مقصد یہ تھا ۔ کہ مغربی پاکستان کے عوام الناس جو اس وقت اپنی غربت اور گندم کی گرانی کی وجہ سے مصائب سے دو چار ہیں ۔ ان کو یہ خبر سنا کر ان کو یہ توقع تھی ۔ کہ اس سے عوام الناس کا پیٹ بھر جائے گا ۔ اور ان کی بھوک ختم ہو جائے گی ۔ ہماری حکومت کو . . .

Mr. Speaker : How does the member prove that the statement is correct.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر ۔ میں اس طرف بھی آتا ہوں ۔ ہماری حکومت نے آج تک بجائے اس کے کہ کوئی ٹھوس کام کرے ۔ محض نعروں کا سہارا لیا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر—یقین دھانیوں کا سہارا لیا ہے ۔

مسٹر حمزہ—میں نے آپ کی خدمت میں "The Daily Statesman, Dehli" پیش کیا ہے ۔ اس کے صفحہ اول اور تیرہ پر گندم کی قیمتیں دی ہوئی ہیں ۔ اس میں "دڑا" گندم کی قیمت ساڑھے سولہ روپے فی من اور اعلیٰ قسم کی گندم انیس روپے سے ساڑھے انیس روپے فی من بتائی گئی ہے ۔ اور اسی طرح "بٹھنڈہ" کی منڈی جو کہ مشرقی پنجاب میں واقع ہے ۔ میں "دڑا" گندم کی قیمت سولہ روپے سے ساڑھے سولہ روپے فی من ہے ۔ میرے پاس کل کا "Statesman" کا پرچہ بھی موجود ہے ۔ اس میں بھی گندم کی قیمتیں تقریباً انہی منڈیوں میں یہی بتائی گئی ہیں ۔ بلکہ اس کے علاوہ "موگہ" کی منڈی جو کہ زرعی اجناس کی پیداوار

کے لحاظ سے انتہائی اہم منڈی ہے ۔ اس میں بھی غلے کی قیمتیں اسی سطح پر ہیں ۔ ''موگہ'' کی منڈی میں فارمی گندم سوا پینتالیس روپے فی بوری سے لے کر ۴۶۰۴۰ روپے فی بوری اور ''دڑا'' گندم ۳۹۰۳۰ روپے فی بوری سے لے کر ۴۲۰۵۰ روپے فی بوری تک ہے ۔ اور یہ بوری اڑھائی من کی ہوتی ہے ۔

جناب سپیکر ۔ ہماری غذائی صورت حال کے بارے میں کل خان منور خاں صاحب نے فرمایا تھا ۔ کہ اس وقت بنوں میں ملکی گندم بائیس روپے فی من مل رہی ہے ۔

Mr. Speaker : That is not relevant.

مسٹر حمزہ۔۔لیکن ہماری حکومت نے ملکی پریس کو اس قدر دبایا ہوا ہے ۔ کہ . . . .

Mr. Speaker : Mr. Hamza is not relevant.

Minister of Food (Malik Qadir Bakhsh) : Sir, Is he attacking the Press which is not a party here.

مسٹر حمزہ۔۔ہمارے اخبار محض حکومت کو خوش کرنے کے لئے اور اپنی زیست کے لئے اس بات پر مجبور ہیں ۔ کہ وہ ہندوستان کے بارے میں غلط تاثرات اس ملک کی آبادی کو دیں ۔ تاکہ اس ملک کے دگرگوں حالات کی طرف ہماری پبلک توجہ نہ دے ۔ حکوت کے اشاروں پر چلنے والے اخبارات میں سمجھتا ہوں ۔ کہ جن کی اکثریت ہے . . . .

Mr. Speaker : The member is again not relevant, we are not discussing the Press Laws.

وزیر زراعت و خوراک (ملک قادر بخش)۔۔جناب سپیکر ۔ وہ اخباروں پر کیوں حملے کر رہے ہیں ۔ میری سمجھ سے یہ چیز باہر ہے ۔ کہ حمزہ صاحب میری بیان کردہ غلط بیانی کو اس ہاؤس کے وقار کے خلاف سمجھتے ہیں ۔ یا حکومت بھارت کے وقار کے خلاف سمجھتے ہیں ۔

اگر وہ شکوہ کریں ۔ کہ ایک وزیر ہمارے ملک کے متعلق غلط خبریں پھیلا رہا ہے ۔ ان کا رونا تو بجا ہوگا ۔ لیکن حمزہ صاحب کا رونا میں نہیں سمجھ سکا ہوں ۔ وہ بھارت کی پیروی بلا فیس لئے ہوئے کیوں کر رہے ہیں ۔ گذارش یہ ہے کہ میں نے جو کچھ کہا تھا ۔ میں نے ٹھیک کہا تھا ۔ اور میں اس پر stick کرتا ہوں ۔ میں اپنے ملک کے اخبار ''مشرق،، مورخہ ۱۸ جون سے یہ رپورٹ پڑھتا ہوں ۔ میں اس اخبار کی تعریف کرنا یہاں مناسب نہیں سمجھتا ہوں ۔ بہر حال وہ لکھتا ہے ۔ کہ ''وسطی بھارت میں اشیائے خوردنی کی گرانی انتہا کو پہنچ گئی ہے ۔،، (آپ کے لئے مقام افسوس ہے) ۔ '' راجستھان میں اجناس کی قیمتوں کا نیا ریکارڈ قائم ہو گیا ہے ۔ وہاں گندم کی قیمت ۸۵ روپے سے ۱۱۰ روپے فی بوری ہو گئی ہے ۔ صوبائی حکومت نے دو اضلاع کو قحط زدہ قرار دے دیا ہے ۔ مہاراشٹر کے علاقے میں بھی قحط سالی کے آثار پیدا ہو گئے ہیں ۔،، ذرا حمزہ صاحب سے کہیں ۔ کہ وہ میری طرف متوجہ ہوں ۔

Mr. Speaker : He is taking notes of the Minister's speech.

وزیر زراعت و خوراک ـــ'' فصل ربیع کو زبردست نقصان پہنچا ہے ۔ پونا میں اشیائے خوردنی کی گرانی کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پھیل گئی ہے ۔ اور اس امر کا خطرہ ہے ۔ کہ اگر حکومت نے فوری طور پر لوگوں کو اناج مہیا نہ کیا ۔ تو ستمبر میں حکومت کے خلاف تحریک شروع ہو جائے گی ۔ اور فساد پھیل جائے گا ۔ مہاراشٹر کی صوبائی حکومت خوراک کی صورت حال سے نبٹنے کے لئے جنگی سطح پر کار روائی کر رہی ہے ۔ گیہوں اور اناج کی سپلائی کے لئے پورے وسائل روبکار لائے جا رہے ہیں ۔ ریل اور ٹرکوں کے ذریعے بیس ہزار بوری گندم پونے کو بھیجی جا چکی ہے ۔ لیکن اس سے صورت حال کو سنبھالا نہیں مل سکا ۔ اراکین پارلیمنٹ نے وزیر خوراک کو متنبہ کیا ۔،،

خواجه محمد صفدر--پوائنٹ آف انفارمیشن - کیا یہ مضمون کل ملک قادر بخش نے خود لکھا ہے -

وزیر خوراک--پتہ نہیں - کہ آج کل آپ اخبارات کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں - اور الزام ہم پر ہے - کہ ہم نے انہیں دبایا ہوا ہے -

وزیر تعلیم--خواجہ صاحب - ہندوستان کے متعلق یہ باتیں برداشت نہیں کر سکتے -

وزیر خوراک--نہیں وہ خوش ہیں -

وزیر خزانہ--خواجہ صاحب - گاندھی کے چیلے ہیں - وہ یہ کس طرح برداشت کریں گے - کہ ہمارے اناج کی سپلائی - - - - -

خان زادہ تاج محمد خاں--پوائنٹ آف آرڈر - یہ کوئی نئی بات نہیں ہے - انہوں نے چینی کے متعلق بھی اس دن کچھ کہا تھا - اور میں اس کا جواب دوں گا -

Mr. Speaker: This is no point of order.

وزیر خوراک--" وزیر اعلیٰ مہاراشٹر مسٹر نائک نے آج ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس بلائی - جس میں محکمہ خوراک کے اعلیٰ افسران کو شامل کیا گیا - کانفرنس میں اجناس خوردنی کی فراہمی کے نظام کے متعلق غور کیا گیا - وزیر اعلیٰ نے بتایا - کہ قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لئے بیرونی ملکوں سے غلہ درآمد کیا جا رہا ہے - انہوں نے کہا - کہ بندرگاہ بمبئے پر غلے کے نو جہاز لنگر انداز ہو چکے ہیں - ان سے اجناس کو اتارنے کے فوری بعد پونا کو سپلائی شروع کر دی جائے گی - دریں اثناء شہر میں غلے کی سپلائی کو پورا کرنے کے لئے دیگر صوبوں سے گندم وصول کی جا رہی ہے - راجستھان میں گندم کی قلت بدستور ہے - وہاں فصل ربیع بھی بدستور خراب ہے - پنجاب میں چنے کی تجارت پر پابندی کی وجہ سے وہاں چنے کی قیمتیں بھی ساٹھ روپے بوری تک بڑھ

گئی ہیں ۔ صوبائی حکومت نے ایک ہزار چار سو مزید دیہات کو ۔،، ذرا غور کیجئے ۔ کل ایک ہزار چار سو نہیں بلکہ " ایک ہزار چار سو مزید دیہات کو ،، تو " ایک ہزار چار سو مزید دیہات کو قحط زدہ قرار دیا ہے ۔ قبل ازیں راجستھان میں دو ہزار سے زائد دیہات مشتمل علاقے کو قحط زدہ قرار دیا گیا ہے ،، تو جناب والا ۔ یہ ہو گئے ۔ کل ساڑھے تین ہزار دیہات ۔ " وہاں پر ہنگامی حالات کے تحت گندم کی فراہمی کا انتظام کیا جا رہا ہے ۔ وہاں چاول کی سپلائی کا انتظام بھی ناقص ہو گیا ہے ۔ بھارت کے وزیر خوراک،، . . . .

Mr. Speaker : Is it a lengthy statement, Malik Sahib.

وزیر خزانہ۔قصہ مختصر یہ ہے کہ انہوں نے ۳۵ اور ۴۰ روپے من کہا تھا ۔ اور وہ دراصل ۴۴ روپے ہے ۔ وہ اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں ۔ اب جھگڑا کیا ہے ۔

Mr. Speaker : Even then he can say that the statement was not correct.

وزیر خوراک و زراعت۔۔۔تو انہوں نے جس طریقہ گفتگو سے فرمایا کہ میں اپنے علاقے کی گرانی کے بارہ میں بڑھا چڑھا کر بات کرتا ہوں تو یہ ٹھیک نہیں ۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ الزام میں ہرگز نہیں لگاتا ایک معزز ممبر پر He is in league with Bharat ان کو ایسے غیر ذمہ دارانہ باتیں نہیں کرنی چاہئیے تھیں اور یہ تمام چیزیں ان کو خوش کرنے کے لئے ہیں حالانکہ یہ خیر خواہ ان کے نہیں ہیں تو اس قسم کا خیال پیدا کرنا ٹھیک نہیں ۔

Mr Speaker : I want to know one thing from the member that at page 1, the prices are given as ranging from Rs. 16 to 19 while at page 13 they are given as 48 to 52. How does he explain this inconsistency ?

Minister of Food and Agriculture : I will bring a privilege motion against my friend. (Laughter)

مسٹر حمزہ—عرض یہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہو گا صفحہ اول پر جو قیمت دی گئی ہے اس کے ساتھ فی من لکھا گیا ہے ۔

وزیر خزانہ—یہ ویسٹ پاکستان کا بجٹ ڈسکس کرنا چاہتے ہیں ۔ یا انڈیا کا ؟ وہ کہتے ہیں کہ غلطی ہوئی ہے ۔ ۳۵ اور ۴۰ کی بجائے ۴۴ کہتے ہیں ۔ درستگی کر دی جائے ۔

Mr. Speaker : But it is not clear at page 13.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر ۔ صفحہ اول پر جو نرخ دیا گیا ہے ۔ اس کے ساتھ فی من لکھا ہے ۔ وہ لوگ جو تجارت سے دلچسپی رکھتے ہیں ان سے آپ دریافت کر سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۳ پر ڈھائی من بوری کی قیمت دی گئی ہے ۔

Mr. Speaker : I say that is not clear at page 13.

مسٹر حمزہ—It is quite clear sir جناب سپیکر ۔ اس کا ان تمام لوگوں کو پتہ ہے جو کاروبار سے دلچسپی رکھتے ہیں یہ تو عام بات ہے ۔ This is common knowledge جناب سپیکر ۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے ۔

وزیر خزانہ—انڈیا کے متعلق پرولیج کا کیسے سوال ہو سکتا ہے ۔ جناب یہ کوئی پنجاب اسمبلی ہے ؟

Mr. Speaker : He says that by the mis-statement of Malik Sahib the breach of the privilege of the House had taken place.

مسٹر حمزہ—اس کی وجہ یہ ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ روزنامہ ''مشرق'' کی خبر جو ملک قادر بخش صاحب نے پڑھ کر سنائی ہے ۔ یہ گورنمنٹ کی اس کامیاب پالیسی کی پیدا کردہ ہے ۔ جس سے پریس کا گلہ کھولٹ دیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : The member may please take his seat. He is not relevant on this point.

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر ۔ میں یہ گذارش کروں گا . . . . .

وزیر زراعت و خوراک—ان کو بیٹھ جانا چاہئیے ۔

Mr. Speaker : Mr. Hamza has moved this privilege motion that Malik Qadir Bakhsh, while giving reply on 17.6.64, has made a mis-statement. I have heard both Mr. Hamza and Malik Qadir Bakhsh and the alleged state ment of Malik Qadir Bakhsh is that the prices of wheat in India range from Rs. 35 to 4 . Mr. Hamza in support of his contention has produced the daily 'Statesman' and at page 1 it is given that the 'Darra' variety is selling at Rs. 16 but at page 13 it is given that the prices of wheat are ranging from 40 to 50 rupees per maund By seeing both the pages of this daily newspaper one cannot say that the news-item appearing at page 1 was correct or that the news-item appearing at page 13 was correct. There is a glaring misleading and inconsistent statement in the newspaper itself. Moreover, Malik Qadir Bakhsh produced the daily 'Mashriq' wherein the prices quoted by him are stated In view of the news-item contained in the daily 'Mashriq' it cannot be said that Malik Qadir Bakhsh has made any intentional and deliberate mis-statement. If there is no intentional and deliberate mis-statement then there is no breach of privilege. The motion is, therefore, ruled out of order.

مسٹر حمزہ ۔ پوائنٹ آف آرڈر—جناب سپیکر ۔ آپ کی رولنگ کے سامنے سر تسلیم خم ہے لیکن ایک مودبانہ عرض ہے کہ اگر آپ صفحہ ۱۳ پر دئیے گئے نرخوں پر شبہ کرتے ہیں تو آپ کو رولنگ دینے سے قبل چاہئیے یہ تھا کہ کم از کم پریس سے یا تجارتی حلقوں سے دریافت تو کر لیتے ۔ یہ عام فہم بات تھی ۔

Mr. Speaker : This is the document produced by the member. He should please take his seat.

وزیر خزانہ—وہ کہتے ہیں کہ common sense کا فیصلہ آپ نے نہیں کیا ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—کسی آڑھتی کو بلا لیں جناب ۔

وزیر خزانہ—وہ کہتے ہیں کہ common sense کا فیصلہ نہیں کیا ۔

Mr. Speaker : The member cannot discuss my ruling

Minister of Finance : He has said so.

Mr. Speaker : I have received notices of two adjournment motions by Ch. Muhammad Ibrahim. The Subject matter of both these adjournment motions can be discussed during the general discussion on the Budget and, therefore, the motions are ruled out of order

---

GENERAL BUDGET, 1964-65

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AT A WHOLE (RESUMPTION)

Mr. Speaker : Now the House will resume dicussion on the General Budget as a whole Khawaja Muhammad Safdar.

خواجہ محمد صفدر (سیالکوٹ - ۱)۔جناب والا - میرے ان محترم دوستوں کا جو وزارتی بینچوں پر تشریف فرما ہیں یہ دعوے ہے - کہ صوبہ میں خوشحالی کا دور دورہ ہے - عوام کو پیٹ بھر کھانے کو نصیب ہو رہا ہے - پہننے کے لئے کپڑا فراواں ہے ان کا یہ دعوے ہے کہ اس صوبے میں جتنی خوشحالی اور فارغ البالی آج ہے وہ آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی - لیکن جو ہم گردو پیش دیکھتے ہیں - وہ تصویر اور ہے - ہم اپنے گردوپیش بھوک افلاس تنگ دستی غربت بیماری اور لاچاری غرضیکہ کہ وہ تمام مصائب جو کہ کسی میں‌ان بزرگوں کے مہربانی سے نازل ہو سکتے ہیں - اور وہ ان پر نازل ہیں ان دو متضاد چیزوں کو دیکھتے اور سنتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سچ کہتے ہیں یا جو کچھ ہم دیکھے ہیں وہ درست اور صحیح ہے - تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان کا یہ دعوے ہے اور جو کچھ صوبے کی اس وقت معاشی حالت ہے اس میں میں مطابقت نہیں پاتا اور اس وجہ سے میں نے کئی بار کوشش کی ہے کہ میں صحیح حالات کا جائزہ لگاؤں - اگر ان کا یہ دعوے ہے اور وہ دعوے درست ہے تو میں ان کو مبارکباد پیش کروں اور اگر ان کا یہ دعوے درست نہیں اور اس صوبے کے عوام کی جو حالت ہے - اگر وہ درست نہیں ہے تو عوام کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے - جناب والا - میں نے ان گذارشات کو تین حصوں میں تقسیم

کیا ہے - پہلے حصے کو اس طرح رکھا ہے کہ اس وقت صوبے کی مالی حالت کیا ہے اور آج سے چھ سال قبل اس صوبے کی مالی حالت کیا تھی تو دوسرا حصہ یہ ہے ان گذارشات کا - چھ سال تک صوبے کی معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے میرے ان دوستوں نے کیا کارہائے نمایاں سر انجام دئیے اور ان کی آمد سے پیشتر اس صوبے کی معاشی اور معاشرتی حالت کیا تھی -

اور ان کی آمدن سے پیشتر اس صوبہ میں معاشی اور معاشرتی حالات کیا تھے- تیسرا حصہ میری تقریر کا یہ ہو گا کہ اس وقت صوبہ میں عوام کی قوت خرید کیا ہے - ضروریات زندگی کے نرخ کیا ہیں -

جناب والا - میرے محترم دوست قائد ایوان نے اس ایوان میں میزانیہ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں یہ بتایا کہ اس صوبہ کا مجموعی بجٹ محاصل اور ترقیاتی بجٹ ملا کر پونے چار ارب روپیہ ہے اور جب میں ۵۸-۱۹۵۰ء کے بجٹ پر نظر ڈالتا ہوں - تو اس وقت مجموعی بجٹ صرف ایک ارب ۱۰ کروڑ روپیہ ہے - بظاہر یہ اعداد و شمار سے ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ اس صوبہ نے سونا اگلنا شروع کر دیا ہے - اس صوبہ نے اپنی آمدنی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً چار گنا ترقی کی ہے - چار گنا نہ سہی ساڑھے تین گنا اس حساب سے بنتی ہے - لیکن ذرا گہری نظر - ذرا عمیق نظر سے اسے اگر دیکھا جائے تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اس پونے چار کروڑ روپیہ میں سے محاصل کی آمدنی خود وزیر خزانہ کی تقریر کے مطابق بمشکل ایک ارب ۲۴ کروڑ ہے -

وزیر خزانہ---اس سال ۱۳۴ کروڑ ہے -

خواجہ محمد صفدر---میں عرض کئے دیتا ہوں - آپ کی تقریر کا صفحہ ۱۷ ہے -

وزیر خزانہ—آپ کے پاس mis-print ہو گی ۔ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر—اس میں جناب والا یہ ہے ۔ سال آئندہ کے محاصل مالی سال رواں کے محاصل سے بقدر گیارہ کروڑ ترانوے لاکھ روپے کے زیادہ ہوں گے ۔ وغیرہ وغیرہ آگے جا کر کہتے ہیں مرکزی ٹیکسوں میں سے ہمارا حصہ رسدی تینتالیس کروڑ ستاون لاکھ روپے کی موجودہ سطح سے ابھر کر چھیالیس کروڑ بیالیس لاکھ کی نئی سطح تک پہنچ جائے گا ۔ یعنی ایک رقم ۴۶ کروڑ اور ۴۲ لاکھ کی مرکزی حکومت کے محاصل میں سے حصہ آ جائے گا ۔ اور اسی طرح صوبائی ٹیکسوں سے ہونے والی آمد چونتیس کروڑ چھہتر لاکھ سے بڑھ کر سینتیس کروڑ چھیاسٹھ لاکھ کے قریب ہو جائے گی ۔ تیسرے متفرق قسم کا ایک محاصل ہے اس میں نمایاں اضافہ ہو گا ۔ یہ انتالیس کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے سے بڑھ کر اکتالیس کروڑ تیرہ لاکھ تک جا پہنچیں گے ۔ یہ جناب والا ۔ ان کی کل رقم ایک ارب ۲۵ کروڑ ۲۱ لاکھ بنتی ہے ۔ (قطع کلامیاں)

وزیر خزانہ—میں نے یہ عرض کیا تھا اب ۶۵ - ۱۹۶۴ء کو دیکھیں ۔

خواجہ محمد صفدر—آپ سب مل کر میرے سوال کا جواب دیں مجھے معلوم ہے وہ کس طرح ہے ۔ میں نے آپ کی تقریر میں سے محاصل کی تین مدات پڑھ کر سنا دی ہیں ۔ ان کو جمع کر لیجئے ۔ اگر کمی بیشی ہو گی تو مجھے بتا دیں میں معافی مانگ لوں گا ۔

وزیر خزانہ—جواب دیتے وقت میں آپ کو بتاؤں گا ۔ جیسے آپ نے کیپٹل بجٹ کو ریونیو میں ملا دیا تھا ۔ یہ بھی آپ کو سمجھاؤں گا ۔ آپ پھر دوبارہ اس کو ملا رہے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—میں جانتا ہوں ۔ بہر حال اتنا نہیں جانتا کہ اپنے آپ کو ماہر مالیات کہوں ۔ میں ایک طالب علم ضرور ہوں ۔ اگر آپ سکھائیں گے تو ضرور سیکھوں گا ۔ اور اس کا شکریہ ادا کروں گا ۔

وزیر خزانہ—انشاء اللہ ۔ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ اور باقی آمدنی جناب والا ۔ قرض ہے ۔ اور اس آمدن میں بھی زمین کی فروخت شامل ہے تقریباً ساڑھے آٹھ کروڑ روپیہ کی وہ رقم اس میں شامل ہے جو ہم سکیتی اراضی اس سال فروخت کرنے والے ہیں ۔ تو میرا مدعا یہ ہے کہ ان اعداد و شمار کو سامنے رکھا جائے تو یہ اعداد و شمار جس قدر بظاہر مسحور کن ہیں اتنے مسحور کن نہیں ہیں ۔ میں اپنے محترم دوست کو یہ بتانے کی جسارت کرتا ہوں صرف مرکزی حکومت سے اس سال ۹۵ کروڑ قرضہ ہم برداشت کر رہے ہیں ۔ ایک سال اس قرضے کے بوجھ تلے اس صوبہ کو اس طرح دبایا جا رہا ہے ۔ اس لئے اس کی تفصیل بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں ۔

جناب والا ۔ اس صوبہ کو ۵۸ - ۱۹۵۷ء میں یعنی ۳۱ مارچ ۱۹۵۸ء کو اس صوبہ نے ایک ارب ۳۱ کروڑ ۷۶ لاکھ اور ۴۸ ہزار روپیہ ہر قسم کا قرضہ ادا کرنا ہے اس کا حوالہ فنانس اکونٹ ۵۸-۱۹۵۷ء کے صفحہ ۳۱ پر ہے ۔ کل قرضہ ۳۱ مارچ ۱۹۵۸ء کو ایک ارب ۳۱ کروڑ ۷۶ لاکھ اور ۴۸ ہزار تھا ۔ اور جناب والا ۔ ۳۰ جون ۱۹۶۳ء کو یہ قرضہ بڑھ کر ۲ ارب ۷۸ کروڑ ۲۸ لاکھ اور ۴۳ ہزار ہو گیا ۔ جون ۱۹۶۵ء کو یہ قرضہ بڑھ کر ۳ ارب ۵۰ کروڑ اور ۲۰ لاکھ روپیہ ہو جائے گا ۔ اگر معاشی خوشحالی کا ناپ اور تول قرضہ کو بڑھانے کا ہے ۔ تو ہم یقیناً خوشحال ہیں ۔ آپ اندازہ لگائیں جناب والا ۔ ان

لوگوں نے جو ان سے پہلے اس صوبہ میں حکمران تھے انہوں نے ۱۱ سال میں ایک ارب ۳۳ کروڑ روپیہ قرضہ برداشت کیا یعنی ایک سال میں تقریباً ۱۲ کروڑ ہوا ۔ میرے یہ دوست کس رفتار سے چل رہے ہیں ۔ صرف آئندہ سال میں جس کا بجٹ ہمارے پیش نظر ہے صرف ایک مد میں مرکزی حکومت کے ذریعہ سے جو قرضہ برداشت کریں گے ۔ (چار پانچ قسم کے قرضہ جات کی مدیں اور رکھی ہیں) تو صرف ایک مد میں ۹۵ کروڑ روپیہ قرضہ ہم برداشت کریں گے ۔

Minister of Finance : Question.

خواجہ محمد صفدر--جناب یہیں بس نہیں ہے ۔ یہاں ابھی تفصیل مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ میں ان ذمہ داریوں کا یعنی ملکی ذمہ داریوں کا ان کو احساس نہ دلاؤں جن کا بوجھ یہ صوبہ پر ڈال رہے ہیں ۔

قرضے کا ذکر چل رہا ہے ۔ اس لئے میرے لئے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ میں سود کی وہ رقم بھی پیش کروں جو ہمارے صوبے نے ادا کرنا ہے ۔ جو اس نے ان کے دور حکومت میں ادا کی ہے یا ان سے پہلے دور حکومت میں ادا ہو چکی ہے ۔ تاکہ میرے معزز دوست جو اس معزز ایوان کے رکن ہیں یہ معلوم کر سکیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں ۔ کیا ہم خوشحالی کی طرف جا رہے ہیں یا بربادی اور تباہی کی طرف جا رہے ہیں ۔

جناب والا ۔ سود کے متعلق میرے پاس یہ اعداد و شمار ہیں جو میں نے خود ان کی شائع کردہ کتابوں میں سے لئے ہیں ۔ میں ساتھ ہی ساتھ ان کے حوالے بھی دیتا جاؤں گا ۔ تاکہ وزیر خزانہ وہ حوالے لکھتے جائیں ۔

۱۹۵۷-۵۸ء میں اس صوبے نے ۲ کروڑ ۳۵ لاکھ اور ۵۹ ہزار

روپیہ قرض دیا ۔ اس کا حوالہ صفحہ ۳۳ پر Finance Account ۵۸-
۱۹۵۷ میں ہے ۔ ۶۳-۱۹۶۲ء میں یہ سود بڑھکر ۱۳ کروڑ ۹۵ لاکھ
اور ۸۴ ہزار روپے ہو گیا ۔ اس کا حوالہ Explanatory Memorendom
۶۴-۱۹۶۳ء کے صفحہ ۹۳ پر ہے ۔

۶۴ - ۱۹۶۳ء یعنی سال رواں میں یہ سود ۱۸ کروڑ ۵ لاکھ روپے ہو گیا ۔ اور آئندہ سال ہم ۲۱ کروڑ ۹ لاکھ اور ۷۷ ہزار روپے سود ادا کریں گے ۔

وزیر خزانہ — خواجہ صاحب وہ ۹۵ کروڑ کی رقم آپ نے کہاں سے لی تھی ۔ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر وہ بھی عرض کرتا ہوں ۔ جناب میرے دوست نے میرے اعداد و شمار کو چیلنج کیا ہے ۔ میں اس کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں ۔ یہ ہے Explanatory Note 1964 – 65 Page 207. Financial Assistance by the Central Government. اس کے آخری column میں دیکھیئے ۔ یہ ۶۵ - ۱۹۶۴ء میں ۹۵ کروڑ ۱۹ لاکھ روپے ہے ۔ میں نے صرف ۹۵ کروڑ کہا تھا ۔ یہ اس کے ساتھ ۱۹ لاکھ بھی ہے ۔ اور یہ صفحہ ۲۶۰ پر ہے ۔

Minister of Finance : I agree with you, Sir.

خواجہ محمد صفدر — میں ایسے کوئی اعداد و شمار اس معزز ایوان کے سامنے پیش نہیں کرونگا جن کا source خود گورنمنٹ کی اپنی شائع کردہ کتابیں نہ ہوں ۔

وزیر خزانہ آپ کی interpretation غلط ہے ۔ (قہقہہ)

خواجہ محمد صفدر — ہو سکتی ہے ۔ میں ایک کم علم آدمی ہوں ۔

جناب والا ۔ میں نے تو پہلے ہی اعتراف کیا ہے ۔ کہ میں ایک کم علم آدمی ہوں ۔ ممکن ہے میری interpretation غلط ہو ۔ وہ مجھے سمجھا دیں تو میں سمجھ لونگا ۔ میرے دوست مجھ سے اتفاق نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے اپنی تقریر میں بھی اس چیز کا ذکر فرمایا ہے ۔ کہ ہم نے آئندہ سال صرف تین کروڑ روپے بطور سود ادا کرنا ہیں ۔ لیکن میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ ہم نے تین کروڑ نہیں بلکہ ۲۱ کروڑ ۹ لاکھ اور ۷۷ ہزار روپیہ بطور سود ادا کرنا ہے ۔ یہ بہت بڑا تفاوت ہے ۔ لیکن یہ تو اعداد و شمار کی jugglary معلوم ہوتی ہے ۔

صورت حال یہ ہے کہ جو قرضہ ہم مرکزی حکومت کی معرفت برداشت کرتے ہیں وہ ہم مختلف محکموں کو قرض دیتے ہیں ۔ آخر انہوں نے ہی اسے خرچ کرنا ہے ۔ وزیر خزانہ صاحب نے خود تو نہیں کرنا ہوتا ۔ اور ہم ان محکموں سے سود وصول کرتے ہیں ۔ مثال کے طور پر ہم نے محکمہ زراعت کو کوئی رقم قرض پر دی ۔ A. D. C کو دی ۔ یا واپڈا کو دی ۔ تو وہ ہم اپنی کتابوں میں درج کر لیتے ہیں کہ اس حساب سے سود لینا ہے ۔ چنانچہ ۱۸ کروڑ روپیہ ان محکموں کے ذمے ہے ۔ یہ روپیہ ہم نے ہندوستان سے نہیں لینا ۔ یہ تو اسی صوبے نے دینا ہے ۔ اور میرے نکتہ نظر سے یہ ۲۱ کروڑ روپے ہے ۔ جس کے متعلق میرے محترم دوست نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا ہے ۔ یہ ۳ کروڑ روپے نہیں ۔ تو اس صوبے نے اس سال ۲۱ کروڑ روپے بطور سود ادا کرنا ہیں ۔ اب ۲۱ کروڑ روپے کی رقم ہمارے کل محاصل کا کتنے فیصد ہے ۔ آپ اندازہ فرمائیں تو یہ ساڑھے سولہ فیصد بنتی ہے ۔ یعنی صوبے کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لئے ہم نے

اپنی تمام آمدنی کا ساڑھے سولہ فیصد صرف بطور سود ادا کرنا ہے - اور یہیں بس نہیں کی - جناب میرے پاس گورنمنٹ کی مہیا کردہ ایک statement ہے جو مجھے ایک سوال کے جواب میں دی گئی ہے - یہ سود کی رقم جو میں عرض کر رہا ہوں - دراصل یہ بھی مصنوعی ہے - کیونکہ اصل سود تو اس سے کہیں بڑھ چڑھکر ہے - وہ اس لئے کہ بعض قرضہجات ایسے ہیں جن پر سود کی ادائیگی Agreement کی رو سے اس وقت ہم پر واجب نہیں آتی - کیونکہ بعض کی ادائیگی ۱۹۶۵ سے ہو گی - بعض کی ۱۹۶۷ء سے اور بعض کی ۱۹۷۰ء سے - تو اس لحاظ سے ہم نے قرضہ برداشت کیا ہوا ہے جس پر سود پڑ رہا ہے - البتہ ادائیگی deferred ہے - یعنی التوا میں ہے - اور ۵ یا ۶ سال کے لئے ہے - جب کہ یہ تمام رقمیں due ہو جائینگی - اگر ہم آئندہ قرضہ لینا چھوڑ بھی دیں تو بھی میرا اندازہ ہے کہ ۲۱ کروڑ کی بجائے ہمیں ۵ یا ۶ سال بعد صرف سود ہی ۳۰ کروڑ روپے سے زیادہ ادا کرنا پڑے گا - اور اس کے لئے میرے پاس ثبوت ہے -

جناب والا - ہم نے ۶۳ - ۱۹۶۲ء میں United Kingdom سے ایک قرضہ برداشت کیا ہے - جس کا ہم ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء کے بعد سود ادا کرنا شروع کرینگے -

اس کے علاوہ ہم نے ۶۳ - ۱۹۶۲ء United Kingdom سے ۶۷ لاکھ ۹۲ ہزار کا ایک اور قرضہ برداشت کیا جس کی ادائیگی ۱۸ سال کے بعد یعنی ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہو گی اس کے بعد جناب ہم نے ایک اور قرضہ World Bank سے لیا جس کی ادائیگی ۴۰ سال میں ہو گی -

اسی طرح ہم نے ایک اور قرضہ World Bank سے لیا جس کی ادائیگی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۲ء تک ہو گی -

اس کے علاوہ ہم نے ایک اور قرضہ united states سے لے رکھا ہے جس کی ادائیگی ۱۹۷۰ء سے شروع ہو گی ۔

اسی طرح ہم نے ایک اور قرضہ West Germany سے لیا ہے جس کی ادائیگی ۱۹۶۹ء سے شروع ہو گی ۔ اس کے علاوہ West Germany سے ایک اور قرضہ ہے جس کی ادائیگی ۱۹۶۸ء سے شروع ہو گی ۔ اور علے ہذالقیاس ۔ یہ ہے ان قرضہ جات کی تفصیل جن کے سود کی ادائیگی deferred ہے ۔ اور جس کی ادائیگی ابھی ہم نے نہیں کی ۔ یعنی ابھی ہم نے ان پر سود ادا کرنا شروع ہی نہیں کیا ۔ ان کو چھوڑ کر ہم اس صوبے کے کندھوں پر ۲۱ کروڑ روپے کا بار گراں محض سود کی بنا پر ڈال رہے ہیں ۔ یہ ہے وہ خوشحالی جس کا دعوے میرے دوست کرتے ہیں ۔ اور یہیں پر اکتفا نہیں ۔ جب آپ Financial Position کو دیکھتے ہیں تو آپ کو کئی چیزیں دیکھنا ہوتی ہیں ۔

جناب والا ۔ میں اس کا حوالہ بھی دیتوں کیونکہ یہ ضروری ہے ۔ مجھے starred question نمبر ۶۲۳۵ کا جو جواب دیا گیا ہے میں اس کا حوالہ دینا چاہتا ہوں ۔ آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ان کا سود لینے کا شوق کتنا بڑھ رہا ہے ۔ سود world market میں ایک چوتھائی فیصد پر بھی ملتا ہے ۔ ڈیڑھ فیصد پر بھی ملتا ہے اور دو فیصد پر بھی ملتا ہے ۔ لیکن یہ ہمارے دوست اور بزرگ ۔ اس ملک کو خوشحال بنانے والے ساڑھے چھ فیصد کے حساب سے رقمیں سود پر لے رہے ہیں ۔ ساڑھے چھ فیصد کے حساب سے تو یہاں کسی بنیئے سے بھی رقمیں مل سکتی تھیں ۔ بہر صورت انہوں نے ساڑھے چھ فیصد تک سود کی رقمیں ادا کرنا ہیں ۔ میں انہیں پھر پڑھکر سناتا ہوں ۔

انہوں نے جرمنی سے جو قرضہ ۶۲-۱۹۶۱ء میں لیا ہے اس کی شرح سود ساڑھے چھ فیصد ہے - جو قرضہ انہوں نے World Bank سے لیا ہے یعنی جو ۶۳-۱۹۶۲ء سے لیا ہے - اس کی شرح سود ساڑھے پانچ فیصد ہے - پھر united states سے پونے چھ فیصد سود پر ۶۳-۱۹۶۲ء میں انہوں نے قرضہ لیا ہے -

اس کے علاوہ انہوں نے West Germany سے بھی ایک قرضہ ساڑھے چار فیصد کے حساب سے لیا ہے - اور اسی طرح انہوں نے West Germany سے ایک اور قرضہ چھ فیصد کے حساب سے لیا ہے -

اس کے علاوہ انہوں نے ایک قرضہ ۵ فیصد پر فرانس سے لیا ہے اور ایک ساڑھے پانچ فیصد پر West Gremany سے لیا ہے - علے ھذالقیاس - تو یہ ہیں مختلف شرحیں جن پر قرضے لئے گئے ہیں - اگر کوئی اچھا negotiate کرنے والا ہوتا تو وہ دیکھتا کہ اگر ہمیں قرضے کی ضرورت ہی تھی تو پھر بھی negotiations کرتے ہوئے ہمیں یہ تو دیکھ لینا چاہیئے تھا کہ ہم کس شرح پر سود دینے والے ہیں - ہو سکتا ہے کہ میری یہ بات میرے دوست نا پسند فرمائیں - لیکن یہ ایک حقیقت ہے -

جناب والا - مجھے اس امر سے اختلاف نہیں کہ اکثر ملکوں کو اپنی بعض ترقیاتی سکیمیں پورا کرنے کیلئے قرضے لینے پڑتے ہیں -

اکثر اوقات ہمیں اپنے ملک کی ترقی کی سکیموں کے لئے قرضہ جات برداشت کرنے پڑتے ہیں - مجھے اس سے اتفاق ہے - لیکن اپنی کم علمی کے پیش نظر میں صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں

کہ کسی خاندان کے بجٹ اور کسی صوبہ یا ملک کے بجٹ میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہوتا ۔ ایک شخص اپنی ساری آمدنی سے زیادہ خرچ کرے ۔ صوفہ سیٹ خرید لے موٹر خرید لے ۔ یا قالین خرید لے اور ایک نوکر کی بجائے ۴ نوکر رکھ لے اور پھر خرچ کو پورا کرنے کے لئے قرضہ حاصل کر لے ۔ لیکن اس کی آمدنی میں اضافہ نہ ہو اور وہ قلیل ہو ۔ خرچ اور سود کا بوجھ آمدنی سے بڑھ جائے favourable comparison نہ رہے تو اس شخص کی کیا حالت ہو گی ۔ وہ دو چار یا دس سال میں باپ دادا کی جائداد بیچنے پر مجبور ہو گا اور قارض قرضہ کی وصولی کے لئے ڈگری لے آئیں گے ۔ جائداد نیلام ہو گی بولی ہو گی بالکل اسی طرح صوبہ کا بجٹ ہے ۔ اگر آپ کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی قرضہ برداشت کرتے ہیں تو اسے اس طرح سے صرف کیا جائے کہ تھوڑی رقم سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے اور جو قرضہ لیا جائے اسے صحیح کاموں پر لگایا جائے جن سے زیادہ سے زیادہ آمدنی اور پیداوار ہو ۔ مگر ہم کیا کر رہے ہیں ہم یہ کر رہے ہیں کہ عالیشان دفاتر تعمیر کر رہے ہیں ۔

وزیر خزانہ— کہیں بھی نہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—اب چونکہ میرے محترم دوست نے چیلنج کیا ہے اس لئے میں عرض کروں گا کہ میر پور میں جہاں پہلے ایک ریاستی حکومت تھی ۔ وزیر اعظم بھی تھا ۔ نواب صاحب بھی تھے ۔

وزیر خزانہ—میر پور نہیں ۔ خیر پور میر ہے ۔ آپ کہاں آزاد کشمیر میں چلے گئے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—ٹھیک ہے جی ۔

خیر پور میر سے کمشنر صاحب کا ہیڈ کوارٹر تبدیل ہو کر کسی دوسری جگہ جا رہا ہے ۔

میر عبدالباقی بلوچ—اسی طرح قلات سے خذدر جا رہا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر—ایسی کتنی ہی مثالیں دی جا سکتی ہیں ۔ لیکن چونکہ میں اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں اس لئے مختصراً عرض کروں گا ۔

وزیر خزانہ—نہیں نہیں خوب بول لیں جتنا چاہیں بول لیں ۔

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ۔ اگر ان قرضہ جات سے ہماری production کماحقہ زیادہ ہو تو شاید مجھے اس پر اعتراض نہ ہو ۔ پھر بھی ایک conservative انسان کی حیثیت سے یہ کہوں گا کہ قرضہ برداشت نہ کیا جائے ۔ پیٹ پر پتھر باندھ لیا جائے ۔ فاقہ کشی اختیار کی جائے ۔ لیکن قرضہ برداشت نہ کیا جائے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ دنیا میں اکثر ممالک ایسے ہیں جو اپنی اکانومی کے پیش نظر قرضہ برداشت کرتے ہیں ۔ مغربی جرمنی کو لیجئے ۔ اس نے قرضہ حاصل کرکے ایک miracle پیدا کر دیا ہے ۔ آپ بتائیں کہ ہم نے کونسا miracle پیدا کیا ہے ۔

وزیر خزانہ—آپ کو نظر نہیں آتا ۔

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ۔ میں ان کی خدمت میں مثالیں دیکر بتا سکتا ہوں کہ آپ نے کیا کیا ہے ۔

وزیر صحت (بیگم محمودہ سلیم خاں)—یہ کفران نعمت ہے ۔

خواجہ محمد صفدر—میری محترمہ بہن فرما رہی ہیں کہ میں کفران نعمت کا مرتکب ہوا ہوں ۔ اللہ مجھے معاف دے ۔

وزیر خزانہ—آمین ۔

خواجہ محمد صفدر—تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے

صوبہ پر قرضہ اور سود کا بوجھ اس قدر گراں ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اس صوبہ کا چھٹکارا نظر نہیں آتا ۔ اگر نظر آتا ہو تو یقینی طور پر میں نکتہ چینی نہ کروں ۔ بالکل یقینی طور پر نہ کروں اور میں سمجھوں کہ صوبہ کی بہتری ہو رہی ہے ۔

اب میرے دوستوں نے یہ اعتراض کیا ہے اور محترمہ بہن نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں کفران نعمت کر رہا ہوں ۔

جناب والا ۔ ایک دو محکمہ جات ایسے ہیں جو بالکل رفاہی ہیں اور ان کے خرچ کو محدود رکھا گیا ہے ۔ بات یہ ہے کہ جب ڈھب سے خرچ ہو رہا ہے اس پر ان لوگوں کا کنٹرول نہیں ۔ بے جا اصراف ہو رہا ہے ۔ اس سلسلہ میں میں چند مثالیں دوں گا ۔

وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر دلپذیر میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی بنا پر میں اعداد و شمار سے ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ برسر اقتدار ہیں وہ روپیہ کو ناجائز طور پر استعمال کر رہے ہیں ۔ اور اس طرح صوبہ کے معاشی حالات کو تباہ و برباد کر رہے ہیں ۔ جس قدر روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے اس کا عشر عشیر بھی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا ۔ اگر پہلی حکومتوں سے مقابلہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اس سے سو گنا کم خرچ کیا اور بہتر نتائج پیدا کئے ۔

وزیر خزانہ—آپ ابھی تک دولتانہ کو نہیں بھولے ۔

خواجہ محمد صفدر— میں دولتانہ کو نہیں بھولا ۔ ملک خضر حیات کو نہیں بھولا ۔ ملک فیروز خاں نون اور مظفر علی قزلباش کو نہیں بھولا ۔ لیکن ہر ایک کو یاد کرنے میں فرق ہے ۔ میں تو ڈاکٹر خاں صاحب کو بھی نہیں بھولا ۔ میں ان کو ان لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں ۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے ۔

میر عبدالباقی بلوچ۔۔یہ لوگ شہیدوں سے مذاق کر رہے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔سب سے پہلے میں سڑکوں کی مثال دوں گا ۔ سڑکوں کے لئے کچھ اعداد و شمار دئے گئے ہیں ۔ ان کے لئے آپ صفحہ ۱۲ کو سامنے رکھ لیں ۔ اور پھر میرے ساتھ اس گورکھ دھندے میں سے گذرتے جائیں ۔ اگست ۱۹۴۷ء میں ۱۳۷۸۱ میل لمبی پختہ سڑکیں تھیں ۔

Mr. Speeker: In the whole of West Pakistan.

خواجہ محمد صفدر۔۔جی ہاں ۔ آپ Statistical Hand Book Published in the Department of Planning and Development ملاحظہ فرمائیں ۔

وزیر خزانہ۔۔چوڑائی بھی دی ہوگی ۔ جو ۹ سے ۲۰ فٹ کر دی گئی ہے ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔۳۱-۳-۱۹۵۸ء کو سڑکوں کی لمبائی ۱۹۴۲۴ میل تھی ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دس سال میں ۵۶۴۳ میل لمبی نئی سڑکیں بنائی گئیں ۔

مارچ ۱۹۵۸ء تک ایک سال میں ۵۶۴۰۳ میل لمبی سڑک بنائی گئی ۔ اس کے بعد ۳۰ ۔ جون ۱۹۶۳ء تک اس صوبے میں ۲۱ ۔ ہزار ایک سو اکھتر میل کل لمبی سڑکیں بنائی گئیں ۔ اور ۵۸ء سے ۶۳ء تک پانچ سالوں میں ایک ہزار سات سو پچاس میل لمبی سڑکیں نئی بنائی گئیں اس کا average ۳۵۰ ۔ میل سالانہ ہے ان کا average ۵۶۴ ۔ تھا اور ان کا average ۳۵۰ ۔ میل ہے ۔ یہ ان کے اپنے اعداد و شمار ہیں اور اگر یہ برا نہ مانیں تو میں ان کو حوالہ دے دوں کہ پچھلے سالوں میں زیادہ تھا اور موجودہ سالوں میں کم تھا ۔

میر عبدالباقی بلوچ۔۔خواجہ صاحب شیخ مسعود صادق تو اس زمانے میں بھی تھے ۔

خواجہ محمد صفدر—اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ۶۰ء - ۶۱ء میں صرف ۱۱۰ - میل سڑک بنائی گئی - ۶۱ء - ۶۲ء میں ۱۱۶ - میل سڑک بنائی گئی - ۶۲ء - ۶۳ء میں ۲۱۰ میل - اور اس پر ۱۱ - کروڑ ۹ - لاکھ ۴۷ - ہزار روپیہ صرف ہوا - یعنی ۴۳۶ - میل سڑک ۳ - سالوں میں بنی -

اب جناب والا انہوں نے ہسپتالوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ہم نے ہسپتالوں میں اضافہ کیا ہے - تو ان کے اعداد و شمار نے جس طرح سڑکوں کے سلسلے میں ان کی مخالفت کی تھی اسی طرح ہسپتالوں میں بھی مخالفت کر رہے ہیں - وہ اعداد و شمار پیش کرتے ہیں (مجھے سخت افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے میں ۵۶ء کے پہلے کے اعداد و شمار اس سلسلے میں پیش نہیں کر سکتا اس لئے محترم دوست عباسی صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ اعداد و شمار ریپبلیکن پارٹی کے دور حکومت کے ہیں اور میں یہ بات کرنے میں انشاء اللہ کامیاب ہوں کہ ریپبلیکن پارٹی کے کارنامے بھی ان سے بہتر ہیں) - سارے صوبے میں جتنے گورنمنٹ ہسپتال اور ڈسپنسریاں ہیں ان میں ۳۱ - مارچ ۱۹۵۶ء تک ۱۹۳۷۸ beds تھے - ۳۱ - مارچ ۱۹۵۸ء کو ان بستروں کے اعداد و شمار بڑھ کر ۲۱۱۶۹ بن گئے - یعنی دو سالوں میں ۱۷ سو کا اضافہ ہوا - یعنی average ۸۸۵ - بستروں کا ہے - اس کے بعد میرے پاس مارچ ۱۹۶۳ء تک کے اعداد و شمار ہیں اس وقت بستروں کی تعداد ۲۲ - ہزار ۶ - سو دو ہے - اور ان کا average increase ۲۸۶ - ہے - یہ اعداد و شمار میں نے Statistical Hand Book آف ویسٹ پاکستان سے حاصل کئے ہیں - ایک اور بات جس کا میرے محترم دوست شیخ مسعود صادق صاحب نے اپنی تقریر دل پذیر میں ذکر کیا ہے (میں بڑا conscience ہوں اس لئے کہ وقت زیادہ نہیں ہے) -

وزیر خوراک۔آپ کبھی نہیں ہوتے ۔

خواجہ محمد صفدر۔ابھی بڑا وقت ہے میں جواب بھی دیدونگا ۔

وزیر خزانہ۔نہیں آپ اب جواب نہیں دیں گے ۔

خواجہ محمد صفدر۔بہرحال میں جانتا ہوں کہ مجھے کس وقت بات کرنی ہے ۔

تیسری چیز جو میں ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ تعلیم کے متعلق ہے بعض اعداد و شمار میرے محترم دوست نے اپنی تقریر میں دئے ہیں مجھے ان سے کسی حد تک اختلاف ہے لیکن پھر بھی میں اس سے قطع نظر کرتا ہوں میں ان کی اس کتاب سے ان کے اپنے اعداد و شمار پیش کرتا ہوں کہ گذشتہ سالوں میں کیا صورت حال رہی ہے ۔ یعنی ۵۶ء - ۵۸ء کے دو سال کے period سے ٦ - سال کے period سے مقابلہ کیا ہے ۔ اس صوبے میں مارچ ۱۹۵٦ء میں پرائمری سکول ۱۵ - ہزار ۷ - سو ۵۳ - تھے جو مارچ ۱۹۵۸ء میں بڑھ کر ۱۷ - ہزار ۹ - سو ۲۸ - ہو گئے ۔ یعنی اس میں سالانہ اضافہ گیارہ ہزار ۲ - ہے جون ۱۹٦۳ء تک یہ تعداد بڑھ کر ۲۴- ہزار نو سو ۳۰ - ہو گئی یعنی انہوں نے ایک سال میں ایک ہزار ۷ - سو ۲۵ - سکول بنائے ۔ اور ریپبلیکن کا ۱۱۰۲ - تھا اور ان کا ۱۷۳۵ - تھا تقریباً پونے دو گنا ۔ اس کے بعد مڈل سکول ۱۹۵٦ء میں یہاں ۱۷۳۵ - اور ۱۹۵۸ء میں ۱۸٦۷ یعنی سالانہ اضافہ ٦٦ - کا ہوا ۔ اور ۱۹٦۲ء میں یہ سکول بڑھ کر ۲۰۱۱ - ہو گئے اور یہ favourable increase ۳۲ ہے ۔ اور ریپبلیکن کے زمانے میں ٦٦ - مڈل سکول کے حساب سے سالانہ اس صوبے میں اضافہ ہوا ۔ اور ان کے دور حکومت میں ۳۲ - مڈل سکول کے حساب سے سالانہ اضافہ ہوا ۔

اب میں ہائی سکولوں کو لیتا ہوں ۔ ۱۹۵٦ء میں ہائی سکول ۸۳۲ - تھے ۔ مارچ ۱۹۵۸ء میں ۹۳۵ - ہو گئے یعنی ٦۴ - بڑھ گئے ۔ مارچ

۱۹۶۲ء میں ان کی تعداد ۱۰۰ - ہو گئی - یعنی سالانہ ۸۷ - ہو گئے اور ملاحظہ ہو کہ یہ favourably compare کرتے ہیں -

اب اس کے بعد انہوں نے کیا خرچ کیا اور ان لوگوں نے ان چیزوں پر کیا خرچ کیا شاید میرے دوست کو یہ خیال ہے کہ اس زمانے میں ہائی سکول پیڑوں کے نیچے ہوا کرتے تھے - نہیں - اس ملک کے حالات کے مطابق کئی بار کہا جا چکا ہے کہ ہمیں چین کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے انہیں نے پیڑوں کے نیچے سکول لگائے تھے - ہمیں سکول کے لئے سر بفلک عمارتیں نہیں چاہئیں -

اینٹ چونا اور پتھر تعلیم نہیں دیتے - بہتر اساتذہ تعلیم دیتے ہیں بہتر ماحول تعلیم دلاتا ہے - ہم صرف عمارتیں بناتے ہیں - بہر حال یہ تو جملہ معترضہ تھا - میں آپ کی توجہ صرف اپنی بات کی طرف دلاتا ہوں - جو کہ میں نے سڑکوں کے متعلق پہلے کہی تھی - کہ اس پر اب کس قدر روپیہ صرف کیا جا رہا ہے - اور اس کے نتائج کیا برآمد ہوئے ہیں - نتائج اکثر حالات میں کم ہیں - اور اگر کہیں تھوڑے سے بڑھ بھی گئے ہیں - تو اگر اس کے خرچ کا مقابلہ کیا جائے - تو ایک اور پچیس کا مقابلہ ہے - میرے دوست یہ کہیں گے - کہ جس زمانے کا ذکر تم کر رہے ہو - اس زمانے میں ایک میل لمبی سڑک تیس ہزار روپے میں تیار ہو جاتی تھی - جو اب ڈیڑھ لاکھ روپے میں بنتی ہے - تو یہ اس مہنگائی کا اعتراف ہو گا - جس کی طرف میں آ رہا ہوں - اگر اس سے یہ دلیل پیش کی جائے - کہ تیس ہزار کی بجائے اب ایک میل لمبی سڑک پر پانچ گنا زیادہ خرچ پڑتا ہے - یا پچاس ہزار کی بجائے اب اڑھائی لاکھ روپیہ ایک سکول کی عمارت پر خرچ آتا ہے - تو یہ اس بات کا اعتراف ہو گا - اور یہ میری تائید ہو گی - جب میں یہ کہوں - کہ آپ نے اس صوبے کو مہنگائی کے دوزخ میں ڈال دیا ہے - ایک ایک فرد اس سے متاثر ہے -

متاثر ھی نہیں ۔ بلکہ اس کو روٹی ملنی مشکل ھے ۔ اس کو اپنا تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا ملنا مشکل ھے ۔ اس وقت تعلیم اتنی گراں ھو ۔ گئی ھے ۔ کہ شاید ھی کوئی فرد اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتا ھو ۔ ھر چیز کی قیمت پانچ چھ گنا بڑھ گئی ھے ۔ اور کیوں بڑھ گئی ھے ۔

Minister of Finance : Question.

خواجہ محمد صفدر---میں ابھی اعداد و شمار دوں گا ۔ تو یہ سب کچھ محض ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے ھے ۔ میں نے پہلے ھی عرض کیا ھے ۔ کہ ان لوگوں کو روپے کا صرف نہیں آتا ۔ یہ بے جا اصراف کرتے ھیں ۔ یہ بیجا کاموں پر صرف کرتے ھیں ۔ اس ملک میں افراط زر اس قدر پیدا ھو چکی ھے ۔ کہ روپے کی قیمت دو آنے رہ گئی ھے ۔ چیزوں کی آمد اور ان کی رسد میں چونکہ تناسب نہیں ھے ۔ اس لئے وہ چیزیں نہیں ملتی ھیں ۔ اگر وہ یہ دلیل پیش کریں ۔ کہ ایک سکول کی عمارت تعمیر کرنا یا ایک میل لمبی سڑک بنانے میں چار پانچ یاچھ گنا صرف آتا ھے ۔ تو ان کی ذمہ داری ان پر ھے ۔ مجھ پر نہیں ھے ۔ اور نہ ھی ان کی ذمہ داری ان کے پیشروؤں پر ھے ۔ انہوں نے تو اس ملک میں افراط زر نہ ھونے دیا تھا ۔ انہوں نے تو کم از کم قرضے اٹھائے ۔ یہ financing deficit افراط زر کا موجب ھے ۔ اور مجھ جیسا ایک ادنے طالب علم جانتا ھے ۔ کہ آپ جس قدر اصراف کرنے جائیں گے ۔ جس قدر زیادہ سے زیادہ قرضے برداشت کرتے جائیں گے ۔ اسی قدر آپ کے روپے کی قیمت کم ھوتی جائے گی ۔ اور قوت خرید کم ھوتی جائے گی ۔ یہ آپ کے ان قرضہ جات برداشت کرنے اور بیجا اصراف کی وجہ ھے ۔ کہ ھمارے روپے کی قیمت کم ھے ۔ یہ افراط زر کی وجہ سے ھے ۔ اور چیزوں کی رسد میں تناسب نہ ھونے کی وجہ سے ھے ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ یہ قطعاً کوئی وجہ نہیں ھے ۔ کہ انہوں نے یہ رفاعی کام مقابلتاً اس لئے تھوڑے کئے ھیں ۔ کیونکہ

وہ ان اعداد و شمار کو قطعاً نہیں جھٹلا سکتے - جو میرے ہاتھ میں ہیں - اور یہ ان کی اپنی کتابوں سے ہیں -

وزیر خزانہ۔جھٹلائینگے -

خواجہ محمد صفدر۔اگر وہ ان کو جھٹلانے کے لئے کوئی وجہ جواز پیدا کرنے کی کوشش کریں گے - تو وہ وجہ جواز سوائے ان کے نکمے ہونے اور ناعاقبت ہونے کے اور کوئی نہیں ہو سکتی - اب میں اپنی تقریر کے اس آخری موضوع کی طرف آتا ہوں - جس کا کہ میں نے ابھی حوالہ دیا ہے - یعنی مہنگائی - میرے دوست نے ابھی چیلنج کیا ہے - کہ صوبے میں پانچ گنا مہنگائی نہیں ہے - ان سے پیشتر وزیر خزانہ پاکستان نے بھی لاہور سے گزرتے ہوئے اخباری نمائندوں کے اس سوال پر کہ ہوشربا گرانی صوبے میں ہے - اس کا سدباب کیا جائے - تو انہوں نے نہایت معصومانہ انداز سے جیسے کہ انہوں نے نہایت معصومانہ انداز کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے - کہ گذشتہ بیس سال میں تین فیصد قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے - یعنی ۴۴ء میں جو چیز ایک روپے میں آتی تھی - وہ آج کل ۱ء۳ روپے میں آتی ہے - یہی مطلب ہوا تین فیصد کا - یہ اخباری نمائندے بھی کیا خوب لوگ ہیں - ان تمام پابندیوں کے باوجود - اس تمام گھٹن اور قیود کے باوجود بھی وہ کبھی کبھی ایسی دکھی رگ پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں - کہ جس کا جواب اقتدار کے سند نشینوں کو کچھ اس طرح دینا پڑتا ہے - کہ وہ یا تو اپنی لاعلمی اور ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں - اور یا میری رائے میں ڈھٹائی کا اظہار کرتے ہیں - وہ گرد و پیش کے حالات سے آنکھیں بند کر دیتے ہیں - ورنہ کیا ہمارے وہ وزیر خزانہ اور یہ وزیر خزانہ بھی اس صوبے میں نہیں رہتے - کہ وہ میری اس بات کو چیلنج کرتے ہیں - کہ گذشتہ دس سال میں چیزوں کی قیمتیں پانچ گنا بڑھ چکی ہیں - بجائے اس کے کہ میں گذشتہ بیس سال کا حوالہ

دوں ۔ میں نے عرض کیا ہے ۔ کہ اعداد و شمار کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ۔ یہ ایسی قوت ہے ۔ کہ جس کے سامنے تاویلات کے بغیر کچھ چارہ کار نہیں ہو گا ۔ میں جناب والا ۔ کی خدمت میں ''پنجاب گزٹ،، سے اور ''ویسٹ پاکستان گزٹ،، سے حاصل کردہ خود حکومت کی ہی شائع کردہ ضروریات زندگی کے بھاؤ پیش کرتا ہوں ۔ جو اسی لاہور شہر کے متعلق ہیں ۔ میرے اس چارٹ میں جو میں نے اس غرض کے لئے بنایا تھا ۔ کہ شاید مرکزی وزیر خزانہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں ۔ بہرحال وہ اس ایوان سے تعلق نہیں رکھتے ۔ میں محترم جناب شیخ مسعود صاحب کی خدمت میں یہ چارٹ پیش کرتا ہوں ۔

اس صوبے میں چاول کی قیمت ۱۹۴۳ء میں ۱۶ روپے من تھی ۔ اور ۱۹۵۰ء میں ۲۰ روپے من ۔ ۱۹۵۵ء میں ساڑھے سترہ روپے من اور ۱۹۶۰ء میں ساڑھے ستائیس روپے من ۔ یہ میں لاہور کی بات کر رہا ہوں ۔ ۱۹۶۳ء میں ۳۰ روپے من انہوں نے شائع کیا ہوا ہے ۔ میں اس کے متعلق تو کچھ نہیں کہتا ہوں ۔ اور مارچ ۱۹۶۴ء کے بھاؤ اپنی جانب سے دے رہا ہوں ۔ اس کا امتحان منڈی سے کر لیجئے ۔ یہ ۵۰ روپے من ہے ۔

وزیر خزانہ۔۔۔آپ تو باسمتی کھاتے ہیں ۔ کشمیری اگر چاول نہ کھائے تو مر جائے ۔ میں تو ''ٹوٹا،، کھاتا ہوں ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔۔اگر اس صوبے کے وزیر ''ٹوٹا،، کھائیں ۔ تو آج اس صوبے کی حالت یہ نہ ہو ۔

وزیر خزانہ۔۔۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں ۔ کہ میں ''ٹوٹا،، چاول کھاتا ہوں ۔ اور گندم بھی درآمد کردہ کھاتا ہوں ۔

خواجہ محمد صفدر—

گندم کی قیمت ۱۹۵۰ء میں ۱۱۰۸۷ روپے فی من

مارچ ۵۵ء میں ۱۱۰۲۵ ,, ,, ,,

مارچ ۶۰ء میں ۱۱۰۵۰ ,, ,, ,,

مارچ ۶۳ء میں ۲۲۰۰۰ ,, ,, ,,

وزیر خزانہ—سولہ روپے تو کنٹرول کا نرخ ہے - اور جتنا جی چاہے - خریدیں -

خواجہ محمد صفدر—اس کے بعد چنے -

۵۰ء میں ۸ ۰۰ روپے فی من

۵۵ء میں ۱۱۰۲۵ ,, ,, ,,

۶۰ء میں ۳۰۰۰۰ ,, ,, ,,

۶۳ء میں ۲۰۰۰۰ ,, ,, ,,

اور ۶۴ء کے میں نے نہیں لئے ہیں -

چینی - ۵۰ء میں ۳۰ روپے فی من

۵۵ء میں ۳۵ روپے فی من

۶۰ء میں ۵۵ روپے فی من

۶۳ء میں ۷۰ روپے فی من

۶۴ء میں ۸۵ روپے فی من

دودھ - ۵۰ء میں آٹھ آنے سیر

۵۵ء میں آٹھ آنے سیر

۶۰ء میں دس آنے سیر

۶۳ء میں بارہ آنے سیر

۶۴ء میں بارہ آنے سیر

گھی - ۵۰ء میں ۴ روپے سیر

۵۵ء میں ۴ء۵۰ روپے سیر

۶۰ء میں ۵ء۸۷ روپے سیر

۶۳ء میں ۶ء۲۵ روپے سیر

۶۴ء میں ۶ء۵۰ روپے سیر

چادر جناب جو عام لوگ باندھتے ھیں پہلے ۲ روپے ۴۳ پیسے میں آتی تھی - پھر ۳ روپے اور ۷۵ پیسے کی ۱۹۵۰ میں ۳ روپے ۳۷ پیسے کی ۱۹۵۵ میں ۳ روپے ۷۵ پیسے کی ۱۹۶۰ میں اور پھر ۱۹۶۳ میں ۶ روپیہ کی اور اب جناب لٹھا چودہ آنے گز پہلے تھا - اس کے بعد ایک روپیہ گز - پھر ایک روپیہ گز اور ۱۹۶۳ میں ایک روپیہ اور آٹھ آنے گز اور آجکل ایک روپیہ آٹھ آنے گز - اب جناب ململ ۶۹ پیسے فی گز ۱۹۵۰ میں - ایک روپیہ فی گز سن ۵۵ میں اور ۷۵ پیسے فی گز ۱۹۶۰ میں - پھر ایک روپیہ ۲۵ پیسے سن ۶۳ میں - ایک روپیہ ۲۵ پیسے سن ۶۴ میں -

وزیر خزانہ - خواجہ صاحب (پنجابی) ''لویان دی گل کرو،،

خواجہ محمد صفدر - اب جناب کرایہ مکان لیجئیے - مکان کا کرایہ سن ۵۰ میں جو تین روپیہ تھا سن ۶۳ میں ۱۵ روپیہ ھے اور آج بھی ۱۵ - یعنی پانچ گنا بڑھ گیا ھے - اب سگریٹ لے لیں - ۹ پیسے نئے جس کی قیمت ۵۰ء میں تھی وہ

آج ۱۵ پیسے کو ہے اور دیسی صابن یہ ایک روپیہ فی سیر تھا سن ۵۰ میں اور آج دو روپیہ سیر ہے ۔ اور تمباکو پہلے ۱۰ آنے سیر تھا ۵۰ء میں اور آج یہ بھی گھی کے بھاؤ بکتا ہے۔ جو تمباکو پینے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیا بھاؤ ہے ۔

وزیر خزانہ — یہ مانگ کر پیتا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر — تو یہ ہے جناب منہ بولتی تصویر اس ترقی کی اس خوشحالی کی اس دور کے فلاح و بہبود کی جو کہ میرے دوستوں کیوجہ سے اس صوبہ میں پیدا ہوئی ۔ تو جناب والا یہ ساری چیزیں . . . . (قطع کلامی) میں ختم کرتا ہوں ۔ تو جناب والا ویسے مجھے ان سے بعض حالتوں میں اتفاق بھی ہے کہ یہاں بہت ترقی ہوئی ہے ۔ ممکن ہے کہ جن جن حالتوں میں اور جن جن جگہوں پر یا جہاں جہاں جن جن محکموں میں یہ ترقی ہوئی ہو میرے دوست مجھ سے اتفاق نہ کرتے ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں یہ ترقی ضرور ہوئی مثلاً رشوت ستانی میں ۔ ملک قادر بخش صاحب میری اس معاملہ میں تائید کریں گے ۔ اقربا نوازی میں ترقی ہوئی ۔ اس میں بھی وہ میرے ساتھ اتفاق کریں گے ۔ انہوں نے اعداد و شمار دیکر تقریر دلپذیر فرمائی تھی جہاں رشوت اور اقربا نوازی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔ مجھے قادر رپورٹ کی اعداد و شمار والی ایڈیشن کی تلاش ہے ۔ وہ ایڈیشن جب شائع ہو گی تو اس میں سے پوری پوری اعداد و شمار نکال کر دونگا ۔ یہاں یہ ترقی ہوئی ۔ جرائم میں ۔ رشوت میں یہاں ترقی ہوئی الیکیشن مین دھاندلیوں کے درمیان ۔ تو کسی وجہ سے یہ ترقی ضرور ہوئی ۔ پھر بے روزگاری بھوک افلاس میں ترقی ہوئی ۔ یہاں بے راہ روی میں ترقی ہوئی ۔ یہاں ترقی ہوئی ہمارے

اخلاق باختہ ہونے میں ۔ یہاں ترقی ہوئی ان تمام اخلاق اور انسانیت سوز کاموں میں جو کہ اس صوبے کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں ۔ ہم نے ان میں ترقی کی کسی اچھے کام میں ہم نے ترقی نہیں کی ہے۔

میر نبی بخش خاں زہری (کوئٹہ ۔ چاغی) جناب صدر میں شکر گذار ہوں خواجہ صفدر صاحب کا کہ انہوں نے میرے لئے تھوڑا سا وقت چھوڑ دیا ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو ۶۴ - ۶۵ء کے بجٹ پر جس کو کہ میں ایک سنجیدہ بجٹ قرار دیتا ہوں مبارکباد پیش کرتا ہوں اس لئے کہ ایک سال پہلے میں نے ویسٹ پاکستان گیر ہائی آفیشلز کا جائزہ لیا اور اس سال ان میں تقریباً اصلاح اور بہتری پائی اور ان کو جمہوری طرز کے آفیشلز کسی حد تک پایا ہے اور یہ ترقی بھی بتدریج آفیسرز میں ہے اور یہ ہمارے لئے خوش بختی ہے کہ صوبے کا تمام انتظام ان آفیسرز کے ہاتھوں میں ہے اور جن سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی قومی جذبہ کے تحت ہر ایک مسئلہ پر غور کریں گے ۔ اور پبلک نمائندوں کی رائے اور عوام کی ضرورت کو پیش نظر رکھیں گے ۔ جناب والا ۔ ابھی میرے محترم دوست خواجہ صفدر صاحب نے جو تقریر کیا ہے بحیثیت جو ان کی حیثیت آپوزیشن کے لیڈر کی ہے میں ذاتی طور پر ان کی قدر کرتا ہوں اور میں آپوزیشن کے ان تمام ممبروں کی عزت کرتا ہوں اور میں انہیں بھی مبارکباد دیتا ہوں ۔ جب سے میں نے دیکھا باوجود ان کی تائید کے اور یہاں مکمل میجارٹی ہونے کے باوجود بعض اہم مسائل پر وہ حکومت کو متوجہ کرتے ہیں تو وہ قابل تعریف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک جمہوری ملک میں ایک صحت مند آپوزیشن لازمی ہے اور ہونی چاہئیے ۔ یہ الگ سوال ہے کہ بعض ایک ملکی اور سیاسی

معاملات میں آپوزیشن نے اپنی قوت کو عوام میں ضائع کیا کیونکہ مجھے یہ علم ہے کہ بعض ایک ایسے مسائل پر اور ملک گیر مسائل پر جو کچھ ان دوستوں کی کوششیں ہیں۔ ان کو عوام جو ہیں ناپسند کرتے ہیں اور خصوصاً میں اس ہاؤس میں یہ عرض کرونگا کہ آنے والے الیکشن میں جس طرح انہوں نے بعض ایک رویے قائم کئے ہیں تو ان کا اثر شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے علاقے کا اعتماد کھو بیٹھیں اور مجھے افسوس ہو گا کہ ایسے ہمارے دوست یہاں پر میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں آ سکیں گے یا نہیں مگر بعض ایک دوست جو موجود رہیں گے انہیں غالباً آپ نہیں پائیں گے تو یہ ایسی محنت کرنے والے دوست جو ہیں وہ ہم سے بچھڑ جائیں گے۔ ہم سے مراد ہے اپنی پارٹی سے۔ اپنی ذات سے نہیں ہے۔ جناب والا قبل اس کے کہ میں اپنے علاقے کی عرضداشت حکومت کی خدمت میں عرض کروں میں چاہتا ہوں کہ خواجہ صفدر صاحب کے ایک پوائنٹ کا جواب دے دوں۔ چونکہ انہوں نے شرح سود کے متعلق حکومت پر نکتہ چینی کی ہے میں جانتا ہوں کہ خواجہ صاحب کو بہتر معلومات حاصل ہیں اور میں ان کی معلومات اور ان کے علم کی قدر کرتا ہوں مگر جہاں تک شرح سود کا سوال ہے یہ بزنس کمیونٹی سے تعلق رکھتا ہے اور اکنامک سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اس پوائنٹ پر کسی حد تک ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میں ان سے زیادہ اس پوائنٹ میں واضح رائے پیش کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شرح سود پر اعتراض کرنا کہ ۴ فیصدی ہے اور ۶ فیصدی پر حکومت نے کیوں قرضہ حاصل کیا ہے۔ جناب انہوں نے اپنے ملک کا حوالہ دیا کہ ۳ یا ۴ فیصدی پر قرضہ

مل سکتا ہے یا ٦ فیصدی پر مگر جناب والا ان کو یہ خیال ہونا چاہئے یہ فارن ایکسچینج کی صورت میں قرضہ ہے - آج ہمارے ملک میں بھی فارن ایکسچینج کی قیمت تقریباً آفیشیل کمٹمنٹ کر چکے ہیں ٥٠ - ٦٠ فیصدی ہمارے روپے کی قیمت ان سے کم ہے - یہ بھی اچھی بات ہے حکومت جس ریٹ پر اور جس شرح پر قرضہ حاصل کر چکی ہے بذات خود اس کا مطلب یہ ہے اگر ٦ فیصدی ہو تو ٥٠ سے ٦٠ فیصدی فارن ایکسچینج میں فرق ہے - ٠٠ سال تک وہ قرضہ ہمیں بلا سود مل گیا - ہم دس سال بعد جو ایک ڈویلپمنٹ کرنا چاہتے تھے دس سال پہلے اپنے ملک میں ڈویلپمنٹ کر سکتے ہیں اس لئے میں ان سے اتفاق نہیں کرونگا اور میں حکومت کی اس رائے کی تائید کروں گا یہ جو شرح سود ہے وہ کم سے کم ہو مگر جس طرح سے حاصل کیا گیا ہے وہ ہمارے ملکی مفاد میں ہے

دوسرا پوائنٹ جو خواجہ صاحب کے متعلق ہے اسکے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ جس اعداد و شمار کو یہاں پیش کیا گیا ہے - یعنی ٤٤ - ١٩٤٣ سے لیکر آج تک جو اعداد و شمار مہنگائی کے متعلق پیش کئے ہیں اور اس حد تک جو تفاصیل کے ساتھ بیان کیا افسوس انہوں نے اس پوائنٹ میں جو اپنا تجربہ ہے اس میں شامل نہیں کیا وہ یہ ہے کہ ١٩٤٤ء میں وکیلوں کی فیس کیا تھی اور ١٩٦٤ء میں کیا ہے - تاکہ یہ بھی معلوم ہوتا کہ اس میں کیا ترقی ہوئی ہے -

مسٹر سپیکر — آپ کا خیال ہے کہ اس کے اوپر چیک ہونا چاہئے -

میر نبی بخش خاں زہری — میں سمجھنا چاہتا تھا - اس

کے متعلق مجھے علم نہیں ہے کیونکہ میں وکیل نہیں ہوں ۔ جناب والا میں آپوزیشن لیڈر کی تائید کروں گا کہ سڑکیں جو ہیں زیادہ سے زیادہ ہر سال بنائی جائیں کیونکہ ملک میں ضرورت ہے ۔ تو میں حکومت کی خدمت میں یہ عرض کروں گا باقی علاقے رقبہ کے لحاظ سے بھی چھوٹے ہیں لیکن بلوچستان جو بہت وسیع علاقے پر مشتمل ہے میں عرض کرتا ہوں اگر کوئی ایسی سکیم بنائی جائے کہ سال میں زیادہ سڑکیں بنا کریں تو میں درخواست کروں گا سڑکوں کا جو رخ ہے وہ ریجن کی طرف ہونا چاہئے کیونکہ ڈویلپمنٹ کرنے کا اب موقع ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں حکومت کی خدمت میں یہ گذارشات کرنی چاہتا ہوں کہ میں نے وزیر خزانہ کے تقسیم زر کے متعلق یہ پایا ہے اکثر آبادی کے لحاظ ڈویلپمنٹ جو ہے وہ ہو رہی ہے ۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آبادی کے لحاظ سے چند اصولی چیزیں جو کہ ضروری ہیں مثلاً خوراک کے مسائل آبادی پر ہونے چاہئے کہ راشن بندی ہو ۔ تعلیم کے لحاظ سے بھی ایسا ہونا چاہئے کیونکہ وہاں لوگ پڑھتے ہیں مگر باقی جو ڈویلپمنٹ ہے وہ اگر آبادی کے لحاظ سے ہو جائیں تو مجھے خدشہ ہے کہ کوئٹہ قلات ریجن سال ہا سال تک اسی طرح ویران رہے گا جس طرح کہ اب ہے ۔ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ بنیادی طور پر ڈویلپمنٹ کے جو اصول ہیں ان پر غور کریں اور اس میں تبدیلی لائیں . . . . .

(اس مرحلہ پر لابی میں کچھ شور سنائی دیا اور مسٹر سپیکر نے پارلیمنٹری سیکرٹری میاں محمد شریف کو حکم دیا کہ آپ لابی میں

تشریف لے جائیں) آبادی کے لحاظ کے مقابلہ میں دوسری جو ڈویلپمنٹ جو آبادی سے متعلق ہے وہ وہاں ضرور ہونی چاہئے ۔

جناب والا ۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کچھ اور پوائنٹ پیش کروں ۔ بہر حال میں وزیر تعلیم صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ذاتی طور پر حال ہی میں توجہ دی اور ہمارے ہاں جو ٹیکنیکل کام ہے اس میں اضافہ کیا ۔ اسی طرح میں سب وزرا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی توجہ دیں اور ہماری طرف جو غیر ترقی یافتہ ڈویلپمنٹ ایریا ہے ۔ بدقسمتی سے ہمارے حالات ایسے ہیں وہ فوری توجہ کے مستحق ہیں اور وہاں زیادہ سے زیادہ ترقی ہونی چاہئے ۔

سردار عنائیت الرحمن خاں عباسی ۔۔کیا باقی وزرا کے شکر گذار نہیں ہیں ۔

میر نبی بخش خاں زہری ۔۔میں باقی وزرا کا اس وقت شکر گذار ہوں گا جب وہ میرے علاقے کے متعلق کام کرکے دکھائیں ۔ مجھے ان کا شکریہ ادا کرنے میں باک نہیں ہے ۔ جناب والا ۔ اب میں حکومت کی خدمت میں چند مطالبات پیش کرتا ہوں وہ یہ ہیں ۔ سوئی گیس کے متعلق میں نے پہلے بھی اس ایوان میں عرض کر دیا ہے کہ جہاں تک پانی اور چشمہ کا تعلق ہے وہاں کے لوگ پیاسے ہیں ۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے اور یہ کتنا مقام افسوس ہے کہ سوئی گیس جو کوئٹہ ڈویژن میں پیدا ہوتی ہے ان کو مہیا نہیں کی جاتی اور وہاں کے رہنے والے بہت غریب لوگ ہیں ۔ سردیوں میں وہ اپنا گھر بار چھوڑ جاتے ہیں وہاں سوئی گیس نہیں ہے حالانکہ یہ کتنی خوش بختی ہے کہ مغربی پاکستان کے کونے کونے میں سوئی گیس پہنچائی گئی ہے مگر مقام افسوس ہے کہ سوئی گیس ہمیں کیوں نہیں پہنچائی ۔ میں چاہتا ہوں حکومت اس کے متعلق غور

کرے ۔ اپنے تجارتی نقطہ نظر کو خصوصاً اس مقابلہ میں اتنا شدید پیش نہ کریں جتنا ہر وقت یہ تجارتی نقطہ نظر پیش ہو رہا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ اسی طرح ہر جگہ سیمنٹ فیکٹریاں اور شکر کے کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں تو میں مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ علاقہ بھی مستحق ترقی ہے اور وہاں بھی لوگوں کو روز گار کی ضرورت ہے ۔ وہاں بھی شکر اور سیمنٹ کے کارخانے جلد لگانے کا انتظام کیا جائے ۔

میں خاص طور سے وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا جو اس وقت مصروف گفتگو ہیں ۔ کہ آپ مہربانی کرکے اپنے دورے کا پروگرام بلوچستان کی طرف رکھیں اور ہمارے ہاں جلد از جلد تشریف لائیں ۔

Mr. Speaker ; I think he is going to Quetta.

Minister of Education : Yes Sir, after this Session I will be going there.

میر نبی بخش خان زہری ــــ وہاں میں آپ کو ایسے مقامات دکھاؤں گا اور ایسی جگہیں دکھاؤں گا ۔ جو واقعی قابل غور ہیں ۔ اس وقت میں آپ کی خدمت میں ایک جگہ کی مثال عرض کرتا ہوں ۔ ہماری ڈویژن میں ایک جگہ ہے دالبندین جو قبائلی علاقے میں واقع ہے ۔ اور ضلع چاغی میں ہے ۔ وہاں ایک ہائی سکول منظور ہے ۔ وہاں کے غریب لوگوں کے بچے اپنی غربت کی وجہ سے بھیڑ بکریا یا اونٹ چرایا کرتے تھے ۔ لیکن اب ان کو بھی سمجھ آ گئی ہے اور پاکستان بننے کے بعد وہ بھی تعلیم کی قدر کرتے ہیں ۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے بچوں کو سکول داخل کیا ہوا ہے ۔ لیکن وہاں سکول کی کوئی عمارت نہیں ۔ ویسے ہائی سکول کی سب کلاسیں ہیں اور وہاں سینکڑوں طلباء ہیں ۔ بلڈنگ کا یہ عالم ہے کہ وہاں ۱۹۴۰ء یا ۱۹۴۴ء کے بنے ہوئے M.E.S. کے پرانے

Huts میں جو بیحد خراب حالت میں ہیں ۔ جن میں بیٹھنا ناممکن ہے ۔ بلکہ ان میں کوئی بھی بیٹھنا پسند نہیں کرتا ۔ تو اس وقت وہاں بچوں کو تعلیم دی جا رہی ہے ۔

اسی طرح وہاں اساتذہ کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ۔ لہذا میں وزیر تعلیم صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ کوئٹہ ڈویژن کے علاوہ دیگر مقامات کا دورہ کریں ۔ میں ان کی تشریف آوری کو پسند کروں گا ۔ بلکہ اس سے خوش ہوں گا ۔ وہ موقع نکال کر وہاں تشریف لائیں اور مجھے موقع دیں تاکہ میں ان کو دکھاؤں کہ وہاں ہمارے زیر تعلیم بچوں کی حالت کیا ہے ۔ تو اس point کو میں اب ختم کرتا ہوں ۔

اسی طرح میں سفارش کروں گا کہ ہمارے ملک میں اور خصوصاً مغربی پاکستان میں ہمارے بچوں کے جو اساتذہ ہیں ان کی تنخواہوں کے متعلق از سر نو غور کرنا چاہئے ۔ کیونکہ وہ ہماری قوم کے اور آئندہ نسلوں کے معمار ہیں ۔ اس لئے یہ ضروری ہے ۔ اور اس وقت اس مسئلے پر دنیا میں ہر جگہ لوگ خاص توجہ دے رہے ہیں ۔ لہذا معماران قوم کی اپنی زندگی ۔ ان کے بچوں کی زندگی اور ان کی مشکلات پر خاص توجہ دینی چاہئے ۔

ان سفارشات کے ساتھ میں آپ کی مرحمت سے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

ماسٹر خان گل (کوہاٹ ۔ ۲) ۔ جناب سپیکر ۔ یہ تیسرا موقع ہے کہ ہم اپنے صوبے اور اس ملک کے حالات پر بحث کر رہے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت اس ملک میں بیروزگاری بھی ہے اور غربت بھی ۔ پریشانی بھی ہے اور افسر شاہی بھی ۔ اور اس کے ساتھ ہی رشوت بھی ہے ۔ غرضیکہ وہ تمام برائیاں ہیں جو ایک مفت خور ملک میں ہو سکتی ہیں ۔ اور ان سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ۔ /

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو علاقے صوبائی مرکز سے دور دراز ہیں ۔ ان کو ملازمتوں اور کاروبار کے سلسلے میں مختلف شکایات ہیں ۔ یہ سب چیزیں اپنی جگہ موجود ہیں ۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حکومت کو برسر اقتدار آئے دراصل یہ دوسرا سال ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے سال تو اس نے نو آزمود کی حیثیت سے کچھ سیکھنے کی کوشش کی ۔ لہذا صحیح معنوں میں دوسرا سال ہی ایک ہے ۔ جسے ہم حکومت کی میعاد کہہ سکتے ہیں ۔

مجھے افسوس ہے کہ لوگ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کی اس ملک کے اندر طوائف الملوکی ذہنی انتشار تباہیاں اور بدعنوانیاں اور وہ سب کچھ جن کی وجہ سے قوم کا اخلاق اور وقار تباہ ہو چکا تھا ۔ ان تمام چیزوں کو بھول جاتے ہیں ۔ حالانکہ سب جانتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء سے یہ قومی گاڑی پٹڑی سے اتر گئی تھی اور تبھی سے غلط راستے پر چل رہی ہے ۔ اور اس عرصے میں جو سفر طے ہوا ۔ وہ غلط تھا ۔ اب دو سال میں اس حکومت کے لئے پچھلے بارہ یا پندرہ سالوں کی غلطیوں کی تلافی کرنا ناممکن ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ تمام خرابیاں کوتاہیاں اور غلطیاں موجود ہیں ۔ لیکن یہ سب اس حکومت کی پیدا کردہ نہیں ۔ یہ تو پہلے سے چلی آ رہی ہیں ۔ یہ حقیقت ہے اور یہ اس حکومت کی ذمہداری ہے کہ وہ ان غلطیوں ۔ بدعنوانیوں ۔ خرابیوں اور بیروزگاری کو جلد از جلد ختم کرے ۔ جتنی جلدی وہ انہیں ختم کرے گی ۔ اتنا ہی اس ملک اور قوم کے اندر اس حکومت پر اعتماد بڑھتا چلا جائے گا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملازمین کی تنخواہ کا مسئلہ ان کے گریڈ بڑھا کر اس حکومت نے کافی حد تک حل کر دیا ہے ۔ اگرچہ انتہائی گرانی کی وجہ سے وہ اب بھی زیادہ تسلی بخش نہیں ۔ بالخصوص چھوٹے ملازمین کی پریشانی بدستور موجود ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی ۔

میری دعا ہے کہ خدا اس حکومت کو توفیق دے کہ وہ غریب ملازمین کی طرف مزید توجہ دے سکے ۔

جہاں تک عوام کے روزگار کا تعلق ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے حکومت نے مختلف منصوبوں مثلاً تربیلا ۔ منگلا اور دیگر منصوبوں پر کام شروع کر رکھا ہے جن سے لوگوں کے لئے روزگار پیدا ہو رہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر یہ خرابیاں ۱۹۴۷ء سے چلی آ رہی ہیں ۔ اور اس وقت بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہیں ۔ تو ان کے لئے ہمارا حکمران طبقہ ہی قابل گرفت نہیں بلکہ اس سے زیادہ حزب اختلاف کے لوگ مجرم تھے ۔ اور ان سب سے زیادہ اس ملک کے عوام قابل گرفت تھے ۔ کیونکہ انہوں نے کسی غلط کار آدمی کا گردن اور گریبان پکڑ کر اسے تار تار نہ کیا ۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ جب تک اس ملک کے عوام میں یہ طاقت پیدا نہیں ہوتی ۔ انکے اندر جرأت پیدا نہیں ہوتی اور یہ حوصلہ پیدا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ ہر مصیبت کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں ۔ تو ایسی حکومت اگر کوئی غلطی کرتی ہے تو وہ درست نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے یہ اس ملک کے عوام کا سب سے پہلا فرض تھا کہ وہ اس بات کا ثبوت دیتے ۔ اور اصلاح کے لئے کوئی قدم اٹھاتے ۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے اور یہ اس قوم کی بدقسمتی ہے کہ اس نے ۱۹۴۷ء کے بعد ایسا کوئی ثبوت پیش نہ کیا ۔ جو ایسے حالات میں زندہ قومیں کرتی ہیں اور جو لوگ ان پر بطور حکمران خود بخود ہی آتے گئے ۔ یہ ان کو زندہباد کہتے گئے ۔ آخر ہماری قوم کو اس مسئلے پر سوچنا چاہئے کہ وہ کب تک بھیڑوں کی طرح اپنی ساری زندگی دوسروں کے رحم و کرم پر گذار دے گی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمارے ملک میں ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ عوام ایسا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ۔ کیونکہ سارے ملک کے اندر اگر دو

سو خاندان عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں - اور ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان شام کو فاقہ کریں تو یہ واقعات ایسے نہیں ہیں جو مستقبل کی نشاندھی نہ کریں - تاہم میں سمجھتا ہوں کہ ہماری موجودہ حکومت نے اس بجٹ میں مناسب حد تک اپنے ذرائع کو عوام کی فلاح و بہبود پر استعمال کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے - چنانچہ اس میں عوام کے لئے سڑکیں - پانی کا انتظام - سکول - کالج اور یہ سب چیزیں شامل ہیں -

اس سلسلے میں میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اس لحاظ سے مغربی پاکستان کی حکومت کے پاس ایک بہت ہی اچھا آدمی ہے - اور یہ انتہائی خوش قسمتی کی بات ہے - جس کا نام لینے پر میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں - اور وہ شیخ اکرام الحق صاحب ہیں - جو ترقیاتی سکیموں پر بڑی کوشش سے کام کرتے ہیں - اور مجھے سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ ان میں حاکمانہ ذہنیت قطعاً نہیں - بہرحال یہ میری رائے ہے - اس شخص کا اس بجٹ اور ان ترقیاتی منصوبوں کی تیاری میں بہت بڑا ہاتھ ہے -

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس بجٹ کو ان حالات کو مدنظر رکھ کر جو پچھلے پندرہ سولہ سال سے چلے آ رہے ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ مارشل لاء کے عرصہ چار سال کے دوران ہر افسر اپنے آپ کو صدر ایوب سے بالاتر سمجھتا تھا - اور اس کے متعلق کوئی گرفت نہ تھی - کوئی اس کی اچھائی برائی کا ذکر کرنے والا نہ تھا - اب میں سمجھتا ہوں کہ دو سال کی اس تنقید کے بعد جو اس حکومت کے افسروں پر اس اسمبلی میں ہوئی ہے - وہ ریڑ کا کھچاؤ آہستہ آہستہ اپنی اصلی حالت پر آ رہا ہے - لیکن یہ پندرہ سال کا سفر جو خرابی کی صورت میں گذرا ہے - دو سال یا ایک سال میں ہرگز درست نہیں ہو سکتا - اس کے لئے ہمیں حوصلے اور ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر چلنا ہوگا - اس لئے یہ بجٹ حوصلہ افزا ہے -

جناب والا ۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمہوریت ختم ہو چکی ہے ۔ اب میں ان سے مخاطب ہوتا ہوں ۔ ان سے میں یہ عرض کروں گا کہ کہ خدا کے بندو ۔ جمہوریت کو تو تم نے مارشل لاء کے سپرد کر دیا ۔ مارشل لاء کے بعد جمہوریت آئی کہاں ہے ۔ ابھی تو آغاز ہے ۔ اب تو انڈے سے پھر جمہوریت کا بچہ نکلے گا ۔ آہستہ آہستہ وہ چلے گا ۔ جوان ہوگا تو پھر جمہوریت آئے گی ۔ آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ آپ نے جمہوریت کو ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں یہ بالکل ختم ہو چکی تھی ۔ اب جمہوریت ازسر نو آ رہی ہے ۔ چنانچہ میں ان لوگوں سے جو بد قسمتی سے حکومت سے الگ ہو چکے ہیں ۔ جو حکومت سے الگ رہ کر قوم کی خدمت سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ درخواست کروں گا کہ کم از کم اب تو اس ملک پر رحم کرو ۔ جمہوریت کے مسائل میں ذرا اپنی رفتار مدھم رکھنے کی کوشش کرو ۔ تیز چلو گے تو پھر مارشل لاء آ جائے گا ۔ اور تمہاری حالت پھر ان چوہوں کی سی ہوگی جو بلی کے نمودار ہونے پر اپنے بلوں میں گھس جاتے ہیں ۔ اور پھر کوئی بھی جمہوریت کا نام تک ملک میں نہیں لیتا ۔ زندہ قوموں کے لیڈر مارشل لاء کے آگے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ وہ گولیوں کے آگے بھی کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور پھانسی کے آگے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ جب تم میں یہ طاقت اور جرأت نہیں ۔ تو تم ایسی باتیں نہ کرو جن سے قوم کا ذہن خواہ مخواہ پریشان ہو ۔

اس لئے میں کہتا ہوں ۔ کہ اس جمہوریت کے مسئلہ کی پوری ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے ۔ آپ کو سوچنا چاہئے ۔ کہ جیسے دوسری حکومتیں اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے قوم کے سامنے نہیں آ سکتیں اسی طرح جو حکومت بھی اچھا کام نہیں کرے گی وہ بالاخر اپنے انجام کو پہنچ جائے گی ۔ اس میں کسی کو کوئی مغالطہ نہیں ہونا چاہئے ۔

یہ بات کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ سکندر مرزا

کا یہ انجام ہو گا ۔ یا قیوم خان صوبہ سرحد میں نہیں رہیں گے یا غلام محمد گورنر جنرل کا یہ حال ہو گا ۔ یہ قدرت کا نظام ہے ۔ اس کے پاس بڑی طاقت ہے ۔ اور وہ ہر چیز کا فیصلہ وقت پر کرتی ہے ۔ اور جب چاہتی ہے پکڑ لیتی ہے اس لئے اس بات کو ذہن میں رکھ لینا چاہئے ۔ کہ جو کوئی بھی غلط کام کرتا ہے وہ جلدی ہی تباہ ہو جاتا ہے ۔

جناب والا ۔ جمہوریت کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اور میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کسی حکومت نے بھی عوام پر اعتماد نہیں کیا اور انہیں ووٹ کا صحیح استعمال کا موقع نہیں دیا ۔ یہ بات بالکل واضح ہے ۔ کہ پہلے کسی حکومت نے عوام پر بھروسہ نہیں کیا ۔ موجودہ قیادت نے میرے خیال میں اور جیسا کہ میری بہن بیگم شاہنواز صاحبہ نے فرمایا ہے عوام کا سر افتخار بلند کر دیا ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ کچھ کمزوریاں بھی ہیں ۔ غلطیاں بھی ہیں ۔ لیکن اسے مضبوط بنانے کے لئے سب سے بڑی بات جو اس قیادت نے کی ہے وہ یہ ہے ۔ کہ اس نے ملک کا وقار تمام دنیا میں بلند کر دیا ہے ۔ اور ابھی اس جمہوری حکومت کو قائم ہوئے صرف دو سال ہوئے ہیں ۔

مسٹر حمزہ ــــ اس عرصہ میں ملک کا بھٹہ ہی بٹھا دیا ہے ۔

ماسٹر خان گل ــــ عوام کی مختلف تکالیف پریشانیوں اور خرابیوں کے لئے مجھے ذاتی طور پر حکومت سے کچھ اختلاف ہے اور اگرچہ میں انہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں ۔ لیکن ملک کی سلامتی ۔ بقا اور اس کے استحکام کے لئے ایسی تکالیف اور غلطیاں قابل برداشت ہو جاتی ہیں ۔ جب یہ ملک طاقتور ہو جائے گا ۔ تو پھر جو بہت سے مسائل ہیں ۔ وہ خود بخود حل ہو جائیں گے ۔ کیونکہ ہم نے بالاخر اسے دنیا کی

تمام معزز قوموں کے دوش بدوش کھڑا کرنا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ عوام پر اعتماد نہ کرے ۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس سے اچھی ۔ اس سے بہتر حکومت ابھی تک اس ملک کو میسر نہیں آئی ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔آپ کا صرف ایک منٹ رہ گیا ہے ۔

ماسٹر خان گل۔۔۔جناب والا ۔ حصہ بقدر جثہ ہونا چاہئے ۔ ذہنی طور پر ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔آپ نے چودہ منٹ تقریر کر لی ہے ۔

مخدوم محمد شمس الدین جیلانی۔۔۔صاحب اگر حصہ بقدر جثہ کی بات ہے تو پھر مجھے تو کافی وقت ملنا چاہئے ۔

ماسٹر خان گل۔۔۔جسمانی حصہ کا ذکر نہیں یہاں تو ذہنی حصہ کی بات ہو رہی ہے ۔

جناب والا ۔ میں نے وہ وقت بھی دیکھا ہے ۔ جب لوگوں کو غلہ نہیں ملتا تھا ۔ اور وہ کئی کئی دن گھاس کھا کر گذارا کرتے تھے ۔

مجھے یاد ہے ۔ ۵۲-۱۹۵۱ء میں بھی کئی لوگ خوراک کو ترس رہے تھے اور انہوں نے کئی کئی دن فاقہ سے گذارے ۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میرے ہاں ایک مہمان آ گیا ۔ مجھے بیحد پریشانی ہوئی کہ چینی کہاں سے آئے گی ۔ اس وقت اگر ۵ یا ۱۰ روپیہ سیر بھی ہوتی تو میں ضرور حاصل کر لیتا ۔ وہ ایسا وقت تھا کہ مارکیٹ میں بھی کوئی چیز نہیں ملتی تھی ۔ لوگوں کی یہ ناشکری ہے کہ اب جب کہ ان کو ہر چیز مل رہی ہے خواہ گراں ہی ہے پھر بھی یہ کہتے ہیں ۔ کہ کچھ نہیں ملتا ۔

میں سمجھتا ہوں ۔ کہ تنقید کرنی چاہئے یہ بہت اچھی بات ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ۱۹۴۷ء کے بعد اس ملک میں آپوزیشن نے کوئی خدمت انجام نہیں دی ۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اگرچہ آپوزیشن مضبوط تھی لیکن وہ گلچھڑے اڑاتی رہی ہے ۔ اور قوم کی کوئی خدمت نہیں کر سکی ۔ نیشنل اسمبلی میں ۶۵ ممبروں کی آپوزیشن ہے وہ بھی ملک کے لئے کچھ نہیں کر سکی ۔ اصل میں ان کا ذہن ایک نہیں ۔ وہ مل کر غور نہیں کرتے ۔ ان کا کوئی پروگرام نہیں ۔ اس لئے کہ وہ ایک نہیں ہیں ۔ بالکل اسی طرح جب قوم کے افراد ایک نہیں ہوں گے تو وہ جلد تباہ ہو جائیں گے ۔ جناب والا ۔ بجٹ میں جو روپیہ کی تقسیم ہوئی ہے وہ تھوڑی ہے ۔ بعض ایسے حصے ہیں جہاں پانی نہیں ۔ گذشتہ بجٹ میں میں نے اس کے متعلق بہت رونا رویا تھا ۔ کہ ہمارے علاقے کے لوگ پینے والے پانی کی تکالیف میں مبتلا ہیں ۔ مجھے اعتراف ہے کہ شیخ صاحب چیف انجینئر پبلک ہیلتھ ڈویژن نے اس مسئلے میں میرے ساتھ خاص مہربانی کی ہے ۔ میں کہتا ہوں ۔ کہ آپ نے ڈولپمنٹ کے لئے دو کروڑ روپیہ دیا ہے ۔ لیکن عوام کی پانی کی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے چند لاکھ بھی نہیں دے سکے ۔ میں حکومت کے نوٹس میں یہ بات خاص طور پر لانا چاہتا ہوں ۔ کہ صوبہ مغربی پاکستان کے جتنے بھی ایسے علاقے ہیں ۔ جہاں پینے کا پانی نہیں ملتا ۔ وہ ابھی سے متعلقہ حکام کو ہدایات جاری کر دیں ۔ کہ ان علاقوں میں پانی پہنچانے کا انتظام کیا جائے ۔ قدرت کا انصاف دیکھیں کہ جہاں پانی کا نام و نشان نہیں ملتا ۔ وہاں بھی کسی نہ کسی طرح پانی مہیا ہو جاتا ہے ۔ وہ ظالم نہیں ۔ اس نے انسان کو عقل استعمال کرنے کا موقع دیا ہے ۔

اب اس حکومت کو چاہئے کہ سب سے پہلے یہ کام کرے کہ سارے

مغربی پاکستان میں جہاں جہاں پینے کا پانی نہیں ملتا اس کا انتظام کرے ۔

آخر میں ایک بات اور عرض کر دوں ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ حکومت میں مضبوط ارادوں کے وزیر ہونے چاہئیں ۔ تاکہ نیک نامی ہو ۔ کمزور وزیروں سے نیک نامی کی بات نہیں بنتی ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ہزارہ - ۱)۔۔۔صدر گرامی ۔ میں شکر گذار ہوں کہ بڑی تگ و دو کے بعد مجھے موقع ملا ہے ۔ کہ میں اپنی چند گذارشات پیش کر سکوں ۔ اور سال ۶۵-۱۹۶۴ء کے بجٹ کے متعلق میرے جو تاثرات ہیں ان کو بیان کر سکوں ۔

صدر گرامی ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی واضح کر دوں ۔ کہ میں پسماندہ علاقے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ چونکہ مجھے بہت سی باتیں کہنی ہیں اس لئے وقت کے تعین کے سلسلہ میں میرے ساتھ رعایت کی جائے ۔ اگر خواجہ صاحب آپوزیشن کے لیڈر ہیں اور ان کو بہت کافی وقت دیا گیا ہے تو میں بھی اسمبلی مسلم لیگ پارٹی کا جائنٹ سیکرٹری ہوں ۔ اور اس لحاظ سے رعایت کا مستحق ہوں ۔

جناب صدر ۔ جہاں تک اس بجٹ کی ترتیب اور تیاری کا تعلق ہے اور اس میں سرمایہ فراہم کرنے کا تعلق ہے میرے خیال میں یہ قابل فخر ہے ۔ اور آج کا بجٹ گذشتہ تمام بجٹوں سے بدرجہ اتم بلند ہے ۔ اس کی تیاری میں جو تکالیف برداشت کی گئی ہیں یا رقوم فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس کے لئے میں ۔ وزیر خزانہ ۔ گورنر صاحب اور صدر صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

انہوں نے آج اس صوبے کے لئے ایک عظیم سرمایہ کی فراہمی کا بندوبست کیا ۔ مگر جناب والا ۔ ساتھ ہی میں یہ کہدوں کہ جن

خدایان قوم کے ھاتھ میں اس کی تکمیل کو سونپا گیا اور یہ اختیارات دئے گئے کہ اس بجٹ کو مناسب اور موزوں اور صحیح لوگوں تک پہنچا کر ان کی ترقی میں ان سے مدد لی جائے اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ریجنل اور زونل basis پر کافی پسماندہ علاقوں کا خیال رکھا مجھے اس سے بھی اتفاق ھے کہ سابق صوبہ سرحد کو پہلے کے مقابلے میں کافی رقم مہیا کی گئی اور اسی طرح سندھ کو بھی دی گئی ھے ۔ مجھے اس امر سے انکار نہیں ھے کہ ان میں بھی کافی اضافہ ھوا ھے ۔ لیکن پلاننگ کرنے والوں سے اور ترتیب دینے والوں سے مجھے شکوہ ھے تو یہ کہ انہوں نے اس کو ترتیب دیتے وقت قطعی اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ ویسٹ پاکستان میں ایسے اضلاع اور ایسے علاقے اور ایسے لوگ بھی موجود ھیں ۔ جہاں مہذب دنیا کا اگر کوئی آدمی چلا جائے تو انسانیت دم توڑ رھی ھے ۔ اگر وہ لوگ خود جنہوں نے اس ھاؤس میں بیٹھ کر یہ جمع تفریق کی ھے ۔ اس علاقے میں چلے جائیں تو وہ دیکھیں گے ۔ کہ کچھ ایسے لوگ بھی ھیں جن کے جسم پر کپڑا نہیں ھے جو ننگے ھیں ۔ اور اگر ان کے سکولوں کو جا کر دیکھیں تو وہ پرانی اور بوسیدہ عمارتوں میں بیٹھے تعلیم دے رھے ھیں ۔ میں آپ کو یہ بتانا چاھتا ھوں کہ وہ سالہا سال سے درختوں کے نیچے تعلیم دیتے ھیں ۔ اور یہ بھی دیکھا جا سکتا ھے ۔ کہ وھاں تعلیم یافتہ استاد تو درکنار untrained teacher تو درکنار مسجدوں کے ان پڑھ مولوی ان کے لئے مہیا کئے گئے ھیں کہ وہ ان کو تعلیم دیں ۔ مجھے افسوس ھے اور میں جانتا ھوں کہ اس ضمن میں با اختیار لوگ یہ ھی ھیں جو آپ کے پاس موجود ھیں اور ان با اختیار لوگوں میں سے رفاھی کام کرنے والے ھیں ۔ آج ایجوکیشن سیکرٹری کو یہاں ھونا چاھئے تھا آج یہاں کمیونیکیشن کے سیکرٹری کو یہاں ھونا چاھئے تھا تو میں پوچھتا کہ تیری سڑکوں کی پلاننگ نے ملک کے اس حصہ کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ھے ۔ جہاں کئی کئی میل روزانہ مسافت

طے کر کے لوگ اپنے لئے روزمرہ کا آٹا فراہم کرتے ہیں ۔ پلاننگ کا سیکرٹری یہاں ہوتا تو میں واضح کرتا کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے لئے کروڑوں روپیہ وقف کر کے یہاں طالب علموں کو عظیم مراعات فراہم کی ہیں ان کے استادوں کے لئے کافی رقم مہیا کی ہے ۔ خیبر یونیورسٹی کے لئے آپ نے کافی رقم مہیا کی ہے ۔

Mr Speaker : The representative of each Department is presumed to be present.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—وہ تو میں بھی representative ہوں ۔

Minister of Education (Mian Muhammad Yasin Khan Watoo) : The Deputy Secretary, Education, is present in the Official Gallery.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—تو میں ان پر واضح کر دیتا کہ وہ اس کو محسوس کرتے اور اس کا تدارک کرتے ۔ صدر گرامی آپ ضلع ہزارہ ہی کو لے لیجئے ۔ ویسٹ پاکستان کی پاپولیشن کے لحاظ سے یہ ایک بہت بڑا ضلع ہے ۔ اور اس ضلع کی پسماندگی کا یہ حال ہے ۔ کہ وہاں بنیادی طور پر کوئی زندگی کی سہولت موجود نہیں ہے ۔ اور پھر اس ضلع کے اندر میری constituency جسے ایبٹ آباد ایسٹ کہتے ہیں اور جس کی پاپولیشن کم و بیش ۳ - ۴ لاکھ افراد پر مشتمل ہے میں آپ پر یہ واضح کر دوں گا ۔ کہ اس constituency کے اندر تعلیمی حالات کیا ہیں ۔ گذشتہ بجٹ سیشن میں میری چیخ و پکار اور واویلا پر ہماری اس وقت کی وزیر تعلیم بیگم محمودہ سلیم صاحبہ نے ڈائرکٹر تعلیم کو یہ حکم دیا کہ تمہارے فرائض میں یہ داخل ہے کہ تم وہاں کے تعلیمات حالات کا جائزہ لو اور اس پر اپنی رپورٹ پیش کرو اور ان کی جو ضروریات ہوں ان کو دیکھو اور پورا کرو ۔ ڈائرکٹر تعلیم وہاں تشریف لے گئے اور

اپنی رپورٹ میں اس امر کا اعتراف کیا کہ چار لاکھ پاپولیشن کے لئے صرف ایک ہائی سکول ہے اور انہوں نے اپنی رپورٹ میں اس امر کا بھی اعتراف کیا کہ چار لاکھ پاپولیشن اور آبادی کے لئے ایک بھی گورنمنٹ بلڈنگ نہیں ہے اور ایک آدھ جو ہے تو وہ بہت بوسیدہ اور اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ اس پر چھت نہیں ہے ۔ چنانچہ ان کی رپورٹ گورنمنٹ لیول پر consider کی گئی ۔ میں اور علاقوں کے لئے یہ نہیں کہتا کہ ان کو سہولتیں اور مراعات نہ دی جائیں ۔ یا ان لوگوں کا حق نہیں ہے حق ضرور ہے ۔ اور جس کا جو حق ہو وہ اسے ملنا چاہئے لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک کی منہ کی روٹی چھین کر دوسرے کو دے دی جائے کیا یہ مناسب نہیں ہے ۔ کہ ایک کو بھی کچھ دے دو اور دوسرے کو بھی کچھ دے دو آپ جائیں ۔ ان کی سڑکوں کو دیکھیں ان کے سکولوں کی عمارتیں دیکھیں ان کے ساتھ کی لائبریریاں دیکھیں ان کے کمرے دیکھیں ان کے ساتھ کھیل کے میدان دیکھیں یہ دیکھیں اور وہ دیکھیں لیکن آئیں اور ہمارے یہاں بھی اگر دیکھیں مگر جب آپ نے ان سکولوں اور ان سکولوں کی عمارتوں کے عشر عشیر بھی ہمیں تعلیمی سہولتیں نہ دیں تو ہم نے اس پر بھی صبر کیا اور جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم نے اسی پر اکتفا کی اور کہا کر کہا بابا ٹھیک ہے لیکن ہم نے پھر یہ کہا کہ ہمیں تین چار سکولوں میں نویں کلاس کے اجرا کی اجازت دے دو ہم خود اپنے سکولوں میں فنڈز مہیا کریں گے ۔ ہمارے بچے اخراجات کی کمی کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ ایبٹ آباد constituency میری constituency اور سنٹرل جگہ سے کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو ۳۰ میل اور ۲۰ میل نہ ہو جہاں سے ہمارے بچے تعلیم حاصل کر سکیں ۔ بہرحال جناب والا ۔ وہاں نویں کلاس کا اجرا کر دیا گیا لیکن کوئی استاد نہیں مہیا کیا گیا لیکن آج یہ سن کر بڑا دکھ ہوا

اور میں وزیر تعلیم کے نوٹس میں اس چیز کو لے آیا اور مجھے امید ہے کہ سابق اجرا شدہ سکول جو دو سال سے وہاں جاری ہے جہاں بچے اپنے خرچ پر استادوں کو رکھ کر عمارتوں کو بنا کر اپنی تعلیم کو جاری کئے ہوئے ہیں ۔ ان سکولوں کو بند نہیں کیا جائے گا ۔ کیا یہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اپنے بچوں کو جہاں جانور باندھے جاتے ہیں وہاں ہی بٹھا کر تعلیم دیں اور بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے سکولوں کو recognise نہیں کرتے ان کو تعلیمی اداروں میں شامل نہیں کرتے مجھے وزیر تعلیم سے قوی امید اور یقین ہے اور یہ جوان سال وزیر تعلیم کافی دلچسپی لیتا ہے اور ہماری ضروری گذارشات کو نظر انداز نہیں کرے گا ۔

اب جناب والا ۔ میں سڑکوں پر آتا ہوں ۔ بجٹ میں ہمارے لئے ۶۰ - ۷۰ لاکھ سڑکوں کے لئے رکھا گیا ہے ۔ میری constituency میں میرے حلقہ نیابت میں وہ سڑک جانتے ہیں کہ کون سی وہ سڑک ہے جس پر ۷۰ لاکھ خرچ ہو چکا ہے ۔ اور ۶۰ - ۷۰ لاکھ خرچ ہو رہا ہے ۔ ایبٹ آباد مری روڈ ہے جو لتھیا گلی سے ہو کر گذرتی ہے اور مری پہنچتی ہے ۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جہاں انسانوں کے چلنے کا راستہ نہیں ہے جہاں لوگ روز مرہ کی زندگی کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے ۲۰ - ۲۰ - ۲۵ - ۲۵ میل پیدل مسافت طے کرتے ہیں ۔ ان کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ اور ایک ایسی سڑک جہاں سے وزیر صاحبان آپ کے سفرا صاحبان گذرتے ہیں جن پر آپ کے کلب موجود ہیں ۔ جہاں آپ کے dancing ہال موجود ہیں ان کے approach تک آپ ۷۰ لاکھ اور خرچ کر رہے ہیں ۔ آپ مری کو دیکھیں میں آپ سے حلفیہ کہتا ہوں ۔ کہ وہاں پر دنیا کی تمام سہولتیں مہیا ہیں لیکن اگر اس کے ایسٹ اور ویسٹ میں ایک ایک فرلانگ چلے جائیں تو ننگے انسان نظر آئیں

گے کیا آپ کے یہ فرائض میں نہیں ہے کہ مری پر کھڑے ہو کر آپ دوربین سے ان کے حالات دیکھیں مجھے افسوس ہے اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ سیکرٹری کمیونیکیشن کے دفتر میں جا کر دیکھیں کہ فرسٹ five year پلان میں ایک سڑک موجود تھی جو اس علاقہ کے Interior میں جاتی تھی فنڈز کی مجبوریوں کی وجہ سے کہہ دیا گیا کہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس کو فرسٹ five year پلان میں نہیں رکھ سکتے اس کو سیکنڈ five year پلان میں رکھ دیا گیا سیکنڈ five year پلان میں بھی فنڈز کی مجبوریوں کی وجہ سے کہہ دیا گیا کہ ہم اس کو تیسرے پنج سالہ منصوبے میں رکھ رہے ہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اور کیا آپ اس سے انکار کریں گے کہ آپ نے بغیر کسی five year پلان کے کوئی سڑک نہیں بنائی ہے تو کیا وجوہات ہیں کہ آپ اس سڑک کو کیوں نہیں شامل کرتے۔

جناب والا ۔ میں آپ کو وہاں کے طبی حالات کی طرف بھی متوجہ کرتا ہوں ۔ میں وزیر صحت کا مشکور ہوں ۔ کہ انہوں نے وہاں پر کافی ڈسپنسریوں کا اجرا کیا ہے ۔ لیکن اب مصیبت یہ ہے ۔ کہ ہمارے افسران کےلئے ہمارے supervision کرنے والےبڑےبڑے جو big boss ہیں ۔ ان کےلئےسڑکیں چاہیں انکیلئے موٹریں چاہئیں ۔ اور یہ کہ سڑک بھیایسیہو ۔ کہ کھڈے وغیرہ نہ ہوں ۔ کیونکہ ان کے پاس latest model کاریں ہوتی ہیں ۔ اور میں تو وہاں ڈسپنسریوں کے اجرا کا ذکر کر رہا ہوں جہاں آپ بمشکل گھوڑے پر بھی چڑھ کر نہیں جا سکتے ۔ وہاں آپ کو پیدل جانا پڑتا ہے ۔ وہاں supervision کوئی نہیں ہوتی ۔ آپ پورا ہسپتال جا کر دیکھیں ۔ میرے پاس ڈاکٹر کی chits موجود ہیں ۔ ہم جائیں ۔ تو وہ کہتے ہیں ۔ کہ جاؤ یہ تمام دوائیاں بازار سے لے کر آؤ ۔ تو پھر تمہارا treatment ہو گا ۔ آپ Interior میں جا کر دیکھیں ۔ وہاں

ڈسپنسریاں ہیں ۔ لیکن ان کے لئے دوائی نہیں ہے۔ دوائی ہے تو ڈاکٹر نہیں ہے ۔ اور اگر ڈاکٹر ہو ۔ تو ایک بھی ڈسپنسری کے لئے عمارت نہیں ہے ۔ اور ہمارے اس فاضل بجٹ میں ہمارے اس بجٹ میں جس کی تعریف میں انہوں نے یہ کہا ہے ۔ کہ اس میں بڑا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے ۔ لیکن اس علاقے میں کسی بھی ڈسپنسری یا عمارت کے لئے ایک پیسہ بھی مہیا نہیں کیا گیا ۔ کاغذات پر ہیں ۔ ایک ڈسپنسری کے لئے میں نے اپنا مکان دے رکھا ہے ۔ اور میرے گھر میں وہ ڈسپنسری موجود ہے ۔ ایک میرے ماموں ہیں جو دوسرے تیسرے گاؤں میں رہتے ہیں ۔ میں نے ان سے کہا ۔ کہ آپ ڈسپنسری کے لئے مکان دے دیں ۔ اور ایک میرا سالا ہے ۔ جو تیسرے گاؤں میں رہتا ہے ۔ اسے کہا ۔ کہ تم بھی مکان ڈسپنسری کے لئے دے دو ۔

ایک ممبر ۔۔آپ نے اپنے ہی گھروں میں ڈسپنسریاں بنائی ہیں ۔

(قہقہے اور قطع کلامیاں)

سردار عنایت الرحمن خاں عباسی ۔۔ میرے واجب الاحترام بھائی خوش ہوں ایک لائلپور میں بھیج دینگے ۔ اور یہ ڈسپنسریاں ایک گاؤں میں نہیں ہیں ۔ یہ مختلف جگہوں پر ہیں ۔ دس دس بیس بیس میل کے فاصلے پر ہیں ۔ تو میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ وزیر صحت صاحبہ اس طرف غور فرمائیں ۔ اور بجٹ میں وہاں کے لئے دوائیوں اور کم از کم عمارتوں کے لئے گنجائش فراہم کریں ۔

جناب والا ۔ اب اسی طریقے سے میں مزید تفصیل سے کیا عرض کروں آپکا ڈنڈا چلنے ہی والا ہے۔ اور بس تھوڑی سی دیر باقی ہے۔ ایگریکلچر سائیڈ پر ماڈرن فارمنگ ہو رہی ہے ۔ اور اب جھگڑا اس بات پر ہے ۔ کہ کس فرم کے ٹریکٹر درآمد کئے جائیں ۔ اور کہاں سے آلات کشاورزی

منگائے جائیں - اور جہاں حالت یہ ہے۔ کہ وہ ۱۸۷۲ء کے بیل اور اس کے پیچھے ایک لکڑی لگی ہوئی ہے - تو آپ ڈپٹی ڈائریکٹر یا ایکسٹرا اسٹنٹ ڈائریکٹر جو کہ سب سے چھوٹا عہدہ ہے - اس محکمہ زراعت میں - ان سے پوچھیں - کہ آپ کبھی اپنے علاقے کے interior میں گئے ہیں - اور اس علاقے کی ضروریات کو دیکھا ہے - اگر کھاد کے متعلق سوال پوچھا جائے - تو ملک قادر بخش صاحب کو اطلاع دی جاتی ہے - کہ ایبٹ آباد اسی Constituency میں ہے - وہاں تین ڈپو ہیں - حویلیاں میں دو ہیں - اور ہری پور میں چار ڈپو ہیں - جس طرح آپ نے ڈسپنسریوں کی تقسیم کے متعلق کہہ دیا ہے - آ ھا ھا ھا ھا - ''آپ تمام ڈسپنسریاں لے گئے ہیں'' - آپ کو یہ پتہ نہیں چلا کہ ایک ایک ڈسپنسری کے درمیان بیس بیس میل کا فاصلہ ہے - اس طرح زراعت کے ڈپو بھی interior میں چالیس چالیس میل کے فاصلے پر ہیں - میں وزیر زراعت کی خدمت میں یہ گذارش کروں گا - ان کا مجھ پر پہلے بھی ایک احسان ہے - کہ وہاں کے لوگوں کو انہوں نے بھوک سے بچایا ہے - اور ہمارے لئے محکمہ خوراک اس لئے بھی قابل تعریف ہے - اور خاص طور پر بریگیڈیر کلو صاحب اور ان کے رفقائے کار اس لئے بھی قابل تعریف ہیں - کہ انہوں نے بڑی مہربانی کی ہے - جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ فاقوں سے بچ گئے - اسی طریقے سے ایک مہربانی یہ محکمہ فرما دے - اور interior میں زرعی ترقی کے ضمن میں بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں - اور وزیر امداد باہمی کے متعلق تو میں یہ کہونگا - کہ ان کے عدم تعاون کے لئے مجھے بڑا افسوس ہے - پیسے تو امداد باہمی والے لے جاتے ہیں - جہاں بورڈ بنا ہوا ہے - اور جب خرچ ہونا شروع ہوا ہے - تو ان کے لئے تین بڑے بڑے شہر مقرر ہوئے ہیں - پشاور بھی بد قسمتی سے اس میں آ جاتا

ہے ۔ کیونکہ یہ بھی ایک دارالخلافہ رہا ہے ۔ باقی ضلعوں میں اگرچہ انہوں نے interior میں دو چار کریڈٹ سوسائیٹز بنائی ہوئی ہیں ۔ لیکن ان انجمنوں نے یہ کیا ۔ کہ یہ ایک سودی ادارہ بن گیا ہے ۔ پیسے لئے اور سود چڑھتا گیا ۔ چڑھتا گیا ۔ اس لئے میں یہ درخواست کرونگا۔ کہ وزیر امداد باھمی ہمارےساتھ تعاون کریں۔ وہ آئیں اور آکر دیکھیں ۔ کہ آپ کے لئے جو پیسے مہیا کئے جاتے ہیں ۔ اگر ان کا حصہ ان لوگوں کو ملجائے ۔ تو ان میں کافی ترقی ہو سکتی ہے ۔ ہمارے P. I D C. اور A. D. C. کے متعلق یہ عرض ہے ۔ کہ یہ زبردست ادارے ہیں ۔ اور ان کے متعلق تو ڈر کی وجہ سے کچھ کہتے ہی نہیں ہیں ۔ لیکن بصد ادب اتنی گذارش کروں گا ۔ کہ مغربی پاکستان کی صنعتوں میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے ۔ ضلع ہزارہ میں آپ نے انڈسٹری لگائی ۔ اس طرف ایک آٹے کی مشین کی تجویز ہو رہی تھی ۔ کہ حویلیاں میں لگائیں گے ۔ اس کے لئے ابھی تک چکر چل رہا ہے ۔ اور اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں ہوا ۔ اور A D. C. والے میرے بھائی ہیں ۔ سمال ڈیم سکیم پر اگر آپ غور فرمائیں تو یہ سمال ڈیم سکیم پہاڑی علاقے میں کار آمد ہو سکتی ہے ۔ لیکن یہ کام کہاں کرتے ہیں ۔ گڑھی شاہو یا شاہدرہ میں ۔ یا کسی ایسی جگہ جو شہر سے ملحق ہو ۔ تاکہ آنے جانے والے لوگوں کو وہ نظر آ سکیں ۔ اور لوگ انہیں کام کرتے ہوئے دیکھ سکیں ۔ اس لئے میری یہ گذارش ہے ۔ کہ ملک قادر بخش صاحب ان کو یہ ہدایت فرمائیں ۔ کہ وہاں آئیں اور وہاں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائیں ۔ جن پر بڑا تھوڑا خرچ آتا ہے ۔ میرے ساتھ مشورہ کریں لیکن میرے اس مشورے کو مداخلت پر محمول نہ کریں ۔ میں انہیں ایسی جگہ کی نشاندھی کر سکتا ہوں کہ جہاں دس ہزار روپے کے خرچ سے کم از کم پانچ دس ہزار

ایکڑ زمین سیراب ہو سکتی ہے ۔ آخر میں میں یہ گذارش کروں گا ۔ کہ چھوٹے ملازمین ایک مصیبت میں مبتلا ہیں ۔ ان کے لئے نہ تو کھانے پینے کے لئے کچھ ہے ۔ اور نہ رہنے کے لئے کچھ ہے ۔ اور اس ملک میں رہنے کی جگہ ایک مسئلہ بن چکی ہے ۔ اور بالخصوص ملازمین کے لئے ایک عظیم مصیبت بن چکی ہے ۔ ابھی کل ہی کا واقعہ ہے ۔ کہ ہمارے پراجیکٹ ڈائریکٹر جو ڈائریکٹر جنرل ہیں ۔ یہ معلوم نہیں ۔ کیا ہیں ۔ پہلے وہ ڈی ۔ سی ۔ تھے ۔ مجھے کہنا تو نہیں چاہئے تھا ۔ لیکن مجبوری ہے ۔ ان کی بیوی ایسی بیماری کی حالت میں ایک ہوٹل میں پڑی ہوئی ہے ۔ اور ان کے لئے رہنے کا کوئی بندوبست نہیں ہے ۔ آپ اندازہ کریں ۔ کہ ایک چھوٹے ملازم کا کیا حال ہوگا ۔ تو میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ بجٹ کو ترتیب دیتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے ۔ کہ آپ کے ملازمین اسی وقت اطمینان سے کام کر سکتے ہیں ۔ جو کچھ تنخواہیں ان کی بڑھ گئی ہیں ۔ لیکن بجٹ میں ان کے لئے رہنے کے مکانات کے لئے کچھ نہ کچھ کیا جائے ۔ تا کہ وہ اپنا کام اطمینان سے کر سکیں ۔ بہر حال باقی گذارشات کٹ موشن پر آپکی خدمت میں عرض کرونگا ۔ اس وقت میں اسے ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر ۔ دیوان غلام عباس بخاری ۔

مسٹر حمزہ ۔ عرض یہ ہے ۔ کہ میرا خیال ہے ۔ کہ پروگرام کے مطابق آپوزیشن کے ممبر کی باری ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ اس طرف سے تین تقریروں کے بعد ۔

مسٹر حمزہ ۔ تین تقریریں تو ہو چکی ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ دیوان صاحب ! آپ تشریف رکھیں ۔ I stand corrected. Thank you Mr. Hamza.

بخاری صاحب ـ آپ علامہ ارشد صاحب کے بعد بول لیں ۔

وزیر زراعت (ملک قادر بخش) ـ کوئی اچھی بات کریں ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد (بہاولپور - ۲) ـ جناب صدر گرامی قدر۔ ملک صاحب میری گذارشات سے پہلے ہی احساس کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ انکی خدمت میں عرض کردوں ۔ کہ

سخن طرازی و دانش ہنر نظیری نیست
قبول دوست مگر نالہ حزیں گردد

جناب صدر ۔ تدبیر منزل ۔ سیاست دان اور حیات اجتماعی کے سب سے بڑے مفکر حضرت شاہ ولی اللہ رحمت‌اللہ علیہ جنہیں ایشیا کا ابن خلدون کہا جاتا ہے ۔ ان کا ایک معروف مقولہ ہے ۔ کہ اگر ملک کی سیاسی زندگی ابتر ہے ۔ غیر مربوط ہے ۔ غیر منظم ہے ۔ غیر مرتب ہے ۔ تو ملک کی زندگی کا ہر گوشہ غیر منظم ہو گا ۔ غیر مربوط ہو گا ۔ ابتر ہوگا ۔ اب جناب والا ان کے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے معزز ارکان کی توجہ واقعات کی ترتیب کی طرف مبذول کراؤں گا ۵۸ء میں اس ملک کے اندر مارشل‌لاء نافذ کر دیا گیا ۔

اور اس کے جواز کے لئے سب سے بڑی دلیل سب سے بڑا استدلال یہ پیش کیا گیا ہے کہ سیاسی جماعتوں نے ملک کے اندر تخریب پھیلائی حالات پریشان کئے اور قوم کے لئے انتشار کا باعث بنیں اور قوم و ملک کے وقار کو مجروح کیا اور اس جواز کے ساتھ یا اس بہانے کے ساتھ ساڑھے تین سال تک اس ملک پر ماشل لاء کی دوزخ مسلط ہوئی ۔ کسی بھی مہذب متمدن اور ترقی یافتہ ملک کی یا کسی جمہوری ملک کی اس کی زندگی میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ جہاں تین یا ساڑھے تین سال تک

مارشل لاء کو طول دیا گیا ہو - اور مارشل لاء کے اندر جیسا کہ جناب والا کو معلوم ہے کہ انسانوں کے بنیادی حقوق سے انکار کر دیا جاتا ہے اور سیاسی جماعتوں کے وجود کو ختم کر دیا جاتا ہے - اسی اصول کی بنا پر تین سال تک نہ کوئی اس ملک میں جماعت تھی اور نہ کسی سیاسی تصور کو اس ملک کے اندر ابھرنے کا موقعہ تھا لیکن جناب ساڑھے تین سال کے بعد ہمیں ایک دستور دیا گیا ایک آئین دیا گیا جس کی وفا داری کا میں نے بھی حلف اٹھایا ہے اور اس طرف کے بیٹھنے والوں نے بھی اٹھایا ہوا ہے - اس میں سیاسی جماعتیں بنانے کی اجازت دی گئی ہے - اور جب سے اس نئے دستور کی روشنی میں اس ملک نے ایک نئی زندگی میں قدم رکھا تو بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ عملاً یہ محسوس ہوا کہ مارشل لاء کے زمانے سے زیادہ گھٹن - زیادہ پابندی - زیادہ استبداد زیادہ جبر و تشدد اور حالات کے اندر اور زیادہ تلخی ہمیں ملی - انتہا یہ ہے کہ ایک سامراجی قوت جس نے ایک سو سال کے قریب قریب انہوں نے باقاعدہ طور پر حکومت کی وہاں اگر ان کی حکومت کا عرصہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سامنے رکھا جائے تو طویل ہوتا ہے تو اس نے اس ملک میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سن ۳۵ کے ایکٹ کے ساتھ اس ملک کے عوام کے جو شہری اور جمہوری حقوق متعین کئے تھے وہ بھی سلب کر دئیے گئے - اب اس اسمبلی کے پاس بجٹ کا صرف آٹھواں حصہ ساڑھے بارہ فیصد کے قریب ہے جو سن ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں نہیں ہے - پھر جناب جو شہری اور جمہوری حقوق انہوں نے اس ایکٹ کے ساتھ لوگوں کے لئے متعین کئے تھے ان حقوق کو عوام سے سلب کرکے ایک خاص طبقہ کی جھولی میں ڈال دئیے گئے جس کو بنیادی جمہوریت کہیں یا بے بنیاد جمہوریت سے تعبیر کریں اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے جس کو بار بار اور متواتر اور بڑے تسلسل کے ساتھ دھرایا جا رہا ہے وہ یہ کہ اس ملک کے عوام سیاسی شعور سے بے بہرہ ہیں - ہمارے ایک

محترم وزیر صاحب نے بہاولپور میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ۱۹۸۰ء تک اس ملک کے عوام سیاسی شعور سے بہرہ ور ہو کر اپنے ووٹ کا صحیح استعمال جان سکیں گے ۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ یہ کن عوام کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ سیاسی شعور سے بے بہرہ ہیں ۔ وہ عوام جو سن ۴۰ میں آندھی کی طرح اٹھے اور طوفان کی طرح پھیلے ۔ بجلی کی طرح کڑکے اور سات سال کے اندر انہوں نے ہندوستان کو شمشیر کی نوک پر رکھ کر یہ ملک بنا دیا ۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس وقت آپ نے اس ملک کو مانگا تھا تو کیا اس وقت ۸۰ ہزار بنیادی جمہوریت کے ارکان کو سامنے رکھ کر ملک کا مطالبہ کیا تھا یا ۱۰ کروڑ اسلامیان ہند اور فرزندان توحید کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا ۔ جب آپ کو ملک حاصل کرنا ہوتا ہے تو یہ عوام سیاسی شعور سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور جب آپ ان کی آزادی سلب کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت ان کو سیاسی شعور سے محروم قرار دے دیا جاتا ہے ۔ پھر جناب اس ملک کے عوام میری بد قسمتی کہئیے صاحب سپیکر یا خوش قسمتی کہ جب سے میں سیاسیات میں وارد ہوا ہوں میرے مقدر میں آپوزیشن کے بینچ ہی ہیں ۔ تو یہ ان عوام کے متعلق کہا گیا ہے جنہوں نے غلام محمد گورنر جنرل سے لے کر خواجہ ناظم‌الدین سے لے کر ملک قادر بخش تک جنہوں نے ان کی کاروں پر جھنڈے لہرائے جنہوں نے ان کے لئے بھاری بھرکم تنخواہیں مقرر کرائیں جنہوں نے ان کو عہدے دئیے جنہوں نے ان کو وزارتوں پر متمکن کیا ۔ آپ خیال کیجیئے کہ اگر یہ ملک تقسیم نہ ہوتا اور یہ ملک نہ بنتا تو اس ملک کے عوام اور اس ملک کے مسلمان اگر اس جد و جہد میں اپنے عزم کے ساتھ ساتھ اپنے ارادے اور اپنے استحکام کے ساتھ بڑے ایثار کے ساتھ بڑی قربانی کے ساتھ یہ ملک نہ بناتے تو یہ وزارتیں کہاں ہوتیں ان کو کاریں نہ ملتیں ان کو یہ جھنڈے نہ ملتے ان کو یہ تنخواہیں کبھی نہ ملتیں

اور ان کی عزت میں یہ اضافہ کبھی نہ ہوتا ۔ ان کو حکمرانی کے اختیارات کب ملتے ۔ یہ جن لوگوں کا کریڈٹ تھا جن لوگوں نے ان کو یہ سب کچھ دیا اس کے بدلے ان کو یہ صلہ دیا مسٹر سپیکر کہ یہ سیاسی شعور سے بے بہرہ لوگ ہیں ۔ اس استدلال کے ساتھ نہ صرف اس ملک کے عوام کی توہین کی گئی ہے تضحیک کی گئی بلکہ ہمیں بین‌الاقوامی طور پر ذلیل کیا گیا ۔ اگر ہم اپنے گھر میں کھڑے ہو کر یہ کہیں کہ ہمارے ملک کے عوام سیاسی طور پر شعور یافتہ نہیں ہیں سیاسی طور پر انہیں شعور نہیں ہے حتے کہ وہ اپنے ووٹ کا استعمال بھی نہیں کر سکیں گے ۱۹۸۰ء تک تو فرمائیے کہ اس دنیا کے اندر ملکوں کی برادری میں اس ملک کی عظمت میں کونسا اضافہ ہوا ۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مواصلات میں علم اور انکشاف کی جدت طرازی میں انہوں نے زمین کی طنابیں سمیٹ دی ہیں کہ ایک ملک دوسرے ملک سے الگ نہیں رہ سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی ملک کے حالات دوسرے ملک پر عکس یا اثر نہیں ڈالتے یا اس کو متاثر نہیں کرتے آج جو اس ملک کے حالات ہیں اور جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کی تفصیلات سے ہندوستان کو بے خبر نہیں کہا جا سکتا ۔ انگلستان کو بے خبر نہیں کہا جا سکتا ۔ روس کو بے خبر نہیں کہا جا سکتا اور جو وہاں ہو رہا ہے اس کا بھی علم اس ملک کے intelligentsia کو برابر ہے ۔

اگر ہم یہ طے کر لیں کہ ہماری سیاسی زندگی کا نقشہ یہی ہوگا اور ہم اپنی سیاسیات کو انہی خطوط پر مرتب کریں گے کہ ہمارے عوام سیاسی شعور نہیں رکھتے تو میں سمجھتا ہوں کہ ملکوں کی برادری کے اندر کوئی قابل عزت مقام ہمیں حاصل نہیں ہو سکتا ۔ ایک اور چیز جس کی طرف میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس دستور کی رو سے ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا اور جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے جہاں تک لیجسلیشن

کا تعلق ہے اس مقننہ کے اوپر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ راستہ دکھایا گیا ہے ۔ ہمیں یہ ڈائریکٹو دے دیا گیا اور آئین کی رو سے ہم کو پابند کر دیا گیا ہم کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں بنا سکتے ۔ اگر یہ ملک اسلامی جمہوریہ ہے تو ہم کوئی کام جمہوریت کے خلاف بھی نہیں کر سکتے ۔

مسٹر سپیکر۔۔علامہ صاحب پانچ منٹ باقی ہیں ۔

علامہ رحمت اللہ ارشد۔۔۔میں اس سے بھی مختصر کرتا ہوں ۔ میں آپ کا بڑا احترام کرتا ہوں ۔ میں اس معزز ایوان کے کسی رکن کی دیانت اور امانت پر شبہ نہیں کرتا ۔ میں ہر رکن کو معزز سمجھتا ہوں ۔ ایماندار سمجھتا ہوں ۔ دیانت دار سمجھتا ہوں ۔ اختلاف رائے انسانوں میں ہوتا ہے یہ قبرستان نہیں ہے یہ زندہ انسانوں کی زندہ دنیا ہے ۔ اختلاف ہو سکتا ہے ۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں آپ کو بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نئے دستور کے مطابق قانون سازی کا اختیار دیا گیا ہے اس میں اس ایوان نے کوئی قابل فخر کارنامہ انجام دیا ۔ ہم نے جو قانون پاس کئے اس کی مختصراً روداد یہ ہو سکتی ہے کہ ہم نے پریس لاز پاس کئے ۔ یہ جانتے ہوئے کہ پابند صحافت کبھی آزاد قوم کو جنم نہیں دے سکتی ۔ آزاد صحافت ہی آزاد قوم کی تخلیق کا بجٹ بن سکتی ہے ۔ ہم نے آزادی تقریر پر پابندی اور قدغن عائد کی لاؤڈ سپیکر کا استعمال ممنوع قرار دے دیا تاکہ کوئی آدمی اپنے ضمیر کی بات نہ کہہ سکے ۔ ہم نے اس ایوان کے اندر جرگہ کا قانون بنا کر صدیوں سے انصاف میں جو معروف اور مسلمہ اصول تھے ان کو پس پشت ڈالا ۔ قلم پر پہرہ ۔ زبان پر قفل ۔ عدلیہ کے اختیارات کی تردید ۔ یہ تین سالوں کے اندر اس ایوان میں ہم نے کار گذاری پیش کی ہے ۔ اور یہ لے کر ہم اپنے حلقہ انتخاب کے اندر جائیں گے اور جا کر کہیں گے کہ تین سالوں کے اندر

غیر متوقع چیزیں ہم آپ کے لئے لائے ہیں ۔ میرے پرانے ساتھی جو پانچ چھ برس تک میرے ساتھ ایک ہی جماعت میں رہے ہیں اور ماسٹر خان گل صاحب نے بھی بجا فرمایا ہے کہ معاشرہ بھی ہمارے ساتھ مجرم ہے اس لئے اس کے اندر احتساب اور محاسبہ کی قوت نہیں ہے ۔ میں بڑے ادب کے ساتھ آپ کے توسط سے ان سے دریافت کرنا چاہتا ہوں ان حالات میں جب قدم قدم پر پابندیاں ہوں ۔ جو انسانوں کے بولنے پر پابندی ہو ۔ مافی ضمیر کی ادائیگی کو بالطائف الحیل سلب کر لیا جائے تو معاشرہ احتساب کرے گا تو کیسے کرے گا ۔

ماسٹر خان گل--" جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں "

علامہ رحمت اللہ ارشد--ماسٹر خان گل صاحب نے ایک مصرعہ ارشاد فرمایا ہے میں ان کے جواب میں عرض کر دیتا ہوں ۔

لب بند زبان بند دہان بند فغان بند
اظہار تمنا کے ہوئے سارے وہ در بند
(ہیئر ۔ ہیئر)

جناب سپیکر ۔ آپ نے فرما دیا ہے کہ میرا وقت مختصر ہے ۔ میں آخری بات عرض کرنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کی تاریخیں اس لئے نہیں قلم بند کی جاتیں کہ مختلف دنیا کے بادشاہوں کی قوموں کی سوانح قلم بند کرنا مقصود ہوتا ہے مقصود یہ ہوتا ہے تاریخ مرتب کرنے سے آنے والی نسلیں اس سے عبرت حاصل کریں ۔ جناب صدر ۔ امر و استبداد کے ساتھ اور جبر و تشدد کے ساتھ آمریت مطلقاً لوگوں کی آزادی سلب کر لینے کے ساتھ لوگوں کے احساسات کو کبھی نہیں کچلا جا سکتا ہے ۔ اگر آپ صوبہ کے اندر اس قسم کی گھٹن فضا پیدا کریں گے یہ نہ سمجھئے کہ اس قوم کو بزدل بنانے کے لئے اور سیاسی طور پر مردہ کرنے کے لئے

جو آپ نے علاج تجویز کئے ہیں جو آپ نے وسائل اور حیلے مہیا کئے ہیں یہ اتنے کار گر نہیں ہوں گے کہ یہ قوم مر جائے گی ۔ یہ قوم ایک بار پھر اٹھے گی ۔ اور احتساب کرے گی اور ماسٹر خان گل صاحب کی آرزو پوری ہوگی ۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ احتساب اتنا شدید نہ ہو کہ ملک کے اندر تشدد کی تحریکیں اٹھیں اور اس ملک کا امن برباد ہو ۔ (ہیئر ۔ ہیئر)

جناب والا ۔ آخری بات جو آپ کے لئے لمحہ فکریہ ہے وہ یہ ہے کہ صاحب صدر ہر قوم کے اندر مختلف طبقات ہوتے ہیں ۔ اس صوبہ میں بھی مختلف طبقات ہیں زمیندار ہے ۔ تجارت پیشہ ہے ۔ وکلا ہیں ان کو بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ ۔ بڑے صبر و سکون کے ساتھ یہ سوچنا چاہئے کہ ان سے کوئی طبقہ مطمئن ہے ۔ زمیندار کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنی محنت شاقہ کے ساتھ کماتا ہے سب یہ مالیہ اور آبیانہ کی صورت میں وصول کر لیتے ہیں اور ان زمینداروں کے پاس پرانی وضع داری کے سوا کچھ نہیں رہا ۔ تجارت پیشہ اور صنعت کار پر انکم ٹیکس پر انکم ٹیکس عائد کر کے خدا جانے کتنے ٹیکس عائد کر کے ان کا ستیاناس کیا ہے اور یہ سب کچھ عوام سے وصول کر کے غریب عوام کا ستیاناس کیا ہے ۔ کیا جناب والا میں ان سے دریافت کر سکتا ہوں کہ نوجوانوں کا وہ طبقہ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں اس صوبہ کے افراد ہے کیا وہ مطمئن ہیں جو بی ۔ اے اور ایم ۔ اے کی ڈگریاں اپنی جیبوں میں ڈال کر نان شبینہ کے محتاج ہیں اور ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں ۔ کیا وہ ان سے مطمئن ہیں ۔ کیا وہ نوجوان مطمئن ہیں جو اس ملک کے مستقبل کا امین ہے جس نے مستقبل کو سنبھالنا ہے جس کا نام طالب علم ہے ۔ کیا وہ ان سے مطمئن ہے جن کے لئے آنسو گیس لاٹھی چارج اور تشدد کیا اور ان کے عزائم اور ارادوں کو کچل کر رکھ

دیا گیا وہ ان سے مطمئن ہے ۔ جناب والا ۔ اس طبقہ کے ساتھ ایک اور طبقہ بھی ہے جن سے ہمیں شکایت ہے ۔ اور جیسا کہ ملک قادر بخش صاحب نے بھی بجا طور پر کہا ہے کہ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کے دامن تقدس پر فرشتے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ وہ بڑے نیک افسر ہیں وہ سرکاری ملازمت کا طبقہ ہے اور جن کے لئے سکریننگ مستقل بنا دی ہے اور ان کے سروں پر تلوار لٹکا دی ہے ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) کیا وہ مطمئن ہیں ۔

جناب والا ۔ میں ان گذارشات کے ساتھ ہاؤس سے معذرت کرتا ہوں اور معذور ہوں کہ ان کی تقریر پر وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کروں ۔ باقی بہاولپور کی سروسسز کے اور بہاولپور کے علاقے کے اور تذکرے انشاء اللہ کٹ موشن کے سلسلے میں عرض کروں گا ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری (ملتان۔۷) جناب والا۔۔بجٹ کے متعلق میرے تاثرات یہ ہیں کہ جہاں تک allocation of figures کا تعلق ہے ۔ موجودہ ماحول میں ۔ موجودہ آئین کے تحت اور موجودہ واقعات میں وزیر خزانہ اور خزانہ کے افسروں نے انسانی حد تک جو کوشش بھی کی جا سکتی تھی ۔ وہ انہوں نے کی ہے ۔ اور اس کیلئے میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

جناب والا۔۔funds کی allocation اور پیسہ مہیا کرنا ۔ ملکی مسائل کیلئے پہلی اور آخری چیز ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ funds مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بڑا ضروری ہوتا ہے کہ funds خرچ کرنے کا طریق کار کیا ہے ۔ وہ کن ہاتھوں سے خرچ ہوئے اور کہاں کہاں خرچ ہوئے ۔ میں نے اس ہاؤس میں اپنے دوستوں کی مختلف تقریریں سنی ہیں ۔ یہاں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اس ملک اور اس قوم کو ایسے وسائل اور ایسی مراعات میسر ہیں جنکو دیکھکر ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہم بہت ہی

ترقی یافتہ ملک کا حصہ دیکھ رہے ہیں ۔

یہاں عوامی نمائندگان نے اپنے علاقوں کے ایسے حالات بھی بیان کئے ہیں جہاں funds خرچ نہیں ہوئے ۔ جہاں بجٹ صحیح طور پر allocate نہیں ہوا ۔ جہاں لوگوں کو پانی میسر نہیں ۔ کپڑا میسر نہیں ۔ اور نہ ہی وہاں سکول اور ہسپتال ہیں ۔ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ اس ایک ہی ملک میں ۔ اس ایک ہی قوم میں جسکا ایک ہی خدا اور ایک ہی رسول ہے ۔ جہاں ہم سب بھائی بھائی ہیں ۔ اور جہاں ہمارے وسائل مشترکہ ہیں ۔ اتنی تفاوت کیوں ہے ؟ تو اس سلسلے میں میں اپنی اس تقریر کے متعلق یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں جو میں نے پچھلے session میں کی تھی ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ اس کی main وجہ یہ ہے کہ جب ہم ترقیاتی funds کو allocate کرتے ہیں تو ہم ایک چیز بھول جاتے ہیں ۔ یعنی یہ کہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی خاص اصول مد نظر رکھنا چاہئے ۔ میرا خیال یہ ہے کہ بجٹ کے متعلق ہمارا basic اور بنیادی اصول یہ ہونا چاہئے کہ ہر علاقے کو ترقیاتی funds اس کے رقبے اور اس کی آبادی کے لحاظ سے دئے جائیں ۔ یہی اصول ہمارے صوبائی بجٹ میں کار فرما ہو ۔ یہی اصول ہمارے ڈسٹرکٹ کونسل کے بجٹ میں ہو ۔ اور یہی اصول تحصیل کونسل کے بجٹ میں ہو ۔ میرا خیال ہے کہ اس سے عوامی نمائندگان بھی بہت حد تک مطمئن ہو سکیں گے ۔ ہماری گورنمنٹ بھی الزامات سے بچ سکے گی اور ان افسران پر بھی زیادہ الزامات نہ آئینگے جو بجٹ تیار کرتے ہیں ۔

جناب والا ۔ میں اس ایوان کے ہر ممبر کو مقتدر اور معزز سمجھتا ہوں ۔ اس کے باوجود میں اس ایوان کے ممبران کو دو

حصوں میں تقسیم کر سکتا ہوں ۔ ایک حصہ ان معزز ممبران پر مشتمل ہے جو قوانین کو سمجھتے ہیں ۔ اور قوانین کے ماہر ہیں ۔ جو سال بھر قانون سازی میں بڑے انہماک اور محنت سے حصہ لیتے ہیں ۔ اور جنہیں ہم بڑی تحسین و آفرین کہتے ہیں ۔ دوسرا حصہ ان ممبران پر مشتمل ہے جو قانون کے ماہر تو نہیں ۔ لیکن ان کے دل میں بھی قومی مسائل کیلئے اتنی تڑپ موجود ہے جتنی کہ دوسروں کے دل میں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ budget session میں یہ جو General Discussion ہوتی ہے ۔ اس میں دوسرے حصے کو موقع ملتا ہے کہ وہ عوام کے گونا گوں مسائل کو اس ایوان کے سامنے پیش کریں ۔

اس کے علاوہ انہیں اپنے علاقائی مسائل پیش کرنے کا بھی موقع ملتا ہے ۔ تو ایسے حالات میں ان ممبران کو تھوڑے سے وقت میں محدود کر دینا میرے خیال میں اس طبقے سے زیادتی کرنے کے مترادف ہے ۔ لہذا میں اپیل کرونگا کہ بجٹ پر عام بحث کے دوران انہیں زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے تا کہ ہر ممبر جملہ عوامی مسائل آپ کی وساطت سے اس ایوان کے سامنے پیش کر سکے ۔

جناب والا۔جہاںتک اس صوبے میں تکالیف اور بے اطمینانی کا تعلق ہے ۔ میرے نزدیک اس میں زیادہ تر حصہ نا انصافی کا ہے ۔ وہ نا انصافی خواہ عدالتوں سے ہو ۔ خواہ انتظامیہ سے ہو یا کسی اور ادارے سے ہو ۔ میں اس کے متعلق متعدد بار اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں ۔ یہ نا انصافی اس وقت تک جاری رہیگی جب تک ہمارے ذہن پوری طرح انقلاب سے روشناش نہیں ہو جاتے ۔

جناب والا۔کسی ملک کا نظام سیاسی ۔ اقتصادی یا سماجی طور پر اگر ایک دوسرے سے مختلف ہو یا ایک دوسرے سے ٹکرائے تو وہ کامیابی سے چلایا نہیں جا سکتا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظام ایک مکمل نظام ہے جو پورے طور پر ہماری رہبری کرتا ہے ۔ اس میں اقتصادی طور پر ۔ روحانی طور پر اور سیاسی طور پر بھی ہماری رہبری موجود ہے ۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے قوانین ۔ ہماری رسومات اور ہمارے روز مرہ کے معاملات صریحاً اسلام کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہماری عدلیہ ۔ ہماری انتظامیہ یا ہمارے دیگر شعبے کیسے متوقع ہیں کہ وہ لوگوں سے انصاف کریں اور لوگوں کو ان سے ان کے صحیح حقوق ملیں ۔

جناب والا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم ہر ادارے میں اپنے بچوں کو اپنے بڑوں کو اور خود اپنے آپ کو ہر موقع اور محل پر اسلامی رنگ میں نہ ڈھالیں گے ۔ اور سادہ زندگی بسر نہ کریں گے ۔ اس وقت تک ہمیں انصاف نہ مل سکے گا اور یہ رشوت اور نا انصافی بدستور جاری رہیگی ۔

جناب والا۔تعلیم کے متعلق گذارش یہ ہے کہ ہمارے بچوں میں کافی حد تک بے اطمینانی کے متعلق اپوزیشن کی طرف سے جو اعتراضات کئے گئے ہیں ۔ بیشک مجھے ان سے اتفاق ہے ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمارے نوجوان وزیر تعلیم کی وجہ سے وہ مسائل کافی حد تک حل ہو گئے ہیں ۔ (تحسین و آفرین) اور اس وقت میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ طلبا کی بے اطمینانی کافی حد تک رفع ہو چکی ہے ۔ مگر اس کے باوجود میں ان کو مشورہ دونگا کہ وہ طلبا اور عوامی نمائندگان پر مشتمل

ایک کمیشن بنائیں اور باقی ماندہ مسائل کو اس کمیشن کے ذریعے حل کریں ۔ تا کہ ہماری یہ پود جو ان مسائل کی وجہ سے ذہنی انتشار میں مبتلا ہے ۔ اس انتشار سے بچے اور تعلیمی معاملات کی طرف پوری طرح رجوع کر سکے ۔

جناب والا ۔ مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ کسی غریب طالب علم کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکے ۔ یا اگر کسی طالب علم نے میٹرک پاس کر لیا ہے ۔ تو اس کو کالج میں جگہ نہیں ملتی ۔ اب تو جس طرف دیکھتے ہیں ۔ ایک دوڑ سی لگ رہی ہے ۔ اور سفارشوں کے ذریعے سے داخلے ہو رہے ہیں ۔ اس میں ہمارے وزیر صاحب کا کوئی قصور نہیں ۔ کیونکہ ہمارے وسائل محدود ہیں ۔

میں یہ بات ضرور عرض کروں گا ۔ کہ ہمارے بہت سے ادارے اور محکمے بالکل فضول کھلے ہوئے ہیں ۔ اس بات کے متعلق ہر دفعہ بجٹ سپیچ میں میں نے اس بات پر زور دیا ہے ۔ کہ ایک کمشن بنا کر ان میں تخفیف کی جائے ۔ اور اخراجات کو کم کیا جائے ۔ پھر یہ رقم بچا کر اس سے تعلیمی ادارے چلائے جائیں ۔ ہمارے ملک میں ایک بچہ بھی اس لئے محروم نہ رہ جائے کہ تعلیم کے لئے اس کو گنجائش نہیں ملی ۔

اس کے علاوہ میں نے متعدد بار عرض کیا ہے ۔ کہ ہمارے دیہاتوں میں گرداوری کرنے کے لئے دو محکمے کھولے ہوئے ہیں ۔ ایک محکمہ آبپاشی کی طرف سے ہے اس کا پٹواری الگ ہے ۔ اور دوسرا مال کی طرف سے ہے اس کا پٹواری الگ ہے ۔ اور وہ محض اندراجات کی نقل کر لیتا ہے ۔ نیز مال کا پٹواری انتقالات درج کرتا ہے ۔ ان دو قسم کے پٹواریوں پر صوبہ کروڑوں روپیہ خرچ کرتا

ہے ۔ اور بہت بڑا بوجھ ڈال دیا گیا ہے ۔ اگر اس پر سوچ بچار کی جائے تو بڑی آسانی سے تخفیف کر کے کافی بچت ہو سکتی ہے ۔ ویسے بھی میں یہ سمجھتا ہوں ۔ کہ محکمہ نہر گرداوری کرتا ہے ۔ وہی خرابے دیتا ہے ۔ جہاں پانی میسر نہیں آتا اور مواضعات میں خرابے آ جاتے ہیں ۔ فصل خراب ہو جاتا ہے ۔ اس لئے ایک خاص فیصدی کے مطابق خرابے دیئے جاتے ہیں ۔ کیونکہ اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے ۔ کہ پانی کا انتظام ٹھیک ہے یا نہیں ۔ اگر صحیح خرابہ نہ دے تو کاشتکاروں اور زمینداروں سے نا انصافی ہوتی ہے اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس ڈبل سسٹم کو بند کیا جائے ۔ مال کا پٹواری ہی خرابہ دے وہی انتقال کرے ۔ پھر کروڑوں روپیہ بچ سکتا ہے ۔ اور یہی روپیہ تعلیم کے رائج کرنے کے کام آ سکتا ہے ۔

جناب والا ۔ ہماری ۷۵ فیصدی آبادی کا انحصار زیادہ تر زراعت اور کاشتکاری پر ہے ۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ بہت سے ایسے امور ہیں جن کے متعلق یہاں نمائندوں نے حکومت کی توجہ دلائی ہے ۔ مگر ابھی تک وہ تشنہ تکمیل ہے ۔ اس میں شک نہیں ۔ کہ گورنر صاحب اور وزیر زراعت بہت کوشش کر رہے ہیں ۔ کہ خوراک کی پیداوار بڑھے ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بہت سے دوسرے معاملات ہیں ۔ جو ابھی تک تشنہ تکمیل ہیں ۔ میں انہیں دھرانا نہیں چاہتا ۔ البتہ چند اور مسائل کے متعلق کچھ عرض کروں گا ممکن ہے کوئی مفید تجویز پیش کر سکوں ۔ اگر کوئی زمیندار غیر آباد رقبہ کو آباد کرنا چاہے تو وہ مستاجری پر دے ۔ لیکن اس کا انتقال ۵ سال سے زیادہ نہیں ہوتا ۔

مسٹر سپیکر صرف ۵ منٹ اور ہیں ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری ۔ مجھے کچھ زیادہ وقت دیا جائے ۔

I have to say about all the problems of the Province.

Mr Speaker : I will give the member time on cut motions if he likes.

دیوان سید غلام عباس بخاری – حکومت جب اپنا رقبہ لیز پر دیتی ہے ۔ تو خواہ وہ چاہی ہو یا ٹیوب ویل کی سکیم کے تحت ہو ۔ ۲۰ سال کے لئے دیتی ہے ۔ جس کی وجہ سے وہ رقبہ بخوبی آباد ہو سکتا ہے ۔ اور پھر بنجر رقبوں میں لہلہاتے کھیت نظر آنے لگتے ہیں ۔ اگر کسی کی ذاتی ملکیت کی زمین ہو تو لینڈ ریفارمز کے تحت وہ ۵ سال سے زیادہ عرصہ کے لئے نہیں دے سکتا ۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ ہماری حکومت مرکزی حکومت کے پاس سفارش کرے کہ وہ ۲۰ سال کے لئے زمین دینے کی اجازت دے دے ۔

ایک اور بڑی ناانصافی ہوتی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ کاشتکار یا زمیندار جب کوئی باغ لگاتا ہے ۔ تو ابھی اس کے پودے ہی لگتے ہیں اور ثمر آور نہیں ہوتے کہ آبیانہ شروع ہو جاتا ہے ۔ میں نے آج تک کسی اقتصادی نظام میں یہ نہیں دیکھا کہ ایسی صورت میں کہیں ٹیکس عائد کر دیا ہو ۔ کسی ادارے پر جب تک اس کی آمدنی شروع نہ ہوئی ہو ۔ یہ تو کاشتکاروں اور زمینداروں پر ظلم ہے ۔ کہ باغ میں پھل بھی نہ آئے اور آبیانہ شروع ہو جائے ۔ اس لئے میں اپیل کرتا ہوں کہ وزیر خوراک و آبپاشی ایسی ترامیم کریں کہ جب تک کوئی باغ ثمر آور نہ ہو آبیانہ نہ لیا جائے ۔ ایک اور چیز بھی ہے کہ اگر کسی بنجر رقبہ میں ٹیوب ویل لگایا گیا ہے تو اس کا معاملہ قائم کر دیا جاتا ہے حالانکہ اس ملک میں صنعت کار جب کوئی انڈسٹری قائم کرتے ہیں ۔ تو کچھ عرصہ تک ان کو انکم ٹیکس سے آزاد کیا جاتا ہے ۔ اس طرح کاشتکاروں اور زمینداروں پر معاملہ نہ لگایا جائے جب

تک ٹیوب ویل لگنے کے بعد زمین آباد ہونی شروع نہ ہو ۔ جب نہر کا پانی نہیں ملتا ۔ ٹیوب ویل لگنے سے زمین پر معاملہ وصول کرنا ظلم ہے ۔ اس کے بعد میں یہ گذارش کروں گا کہ چاہات کے متعلق آپ زر چاہی وصول کرتے ہیں ۔ ملتان کے ضلع میں زر چاہی ہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ امتیازی سلوک کیوں کیا جاتا ہے ۔

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ آج کل ڈیزل آئل زمینداروں کے لئے بہت ضروری چیز ہے ۔ پہلے سوا روپیہ فی گیلن کے حساب سے ملتا تھا اب اس کی قیمت دو روپیہ چھ آنے ہو گئی ہے ۔ اس لئے میں اپیل کرتا ہوں کہ اب وہی قیمت لی جائے ۔ جو پہلے تھی جہاں آبپاشی کا کوئی انتظام نہیں وہاں کاشتکار اور زمینداروں کا انحصار آج کل ٹیوب ویل پر ہے ۔ اس لئے یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ ڈیزل کی قیمت سوا روپیہ سے زیادہ نہ ہو ۔ اس وقت ان کو جتنا تنگ کیا جا رہا ہے اور جو تکالیف ہو رہی ہیں ان کے لئے حکومت کو چاہئے کہ ان کے تدارک کا فوری انتظام کرے ۔

جناب والا ۔ آئے دن اخبارات میں دیکھکر مجھے دکھ ہوتا ہے کہ نابکار لوگ بچوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں ۔ ان کے پاؤں توڑ دیتے ہیں ۔ اندھا کر کے ان کو مجبور کرتے ہیں ۔ کہ وہ گداگری کریں ۔ اس لئے میں اپنی صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ ایک قانون بنایا جائے ۔ ایسے لوگوں کو سخت سے سخت سزا دینی چاہئیے ۔ اور سر عام ان کو کھڑا کر کے عوام کے سامنے گولی سے مار دینا چاہیئے ۔

جس کے لئے لوگوں میں اور عوام میں ہیجان ہے ۔ یہ بہت ہی

بڑا جرم ہے اور بہت ہی بڑا ظلم ہے جو والدین پر ہو رہا ہے جس کے متعلق صوبے میں ہیجان پایا جاتا ہے ۔

اب جناب میں آخر میں ملتان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ملتان سے متعلق میری معروضات یہ ہیں کہ ملتان ایک زرعی ضلع ہے ۔ اور وہاں کے دو تین مطالبات بہت مدت سے چلے آ رہے ہیں ۔ جس کے میں اپنے ضلع کی طرف سے اپنے معزز وزیر زراعت کی خدمت میں اپیل کروں گا ۔ کہ وہ گورنر صاحب کی خدمت میں عرض کریں کہ یہ مطالبات منظور فرمالیں یعنی زرعی آلات (spare parts) کے لئے وہاں ایک بڑے پیمانے پر ایک ورکشاپ ہونا چاہئے تاکہ یہ ضلع زرعی لحاظ سے ترقی کر سکے ۔

وزیر زراعت و خوراک ــــ وہ ہم کر رہے ہیں ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری ــــ شکریہ ۔ اس کے علاوہ کھانڈ سازی کا کارخانہ بھی ہونا چاہئے جو کافی عرصے سے تشنہ تکمیل ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک ــــ یہ نہیں ہو سکتا ۔

دیوان سید غلام عباس بخاری ــــ جناب یہ ہونا چاہئے یہ ہماری عرضداشت ہے اور ہماری طرف سے ایک بل اس اسمبلی میں نواب زادہ غلام قاسم صاحب پیش کریں گے ۔ کہ وہاں سید یونیورسٹی قائم کی جائے اور اس کے لئے ہم اپیل کرتے ہیں کہ وہاں یہ ادارہ قائم کرائے ۔

چودھری گل نواز خان (گجرات ۔ ۳) ــــ صاحب صدر ۔ اس سے پہلے کہ میں اور کچھ کہوں میں وزیر تعلیم کی توجہ ان کے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ جہاں تک میری یاد داشت کام کرتی ہے ہمارے وزیر تعلیم جب سے کہ یہ وزیر تعلیم مقرر ہوئے ہیں ۔

اس سے پہلے یہ ہمارے ضلع کی تعلیمی کمیٹی کے بھی ممبر تھے اور شاید اب بھی ہوں ۔

وزیر تعلیم—میں نے استعفیٰ دے دیا ہے ۔

چودھری گل نواز خان—جناب وہ فرما رہے ہیں کہ استعفیٰ دے دیا ہے تو میرے خیال میں اب ان کو وہاں کے مسائل سے پوری طرح واقفیت نہیں رہی کہ اب ایک سال گذر چکا ہے ۔ کہ تعلیم لوکل باڈیز سے لے لی گئی ہے ۔ اور انہوں نے اپنے اختیار میں لے لی ہے ۔

مسٹر سلطان محمد اعوان—کیا آج آپوزیشن والے بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں ۔

Mr. Speaker : One representative is there.

چودھری گل نواز خان—جب سے تعلیم حکومت نے اپنے اختیار میں لی ہے ۔ اس کو تقریباً ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے ۔ اور اس کے لئے انہوں نے کمیٹیاں مقرر کر دی ہیں ۔ مگر ان کمیٹیوں نے اختیار کے باوجود آج تک کچھ نہیں کیا ان کمیٹیوں کے آج تک رولز نہیں مرتب ہوئے ۔ کیا میں ان سے یہ پوچھ سکتا ہوں ۔ کہ اس ایک سال کے عرصے میں ان کمیٹیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ان حالات کے مطابق یا جائز ہے کہ تعلیمی مسائل کو کس طرح نپٹایا جائے ۔ اور اگر میں ان سے یہ پوچھوں کہ جتنا کام کیا ہے وہ تمام کا تمام ادھورا پڑا ہوا ہے جو اختیارات اور Instructions ان کو ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعہ دئے گئے تھے ۔ کیا وہ صحیح طریقہ پر چل رہی ہیں ۔ اور کیا ان سکولوں کی جائداد ان کے قبضہ میں ہے ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی ابھی ایک گورنمنٹ کی طرف سے نوٹیفیکیشن جاری ہوا ہے ۔ جتنے تعلیمی ادارے ہیں ۔ حکومت نے جن کو اپنے ذمہ لیا تھا ان کی مرمت اور نگہداشت پھر لوکل باڈیز کے ذمہ کر دی ۔ دوسری چیز میں یہ

واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس نوٹیفیکیشن کے ذریعہ حکومت نے یونین کونسلوں کو اختیار دیا ہے پہلے ان کو ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ ان کے جو پرائمری اور مڈل سکول ہیں ۔ ان کی وہ مرمت کرائیں ۔ میں حیران ہوں کہ انہوں نے اب تک رولز مرتب نہیں کئے اور حکومت نے اپنے اختیارات پھر لوکل باڈیز کو سونپ دئے ہیں ۔ جس کے محکمے کا یہ حال ہو کہ اختیارات حکومت اپنے پاس رکھے مگر ان کی دیکھ بھال کے لئے لوکل باڈیز جو جمہوری ادارے ہیں ان کے سپرد کر دے تو یہ دھری پالیسی بنائی گئی ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا ۔ جہاں تک ان اداروں کے سنبھالنے کا تعلق ہے ۔ وہ تو انہوں نے یونین کونسل کے سپرد کر دئے ہیں اور ان کی پڑتال نہ کمیٹیاں کر سکتی ہیں نہ ان کے انسٹرکٹر اور اسسٹنٹ انسٹرکٹر مکمل طور پر کر سکتے ہیں ۔

حضور والا ۔ اس کے بعد صرف یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک عوام کے ان اداروں سے فائدہ اٹھانے کا تعلق ہے ان کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بچوں کی نگہداشت یا بچوں کے جو اخراجات ہیں وہ آج کل عوام برداشت نہیں کر سکتے ۔

وزیر تعلیم---بچوں کی شادیوں کے ؟

چودھری گل نواز خان---بچوں کی تعلیم کے اخراجات اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ والدین برداشت کرنے سے قاصر ہو رہے ہیں ۔ آج سے ۲۰ سال پہلے جب ہم لوگ پڑھا کرتے تھے ۔ تو ہمیں پرائمری سکولوں میں بلکہ مڈل سکول تک حساب کتاب لکھنے کے لئے لکڑی کی تختیوں پر موقع دیا جاتا رہا اور آج کل اس کے مقابلے میں پرائمری سکولوں میں کاغذات استعمال کئے جاتے ہیں ۔ اور دوسرے الفاظ میں کاپی پر تحریر ہوتا ہے ۔ اور بجائے قلمیں استعمال کرنے کے دوسرے ملکوں کے pen استعمال ہو رہے ہیں جن سے ان لوگوں کے اخراجات بڑھ گئے ہیں یہ ترقی

کے دور اور خاص طور سے دیہات میں اس ترقی کے دور میں لوگوں کی مالی حالت خراب ہے یہ حقیقت ہے آپ موقع پر چل کر دیکھیں کہ وہاں تختیاں استعمال نہیں ہو رہی ہیں بلکہ استاد مجبور کرتے ہیں کہ وہ کاپیوں پر کام کر کے لائیں ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں ملک قادر بخش صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ کہ محکمہ زراعت ان کے دائرہ اختیار میں ہے ۔ اس سے پہلے یہ محکمہ جو کام کرتا تھا ۔ ان میں سے کچھ انہوں نے A.D.C. کو تفویض کر دیا ۔ مثال کے طور پر A.D.C. نے کھاد کی تقسیم شروع کی تھی ۔ وہ P.I.D.C. سے لے کر کواپریٹو ڈیویلپمنٹ بورڈ کے سپرد کر دیا۔ پہلے محکمہزراعت کھاد تقسیم کرتا تھا ۔ پھر A.D.C. نے بھی شروع کر دیا ۔ اور P.I.D.C. نے بھی شروع کر دیا ۔ اور اب کواپریٹو ڈیویلپمنٹ بورڈ نے بھی شروع کر دیا ۔ اور ان کے ریٹ پچھلے سال کی نسبت کم کر دئیے گئے ہیں ۔ تاہم subsidy بجائے پچاس فیصدی کے پچیس فیصدی کر دی گئی ہے ۔ جن کی وجہ سے زمیندار کی حالت یہ ہے ۔ کہ کھاد کی خرید پہلے کی نسبت کم ہو گئی ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک---اب تو کھاد سستی ہو گئی ہے ۔

چودھری گل نواز خان---پچھلے سال subsidy پچاس فیصد تھی اور اب پچیس فیصد کر دی گئی ہے ۔ کھاد کی قیمت پہلے سات تھی ۔ پھر گیارہ ہو گئی ۔ اب کم ہو گئی ہے ۔ لیکن پھر بھی زیادہ ہے ۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں ۔ کہ کھاد کی قیمت پہلے کی نسبت زیادہ ہے ۔ پہلے پچیس فیصدی subsidy صوبائی حکومت دیتی تھی ۔ اور پچیس فیصد مرکزی حکومت دیتی تھی ۔ اب آپ نہیں دیتے ہیں ۔

پیر غلام علی چشتی (منٹگمری ۔ ۶) (پنجابی)---وہ یہ بتائیں ۔ کہ انہوں نے یہ ''فنگرز،، کہاں سے حاصل کئے ہیں ۔ کیونکہ میرے ڈسٹرکٹ

کونسل میں تو کھادکی فروخت پہلے سے تین گنا زیادہ ہوئی ہے۔ میں رسیدیں دکھا سکتا ہوں ۔ اس ایوان میں غلط بیانی نہیں کرنی چاہئے ۔

مسٹر سپیکر۔۔اس کا جواب چودھری گل نواز سے چاہتے ہیں ۔ یا ملک صاحب سے ۔

وزیر مال۔۔جناب والا ۔ کیا یہ ''فنگرز،، کا لفظ پارلیمانی ہے ۔ (قطع کلامیاں)

پیر غلام علی چشتی (پنجابی)۔۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں نے ممبر صاحب کی خدمت میں عرض کی ہے ۔ کہ انہوں نے کہا ہے ۔ کہ کھاد پہلے سے کم بکی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ بکی ہے ۔ اب تو چار روپے من سے بھی کم ہے ۔ حالانکہ ہر چیز کی قیمت بڑھی ہوئی ہے ۔ اور انہوں نے پھر بھی مہربانی کی ہے ۔ اسی طرح کارخانے والے بھی تو الاؤنس بڑھائینگے ۔ تو وہ آپ کو چار روپے من کیسے دیں ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

چودھری گل نواز خان۔۔میں عرض کر رہا تھا ۔ کہ جہاں تک محکمہ زراعت کا تعلق ہے ۔ اب وہ کھاد تقسیم نہیں کرتا ۔ لیکن اس کا عملہ اتنا ہی موجود ہے ۔ A.D.C. کا عملہ ہر ضلع میں موجود ہے ۔ کواپریٹو ڈیویلپمنٹ بورڈ کے دفاتر بھی موجود ہیں ۔ اور اس کے لئے P.I.D.C. کی ایجنسیاں بھی کھلی ہوئی ہیں ۔ تو ایک ہی کام کو چار ایجنسیاں کر رہی ہیں ۔ میں اس کا مطلب سمجھنا چاہتا ہوں ۔ بجائے اس کے کہ ایک محکمہ کام کرے ۔ مثال کے طور پر کواپریٹو بورڈ پچھلے سال کھاد تقسیم کرتارہا ۔ اس کی کھاد مختلف ضلعوں میں سروسز سوسائٹیز کے پاس پڑا ہے ۔ وہ تقسیم نہیں ہوا ۔ اور اب آج کل P.I.D.C. نے ایجنسیاں کھولنی شروع کی ہیں ۔ کواپریٹو بورڈ کا مال اسی طرح پڑا ہوا ہے تو اس طریقے سے اس کو جو نقصان ہو گا ۔ اس کی ذمہ داری کس

پر عائد ہو گی ۔ جیساکہ ہمارے صوبے کے متعلق مرکزی رپورٹ سے واضح ہوا ہے ۔ کہ تقریباً پندرہ لاکھ زمیندار حکومت کے مقروض ہیں ۔ جہاں تک ان کے قرضے کا تعلق ہے ۔ ان کی مالی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے ۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے ان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کوئی امداد نہیں ہو رہی ہے ۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے ۔ کہ تقریباً پندرہ لاکھ سے زائد زمیندار جو کہ آپ کے مقروض ہیں ۔ ان کی اس حالت کی وجہ یہ ہے ۔ کہ ان کی پیداوار اتنی نہیں بڑھی ہے ۔ جتنی کہ آپ نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کہ وہ زیادہ ہو گئی ہے ۔

رائے منصب علی خان کھرل (شیخوپورہ ۔ ۳)۔۔جناب والا ۔ نظریاتی اور سیاسی اختلافات سے قطع نظر اس حکومت نے ملک کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں جو نتیجہ‌خیز کوششیں کی ہیں ۔ ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) اور ان کو نظر انداز کرنا اور ان سے آنکھیں بند کرنا ایسے ہی ہے ۔ جیسے کہ آفتاب کی روشنی کو دیکھ کر ایک چمگادڑ آنکھیں بند کر لیتا ہے ۔ (جناب والا ۔ میں آپ کی وساطت سے پیر غلام علی چشتی کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔ کہ جب کوئی ممبر تقریر کرتے ہیں ۔ تو وہ مداخلت نہ کیا کریں) ۔

Mr. Speaker : Yes. There should be no interruption.

چودھری سعی محمد۔۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ پیر صاحب کا کام ہی یہی ہے ۔ کہ وہ ایسی چیزیں کرتے ہیں ۔ کہ وہ ممبر کی تقریر میں رکاوٹ پیدا کرتے رہیں ۔ اور وہ یہ سب کچھ منسٹر صاحبان سے مل کر کرتے ہیں ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

رائے منصب علی خان کھرل۔۔جناب والا ۔ سب سے زیادہ اہم

اور قابل غور بات یہ ہے ۔ کہ اس حکومت نے ملک میں سیاسی استحکام کی بدولت ملک تعمیر و ترقی کی جن راہوں اور منزلوں کی طرف چلا ہے ۔ وہ ہر لحاظ سے قابل فخر ہے ۔ اس سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس سے پہلے ملک میں تعمیر و ترقی کا کوئی کام نہ ہو سکا ۔ سارے منصوبے ادھورے پڑے رہے ۔ اور جو ذرا سا کام شروع بھی کیا گیا ۔ تو وہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ مارشل لا' اسی سیاسی عدم استحکام اور انہی بد عنوانیوں کا شدید رد عمل تھا ۔ آج اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ کہ سیاسی استحکام کی بدولت اس حکومت نے زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر میدان میں ترقی کی ہے ۔ اور عوام کو ایسی سہولتیں مہیا کی ہیں ۔ جو کہ اس سے پیشتر انہیں قطعاً میسر نہ تھیں ۔

محترم خواجہ صاحب نے یہ اعتراض فرمایا تھا کہ اس ترقی اور تعمیر کا کیا فائدہ جب کہ ضروریات کی چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں اور اشیا کے نرخ بڑھ گئے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—میں اس ترقی اور تعمیر دونوں سے انکار کرتا ہوں ۔ غالباً آپ نے میری تقریر نہیں سنی ۔

رائے منصب علی خاں کھرل—میں دونوں کا ذکر کر رہا ہوں ۔

خواجہ محمد صفدر—شوق سے کیجئے لیکن میرا نام نہ لیں ۔

رائے منصب علی خاں کھرل—آپ نام سے کیوں گھبراتے ہیں ۔ آپ نے کہا کہ ترقی اور تعمیر ہوئی نہیں حالات کے ساتھ چیزیں بھی بدلتی رہتی ہیں یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے اگر آج اشیاء کی قیمتیں زیادہ ہیں تو ملازمین کی تنخواہیں بھی تو بڑھ گئی ہیں ۔ مزدور طبقہ کی آمدنی بھی بڑھی ہے ۔ آج سے دو سال قبل مزدور دو روپے روزانہ لیتا تھا تو آج پانچ چھ روپے لیتا ہے ۔ اس طرح مستری اور معمار اگر پہلے چار روپے

لیتا تھا تو آج آٹھ روپے لیتا ہے ۔ تو ان حالات میں ان کا موازنہ بالکل مبالغہ آمیز ہے ۔ یہ بتانا کہ اشیا کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں ان کے ساتھ ساتھ ملازموں کی تنخواہیں بھی تو بڑھ گئی ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زمینداروں اور کاشتکاروں کی جو فصلیں ہیں ان کے نرخ بڑھ گئے ہیں اور اس تناسب سے بڑھے ہیں جس تناسب سے اشیا کی قیمتیں بڑھی ہیں اور وہ مہنگی ہوئی ہیں ۔ تو یہ چیزیں ایسی ہیں جو معقول نہیں ۔ جن میں وزن نہیں ہے جس پر کہ انہوں نے زور بیان صرف کیا ۔ بہرحال یہ انسان کا خاصا ہے کہ وہ خوب سے خوب تر چیز کی تلاش میں رہتا ہے ۔ میں نے کہا کہ جو کچھ ہم نے کیا وہ ہماری آخری منزل نہیں ہے اور یہ نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھیں گے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم نئے جذبے اور نئے ذوق کے ساتھ نئی منزل کی تلاش میں نکلے ہیں اور اس سے بھی زیادہ ترقی اور تعمیر چاہتے ہیں ۔ پچھلے چند سالوں میں ہم نے زراعتی میدان میں جس پر کہ ہماری بیشتر آبادی کا انحصار ہے اور جو بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ہے اسی میں ہم نے نمایاں ترقی کی ہے میں اس کی مثال پیش کرتا ہوں کہ زرعی ترقیاتی کارپوریشن نے اپنے تجربات کی بنا پر اس سلسلے میں جو نتائج مہیا کئے ہیں ان کی وجہ سے مکی کی پیداوار میں جو کہ عام حالات میں ۱۰ من فی ایکڑ تھی ۔ اب اس سے بڑھ کر ۳۶ من فی ایکڑ ہو گئی ہے اور اچھے بیجوں کی وجہ سے ۱۵ فیصد سے ۲۰ فیصدی پیداوار بڑھی ہے۔ اور اچھی کھیتی باڑی سے ۲۵ سے لے کر ۳۰ فیصدی تک اضافہ ہوا ہے ۔ کھاد کے استعمال سے ۳۰ سے لے کر ۴۰ فیصدی تک اضافہ ہوا ہے ۔ اس کے علاوہ جناب والا ۔ گندم کی پیداوار جہاں کہ یہ تجربات کئے گئے ہیں ۵۰ من فی ایکڑ ۔ مونجی ۹۰ من فی ایکڑ اور گنا دو ہزار من فی ایکڑ پیدا ہوا ہے ۔ اگر ان تجربات کو گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھیلا دیا جائے تو تمام زمینداروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور زرعی میدان میں یہ ایک انقلاب ہوگا ۔ اس کے علاوہ جناب

والا ۔ اسی سلسلہ میں بنجر اور غیر آباد زمین کو آباد کیا گیا ہے اور ٹیوب ویل لگا کر سیم اور تھور کا انسداد کیا گیا ہے اور زرعی ترقیاتی کارپوریشن کی طرف سے جو پانچ چھ اصول وضع کئے گئے ہیں یعنی بہترین بیج ۔ بہترین کھاد ۔ پودا جات کا تحفظ ۔ آسان قرضے وغیرہ کی بنا پر زرعی میدان میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ۔ اور کسی صورت میں اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ علاوہ ازیں جناب والا ۔ منصوبہ اصلاح اراضی ہے جس کی وجہ سے تقریباً ۳۰ لاکھ ایکڑ زمین جو کہ کچر خاں ۔ تلہ گنگ ۔ فتح جنگ میانوالی پنڈی گھیب کے علاقوں پر مشتمل ہے اس کے آباد کرنے کا کام زیر عمل ہے اور یہ کام جناب والا ۔ ایسی چیز ہے جو اپنی جگہ پر اپنے مقام پر نہایت اہم ہے ۔ اور زراعت کے سلسلہ میں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں نہایت مفید ہے کیونکہ یہ ہماری معیشت کا بہت اہم حصہ ہے اور اس پر جتنا بھی زور دیا جائے وہ کم ہے اور یہ مقام خوشی ہے کہ حکومت اس سلسلے میں مناسب اقدامات کر رہی ہے ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ پسماندہ علاقوں کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ اس بجٹ سے ظاہر ہے اس بجٹ میں پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے خاص طور پر زور دیا گیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پسماندگی کے تصور میں کوئی تبدیلی ہونی چاہئے کیونکہ یہ تصور کہ فلاں علاقہ پسماندہ ہے اور فلاں ترقی یافتہ ۔ بغیر ان کے واقعات اور بغیر ان کے حالات دیکھے ہوئے یہ طے کر دینا قرین انصاف نہیں ہے ۔ مثلاً پنجاب کے متعلق یہ کہہ دیا گیا کہ یہ ترقی یافتہ صوبہ ہے حالانکہ پنجاب میں بھی ایسے اضلاع ہیں جو غیر ترقی یافتہ ہیں ۔ مثال کے طور پر ضلع شیخوپورہ ہے جس کے متعلق میں کہوں گا کہ وہ چراغ تلے اندھیرے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس کو کہہ دیا گیا کہ یہ ترقی یافتہ علاقہ ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نہ وہاں صنعت ہے اور نہ سڑکیں ہیں ۔ اس کے دو تحصیل ہیڈ کوارٹرز

ھیں جو ضلع کے ھیڈ کوارٹر سے منسلک نہیں ھیں ۔ اگر ننکانہ صاحب سے شیخوپورہ آنا چاھیں گے تو پہلے لاھور جائیں گے اور پھر شیخوپورہ جائیں گے ۔ اگر تحصیل فیروز والا کی نارنگ منڈی سے شیخوپورہ جانا ھو تو پہلے لاھور آئیں گے پھر شیخوپورہ جائیں گے ۔ سڑکوں کی حالت بھی ابتر ھے ۔ اس کے علاوہ شیخوپورہ گنا پیدا کرنے والا علاقہ ھے لیکن آج تک وھاں شکر سازی کا کوئی کارخانہ قائم نہیں کیا گیا باوجود ان مطالبات کے جو لوگوں نے وزراء کرام کی خدمت میں پیش کئے ۔ چینی کے کارخانے آپ اس مقامات پر دیدیں گے جہاں کہ گنا پیدا ھی نہیں ھوتا ۔ میں نے ایک سوال پوچھا تھا اور مجھے بتایا گیا تھا کہ شیخوپورہ میں ۵۰ فیصدی رقبہ ایسا ھے جہاں گنے کی کاشت ھوتی ھے لیکن حکومت نے ابھی تک اس مطالبے پر غور نہیں کیا ۔ کہ اس علاقے میں شکر سازی کا کار خانہ قائم کر دیا جائے ۔ اب جناب والا میں محکمہ تعلیم کے متعلق کچھ عرض کرنا چاھتا ھوں لیکن اس سے پہلے کہ میں محکمہ تعلیم کے بارہ میں کچھ عرض کروں میں سابقہ وزیر تعلیم صاحبہ کو خراج عقیدت اور خراج تحسین پیش کرنا چاھتا ھوں ۔ کہ انہوں نے اپنے عہد وزارت میں جس پروقار سنجیدگی کے ساتھ انہوں نے اپنے فرائض کو نبھایا وہ انہیں کا حصہ تھا اور اب اس محکمے کی باگ ڈور ایک نوجوان مخلص اور قابل ترین وزیر کے ھاتھ میں آئی ھے ۔ اور مجھے یہ امید ھے کہ وہ تمام مسائل کو بطریق احسن حل کرنے کی کوشش کریں گے ۔

میر عبدالباقی بلوچ---کیا قابل ترین کے یہ معنی ھیں کہ وہ دوسروں سے زیادہ قابل ھیں ؟

رائے منصب علی خاں کھرل۔جناب والا یہ مطالبہ نہیں ہے ۔ اگر کسی کو قابل کہا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے قابل نہیں ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔ رائے صاحب اس کے لغوی معنی تو یہی ہیں لیکن آپ کا مطلب یہ نہیں تھا ۔

(شور اور قطع کلامیاں)

رائے منصب علی خان کھرل۔جناب والا۔ تعلیمی مسائل جیسا کہ ہر ایک کو پتہ ہے بہت ہیں اور بیشمار ہیں ان میں الجھنیں ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب بھی موجود ہیں ۔ لیکن مجھے یہ بھی امید ہے کہ جس توجہ اور جس انہماک سے وزیر تعلیم صاحب ان مسائل کو حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو انشاء اللہ یہ مسائل ضرور حل بھی ہو جائیں گے ۔ حزب اختلاف کیطرف سے یونیورسٹی آرڈیننس پر بہت نکتہ چینی ہوئی اور بہت سے حضرات نے یہ کہنے کی کوشش کی کہ اس آرڈیننس کیوجہ سے طلبا میں بڑی بیچینی ہے اور وہ بڑے مضطرب ہیں اور بڑے نالاں ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت حال یہ نہیں ہے ان تمام واقعات کی جو رونما ہوئے ہیں ۔

Mr. Speaker : Will the member please finish in two minutes ?

رائے منصب علی خان کھرل۔نہیں جناب ابھی مجھے بہت کچھ کہنا ہے ۔

Mr. Speaker : The member's time is up. I have given him full 15 minutes. The time is extended by 5 minutes.

رائے منصب علی خان کھرل۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا یہ جو صورت حالات پیدا ہوئی تھی اس کی سب سے بڑی وجہ

تو پولیٹیکل exploiters تھے جنہوں نے اس آگ کو ہوا دینے کی کوشش کی ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (چودھری سلطان محمود)۔آپ کا مطلب آپوزیشن سے ہے ۔

رائے منصب علی خان کھرل۔۔میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا ۔ ہر ایک آدمی جانتا ہے وہ کون ہیں ۔ جناب والا میں عرض کر تھا کہ اس کی دوسری وجہ اساتذہ کی شکایت تھی ۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا وہ کہاں تک درست اور صحیح تھی ۔ لیکن شائد ان کا بھی کچھ اس میں قدرے حصہ ہو ۔ طلبا کا سب سے بڑا فرض حصول تعلیم ہوتا ہے ۔ اس حکومت نے وہ تمام سہولتیں عوام کو اور اس ملک کے طالبعلوں کو میسر کی ہیں کہ وہ تعلیم حاصل کرسکیں اور بہترین تعلیم حاصل کر سکیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں اچھی حکومت کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ تعلیمی سہولت عوام کو میسر کرے ۔ اس سلسلے میں جناب والا میں مختصراً عرض کرتا ہوں ۔ تعلیمی کمشن کی سفارشات کے مطابق محکمہ تعلیم نے مذہبی تعلیم پر کافی زور دیا ہے ۔ پہلی کلاس سے لے کر آٹھویں کلاس تک مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دے دیا ہے ۔ علاوہ ازیں سائنسی اور فنی تعلیم پر بھی کافی زور دیا ہے ۔ اس وقت ۸ ٹیکنیکل سکول چل رہے ہیں ۷ اور قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے ۔ اس کے علاوہ پرائمری سکولوں کی تعداد جو کہ ۱۷ ہزار ۹ سو تھی اب اس کو بڑھا کر ۳۶ ہزار ۲۵۰ کر دیا ہے اور ان میں اساتذہ کی تعداد ۲۵ ہزار مزید بڑھائی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ مڈل سکول جو کہ ۱۹۵۹-۶۰ میں صرف ۱۹۶۷ تھے اب ان کی تعداد دو ہزار نو سو تک

پہنچ گئی ہے اور ہائی سکولوں کی تعداد میں ۵۰۰ کا اضافہ ہوا ہے ۔ انٹرمیڈیٹ کالجوں کی تعداد دگنی ہو گئی ہے ۔ ۱۰ اور نئے ڈگری کالج کھولے جا رہے ہیں ۔ (ہیئر۔ہیئر) اس مختصر سے جائزے کے پیش نظر میرا یہ دعوے غلط نہیں ہے کہ اس حکومت نے عوام کو تعلیمی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے ۔

جناب والا ۔ اب میں جناب ملک قادر بخش صاحب کی توجہ ایک ایسے ادارے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ بیک وقت زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے ۔ میرا اشارہ واپڈا کی طرف ہے ۔ جناب والا ۔ واپڈا ایک ایسا ادارہ ہے جس نے ملک کے لئے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ۔ مختلف اضلاع میں ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں ۔ تا کہ ان سے زمینداروں اور کاشتکاروں کو پانی مہیا ہو اور سیم اور تھور کا انسداد ہو ۔ جناب والا اس محکمہ میں صرف بے جا ہوا ہے اور اس قوم کے قرض کا روپیہ اس بے دردی کے ساتھ خرچ اور ضائع کیا ہے اور اس محکمہ کے غیر ملکی افسران نے روپیہ سے جس طرح عیش و عشرت کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس ظلم کا تدارک ضرور ہونا چاہئے ۔

Mr. **Speaker** : The House is adjourned till 8.30 a. m. tomorrow.

(*The Assembly then adjourned till* 8. 30 *a m. on Saturday, the* 20*th June*, 1964.)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Saturday, the 20th June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqi, Qari of the Assembly.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ
لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ
طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ
اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ ۝
اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

پ ۲۱ - س ۳۲ - ع ۱۵ - آیات ۱۵ تا ۱۹

ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انکو انکے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔ انکے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دولت دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔ بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ نافرمان ہو دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے ان کے رہنے کے لئے باغ ہیں۔ یہ مہمانی ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

GENERAL BUDGET 1964—65

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE (RESUMPTION)

Mr. Speaker : Now, we will resume discussion on the General Budget.

ماسٹر خان گل (کوہاٹ-۲)—جناب سپیکر - یہاں جو تقاریر ہوتی ہیں ان کی کاپی پہلے ہمیں جلدی مل جاتی تھی - اب کافی دن گذر جاتے ہیں مگر کوئی کاپی نہیں ملتی - معلوم ہوا ہے کہ رپورٹرز کی تعداد کم ہے اور کام زیادہ ہے - اس کا انتظام ہونا چاہئے تاکہ ہمیں تقریروں کی کاپی جلدی مل سکے -

مسٹر سپیکر—ماسٹر صاحب جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے - کہ رپورٹرز کم ہیں - یہ ٹھیک ہے - ہم نے چار دفعہ ان آسامیوں کے لئے اشتہار دیا ہے - لیکن مطلوبہ اہلیت اور معیار کے مطابق کوئی رپورٹر نہیں مل رہا - کام زیادہ ہے اس لئے کام میں تاخیر ہوگئی ہے - میں دیکھوں گا کہ زیادہ تاخیر نہ ہو- امیر حبیب اللہ خان سعدی -

امیر حبیب اللہ خان سعدی (لائل پور-۷)-صاحب صدر - معزز وزیر خزانہ کی تقریر کا جو ترجمہ ہمیں ملا ہے وہ اگرچہ ناقص اور مبتدیانہ ہے اس میں طباعت کی بھی غلطیاں ہیں لیکن ان سے قطع نظر کرتے ہوئے میں یہ گذارش کروں گا کہ شروع میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس میزانیہ میں جو ٹھوس ترقی کے لئے معیار پیش کئے ہیں ان کو نگاہ میں رکھنا چاہئے - مجھے ان کی تقریر سنتے وقت اور پھر میں نے اس کا مطالعہ بھی کیا ہے لیکن وہ نئے معیار اس میں کہیں نظر نہیں آئے -

چودھری سلطان محمود—دیکھنے کے لئے آنکھیں چاہئیں -

امیر حبیب اللہ خان سعدی—چونکہ میری آنکھوں پر رنگین عینک نہیں لگی ہوئی اس لئے مجھے صاف دکھائی دیتا ہے -

چوہدری سلطان محمود۔۔۔اس پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔۔۔یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ پٹی کس کی آنکھوں پر ہے۔

صاحب صدر۔ میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ آمد و خرچ ہی نہیں بلکہ آمد و خرچ کے مسلک کو ہی یا اگلے گوشوارہ کو ہی دم میزانیہ کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ رسمی میزانیہ تو ہر سال پیش ہوتے رہتے ہیں اور ان پر رسمی اور غیر رسمی تقریریں اور واہ واہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے میں اس میزانیہ میں کوئی خاص ایسی بات نہیں پاتا۔ اول سے آخر تک یہ میزانیہ مجھے کسی سیکولر ریاست کا میزانیہ معلوم ہوتا ہے۔ اور کسی لحاظ سے بھی اسے جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے ایک صوبہ کا میزانیہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے بالکل واضح نشانات اس میں موجود ہیں۔ کہ منشیات۔ سود اور عصمت فروشی کے انسداد پر اس حکومت نے اب تک کیا رقم خرچ کی ہے۔ اور آئندہ کیا خرچ کرنے کے ارادے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ میزانیہ قطعاً خاموش ہے۔ جہاں تک ٹیکسیشن کا تعلق ہے۔ ایک سیدھا سا اصول ہر حکومت میں ہوتا ہے۔ No responsibility no taxes آپ جب تک اپنی ذمہ داریوں کو نہ نبھائیں آپ کو ٹیکس لینے کا کوئی حق ہی نہیں۔ عام نظم و نسق اور جان و مال کے تحفظ کی جو ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے نقش و نگار نہ صرف ہمارے صوبہ میں بلکہ اس شہر میں ہماری آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔ نئے ٹیکسوں کا بارگراں اس میزانیہ میں عام آدمی پر پڑتا ہے۔ خواہ وہ قوت برقی پر ہو یا گنے کی قیمت پر۔ حالانکہ اگر اس حکومت کی یہ نیت ہوتی کہ

دولت کی فراوانی صوبہ میں چند خاندانوں میں نہ ہونے پائے تو ٹیکسیشن کی پالیسی بالکل مختلف ہوتی ۔ اس لئے میں اس میزانیہ کو خاص افراد کا میزانیہ تو کہہ سکتا ہوں لیکن اسے عام آدمی کا میزانیہ نہیں کہا جا سکتا ۔ یہ خواص کا میزانیہ ہے عوام کا میزانیہ نہیں ہے ۔ اور عام آدمی پر ٹیکسوں کا اضافہ ایسے ترقیاتی پروگرام سے کبھی جائز ثابت نہیں کیا جا سکتا ۔ جس پروگرام کا مفاد صوبہ کے چند مخصوص افراد کے لئے ہو تو ہم اس کو عوامی میزانیہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ عوامی میزانیہ کا موضوع سنگ و خشت کی چند عمارات یا فولاد و آہن کی چند مشینری کی بجائے یہاں کے انسان اور ان کے قلوب و اذہان ہوتے ہیں ۔

جہاں تک اس صوبہ کی انسانی ترقی کا سوال ہے ۔ میں اپنے دو پہلوؤں سے ایوان کے سامنے پیش کروں گا ۔

اول ۔ ایک مخصوص علاقہ کے انسان ۔ دوسرے عام صوبہ کی افرادی قوت ۔ صاحب صدر مبالغہ نہیں ہو گا ۔ اگر میں یہ عرض کروں کہ حکومت وحدت مغربی پاکستان کے بنیادی تقاضوں کو اور ان کی تکمیل کے لئے ضروری اقدامات کرنے سے مجرمانہ طور پر گریز کرتی رہی اور کر رہی ہے ۔ پسماندہ علاقوں کے انسانوں کو صوبے کے دوسرے علاقوں کے انسانوں کا مساوی درجہ یہ حکومت کسی لحاظ سے نہیں دے سکی ۔ ہمارے قبائلی علاقے کے لوگ اپنی شجاعت اور اپنی قوت عمل کی وجہ سے ہمارے لئے قابل فخر ہیں اور ان کی ہر جہت سے ترقی پاکستان کی ترقی کے لئے ضروری ہے یہ ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس علاقے کے انسانوں کو وہ تمام آسائشیں اور حقوق مہیا نہ ہو جائیں جو باقی علاقوں کو حاصل ہیں ۔ یہ مادی سہولتیں

ریلوے تار آمد و رفت اور ان کے علاوہ عام قوانین اور وہ وسائل ترقی جو باقی جگہ میسر ہیں جب تک انکو نہ ملیں تو ہم یہ قطعی دعوی نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے مساوی حقوق رکھتے ہیں صاحب صدر وہاں کی زندگی کا پورا امتیاز یہ ہے کہ وہاں لا قانونی قانون چل رہا ہے صرف پولیٹیکل ایجنٹ کے ذریعہ حکومت ہوتی ہے اس سلسلے میں میری مراد یہ ہے کہ صوبے کے باقی علاقوں کی مانند قانون اور شخصی آزادی کے یکساں حقوق ملنے چاہئیں مگر جب تک موجودہ نام نہاد قوانین رائج ہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا اور وہ علاقے پسماندہ ہی رہیں گے ان کی پسماندگی کو رفع کرنے کے لئے صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کو جلد سے جلد settled area قرار دیا جائے۔

اس سلسلے میں میں گذارش کرونگا کہ قبائلی علاقوں اور سرحدی علاقوں کی دبی گھٹی آوازیں جو تمام اخباروں میں آتی رہتی ہیں میرے پاس ایک دفتر ہے اگر میں تمام کو اس معزز ایوان کے سامنے پیش کروں شاید ایوان کا وقت ضائع ہو اس سلسلے میں کچھ مراسلات اور پمفلٹ ہیں جن میں وہاں کے لوگوں کے مطالبات ہیں ۔ میں صرف ایک پمفلٹ کا سرورق جناب کے توسط سے اس ایوان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں " پاکستان کی ریاستوں اور قبائلی علاقوں کے شہری پوچھتے ہیں"

(۱) کیا ہم حیوان ہیں ؟

(۲) کیا ہم پاکستان کے کمتر شہری ہیں ؟

(۳) کیا مملکت سے ہماری وفاداری مشکوک ہے ؟

(۴) کیا یہ زمانہ مطلق‌العنانی کا ہے ؟

(۵) کیا عزت نفس آزادی منشی اور حقوق معاشرت میں ہم دوسرے پاکستانیوں سے مساوی نہیں ؟

اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی سازش ناکام بنا دیجئے ۔ یہ مطالبات مسلسل دو سال سے اس صوبے کی حکومت اور عوام کے سامنے ممبران اسمبلی اور اخبارات کے اڈیٹرون کے پاس پہونچ رہے ہیں ۔ یہ لگا تار مطالبہ ہو رہا ہے ۔ اور اگر اس چیز کی ضرورت ہے کہ وہاں کے عوام کی صحیح حالت کیا ہے ۔ تو یہ مراسلات جو اخبارات میں چھپتے ہیں اسکی تفصیل اس میں دی ہوئی ہے اور میں اس میں نہیں جانا چاہتا ۔ ابھی حال ہی سابق دھیر سٹیٹ مسلم لیگ کے صدر جو پشاور میں ہیں انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے جس کے چند نکات یہ ہیں ۔

"سابق دھیر سٹیٹ مسلم لیگ کے صدر اخوانزادہ بہرور سعید ایڈووکیٹ نے مطالبہ کیا ہے کہ ریاست دھیر کو آئین کی دفعہ ۲۲۳ کے تحت پاکستان کے انتظامی علاقوں میں مدغم کر دیا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو بھی انتظامی علاقوں کے عوام کی سی سہولتیں حاصل ہو سکیں ۔

اس سلسلے میں اخبارات کے اڈیٹر تفصیل سے لکھ رہے ہیں ۔ اور کافی عرصہ سے لکھ رہے ہیں ۔ میں حیرت میں ہوں کہ ان تمام امور کی طرف ہماری حکومت کیوں متوجہ نہیں ہوتی اور اس سلسلے میں اب تک کیوں قدم نہیں اٹھایا گیا ۔

وزیر مال (خان پیر محمد خان)۔۔سعدی صاحب کیا آپ یہ فیگرز لائے ہیں کہ ریاست دھیر میں کتنے قتل ہوئے ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔۔۔اس سلسلے میں میں کہہ چکا

ہوں ۔ کہ سرحدی علاقوں میں بیشمار معدنی وسائل موجود ہیں ۔ اور وہاں کے عوام ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ اور ان کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے یقیناً وہ بیش قیمت ذخائر ہیں اور یہ پسماندگی صرف اسی حالت میں دور ہو سکتی ہے کہ وہاں تمام ملکی قوانین یکساں طور پر نافذ ہوں ۔ اور وہاں کے عوام کو باقی پاکستانیوں کے برابر حقوق حاصل ہوں ۔ جناب والا اس میزانیہ میں ایک کروڑ ۸۷ ۔ لاکھ ۸۳ ۔ ہزار روپے رکھے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ روپیہ بہت کم ہے ۔ میں صاحب صدر آپ کے توسط سے ایک بار پھر یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے یہ بھائی جن کی شجاعت اور جرأت کی وجہ سے ان کو پاکستان کا بازوئے شمشیر کہا جاتا رہا ہے ۔ ان کو حکومت سے بجا طور پر توقع ہے کہ اسے موجودہ پسماندگی میں مبتلا رکھکر اس بازو کو کمزور نہ کرے ۔

صاحب صدر ۔ انگریز نے اپنے دور حکومت میں وہاں جو پولیٹیکل ایجنسی کا سسٹم مقرر کیا تھا ۔ اس سے اس کو اپنے مفادات تھے ۔ اس سے وہ انکو گمراہ کرکے ان کے اخلاق بھی تباہ کرنا چاہتا تھا ۔ اور ان کو روپے کا لالچ دے کر وہاں فساد ڈالتا ۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے ۔ جب ہم اب بھی اسی پالیسی کو وہاں رائج دیکھتے ہیں ۔ صاحب صدر ۔ اس سلسلے میں ہمیں اس بات سے حیرت ہے ۔ کہ ہمارے علاقے کے بھائیوں کو اس قابل تو سمجھا گیا ہے ۔ کہ وہ اس معزز ایوان کے اراکین بن کر سارے صوبے کے لئے قانون سازی میں اپنا ووٹ دیں ۔ لیکن اپنے علاقے کے لئے قانون بنانے کیلئے ان کے ووٹ کی کوئی قدر و قیمت نہیں سمجھی گئی ۔ میں یہ نہیں سمجھتا ۔ کہ آئین کے مصنف نے خود ان کو اس قابل تصور نہیں کیا ۔ یہ محض سہو و خطا ہے ۔ کیونکہ اگر اسی آئین کی دفعہ ۳۰ کو دیکھا جائے ۔ تو اسے ان تمام پابندیوں کو ختم کرنے کیلئے

استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ مجھے یہ معلوم کرکے انتہائی خوشی ہوئی کہ ملک زمان خان ایم ۔ پی ۔ اے ۔ نے پرسوں ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا ۔ کہ قبائیلی اپنا علاقہ پاکستان میں شامل کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ اور یہ ایک نہایت ہی مبارک فال ہے ۔ اور ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں ۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں ۔ کہ وہ اس مثال کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں ۔ اس سلسلے میں ایک گذارش یہ بھی کرنی ہے ۔ کہ یہ انتہائی تکلیف دہ بات ہے ۔ کہ لوگ جرائم کرکے قبائیلی علاقے میں پناہ لیتے ہیں ۔ اور وہاں وہ باقاعدہ کاروبار کرتے ہیں ۔ مثال کے طور پر مشہور مقدمہ ہے ۔ ثنائی برادران کا ۔ سرگودھا سے ۔ ان کا قاتل ایک تھانیدار تھا ۔ وہ باقاعدہ وہاں کاروبار کر رہا ہے ۔ لیکن ان پر کوئی گرفت نہیں ہوتی ۔ ان چیزوں کا تدارک بھی اس صورت میں ہو سکتا ہے انکو Settled Area قرار دیا جائے ۔ وہاں بھی وہی قانون لاگو ہوں جو دوسری جگہ پر لاگو ہوتے ہیں ۔ دوسرا نقطہ اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ انسانی ترقی کے متعلق میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ مساوات عدل اور توازن کے لحاظ سے اس صوبے کا کوئی طبقہ حکومت کی آنکھوں سے اوجھل نہ رہنا چاہیئے ۔ ایک مثال میں نے خاص علاقے کی پیش کر دی ہے ۔ دوسری چیز ہے ۔ یہاں افرادی قوت اور روزگار ۔ صاحب صدر ۔ میرے پاس پاکستان ایکنامک سروے ۶۳-۶۴ء ہے ۔ یہ رپورٹ مرکزی حکومت نے تیار کی ہے ۔ اس میں چونکہ ہمارے صوبے کے کچھ اخراجات بھی لکھے ہوئے ہیں ۔ مرکزی حکومت کی طرف سے صوبائی حکومت کو جو چیزیں منتقل ہوئی ہیں ۔ ان میں ایک محکمہ یہ بھی ہے ۔ مجھے اس سلسلے میں اس چیز سے تو اتفاق ہے ۔ کہ افرادی قوت اور روزگار کے جو مقاصد متعین کئے گئے ہیں ۔ وہ بڑے ہی بلند ہیں اور اس کی ضرورت ہے ۔ کہ ہم اپنے آپ انسانوں کی افرادی قوت کا

بہتر طریق سے استعمال کریں ۔ کہ نہ صرف خود ان انسانوں کا فائدہ ہو ۔ بلکہ مجموعی طور پر قوم کو آگے بڑھنے کا موقع میسر ہو ۔ اس لحاظ سے جو فنی ادارہ قائم کیا گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ وہ ناکافی ہے ۔ اور اس لحاظ سے ناکافی ہے ۔ کہ وہ روح اور جذبہ جو تقدم کے لئے ایک تیار قوم میں ہونا چاہئیے ۔ وہ ان میں مفقود ہے ۔ اس سلسلے میں اگر میں یہ عرض کروں ۔ کہ ہمارے نئے دوست پڑوسی ملک چین میں جو افرادی قوت سے کام لیا گیا ہے ۔ وہ ہمارے وزراء اور ہمارے بڑے افسروں کے لئے یقیناً ایک اچھا نمونہ ہے ۔ اس کا جو امتیازی نشان ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ انہوں نے بھاری مشینری غیر ممالک سے درآمد کرنے کی بجائے افرادی قوت پر بھروسہ کیا ہے ۔ مٹی کھودنے کا جو کام ہے ۔ ۔ اور اس سلسلے میں دوسرے جو کام ہیں ۔ انہوں نے دریاؤں کے رخ موڑ دیئے ہیں ۔ پہاڑ کاٹ دئے ہیں ۔ اور سیلابوں کو روک دیا ہے ۔ لیکن انہوں نے یہاں جو بڑی بڑی مشینری منگوائی ہیں ۔ نہ صرف یہ کہ ان سے یہ ملک مقروض ہے ۔ بلکہ اسکی افرادی قوت کو سخت نقصان پہنچا ہے ۔ہمیں یہ دیکھکر انتہائی دکھ ہوتا ہے ۔ کہ ہم اپنی افرادی قوت سے کام لینے کی بجائے خاندانی منصوبہ بندی کو کام میں لاتے ہوئے اس کی نسل کو ہی منقطع کرنے پر تلے ہوئے ہیں ۔ صوبے میں گداگروں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے ۔ کہ ہٹے کٹے اور تندرست لوگ بھیک مانگتے پھر رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ ہر سال میٹرک، انٹرمیڈیٹ اور بی ۔ اے میں جو لوگ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں ۔ ان کو کوئی بھی آدمی ملازمت میں کسی جگہ بھی قبول نہیں کرتا ۔ اس قدر زیادہ افرادی قوت بیکار جا رہی ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں ۔ کہ افرادی قوت اور روزگار کا ایک عنوان قائم کر کے چار سطریں لکھکر کس طرح یہ مسلہ حل کیا جا سکتا ہے ۔ اس سے پہلے Man Power Commission بنا تھا ۔ اگر

حکومت اس کمشن کی رپورٹ کو سامنے رکھے - تو میں سمجھتا ہوں - کہ ایک ایک آدمی کو کام پر لگایا جا سکتا ہے - اور یہ قوم دیکھتے ہی دیکھتے ترقی کر سکتی ہے - گداگری اور افرادی قوت میں میرا خیال ہے - کہ بالکل ظاہر و باہر تعلق ہے - لیکن یہاں گداگری کے انسداد کے لئے قانون تو بناتے ہیں - لیکن ان کے لئے تربیت گاہیں اور فنی ادارے قائم کرنے کا سوال ہے - اور جو فنی ادارے بہت بلند و بالا دعاوی کے ساتھ قائم کئے جا رہے ہیں - ان میں داخلے کے لئے بڑی کڑی شرائط رکھی گئی ہیں - گداگروں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - کہ وہ وہاں جا کر داخلہ اور تربیت حاصل کریں تو یہ کام معمولی ہے - میں سمجھتا ہوں - کہ اگر ہم نے ان سے کوئی تغافل برتا - تو نہ صرف اس حکومت کے لئے آئیندہ مستقبل کا مورخ کوئی اچھے الفاظ نہیں لکھے گا - بلکہ اس معزز ایوان کو اچھی طرح سے ذمہ داریاں نہ نبھانے کا الزام بھی ہم پر عائید ہو گا -

آخر میں میں اس افرادی قوت کے سلسلے میں مختصراً یہ اشارہ کرنا چاہتا ہوں - کہ یہ ٹاؤن ڈیویلپمنٹ سکیموں کے سلسلے میں جو آبادیاں اس وقت مختلف شہروں میں حالات کے تقاضے کی وجہ سے قائم ہو چکی ہیں - ان کو وہاں سے اکھاڑنا جب تک اشد ضروری اور اس سے بہتر کوئی تجویز نہ ہو - میرے خیال میں ان لوگوں پر ظلم ہو گا -

مثال کے طور پر پچھلے ۱۷ سال سے کچی کی آبادی یعنی کچے ایریا کے نام سے ایک مشہور جگہ ہے لائلپور میں - وہاں لوگ اپنے خرچ پر آباد ہوئے ہیں - اب وہاں کے لوگوں کو شاپ سنٹر کے نام سے اٹھایا جا رہا ہے - مگر وہ شاپ سنٹر امیر آدمیوں کے لئے ہوگا حالانکہ وہاں پنتیس ہزار کی آبادی ہے - ایسی سکیم نہیں بنانی چاہئے جس سے لوگوں کو خواہ مخواہ تکلیف ہو اور ان کو پریشان اور خانہ برباد کیا جائے -

حاجی ملک پیر رحمان خان (ڈیرہ اسمعیل خان ایجنسی - ۲) (پشتو)۔جناب صدر - بجٹ پر جناب وزیر خزانہ نے جو کوشش کی ہے - اسکے متعلق میں کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں کرنا چاہتا - لیکن اتنا عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کی تیاری کے وقت ہر علاقے سے انصاف کرنے کی کوشش کی ہے - اس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں - اس کے ساتھ ساتھ میں اتنا عرض کروں گا کہ مغربی پاکستان میں غلے کی قلت ہے - جس کی وجہ سے ہمیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے - اور مجھے اس امر کا بھی افسوس ہے کہ ہماری حکومت غلہ درآمد کرکے بسر اوقات کر رہی ہے اس بارہ میں حکومت کو میرا یہ مشورہ ہے کہ بنجر اور غیرآباد علاقے جلد آباد کئے جائیں تاکہ یہ خوراک کی کمی پوری ہو جائے اور غلہ کے محاصلہ میں ہم خود کفیل ہو جائیں - اس کے علاوہ تعلیم کے متعلق میری یہ عرض ہے کہ ہمارا علاقہ تعلیمی لحاظ سے بہت پس ماندہ ہے آپ پسماندگی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ میں قوم کا نمائندہ بن کر یہاں آیا ہوں مگر میں اردو نہیں جانتا میں وزیر تعلیم کا مشکور ہوں کہ انہوں نے تعلیم کے متعلق کافی کوشش کی ہے - مگر اس کے ساتھ میں آپ سے پرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے غریب اور پسماندہ علاقہ کے طلباء کے وظائف زیادہ کئے جاویں - مختلف کالجوں میں داخلہ کے لئے کوٹہ زیادہ سے زیادہ مقرر کیا جاوے اور بیرونی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کوٹہ دیا جاوے - اور اس کے علاوہ میرے علاقہ میں پرائمری - مڈل اور ہائی سکولوں کی تعداد بڑھائی جاوے اور ان میں مذہبی تعلیم کا مناسب انتظام کیا جاوے - اب میں وزیر صحت کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ساؤتھ وزیرستان میں ہسپتالوں کی کمی ہے - اس طرف توجہ دی جاوے اور مناسب مقامات پر شفاخانے قائم کئے جاوے مشکور ہوں گا - اس کے بعد میں وزیر مواصلات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس علاقہ میں سڑکوں کی کافی کمی ہے - قبل ازیں بھی

ساؤتھ وزیرستان میں سڑک کا مطالبہ کر چکا ہوں اس بارہ میں اولین فرصت میں عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں ۔ آپ کو اچھی طرح سے علم ہے کہ قوموں کی ترقی کا دارو مدار تعلیم ۔ تجارت ۔ زمینوں کی آبادی اور کارخانوں پر ہوتا ہے مگر میری قوم ان چاروں چیزوں سے آزاد ہے ان میں سے کوئی چیز بھی وہاں موجود نہیں ہے اور یہ علاقہ تمام قبائل سے اتنا پسماندہ ہے جتنا دوسرے قبائل مغربی پاکستان کے دیگر علاقوں سے پسماندہ ہیں ۔

جناب صدر ۔ ہمیں بنگلوں ۔ موٹروں ۔ ٹھنڈے کمروں اعلیٰ فرنیچر اور کوٹ پتلون کی ضرورت نہیں ہے ہم آپ سے صرف سادہ کپڑے تن ڈھانپنے کے لئے اور دو وقت کا سادہ کھانا اس پیٹ کر بھرنے کے لئے چاہتے ہیں ۔ یاد رکھو کہ اس علاقہ کے عوام آپ کے بغیر تنخواہ کے سپاہی ہیں آخیر میں آپ سب سے استدعا کرتا ہوں کہ آئندہ پنج سالہ منصوبہ میں ہمارے علاقہ ساؤتھ وزیرستان ایجنسی کا خاص خیال کریں تاکہ یہ پسماندگی ختم ہو ۔

امیر حبیب اللہ خاں سعدی--- point of personal explanation
جناب صدر ۔ میں ان کے ساتھ جگہ تبدیل کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں جیسا کہ تجویز ہے کہ ہمیں سادا روٹی ملتی چاہئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ما می گویم

Mr. Speaker : This is no point of personal explanation.

سردار محمد اشرف خاں (پارلیمنٹری سیکرٹری)---جناب والا ۔ ملک میں ہر طبقہ یا ہر شعبہ کے لوگ بجٹ کے متعلق اپنے اپنے ماحول ۔ اپنی اپنی ضروریات ۔ اپنے اپنے مفادات کی روشنی میں اپنی رائے قائم کرتے

ہیں ۔ اگر کوئی صنعت کار ہے یا سرمایہ دار ہے تو وہ اپنا زاویہ نگاہ اور اپنا نظریہ قائم کر لے گا کہ اس بجٹ میں کس قدر مراعات دی گئیں ہیں ۔ یا کس قدر نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں ۔ اگر کوئی سیاست دان ہے تو وہ اپنے مفاد کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپنے مختلف زاویہ نگاہ سے پیش کرنے کی کوشش کرے گا ۔ لیکن اس ملک کا ایک اہم طبقہ جو ۸۵ فیصدی دیہاتی غریب عوام ۔ کسانوں مزدوروں اور کاشتکاروں پر مشتمل ہے بجٹ کے متعلق اس کے اپنے الگ احساسات ۔ خیالات اور جذبات موجود ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ وہ طبقہ ہے جو قیام پاکستان سے لے کر آج تک نظر انداز ہوتا رہا اور اقتصادی اور معاشی بدحالی کا شکار رہا ۔ کسی بھی سابقہ حکومت نے اس طبقہ کی مشکلات کا جائزہ نہیں لیا یا اسے عملی طور پر حل کرنے کی طرف کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ۔ وہ غریب عوام غربت و افلاس کا شکار ہے ۔ ان کی حالت بد سے بد تر ہوتی چلی گئی مگر کسی کو اس طرف توجہ دینے کی فرصت نہ ملی ۔ جناب والا ۔ سال رواں کا بجٹ اور بالخصوص ۶۵-۱۹۶۴ء کے بجٹ میں یہ پہلی دفعہ ہے کہ موجودہ حکومت نے ان ۸۵ فیصدی عوام کی مشکلات کو حل کرنے کی طرف عملی اور نہایت ٹھوس اقدام اٹھائے ہیں ۔ سال رواں کے بجٹ سے جو امیدیں ان کے دلوں میں پیدا ہوئی تھیں اس سال کے بجٹ نے ان میں نہ ہی صرف اضافہ بلکہ اعتماد اور یقین کی لہر دوڑا دی ہے ۔ جناب والا ۔ اس بنا پر یہ ۸۵ فیصدی غریب عوام بجا طور پر جناب صدر ۔ جناب گورنر اور موجودہ حکومت کو خراج عقیدت پیش کرنے میں حق بجانب ہیں ۔ جناب والا ۔ موجودہ حکومت کے اس عظیم کارنامے کی تکمیل میں اور رہنمائی میں اس معزز ایوان اور اس کے معزز اراکین کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے ۔ جناب والا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ بجٹ کے اجلاس میں اور اس کے علاوہ بھی اس ایوان کے معزز اراکین اور ہر خطہ کے ہر ممبر نے اپنے اپنے علاقہ کی مشکلات سے حکومت کو پوری طرح آگاہ کیا اور کوئی

بھی غفلت شعار افسر ان کی تنقید سے نہ بچ سکا ۔

جناب والا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ نہروں میں پانی کی کمی ۔ ٹیوب ویلوں کو بجلی کی فراہمی مختلف ہسپتالوں میں ادویات کی کمی ۔ سڑکوں کی ضروریات کے متعلق حکومت کی توجہ مبذول کرانے کی طرف اس اسمبلی کے معزز اراکین نے ہزاروں کی تعداد میں سوالات کئے اور ایڈجرنمنٹ موشن پیش کئے ۔ اس ایوان کی اس پہلو میں کارکردگی کا مقابلہ شائد ہی اس صوبہ کی کوئی سابقہ اسمبلی کر سکتی ہو لیکن جناب والا ۔ پرسوں جناب انصاری صاحب نے جب اسی معزز ایوان پر الزام لگایا کہ اس معزز ایوان نے سابقہ دو سالوں میں بیورو کریسی یا ایگزیکٹو کے کہنے پر کئی ایکٹ پاس کئے ہیں ۔ جناب والا ۔ یہ اس معزز ایوان پر بہت بڑا الزام ہے ۔ جناب والا ۔ جتنا وقت اس معزز ایوان نے قانون سازی کے کام پر دیا ہے اس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) جو بھی ایکٹ آرڈیننس کی صورت میں پاس ہوئے یا بلز کی صورت میں اس معزز ایوان میں پیش کیے گئے ان پر نہایت ہی تفصیل سے بحث ہوئی اور کئی ایک ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ صحت مندانہ تنقید کے بعد بل یا آرڈیننس واپس بھی لئے جاتے رہے ہیں ۔ اور بیورو کریسی بچاری تو ہمیشہ تنقید کا مرکز بنی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ جناب انصاری صاحب کی اس نکتہ چینی کو مدنظر رکھتے ہوئے مورخ اس کو توہین کا مجرم گردانیے سے باز نہیں رہے گا ۔ علاوہ ازیں انہوں نے فرمایا تھا کہ موجودہ حکومت اس بنا پر عوام سے اپنا رابطہ کھو چکی ہے اور عوام کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے ۔ اس ضمن میں صرف اتنی گذارش کروں گا کہ سابقہ ۱۹۶۲ء کے انتخابات جو بغیر کسی پارٹی کے ٹکٹ کے ہوئے تھے اور آزادانہ ہوئے تھے اور ان ۱۵۵ منتخب اراکین کی جو تعداد اس وقت حکومت کی نشستوں پر بیٹھی ہوئی ہے وہ جناب انصاری صاحب کی

نگاہ کے سامنے ہے ۔ علاوہ ازیں جو ضمنی انتخابات کے نتائج ہیں وہ ان کے سامنے ہیں ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) ابھی پرسوں کی ہی بات ہے کہ منٹگمری میں نیشنل اسمبلی کی خالی نشست کے نتائج میں حکومت کو نہایت ہی بھاری اکثریت سے کامیابی ہوئی ہے ۔ اور جناب انصاری صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے صوبائی وزراء ان کے سامنے تھے اور مرکزی وزراء اپنے بجٹ اجلاس میں مصروف تھے ۔ میرا خیال ہے ہمارے وزیر تعلیم جو ایک دن سے زیادہ وقت نہ دے سکے کوئی وزیر یا حکومت کا کوئی آدمی وہاں نہیں گیا ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت کو عوام کا بے پناہ اعتماد حاصل ہے جو اس سے پہلے کسی حکومت کو کبھی نصیب نہیں ہوا ۔

جناب والا ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس بجٹ میں دیہاتی غریب عوام کے لئے اچھی خاصی رقوم مہیا کی گئی ہے اس میں سے زیادہ حصہ زراعت کی ترقی کے لئے دینا مخصوص کیا گیا ہے علاوہ پی ۔ ایل ۴۸۰ میں بھی ۱۵ کروڑ فراہم کر کے حکومت نے حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے ۔ اس سے لوگوں میں جو جذبہ پیدا ہوا ہے اور اس حکومت کی کوششیں جو لوگوں کی مشکلات دور کرنے میں صرف کی جا رہی ہیں ایک صحت مند فضا پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہیں ۔

جناب والا ۔ یہ اس اسمبلی کا آخری بجٹ اجلاس ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ اپنی آئیندہ مشکلات اور مطالبات پیش کرنے سے قبل اس بات کا جائزہ لیں کہ موجودہ حکومت نے پچھلے دو سالوں میں ہمارے مطالبات جو ہم نے اس ایوان کے اندر یا اس ایوان سے باہر یا از خود ہماری مشکلات کو حل کرنے کے لئے کیا گیا ہے ۔ سب سے پہلے جناب والا ۔ میں اپنے علاقے کی حکومت کی کارروائی کا جائزہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ سب سے پہلے زراعت کے محکمہ کو لیں ۔ زراعت کی ترقی کے

لئے جناب گورنر صاحب نے از خود ہمارے علاقے میں جو ایک سطح ارتقا کا علاقہ ہے جس میں کٹی پھٹی زمینیں ہیں ۔ اس میں ندی نالے ہیں اور جس کی زمین تیزی سے خراب ہو رہی ہے اور جو مصیبت کسی صورت میں بھی سیم اور تھور سے کم نہیں ہے ۔

اس تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب گورنر صاحب نے ایک نہایت ہی جامع اور وسیع منصوبہ تیار کیا ہے ۔ جسے سون ویلی پروجیکٹ کہتے ہیں ۔ اس کے لئے سال رواں میں ایک کروڑ روپے کی رقم منظور کی گئی ہے ۔ اس سون ویلی پروجیکٹ کے حلقے میں تین مختلف اضلاع کی پانچ تحصیلیں ہیں ۔ جہاں اس منصوبے کی تکمیل کے بعد نہ صرف ان لوگوں کی مشکلات حل ہوں گی ۔ بلکہ زراعت کو بے پناہ ترقی ہو گی ۔ جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کی مالی اور معاشی حالت کافی حد تک بہتر ہو جائے گی ۔

علاوہ ازیں اس علاقے میں حکومت نے Small Dams Organisation قائم کر کے ایک نہایت ہی مستحسن قدم اٹھایا ہے ۔ جو لوگوں کی زرعی اراضیات کو بہتر بنانے کی طرف ایک نہایت ہی ٹھوس اور اہم قدم ہے ۔ میری constituency میں پچھلے سال کے دوران اس Small Dams Organisation نے جو سروے کیا ۔ اس میں انہوں نے ۳۹ sites ملاحظہ کیں جن میں سے ۱۳ sites آخری صورت میں Technical approve ہو چکی ہیں ۔ لہذا میں حکومت سے گذارش کروں گا ۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ۔ ان sites پر Small Dams جلد از جلد بنوانے کی کوشش کریں ۔

علاوہ ازیں A.D.C. نے پچھلے سال ضلع جہلم میں تقریباً دو ہزار ایکڑ زمین اپنے بلڈوزروں کے ذریعے اپنی ایک سکیم کے تحت ہموار کرائی ہے ۔ جس سے ان لوگوں کی بہت ہمت افزائی ہوئی ہے ۔ اور ان کو کافی حد تک فائدہ پہنچا ہے ۔

جہاں تک بجلی کا تعلق ہے ۔ میرے لئے یہ بات بھی باعث مسرت ہے کہ واپڈا نہایت تیزی سے وہاں لائینیں بچھا رہا ہے ۔ چنانچہ چکوال میں ایک سب سٹیشن قائم ہو چکا ہے ۔ اور پنڈ دادن خان کی تحصیل میں بھی عنقریب قائم ہونیوالا ہے ۔ لہذا ہم توقع رکھتے ہیں کہ وزیر بلدیات اس طرف مزید ذاتی توجہ دے کر ہمیں جلد از جلد بجلی فراہم کرنے کی کوشش کریں گے ۔

جہاں تک سڑکوں کا تعلق ہے ۔ دو اہم سڑکیں تو پہلے ہی حکومت کے منصوبے میں شامل تھیں جو اب زیر تکمیل ہیں ۔ یہ جہلم پنڈ دادن خان روڈ اور گوجرہ ۔ چک نزاہم روڈ ہیں ۔ جو تحصیل پنڈ دادن خان کی اقتصادی ترقی کے لئے نہایت ہی اہم حیثیت رکھتی ہیں ۔ میں جناب جنیجو صاحب کا ممنون ہوں جیساکہ راجہ غلام سرور خان صاحب نے ذکر کیا تھا کہ انہوں نے ذاتی توجہ دے کر اپنے عملے کو ہدایت کی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان دونوں سڑکوں کو مکمل کریں ۔

علاوہازیں میرے ضلع کی تمام تر اہم سڑکیں P L. 480 کے تحت آئندہ پنج سالہ منصوبے میں آ چکی ہیں ۔ اس سلسلے میں مجھے حکومت کی خدمت میں ایک نہایت ہی اہم گذارش کرنا ہے ۔ وہ یہ کہ ان منصوبوں کی تکمیل کے لئے روپے کی کمی تو کسی صورت میں بھی محسوس نہ کی جائیگی ۔ لیکن ایک سب سے بڑا اندیشہ جس سے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے ۔ یہ ہے کہ شاید مشینری کی کمی کی وجہ سے یہ منصوبہ جات پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں ۔ لہذا میں اس سلسلے میں گذارش کروں گا کہ Road Rollers اور دوسری مشینری جو سڑکوں کی تعمیر کے لئے استعمال کی جانا ضروری ہے جلد از جلد مہیا کر سکیں تو بہتر ہو گا ۔ کیونکہ اس امر کا قوی احتمال ہے کہ مشینری کی عدم موجودگی میں سڑکوں کی تکمیل میں تاخیر ہو جائے ۔

تعلیم کے سلسلے میں میں جناب وزیر تعلیم اور جناب گورنر صاحب کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے پچھلے دو سال میں دو ہائی سکول اور بوچھال کلاں میں ایک Higher Secondary School دیا ہے ۔

اس کے علاوہ چکوال میں ایک لڑکیوں کے کالج کا منصوبہ زیر تکمیل ہے ۔ نیز آئندہ سال کے بجٹ میں ایک مزید ہائی سکول قائم کرنے کا وعدہ جناب وزیر تعلیم اپنے حالیہ دورہ چکوال میں کر آئے ہیں ۔

میجر سلطان احمد خان۔۔۔جناب والا ۔ اگر معزز ممبر اس قسم کے واقعات اپنے حلقے میں جا کر لوگوں کو بتائیں ۔ تو بہتر ہو گا ۔ ہم تو ان سیاستوں سے واقف ہیں ۔

سردار محمد اشرف خان۔۔۔جناب والا ۔ مجھے یقین ہے کہ میری ان باتوں سے میجر صاحب کو بڑی تکلیف ہوئی ہے ۔ لیکن جیساکہ میں نے عرض کیا ہے ۔ پیشتر اس کے کہ ہم اپنے آئندہ مطالبات پیش کریں ۔ ہمارے لئے یہ لازم ہے کہ ہماری حکومت نے پچھلے دو سال میں ہمارے جو مطالبات پورے کئے ہوئے ہیں ۔ ان کا جائزہ لیں ۔

جناب والا ۔ ان سب باتوں کے باوجود ہمارے ایک دو نہایت اہم مطالبات ہیں جن کی طرف میں حکومت کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں ۔

ہمارا سب سے اہم مسئلہ پینے کے پانی کی کمی ہے ۔ تحصیل پنڈ دادن خان میرے نزدیک پاکستان کے ان چند خطوں میں سے ایک ہو گی جہاں پینے کے پانی کی انتہائی قلت ہے ۔ آپ یقین جانیئے کہ گرمی کے موسم میں جب بارش نہ ہو تو بیشتر دیہاتیوں کو دریا سے پانی لانے کے لئے میل ہا میل کا سفر طے کرنا پڑتا ہے ۔ لیکن سال رواں میں PL-480 کے تحت بہت سے دیہات کی اس کمی کو پورا کیا گیا ہے ۔ لیکن جو دیہات پانی سے بالکل محروم ہیں ۔ اور جہاں کنویں کھودے

نہیں جا سکتے ۔ یا جہاں پانی شور ہے ۔ وہاں کے لئے حکومت کو کوئی جامع منصوبہ بنانا پڑے گا ۔ کیونکہ یہ مسئلہ PL-480 کی رقوم سے سے حل نہیں ہو سکتا ۔

حاجی ملک پیر رحمان خان۔۔جناب میرا ایک point رہ گیا ہے ۔

مسٹر سپیکر۔۔I am sorry ۔ خان صاحب آپ تشریف رکھیں ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان خاکوانی (ملتان ۔ ۱)۔۔۔جناب والا ۔ ۱۹۶۴-۶۵ء کے میزانیے کے متعلق بہت سے معزز ممبران نے بڑے مزین الفاظ میں جناب وزیر خزانہ صاحب کو بالخصوص اور باقی وزراء کو بالعموم مبارکباد پیش کی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں بھی وہی الفاظ استعمال کروں تو یہ repetition ہو گی ۔ میرے خیال میں یہ ان کا فرض منصبی ہے ۔ کہ وہ صحیح ایمانداری سے بجٹ کی رقومات تقسیم کریں ۔ اور ان کا جائزہ لیں ۔ البتہ ایک عمل پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں ۔ یعنی یہ کہ جس چیز کو آپوزیشن نے ملک میں اچھالنے کی کوشش کی ۔ اس کو رد کرنے کے لئے انہوں نے بجٹ میں ٹھوس حقائق ظاہر کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک یونٹ کو صحیح معنوں میں مضبوط کرنے اور مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کے عوام کی تکالیف اور پسماندگی کو دور کرنے کے لئے بجٹ میں ترقیاتی فنڈز کی رقم اور دوسری جنرل رقم کو جس طرح سے صحیح تقسیم کیا ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ وہ ایمانداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ پسماندہ علاقوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کی جائے ۔ مغربی پاکستان کے صوبے کو استقلال بخشا جائے اور ایک یونٹ کو مستحکم اور مضبوط بنایا جائے ۔

اس میں کوئی شک نہیں ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میزانیہ کو دیکھنے کے بعد مخالفین کے ذہن ضرور مفلوج ہو چکے ہوں گے ۔ کیونکہ

اب ان کے پاس سوائے ایک Political Issue کے جو وہ بنا کر لوگوں اور عوام کو دھوکہ دینا چاہتے تھے ۔ اور کچھ بھی نہیں رہا ۔

جناب والا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انقلابی حکومت کے وقت سے لے کر آج تک میرے وہ معزز ممبران جو اپنے آپ کو آپوزیشن میں تصور کرتے ہیں ۔ وہ یہ فرماتے ہیں ۔ کہ ملک میں Democracy کا فقدان ہے ۔ اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی ملک میں Democracy کا فقدان ہے ۔ لیکن اس Democracy کا فقدان ہے جو اس مقولہ کے مطابق کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس ۔ پر پوری اترتی ہو ۔ کیونکہ راتوں رات Political بھیک مانگنے والے لکھ پتی ہو گئے ۔ اور جیب کتروں نے لوٹ کھسوٹ سے اپنی جیبیں بھر لیں ۔ اب وہ مجھے یہ بتائیں کہ اس Democracy میں بلیک مارکیٹ کتنی تھی ۔ سمگلنگ کتنی ہوتی تھی اور اس میں بڑے بڑے آدمیوں کا کتنا حصہ تھا ۔ روٹ پرمٹ کتنے جاری ہوتے تھے ۔ اور فارن ایکسچینج کتنا ملتا تھا ۔

خواجہ محمد صفدر—ان کا آج کے ساتھ مقابلہ کرتے جائیے ۔

وزیرزراعت—رونے کیوں لگ گئے ۔

نوبزادہ غلام قاسم خاں—پھر مربع جات کی تقسیم کس طرح ہوتی تھی ۔ اگر اس ملک کو ایسی جمہوریت چاہئے جس میں یہ سب کچھ ہو ۔ تو میں متفق ہوں کہ یہ وہ جمہوریت نہیں ۔ میں نے وہ دور بھی دیکھا ہے اور میں یہ دور بھی دیکھ رہا ہوں ۔ میں مانتا ہوں ۔ آپ جیسا کہتے ہیں کہ ہمارے آئین کی رو سے ہمارے حقوق و اختیارات سلب کر دئے گئے ہیں ۔ اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس وقت پہلے خوب کھایا اور خوب کھلایا ۔ مگر اب صرف اتنے اختیارات ہیں کہ اگر ہم ٹھوس تجاویز پیش کریں یا کوئی constructive

تجاویز پیش کریں صحیح تنقید کریں صحیح منصوبہ گورنمنٹ کے سامنے رکھیں پھر ہماری کوئی وقعت نہ ہو اور نالاں ہوں تو جائز ہے ۔ اور ہم حق بجانب ہیں ۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فعل ہم میں آ جائے تو ہماری گورنمنٹ اس سے بے بہرہ نہیں ۔ اور اس سے ہمیں پوری قوت ملے گی ۔

جناب والا ۔ یہ ٹھیک ہے کہ ذہنی طور پر ہمیں بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ پچھلے دور میں بھی ہم نے دیکھا اور اس دور میں جب ہم اپنے آپ کو بالکل نہتے پاتے ہیں اس بات سے یقیناً ذہنی طور پر تکلیف ہوتی ہے ۔ اور طاقت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے ۔ اگر ایک لحاظ سے دیکھا جائے طاقت کے بغیر ملک میں کتنی ترقی ہوئی ہے ۔ پچھلے دس سال میں آپ کی جمہوری حکومت میں جتنی ترقی ہوئی اب ۴ سال میں اس سے دگنی ترقی ہوئی ہے ۔ تو پھر ہمیں یہ قربانی دینی چاہئے کہ اس وقت ہم کو جتنے اختیارات حاصل ہیں اس پر ہی ہم قانع ہیں ۔

جناب والا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوام اور عوام کے نمائندوں کے پاس کوئی اختیارات نہیں ہیں ۔ وہ اختیارات نہیں جو ہم پہلے محسوس کرتے تھے ۔ مگر وہ اختیارات اور وہ کھانا اور کھلانا کچھ حد تک اگر ہے تو وہ ایڈمنسٹریشن میں چلا گیا ہے ۔ یہ میں سمجھتا ہوں اور صحیح سمجھتا ہوں کہ ایڈمنسٹریشن کے پاس اتنی پاورز نہیں ہیں اور ہر وقت انہی پاورز کے نشہ میں رہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں ۔ حالانکہ اگر دیکھیں تو یہ اسمبلی ملک کا بہت بڑا باوقار ایوان ہے ۔ اور اس کی عزت کو برقرار رکھنا ہے ۔ ہمارا فرض ہے ۔ مگر یہاں ہم نے بڑی عجیب سی بات محسوس کی ہے کہ جب ہمارے سپیکر صاحب ہاؤس میں تشریف لاتے ہیں تو ہم تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر آفیشل گیلری میں جو افسران بیٹھتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوتے ۔ مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے

اور افسوس ہوتا ہے ۔ ان کے دل میں اتنی قدر و منزلت ہونی چاہئے مانا کہ آئین میں ہمارے سپیکر صاحب کو ڈپٹی گورنر کے اختیارات نہیں ہیں لیکن جس طرح نیشنل اسمبلی کے قواعد کے مطابق سپیکر کو وائس پریذیڈنٹ کے اختیارات حاصل ہیں اور ان کی جو عزت ہے یہاں بھی ایسی ہونی چاہئے ۔ جب منسٹر صاحبان کھڑے ہو جاتے ہیں تو آفیشل گیلری کے افسران کیوں کھڑے نہیں ہوتے ۔

Mr. Speaker : This has nothing to do with the Budget.

Khawaja Muhammad Safdar : It is very necessary to keep the decorum of the House.

نوابزادہ غلام قاسم خان۔۔جناب والا ۔ میں تو اپنے احساسات پیش کر رہا ہوں اور دل کی بات ایمانداری کے ساتھ یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر۔۔شکریہ ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان۔۔جناب والا ۔ جہاں تک کرپشن کا تعلق ہے ۔ (پتہ نہیں ملک صاحب کی کتاب گم ہو گئی ہے یا نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں کہ اس پر عمل کرانے کی کوشش کی ہے یا نہیں) میری ایک تجویز ہے اور ممکن ہے افسران تو اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے ۔ اور اگر حکومت ان افسران کو شیلڈ کرتی ہے تو تجویز ٹھکرا دی جائے گی ۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں commissioner as chairman with D.C. & D.I.G. as members and 5 non-official member from the Public پر مشتمل ایک High Power Committee بنائی جائے اور جو بد دیانت ہوں اور رشوت لینے والے ہوں ان افسران کی جانچ پڑتال کرکے یا ان کے خلاف عوام کی شکایت سن کر وہ ہائی پاور کمشن گورنر صاحب کے پاس اپنی سفارش بھیجے اور کیبنٹ ان کے خلاف کارروائی کرے ۔ میں سمجھتا ہوں جب تک ایسا نہیں ہوگا کرپشن دور

نہیں ہو سکے گی ۔ مگر ایک شرط پر کہ وہ نان آفیشل لوگ جو گورنر صاحب نامزد کریں ان میں ہرگز کوئی پولیٹیکل آدمی نہ ہو ۔

خواجہ صاحب نے جو تقریر کی تھی ۔ میں یہاں موجود نہیں تھا اس لئے سن نہ سکا ۔ البتہ آج اخبارات میں پڑھی ہے ۔ اور میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ انہوں نے آپوزیشن کے فرائض بخوبی انجام دئے ہیں اور ہمارے سامنے وہ تصویر پیش کی ہے جس میں صرف حکومت کی کمزوریاں ہیں ۔ لیکن جس طرف حکومت نے بے پناہ ترقی کی ہے اس طرف اشارہ نہیں کیا اور وہ سب کچھ میرے لئے چھوڑ دیا ہے کہ میں اس کو پیش کروں ۔

جناب والا ۔ دوسرے ۵ سالہ پلین جس میں حکومت نے بے پناہ روپیہ زرعی معیشت کے لئے رکھا تھا اس کی figures سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری جو پہلی جمہوریت تھی جس نے دس سال میں زرعی معیشت میں جس تناسب سے ترقی کی اور انقلابی حکومت سے لے کر آج تک (کو آج تک کی figures موجود نہیں) ۔ ان چار سالوں کی ترقی سے اس دس ال کی ترقی کا مقابلہ کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کی تسلی ہو جائے گی اور انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ کہیں دوگنی ہے اور کہیں اڑھائی گنا ہے ۔

مسٹر حمزہ—آپ نے کتنا غلہ برآمد کیا ہے ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان—اب میں اس دس سال کے عرصہ اور ۴ سال کے عرصہ کی ترقیات کا موازنہ کروں گا ۔

گندم—۴۸-۱۹۴۷ء سے ۵۸-۱۹۵۷ء تک ۳۳ لاکھ ٹن سے ۳۶ لاکھ اور ۳۷ ہزار ٹن ہوئی ۔ جس میں تین لاکھ اور ۳۷ ہزار ٹن کا اضافہ ہوا ۔

۵۹-۱۹۵۸ء سے ۶۲-۱۹۶۱ء تک ۴۰ لاکھ ۲۵ ہزار ٹن گندم

اس حکومت کے زمانہ میں ہوئی جس میں تقریباً ۴ لاکھ ٹن اضافہ ہوا ۔ یعنی دس سال میں تین لاکھ اور ۳۶ ہزار ٹن اور چار سال میں ۴ لاکھ ٹن کا اضافہ ہوا ہے ۔

چاول—۴۸-۱۹۴۷ء میں ۶ لاکھ ۴۸ ہزار ٹن آتا تھا ۔

۵۸-۱۹۵۷ء میں ۸ لاکھ ۹۰ ہزار ٹن چاول تھا جس میں ۲ لاکھ ۴۲ ہزار ٹن کا اضافہ سابقہ حکومت نے کیا اور ہمارے ہاں ۱۹۵۸ء سے ۶۲-۱۹۶۱ء تک ۱۱ لاکھ ٹن چاول پیدا ہوا یعنی تین لاکھ کا اضافہ ہوا ۔

اسی طرح اگر آپ یہ total food grain لیں ۔ تو دس سال میں ۸ لاکھ ٹن پہلی حکومت نے اضافہ کیا اور موجودہ حکومت نے ۴ سال میں ۷ لاکھ ٹن کا اضافہ کیا ۔

اسی طرح اگر میں کاٹن کی پیداوار بتاؤں تو جناب ۱۱ لاکھ سے شروع ہو کر ۱۶ ۔ لاکھ تک پہنچ گئی ۔ اور ہم نے اسے ۴ ۔ سال میں ۱۶ ۔ سے ۲۳ ۔ لاکھ تک پہنچا دیا ہے ۔ تو جناب والا ۔ ان فیگرز کے سامنے اگر یہ سورج کے سامنے ہاتھ کھڑا کریں تو وہ روشنی کو نہیں روک سکتے حقائق کو نہیں چھپا سکتے ۔ پچھلی دفعہ خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ گو موجودہ حکومت نے پیداوار میں اضافہ کیا ہے مگر acreage میں اضافہ نہیں کیا وہ درست ہے خواجہ صاحب نے یہ فیگرز نہیں دیں کہ ہم نے نئے رقبے کتنے اس میں شامل کئے اور نئے رقبوں پر ہمیشہ نئے سالوں میں اوسط اتنی نہیں رہتی ۔

مسٹر سپیکر—صرف دو منٹ ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان خاکوانی—جناب میں نے عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ ٹائم دیا جائے میں اپنے علاقے کے متعلق بھی کچھ عرض کروں گا ۔

مسٹر سپیکر ـــنواب زادہ صاحب آپ کٹ موشن پر بول لیجئے گا ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان خاکوانی ـــجناب میں نے اپنے علاقائی مسائل کو تو ابھی چھیڑا ھی نہیں ھے ابھی میں جنرل بات کر رھا تھا میں ۵ ۔ منٹ لوں گا ۔ میں عرض کروں گا اس میں زرعی معیشت کا جو اضافہ ھوا ھے اس میں ھماری گورنمنٹ نے ھمارے کاشتکاروں کو کیا پھل دیا میں اس میں تفصیل سے نہیں جانا چاھتا ۔ جناب انہوں نے کاشتکاروں کی محنت کا جو پھل دیا ھے اس سے میں نالاں ھوں ۔ انہوں نے ۲۵ ۔ فیصدی مالیہ میں اضافہ کیا دوسرے سال میں ترقیاتی فنڈ میں اضافہ کیا پھر ساتھ ھی ساتھ ۱۰ ۔ فیصدی آبیانہ بڑھا دیا حالانکہ آبیانہ میں اضافہ کا ان کو کوئی حق نہیں ھے جب ان کو یہ پورا پانی نہیں دے سکتے ۔ جناب والا ۔ میرا خیال تھا کہ ڈیزل آئل پر انہوں نے جس طرح industrialists کو incentive دیا ھے اسی طرح کاشتکار اور زرعی معیشت بڑھانے والوں کو بھی ڈیزل آئل میں reduction ضرور کر دیں گے ۔ ڈیزل آئل کی یہ حالت ھے کہ ایک گیلن تیل ایک گھنٹے میں صرف ھوتا ھے اور تین گھنٹے ایک ایکڑ سیراب کرتا ھے ۔ ایک پانی ایک ایکڑ کو دینے کے لئے ھمیں تین گیلن چاھئے اور تین گیلن کے ڈھائی روپیہ گیلن کے حساب سے ۱۲ ۔ ۱۳ ۔ ایکڑ تک چلے جاتے ھیں اس سے ظاھر ھے کہ مرکزی حکومت اس ٹیکس سے کاشتکاروں کی کمر کو توڑنا چاھتی ھے میں پھر یہ کہنا چاھتا ھوں کہ ان سے کہا جائے کہ وہ کاشتکاروں کے لئے رعایت برتیں ۔

اب میں تھل کے متعلق تھوڑی سی گذارش کروں گا ۔ ۱۹۳۵ء میں صوبائی حکومت نے یہ قانون پاس کیا کہ تھل میں باھر کا کوئی شخص زمین نہیں خرید سکتا میں اس کو اس لئے کہنا چاھتا ھوں کہ غلام محمد بیراج کا betterment tax آرڈیننس جو تھا میں اس پر اس لئے نہیں بولا تھا کہ میں اپنے سندھی بھائیوں کے احساسات کو مجروح نہیں کرنا چاھتا

تھا ۔ اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا ذرا آپ موازنہ کیجئے ۔ تھل میں ایک قانون ۱۹۳۵ء میں پاس کر دیا گیا کہ کوئی شخص باہر سے اگر زمین نہیں خرید سکتا تو اس کی جو اوسط قیمت تھی وہ گر گئی اس کے بعد گورنمنٹ نے ۱۲ ۔ روپے سے ۲۰ روپے ۔ ایکڑ تک زمین خرید کی اب آپ اندازہ لگائیے کہ چار ایکڑ سے تین ایکڑ زمین گورنمنٹ نے لے لی اس کا ۶۰ ۔ روپیہ مالک کو دیا اور ایک ایکڑ زمین مالک سے کہا کہ تم لے لو اور اس ایکڑ پر ۶۰ ۔ روپے betterment ٹیکس لگا دیا تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ گورنمنٹ نے مفت زمین لے لی اور ان کو کوئی معاوضہ نہیں دیا اور اس ۶۰ ۔ روپے کے بعد ۶۵ ۔ روپے ڈولپمنٹ کا لگا دیا اور کہا کہ ۱۰ ۔ سال کے عرصے میں ہم مشین سے ان کے رقبے آباد کریں گے اور جو شخص آباد کرانا چاہے وہ بھی ادا کرے اور جو شخص آباد نہ کرانا چاہے وہ بھی ادا کرے وہ بھی منظور کر لیا اب حالت یہ ہے کہ وہاں پر ۱۰ ۔ سال گذر جانے کے بعد اب انہوں نے مشین withdraw کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ جو شخص چاہے وہ ۱۱۲ ۔ ایکڑ دے اور اپنا علاقہ develop کرائے میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان کے ساتھ یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے ۔ اس کے بعد تین پوائنٹ ایک کیوسک per thousand پانی لیتے تھے اب ان کا پانی withdraw کیا اور یہ اعلان کیا کہ رقبے غیرآباد پڑے ہیں پانی وافر آئے گا تو دیں گے جو رقبے uncommanded پڑے ہیں کہ معاوضہ میں ان کو ۱/۴ ملے تھے تو ان سے betterment ٹیکس لیں گے ۔ کاشتکار اس علاقہ میں شکر کی کاشت کرتے ہیں اگر ان کا پانی کم ہو گیا تو کاشت کم ہو جائے گی ۔

جناب والا ۔ اب میں علاقائی زبان کے متعلق عرض کروں گا کہ گورنمنٹ آف پاکستان نے قومی زبان کے باوجود علاقائی زبان کی ہر جگہ

ہمت افزائی کی ہے اس سلسلے میں جو بجٹ میں عطیات ہیں وہ یہ ہیں ۔

اردو اکیڈیمی لاہور کے لئے ۵ ۔ ہزار

پنجابی اکیڈیمی پنجاب کے لئے ۲۵ ۔ ہزار

سندھی ادبی بورڈ کے لئے ایک لاکھ

پشتون اکیڈیمی پشاور کے لئے ایک لاکھ

بلوچی اکیڈیمی کے لئے ۲۵ ۔ ہزار اس کے بعد شاہ عبداللطیف کلچرل سنٹر کے لئے ۱۵ ۔ ہزار اور ۳۵ ۔ ہزار ۔ اور مغربی پاکستان ادبی ترقی کے لئے دو لاکھ روپے رکھے گئے ہیں ۔ میں حیران ہوں کہ گورنمنٹ ملتانی زبان سے کیوں غافل ہے جسے ایک کروڑ آدمی بولتے ہیں اور جو پاکستان کا ۱/۵ ۔ حصہ ہے اور اگر اس کا رقبہ دیکھیں تو منٹگمری سے روہڑی جیکب آباد سکھر تک ملتان سے لورالائی تک پھر ملتان سے کارزار تک اور ملتان سے کوہاٹ بنوں تک اور ادھر سارا بہاولپور ڈویژن اور اس کے لئے ایک پائی بھی نہیں رکھی گئی ہے میں عرض کروں گا کہ اس کے لئے ایک لاکھ کا عطیہ ہونا چاہئے ۔

بیگم جہاں آرا شاہ نواز۔۔کیا یہ درست نہیں ہے کہ جب سکندر حیات وزیر اعظم تھے تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ ٹیکس ۳۰ ۔ سال میں لیا جائے گا کیا یہ درست نہیں ہے کہ اس فیصلے کو بدل دیا گیا اور کہا گیا کہ اسے اب ۱۰ ۔ سال میں ادا کرو تو کیا میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ کیبیٹ کا یہ فیصلہ تھا یا نہیں ۔

نوابزادہ غلام قاسم خان خاکوانی۔۔بیگم صاحبہ اس کا جواب تو ملک صاحب دیں گے ۔

چودھری محمد ابراہیم (سیالکوٹ۔۳)۔۔صاحب صدر ۔ میں سب سے پہلے اس معزز ایوان کی توجہ مملکت خدا داد پاکستان کے

دستور کے preamble کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں یہاں منجملہ دیگر باتوں کے اس طرح سے درج ہے ۔

And whereas it is the will of the people of Pakistan that:—

(a) the State should exercise its powers and authority through representatives chosen by the people ;

(b) the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, should be fully observed in Pakistan;

(c) the Muslims of Pakistan should be enabled, individually and collectively, to order their lives in accordance with the teachings and requirements of Islam ;

صاحب صدر۔ preamble کسی دستور کا درحقیقت وہ حصہ ہوتا ہے جسے ہم قانون کی روح کہہ سکتے ہیں جب کسی دستور میں کسی تعمیر کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کی جانب خاص طور پر رجوع کیا جاتا ہے ۔ اور ایوان کے ہر رکن نے اس کی وفاداری کا حلف اٹھایا ہے ۔ میں اس سلسلے میں وہ جو پہلی دو باتیں ہیں جہاں representation کیا گیا ہے اور freedom, tolerence and social justice کے خوبصورت نام جہاں آئے ہیں ۔ ان کی یہاں کیسی مٹی پلید کیگئی ہے اور میں صرف اس کے تیسرے حصہ کیطرف ایوان کی توجہ مبذول کراؤں گا ۔ کہ پاکستان کی آبادی کو صحیح معنوں میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے طریقہ کا انتظام کیا جائیگا ۔

صاحب صدر۔۔۔در حقیقت پاکستان کا وجود مرہون منت ہے ۔ اس مقصد کا کہ یہاں غیر منقسم ہندوستان میں وہ کچھ جو ممکن نہیں تھا ۔ وہ اس ریاست کے وجود سے ممکن ہو سکے ۔ اور مسلمان اپنے اس آبائی ورثے اور اسلام کے ان پاکیزہ اصولوں کے مطابق زندگی گذار سکے ۔ اور انفرادی اور اجتماعی طور پر ان ہی طریقوں پر زندگی گذار سکے ۔ جو کہ ہمیں اسلام نے بتائے ہیں ۔ اس کا وعدہ کہ مسلمانوں کو اس کے قابل بنایا جائیگا ۔ لیکن شومئی قسمت

سے وہ وعدہ آجتک وفا نہ ہوا ۔ اور نہ وفا ہوتا نظر آرہا ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ۔ کہ جن چیزوں کو اسلام شدید ترین اور ملعون ترین لعنت قرار دیتا ہے ۔ ان کے فروغ کے لئے پوری جدو جہد کی جاتی ہے ۔ اس قرطاس ابیض کی طرف توجہ کیجئے ۔ اس کے صفحہ نمبر ۱۱ سے ۲۲ تک صرف سود کا ہی ذکر ہے ۔ سودھی کا کاروبار ہے ۔ جنکے متعلق تفاصیل دی گئی ہیں ۔ اور یہ وہ لعنت ہے ۔ کہ جس کے متعلق قران حکیم فرماتا ہے ۔ یایھا الذین امنوا اتقو اللہ و ذروا مابعتی من الربوا ان کنتم مومنین ہ ,, تمہارے مومن ہونے کی علامت یہ ہے ۔ کہ اس چیز ۔۔۔ اس سود سے بالکل فارغ ہو جاؤ ۔ اس لعنت کے متعلق نہ صرف یہ بلکہ ''فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ ہ ،، اور اگر تم اس سے باز نہ آؤ گے ۔ تو اللہ اور رسول کیساتھ تمہیں جنگ کرنی پڑیگی ۔ یہ اتنی بڑی لعنت ہے ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ اس بجٹ کے ہر ہر صفحے پر اس کے بغیر اور کوئی ذکر ہی نہیں ہے ۔ صاحب صدر۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ وہ لعنت ہے ۔ جس کے لکھنے والا اور جسکے لئے گواہی دینے والا سب کے سب ہی مستوجب عذاب ہیں ۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ اس لعنت کو نہ صرف یہ کہ قائم رکھا گیا ہے ۔ بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا گیا ہے ۔ اور وہ اس کا جواز کیا دیتے ہیں ۔ کہ یہ بھی ایک قسم کی تجارت ہے ۔ اور اسکے بغیر ہمارا کاروبار نہیں چل سکتا ہے ۔ بالکل اسی طرح سے جسطرح سے کہ وہ لوگ جو پہلے قران حکیم کے مخاطب تھے ۔ وہ کہا کرتے تھے ۔ قالوآ انما البیع مثل الربوا ہ و ا حل اللہ البیع و حرمہ الربوٰ ؕ یہ سود اور تجارت دراصل ایک ہی قسم کی چیز ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالے نے

سود کو حرام قرار دیا تھا ۔ اور بیع اور تجارت کو حلال قرار دیا تھا ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی۔پوائنٹ آف آرڈر۔صدر گرامی۔ یہ جو compensatory الاؤنس اور روزانہ الاؤنس وصول کرتے ہیں ۔ آیا اس میں بھی سود کی رقم شامل ہے یا نہیں ۔

Mr. Speaker: That may be a question for Choudhry Muhammad Ibrahim and not a point of order.

چودھری محمد ابراھیم۔۔صاحب صدر۔کل خواجہ محمد صفدر نے سود در سود کو اپنی تقریر میں بالکل عیاں کر دیا تھا ۔ کہ یہ جو رقوم ہم باہر سے قرضے کے طور پر لے رہے ہیں ۔ ہمیں اس پر اپنی آمدنی سے ساڑھے سولہ فیصد سود ادا کرنا پڑتا ہے ۔ یہ کسقدر شرمناک بات ہے ۔ کہ وہ مسلمان ملک کہ جس نے اسلام کی وفاداری کا حلف اٹھا رکھا ہو ۔ وہ نہ صرف یہ کہ وہ اس وفاداری کے حلف کا تقاضا یہ سمجھے ۔ بلکہ ایک دانش مند اور دنیادار کی حیثیت سے دیکھے ۔ کہ جو قرضے ہم لے رہے ہیں ۔ اور ان پر سود ادا کر رہے ہیں ۔ در اصل وہ کسی دانشمند دنیادار کیلئے بھی زیبا نہیں ہے ۔ صاحب صدر۔در اصل جن قرضوں پر ہمیں سود ادا کرنا پڑتا ہے ۔ وہ قرضے ایک تو بیرونی مشیروں کی فیس کے طور پر چلے جاتے ہیں ۔ اور ان کی servicing پر چلے جاتے ہیں ۔ اور ایک عام آدمی کے لئے اور ان ترقیاتی کاروبار کیلئے بچ رہتا ہے ۔ وہ در اصل ان ٹیکسوں کا بھی جزو قلیل ہیں ۔ جو کہ وہ خود اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں ۔ لنکا جیسی چھوٹی سے ریاست جہاں ایک عورت وزیر اعظم ہے ۔ اگر وہ اپنا کاروبار بغیر سودی قرضوں کے چلا سکتی ہے ۔ تو میں نہیں سمجھتا ۔ کہ اگر پاکستان کے ان ارباب اختیار کے دماغوں میں

کوئی تھوڑی سی عقل اور سیاست ہو ۔ تو یہ اپنا کام بغیر سود کے کیوں نہیں چلا سکتے ہیں ۔

صاحب صدر۔دوسری لعنت شراب نوشی اور شراب کے کاروبار کی ہے ۔ میں آپ کی توجہ اس سلسلے میں explanatory memorandum جو پیش کیا گیا ہے ۔ اس کے صفحہ نمبر ۸ اور نمبر ۹ کی طرف دلاتا ہوں ۔ صاحب صدر۔اس میں آپ ذرا خیال کیجئے ۔ کہ

"چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد"۔

ایک بیہودگی کی جاتی ہے ۔ ایک لعنت کو یہاں پیش کیا جاتا ہے ۔ لیکن کن الفاظ میں ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ کہ

"Under this head the two chief sources of revenue are liquor and opium. In most of the areas of the West Pakistan, the consumption of liquor has been prohibited for the moral amelioration of the people with the result that huge revenue derived by the Goverment from the consumption of liquor particularly country liquor, has been lost. However, some revenue is still being derived from some non-prohibition areas and the consumption of liquor other than country liquor on medical grounds in areas of prohibition"

آپ ذرا ان اعداد و شمار کو دیکھئے ۔ جہاں prohibition کی گئی ہے ۔ اس کا یہ نتیجہ ہے ۔ کہ ۶۳-۶۲ء کے حسابات میں -/۶۴،۳۳،۰۰۰ روپے ان ٹیکسوں اور ڈیوٹی سے ان کو حاصل ہوئے ۔ ارر یہ رقم ۶۴ء میں بڑھکر -/۷۵،۳۴،۰۰۰ اس سال رواں میں ہو گئی ۔ اور آئندہ سال یہ یقیناً اور بھی بڑھکر زیادہ ہو جائیگی ۔ بہر حال ہم اس سے جو ڈیوٹی اور فیس وصول کر رہے ہیں ۔ یاد رکھئے ۔ کہ یہ پچھتر لاکھ روپے اس شراب کی قیمت نہیں ہے ۔ یہ تو صرف ڈیوٹی ہے ۔ جو صرف پانچ اور دس فیصد ہو گی ۔ آپ اندازہ کیجئے ۔ کہ در اصل اس شراب کی مقدار اور اس کی مالیت کتنی ہو گی ۔ جسکی کہ ڈیوٹی پچھتر لاکھ روپے ہے ۔ صاحب صدر۔پھر ذرا اس شراب سے جو ڈیوٹی حاصل ہوتی ہے ۔ یہ ڈیوٹی ولائتی شراب سے حاصل ہوتی ہے ۔ جو کہ ایک مخصوص طبقے سے وصول

کی جاتی ہے ۔ جو یقیناً تھوڑے سے لوگ ہیں ۔ یہ مقدار ایک کروڑ چون لاکھ بیالیس ہزار روپے ۶۳-۶۲ء میں تھی ۔ ایک کروڑ چون لاکھ اٹھہتر ہزار روپے سال رواں میں بڑھکر ہو گئی ۔ اور ظاہر ہے ۔ کہ اس سال اور بھی بڑھیگی ۔ اور جو غریب لوگوں کو پلائی جا رہی ہے ۔ اس کی ڈیوٹی علیحدہ ہے ۔ کیونکہ وہ تو اس اعلیٰ شراب کو خرید نہیں سکتے ۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ میرا مطلب صرف یہ ہے ۔ کہ میں ان لوگوں کی صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں ۔ کہ اگر اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے لوگوں کے لئے یہ انتظام کیا جا رہا ہے ۔ جس میں سود اس کثرت سے شامل ہے ۔ جس میں شراب کو اس قدر فروغ دیا جا رہا ہے ۔ جس میں لوگوں کے کاروبار کا ستیا ناس کیا جا رہا ہے ۔ وہ پاکدامن بیبیاں جو اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتی تھی ۔ اب انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر بازار میں لایا جا رہا ہے ۔ انہیں نیلامی کی منڈی میں فروخت کیا جا رہا ہے ۔ آپ اس کا یقین کیجئے ۔ کہ محکمے کے محکمے ایسے ہیں ۔ جن میں عورت کو صرف اسی لئے۔بدکاری کے لئے لیا جا رہا ہے ۔ اور اگر کوئی عصمت مآب اپنی عصمت کا تحفظ چاہتی ہے ۔ تو اسے یا تو وہ محکمہ چھوڑ دینے پو مجبور کیا جاتا ہے ۔ یا اسے اس طرح سے ستایا جاتا ہے ۔ میرے پاس ایسی مثالیں ہیں ۔ لیڈی ورکرز اور لیڈی سپروائزرز کے نام پر پوری بٹالین ہیں ۔ جو کہ اس کاروبار کے لئے اس حکومت کے خزانے سے تنخواہ پا رہی ہیں ۔ صرف سیالکوٹ کے ضلع میں اس پر -/۳۵'۰۰۰ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے ۔ یہ ہر ضلع میں ہو رہا ہے لیکن صرف سیالکوٹ کے اعداد و شمار میری نگاہ میں ہیں ۔ تو صاحب صدر جہاں یہ ہو رہا ہو ۔ فحاشی کے اڈے قائم کئے جا رہے ہوں ۔ ریڈیو

اور سینماؤں سے دن رات لوگوں کا کیرکٹر ستیاناس کرنے کے لئے ناچ گانے اور فحاشی کی تلقین کیجا رہی ہو تو میں ایک سوال اور سراپا سوال ہو کر پوچھتا ہوں کہ آخر یہ اسلام کے مطابق زندگی ہے یا کفر کے مطابق ۔ اس کی تعریف کر دیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کفر کی زندگی میں اور اسلام کی میں یہ فرق ہے ۔ تو صاحب صدر۔میری گذارش یہ ہے کہ اس بجٹ میں جو کار ہائے نمایاں کئے گئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں ۔ ابھی تک غدر کی پنشن ادا کر رہے ہیں جو انگریزوں نے ان کے لئے اپنی خدمات کے صلے میں مقرر کی تھیں اور آج تک ہم ادا کئے جا رہے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ آخر یہ کس لئے ہے اور کونسی خدمت کے صلے میں ہیں ۔ تو صاحب صدر میں اس سارے بیان کے بعد یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو اپنے ساتھ کچھ ہمدردی ہے اور اپنی نسلوں کے ساتھ ہمدردی ہے تو ڈسپلن اور قانون کا احترام پیدا کریں ۔ اس فرسودہ اور گندے قوانین کا ہی کیجئے جو آپ نے بنائے ہوئے ہیں ۔ مصیبت تو یہ ہے کہ جو قانون آپ بناتے ہیں سب سے بڑھ کر آپ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں ۔

میاں معراج الدین (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔۔جناب صدر۔میں یہ اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ شیخ مسعود صادق صاحب کو ان کی غیر حاضری میں فاضل اور ترقیاتی اور عوامی بھلائی کے لئے میزانیہ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا اس میزانیے میں خاص طور پر غیر ترقی یافتہ علاقوں کی زیادہ دیکھ بھال کے لئے رقم مخصوص کی گئی ہے اور ان کی ترقی کے لئے اس رفتار کو تیز تر کر دیا گیا ہے اور خاص

کر بہاولپور ریجن کے لئے ۲۷ فیصدی اور سابقہ سرحدی علاقے کے لئے موجودہ سال سے ۱۵ فیصدی زائد رقم رکھی گئی ہے - اس کے علاوہ جو دیگر غیر ترقی یافتہ علاقے ہیں ان کی طرف بھی دیکھ بھال کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے - جناب صدر آپ محکمہ تعلیم کی طرف توجہ فرمائیں تو اس پر تعلیم کیلئے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی دونوں منصوبوں کے لئے مجموعی طور پر ۴۲ کروڑ کی رقم مخصوص کیگئی ہے - اس میں سے ۱۴ کروڑ روپیہ کی رقم پرائمری تعلیم کے لئے مخصوص کی گئی ہے - اس میں سے ۳۰ مڈل سکولوں کو ہائی سکول کر دیا گیا ہے اور ۱۹۵۶ میں تین نئے مڈل سکول کھولے گئے ہیں اور اس کے علاوہ ۱۰ اعلے ثانوی سکولوں کا اجرا بھی اس میں شامل ہے - اس کے علاوہ ۱۹۶۱ میں ثانوی سکولوں میں صنعتی کورس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے - اور اس کو پورا کرنے کے لئے چار ہزار اور پانچ سو نئے اساتذہ رکھے جائیں گے جس سے بیروزگاری میں کمی واقع ہو گی اور نئی پود کے لئے تعلیم حاصل کرنے میں آسانی ہو گی - اسی طرح آپ محکمہ سیم اور تھور کیطرف دیکھیں تو ترقیاتی اور غیر ترقیاتی دونوں اخراجات کے لئے ۱۴ عشاریہ ۴۹ کروڑ روپے کی رقم مخصوص کی گئی ہے اور دیہی کاموں کے لئے دو لاکھ روپیہ کی رقم رکھی گئی ہے اس میں ہسپتالوں میں توسیع اور نئے ہسپتال اور نئے کالج اور ڈسپنسریاں وغیرہ بھی شامل ہیں - اسی طرح جناب والا ہمارا ملک زرعی ہے اس کی زراعت میں اور پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے میزانیے میں خاص طور پر جدید ترین آلات کو مہیا کرنے کی توجہ دی گئی ہے - جناب والا مارشل لا سے پہلے اس سیم اور تھور کی موذی مرض اس تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی اور زراعت کی

پیداوار میں خاص کمی ہوتی جا رہی تھی اور پھر بعض ایکسپرٹ حضرات کی رائے کے مطابق پانچ منٹوں میں اگر ۶۰ نفوس کا اضافہ ہوتا تھا تو اس وقفہ میں سیم اور تھور کی زد میں ایک ایکڑ زمین آتی تھی ۔ اب رچنا دوآب و دیگر ایسی پراجیکٹس کی وجہ سے سیم اور تھور کے مرض سے ہمیں خاص نجات حاصل ہو رہی ہے جیسا کہ سن ۶۰/۵۹ کے مقابلہ میں سن ۶۳/۶۲ میں گیارہ فیصدی پیداوار کا اضافہ ہوا اور اب پیداوار میں مزید اضافہ ہو رہا ہے ۔ پچھلے سال چند معزز ارکان نے یہ شکایت کی تھی کہ بعض جگہوں پر پینے کا پانی اور گندے پانی کی نکاس کا خاطر خواہ انتظام نہیں تو اس کا سد باب کرنے کے لئے حکومت نے اس میزانیے میں دو کروڑ ۳۶ لاکھ اور ۴۳ ہزار سات سو بیس روپے کی رقم مخصوص کی ہے ۔ لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ لاہور شہر کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملے گا ۔ تو اس سلسلے میں میں جناب وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پہلے یہ رقم ناکافی تھی ۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لاہور شہر کیطرف زیادہ توجہ دیں کیونکہ یہاں کی آبادی کے لحاظ سے بھی یہ رقم زیادہ ہونی چاہئیے ۔ اس کے بعد جناب والا ۔ رہائیشی مسئلے کا جو خاص پرابلم ہے اور وہ پرابلم بنتا جا رہا تھا اس کو دور کرنے کے لئے اس میزانیے میں ڈی ٹائپ کوارٹرز کے لئے رقم خاص کر مخصوص کی گئی ہے خاص کر ان شہروں میں لائیلپور ۔ جھنگ منٹگمری پنڈی ۔ گجرات ۔ بہاول پور ۔ رحیم یار خان ۔ لطیف آباد میر پور خاص اور ملتان جیسے شہروں میں ۔ یہ ڈی ٹائپ کوارٹرز بنائے جائیں گے ۔ تو جناب والا یہ ڈی ٹائپ کوارٹرز جب مکمل ہو جائیں گے تو رہائشی پرابلم میں خاص کمی ہو جائیگی ۔ جناب والا لاہور شہر کو بھی اس

میں فراموش نہیں کیا گیا ۔ اس لاھور ٹاؤن شپ سکیم پر ایک کروڑ اور ۶۴ لاکھ روپیہ ڈی ٹائپ کوارٹروں کے لئے ھے ۹ لاکھ اور ۴۷ ھزار کی رقم رکھی گئی ھے ۔ تو اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس رقم کو مین لاھور کے لئے مزید اضافہ کیجئے کیونکہ یہاں رھائش کا پرابلم خاصا اچھا چل رھا ھے ۔ اس کے علاوہ موجودہ بجٹ میں سروسز ھسپتال ۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج اور دماغی امراض کا شفاخانہ اور البرٹ وکٹر ھسپتال کو ایرکنڈیشن کرنے میں خاص توجہ دی گئی ھے اور میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ اس معاملے میں میرے حلقہ نیابت کو نظر انداز کیا گیا ھے جبکہ پچھلے سال بھی میں نے یہ گذارش کی تھی کہ باغبانپورہ اور شاھدرہ جو کہ میوھسپتال سے ۱۰/۱۵ میل کے فاصلے پر ھیں اور ھسپتال آنے کے لئے اس علاقے کے لوگوں کو خاص تکلیف ھوتی ھے تو اس وقت وزیر خزانہ اور وزیر صحت میرے ساتھ وھاں گئے تھے اور کہا تھا کہ اس کے متعلق ضرور غور کریں گے لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کس مجبوری کے تحت انہوں نے پھر اس کو نظر انداز کر دیا ۔ نہ صرف محکمہ صحت نے مجھے نظر انداز کیا اس معاملے میں بلکہ محکمہ تعلیم نے بھی میرے ساتھ لا پرواھی برتی ھے جبکہ میں نے پچھلے سال عرض کیا تھا کہ انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کے لئے زمین اور بلڈنگ کا انتظام کریں گے ۔ تو اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ زیادہ توجہ فرمائی جائے تا کہ اس علاقے میں جو کالج کھولے گئے ھیں ان کی بلڈنگ کے لئے خاطر خواہ انتظام ھو سکے ۔ اور اس کے بعد جناب والا شاھدرہ ٹاؤن کے لوگ ان کے پاس تقریباً ۴۵۰۰ کنال رقبہ زمین ھے اور وہ تعلیم کے محکمہ کو دینے کے لئے تیار ھیں کہ اس آبادی کے لئے سکول

یا کالج وغیرہ کھول کر اس آبادی کے بچوں کو مستفید کر سکیں ۔

اس سلسلہ میں میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ شاھدرہ ٹاؤن جو لاھور کے کالجوں اور سکولوں سے بارہ چودہ میل کے فاصلہ پر ھے ۔ وھاں کے بچے اور بچیاں صبح جب کالج اور سکولوں کو آتے ھیں آپ اندازہ لگائیں بسوں میں کس طرح بچے اور بچیاں پہنچتی ھوں گی ۔ میں عرض کروں گا ۔ جب وہ لوگ زمین دینے کے لئے تیار ھیں ۔ تو آپ اس معاملہ پر غور فرمائیں ۔

اس کے بعد جناب والا ۔ مجھے یہ بات کہتے ھوئے خوشی محسوس ھوتی ھے ۔ میرے حلقہ نیابت میں بہت سی ایسی سکیمیں اپنی مدد آپ کے تحت حل ھو چکی ھیں اور وھاں دو ڈسپنسریاں اپنی مدد آپ کے تحت چل رھی ھیں ۔ ان کا معائنہ جناب وزیر تعلیم صاحب اور جناب عبدالغفار پاشا صاحب نے بھی کیا ھے اور انھوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اس کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ امداد کریں گے ۔

وزیر تعلیم—وزیر صحت نے وعدہ کیا ھو گا ۔

میاں معراج الدین—آپ بھی تشریف لے گئے تھے ۔ میں نہیں کہہ سکتا آپ بھول گئے ھوں گے ۔ بہر حال ان حضرات نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ کہ اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کریں وہ اس معاملہ پر ضرور غور کریں ۔ جناب والا ۔ دو ڈسپنسریاں فدایان رسول ویلفیئر سوسائٹی وسن پورہ اور مصطفے ویلفیئر سوسائٹی فاروق گنج ھیں ان کا کام قابل فخر ھے ۔

جناب والا ۔ ان گذارشات کے ساتھ میں اس بجٹ کی تائید کرتا ھوں ۔

مسٹر حمزہ۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ۔ آج روزنامہ نوائے وقت لاھور نے ادارئیے میں الزام لگایا ھے ۔ کہ

قانون سازی اداروں میں ان میں سے ۹۰ فیصد نے لاھور کی ترجمانی خاموش تماشائی کی حیثیت سے کی ھے ۔ ظاھر ھے کہ گونگے بہرے ارکان اسمبلی لاھور جیسے شہر کے بہترین نمائندے نہیں ھو سکتے ۔

جناب میاں صاحب کی آج کی تقریر نے ثابت کر دیا ھے یہ الزام غلط ھے میں ان کو داد دیتا ھوں ۔

Mr. Speaker : This is no point of order.

میاں معراج الدین۔جناب والا ۔ میں حمزہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ھوں ۔ جو نوائے وقت نے الزام لگایا ھے میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کن کے متعلق لکھا ھے اور کن کے متعلق نہیں لکھا لیکن جہاں تک میرا تعلق ھے میں ھر سال اپنے حلقہ نیابت کے لئے جو بھی میرے خیال میں باتیں آتی ھیں میں ان کا تذکرہ اس معزز ایوان میں ضرور کرتا ھوں ۔ اب بھی انشاءُ اللہ کرتا رھوں گا ۔ دوسرے میاں محمد شریف صاحب ھیں وہ بھی کرتے ھیں ۔

بیگم جہاں آرا شاھنواز۔Point of personal explanation جناب والا ۔ مجھے آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنا ھے ۔ کہ ھم لوگوں کو جو تعلیم دی گئی وہ یہ ھے کہ جنرل ڈسکشن میں بیسک چیزیں لائی جائیں جب کٹ موشن آئیں ان میں اپنے علاقے کی جو تکالیف ھیں وہ لائی جائیں اسی basis پر ھم نے تقریریں کی ھیں یہ کاش وہ بات ادارئیے والے سمجھ سکتے ۔ میں ان کی خدمت میں یہ دست بستہ گذارش کرتی ھوں . . . . . .

Mr S. M. Sohail (Karachi - II) : Mr. Speaker, Sir, these days we are trying to appraise the Budget as a whole as distinguished from the Budget as applied to regional areas particular subjects and particular needs of certain localities.

Now, Sir, for the correct appraisal of the Budget it will be necessary to find out as to what are our basic problems which our Budget is calculated

to solve. If we look five years back and throw ourselves in 1957-58 we find that in the field of agriculture, West Pakistan which used to be called the granary of India had deteriorated to a position where it has itself to import grains from abroad. The reason was that whereas we were building more and more canals and trying to bring additional areas under cultivation a huge chunk of our land under cultivation was being struck by salinity and water-logging. This was something which was inherited from the past. I think when the canals were designed something should have been done at that time to foresee this. But this was not done. The cumulative effect in 1957-58 was that we became deficit in grains. Sir, it was a year and time of despondency. We were on the verge of famine. That was the position so far as agriculture was concerned.

In the field of industry, and foreign exchange we were in a similar difficult predicament. Our exchequer was on the verge of bankruptcy. We had almost no foreign exchange balances and, therefore, our trade with foreign countries was in a serious jeopardy. Our prestige abroad on account of our Governments changing every day was in a difficult and serious position and we did not enjoy any prestige abroad. That was another very serious problem.

Now, Sir, when we appraise our present Budget we have to see as to how we stand vis-a-vis these problems. Today we find that we have been able to find out a solution for salinity and water-logging. We applied ourselves seriously to this problem we have thought of tube-wells we have thought of other projects and it is certainly heartening to note that in the Rachna Doab area which was the worst affected area the water table has gone down to seven feet. This means we have turned the corner and if we go on progressing as we have been during these past years there is no reason why once again we may not assume the position which we occupied round about the time of partition,

In the field of agriculture Sir, we have made notable progress in all our products- cotton, wheat, suggar-cane, rice and the rest. To-day, Sir, when we look back we look back with satisfaction, when we look to the present we look with courage and when we look to the future we look forward with hope, as against what we found ourselves in 1957-58 when we were practically on the verge of a precipice, ready to tumble down any moment. Now, we are in a reassuring position and certainly this is a position of improvement. As against this we are told that we have brought about this development at huge cost for which we have to pay interest. We do have to pay interest for loans. All developing countries which want to develop their countries in a very short span of time have got to go for loans internally and externally and on those loans interest has to be paid. But the interest does not come out of the capital. The money which you have borrowed is earning—earning in the form of more production - and what you pay in interest is only a small part of what you earn from that money and, therefore, you do not have to pay interest from your pocket. Therefore, there is no force in this argument that we have to pay interest on the borrowings and, therefore, the development brought about by borrowings is no development at all. Development all over the world—wherever a developing country wants to develop quickly has got to be down by borrowing because the revenues of a country cannot be sufficient to bring about that accelerated Development which is the necessity of a back-ward and developing country.

Then, Sir, it is said that the fruit of that development should go to those to whom it should go. In the background of rising prices when the prices of cloth was high, when the prices of imported goods were high and when the prices of other consumer goods are high to whom the benefit of this produce should go? Should the price of the agricultural produce be kept down, meaning thereby that should the fruits of their efforts be taken away from the farmers and the zamindars, and should it be passed on to others? I think that will be the height of injustice. It is, therefore, just and fair that the fruits of development in the agricultural sector should be permitted to be enjoyed by the landlords, by the zamindars, by the haris, by the 'muzaraeen' till such time that we are able to bring about a total reduction in the overall prices, when of course it will be time, and proper time, to consider the question of bringing about a decrease in prices, a reduction in prices of agricultural droduce.

Then Sir it was said, and said with considerable force, that the amount of money that we are spending is not commensurate with the progress and development. That Sir is a very detailed question. I know it for a fact and all of you know also, that even in the construction of your house, if you want to do a thing, which is normally done in a year and you want to have it done in three weeks, you have to spend slightly more, but as an economist you know that the fact of your doing it earlier than the longer span of time is itself an economic proposition and it is useful. Small money overspent in trying to do a thing earlier is more than compensated by the time factor which you gain Therefore, I think there is not much substance in that agrument either.

In the field of industry, however, the position would be different. In the field of industry we have made considerable progress but find today that the benefit of that is not being given to the public at large, to the same measure, to the same extent as it should have been done. I would draw the attention of the Government to this aspect of the matter. It is a very just demand. Industry has now been given sixteen years of protection-they should have been given that protection, we have all praise for all those gentlemen who were very enterprising people and the best talent of the country who have applied themselves to the development of industry in our country, which was almost nil at the time of partition ; they are our heroes—but we now make a demand on these gentlemen for giving some benefit to the consumer, and if they are not going to concede this. I think the machinery of law will have to intervence to make them do that which is just and proper, namely that the fruits of industry should now go to the consumers and to the country at large, and not for the purpose of affording a few more multi-millionaires in the country.

Now Sir to come back to the field of agriculture because by and large in the field of provincial responsibility agriculture plays the most important part and by far is the biggest chunk of our responsibility, we have to reclaim the land which has gone out of cultivation, we have to make more lands available for cultivation and we have to raise the produce of the lands which are under cultivation These are the three ways in which we can improve it and I think in all these three ways our Government has done the very best, and I have no hesitation Sir in congratulating the Minister of Agriculture

and the Governor, Malik Amir Muhammad Khan, for the personal interest taken by him because this development is due mainly to their efforts.

Now Sir the span of time is short and I would like to make a suggestion regarding the proplem which appears to have escaped the attention of those who have been making the budget. That Sir is in the field of housing and settlement. Most of you Sir know that in all the big towns, most of whom are industrial towns, about 20 lakhs of people, who are mostly employed in industries, are living in huts, in nullahs, in drains, in sub-human conditions, huddled together in insanitary conditions, and these houses are the hot-bed of all social evils. I repeat myself by saying that these huts, I submit in respect, are the hot-beds of all social evils. We are bringing up criminals, juveniles, offenders, delinquents and all types of undesirables in these huts. Sir try to think people dwelling in these huts. Those who work for a day come back for the night and don't have three hours of sleep in the night. How can they go next morning and work, and work like normal men. They are a problem in industries; they are a problem in all the institutions in which they are working. Sir apart from the fact that there is a general tendency among the population to march from villages to towns for employment in industrial areas, there is a lag of a large number of people who were uprooted during the partition and who came over to Pakistan, and who have not yet been rehabilitated. Our efforts every year only go to make up for the additions made during the year. The result is that so far as the lag is concerned, we are left where we were before. I have tried to examine the resources of Government for the last two years and I have now come to the conclusion that a sum of Rs. 40 crores, is required for the housing of these houseless people, and it is difficult to find this money from the Government exchequer, from the Government budget. Year to year we go on spending five—ten crores each year but that would go to solve only the problem that has been created during the year. Therefore, the lag will be left where it is. I submit Sir that it is now time to think, to solve it and solve it once for all. I know that there is no dearth of goodwill. The question is where the money should come from, When you examine that Sir naturally you will have to think, and if you think about it you will certainly feel that the responsibility for housing these people should be primarily on those who are the persons who benefit by the labour, who take the best out of these people. Now we think it is our trade, our commerce, our industry, who are employing those people. Now Sir it is not too much to ask for 40 crores of rupees from the moneyed class of our country, not as a gift but either as shares in a company to be floated for that purpose or as a loan bearing 3% interest, refundable in 20 years' time. These people are mostly employed by them; they can very well realize the money by deducting it from their salaries. I think if this idea were to be given a shape, if this point were to be considered, some solution can certainly be found out. I had mooted this problem in the party and I hope this matter will come up before the party one day or the other. I invite the the country at large, the newspapers and the concerned departments, who are mostly responsible for finding out the solution to think if it can be solved in some way. Otherwise this problem will never be solved. This money has got to come from sources other than Government sources, other than government revenue; Government cannot possibly bear it. Sir, if a Housing Development Corporation or a Corporation by any other name is formed, whereby in the first place the industrialists and the other moneyed people of the country and all the rest zamindars, lawyers, bankers, combine and find out these 40 crores

of rupees by themselves. And if they do not do it, legislation should be brought about by which a yardstick should be fixed so that the person who holds a certain holding, a certain amount of money, should be made to lend or to contribute by shares to this corporation, and this money should be refundable in 20-30 years time, bearing 3% interest.

One house costs about Rs. 1,200 and there are 20 lakhs of these people, which will mean that roughly three lakh houses will have to be built. This will entail a cost of about 40 crores of rupees. In all humility I have to make this suggestion in the interest of the nation. It will remove a lot of load from administration of various crowded districts. The Police Administration and the judiciary will have less criminals and less delinquints and we will have more better and efficient workers who will certainly produce more for their employers when they are put in the proper employment sphere. I hope this will receive the consideration of the country at large.

One minute more before I finish. Education, Sir, is the department which builds the men who are to do all the mighty things for the country. The greater attention we pay to this department the better it is in the interest of the country at large. I find that last year the budget allocation for the Education Department was 8% of our total expenditure. This year it is 7%. I submit in respect that it should not have been so. The total allocation is certainly more than the last year. Last year it was 11 to 12 crores and this year it is 15 crores but the total budget for the next year is 200 crores while for the current year it was 150 crores. Therefore the percentage is less while the amount is more. I would submit in respect that the percentage of expenditure on education should be at least 15 to 20% because, as I said before who is going to do these mighty things for the development of the country. After all, your development, your progress, is necessary and who is going to do all this? These people, who had been educated before, they are getting old like me and our officers are also getting old. Now you require younger people to come in and in the next generation, unless you start bringing in more educated people, you cannot have more developments. I do not think it needs any argument. It is self-evident that the expenditure on education should keep pace with the general expenditure on development work. I was aggreived to find that this year instead of increasing the percentage on education they have decreased it by 1%.

That is all I have to say. Thank you.

مسٹر عبداللطیف خان (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔۔۔صاحب صدر - میں جناب والا کا ممنون ہوں - کہ مجھے بھی اس بجٹ پر بولنے کا موقع دیا گیا ہے -

جناب والا - سال ۶۵ - ۱۹۶۴ء کا بجٹ ایک فاضل اور جامع بجٹ ہے - جس کے لئے میں اپنے فاضل بھائی وزیر خزانہ کی خدمت میں جو

اس وقت یہاں نہیں ہیں اور اگر حاضر ہوتے تو مبارکباد پیش کرتا۔ ممکن ہے وہ لابیز میں میری باتیں سن رہے ہوں۔

عالی جاہ۔ اگر اس بجٹ کو پسماندہ علاقہ کا بجٹ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس میں پسماندہ علاقہ کے لئے کافی رقم مہیا کی گئی ہے اور اسے پسماندہ علاقہ کا بجٹ بھی کہا جا سکتا ہے۔ سرحدی قبائل بھی پسماندہ قبائل میں سے ہیں۔ ان کے لئے دوکروڑ ۳۳ لاکھ روپیہ کی رقم رکھی گئی ہے۔ جو کہ گذشتہ سال کے بجٹ سے ۱۱ لاکھ روپیہ زیادہ ہے۔

حزب مخالف کے چند معزز ممبران نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ ملک میں گرانی ہے اور لوگ فاقوں سے مر رہے ہیں۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ ملک میں سخت قحط آ چکا ہے۔ اس کے متعلق جہاں تک میں سمجھتا ہوں کوئی ایسی چیز نہیں۔ کسی قسم کی کوئی خاص گرانی نہیں۔ بلکہ تمام ضروری اشیاء باہم دیگر تناسب میں دستیاب ہوتی ہیں۔ مثلاً کپڑا۔ چینی اور چائے وغیرہ۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ اشیائے ضرورت کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ اس تناسب سے زمینداروں کے غلہ کی قیمت بھی بڑھ گئی ہے۔ اسی طرح سے ملازمین کی تنخواہیں مزدوروں کی اجرت سب میں اضافہ ہوا ہے اور لوگوں میں قوت خرید موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سال ۵۶ - ۱۹۵۵ء میں قیمتیں زیادہ نہیں تھیں لیکن ضروری اشیاء کا تو صرف نام تھا۔ اس وقت ضروری اشیاء کے لئے زیادہ بلکہ کئی گنا زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی تھی۔ موجودہ حکومت کے دوران میں یہ تکلیف بالکل نہیں۔ اور اب ہر شخص خود بازار میں جا کر اپنی ضرورت کے مطابق چیزیں حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو ترقی موجودہ حکومت کے وقت میں تعلیم۔ اقتصادی اور معاشی میدان میں ہوئی ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ خواہ حزب مخالف کے ممبران اس بات کو نہ مانیں کیونکہ وہ تو اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

جناب والا ۔ ایسے میں علاقہ قبائل کے متعلق کچھ عرض کروں گا ۔ میرے محترم دوست سعدی ، صاحب حزب اختلاف کے ممبر ھیں ۔ انہوں نے یہ فرمایا ھے کہ جو قوانین پاکستان میں رائج ھیں ان کی قبائلی علاقہ میں توسیع کی جائے ۔ میرا خیال ھے ان کی معلومات کی source خود غرض اشخاص اور اراضی شدہ disgruntteed لوگوں تک ھے ۔ اس کے برعکس میں خود علاقہ قبائل کا رھنے والا ھوں ۔ اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر جو کچھ عرض کر رھا ھوں وہ میرے ذاتی تاثرات ھوں گے ۔ میں اس علاقہ میں پولیٹیکل افسر کی حیثیت سے قرم ۔ نارتھ اور ساؤتھ وزیرستان خیبر ایجنسیز میں رہ چکا ھوں اور مالا کنڈ ایجنسی میرا وطن ھے ۔ اور میں تمام حالات کو اچھی طرح جانتا ھوں ۔ اور آپ نے صرف سنے ھیں ۔

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

میں جو کچھ عرض کر رھا ھوں میں خود دیکھ کر عرض کر رھا ھوں ۔ اور آپ سن کر کہہ رھے ھیں ۔

مسٹر حمزہ ۔۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے ذھن کے ساتھ ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری ۔۔ ایک قبائلی کی صورت سے ۔ جناب والا ۔ یہ علاقہ پاکستان کا بازوئے شمشیر زن ھے ان کی ترقی و فلاح و بہبود کے واسطے جتنی زیادہ توجہ دی جائے ۔ میرے خیال میں وہ کم ھے ان کی حالت خراب ھے اور وہ زیادہ توجہ کے محتاج ھیں ۔ قبائلی پاکستان کے ویسے ھی وفادار ھیں اور ویسے ھی شہری ھیں جس طرح کے settled district کے لوگ ھیں ۔ قبائلی پاکستان کی بقا و ناموس کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے جیسا کہ انہوں نے اس کا ثبوت کشمیر میں دے دیا ھے ۔ کشمیر میں ھزاروں کی تعداد میں قبائلی مجاھد موجود تھے اور انہوں نے جو کچھ کیا ھے وہ اظہر من الشمس ھے ۔

ہم کو اس امر کا اعتراف ہے کہ حکومت بھی ان کی ترقی کے واسطے خاص توجہ دے رہی ہے - اور خصوصاً گورنر مغربی پاکستان جناب ملک امیر محمد خان صاحب قبائلی علاقوں کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے . . . .

مسٹر حمزہ--کیا پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب کو تقریر پڑھنے کی اجازت ہے -

پارلیمنٹری سیکرٹری (خان ملنگ خان)--نہیں ان کے پاس یہ points لکھے ہوئے ہیں -

پارلیمنٹری سیکرٹری--آپ عینک لگا کر دیکھیں تب آپ کو پتہ لگے گا- قبائلی علاقوں میں اس وجہ سے اور بھی ترقی ہوئی ہے کہ انکو اپنے محبوب رہنما فیلڈ مارشل محمد ایوب خانکی قیادت پر مکمل اعتماد ہے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ پاکستان کے وقار کے واسطے اپنی ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں -

اب میں سعدی صاحب کے اس فرمان کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کے پاس معتبر ذرائع موجود ہیں کہ قبائلیوں کی یہ خواہش ہے کہ جو قوانین اس وقت پاکستان میں رائج ہیں ان کی توسیع قبائلی علاقوں تک کی جائے - اور settled district بنایا جائے - میں اپنے بھائی کی توجہ پاکستان کے کانسٹی ٹیوشن کی طرف مبذول کراؤں گا - کانسٹی ٹیوشن میں خاص پراویژن ہے کہ قبائل کو اس وقت اس علاقہ کے قوانین کے تحت لایا جائے گا - جب کہ وہاں پر عوام کی رائے معلوم ہو جائے اور مکمل تحقیقات کی جائے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سعدی صاحب کی یہ تجویز عوام کی خواہش ہے یا صرف چند بد دل اشخاص کی ہے -

امیر حبیب‌اللہ خان‌سعدی---معلوم کر لیں آپ ۔ یہ معلوم کرنے پر پتہ چلے گا ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری---ہاں البتہ اگر قبائلیوں کی حالت تعلیمی اقتصادی ہر ایک پہلو سے اس حد تک پہنچ جائے اور وہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ پاکستان کے قوانین اپنے آپ پر حاوی کریں تو وہ گورنمنٹ آف پاکستان سے عرض کریں گے کہ ان کو شامل کیا جائے لیکن موجودہ صورت میں وہ اپنے جرگہ سسٹم اور اپنے رواجات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں بہ نسبت آپ کے قوانین کے ۔

Mr. Speaker : One minute more.

پارلیمنٹری سیکرٹری---جناب والا ۔ اب میں اپنے علاقے کے متعلق کچھ معروضات پیش کروں گا ۔ اس چھوٹی سی ریاست میں گذشتہ چند سالوں میں جو ترقی ہوئی ہے بہت سے ہائی سکول کھل گئے ہیں اور کھولے جا رہے ہیں یہاں تک کہ میرا اندازہ ہے کہ کسی ہائی سکول کے طالب علم کو دو تین میل سے زیادہ نہیں جانا پڑتا سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے اور اس کے لئے جناب سعدی صاحب توجہ فرمائیں کہ پرائمری سے لے کر ڈگری کالج تک تعلیم مفت اور بغیر خرچ کے ہے میرے خیال میں اس کی مثال شاید کسی اور جگہ نہیں مل سکے گی ۔ آمد و رفت کے وسائل بہت بہتر ہیں اور بہتر کئے جارہے ہیں ۔ تجارت روز افزوں ترقی پر ہے البتہ ایک بات عرض کروں گا کہ جہاں تعمیری پروگرام میں ہر جگہ رفاہ عام کے واسطے توسیع کی گئی ہے لیکن سیمنٹ لوہا اور میٹیریل میں کمی ہے ۔ جو کوئٹہ ریاست سوات کو مل رہا ہے وہ اس ترقی کے پیش نظر بہت کم ہے اگر حکومت اس کمی کی طرف توجہ دے تو ریاست کے حالات اور بھی بہتر ہو جائیں گے ۔ میں اب اپنے محترم دوست سعدی صاحب اور حزب اختلاف کی اس نکتہ چینی کے بارے میں

عرض کروں گا ۔ جو انہوں نے اپنی تقریر ۱۰-۶-۶۴ء بسلسلہ بحث آرڈیننس مغربی پاکستان توسیع بہ کراچی کی تھی جناب سعدی صاحب نے فرمایا تھا کہ ریاست سوات میں زمرد اور سنگ مرمر کی بڑی اور بہت سی کانیں ہیں اور وہ فرد واحد کی ملکیت بنا دی گئی ہیں ۔ میرے محترم دوست کو جہاں تک میرا اندازہ ہے سوات کے متعلق حالات زیادہ نہیں معلوم ہیں ۔ اس لئے میں نے عرض کیا ہے کہ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' ۔ میں اس علاقے کا باشندہ ہوں اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ مصدق باتیں ہیں ۔ اور سعدی صاحب سے یہ بھی میں اگر عرض کروں تو غلط نہ ہو گا کہ جو کانیں سوات میں ہیں وہ فرد واحد کی ملکیت نہیں ہیں اور وہ قوم کی ملکیت ہیں ریاست کی ملکیت ہیں اور اس کی آمدنی قوم کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی ہے ۔

جناب سعدی صاحب نے اس سلسلے میں ایک اور انکشاف فرمایا ہے ۔

مسٹر حمزہ۔۔بجٹ کس کے سامنے پیش کیاجاتا ہے ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (خان ملنگ خان)۔۔ایڈوائزری کونسل کے سامنے ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (مسٹر عبداللطیف خان)۔۔اس کا جواب میں پھر دے دوں گا ۔ میں سوات کی ایڈوائزری کونسل کا سیکرٹری رہ چکا ہوں ۔ وہاں سالہا سال سے بجٹ تیار ہوتا ہے اور وہ حکمران سوات میجر جنرل جہاں زیب خان صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے ۔ ان کی ایڈوائزری کونسل میں ۲۵ ممبر ہوتے ہیں اس پر بحث ہوتی ہے اور وہاں پر ایسی مخالفت برائے مخالفت نہیں ہوتی نہ کی جاتی ہے ۔ جس طرح کہ جناب حمزہ یا جناب سعدی کرتے ہیں ۔ وہاں پر ایک دوسرے کے مشورے سے سوچ سمجھ کر متفقہ طور پر تجاویز پیش کی جاتی ہیں اور ان پر عمل کیا جاتا ہے ۔

جناب سعدی صاحب نے فرمایا ہے ۔ کہ سوات میں سالگرہ منائی جاتی ہے ۔ میں حیران ہوں کہ یہ ایک نیا انکشاف ہے ۔ بنیادی حقوق جس کے واسطے آپ آوازیں بلند کرتے ہیں ہر ایک شخص کو حق ہے کہ وہ اپنی سالگرہ منائے یا نہ منائے سوات پاکستان کا ایک جزو لاینفک ہے اور جو خوشیاں قومی پاکستان میں منائی جاتی ہیں وہ سوات میں بھی منائی جاتی ہیں اگر ایک شخص اپنی سالگرہ منائے گو کہ حکمران سوات ان باتوں سے مبرا ہیں وہ نہیں چاہتے لیکن اس سے قوم کی محبت اور عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے اگر سعدی صاحب چاہیں تو وہ بھی اپنی سالگرہ منا لیں اگر حمزہ صاحب چاہیں تو وہ بھی اپنی سالگرہ منا لیں اس کے لئے بنیادی حقوق موجود ہیں ۔ شکریہ

میر عبدالباقی بلوچ (مکران ۔ ۱) — جناب سپیکر ۔

ہم ضبط کے آداب سے واقف تو ہیں اظہر

مجبور نوا ہوتے ہیں پر سوز نفس سے

اس بار شیخ مسعود صادق صاحب کی نہ میں تقریر دلپذیر سن سکا اور نہ اس وقت ان کی باغ و بہار صورت سے لطف اندوز ہو سکا اور نہ ہی ان کا پیارا سا انداز دیکھ سکا ۔ لیکن زندان میں بھی ان کی تقریر اسی کروفر کے ساتھ آئی جس کروفر کے ساتھ انہوں نے یہاں پیش کی تھی اور اس کے لئے میں ان کے دوست جگری دوست جناب میمن صاحب کو مبارکباد دوں گا ۔ کہ انہوں نے اخبارات کو ایک ہی دھن میں گانے کی رسم سکھا دی ۔ جناب سپیکر مجھے ابھی یہ پانچواں دن ہے ۔ کہ جیل سے رہا ہوا ہوں اور اس رہائی کا سہرا پاکستان کی عظیم ترین عدالت سپریم کورٹ کے سر ہے ۔ (تالیاں) وہ کورٹ جسے پاکستان کے عوام کا پورا پورا اعتماد اس دور

میں بھی حاصل ہے ۔ (تالیاں) اور وہ کورٹ جس کے محترم ججوں کیلئے پاکستان کے عوام کے دلوں میں اب بھی پورا پورا احترام موجود ہے ۔ میں اس ایوان سے اس عظیم عدالت کو جھک کر سلام کرتا ہوں ۔

ان چند دنوں میں مجھے یہ موقع نہیں مل سکا کہ میں اپنے علاقے میں جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لوں اور پھر اس معزز ایوان کو وہ تمام باتیں بتاؤں جس کا فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے ۔ اور جن باتوں کے جاننے کا حق اس معزز ایوان کو حاصل ہوتا ہے ۔ لیکن اس عالم میں بھی جو کچھ مجھ تک پہنچ سکا ہے میں اسے اپنا دستوری فرض سمجھتا ہوں ۔ کہ اس ایوان کے معزز اراکین کو ان حالات سے آگاہ کروں اور میں سمجھتا ہوں کہ جناب سپیکر آپ اس میں میری مدد فرمائیں گے ۔ آج بلوچستان کے متعلق میں اس لئے آواز نہیں اٹھا رہا ہوں ۔ کہ میں بلوچستان سے ہوں بلکہ اگر میں لاہور سے بھی ہوتا ۔ صوبہ سرحد سے بھی ہوتا یا کسی اور علاقے سے بھی منتخب ہو کر آیا ہوتا تو آج میری تقریر بلوچستان پر ہی ہوتی ۔ اس کی وجہ ہے ۔ اور وہ وجہ یہ ہے ۔ کہ سارے پاکستان میں اگر ان دنوں کہیں ظلم و ستم ہو رہا ہے اور اگر کہیں ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھ رہی ہے تو وہ بلوچستان کے چند نفوس ہیں ۔ پانچ سات لاکھ انسان دس کروڑ کی آبادی میں سے ۔

جناب سپیکر ۔ آپ کو یاد ہو گا اور اس ایوان کو یاد ہو گا ۔ کہ فروری ۱۹۶۴ء میں جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان نے اپنی ماہانہ نشری تقریر میں قلات کا ذکر فرمایا تھا اور ذکر اس طرح فرمایا تھا کہ وہاں ڈیویلپمنٹس کے لئے لوگ مزاحمت کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہاں ہمیں انہیں کوئی سبق سکھانا ہو گا ۔ یہ نشری

تقریر اسلئے کی گئی کہ فروری کے آغاز میں سارونہ روڈ پر پولیس اور عوام میں ایک تصادم ہوا اور اس تصادم میں پولیس کے بارہ افسران اور سپاہی مارے گئے اور آٹھ زخمی ہوئے ۔ لیکن سوال یہ ہے ۔ کہ آخر کیوں یہ سب کچھ ہو رہا ہے ۔ ڈیویلپمنٹس عوام کیوں نہیں چاہتے ہیں ۔ کیا دنیا میں اسکی مثال موجود ہے ۔ کہ ڈیویلپمنٹس کے لئے پولیس جائے ۔ سڑکیں بنانا پولیس کا کام ہے یا انجینیئروں کا کام ہے ؟ میں نے آج تک کہیں بھی یہ نہیں سنا کہ ڈیویلپمنٹس کے لئے پولیس جاتی ہو ۔ لاہور میں بھی سڑکیں بن رہی ہیں صوبہ سرحد میں بھی سڑک بنتی ہے ۔ سندھ میں بھی سڑکیں بن رہی ہیں ۔ کیا کہیں پولیس کے ذریعے سڑکیں بنائی جاتی ہیں ۔ یا انجینیئروں کے ذریعے سڑکیں بنائی جاتی ہیں ؟ تو وہاں پولیس کی کیا ضرورت پیش آئی اور عوام نے اس ڈیویلپمنٹس کی مزاحمت کیوں کی ؟ جناب والا اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ قلات کے لوگ نہ صرف آجکل سے بلکہ ۵۸ء سے ظلم اور جبر کے خلاف نہ صرف آواز اٹھاتے ہیں بلکہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں ۔ اور آج تک وہ نہیں دبے ۔ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہماری حکومت سیاسی تدبر عقل اور مفاہمت سے کام لیتی ۔ لیکن ہماری حکومت کے ذہن میں غالباً یہ نشہ چڑھا ہوا ہے ۔ کہ طاقت سب سے بڑی تدبیر ہے حالانکہ اتنے عرصے میں وہ دیکھ چکے ہیں ۔ کہ طاقت وہاں پر کچھ نہیں کر سکتی ۔ جناب والا ۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ سارونہ روڈ جسے یہ ڈیویلپ کرنا چاہتے ہیں ۔ اس تمام علاقے میں اور اس تمام سڑک پر نہ کہیں آبادی ہے ۔ اور نہ کہیں پانی کا کوئی نشان ہے ۔ لیکن چونکہ اس علاقے کے خانہ بدوش لوگ سندھ جاتے ہیں اور وہاں سے مویشیوں کو لے کر انہیں راستوں سے واپس جھالاوان جاتے ہیں ۔ چنانچہ حکومت نے یہ سوچا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے ۔ اور ان کو رام کیا جائے ۔ خضدار سے بیلہ تک کی سڑک پہلے موجود ہے ۔ سارونہ

روڈ جو یہ اب بنانا چاہتے ہیں ۔ اس پہلی سڑک سے تقریباً پچاس میل لمبی ہو گی ۔ لیکن اس کا فائدہ صرف یہ ہے ۔ کہ اس سڑک کے بننے سے پندرہ ہزار مربع میل کا علاقہ جس میں ایک لاکھ نفوس بستے ہیں اس کے چاروں طرف ان کی پولیس اور فوج گھوم سکے ۔ انہوں نے اب یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر عوام طاقت سے نہیں جھکتے تو انکو بھوکا مارا جائے ۔ ان کا blockade کیا جائے اور blockade سڑک کے بغیر ممکن نہیں تو جناب یہ ہے اس ترقی کا پس منظر ۔ جس کا نام لے لے کر دنیا میں ہمیں بدنام کیا جا رہا ہے ۔ کہ ہم جاہل ہیں وحشی ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ ترقی کیا ہے ۔ اور ہم اس لئے حکومتوں کا مقابلہ کرتے ہیں کہ ہم ترقی نہیں چاہتے ۔ حالات بڑے تلخ ہو گئے ہیں ۔

اور میں نہایت افسوس کے ساتھ وہ حالات آج اس ایوان میں بتا رہا ہوں ۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو میں گرفتار ہوا ۔ اس سے قبل کے حالات سے میں واقف تھا لیکن نومبر ۱۹۶۳ء سے قلات ڈویژن میں حالات نے جس تیزی سے رخ بدلا ہے ۔ اس کا جواب شائد وہاں کی تاریخ میں نہیں ملے گا ۔ میں یہ کہوں گا کہ عوام خاموش بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اور حکومت خواہ مخواہ ان پر گولیاں برسا رہی ہے ۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ عوام حکومت کے خلاف کچھ نہیں کر رہے ہیں ۔ اور حکومت محض اپنی مستی کی وجہ سے ان پر بمباریاں کر رہی ہے بلکہ میں یہ کہوں گا ۔ کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے عوام میں اس حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہو چکی ہے ۔ اور اس نفرت کا اظہار دست بدستی لڑائی میں ہو رہا ہے ۔ بلوچستان فی الواقعہ الجزائر بن چکا ہے ۔ جناب والا ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے اجلاس میں جب میں موجود تھا اس ایوان میں تو میں نے کچھ تحاریک التوا پیش کی تھیں اور جس میں میں نے اس معزز ایوان کو بتایا تھا کہ مند پولیس سٹیشن اور تمپ

پولیس سٹیشن پر فائرنگ ہوئی تھی - آخر وہ فائرنگ کیوں ہوئی - اس کے بعد اور بھی کچھ پولیس سٹیشن تھے - مثلاً سیمان اور واہیر ان پر بھی فائرنگ ہوئی - لیکن نومبر کے بعد ۲۰ نومبر اور ۲۵ نومبر کے درمیان بڑی شدت کے ساتھ ان کے پولیس سٹیشنوں پر نہ صرف فائرنگ ہوئی بلکہ ان کے وائرلیس سیٹ توڑے گئے - ان کے سپاہیوں کو لاٹھیاں مار مار کر پولیس سٹیشنوں سے بھگا دیا گیا - ایک چوکی لک باران ہے دوسری چوکی ان کی وڈ گاؤن ہے تیسری وڈ تحصیل چوتھی ہارونہ پانچویں پورالی اور چھٹی کنراج یہ صرف ان چار پانچ دنوں میں ہوا انہوں نے یہاں چوکیوں سے پولیس والوں کو بھگایا اور ان کے وائرلیس سیٹ توڑ دیئے - آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟ ۵۸ء سے قبل بھی تو پاکستان تھا - ہم اپنی مرضی سے پاکستان میں شامل ہوئے تھے - آپ نے ہمیں فتح نہیں کیا تھا - اس وقت بھی حکومتوں میں غلطیاں ہوتی تھیں اور انہوں نے وہ غلطیاں کی تھیں - لیکن اس وقت کیوں عوام اس قدر مقابلے پر نہیں تلے ہوئے تھے - اور اب کیوں تلے ہوئے ہیں ؟ جناب ان حادثات کے بعد جو میں نے اس سے قبل اس حادثے کی اطلاع اس معزز ایوان کو دی کہ سارینا روڈ پر خوبینٹ کے مقام پر پولیس اور عوام کے مابین لڑائی ہوئی جس میں پولیس کے بہت سے جوان فوت ہوئے اور اس کے بعد حکومت نے دستور کی پروا نہ کرتے ہوئے خودسری سے لا اینڈ آرڈر کی گرتی ہوئی صورت کو سنبھالنے کے لئے فوج اور ہوائی جہازوں کی مدد لی -

دستور میں یہ حکم صریحاً موجود ہے -

حاجی عبدالمجید جتوئی—پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر - آپ کو عرض ہے کہ ملک قادر بخش صاحب اور دوسرے وزیر باہر چلے گئے ہیں - یہاں ون یونٹ کے فائدےوالی باتیں‌ہیں- وہ بھی یہاں آ کر بیٹھیں آپ ان کو بلائیں کہ وہ یہاں بیٹھیں - اور یہ بھی معلوم کریں کہ

ون یونٹ اور چھوٹے صوبوں والوں کے ساتھ کیا مصیبتیں ھیں - اور کیا ھو رھا ھے -

Mr. Speaker : This is no point of order.

وزیر امداد باھمی--ھم بھی یہاں آپ کی خدمت کے لئے موجود ھیں -

میر عبدالباقی بلوچ--جناب سپیکر - دستور کی دفعہ ۳۰ کی طرف میں اس معزز ایوان کی توجہ مبذول کراتا ھوں جس میں ایمرجنسی ڈیکلر کرنے کا طریقہ موجود ھے -

"(1) If the President is satisfied that a grave emergency exists :—

(a) In which Pakistan, or any part of Pakistan, is (or is in imminent danger of being) threatened by war or external aggression ; or

(b) In which the security or economic life of Pakistan is threatened by internal disturbances beyond the power of a Provincial Government to control.

The President may Issue a Proclamation of Emergency.

"(2) A Proclamation of Emergency shall, as soon as is practicable, be laid before the National Assembly."

x x x x x x x x x

"(6) The National Assembly shall have no power to disapprove of the Ordinance but if, before the Ordinance ceases to have effect, the National Assembly, by resolution, approves of the Ordinance, the Ordinance shall be deemed to have become an Act of the Central Legislature."

یہ وہ دستور کا طریقہ ھے جس کے خلاف کسی بھی صورت میں کسی بھی اتھارٹی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی علاقے میں ایمرجنسی proclaim کرے ماسوائے صدر کے اور اس کا بھی ایک طریقہ ھے اور اس کا اعلان کرنا پڑتا ھے - اس کی منظوری لی جاتی ھے - لیکن جناب والا - یہاں ایسا نہیں ھوا - قلات ڈویژن میں کمشنر کے دستخط سے ھوائی جہازوں کے ذریعے سے نوٹس پھینکے جاتے ھیں عوام پر ۲۰ فروری کو یہ نوٹس پھینکے جاتے ھیں - کہ ۲۳ فروری تک یعنی ۳ دنوں کے اندر اندر ۱۵ ھزار مربع میل کے علاقہ میں پھیلے ھوئے ایک لاکھ کی آبادی صرف پانچ مقامات پر آ کر جمع ھوں - اور اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو

فوج نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ۔ اور انہیں بھون کر رکھ دیا جائے گا اور چنانچہ انہوں نے بھوننا شروع کیا ۔ جناب کیو پہاڑی گاؤں عبدالرحمان کا نام و نشان بھی مجھے آپ دکھائیے ۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ سب سے پہلے اس علاقے پر بمباری ہوئی ۔ پاکستان کی فضائیہ نے بمباری کی ۔ ایک بچہ فوت ہوا ۔ ایک عورت مری اور ایک بوڑھا ۔ اس کے علاوہ ایک درجن عورتیں اور بچے انہوں نے زخمی کئے ۔ پھر جناب انارى بینٹ سینم کور پر انہوں نے اسی فروری میں بمباری کی ۔ دو بچے تین عورتیں اور ایک بوڑھا فوت ہوئے ۔ اور تقریباً ایک درجن لوگ زخمی ہوئے ۔ پھر جناب والا ۔ چھوٹی عید کے دن جب لوگ نماز کے لئے کھڑے تھے اور جس کا تذکرہ آپ نے نیشنل اسمبلی میں بھی سنا ہے ۔ اور جس کا تذکرہ ہمارے دشمن سیکورٹی کونسل میں بھی کرتے رہے ہیں ۔ چھاگلہ کی ۶ مئی کی تقریر میں بھی جس کا ذکر آیا ہے وہ یہ ہے کہ عید کے روز لوگ عید کی نماز کے لئے وہاں کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور آپ کے بمبار ان پر بمباری کرتے ہیں ۔ ۴۶ آدمی وہیں مر جاتے ہیں ۔ اور ایک سو کے قریب زخمی ہوتے ہیں ۔ یہ وادی کنراج کی بات تھی ۔

(Voices : Shame Shame)

جناب والا ۔ یہ وادی کنراچ کی بات تھی ۔ دو گاؤں نور دین انار اور دوسرا گاؤں عید محمد دونوں جلا دیئے گئے ۔ ۲۳ فروری کو سارونا پر ایک قافلے پر بمباری کی گئی جو سندھ سے جھالاوان جا رہا تھا ۔ اس میں کئی بے گناہ لوگوں کو انہوں نے ختم کیا ۔ جناب ۲۶ فروری کو درہ مولا میں ایک قافلے پر بمباری کی گئی ۔ یہ بھی قافلہ سندھ سے اپنے علاقے میں جا رہا تھا ۔ اس بمباری میں ۲۷ مرد ۱۹ عورتیں اور ۱۳ بچے ہلاک ہوئے ۔ اس کے بعد یہ نہیں کہ صرف یہ بچے اور یہ عورتیں وہاں مریں بلکہ انہوں نے

دو بریگیڈ فوج 8th ڈویژن سے جو کلیتاً U. S. ملٹری ایڈوائزری اسسٹنٹ گروپ نے کیل کانٹے سے لیس کی ہوئی ہے ۔ اس کو میجر جنرل ٹکہ خاں کی ذاتی کمانڈ میں کوئٹہ کی طرف سے اور کراچی کی طرف سے جھالاوان کے پہاڑوں میں بھیجا جاتا ہے ۔ لوگوں کا راشن ضبط کیا جاتا ہے ۔ بچوں کو عورتوں کو حکم دیا جاتا ہے ۔ کہ ہر شام کو آ کر اپنے کھانے کے مطابق تول کر لے جائیں ۔ اور مقصد ان کا یہ تھا کہ جو لوگ پہاڑوں میں مزاحمت کر رہے ہیں ۔ ان کو بھوکا مارا جائے ۔ اس سے بھی ان کا کچھ نہیں بنا ۔ اور قدرت بھی لوگوں کی مدد کرتی رہی ۔ چنانچہ آڑنجی پر ان کا ایک سیبرجٹ گولی کی نظر ہو گیا ۔ اور کنراج میں جا گرا ۔ دوسرا سیبرجٹ وڈ کے مقام پر گولی کی نظر ہوا ۔ تیسرا ہیلی کاپٹر فوج کا وہ بھی وڈ کے مقام پر گرا ۔ جناب آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا ۔ کہ فلائنگ آفیسر علی سردار نقوی کا چہلم ہو رہا ہے ۔ یہ بیچارا فلائنگ آفیسر سردار نقوی اسی سپرجٹ کا پائلٹ تھا ۔ لیکن اس کا کسی کو علم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے ۔ جناب والا ایک سیبرجٹ کی قیمت ۲۰ لاکھ ڈالر ہے ۔ یعنی تقریباً ایک کروڑ روپے ۔ اور آج بھی ہندوستان امریکہ سے یہ جہاز مانگ رہا ہے ۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں تین سکوڈرن سیبرجٹ دیئے جائیں ۔ جن کی قیمت کوئی ۱۵۰ ملین ڈالر ہے ۔ لیکن ہمارے سپوت انہیں سیبرجٹ کو اپنے عوام پر بمباری کر کے گرواتے ہیں ۔

اب جناب والا ۔ سوال یہ ہے ۔ کہ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے ۔ اس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے ؟ میں ان بیچارے وزراء پر نہیں ڈالوں گا ۔ اور نہ میں اپنی اس بیچاری حکومت پر ڈالوں گا ۔ مجھے خبر ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ہم نے قائد اعظم کی قیادت میں سامراجی طاقتوں

سے لڑ کر آزادی حاصل کی تھی ۔ اور مجھے یہ بھی خبر ہے کہ ۱۹۵۸ء کے بعد ہم نے ملک میں مارشل لاء لگا کر دوبارہ ملک سامراجی طاقتوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے قبل یہاں براہ راست حکومت کی جاتی تھی ۔ اور اب ۱۹۵۸ء کے بعد یہاں بالواسطہ حکومت کی جا رہی ہے ۔ اب سامراجی طاقتوں نے یہ طریقہ نکالا ہے ۔ کہ اس ملک سے نوکر شاہی کو ابھارا جائے فوج کو ابھارا جائے ۔ ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں ۔ ان کا نام اوپر کیا جائے ۔ اور انہیں کے نام سے عوام کو دبایا جائے ۔ عوام پر اپنا قبضہ رکھا جائے ۔ چنانچہ امریکہ بہادر انگریز کی جگہ اب ہم پر دوبارہ مسلط ہو چکا ہے ۔ کہتے یہ ہیں کہ ہماری معاشی اور اقتصادی ترقی ہو رہی ہے ۔ اور سب سے بڑی دلیل جو ہمارے امریکی آقاؤں نے ہماری حکومتوں کو اور ان کے بیچارے وزراء کو طوطے کی طرح رٹوائی ہے وہ یہ ہے کہ عوام ووٹ کا حق کیا کریں گے ؟ عوام کو تو ریشمی کپڑا چاہیئے ۔ ہم ملک کی ڈویلپمنٹ کیسے روکیں ؟ ٹھیک ہے آپ بے شک یہ کہیئے لیکن ہمیں بھی کچھ کہنے کا حق حاصل ہے ۔ میں یہ کہونگا ۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس حکومت کو انسانوں کی مثال دینے کی بجائے میں جانوروں کی مثال دوں ۔ اس لئے اس حکومت کو انسانوں سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ یہ جانوروں کی افزائش نسل کی طرف پوری توجہ دے رہی ہے ۔ جناب جانوروں میں دو جانور ایسے ہیں جو مختلف کردار رکھتے ہیں ۔ معاشی اعتبار سے کتا بہت زیادہ خوشحال ہے ۔ اور معاشی اعتبار سے شیر بہت زیادہ بد حال ہے ۔ شیر کو اپنی روٹی اپنا شکار خود مار کر کھانا پڑتا ہے ۔ اور بعض اوقات اسے شکار نہیں ملتا ۔ بھوکا رہتا ہے اور بھوکا بھی مرتا ہے ۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ شیر اور کتے کی زندگی میں کیا فرق ہے ؟ کتے کی معاشی حالت کیا اسے معزز بنا سکتی

ہے ؟ اور شیر کی بد حالی اسے ذلیل کر سکتی ہے ؟ تو جناب میں کہونگا کہ ہم شکم سیر غلام بننے کے لئے تیار نہیں (ہیئر - ہیئر) ہم بھوکے مریں گے - لیکن ہم آزاد رہیں گے - اور میں آج اس معزز ایوان کے اس پلیٹ فارم سے پاکستان کے دوسرے علاقوں کے عوام کو بلوچستان کے عوام کی طرف سے یہ پیغام دیتا ہوں کہ آپ اگر ایسی حکومتوں کو نہیں بدلیں گے اور غلام رہنا پسند کریں گے تو شوق سے کیجیئے ہم کبھی ایسا نہیں کریں گے (ہیئر - ہیئر)

Mr. Speaker : Two minutes more.

Minister of Food : You have given justification.

یہ بغاوت ہے -

میر عبدالباقی بلوچ — جی ہاں بغاوت ہم نے ظلم کے خلاف کی ہے اور کرینگے - (قطع کلامیاں)

وزیر مال - پتہ چل گیا ہے -

میر عبدالباقی بلوچ — ہاں ہاں - پہلے ہم نے کیوں بغاوت نہیں کی تھی ؟ ۱۹۴۷ء میں آپ نے ہمیں فتح کیا تھا - یا ہم خود آپ کے ساتھ شامل ہوئے تھے ؟ ہم اس لئے آپ کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے کہ آپ ہمیں امریکہ کی جیب میں ڈال دیں - ہم اس لئے آپ کے ساتھ شامل ہوئے تھے .....

Mr Speaker : Mr. Baqi should please address the chair.

میر عبدالباقی بلوچ — جناب سپیکر - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بلوچستان پاکستان کا اسی طرح ناقابل تقسیم حصہ ہے جس طرح اور حصے ہیں - اور اگر آج وہاں ہم ظلم کے خلاف لڑ رہے ہیں تو ہم صرف اپنے لئے نہیں لڑ رہے ہم آپ کے لئے ہی لڑ رہے ہیں اور ہم لڑیں گے - تو جناب میں اب آخر میں ذرا معاشی صورت حال کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں - (----- مداخلت)

Mr. Speaker : Only one minute more please.

میر عبدالباقی بلوچ — دوچار باتیں عرض کروں گا ۔

Mr. Speaker : Only one minute more.

Mir Abdul Baqi Baluch : Thank you then.

Mr. Ahmed Mian Soomro (Jacobabad - I) : Mr. Speaker Sir this is the budget of the country, which reflects the year to come; whether the budget shows a gloomy picture or whether it shows a bright picture. Sir the present budget, which has been presented by our Finance Minister, being a surplus budget is naturally welcome and the fact that it provides 210 crores of rupees for development expenditure gives a very bright picture of the year to come. This amount Sir has gone up considerably. The development expenditure in 959 60 was only 49 crores. In our revised estimate for the current year it is 149, crores against which we have 210 crores. This Sir gives a very welcome picture of the year to come. The main aspect, as far as this is concerned, is that although the Finance Minister has provided a very considerable sum of 210 crores, it will be well worth for Government to see that this amount is really spent. What we have been finding is that vast allocations are made in the budget under different heads but when the year is over, we find a lot of amount lapsing. This Sir is not fair to the country. When this legislature sanctions allocation, it is the duty of the executive to bring to book those persons who fail to utilize the allocation made by this hon'ble House.

(At this stage Mr. Deputy Speaker Syed Zafar Ali Shah took the Chair).

Sir the important factor in the year to come, and every year, is the general administration of the country. We must take an analysis of our general administration in this country. No doubt cries have always been raised about corruption. Corruption is an evil Sir that has been prevailing in all countries at all times. Nevertheless it must be the endeavour of every Government to reduce this as far as possible to the minimum possible. Corruption we find Sir not only in the administration but I am sorry to admit that even among us politicians We cannot absolve ourselves from corruption. The very start, namely our election, however much Government has been trying, the election authorities have been trying to remove corruption, we will be living in a fool's paradise, we will be closing our eyes to facts if we say that elections are free from corruption There is Sir. Votes are bought. We know in elections how the big industrialists, how the big zamindars got themselves elected. We admit this and unless we admit an evil we cannot find a remedy for it. Now therefore it is for us to find a remedy. Instead of paying and getting those votes, let us find remedy. How to fight it? Sir it is very well to bring the corruption cases of officers within the purview of the Criminal Law (Amendment) Act. I would advise the Government to equally review, to equally consider bringing those election offences within the schedule of the Criminal Law (Amendment) Act, and let them be tried by jirgas and let them get deterrent punishment so that this evil is eliminated. Sir even by just paying money the representatives of this august bodies can be elected; what a

dangerous thing it is. Sir this is a very dangerous evil which requires prompt and immediate attention of Government. Since our elections are coming, the Government would be well advised to include these election offences within the schedule of the Criminal Law (Amendment) Act, and if certain persons are tried for receiving money or paying money, this evil will be eliminated.

Sir as far as corruption cases of officers are concerned, no doubt this offence has been prescribed in the schedule of the Criminal Law (Amendment) Act, but Sir I am sorry to say that at least within the area of former Sind, so far as my enquiry revealed, only one case has been tried under the Criminal Law (Amendment) Act for corruption. Is it that corruption has stopped ; is it that the officers have become vigilant after the passage of the Criminal Law (Amendment) Act ? This Criminal Law (Amendment) Act was passed and the House was assured that this is with a view to try and eliminate corruption ; the ordinary law did not give proper punishment because it was difficult to prove. But Sir If they were the reason then why are the cases of Corruption not being tried by that law.

Sir in order to ensure proper administration it is necessary to have security of service. At present Sir we have, what is known as, Government Officer Further Usefulness of Service Rules or Act. Under this the officers, as you know, have to go through the process of screening after they have completed 25 years or at the age of 55 years to see whether they are fit for further service or not. Sir let it be made clear that no officer should feel himself indispensible. No one in this world indispensible. Everyone has to die and on the death of any body world is not going to come to an end. Under these rules officers are required to be screened. It is found that their records are being taken into consideration - I mean adverse remarks-which have not been communicated to them at all. Now Sir this is not fair. Under the rules the officers have the right to appeal if an adverse remark is given, which has been communicated to the officer concerned And several times those remarks are removed from his sheet, which proves that they were not justified. Therefore, Sir, where he has not had the opportunity of going through the process and being given a chance, to base his further continuance in service or otherwise on those remarks is most unfair to the officer. He must be given a certain sense of security ; he must be given sufficient salary if you want him not to be corrupt ; if you want him to work honestly. Unless you ensure these things for him, it will not be fair to expect that he will be doing his duty honestly.

Sir as far as the question of his further service after 25 years or 50 years is concerned, once he has been allowed to cross that limit he should not again be screened and he should be allowed to continue. It should be presumed that he is found fit continue further. If he has crossed 55 or he is in 57 or 58, it should be presumed that he was found fit for further service. There should not be a sense of insecurity that next year he might be removed.

Therefore, Sir, unless that sense of security is given to him the Administration can't improve. Another thing for good administration is proper experience Under our present system of administration the Districts and Divisions are the main sub-divisions, In the Divisions there

is the Divisional Commissioner and he is the "Bara Sahib". Fortunately he is an experienced person and is alright. When we go to the Districts, the pivot of administration there is the Deputy Commissioner so much so that even the technical hands in the District get their reports from the Deputy Commissioner and, in a way, are subordinate to him. This Deputy Commissioner should be a person right enough to hold such an important job. Government should see to it that no person is appointed as Deputy Commissioner or District Magistrate unless he has got at least 10 years' service to his credit. It is very important. What we find is that after three or four years he is put incharge of a District He cannot command the respect which a Deputy Commissioner or District Magistrate is expected to command. It is all very well just to put him in chair, it is all very well to say that because I am a C.S.P. I am entitled after three years to get a District but for the sake of experience they would be well-advised to realise in their training that this is a Welfare State and not a Police State. They, as incharge of their districts, are there to serve the districts and not to rule the district. This is a very important factor which requires the change of mind that they are there to serve and not to rule. The days of the rulers are gone and sooner it is realized the better it is. We find in those districts, where we have experienced officers, that they are running very well but in the district where an officer with hardly few years experience comes, it is the 'Sarishta Dar' who runs the district. It is he who gets everything done. If any one wants to get anything done, the public has to approach the Sarishta Dar and the Reader. Sahib does not know anything. The Sahib only knows how to take his tennis racket and play in the club in the evening, and, he does not know what the administration is Therefore, the Government would be well advised to place incharge of Districts those officers whom they feel sufficiently mature and experienced to be able to command respect of all the departments that are prevailing in the Districts. Therefore, unless this general administration, upon which the entire country depends, is improved we cannot expect much improvement. Government, on its part, have given instructions and they are doing their best They have asked all officers to tour the rural areas and to get in contact with the masses so that the people can come and place their grievences before them. This is really a welcome step.

As far as the sphere of other developments is concerned, in the rural works we find that this programme, which has been initiated this year, has proved very successful The people are now able to get their local works done well but in this case also some time we find lot of false propaganda, particularly in the self-help basis. There are lot of works done on self-help basis no doubt but certain times we find exaggerated propaganda. I know of one propaganda having come even on the radio that such and such village on self-help basis had done water supply scheme. On inquiry it was found that one person had built a water tank on his house and it was being called water supply scheme. This is not right, Sir.

Mr. Senior Deputy Speaker : Fifteen minutes are over.

Mr. Ahmed Mian Soomro : Only two minutes more, Sir.

The Budget is welcome as far as the agricultural sphere is concerned. Sir, in mechanization of agriculture we find that Rs. 7.2 crores have been provided this year as against 1.4 crores provided last year for mechanized

agriculture. This is very welcome step which the Government has taken this year is, no doubt, due to the efforts of our Agriculture Minister that they have subsidized fertilizers. This has gone a long way to help the agriculturists. This step r ally deserves all credit and I, on behalf of this House, congratulate the Agriculture Minister for this step.

In Education also we find rupees seven crores extra this year than we had in our revised estimates. I would request the Education Minister to kindly look to the question of double shifts. He knows what difficulties the public are experiencing in getting admission for their children Those who want to get education must be provided with facilities. I know he is putting in his efforts but it requires Herculian effort and he should think of putting in double shifts

One important fact I would like to bring to the notice of the Revenue Minister because it mainly concerns his department although it has been Initiated by the Communication Department. Recently, we have read in the papers about the rice areas being banned on half a mile each side of certain roads I would request the Minister to kindly look into it because in an area of one square mile there are about 640 acres. He can well realise the cost of maintenance on one mile of road is how much but the loss of revenue itself in one square mile there is nothing else which could be grown is more than what they will spend on the maintenance of one mile of road, apart from the fact that thousands and lakhs of miles would go out of cultivation. There the zamindars would suffer and those tenants would suffer and mainly the country would suffer and the good efforts put in by the Government for increasing our food grains would get a great set-back. Therefore, this remedy is worse than the malady itself. That amount which they would be losing on the maintenance of those roads and giving little more, those roads could be well maintained rather than stopping the cultivation on half a mile. I would, therefore, request the Revenue Minister to kindly look into this side.

The Minister of Food knows about the rice policy of last year. He, from time to time, put in his best efforts to get money because the Provincial Government is really an agent of the Central Government. Monopoly Procurement S heme for rice was started. There was no money available and the Government from time to time have moved the Central Government. It was again with his efforts, when they had reached the target, that he got the movement made free with the result that the prices went up and the agriculturist benefitted. I would request him that since money is not available from time to time, the Government should move the Central Government to abolish the monopoly procurement system of rice and allow free trade as he has allowed free trade and has benefitted this country and the agriculturist. He would kindly take up this matter with the Central Government and just fix up the lower price for rice and allow free trade in the case of Kangni and Joshi rice.

As far as nationalization of transport is concerned, it is only in the former area of Sind where monopoly transport exists by Government. Where the transport has been nationalised no private operators are allowed. It is not so in the former Punjab and N.W.F.P. Since it is proposed to unify the system, this benefit should also be given to the area of former

Sind. Wherever the Government wishes to come on the route it has the right to do so but as in the case of other parts of the Province it should not monopolise those routes. It should also allow the private operators and the competition would naturally improve matters.

With these few words I resume my seat.

مسٹر محمد ابرہیم برق (مظفر گڑھ - ۱)۔۔۔صدر محترم - /میں جناب وزیر خزانہ کو انکے میزانیہ ۶۴ - ۶۵ کے پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ میری مبارکباد حسب رواج مبارکباد نہیں ہے بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی مبارکباد ہے - جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس دور میں جو کچھ مانگا تھا اس کا ۹۹ - فیصدی مل چکا ہے -

عالیجاہ - ایک وقت تھا کہ جب ہمارے یہاں کوئی بڑا افسر جاتا تھا یا صوبے کا بڑا نمائندہ تشریف لے جاتا تھا تو ہم لوگ اس علاقے کو بد نصیب علاقہ قرار دیا کرتے تھے کہ یہاں سڑکیں نہیں ہیں یہاں تعلیم نہیں ہے یہاں کالج نہیں ہے اور ہمارے یہاں ہسپتال نہیں ہیں غرض کہ جو جو چیزیں ہو سکتی ہیں وہ یہاں نہیں تھیں لیکن آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں ہمارے پاس کالج بھی ہیں سڑکیں بھی ہیں بجلی بھی ہے ریل بھی آنے والی ہے جس کا ذکر ریلوے بجٹ میں ہو چکا ہے ہمیں نئے سال کے اندر ٹرین بھی مل جائے گی -

عالیجاہ - میں جناب ملک صاحب کی توجہ دلاتا ہوں کہ ایک سیمینار بہاولپور و ملتان ڈویژن کی روئداد ۲۲ - ستمبر سے ۲۵ - ستمبر تک ضلع ڈیرہ غازی خاں میں منصوبہ بندی کے متعلق چیف انجینئر بہاولپور نے اعلان کیا تھا کہ ایک کروڑ کی رقم ٹیوب ویل سکیم کے تحت رکھی گئی ہے - ٹیوب ویل لگ جانے سے زیر زمین پانی کا لیول بھی نیچا رہے گا لہذا آبپاشی کے لئے پورے بارہ مہینے پانی ملتا رہے گا - ضلع مظفر گڑھ میں بھی اس قسم کی توسیع زیر غور ہے - چندبھان اور کھلوان نامی راجباہوں کی توسیع کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے گی -

عالیجاہ یہ سکیم مکمل طریقہ عمل درآمد کے لئے بنائی گئی تھی - پہلے گورنمنٹ کے پاس ایک لاکھ کے مطالبے کے ساتھ یہ سکیم بھیجی گئی لیکن افسوس ہے کہ اس سکیم کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا بلکہ سننے میں آیا ہے کہ اس سکیم کو ختم کر دیا گیا ہے صرف یہ کیا گیا ہے کہ موگوں کے ذریعہ زیادہ پانی پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا -

عالیجاہ - ہمارے یہاں پہلے کالج ۵۲ - میل دور تھا اور اب چند میل کے فاصلے پر کالج کھول دیا گیا ہے اور arts کالج جاری ہے - میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گا کہ arts میں لوگوں کو اب کشش نہیں رہی میں ان کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ برائے مہربانی وہ اس سال سائنس کالجز کھولیں تاکہ لڑکوں کو سائنس کی تعلیم دی جا سکے میں ان کی مزید اطلاع کے لئے گذارش کرتا ہوں کہ اس سال ہماری کوششوں سے وہاں کالج میں ۱۳ - لڑکیاں بھی تعلیم پائیں گی میں نے اپنی کوٹھی دے دی ہے اور اس میں ان کے لئے پردے کا انتظام ہے -

عالیجاہ - جہاں تک بجٹ سمجھنے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ سمجھنے کے لئے ایک خاصا دماغ ہونا چاہئے آج سے چند سال قبل بجٹ کو سمجھنے کے لئے بہت کم لوگ تھے کہ جو بجٹ کو سمجھتے کہ بجٹ کیا ہے - بنیادی جمہوریت کے حضرات کو بجٹ سمجھنے کی کافی مہارت ہو گئی ہے اور وہ بجٹ سمجھنے کے قابل ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یونین کونسل کے بجٹ یونین کونسل خود تیار کرتی ہے اور ان لوگوں میں کافی مہارت آ چکی ہے کہ وہ اپنا میزانیہ بنا سکیں - جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس کے اوپر بہت سوچ سمجھ کر تقریر کر رہا ہوں -

عالیجاہ - اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی گذارش ہے کہ ہمارا پرانا مطالبہ

ٹیکسٹائل مل اور ٹیکسٹائل انڈسٹریز کے متعلق تھا اور ہمیں بہت توقع تھی کہ اس بجٹ میں گنجائش رکھی جائے گی - جو پسماندگی ٹیکسٹائل مل کھولنے اور شوگر مل کھولنے سے دور ہو سکتی ہے وہ کالج کھولنے سے یا بجلی آنے سے یا سڑکیں بنانے سے دور نہیں ہو سکتی یہاں کی پسماندگی اس وقت تک دور نہیں ہوگی جب تک لوگوں کی بھوک دور نہیں ہوگی اور بھوک اسی حالت میں دور ہو سکتی ہے جب کہ یہاں چھوٹی انڈسٹری نہیں بلکہ بڑی انڈسٹری نہ لگائی جائے - بڑے بڑے شہروں میں تو بہت بڑی بڑی انڈسٹریاں موجود ہیں - اب بڑی بڑی انڈسٹریاں ڈیرہ غازیخاں مظفر گڑھ اور میانوالی میں قائم ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس سے اپنی روزی کما سکیں اور روزی کمانے کے قابل ہوں -

صاحب صدر - رچنا ~~سولیہ پروجیکٹ~~ کے متعلق یہ سن کر کہ اس سے پانی کا لیول خاصا کم ہو چکا ہے اور وہاں سیم و تھور ختم ہو چکی ہے ہم چاہتے ہیں کہ یہی سکیم ہمارے یہاں عمل پیرا ہونی چاہئے - مجھے امید ہے کہ آنے والے سال میں ایسے ٹیوب ویل لگائے جائیں جن سے پانی کا لیول کم ہو اور ہمارا علاقہ سیم و تھور کی لعنت سے بچ جائے -

عالیجاہ - میں کچھ کہنا نہیں چاہتا مگر باقی صاحب کی تقریر سن کر جو انہوں نے قلات ڈویژن کے بارے میں فرمائی ہے کہ وہاں فضائیہ سے بمباری ہوئی ہے مگر انہوں نے وجہ نہیں بتائی کہ اس بمباری کی وجہ کیا تھی اور کیوں ہوئی - ہم اس چیز کو سننے کے لئے بیتاب تھے - ان کا فرض تھا کہ وہ بتاتے - اگر حکومت نے کوئی ایسا قدم اٹھایا تھا تو ہو سکتا ہے کسی وجہ سے اٹھایا ہوگا یا کسی معاملے کو دبانے کے لئے اٹھایا ہوگا - اور کسی چیز کے انسداد کے لئے اٹھایا ہوگا - لیکن ہم اس خبر سے محروم رہ گئے اور انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز گورنمنٹ کی طرف سے کیوں کی گئی -

عالیجاہ ہمارے علاقہ میں unemployment ہے لوگ تعلیم یافتہ ہو کر نکل رہے ہیں گریجوائیٹ بن رہے ہیں تعلیم خاص ہو رہی ہے اس لئے میں گذارش کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے کے لوگوں کے لئے باہر جانے کے لئے بجٹ میں پراویژن کیا جاتا کہ ان کو وظائف دے کر اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر بھیجا جائے گا ۔ اور مختلف محکموں میں ان کے لئے ریجنل basis پر سیٹیں reserve کی جائیں گی تاکہ چناؤ کے وقت وہ لوگ آسانی سے آ سکیں کراچی وغیرہ کے مقابلے میں پسماندہ علاقے کے لوگ مقابلے میں نہیں آ سکتے اور وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ مقابلہ کر سکیں اور مقابلہ میں بیٹھ سکیں ۔ اس لئے میں گذارش کروں گا کہ ریجنل basis پر ان لوگوں کے لئے مخصوص سیٹیں رکھی جائیں ۔

چودھری عبدالرحیم (سیالکوٹ ۔ ۳)۔صاحب صدر ۔ موجودہ بجٹ دیکھ کر اگر میں مبارکباد پیش نہ کروں ۔ تو یہ کفران نعمت میں شامل ہوگا ۔ اس لئے میں اپنے ہر دلعزیز لیڈر شیخ مسعود صادق وزیر خزانہ کو مستقل مزاج محترمہ بہن بیگم محمودہ سلیم خاں کو ، جس کے دل میں عوام کی خدمت کا بہت بڑا جذبہ ہے ۔ اور جواں بخت ۔ بااخلاق اور نیک بخت وزیر تعلیم میاں محمد یاسین خاں وٹو کو اور سیکرٹری محکمہ تعلیم جناب ایس ایم الٰہی جو کہ محنتی اور دیانتدار افسر ہیں ۔ ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب والا ۔ انہوں نے اس علاقے میں جس علاقے کو پاکستان سے پہلے اور پاکستان بننے کے بعد بھی نظر انداز رکھا ۔ اس میں ایک کالج کھول کر اس علاقے کے عوام کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی میں لا کھڑا کیا ہے ۔ صاحب صدر اس میں شک نہیں ۔ کہ وزیر خزانہ نے ہمارے علاقے کے لئے بہت کچھ کیا ہے ۔ لیکن ابھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں ۔ جن کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔

صاحب صدر ۔ جہاں تک پسماندہ علاقے کا تعلق ہے ۔ اس بجٹ میں یہ کوشش کی گئی ہے ۔ کہ ان علاقوں کو جو کہ ترقی یافتہ علاقوں سے بہت دور ہیں ۔ انہیں ان کے برابر کھڑا کرنے کے لئے وہاں پر روپیہ خرچ کیا گیا ہے ۔ لیکن اس روپے کو جس بیدردی سے خرچ کیا جا رہا ہے ۔ مجھے اس سے اختلاف ہے ۔

جناب والا ۔ میرے علاقے میں ذرائع آمد و رفت کی بہت زیادہ تکلیف ہے ۔ وہاں صدر پاکستان یا گورنر مغربی پاکستان تو درکنار ہمارے وزراء صاحبان بھی جانا پسند نہیں کرتے ۔ کیونکہ وہاں پر ندی نالے اور کچی سڑکیں ہیں ۔ اس لئے گرد بہت ہے ۔ اور وہاں کے لئے کوئی معقول راستہ نہیں ہے ۔ اسی لئے یہ سب وہاں جانا پسند نہیں کرتے ۔ کیونکہ ان کا خیال ہے ۔ کہ شاید ان پر کہیں گرد نہ پڑے ۔ یا کہیں ان کی جیپ ندی نالے میں نہ پھنس جائے ۔ اور ان کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے ۔ ان حالات کے پیش نظر میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ میرے علاقے میں ایک سڑک جو ۱۹۴۷ء سے پہلے کی موجود ہے ۔ جیسے نارووال جسٹر ۔ شکر گڑھ روڈ کہا جاتا ہے ۔ اس پر اگر حساب کیا جائے ۔ اور ان estimates کو دیکھا جائے ۔ جو پہلے ہوئے تھے ۔ اور جو اب ہوئے ہیں ۔ تو آپ کو معلوم ہوگا ۔ کہ ان میں لاکھوں روپے کا فرق ہے ۔ لیکن اگر ان اندازہ کئے گئے خرچ میں سے دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ روپے میں سے آٹھ آنے بھی اس سڑک پر خرچ کئے جاتے ۔ تو یہ سڑک آج سے آٹھ سال قبل مکمل ہو جاتی ۔ اس سڑک کی حالت یہ ہے ۔ کہ یہ ایک طرف بن جاتی ہے ۔ اور دوسری طرف ٹوٹ جاتی ہے ۔ اور یہ سیلاب یا کسی آفت یا زیادہ ٹریفک کی وجہ سے نہیں ٹوٹتی ۔ بلکہ نامعلوم اس پر جو پتھر بچھا ہوتا ہے ۔ وہ کیسا ہوتا ہے ۔ کہ وہ موٹر گذرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ specification کے مطابق

اس کی soling نہیں ہوتی ۔ اور اس پر مناسب مقدار میں پتھر نہیں ڈالے جاتے ۔ اور اسی لئے اس سڑک کے پتھر اکھڑ جاتے ہیں ۔ ہماری انسپکشن ٹیم کے بریگیڈیر مظفرالدین صاحب وہاں گئے تھے ۔ اور انہوں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ۔ اور میں نے بھی ان کی خدمت میں عرض کیا تھا ۔ غالباً انہوں نے بھی اپنی رپورٹ میں یہ سب کچھ دیا ہوگا ۔ لیکن آج تک اس کا پتہ نہیں چل سکا ۔ کہ اس کا کیا حشر ہوا ۔ میں عرض کرتا ہوں ۔ کہ ہماری ڈیویلپمنٹس میں اس قدر خرابی ہے ۔ کہ اس پر زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس کی وجہ جو میرے خیال میں میں نے سمجھی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ جب ہم کوئی سوال یا تحریک التوا کی بد دیانت افسر کے خلاف یہاں ایوان میں پیش کرتے ہیں ۔ تو ہماری حکومت اس کی ناجائز support کرتی ہے ۔ اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے ۔ کہ جب بھی کسی بد دیانت افسر کے خلاف یہاں کوئی تحریک التوا پیش ہو ۔ یا اس کے خلاف کوئی سوال پوچھا جائے ۔ تو اس کا جواب صحیح دیا جائے ۔ اور اس کے حالات اس تحریک التوا یا سوال کے مطابق صحیح طور پر اس ایوان میں پیش کئے جائیں ۔ تاکہ اس بد دیانت افسر کو تنبیہ ہو ۔ اور آئیندہ وہ اچھا کام کرے ۔ جب یہاں ان کے متعلق سوال کا جواب ٹھیک طرح سے نہیں دیا جاتا ۔ یا اس کے خلاف تحریک التوا کو over rule کیا جاتا ہے ۔ تو اس سے ہمارے افسران کے دل بڑھتے ہیں ۔ کہ یہ لوگ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں ۔ اور ان کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے ۔ کہ وہ جو چاہیں ۔ وہ کریں ۔

جناب والا ۔ میرا علاقہ ضلع سیالکوٹ تحصیل شکر گڑھ جو کہ انتہائی پسماندہ علاقہ ہے ۔ جیسا کہ میں نے وزیر صحت کو اور وزیر تعلیم کو مبارکباد دی ہے ۔ انہوں نے اپنے محکموں سے متعلق تو کافی کچھ وہاں کیا ہے ۔ لیکن جہاں تک زراعت کا تعلق ہے ۔ میں جناب ملک

قادر بخش صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ جس طرح وہ دوسرے علاقوں کو دیکھتے ہیں ۔ ہمارے علاقے کو بھی اسی نظر سے دیکھیں ۔ میرے علاقے میں دو مصیبتیں ہیں ۔ ایک تو یہ ہے ۔ کہ میرا علاقہ ایسا ہے ۔ کہ جو ہمیشہ سیلاب کی نذر ہوتا رہتا ہے ۔ اور دوسرا یہ ہے ۔ کہ وہاں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے بھی آپ فصل پیدا نہیں کر سکتے ۔ اس لئے میری گذارش یہ ہے ۔ کہ جو سیلاب زدہ علاقہ ہے ۔ کیونکہ وہاں دریا اور ندی نالے بہتے ہیں ۔ ہندوستان والوں نے اپنی طرف سے تو ایک بڑا مضبوط بند باندھ دیا ہے ۔ اس طرف تو پانی نہیں جاتا ہے ۔ بلکہ ہماری طرف آ جاتا ہے ۔ وہاں جو بند بنا ہے ۔ کوشش یہ کی جائے کہ اس میں جو breaches ہیں ۔ ان کی مرمت کی جائے ۔ اور جو بارانی علاقہ ہے ۔ اس میں ٹرائل ٹیوب ویل کروائے جائیں ۔ تاکہ عوام کو پتہ لگے ۔ کہ ہمارے پانی کی سطح کتنی گہری ہے ۔ میں نے ٹرائل ٹیوب ویل کے متعلق گذارش کی ہے ۔ لیکن نامعلوم میرے علاقے کی طرف آج تک کیوں توجہ نہیں دی گئی ۔ میں ملک صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ کہ ایک کلاس فیلو دوسرے کلاس فیلو کا کام کیا کرتا ہے ۔ اور میں تو ان کا دس بارہ سال تک کلاس فیلو رہا ہوں ۔ ہم اکھٹے اسمبلی کے سکول میں رہے ہیں ۔ اس لئے وہ میرے علاقے کو کیوں فراموش کرتے ہیں ۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ وہاں ٹرائل ٹیوب ویل کی بے حد ضرورت ہے کیونکہ ہمیں یہ پتہ نہیں ہے ۔ کہ ہمارے پانی کی تہ کتنی دور ہے ۔ میں نے حکومت کی توجہ اس طرف دلائی تھی ۔ لیکن ابھی تک اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ اور نہ کوئی اس طرف وہ گئے ہیں ۔ کیونکہ وہاں پر بہت ندی نالے ہیں ۔ اس لئے اب اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے ۔ ہماری طرف erosion بہت زیادہ ہے ۔ اور نالے بہت زیادہ ہیں ۔ جو کہ جموں اور کشمیر سے نکل کر اس طرف بہتے ہیں ۔ اور ہماری اراضی کو خراب کرتے ہیں ۔

پاکستان بننے سے پہلے وہاں پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا تھا ۔ لیکن اس کے بعد کئی مرتبہ یقین دہانی کرانے کے باوجود بھی اس طرف توجہ نہیں دی گئی ۔ اس لئے برائے نوازش اس طرف خاص توجہ دیں ۔

تیسری بات یہ ہے کہ زمینیں ہمارے علاقے کی بہت اونچی نیچی ہیں ۔ وہاں اشتمال کا کام بہت اچھا ہورہا تھا اور محکمہ کواپرٹیو والے کرتے تھے کہ اب یہ محکمہ مال کے پاس آ گیا ہے ۔ وہاں پر صرف بیس پٹواری ہیں جو کہ بہت ہی کم ہیں اس سال دیئے گئے ہیں لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ مالکان اراضی جن کی لینڈ ہولڈنگ بہت کم ہے بہت فائدہ زیادہ ہو رہا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ اشتمال کیا جائے ۔ میں آپکو بتاتا ہوں کہ عرصہ دو سال میں جسقدر دوسری تحصیلوں میں کام ہوا ہے تحصیل شکر گڑھ میں چھ ماہ میں اُس سے زیادہ کام ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ تحصیل شکر گڑھ کے زمیندار کس قدر اشتمال اراضی کروانے کے حق میں ہیں گذارش ہے وہاں پر توجہ دیجائے ۔ دوسرے میری یہ عرض جناب وزیر زراعت کی خدمت میں ہے کہ ہمارے علاقہ کو جو کہ ضلع سے تو درکنار تحصیل ہیڈکوارٹر سے ایک ندی جس کو بیش ندی کہتے ہیں دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے جس کے مشرق کیطرف ڈیڑھ لاکھ نفوس کی آبادی ہے اور وہ ۱۰ میل چوڑے ۲۰ میل لمبے ایریا میں آباد ہیں ۔ وہاں جب بھی طغیانی آتی ہے اور جب بھی وہاں برسات شروع ہوتی ہے تو وہ علاقہ تحصیل ہیڈ کوارٹر سے کٹ جاتا ہے ۔ اس لئے جب بھی کوئی افسر وہاں گئے انکی خدمت میں مطالبہ کیا گیا کہ ہمارے لئے اس ندی پر پل بنایا جائے تا کہ وہ ڈیڑھ لاکھ کی جو آبادی ہے وہ تحصیل ہیڈ کوارٹر کے ساتھ الحاق کر سکے کیونکہ یہ ایریا جموں اور بھارت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور جب بھی کوئی جھگڑا یا فساد یا کوئی شرارت بھارت کیطرف سے ہوتی ہے اور پاکستان کو

جواباً کوئی کارروائی کرنی ہوتی ہے تو اس کو امداد پہنچانے کے لئے راستہ نہیں ملتا ۔ میں ایک واقعہ سناتا ہوں کہ انڈیا والوں نے ہماری طرف حملہ کر دیا اور ہمارے ملٹری والوں نے بھی انکا مقابلہ کیا لیکن انکا اسلحہ ختم ہو گیا تھا اور اس کے بعد ہماری گورنمنٹ نے امداد پہنچانی چاہی تو ملٹری ٹرک بیٹس ندی میں پھنس گئے اور تین دن تک وہاں سے نکل نہ سکے اس لئے وہاں پل کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔ صاحب صدر میں یہ نہیں سمجھا کہ ہمارے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں کرتے ہیں ۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ حضور والا اول تو میں علاقائی زبانوں کے خلاف ہوں کیونکہ ہم اگر علاقائی زبانوں کے پیچھے پڑ گئے تو ہمارا جو یونٹ ہے یہ زیادہ مضبوط نہیں ہو سکتا اور لوگ آپس میں زیادہ نزدیک نہیں آئیں گے اور ون یونٹ اور اردو زبان ترقی نہیں کر سکیگی ۔ لیکن ہماری گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ علاقائی زبانیں ضرور ہونی چاہئیں اور جلد از جلد ہونی چاہئیں تو میں پوچھتا ہوں کہ سابقہ پنجاب کیساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیوں کیا جاتا ہے ۔ حضور والا پنجاب کے لئے پہلے سال ۵۰ ہزار روپیہ رکھا ہوا تھا لیکن اس سال ۵۰ سے ۲۵ کر دیا نہ معلوم جیسے کہ وہ کہتے ہیں کہ برق گرتی ہے غریب مسلمانوں پر ۔ اگر کوئی چیز ایسی گرتی ہے تو سابقہ پنجاب پر گرتی ہے ۔ نوکریوں کو دیکھو جب ون یونٹ بنا تھا تو زیادہ نقصان پنجاب کو ہوا تھا ۔ تو پنجاب پر یہ نزلہ گر رہا ہے میں عرض کروں گا جناب والا کہ جب ہم ایک ہو گئے ہیں تو حضور والا آمدن ہم دیتے ہیں اور دوسرے علاقوں پر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے ۔ ویسے ہم کو خوشی ہے کہ ان پر خرچ کیا جاتا ہے لیکن ہمیں کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے ۔ میں ایک عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے جناب کہ نبی بخش خان زہری یہاں رونا روتے رہتے ہیں ویگنوں کی کمی کا تو انکا رونا بلیک میلنگ کرنے کے لئے ہوتا ہے ۔ میں یہ عرض کرتا ہوں جناب کہ کوئلے کی گاڑیوں کی کمی نہیں ہوتی ۔ ۵۵/ روپیہ کوئلہ کی قیمت کی بجائے ۹۵ روپیہ کوئلہ کے مالک وصول کرتے ہیں اور وہ

اپنی بلیک کو چھپانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ ویگنوں کی کمی ہے اور زہری صاحب ہاؤس میں روتے رہتے ہیں کہ ویگنیں نہیں ملتیں ۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ کوئلہ پر کنٹرول کریں کیونکہ کوئلے پر نہ کنٹرول کرنے کی وجہ سے ترقیاتی کام رکے ہوئے ہیں اور بھاؤ میں تیزی جو ہے وہ ہمارے ڈپٹی لیڈر زہری صاحب کیوجہ سے ہے کیونکہ یہ کالری کے مالک ہیں ۔

راجہ اللہ داد خان (راولپنڈی-۱) محترم صدر--ہر شخص اپنے گھر کا بجٹ بناتا ہے ۔ اسی طرح حکومت اپنے ملک کے لئے بجٹ تیار کرتی ہے ۔ اگر گھر کے بجٹ میں بیوی بد دیانت ہو اور اگر گھر سے چیزیں نکال کر میکے لے جائے اور خود ریشمی ساڑھیاں پہنے اور میک اپ کرے تو کتنا ہی وہ قرضہ کیوں نہ لے وہ گھر آباد نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت جو ہے وہ خواہ امریکہ سے قرضہ لے خواہ کسی سے قرضہ لے خواہ کتنا ہی پیسہ کیوں نہ پیدا کرے مگر اس کے ملازم دیانت دار نہیں ہیں اور اچھی طرح سے رقم کا استعمال نہیں کرتے اور جعلی اعداد و شمار دکھا کر ہیر پھیر کرتے ہیں ملک ترقی نہیں کرے گا ۔ بد دیانت افسر موجود ہیں جن کی میں نشان دہی کرتا ہوں اور یہ بتاتا ہوں کہ یہ کس طرح بد دیانت ہوتے ہیں ۔ ایک غیر ملکی شخص ایک سطحی نظر رکھنے والا انسان جب کراچی کو دیکھے پھر حیدر آباد کو دیکھے پھر لاہور کو دیکھے ۔ لائیلور یا پشاور کا چکر لگائے اور وہاں کوٹھیوں کے نئے نئے ڈیزائین رنگ برنگی کاریں اور مال روڈ پر بھیڑ جم غفیر جس میں مرد عورتیں سب چکر لگاتے ہیں اور یہ دیکھ کر وہ سنیما گھروں میں جم گھٹے یا اس قسم کی چیزیں دیکھ کر وہ کہتا ہے واہ واہ پاکستان تو نیویارک اور لنڈن سے زیادہ ترقی کر گیا ہے ۔ سبحان اللہ کیا چیزیں یہاں ہیں کیا رنگ ہیں ۔ ایسی ایسی کاریں تو کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئیں ۔ یورپ میں اگر آئیں ہیں تو وہ اپنے اپنے ملک کی کاریں ہونگی ۔ برٹن یا امریکہ کی ہونگی ان ملکوں کی کاریں ہونگی اور یہاں پاکستان میں دنیا بھر کے نمونے کی کاریں موجود ہیں ۔ کیڈلاک سے لیکر نیچے ادنے سے ادنے بیبی آسٹن تک موجود ہے ۔ رنگ برنگ کی کاریں یہ سب چیزیں دیکھ کر واہ واہ تو کرتے ہیں ۔ (قطع کلامی)

لیکن میں ان کو بتا دینا چاھتا ھوں کہ ان بڑے شہروں میں سرمایہ دار ۔ سمگلر اور بڑے بڑے ملازم ۔ بلیک مارکیٹیر غریب شہری اور غریب دیہاتی عوام کا خون چوس کر مظاھرے کر رھے ھیں ۔ ڈاکٹر اقبال نے فرمایا ھے :۔

رعنائی تعمیر میں رونق نہ صبا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ھیں بینکوں کی عمارات

ظاھر میں تجارت ھے حقیقت میں جوا ھے
خون ایک کا لاکھوں کیلئے مرگ مفاجات

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ھیں لہو دیتے ھیں تعلیم مساوات

(تالیاں)

تو اب جناب یہ آپ کے سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ یہ بہترین کوٹھیاں ۔ یہ آپ کی سکیمیں ۔ greater کراچی ۔ greater لاھور greater لائل پور greater راولپنڈی ۔ یہ greater کا لفظ اب خدا کیلئے استعمال نہ کریں ۔ ھر شہر کو اتنا greater نہ بنائیں جو آپ سے سنبھالا نہ جا سکے ۔ یہ سیٹلائٹ ٹاؤن ۔ یہ کالونیز ۔ یہ آبادیاں بیس بیس پچیس پچیس میل کے فاصلہ پر علاقوں میں لے جائیں وھاں سڑکیں بنائیں ۔ ھیلتھ سینٹر بنائیں ۔ تا کہ سارا پاکستان cover ھو ۔ ھمارا یہ مدعا نہیں ھونا چاھئے کہ کراچی سے لیکر پشاور تک جی۔ٹی روڈ پر ایک شہر بن گیا ھے جس کا نام ھم نے پاکستان رکھا ھے ۔ تمام کونے کونے میں آبادیاں ھوں اور دور افتادہ علاقوں میں جہاں ھر طرح کی تکلیف ھے یہ سب دور ھو سکتی ھیں ۔ لیکن دیکھئے گوجرانوالہ کو لاھور کے ساتھ ملایا جا رھا ھے ۔ ادھر دیکھئے مریدکے تک فیکٹریاں پہنچ گئی ھے ۔ ادھر سے میرے خیال میں

اگر بارڈر نہ ہوتا تو فیروز پور کے ساتھ ملا دیتے ۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ یہ تجویز کرتے کہ یہ سیٹلائٹ ٹاؤن بیس بیس میل کے فاصلہ پر ہوں دس پندرہ میل کا دیہاتی علاقہ اس سے مستفید ہو سکے ۔ وہاں کی پیداوار انڈا ۔ مرغی ۔ لکڑی ۔ دودھ یہ تمام اشیا ان لوگوں کی آسانی سے بک سکیں گی ۔ اب جناب سبزی واہ رادھا رام سے ٹرک پر راولپنڈی جاتی ہے ۔ پشاور جاتی ہے ۔ کراچی جاتی ہے ۔ ٹرانسپورٹ کے ادھر اخراجات بڑھ جاتے ہیں ۔ اور چیزوں کو چھوڑیئے شروع شروع میں جب میں یہاں آیا تو بھینڈی توری ساڑھے چار روپے سیر ۔ سبحان اللہ ۔ کریلے تین روپے سیر ۔ ان چیزوں کی گرانی محض اس لئے ہے لاہور لانے میں ٹرانسپورٹ کے جو اخراجات ہوتے ہیں وہ بڑھ جاتے ہیں ۔ یہ پلیننگ اگر شروع سے اس طرح کی جاتی تو ملک بڑے آرام میں ہوتا ۔ ابھی بھی بگڑا کچھ نہیں ہے آئندہ جو آبادی کریں اس چیز کو مد نظر رکھ کر کریں ۔ آپ نے امریکہ سے planner اور consultant منگوا کر ملک کا ستیاناس کر دیا ہے ۔ میں یہ کہتا ہوں آپ کو اس ملک کے کیمیکل کے سامان پر کروڑوں روپیہ خرچ کرنا پڑے گا ۔ جس طرح کراچی میں دیکھیں بجٹ میں کلینک کیلئے کتنے روپیہ کی ضرورت ہے یہ بھی اس طرح تمام خرچہ جو ہے بے جا ہے ۔ صحت پر برا اثر پڑے گا ۔ بیماریاں بڑھیں گی ۔ شہروں میں طرح طرح کی وبائیں پیدا ہونگی ۔ بدمعاشی کے اڈے قائم ہوں گے اور آپ نگرانی نہیں کر سکیں گے ۔ ٹریفک کا یہ عالم ہے کہ سڑکوں پر دیکھیں بلا لگائے سفید وردی پہنے ہوئے ہیں میرے خیال میں اگر ان کو گنا جائے تو ایک ضلع کی آبادی سے ٹریفک کی آبادی زیادہ ہے ۔ ان کے علاوہ میں مودبانہ التماس کروں یہ سیٹلائٹ ٹاؤن کی زمینیں اپنے اردگرد شہر کی جو

بہترین اور نیائیں کی زمینیں ھیں فصلیں پیدا کرنے والی زمینیں ھیں وہ آپ نے کوڑیوں کے بھاؤ لے لیں ۔ فائدہ کس نے اٹھایا Land Requisition کے کلرک نے۔ اس نے بتایا کہ تم کو سو روپیہ کنال دلوا دوں گا ۔ اس سے ۵۰ روپے لے لئے ادھر حکومت سے ۵۰۰ روپیہ دلوایا ۔ کیونکہ ۵۰ روپیہ اس طرح لینا تھا ۔ حکومت کو بھی نقصان اور اس غریب کا بھی نقصان ۔ اس کے بعد جناب الاٹمنٹ شروع ھوتی ھے ۔ جس مرحلے پر الاٹمنٹ شروع ھوتی ھے جو الاٹمنٹ کلرک ھوتا ھے اس کا سلسلہ الگ ھوتا ھے ۔ وہ بھی چھوڑیئے جناب جتنے آپ کے آفیسر ضلعوں میں لگے ھوئے ھیں جہاں وہ آفیسر لگا ھوا ھے وھی جگہ لے لیتا ھے ۔ وھی انہوں نے اپنے لئے پلاٹ الاٹ کرایا ھوا ھے ۔ رھنے والا منٹگمری کا ھے کوٹھی راولپنڈی میں ھے ۔ رھنے والا راولپنڈی کا اور کوٹھی منٹگمری میں ھے ۔

جناب والا۔میں ایک محسن کو جس کا نام میں نہیں لینا چاھتا اتفاق سے ان کو ملنے کے لئے گیا وہ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر تھے ۔ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر جہاں کوٹھی بنا رھے تھے وھی پر دفتر تھا ۔ دو چار سمری ٹرائل کے ٹرک آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ تمہارا کیا قصور ھے انہوں نے کہا دو سواریاں لادی ھوئی تھیں ۔ کہا کوئی بات نہیں جا دو ریت کے ٹرک لے آؤ ۔ دوسرا آیا اسکو کہا بجری کے ٹرک لے آؤ ۔ اس طرح بجری اور ریت آ گئی ۔ ادھر بھٹے والے کو نوٹس دے دیا . . . . .

(قطع کلامی)

تو جناب والا بھٹے والے کو نوٹس دیا کہ میونسپل ایریا میں آپ نے بھٹا لگایا ھوا ھے یہ صحت عامہ کے خلاف ھے جب وہ

پیش ہوئے تو اس کو کہا میں کوٹھی بنا رہا ہوں مجھے اتنی اینٹیں پہنچاؤ ۔ اس طرح کوٹھی بنانے سے پہلے وہ خود ۹۰۰ روپیہ تنخواہ لیتے تھے لیکن کوٹھی کے بعد ۱۵۰۰ روپیہ کرایہ لے رہے ہیں ۔ اسی طرح میں کسی ایک شخص کو ملزم نہیں گردانتا ۔ آپ ایک انکوائری کمشن بٹھائیں کہ یہ گورنمنٹ سرونٹ کس جگہ لگا ہوا ہے اور کوٹھی کس جگہ بنوائی ہے کیا اسی جگہ سے کار لے لی ہے اسی جگہ اپنا بیوپار بھی کر رہا ہے ۔ پرمٹ بھی خفیہ لے لئے ہیں ۔ یہ سلسلہ جو چل رہا ہے یہ اس بیوی کی طرح ہے جو بیوی اپنے میکے پہنچاتی ہے ۔ ہر چیز میں خویش پروری اور کنبہ پروری ہے اس نے ملک کو بد حال کیا ہے ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس نازک موقع پر میں توقع نہیں رکھ سکتا کہ میری حکومت ان کے اوپر کوئی قبضہ رکھ سکے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ان کی خدمات ہم نے حاصل کرنی ہیں ۔ ان کی خدمات کو حاصل کرنے کیلئے اگر ان کی بد دیانتی بھی پکڑیں تو پھر یہ کام خراب ہوتا ہے ۔ تو یہ تمام خرابیوں کی جڑ ہے ۔ اسکے متعلق ایک شعر عرض کرتا ہوں ۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مسٹر حمید اللہ خان۔۔point of order جناب ۔

جناب والا۔۔جس ایجنٹ کے متعلق راجہ صاحب فرما رہے ہیں ۔ وہ پہلی حکومتوں میں تھا ۔ اس حکومت نے تو اسے dismiss کر دیا ہے ۔

راجہ اللہ داد خان۔۔جناب والا۔وہ تو Screening کی گئی تھی ۔ اور Screening کوئی سزا نہیں ۔ وہ جائیداد جو ناجائز ذرائع سے بنائی گئی ۔ اسے ضبط کرنا چاہئے ۔

محترم صدر۔ان بڑے بڑے شہروں کی آبادی بڑھنے سے ۔ میں اس معزز ایوان کو تسلی دلانا چاہتا ہوں ۔ باہر دیہات میں کوئی پیشہور نہیں رہا ۔ نائی ۔ موچی ۔ تیلی اور دھوبی وغیرہ جو زمینداری کیلئے ایک ضروری جزو ہوتے تھے ۔ وہ سب کے سب ان بڑے بڑے شہروں میں آ گئے ہیں ۔ اور اب باہر کے دیہاتی کو اگر جوتی کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اب شہر میں آ کر بوٹ پہنتا ہے ۔ وہ گاؤں کی جوتی نہیں پہنتا ۔ اسی طرح وہ اب گاؤں کا پرانا کھدر نہیں پہنتا بلکہ یہاں کا لٹھا پہنتا ہے جو بمشکل دو دن چلتا ہے ۔ حالانکہ وہ کھدر چھ چھ مہینے بھی کام دے کر خراب نہیں ہوتا تھا ۔ تو یہ تبدیلی ان کے شہروں میں آنے کی وجہ سے ہوئی ہے ۔ اور پھر روزانہ مزدوری اور اس کا تین ساڑھے تین روپے روزانہ اجر بھی بیشتر زمینداروں کی مزدوری کی طرف رغبت کا موجب ہوئی ہے ۔ چنانچہ اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اس چیز کا زراعت پر بہت برا اثر ہوا ہے ۔ ورنہ میں حیران ہوں کہ ۱۹۴۷ء سے قبل بعض علاقے ایسے تھے جو کہ granary of the punjab کہلاتے تھے ۔ ویسے دیکھا جائے تو ۱۹۴۷ء کے بعد تھل آباد ہؤا ۔ گدو بیراج آباد ہؤا ۔ تونسہ آباد ہؤا ۔ اور ہزاروں Links کے علاقے آباد ہوئے ۔ اور ہماری حکومت نے بھی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی ۔ لیکن اس جملہ آبادی کے باوجود بالآخر اس کا نتیجہ کیا نکلا ۔

خواجہ محمد صفدر ۔ یہ سب کچھ ملک قادر بخش صاحب کہا گئے ہیں ۔ (قہقہہ)

راجہ اللہ داد خان ۔ لیکن اس کے باوجود پیداوار بالکل برائے نام بڑھی ہے ۔

ایک اور نقصان جو آپ نے دیکھا ہوگا یہ ہے کہ ہمارے سب پہاڑ بالکل ننگے ہو گئے ہیں ۔ ہمارے ملک میں جنگلات کی پہلے ہی کمی تھی ۔ اور عمارتی لکڑی کا تو کوئی جنگل تھا ہی نہیں ۔ اب وہ پہاڑوں کی ساری لکڑی ان Satellite towns میں دروازوں اور چھتوں پر آ لگی ہے ۔ چنانچہ جہاں پہاڑ ننگے ہوں وہاں حالت بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح ایک گھونٹ پانی ایک اچھے گھنے بالوں والے کے سر پر ڈال دیا جائے ۔ تو وہ نیچے نہیں گرنے پاتا ۔ وٹو صاحب کے سر پر تو اگر ایک لوٹا بھی پھینک دیا جائے تو اس کا ایک گھونٹ بھی نیچے نہیں آئیگا ۔ لیکن اگر آپ میرے سر پر ایک بوند پانی بھی ڈال دیں تو فوراً ناک پر گر جائیگی ۔ (قہقہہ اور قطع کلامیاں)

Mr. Deputy Speaker: The members are too optimistic about certain speeches. Mr. Najmuddin Valika.

Mr. Najmuddin Valika (Karachi-V): Sir today I think I shall have to clear my position and if I may tell you something don't feel offended. Sir it is discussion on budget and let us be rational and constructive in suggesting anything to the Government so that the country of Pakistan, which was demanded and created by the Muslims of the sub-continent of India under the leadership of Quaid-i-Azam and with the help of God, can derive benefit, so that we can show our faces to the rest of the world that Muslims really deserved a homeland.

Now Sir the budget is there. To me it appears to be progressive and constructive. No doubt there are so many shortcomings but that would be taken up at the time of the question of specific items. But Sir I must clear the position. I am here; I may not be here Sir in the next elections, but I did try something in this august House for the betterment of the masses by trying to persuade the people in power for introducing prohibition of liquor but I failed. I tried something for enhancement of punishment for those who were concerned in lifting children and there I failed. I did something Sir for the enhancement of punishment in cases of kidnapping and getting the cases of adultry classified as cognizable offence but there also I failed. In spite of this I would say I am happy that the Government have indeed done something of which I am proud.

Now Sir I feel—God knows why—but I feel that there is actually a gulf between the capitalists or people with fat bank balances or big bank balances or rich men and the down-trodden people. I know it well Sir that this gulf has been artificially created by people who want big advantages of political situation—elections are coming, it appears new slogans may be raised.

Through this august House I may tell the people that this is not the time, our circumstances do not permit us to raise emotional and destructive slogans. Let us be constructive so that the country can materially, economically and politically benefit and advance.

There has been Sir a lot of criticism against profiteering by individuals. It is possible I may be guilty; I may be one of them; I don't deny that. We have to look to various factors as to why people came and started industries in Pakistan. People came to this country because Pakistan to them was a homeland for which they demanded first and sacrificed and then achieved it. When they came here Sir there was a vast field for industries Human mentality we cannot forget, we cannot ignore that human nature is selfish. Nobody would ever dream of starting an industry only for charitable purposes There may be Sir charitable institutions, but as far as industry is concerned in a capitalistic society the aim is to produce more at the minimum price and to sell it at the maximum price so that he gets the maximum benefit. I know it that in this system there is a defect also because the industrialist, when he starts an industry, knows the rights of the consumers but many a time he ignores the liabilities towards the country. But this is not the case everywhere, that is not the case with everybody; it may have been few only. So when they say that we have given them enough protection for sixteen or seventeen years, I request them to look at the figure of industry. Industry in reality did not come into existence before 1950 or 1951, and Sir the second important thing is that heavy industries have yet to come in. We have only few textile mills, cotton, woolen, jute, one telephone factory, a few sugar mills and a few cement factories. It is only in cotton textile that not only we are self-sufficient but today we are also one of the exporters in the world actually. As far as the prices are concerned, I submit now that the prices of cotton textile today in Pakistan are cheaper than India, and Sir if you take off the taxes, which the Central Government derives on the sale of the cotton textile, you will be surprised to know that on every yard there is not less than 35 to 37% excluding taxes like the terminal tax, octroi duty or income-tax.

It is not that the benefits are being enjoyed only by the industrialists. Today, industry is one of the biggest sources of revenue for the Central as well as the Provincial Governments. Therefore, wait for at least ten to twenty years. I know that the trend is there when people want every thing to be controlled by Government so that the benefit may go to the people but it is too early for us to adopt that ideology in the present circumstances otherwise your industrial progress and advancement would suffer. I beg of you that for God's sake, in the interest of the country, wait at least for 10 to 20 years till you are fully industrialised with heavy industry and then you can think of ways and means whereby real benefit can go to the masses. I assure you that the industrialists of Pakistan would never hesitate to surrender anything and every thing as far as the interest of Pakistan is concerned.

There is another point and that is the Sind Industrial Trading State at Karachi. Before the creation of Pakistan this state came into existence and at present it is being managed by Government but on the Board of Directors there are three representatives from the tenants. There is a move to take over this Trading Estate. There are three Directors on behalf of the tenants,

the Trading State has got tenants. It leases out land to the tenants and they have got their association and through that association the three Directors, go on the Board of the Trading State. Now, there is a policy of decentralization. I do not understrnd why the Government want to take over that institution which has been functioning efficiently and you will be surprised to know that roads and the lighting arrangement in the Industrial Trading State is much better than what you will find even in the city of Karachi. If you want to take over the Sind Industrial Trading State, then take over the states throughout the country. In the budget you will find that the Government has provided a huge amount of money for the creation of Industrial Trading States at various places. You can build up Industrial Estates but why you want to take up a state which is existing and working efficiently. The motive is very clear and apparant why they want to take it over and I would not like to disclose. But I would like to draw the attention of the Government to the fact that for God's sake do not commit this mistake. You have got enough headaches, you have got enough problems and why do you insist on creating more problems. The problems that are already before you, get them solved. That state is functioning properly under the guidance and supervision of Government. It is not being controlled by private enterprise and it is not being controlled by the citizens but it is being controlled and managed by the Government. Therefore, I submit, that the State should be left as it is and, in future, if the Government want to take over all the states then this can be taken over. This I won't mind but this state alone should not be taken up.

I had many a times talked to Begum Sahiba that as far as the conditions of hospitals in Karachi are concerned, namely, the Jinnah Hospital and the Civil Hospital, they are horrible and most deplorable. The Minister would agree with me that in these hospitals the patients are not treated as human beings. It is not fault of the doctors because, after all, they are also human being and not machines. They are also subjected to fatigue. Therefore, it is suggested that an Advisory Body for each hospital should be formed giving representation to the persons who have been elected and who are in the House. That would help the Government in suggesting ways and means to improve the conditions prevailing in the hospitals. Now, Sir, if you look at the White Paper you will find that in West Pakistan every year we produce 600 doctors and that is not sufficient. That would take years for us to make our both ends meet as far as the medical needs are concerned. I quite realise the difficulties of the Government that they are not in a position to spare funds. With that in view, I know it for a fact that one of our Pakistani industrialists did offer West Pakistan Government that if the Government is prepared to run a Medical College and contribute a crore of rupee he would be too eager to get a collection of a crore of rupees and place it at the disposal of the West Pakistan Government. I repeat, once again, that the gentleman who offered it is still prepared to honour his commitment and if that proposal is accepted that would help a lot to the citizens of Karachi because we need a Medical College very badly. In our Dow Medical College there is reservation for everybody but I don't think any where in Pakistan Karachi has ever demanded reservation. Karachi do not believe in reservations. We want that an additional college or a new college in Karachi be built up, and the people of Karachi would be too eager to contribute substantially, without any difficulty. I hope the Government would accept this proposal so that a new medical college can be built up in Karachi.

Now, Sir, as far as the increase in the number of crimes is concerned, I would suggest that it is no use increasing the number of Policemen. You shall have to diagonose why people commit crime. Crime may be against body, crime may be against property and crime may be against the State. As far as crime against the State is concerned, I have no mercy for them. They should be hanged. So far as other crimes are conerned where the society is in danger. I think, the Government must have a policy of giving more and more education to the people and the education should be coupled with religious education. Today, we find, people are drifting away from religion with the result that moral structure of the society has gone down. People are not prepared to accept the teachings of great people because they are not sure of tomorrow. They always believe in one thing, "Let us make the best use of today, why worry for tomorrow" and they are right. When the conditions are such, in order to remould the society what is needed is more education, better facilities for education and cheap education. With that, if the social position or the social status of teachers is raised, I assure you that this country or this part of West Pakistan will have better trained people than the rest of the world. I can narrate a fact that when I was student we used to respect and adorn our teachers. We use to bow before them. Malik Sahib is here and he will agree with me that with a Hindu teacher we used to behave in this manner and the result is that from childhood till now wherever we went, one of our principles in life was that you must respect the elders and you must be prepared to hear the elders. That can be done provided you have better type of teachers. In the present day we find that a man who is unfit everywhere in life, he goes and selects the job of a teacher.

The result is that the society has discarded the teacher. His position is down-trodden. His salary is so meagre that it is difficult for him to have a respectable life. Therefore the social status of the teacher should be raised to such an extent that he may be in a position to command respect and create confidence in the minds of the students.

Mr. Deputy Speaker : Your time is over.

Mr. Najmuddin Valika : Just a minute, Sir. I maintain that the Government has been busy enough but there is scope for them. Let the Government continue their efforts. It is possible that we may not return or we may return. Members may come and members may go but the House is to stay for ever. We are not worried and our object is not merely to enter to the House once again. Our object should be service to the people and for the people.

Mr. Deputy Speaker : Major Majid.

Khawaja Muhammad Safdar : Sir, fifteen minutes are due to us according to our share. I would request you to call upon Major Sultan to speak.

میجر سلطان احمد خان (ہزارہ - ۲) — صاحب صدر - پہلے اس کے کہ میں اصل موضوع پر عرض کروں واقعات کے مد نظر ایک چائینز شہری ادیب کی ایک بات یاد آ گئی ہے - جو اس نے اپنی کتاب Between

Tear and Laughter میں لکھی ہے اور اس کتاب کو ہاؤس کے چند لوگوں نے ضرور پڑھا ہو گا ۔

اس وقت چائینز کے ساتھ انگریز امریکہ اور گرد و نواح کے لوگوں کے ایسے سلوک ہوتے رہے جس میں آخری سلوک برما روڈ کا closure ہے ۔ تو اس پر اس نے Christ سے پوچھا ۔

Christ had advised that if you are hit on the right cheek you put forth your left cheek. But if you are being hit for more than half a dozen times, what would Christ say under the circumstances.

تو میں بھی Christ سے پوچھوں گا کہ ان واقعات کے مد نظر وہ کیا ایڈوائز دیں گے ۔

جناب والا ۔ اگر موجودہ دور کا نصب العین اس قوم کو ترقی پر گامزن کر سکے خواہ وہ روحانی ہو خواہ وہ دماغی ہو خواہ وہ عملی ہو تو میں ان بزرگوں کو مبارکباد دونگا ۔ کہ یہ اپنے ارادوں کو مکمل طور پر کامیاب بنائیں ۔ بات ایسی معلوم ہوتی ہے ۔ کہ یہ سب انفرادی و اجتماعی طور پر عقل اور کام دونوں چیزیں کھو بیٹھے ہیں ۔پچھلی چند سالہ تاریخ میں ان ہی کے ایسے لوگ ان ہی کے ایسے ارادے رکھنے والے اپنا انجام بھگت بیٹھے ہیں ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس چیز پر اس قوم پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں ۔ جناب میرا ذاتی طور پر یہ یقین ہو چکا ہے کہ دنیا کے کسی جنگل میں بھی ایسی قانون سازی نہیں ہوتی ہو گی جیسی کہ اس ملک میں ہوتی ہے ۔

آوازیں — جنگل میں قانون سازی نہیں ہوتی ہے ۔

میجر سلطان احمد خاں — جناب ان کی مثال سوائے ان چند پروپیگنڈے کے پیدا کردہ بادشاہوں کے اور کسی سے نہیں دی جا سکتی ۔ (قطع کلامیاں)

Mr. Deputy Speaker : I would like to point out to the Members that there should be absolutely no interruption.

Major Sultan Ahmed Khan : I don't mind their interruption. They have nothing to interrupt.

جناب پچھلے چند سال کے واقعات اگر تفصیل سے بیان کروں گا تو ایوان کا وقت ضائع ہو گا ۔ مختصر طور پر میں صرف یہ عرض کروں گا جسے آپ بھی جانتے ہیں ۔ اور یہ قوم بھی جانتی ہے کہ محض ایک غرض کی خاطر کہ اس ملک پر کسطرح تسلط رکھا جائے ۔ یاد رہے کہ اس طرح کوئی کسی ملک پر تسلط نہیں رکھ سکا اور آپ کا بھی وہی انجام ہو گا ۔ جو عدنان مندریز ڈائم اور قاسم کا ہوا ۔ آج بھی باز آ سکتے ہو تو آ جاؤ ۔ آپ کی ذات کے لئے بہتر ہو گا اور اس قوم کے لئے بہتر ہو گا ۔ جناب والا ۔ اس دھاندلی کے جواز میں اس ملک میں تین نعرے لگائے جا رہے ہیں ۔ ایک لینڈ ریفارم کا نعرہ ہے ۔ دوسرا ڈویلپمنٹ کا اور تیسرا ناسور بیسک ڈیما کریسی کا ہے ۔ میں ان تینوں چیزوں پر مختصر طور پر جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے عرض کروں گا ۔ جہاں تک لینڈ ریفارم کا تعلق ہے مارشل لا کے نفاذ کے بعد سے جو میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس دور حکومت نے یہ مناسب سمجھا کہ لینڈ ریفارم کے لئے کمیشن بٹھایا جائے اور بھی کمیشن بٹھائے گئے ۔ لیکن لینڈ ریفارم کے کمیشن کی رپورٹ کا چند دنوں میں Enforcement ہوا اور عمل میں لایا گیا ۔ اس سلسلے میں اپنے ضلع کے واقعات اور جو میں نے باہر کے واقعات سنے ہیں ان کے مد نظر یہ عرض کروں گا کہ لینڈ ریفارم کے ساتھ اس حکومت نے گھر والوں کو بے گھر کر دیا ہے اور کسی نہ کسی ہیرا پھیری سے بہت سے زمینداروں کی زمینیں واپس لے لیں ۔ اور ان سے لاکھوں روپیہ وصول کر لیا ۔ جناب خان پیر محمد خان صاحب ذاتی طور جانتے ہیں ۔ کہ یہ مسئلہ اس ایوان میں بھی آ چکا ہے کہ یہ زمین

دھوکا دے کر دیگئی ہے ۔ جناب والا وہ مسئلہ اپر تناول کا ہے ۔ اسمیں میرا کوئی ذاتی تعلق نہیں کہ ضلع ہزارہ میں ایک ریاست ہے جس کو اپر تناول کہتے ہیں ۔ جس کے دو جزو تھے ۔ ایک دریا کے اس طرف اور دوسرا دریا کے اس طرف ۔ ریکارڈ کے پیش نظر دریا کے اس طرف نواب امب کی واحد ملکیت اور دریا کے اس طرف حکومت کی ملکیت تھی ۔ یہ تاریخی واقعہ ہے ۔ کہ آپ کے لینڈ ریفارم نے اس قوم کا کیا حشر کیا ۔ ۱۹۵۰ء میں فرنٹیئر کی حکومت نے اس قوم کو آزاد کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ یہ ساری زمین واحد حکومت کی ملکیت ہے ۔ اور جو آدمی جہاں بیٹھا ہے وہ اس کا دخیل کار ہے ۔ لیکن اس حکومت نے یہ ریفارم کی کہ اس دخیل کار کو بے گھر کر دیا ۔ یہ ہے آپ کا لینڈ ریفارم ۔ ان چیزوں کو لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں ۔

دوسری چیز جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ڈویلپمنٹ کے متعلق ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو روپیہ پہلے چند سالوں میں یہاں ضائع کیا گیا ہے ۔ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا ۔ اور اب اس موقع پر جو آپ کے نقطہ نظر سے خرچ کیا جا رہا ہے ۔ یہ دیکھنا ہے کہ وہ روپیہ کہاں سے آ رہا ہے ۔ اور کس ذریعہ سے آ رہا ہے اور لوگوں کو کن مصیبتوں میں آپ ڈالنے والے ہیں ۔ آج میں ان کا ڈویلپمنٹ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں ۔ اگر آج سے چھ سال پہلے ایک سڑک پر ۴۰ ۔ فیصدی بنوائی پر روپیہ صرف ہوتا تھا تو آج وہ ۷۰ ۔ فیصدی ہو چکا ہے ۔

لیکن بد نصیبی یہ ہے کہ اس ملک میں زیادہ تر خرچ اس ترقی پر بیرونی امداد کے ذریعہ ہو رہا ہے ۔ اور اس ایوان میں چند ہی لوگ جانتے ہوں گے کیونکہ ان کو تو اس سے غرض ہی نہیں ۔ لیکن میں

نے جس حد تک سنا ہے ۔ کیونکہ میں Financier نہیں ہوں اور اس موضوع کو اچھی طرح سے سمجھتا بھی نہیں ہوں ۔ لیکن میں اس دن ڈھاکے میں بنگالیوں کی زبانی یہ سن کر خوف زدہ ہو گیا تھا کہ ۱۹۶۵ء میں اس قوم کو ۵۵ کروڑ روپے سود کے دینے پڑیں گے ۔ میں خان پیر محمد خان صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ روپیہ کہاں سے لائیں گے ۔ اس وقت اس قوم کا کیا حشر ہو گا ۔

وزیر مال — آپ جیسے قابل دماغ سے مشورہ لے لیں گے ۔

میجر سلطان احمد خاں — نہیں نہیں ۔ میں اس قابل نہیں ہوں ۔ آپ اس قوم کو جن خطروں میں ڈال رہے ہیں .....

Mr. Deputy Speaker : No, aspersion, please, Khan Sahib.

Major Sultan Ahmed Khan : It is no asperison, Sir. This is ordinary parliamentary language for him.

جناب والا ۔ تین چیزیں ہیں ۔ جن کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے ۔ ایک ہے بنیادی جمہوریت ۔ اسے چلانے کے لئے پچھلے سال بجٹ میں مرکزی حکومت نے تیس کروڑ روپے رکھے تھے ۔ اور ان نااہلوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ ٹیکس ایسی چیزوں پر لگا رہے ہیں جن سے کہ اس قوم کو روٹی ملتی ہے ۔ اور کچھ نہ ملا تو بجلی پر لگا دیا ۔ اس کے تاثرات ہماری اس حکومت کے پجاری لابیوں میں خود ہمارے آگے آکر رہتے ہیں ۔ محض اس خاطر کہ ان ۸۰ ہزار انسانوں کو اتنا گمراہ کیا جائے ۔ رشوت دیکر کہ وہ بوقت ضرورت ان کے کام آ سکیں ۔ ایک بات تو یہ ہے ۔ اور دوسرا جو گاؤں میں ہو رہا ہے ۔ وہ ہم دیکھ رہے ہیں ۔ اور آپ بھی جانتے ہیں ۔ اور بیگم صاحبہ آپ وزیر ہونے کے باوجود بھی جانتی ہیں کہ آپ کے گاؤں میں کیا ہو رہا ہے ۔ کہ پہلے تو ان پڑھ سادہ لوح اور غریب شہری کی تکالیف کے حل میں تو کہا جاتا ہے ۔ کہ پٹواری اور سپاہی حائل ہوتے تھے اور وہ

رکاوٹیں ڈالتے تھے اور رشوت بھی لیتے ہوں گے لیکن آج بیسک ڈیموکریٹ اور بالخصوص چیئرمین ان سے دس گنا زیادہ رشوت لیتے ہیں ۔ یہ سب صحیح بات ہے ۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا ۔ ولیکا صاحب نے صنعت کے تحفظ میں اعداد و شمار پیش کئے تھے ۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں لیکن میں جتنی تمام باتیں ۔ گو کہ یہ وزراء صاحبان ہماری تمام نکتہ چینی کا جواب تو نہیں دیتے ۔ لیکن اگر کسی کو ضرورت پڑ جائے ۔ اور یہ بتانی ضروری ہیں اور اس ملک میں خاص طور پر ہم بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ صنعت کا تحفظ کیا جائے ۔ کہ اگر کوئی صنعت اس ملک میں کوئی چیز خود کفیل ہونے کی حد تک بن سکتی ہے اور بہت سی چیزیں ایسی پیدا کر بھی رہے ہیں ۔ آپ ان کا تحفظ کیوں نہیں کرتے لیکن اس کے بر عکس آپ باہر سے بھی درآمد کر رہے ہیں ۔ اگر کر سکتے ہیں ۔ تو اس کا تحفظ ضرور کریں ۔ پارچہ‌بافی کی صنعت یہاں extinct ہو گئی ہے ۔

جیسا کہ جناب‌خواجہ صفدر صاحب نے اپنی بجٹ کی تقریر میں چند ایک واقعات بیان کئے ۔ انسان حیران ہوتا ہے ۔ کہ ہر سال کپڑے کی قیمتیں بجائے کم ہونے کے اوپر چلی جا رہی ہیں ۔ ہمارے ملک میں over production بھی ہو چکی ہے ۔ ایک بات آپ کو تسلیم کرنی پڑے گی ۔ جیسا کہ سینٹر میں کسی نے کہا ہے ۔ یہ بجٹ آج کل ان انڈسٹریلسٹ کی خاطر بنایا جا رہا ہے ۔ تو میں بھی آج اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ جناب دیکھنا ہے اس سارے نظریہ کا تاثر کیا ہے ۔ سوسائٹی اور قوم پر اس کے کیا اثرات ہیں ۔ آج اگر آپ غور سے دیکھیں اور نیوٹرل ہو کر دیکھیں ۔ جو کہ آپ خود ہی ہیں Thank God تو بغیر کسی بغض کے میں عرض کر سکتا ہوں کہ

آج حکومت کے گرد و نواح اور اس کی پارٹی میں آپ کس کو پائیں گے جو اس شخص کو جس کو اپنے اپنے لیول پر اینٹی سوشل کہا جا سکتا ہے ۔ آج اس حکومت کا ایک جزو ہے اور اس پارٹی کا ایک جزو ہے ۔ کارخانہ دار ۔ سمگلر ۔ بلیک مارکیٹیر ۔ پرانے نسلی ٹوڈی ۔ رجعت پسند ۔ قاتل ۔ ڈاکو طرح طرح کے لوگ ہیں اور میری تحصیل میں تو یہی حال ہے ۔ خدا معلوم دوسرے علاقوں کا کیا حال ہے ۔ ان لوگوں سے کون سی ترقی آپ حاصل کر سکتے ہیں ۔ (مداخلت) قوم کا لہو چوسنے میں ہر وقت تلے ہوئے ہیں ۔ وطن کو وقتاً فوقتاً بھینچا ہوا ہے ۔ نتیجہ کیا ہے ۔ جناب والا ۔ ہم تو نقصان اٹھا سکیں گے اور اٹھاتے رہے ہیں لیکن بین الاقوامی سطح پر بجائے آپ کی ڈگڈگیوں کے بخدا آپکی کوئی پوزیشن نہیں رہی .....

مسٹر حمیداللہ خاں — جناب والا مجھے پانچ منٹ دے دیں میں جواب دے دونگا ۔

میجر سلطان احمد خاں — جناب والا آخر میں میں اپنے یونٹ اپنے سابقہ صوبہ اور اپنے ضلع کا رونا رونا چاہتا ہوں ۔ (قطع کلامیاں)

مسٹر ڈپٹی سپیکر — آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے ۔

میجر سلطان احمد خاں — نہیں جناب مجھے مسٹر سپیکر نے ۱۰ منٹ بولنے کی اجازت دی ہے ۔

Mr. Deputy Speaker : Your time is over.

Major Sultan Ahmed Khan : Sir I was allowed by the Speaker to speak for more than 15 minutes ; he had promised it. I will try to finish in time but kindly keep it in mind.

جناب والا ۔ میری بد نصیبی یہ ہے کہ شیخ مسعود صادق صاحب ایوان میں موجود نہیں ہیں ۔ انہوں نے اپنی تقریر دل پذیر میں ایک

ھی حساب دکھایا ھے جو کہ شاید ٹھیک بھی ھو لیکن میرا ذھن اس کو قبول نہیں کر سکا کہ کہاں تک ٹھیک ھے ۔ وہ اپنی تقریر میں ایک لفظ inadvertently استعمال کر گئے ۔ شاید یکسانیت کو ''یک ناسیت'' کہہ دیا تھا ۔ چلو ''یک ناسیت ھی سہی'' (قہقہہ) لیکن انہوں نے بتایا ھے کہ سابقہ پنجاب میں ۴۱ یا ۴۲ کی بجائے ۴۵ کروڑ روپیہ خرچ ھو رھا ھے ۔ سابقہ صوبہ سندھ میں ۳۴ کی بجائے ۳۸ کروڑ روپیہ خرچ ھو رھا ھے ۔ سابقہ صوبہ بہاولپور میں پانچ کی بجائے ساڑھے پانچ ھو رھا ھے ۔ سابقہ صوبہ سرحد میں ساڑھے آٹھ کی بجائے ۹ کروڑ روپیہ خرچ ھو رھا ھے ۔ بلوچستان میں جہاں کے واقعات کا انکشاف آج اس ایوان میں سن کر مجھے دھشت آ گئی وہ روپیہ خرچ ھو رھا ھے شائد اسی کام پر ھو رھا ھے ۔ جس کے متعلق واقعات پیش کئے گئے ھیں ۔ وھاں ۷ کروڑ روپیہ خرچ ھو رھا ھے ۔ وحدت بنانے والوں میں سے اس دیانتدار طبقہ کا خیال یہ ھے کہ ان میں کچھ ایسے نکلے ھیں جنھوں نے پاکستان کی بنیادیں اکھیڑ دیں پاکستان کو مستحکم بنانے کا ایک ھی طریقہ ھے کہ اس میں اقتصادی ۔ سیاسی اور روحانی ان سب میں ''یک ناسیت'' پیدا کی جائے ۔ یہ رقمیں جو بانٹی گئی ھیں میں نہیں جانتا ان میں یکسانیت کس طریقے سے پیدا کریں گے ۔ میں خود غرض نہیں ھوں ۔ کہ پنجاب کا لہو ھمیں پلایا جائے ۔ اگر اس قوم کو یکساں کرنا ھے ۔ اپنے باقی علاقوں کو ڈویاپ کرنا ھے ۔ شاید اس کے قواعد یہ ھو سکتے ھیں کہ ولیکا صاحب کھائیں گے ھم وھی رہ جائیں گے ۔ بلوچستان اور فرنٹیئر کے علاقوں میں جنگلات کے ذخیرے تھے جو ملک قادر بخش صاحب کے محکمہ نے ختم کر دیئے ۔ دوسرے معدنیاتی ذخیرے ھیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ھے کہ بیگم صاحبہ (بیگم محمودہ سلیم صاحبہ) جانتی ھیں بحیثیت وہ نمائندہ کے بھی جانتی ھیں کہ کانوں سے آج بھی چیزیں گدھوں پر لادھی جا رھی ھیں ۔ خدارا اس کے لئے سڑکیں بنائیں اور راہ و رسم پر خرچ کیجئے ۔ تا کہ وہ

دولت آپ تک پہنچ سکے ۔ کیا یہ یکسانیت پیدا ہو سکے گی ؟ جناب والا ۔ میرے ضلع میں . . . . .

وزیر زراعت—آپ کا کون سا ضلع ہے ۔

میجر سلطان احمد خان—ضلع ہزارہ جو بدنصیب ضلع ہے ۔ آپ حضرات اسے بڑا خوش قسمت ضلع کہتے ہیں میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں اور مجھے کوئی بھی اس بات پر چیلنج کرکے دکھا دے خواہ وہ وزیر ہو یا ممبر ہو یا کوئی آفیشیل ہو کہ ۱۹۵۵ء سے آج تک وہاں گورنمنٹ کی investment کیا ہوئی ہو ۔

وزیر صحت—یہ فیکٹریاں کہاں سے آ گئیں ۔

میجر سلطان احمد خان—وہ فیکٹریاں ۱۹۵۵ء سے پہلے بن چکی ہیں ۔ ۱۹۵۵ء سے لے کر آج تک گورنمنٹ کی investment لفظ "investment" جناب نوٹ کیجئے ۔ آپ سمجھتے ہیں کہ خرچ کو investment کہتے ہیں لیکن نہیں وہاں ایک کوڑی بھی خرچ نہیں ہوا ۔ اخراجات میں گو کہ تعلیم اور صحت کے محکموں نے جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا ہماری مدد کی ہے ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) ملک قادر بخش صاحب اگر ہمارے جنگلات کو بچا سکتے تو ہم ضرور ان کی تعریف کرتے ۔

وزیر زراعت—جنگلات میں آپ کو شیر رکھا ہوا ہے ۔

میجر سلطان احمد خان—جناب والا ۔ اس ضلع میں ایک بڑا خرچ یہ کیا جا رہا ہے کہ ایبٹ آباد اور نتھیا گلی روڈ کو بنایا جا رہا ہے ۔ میں نے آج اس علاقے کے ایک رکن سے پوچھا بھائی اس سڑک پر خرچ کیا ہوا ہے اس نے بتایا ایک کروڑ ۶۰ لاکھ روپیہ ۔ پچھلے سال کسی پولیٹیکل جہد و جہد کے سلسلے میں میں خود ستمبر کے مہینہ میں

اس علاقے میں گیا تھا ۔ (قطع کلامیاں) ایک کروڑ ۶۰ لاکھ روپیہ اس سڑک پر خرچ ہو رہا ہے ۔ وہ سڑک محض عیاشی کی خاطر بنائی جا رہی ہے ۔ ایبٹ آباد سے نتھیا گلی تک سڑک پکی بنا رہے ہیں ۔

میں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو ۔ اس نے کہا کہ میرا ٹھیکہ ہے ۔ وہ آزاد طبیعت کا تھا ۔ میں نے کہا کہ یہ ٹھیکہ کتنے کا ہے ۔ اس نے کہا کہ اس میں اس کو بڑا فائدہ ہوگا کہ جو سڑک ہم بناتے ہیں کچھ تو خود توڑ دیتے ہیں اور کچھ بارش کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے ۔ اس طریقہ سے ہمیں فائدہ ہو رہا ہے ۔ تو جو خرچ ایک کروڑ اور ۶۰ لاکھ کا اس پسماندہ علاقہ کو دینا ہی تھا تو بہتر یہ تھا کہ اس کا استعمال ٹھیک طریقہ سے ہو ۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ساری صورت حال بدلی جا سکتی تھی بجائے اس کے کہ سڑک کو ٹھیکے دار اور آفیشلز مل کر بنائیں اور توڑیں ۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر یہی رفتار رہی تو یہ سڑک حکومت ۱۰ کروڑ میں بھی ختم نہیں کر سکے گی ۔

Voices : Time should be extended.

Mr. Deputy Speaker : I want to know for how many minutes the time should be extended ? Should it be extended for ten minutes ?

(Voices--Yes Sir)

The time is extended for ten minutes.

میجر سلطان احمد خان—آخر میں جناب والا ۔ میں اس معزز ایوان کے اراکین کی طرف بھی مخاطب ہونا چاہتا ہوں کیونکہ آج کل lobbies میں ان کا طرز کلام ۔ طرز فکر اور انداز ایوان کے اندر سے بہت مختلف ہوتا ہے ۔ کچھ احساس کمتری ایسا چھا گیا ہے کہ جو چیزیں ہم یہاں کہتے ہیں ان کی باہر تعریف ہوتی ہے اور نیازی صاحب اندر آ کر شور مچاتے ہیں ۔ میں عرض کروں گا کہ آپ نے جو پچھلے چند سال

قانون بنانے یا قانون سازی میں گذارے ہیں یہ بہت بڑا گناہ عظیم تھا جس کا اعتراف آج آپ خود کر رہے ہیں چاہئیے تو یہ تھا کہ حالات اچھے ہوتے ۔ ہم اس حکومت کو گمراہی کے راستے پر نہ جانے دیتے جس کا شکار کہ آپ ہو رہے ہیں اور خاص کر حمید اللہ نیازی ہو رہے ہیں ۔ ساتھ ہی یہ فرماتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں ۔ ہم بے حس ہیں ۔ صورت حال کچھ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کہ ہیجڑوں کے گھر چوری ہوئی ہو ۔ ہماری طرف ایک مثل مشہور ہے کہ ایک دفعہ ہیجڑوں کے گھر چوری ہو گئی ۔ پڑوسیوں نے جا کر افسوس کیا . . . . .

(شور اور قطع کلامیاں)

وزیر مال—یہ اپنی چوری کا قصہ بیان کر ہیں رہے۔ (شور)

مسٹر حمیداللہ خان (میانوالی - ۱)—(پنجابی) میں جناب چند مثالیں اچھے یا برے ٹوڈیوں یا وفاداروں کی دینا چاہتا ہوں اور وہ تسلی سے سنی جائیں اور اگر کوئی مجھے گالی نکالے تو میں اس کو بتاؤں گا آیا کہ پہلی حکومتیں وفادار تھیں یا کہ موجودہ ۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میجر صاحب بھرتی ہوئے اور وہ ان پڑھ تھے . . . . .

(شور و قطع کلامیاں)

Mr. Deputy Speaker : No personal aspersions. I will not allow any personal aspersions.

مسٹر حمیداللہ خان—جناب آپ ممبر کو منع نہیں کرتے ۔

Sardar Muhammad Ashraf Khan : Point of order. Sir, you must have noticed that Major Sahib has referred to him a number of times. Rokhari Sahib must be allowed to give a reply.

مسٹر حمیداللہ خان—پہلی حکومتوں کی جناب میں وفاداری بتاتا ہوں ۔ پہلے پہل جب میجر صاحب اور ان کے بھائی یہاں حاکم تھے تو

میانوالی میں ان کی ۱۵۰۰ ایکڑ زمین تھی اور ہے اور پھر یہ قوم کے وفادار ہیں - میجر صاحب ہوتے ہوئے انہوں نے تمام زمین بیچ دی اور وہ اپنے بھائی کے ہاتھوں ڈسمس ہوئے . . . . .

(شور و قطع کلامیاں)

Mr. Deputy Speaker : If the member continues indulging in personal remarks I will not allow him to continue. Please resume your seat.

Khawaja Muhammad Safdar : Is it a Budget speech Sir ?

مسٹر حمیداللہ خان—سپیکر صاحب میں ان کی وفاداریاں بتانا چاہتا ہوں کہ وفادار کون ہیں اچھے کون ہیں برے کون ہیں - لیگی کون ہیں غیر لیگی کون ہیں - (شور اور قطع کلامیاں)

مسٹر ڈپٹی سپیکر—آپ تشریف رکھیں -

مسٹر حمیداللہ خان—جناب یہ بیٹھے بیٹھے یہاں گالیاں دیتے رہیں اور ہم سنتے رہیں -

مسٹر ڈپٹی سپیکر—آپ تشریف رکھیں -

مسٹر حمیداللہ خان—میں تشریف نہیں رکھتا - کیا میں نمائندہ نہیں ہوں - وہ تو اپنے بھائی کے غدار ہیں . . . . .

(شور اور قطع کلامیاں)

Mr. Deputy Speaker : He has not mentioned any person. I will ask Mr. Hamidullah to leave the House.

(Interruptions and uproar)

The member should leave the House for the rest of the day.

مسٹر حمیداللہ خان—جناب مجھے سمجھ نہیں آئی کہ آپ کیا کہتے ہیں -

مسٹر ڈپٹی سپیکر—آپ ہاؤس سے چلے جائیں ۔

مسٹر حمیداللہ خان—میں سب کو ساتھ لے کر جاؤں گا ۔ تمام ممبر میرے ساتھ آئیں گے ۔ آپ نے کیا سمجھا ہے ۔

مسٹر ڈپٹی سپیکر—آپ ہاؤس سے چلے جائیں ۔

مسٹر حمیداللہ خان—تمام ہاؤس جائے گا ۔ آپ خالی یہاں رہیں گے ۔

Mr. Deputy Speaker : The House is adjourned to meet again on Monday, the 22nd June, 1964, at 8.30 A.M.

(*The Assembly then adjourned till* 8.30. *a.m. on Monday, the* 22*nd June*, 1964)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Monday, the 22nd June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore, at 8-30 a.m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Hussain, Siddiqi, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ
اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ
شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي
الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ
مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

پ ۵ - ص ۴ - ع ۳ - آیات ۳۵ تا ۳۷

اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی کے درمیاں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کر دو۔ وہ اگر صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دیگا بیشک اللہ سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے خبردار ہے۔ اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور ہم مجلس دوستوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو (اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) تکبر کرنے والے بڑائی سے اترا کر چلنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو لوگ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل سکھاتے ہیں اور جو مال اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپا چھپا رکھتے ہیں اور ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

PERSONAL EXPLANATION

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔۔جناب والا ۔ پرسوں جب ایوان کا اجلاس ختم ہوا تو یہاں ایک حادثہ ہوا جس کے متعلق میں معذرت کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب والا ۔ ہماری پارٹی کے ایک رکن نے جو اس وقت یہاں تشریف فرما نہیں ۔ یعنی حمید اللہ نیازی صاحب ۔ انہوں نے ڈپٹی سپیکر صاحب کے بار بار کہنے پر کہ وہ ہال سے باہر تشریف لے جائیں ہال سے باہر جانے سے انکار کر دیا ۔ میں نے ان کو بلایا تھا اور ان سے بات کی تھی ۔ چنانچہ وہ معذرت کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید ڈپٹی سپیکر سپیکر کے اختیارات کا حامل نہیں ہوتا ۔ تو عرض یہ ہے کہ وہ زیادہ پڑھے لکھے ممبر نہیں ہیں ۔ ان کو اب یہ پتہ چل گیا ہے کہ جو شخص بھی کرسی صدارت پر بیٹھتا ہے ۔ وہ سپیکر ہی ہوتا ہے ۔ بہرحال انہوں نے معذرت کی ہے ۔ اس وقت وہ یہاں نہیں ہیں ۔ جب وہ آئیں گے تو انشاء اللہ معذرت کریں گے ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔جناب والا ۔ اگر مسٹر حمید اللہ خان نیازی معذرت کریں تو اس سے ہاؤس کا وقار بڑھے گا ۔ میں جناب قائد ایوان کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس مسئلے کی اہمیت کو محسوس کیا اور مسٹر حمید اللہ خان نیازی صاحب کو اس امر کا احساس دلایا کہ وہ جناب سپیکر سے معذرت کریں ۔ لیکن اس سے زیادہ افسوس ناک بات ایک اور ہوئی ہے جو غالباً قائد ایوان کے نوٹس میں نہیں آئی ۔ ورنہ وہ اس کا سدباب بھی ضرور کرتے ۔ وہ یہ کہ محترم حمیداللہ خان نیازی سے جب باہر جانے کو کہا گیا ۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر میں باہر جاؤں گا تو میرے ساتھ میری تمام پارٹی بھی باہر جائے گی ۔ اور مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس پر ہمارے وزرا صاحبان ایوان

سے باہر جانے کے لئے اٹھے اور باہر تشریف لے جانا شروع کر دیا ۔ اگر یہ حرکت کوئی اور دوست کرتے تو مجھے قطعاً رنج نہ ہوتا ۔ کیونکہ sentiments اور پارٹی بازی کے تحت ایسا اکثر ہو جاتا ہے ۔ لیکن وزیر صاحبان سے ایسی . . . . .

مسٹر سپیکر—خواجہ صاحب میرا خیال ہے کہ اس مسئلے پر مزید بحث نہ کرنی چاہئے ۔

وزیر خوراک و زراعت (ملک قادر بخش)—اب تو جناب جواب دینا ہی پڑ گیا ۔

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ۔ میں نے تو قائد ایوان سے good will کے متعلق ذکر کیا ہے ۔ ورنہ اگر یہ جواب دینا چاہیں تو بڑی خوشی سے دیں ۔

وزیر خزانہ—جناب والا ۔ خواجہ صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ وزرا صاحبان تو ہاؤس کے ممبر بھی نہیں ۔ ان کے باہر جانے سے تو کورم ٹوٹ ہی نہیں سکتا ۔

خواجہ محمد صفدر—نہیں جناب کورم ٹوٹنے کا سوال نہیں ۔

مسٹر حمزہ—جناب سپیکر ۔ اس سلسلے میں میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر—حمزہ صاحب آپ تشریف رکھیں ۔

وزیر خوراک و زراعت—جناب سپیکر ۔ مجھے بھی اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا ہے ۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک بجے سے کچھ پہلے جناب ڈپٹی سپیکر صاحب جو اس وقت کرسی صدارت پر تشریف فرما تھے ۔ فرمانے لگے کہ میجر عبدالمجید صاحب تقریر فرمائیں ۔ لیکن ہاؤس کی یہ sense تھی کہ روکھڑی صاحب تقریر کریں ۔ چنانچہ میجر صاحب

بیٹھ گئے ۔ اس کے بعد سپیکر صاحب نے مسٹر سلطان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تقریر کریں ۔

چونکہ اسمبلی کا وقت ختم ہونے والا تھا اور اس خیال سے کہ شاید وہ تقریر کے لئے کچھ زیادہ وقت لیں اس لئے حمید اللہ خان صاحب کے لئے وقت extend کیا گیا اور یہ بہت ہی کم وقت تھا ۔

It was extended for the sake of Mr. Rokri and not for the sake of the House.

صرف ان کے بولنے کے لئے کچھ وقت extend کیا گیا تھا ۔ During the extended period, unfortunately جیسا کہ لیڈر آف دی ہاؤس نے فرمایا ہے ایک untoward happening ہو گئی ۔ جس پر سپیکر صاحب نے انہیں name کر دیا اور کہہ دیا you please go out.

Now there was nothing left Sir but to adjourn the House, and every body rose in their seats simultaneously.

خواجہ محمد صفدر—اسے آج سارے پریس نے نوٹ کیا ہے ۔

وزیر زراعت و خوراک—غلط ہے غلط ہے ۔ (قطع کلامیاں)

وزیر خزانہ—آپ زیادتی کر رہے ہیں ۔ آپ کئی بار خود as a protest ہاؤس کو سپیکر صاحب کے رولنگ کے برخلاف چھوڑ کر باہر چلے گئے ہیں اور آپ نے کبھی معافی نہیں مانگی ۔

Khawaja Muhammad Safdar : That is only my privilege. (Interruptions

مسٹر سپیکر—میں اراکین اسمبلی کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ چیئر کی respect کرنا دراصل آپ کی اپنی respect ہے ۔ (خوب ۔ خوب) اور اس سارے ایوان کی عزت ہے ۔ یہاں اس کرسی پر میں ہوں یا ڈپٹی سپیکر صاحبان میں سے کوئی بیٹھے ہم شخصی طور پر عزت command نہیں کرنا چاہتے لیکن یہ چاہتے ہیں کہ اس چیئر کی عزت برقرار رہے ۔

اس وجہ سے میں ہاؤس کے تمام ممبران سے التجا کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ ہاؤس کے decorum کو قائم رکھا جائے کرسی صدارت پر خواہ میں ہوں ڈپٹی سپیکر صاحبان یا panel of chairmen میں سے کوئی ہو ۔ میں لیڈر آف دی ہاؤس کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس جذبہ کے ساتھ ہاؤس میں حمیداللہ خان صاحب کی جانب سے معذرت کا اظہار کیا ہے ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں ایک بار پھر تمام ہاؤس کے ممبران سے درخواست کروں گا کہ وہ ہاؤس کے decorum کو اور اس کے وقار کو اپنا وقار سمجھتے ہوئے قائم رکھا جائے ۔

ADJOURNMENT MOTIONS

مسٹر سپیکر—چودھری محمد علی صاحب نے ایک تحریک التوا کا نوٹس دیا ہے جس میں وہ بہاولپور میں ننگے ناچ اور دیگر اخلاق سوز شو جو یکم جون ۶۴ء سے منعقد ہو رہا ہے اور مقامی حکام نے جس کے لئے ۳۰ جون تک کا اضافہ کر دیا ہے ۔ زیر بحث لانا چاہتے ہیں ۔ چونکہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ اسے عام بحث میں لایا جا سکتا ہے اس لئے اس تحریک التوا کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔

GENERAL BUDGET 1964 65

DISCUSSION ON THE GENERAL BUDGET AS A WHOLE (RESUMPTION)

Mr. Speaker : Now the House will resume discussion on the General Budget as a whole. Mian Muhammad Akbar.

میاں محمد اکبر (گجرات-۱)—جناب والا-زیر بحث میزانیہ موجود اسمبلی کی زندگی کا آخری میزانیہ ہے اور اس لحاظ سے اس کو ایک طرح سے تاریخی اہمیت حاصل ہے ۔ اسی اہمیت کے پیش نظر جناب والا-مجھے وزیر خزانہ سے توقع تھی کہ وہ ایسا بجٹ پیش کریں گے جو عوامی خواہشات کا ترجمان ہو گا ۔ جو نہ صرف پرانی لغزشوں کا ازالہ کر سکے گا بلکہ مجھے یہ توقع تھی کہ

جناب محترم وزیر خزانہ اپنے فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے یہاں اسمبلی کے آخری اجلاس میں ایک شاندار بجٹ پیش کریں گے جو آنے والے کئی سالوں تک ایک سنگ میل کی حیثیت رکھے گا ۔ مگر جناب والا افسوس کا مقام ہے کہ وزیر خزانہ نے اپنی آخری کوشش کو بھی سیاست کی نذر کر دیا ۔ بجائے اس کے کہ وہ ایسا بجٹ پیش کرتے جو عوام کی خواہشات کا آئینہ دار ہوتا اور اپنے تدبر سے اقتصادی منصوبہ بندی کا ایک ایسا مظہر پیش کرتے کہ جس پر آنے والی اسمبلی اس سے مشعل راہ کا کام لے سکتی ۔

جناب والا۔انہوں نے اپنی تمام تر کوشش کو سیاست میں صرف کر دیا ہے اس لحاظ سے جو آخری کوشش ہو سکتی تھی کہ ہمارے تین بجٹ جو پہلے پیش ہوئے ہیں ان کی لغزشوں کا ازالہ ہو سکتا ۔ ہماری وہ امید ایک امید موہوم بن کر رہ گئی ۔

اس کے بعد جناب والا میں گذارش کروں گا کہ محترم وزیر خزانہ نے جو اعداد و شمار کی جادوگری سے ایوان کو مسحور کرنے کی کوشش کی ہے اگر اس میزانیہ کو ذرا بھی غور سے دیکھا جائے تو یہ سارا طلسم فوراً ٹوٹ جاتا ہے ۔ جناب والا اس بجٹ پر جو سب سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے اور اس کو جس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ جس پر محترم وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں جوش خطابت سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ اس بجٹ میں ترقیاتی اور ڈولپمنٹ کی سکیموں کے لئے بہت زیادہ رقم رکھی گئی ہے ۔ پچھلے سال انہوں نے فرمایا تھا کہ ڈولپمنٹ کے لئے ۱۸۲ کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے ۔ اور اب اسے بڑھا کر ۲۱۰ کروڑ کر دی گئی ہے ۔ اس ضمن میں میں جناب والا کی

خدمت میں ان کی اپنی بجٹ سپیچ میں سے پڑھ کر عرض کرتا ہوں ۔ پیرا ۱۰ میں وہ فرماتے ہیں ۔

"10. The development programme for 1964—65 has to be viewed in the wider perspectivs of the performance during the Second Plan period which I have broadly outlined earlier. The next year's budget provides for a total development expenditure of Rs. 210 crores, of which Rs 15 crores is earmarked for the Rural Works Programme. The Revised Estimate of developmental expenditure during 1963—64 is Rs 149 crores, including Rs 10 crores for the Rural Works Programme as against the original estimates of Rs. 182 crores. The next year's Programme aims at a substantial increase in investment in different sectors. In the case of rural works, the allocation will be 50 per cent larger.,,

تو جناب والا یہ پیرا جو میں نے محترم وزیر خزانہ کی تقریر سے پیش کیا ہے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سال رواں کے دوران ابتدائی تخمینہ کے مطابق ترقی کے کاموں پر ۱۸۲ کروڑ روپیہ کا تخمینہ لگایا گیا تھا لیکن جناب والا سال رواں کے دوران اس پر صرف ۱۴۹ کروڑ روپیہ خرچ ہو سکا ۔ اس طرح ابتدائی تخمینہ سے ۳۵ کروڑ روپیہ کم خرچ ہوا ۔ اور اب جناب والا ہمیں یہ فخریہ انداز میں بتایا جا رہا ہے کہ آئندہ سال ان کاموں پر ۲۱۰ کروڑ روپیہ خرچ کیا جائے گا ۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ اس سال کا سال رواں میں ۳۵ کروڑ روپیہ جو خرچ نہیں کیا جا سکا یہ ایک مجرمانہ غفلت ہے ۔ جو ان محکموں پر عائد ہوتی ہے جن کے ذمے ترقی کے کاموں کی تعمیر تھی اور پھر ہماری حکومت پر بھی یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے یہ رقم سال رواں میں کیوں خرچ نہیں کی ۔

سال رواں کے ۱۸۲ کروڑ میں سے جو ۳۵ کروڑ کی رقم بچ گئی ہے اسے بیلینس کے طور پر carry forward کیا ہے ۔ اور اس ۳۵ کروڑ کے خرچ میں شامل کر کے خوش خبری سنا دی ہے اگر یہ ۳۳ کروڑ دو سو کروڑ میں سے منہا کو دیا جائے

معمولی حساب کی بات ہے صرف ۱۷۷-کروڑ روپیہ باقی بچتے ہیں تو گویا جس بات پر فخریہ انداز میں باتیں کیجا رہی ہیں اور زور خطابت صرف کیا جا رہا ہے اس کا پس منظر کیا ہے اور حقیقت کیا ہے وہ یہ ہے کہ آئندہ سال سال رواں کے بابت تخمینے سے بھی ۵-کروڑ روپے کم رقم رکھی گئی ہے اور ڈھنڈورا یہ پیٹا جا رہا ہے کہ اگلے سال ہر ایک علاقے اور پسماندہ علاقے کے چھوٹے چھوٹے یونٹوں کو اور دیگر تمام علاقہ جات کو پچھلے سال کی نسبت یعنی سال رواں کی نسبت زیادہ رقم دے رہے ہیں۔ تو اسمیں کیا اپج ہے کہ ایک سال جو رقم مختص کیجاتی ہے قرض لیکر اسمیں سے ایک معتدبہ حصہ بچا کر اور پھر وہ رقم ملا دے دیجائے اور یہ دعوی کیا جائے کہ ہم پچھلے سال کی نسبت زیادہ رقم دے رہے ہیں۔ تو میرے خیال میں یہ ایک بودی دلیل ہے۔ اور پھر یہ کیا ضمانت ہے کہ اگر سال رواں کے دوران ۱۸۲-کروڑ کی بجائے صرف ۱۴۹-کروڑ روپے خرچ ہو جائیں گے تو آئندہ سال ۲۱۰-روپیہ کسطرح خرچ کیا جا سکے گا۔

جناب والا ان گذارشات سے میری مراد یہ ہے کہ میرے خیال میں میں یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکا ہوں کہ آئندہ سال کیلئے ترقیاتی کاموں پر کوئی زیادہ رقم نہیں خرچ کیجا رہی ہے۔ جناب والا دیکھنا یہ ہے کہ سال رواں کے درمیان ۱۸۲-کروڑ کے بجائے ۱۴۹-کروڑ روپیہ خرچ ہو سکا ہے اور اسکا اثر ہماری معیشت پر برا پڑتا ہے اور اسکا ذمہ دار کون ہے میں یہ کہونگا کہ ہماری حکومت ذمہ دار ہے اور سب سے زیادہ وہ محکمہ ذمہ دار ہیں جن پر ترقیاتی کاموں کی تعمیر کا فرض عائد ہوتا ہے۔ جناب والا اس ضمن میں سر فہرست دو محکمے ہیں ایک واپڈا اور

دوسرا پی۔ڈبلیو ڈی۔واپڈا کے متعلق اس ایوان میں کئی دفعہ گذارشات کیجا چکی ھیں کہ واپڈا کا محکمہ کوئی پاکستان کا محکمہ نہیں دکھائی دیتا ۔ اگر اسکے اندرونی نظام اور ڈھانچہ کو دیکھا جائے اور اسکے منصوبوں کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ھوتا ھے کہ جیسے امریکی حکومت کا کوئی محکمہ ھمارے یہاں کام کر رھا ھے اور صرف کام ھی نہیں کر رھا ھے بلکہ امریکی حکومت کے ایجنٹ کے طور پر یہاں spy کا کام کر رھا ھے ۔ اور ھماری معیشت تباہ و برباد کر رھا ھے ۔

جناب والا ۔ واپڈا کے تمام منصوبے امریکہ میں بن کر یہاں آتے ھیں ۔ اور وہ امریکی قرضوں سے پایہ تکمیل تک پہونچتے ھیں ۔ جیسا کہ اس معزز ایوان کے معزز اراکین کو علم ھے ۔ کہ امریکی قرضوں کے ساتھ ھمیشہ ھمیشہ کے لئے یہ شرط لگی ھوئی ھے کہ جو کام پاکستان میں امریکی قرضوں سے سر انجام دئے جائیں گے ان کاموں کے لئے مثال کے طور پر امریکی Consultant ھونا چاھئے اس شرط کا نتیجہ اس شکل میں ظاھر ھوتا ھے کہ امریکی Consultant جب ڈیزائین کرتے ھیں اور ٹنڈر طلب کرتے ھیں تو کوئی فرد چاھے وہ کتنی ھی مہارت کیوں نہ رکھتا ھو ۔ ان کے معیار پر پورا نہیں اترتا وہ معیار ھی کچھ ایسا رکھتے ھیں ۔ کہ پاکستان کے افراد ٹنڈر حاصل کرنے میں یا ٹھیکہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ھو سکیں اس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ھوتا ھے ۔ کہ تمام تر واپڈا کے ٹھیکے یا امریکی یا دوسری غیر ملکی فرموں کو دئے جاتے ھیں ۔ اور ان کے نرخ جیسا کہ آپ جانتے ھیں اور یہ سارا ایوان بھی جانتا ھے ۔ ھمارے ملکی فرموں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ھوتے ھیں اور اس طرح سے قرض کی رقم کا ناجائز صرف کیا جاتا ھے اور مجرمانہ صرف کیا جاتا ھے ایسی رقمیں جو امریکہ ھمیں قرضے کی صورت

میں دیتا ہے اس پر مجھے ایک شعر یاد آیا

قرض کی پیتے تھے مئے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

اب اس کے جناب والا ۔ پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کو دیکھیں تو یہ میرے خیال میں بیکار اور ناکارہ سا محکمہ ہو کر رہے گا ۔ خاص طور سے ان حالات کے بعد اور ان واقعات کے بعد کہ تقریباً ہر ایک محکمہ میں ڈویزن اور پلاننگ cells الگ بنے ہوئے ہیں۔ وہ ان cells کے ذریعہ سے اور انجینئروں کے ذریعہ سے جو ان cells میں ہیں اپنے مقرر کردہ Consultants سے ڈیزائن بنواتا ہے۔ تو انہیں کی زیر نگرانی ان محکمہ جات کی تعمیرات کی جاتی ہیں ۔ اس کے علاوہ جو ۱۵ ۔ کروڑ روپے ہمارے اس بجٹ میں دیہاتی کاموں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ۔ اور بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ کام کروائے جائیں گے ۔ اور یہ ۱۵ ۔ کروڑ روپے پی ۔ ڈبلیو۔ڈی کے مصارف میں نہیں آئیں گے اور ان سے یہ تعمیرات کا کام نہیں کروایا جائے گا ۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے بہت سے محکمہ جات اپنے اپنے کام اپنے اپنے Consultant کے ذریعہ کرواتے ہیں ۔ تو کیا ان حالات میں یہ بات درست اور جائز نہیں تھی کہ اس محکمہ کو جو اندرونی بدنظمی اور پارٹی بازی کا شکار ہو چکا ہے ۔ ختم کر دیا جائے ۔ اور کروڑوں روپے کا خرچ جو اس کے Establishment پر کیا جا رہا ہے ۔ اسے بچا لیا جائے ۔ تاکہ ہم اپنے غریب عوام پر مزید ٹیکس کا بوجھ نہ ڈالیں ۔ جناب والا پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کو قائم کرنے میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے ۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے گذارش کی تھی کہ تقریباً ہر محکمہ اپنے Consultant سے کام کرواتا ہے ۔ دیہاتوں میں زیادہ تر کام Basic Democrates کے ذریعہ کروایا جاتا ہے ۔ اور سڑکوں کی Maintenance کا کام پی ۔

ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کے ذریعہ کروایا جاتا ہے ۔ لیکن وہاں بھی جناب والا اگر آپ دیکھیں تو ایک عجیب منظر دکھائی دیتا ہے ۔ سڑکوں کے معاملے میں ایک بات یہ ہے کہ ہمرا پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ اسی پرانے دقیانوسی ڈیزائنوں کے ذریعہ سڑکیں بنا رہا ہے جو آج سے تقریباً ۱۰۰ ۔ ۱۵۰ ۔ سال قبل بنائی جاتی تھیں ۔ اور جو Specific ڈیزائن کی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے ۔ کہ آج جو موٹر گاڑیاں اور دیگر بھاری بھاری vehicles آ رہی ہیں اور وہ ان سڑکوں پر چلائی جا رہی ہیں ۔ تو وہ سڑکیں ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہیں ۔ ہماری فوج کی بعض بھاری بھاری گاڑیاں ہیں جن کے لئے یہ یہ سڑکیں بیکار ہیں ۔ پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ اتنی زحمت گوارا نہیں کرتی اور کسی سے مشورہ نہیں کرتی کہ آج کل سڑکوں کا Specification کیا ہونا چاہئے ۔ وہ اپنے اسی پرانے ڈیزائن پر جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ۔ ۱۰۰ ۔ یا ۱۵۰ ۔ سال پہلے کا جو ڈیزائن تھا اسی پر چل رہے ہیں ۔

اسکا ایک شاہکار ہماری گجرات سرگودھا روڈ بھی ہے ۔ جس پر انسان پیدل بھی نہیں چل سکتے ہیں ۔ چہ جائیکہ اس پر مسافروں سے یا مال سے بھری ہوئی گاڑیاں چل سکیں ۔ اس کے علاوہ جو کام بھی پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کے سپرد کیا جائے ۔ اس کی تکمیل میں بے فائدہ اور بے کار دیر مجرمانہ طور پر کی جاتی ہے ۔ جب سال کا اختتام ہونے کو آتا ہے ۔ اور پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ یہ سمجھتی ہے ۔ کہ اب یہ فنڈ Lapse ہو جائیں گے ۔ اور ہم کچھ کام نہیں کر سکے ۔ تو ہوتا یہ ہے ۔ کہ فرضی طور پر کچھ میٹیریل اس کام پر یا اس سڑک debit کر دیا جاتا ہے ۔ تا کہ وہ رقم جو اس کام کے لئے مخصوص کی گئی ہے ۔ Lapse نہ ہونے پائے ۔ جب ۳۰ جون ختم ہو جاتا ہے ۔ تو پھر right back order بنا کر وہ میٹیریل واپس کر دیا جاتا ہے ۔

اور بسااوقات اس transaction میں حکومت کا بہت روپیہ خرد برد کیا جاتا ہے ۔ میں اس کی مثال جناب والا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ جسڑ شکر گڑھ روڈ کئی سالوں سے شروع ہے ۔ لیکن یہ آج تک مکمل نہیں ہو سکی ۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی ابھی واضح کیا ہے ۔ اسی طرح سے کسی منچلے نے سال کے اختتام پر ایک سو بیس ٹن لوہا debit کر دیا۔ جسکی قیمت ۷،۱،۶۶۸ روپے بنتی ہے ۔ اور اسکی دوسری مثال ڈسکہ ۔ پسرور روڈ ہے ۔ جہاں سال ختم ہونے کو آیا ۔ تو رقم کے Lapse ہو جانے کے اندیشے سے انہوں نے اس پر ایک سو پچیس ٹن لوہا debit کر دیا جسکی قیمت ۱،۰۶،۶۰۵ روپے بنتی ہے ۔ اسی ڈسکہ ۔ پسرور روڈ پر لوہے کے علاوہ ۷،۷۵،۰۰۰ مکعب فٹ روڑی بھی debit کر دی گئی ۔ وہ روڑی جس سے کہ سڑک بنتی ہے ۔ اگر بات یہیں تک ہوتی ۔ تو کوئی بڑی بات نہ تھی ۔ لیکن ظلم تو یہ ہے کہ ۱۲۵ - ۱۲۰ ٹن لوہا اور پونے آٹھ لاکھ مکعب فٹ روڑی کا کہیں نام و نشان نہیں ہے ۔ نہ تو وہ سڑک پر موجود ہے ۔ اور نہ ہی پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کے گوداموں میں موجود ہے ۔ وہ اسی transaction میں خرد برد کر دی گئی ۔ اور اس طرح لاکھوں روپے غبن کر دیئے گئے ۔ اس کی تحقیقات بھی ہو رہی ہے ۔ لیکن ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے ۔ اور وہ تحقیقات بیچ ہی میں معلق ہیں اور ابھی تک اسکا نتیجہ برآمد نہیں ہوا ۔ یہ خرابیاں پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کی تاخیر سے پیدا ہوئی ہیں ۔ جو مجرمانہ طور پر یہ کاموں میں کرتے ہیں ۔

اس کے علاوہ وہ جناب والا ۔ میں یہ گذارش کروں۔ کہ میو ہسپتال ایک بہت بڑی عمارت ہے ۔ جسے پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ ایک ریاست کے طور پر استعمال کرتی ہے ۔ جس سے وہ اسی طرح کے ناجائز فائدے اٹھاتے ہیں ۔

جناب والا ۔ پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں سنیٹری ورکس پر پچھلے

پانچ سات برسوں میں آپ سن کر حیران ہوں گے ۔ کہ ستائیس لاکھ کا خرچہ پبلک ہیلتھ پر ڈالا گیا ہے ۔ اور اگر میں جناب والا ۔ کی خدمت میں گذارش کروں تو بیجا نہ ہو گا ۔ کہ اس خرچ اور اس لاگت سے کم خرچ اور کم لاگت پر میو ہسپتال کے تمام کا تمام پبلک ہیلتھ کا کام نئے سرے سے تعمیر ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح لیڈی میکلیگن کالج میں پچھلے سالوں میں اٹھارہ لاکھ روپے کا خرچ دکھایا گیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ اگر یہ بھی نئے سرے سے تعمیر کیا جائے ۔ تو یہاں بھی اتنا خرچہ نہیں اٹھیگا ۔ یہاں وزیر تعمیرات موجود نہیں ہیں ۔ ورنہ میں ان سے پوچھتا ۔ کہ پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کے ذمہ جو سڑکیں چراغ والا روڈ، گوجر خاں ۔ پار پلائی روڈ، رسول ۔ منڈی بہاؤالدین روڈ، مندرہ کینال روڈ، یہ کئی سالوں سے شروع ہیں ۔ اور ابھی تک معلق ہیں ۔ اور ان کی تکمیل نہیں ہو سکی ۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا ۔ کہ وہ ریکارڈ دیکھ کر بتائیں ۔ کہ ان سڑکوں پر ان کے افسروں نے کتنا ٹی ۔ اے وصول کیا ہے ۔ اور ان سڑکوں پر کچی gangs رکھکر کتنا روپیہ وصول کرکے ان سڑکوں کے حساب میں ڈالا گیا ہے ۔ یہ کب شروع ہوئی ۔ اور میں پوچھنا چاہتا تھا ۔ کہ یہ کب تک بن سکے گی ۔ تو یہ حالت ہے ۔ پی ۔ ڈبلیو ۔ ڈی ۔ کی ۔ میں اور کئی مثالیں پیش کر سکتا ہوں ۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ۔ اور وزیر تعمیرات سے عرض کرتا ہوں ۔ کہ وہ اس کا محاسبہ کریں ۔ اس پر ہماری تعمیرات اور معشیت کا انحصار ہے ۔ اور انہیں ذرا کہیں ۔ کہ کام وقت پر ختم کیا کریں ۔ تو میری ان معروضات سے یہ واضح ہو گیا ہے ۔ کہ ترقیاتی کاموں کا جو ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے ۔ وہ محض پروپیگنڈا سٹنٹ ہے ۔ اور اگر کوئی ترقیاتی کام کیا بھی جاتا ہے ۔ تو وہ کسی قیمت پر کیا جاتا ہے ۔ لیکن زیب داستان کے لئے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہمارے صوبے میں کچھ ترقیاتی

کام ہو بھی رہا ہے ۔ تو میں یہ سوال کرونگا ۔ کہ آیا پاکستان ہم نے محض اس لئے بنایا ہے ۔ کہ سال بھر میں چند میل سڑکیں بنا دی جائیں ۔ پاکستان حاصل کرنے میں ہمارا مقصد یہ تھا ۔ کہ جمہوریت کا دور دورہ ہو گا ۔ کوئی بلیک میلر کسی کو بلیک نہیں کر سکے گا ۔ کوئی کسی پر جھوٹا مقدمہ نہیں بنا سکے گا ۔ کوئی کسی کو کسی افسر کے ذریعے سزا نہیں دلوا سکے گا ۔ تو میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ اس وقت حکومت کے کچھ حاشیہ نشین اور بلیک میلر ایسے بھی ہیں ۔ جو حکومت کو بدنام کرنا چاہتے ہیں ۔ اور لوگوں کو بھی ستا رہے ہیں ۔ اور وہ دعویٰ باندھتے ہیں ۔ کہ وہ صدر کے بہت نزدیک ہیں ۔ اور کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ اور انہوں نے ایسے ہی الفاظ میں گجرات کے ایک عام جلسے میں اعلان کیا تھا ۔ کہ ان کے چہیتے افسر کے خلاف جو تحقیقات ہو رہی ہیں ۔ ان کے خلاف سات آٹھ مقدمات درج ہو چکے ہیں ۔ سمگلنگ اور اسی قسم کے دوسرے الزامات میں مقدمات درج ہو چکے ہیں ۔ اور ان میں یہ ذات شریف بھی ملوث ہوتی ہے ۔ انہی سات آٹھ مقدمات میں یہ بھی implicate ہوتے ہیں ۔ انہوں نے برملا فرمایا تھا ۔ کہ کوئی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔

Mr. Speaker : Government has got nothing to do with this.

میاں محمد اکبر ــــ حکومت کا اس سے تعلق میں عرض کرتا ہوں ۔ تو جناب والا ۔ انہوں نے اب یہ برملا کہنا شروع کر دیا ہے ۔ کہ میں نے انٹی کرپشن سے یہ مقدمات واپس دلا دیئے ہیں ۔ اور اب یہ کرائم برانچ کے پاس آ گئے ہیں اور اب میرا بال بھی کوئی بیکا نہیں کر سکتا ان حالات سے سارے پریشان اور خائف ہیں ۔ میں حکومت سے کہتا ہوں ۔ کہ وہ اس بارے میں اعلان کرے ۔ کہ کیا وہ یہ مقدمہ واپس لینا چاہتی ہے ۔ یا اب کرائم برانچ والے اس کے متعلق پوری کارروائی کریں گے ۔ وہ

dismissed پولیس کانسٹیبل اپنی پرانوں علاقوں سے مجبور ہو کر . . . .

Mr. Speaker : No personal remarks.

میاں محمد شریف (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔شیشے کے مکان میں بیٹھ کر پتھر برسانے سے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کا محل چکنا چور ہو جائے گا ۔

Mr. Speaker : No personal remarks, please Mian Sahib may please take his seat.

میاں محمد اکبر۔تو میں یہ عرض کر رہا تھا ۔ کہ لوگوں پر چھوٹے مقدمات بنائے جاتے ہیں ۔ پچھلے دنوں اپنے سیاسی حریف کے لڑکے پر . . . . . .

Mr. Speaker : No personal remarks, please.

میاں محمد اکبر۔جناب والا ۔ ہمارے ضلع میں جو جرگے کا قانون پاس ہوا اور جو جناب والا ۔ اس معزز ایوان نے پاس کیا اس لئے کہ لوگوں کو جلدی انصاف حاصل ہو سکے اور جرگہ جناب والا ۔ ہمارے ہاں مشہور فسانہ آزاد کے کیریکٹر خوجی کی کرولی بن کے رہ گیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ذرا سے وہ ناراض ہوں تو وہ کہتے ہیں ۔ کہ لانا وہ ہماری کرولی ۔ ذرا ڈالو اس کو جرگے میں تو جناب والا ۔ ۳۰۷ کا مقدمہ بنا کر انہوں نے اپنے افسروں کے ذریعے بھیجا اور کہا گیا کہ اس مقدمے کو جرگہ کے ذریعے سے ٹرائی کرایا جائے لیکن جناب والا ۔ کمشنر صاحب نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ مقدمہ بالکل جھوٹا ہے ۔ تو جناب میں اپنی حکومت سے یہ پوچھتا ہوں اور میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں کہ کیا ایسی حرکات وہ بند نہیں کرا سکتے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ غریب ادمیوں پر جھوٹے مقدمے نہ بنائے جائیں ۔ میں ایک بات وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں اور وہ ہے تعلیم کے متعلق جناب والا ۔ وزیر تعلیم صاحب نے نہایت مہربانی سے یہ فرمایا ہے کہ نئے نئے سکول جاری

ہو رہے ہیں اور پرانے سکولوں اور کالجوں کو مزید گرانٹ دی جا رہی ہے اور یونیورسٹیوں کو بڑی بڑی گرانٹیں دی جا رہی ہیں ۔ لیکن جناب نہایت افسوس کے ساتھ میں اس ضمن میں گذارش کروں گا ۔ کہ ہمارے ہاں کوئی پرائمری سکول جاری نہیں ہو سکتا جب تک ان کی مرضی نہ ہو جناب والا ۔ میں نے پہلے وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ تحقیقات کریں گے لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا ۔ کالجوں کے متعلق گذارش یہ ہے اس ایوان میں میں نے تحریک التوا پیش کی تھی ۔ میرے محترم جناب پیر محمد خان صاحب نے جواب میں فرمایا تھا کہ واقعی کالج کی گرانٹ جو ہے یہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر بند کی گئی ہے ۔ محترم خان پیر محمد خان موجود ہیں اگر جرأت ہو تو جھٹلائیں انہوں نے یہاں اس ایوان میں فرمایا تھا ۔ میرے پاس ریکارڈ موجود ہے کہ یہ گرانٹ جو ہے وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر بند کر دی گئی ہے ۔

وزیر مال---وہ ریکارڈ پڑھ کر سنا دیں ۔

میاں محمد اکبر---آپ اس کی تردید کریں میں پرولیج موشن لاؤں گا ۔ آپ اس کی تردید کریں ۔ (شور)

تو جناب والا ۔ اس ضمن میں میری گذارش ہے کہ جو گرانٹ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر بند کی گئی ہے ۔ اس کو دوبارہ بحال کریں یا خود انکوائری کر لیں ۔

مسٹر محمد محسن صدیقی (کراچی - ۱)---جناب والا ۔ اول اول میں اپنا نہایت ہی خوشگوار فرض سمجھتا ہوں ۔ کہ اس میزانیے پر جو اپنے طریقہ پر ایک ترقیاتی بجٹ کہلایا جا سکتا ہے ۔ وزیر خزانہ کو مبارکباد دوں ۔ دراصل یہ بجٹ اس ترقیاتی منصوبہ بندی کی ایک کڑی ہے ۔ جو موجودہ دور حکومت نے آج چار سال ہوئے جاری و

ساری کیا ہے ۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ سیاسی مخالفین اس کو جھٹلا سکتے ہیں ۔ کہ دور ایوبی میں جو ترقیاتی پروگرام ہیں ۔ انہیں عملی جامہ نہیں پہنایا گیا ہے ۔ پچھلے ۱۴ - ۱۵ سالوں میں اور دوسرے دوروں میں نہ صرف ان کو عملی جامہ ہی نہیں پہنایا گیا بلکہ ان کے لئے کوئی صحیح منصوبہ بھی نہیں کیا جا سکا۔ اس لئے اس حقیقت کو مان لینا اور اس حقیقت کے سامنے سر جھکا دینا ہی بہتر ہے کہ ترقیاتی پروگرام پچھلے پانچ سال سے جس شد و مد سے جس ولولہ سے کیا گیا ہے ۔ وہ یقیناً قابل تعریف مبارکباد ہے ۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب ملک میں زندگی کے مختلف گوشوں میں ملک کے چپے چپے اور ٹکڑے ٹکڑے میں آواز آ رہی ہے کہ ملک ترقی کر رہا ہے اور ہم بھی دیکھ رہے ہیں کہ ترقیاتی پروگرام عملی جامہ پہن رہے ہیں ۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ان پروگراموں سے عوام کو صحیح اور جائز منفعت پہنچا ہے یا نہیں ۔ صرف میں اس میں خوش نہیں کہ اس ملک میں بڑی بڑی فیکٹریاں اور ملیں قائم کی جائیں یا یہ کہ بڑی بڑی لمبی سڑکیں بن جائیں لیکن مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ ان ترقیاتی پروگراموں سے عوام کو کس قدر منفعت پہنچا ہے ۔ مگر ان ترقیاتی پروگراموں میں چند سرمایہ دار ہیں جن کے پاس زیادہ ملک کا سرمایہ ہے اور اگر وہ ملک کے دیگر وسائل پر قابض ہو گئے ہیں تو پھر میں ہرگز ماننے کو تیار نہیں کہ ملک ترقی کر گیا (آوازیں ہیئر - ہیئر) میں نے اپنی اسمبلی کی تقریر میں آپ کے سامنے عرض کیا تھا کہ دنیا کی اقتصادیات یا اگر آپ ایک عام بہبود کو مد نظر رکھیں اور جو دوسرے ملک ہمارے جیسے ترقی کے میدان میں آئے اور جس طریقہ سے انہوں نے ترقی حاصل کی اس کو سامنے رکھیں تو آپ کو یہ محسوس ہو گا ۔ کہ آپ کے ترقیاتی پروگراموں سے عوام کو کم سے کم فائدہ پہنچا ہے ۔ ہم بڑی بڑی فیکٹریاں لگائیں اور مزید ہمارے منصوبے ہیں مگر اس ملک کے تمام

وسائل اور اس ملک کا تمام تر سرمایہ چند خاندانوں میں سمٹ کر آ گیا ہے - ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک طرف تو آپ ترقیاتی پروگرام بنائیں اور دوسری طرف ایک ویلفیئر سٹیٹ کا منصوبہ آپ کی نظر میں ہو تاکہ اس ترقیاتی پروگراموں کا ڈائریکٹ فائدہ عوام کو براہ راست پہنچے - میں نے پچھلی تقریر میں ذکر کیا تھا - کہ اس ملک میں انتہائی ضروری ہے کہ سوشل سیکورٹی ہو اور بڑھاپے کی انشورنس ہو - اس قسم کی میں نے تجاویز پیش کی تھیں - میں نے کہا تھا کہ نیشنل ہیلتھ سروس شروع کی جائے تاکہ عوام ترقیاتی پروگراموں سے مستفید ہو جائیں - میں نے ویلفیئر سٹیٹ کا ایک صحیح concept رکھا تھا - اور مجھے امید ہے کہ خاص خاص ترقیاتی پروگرام رکھیں گے - اور دوسری طرف عوام کے مفادات کی سکیمیں بھی رکھیں - مجھے امید ہے کہ جہاں ان کے پاس بہت سے وسائل ہیں وہ یہ بھی کوشش کریں گے کہ وہ اس قسم کے منصوبوں پر خرچ کریں جن سے عوام الناس کو فائدہ ہو - جناب والا - دوسری چیز جو قابل ذکر ہے اور جس کے متعلق میں آپ کی اور اس ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ایک بد نصیب شہر کراچی ہے - جس میں ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنایا گیا ہے لیکن چند خاندان جن کی تعداد پندرہ یا بیس ہو گی یقیناً وہ کروڑوں پتی اس شہر میں وجود ہیں مگر وہ ہمارے لئے عذاب الہی بنے ہوئے ہیں - ان کے بنانے میں نہ ہمارا ہاتھ ہے اور نہ ہم ان کو بگاڑ سکتے ہیں - یہی ترقیاتی پروگرام یہی آپ کی سکیمیں روز بروز زیادہ سے زیادہ ان کو مال دار بناتی جاتی ہیں - اور آپ کراچی کے لئے فرما دیتے ہیں - کہ دولت مندوں کا شہر ہے اور بڑے بڑے سرمایہ داروں کا شہر ہے - ملک کے سب سے زیادہ سرمایہ دار اس خطے میں رہتے ہیں اس لئے اس کو نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہے - اور چنانچہ اس بجٹ میں اگر آپ غور فرمائیں تو کراچی کے لوگ تو کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک

کیا گیا ہے ۔ مگر میں کہتا ہوں سوتیلی ماں جیسا بھی نہیں ۔ بلکہ ڈائین ماں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے ۔ جناب والا ۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ حقیقت کیا ہے ۔ ذرا غور فرمائیے کراچی میں حکومت کی خود مردم شماری کے مطابق تقریباً ایک کروڑ خاندانوں میں سے ایک خاندان پانچ لاکھ انسانوں کی آبادی پر مشتمل ہے اور وہ پانچ لاکھ انسان ایسے ہیں جو جھونپڑیوں ۔ جھگیوں اور سڑک کے فٹ پاتھوں پر پڑے ہوئے ہیں ۔ اور جن کی آباد کاری کے لئے کئی منصوبے بنے تھے ۔ اب اس بجٹ میں دو کروڑ اور پندرہ لاکھ کی رقم ہے ۔ جس سے پانچ ہزار آدمی بھی صحیح طریقہ سے آباد نہیں کئے جا سکتے ۔ آج سسکتی ہوئی انسانیت کراچی کے گلی کوچوں میں پڑی ہے اور یہ آپ کی جنگ آزادی کے صف اول کے سپاہی ہیں ۔ آپ انہیں پسند کریں یا نہ کریں لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کراچی کے کروڑ پتیوں کی نمائندگی نہیں کرتا ۔ میں اپنے دوستوں کو دعوت دیتا ہوں ۔ کہ وہ ان کی نمائندگی کریں ۔ میں نے یہاں ہاؤس میں کئی بار کہا ہے کہ کراچی کی سب سے غریب آبادی جس میں بلوچی بھی ہیں پٹھان بھی ہیں ۔ ڈرگ روڈ ۔ انڈسٹریل ایریا ۔ لانڈھی ارر مالیر وغیرہ کے لوگ ہیں وہ سب غریب ہیں جن میں ایک سرمایہ دار بھی نہیں میں ان کی نمائندگی کرتا ہوں ۔

میرے یہ دوست فخر حاصل کریں ؟ وہ کراچی کے سرمایہ داروں کی نمائندگی کریں ۔ میں جب بھی آواز اٹھاؤں گا ۔ میں ان غریب عوام کے لئے اٹھاؤں گا ۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ دو کروڑ پندرہ لاکھ کی رقم سے پانچ ہزار آدمیوں کو آباد نہیں کیا جا سکتا ہے جو کہ گورنمنٹ کی اپنی رپورٹ کے مطابق پانچ لاکھ انسان غیر انسانی زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں یہ انتہائی نا انصافی ہے ۔

دوسرا مسلہ جو اس ضمن میں ہے کہ جو کوارٹرز بنتے ہیں - جو کوارٹرز تعمیر کئے گئے ہیں - زیادہ تر وہ کوارٹرز رفیوجی ٹائپ کے بنے ہیں وہاں پر ان کی قیمت وصول کرنے کے سلسلے میں جو زیادتیاں کی جا رہی ہیں - جو رشوت کا بازار گرم ہے میں سمجھتا ہوں ایڈمنسٹریشن نے بالکل ایک کھلی چھٹی دے رکھی ہے - یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور یہ میری ذاتی اطلاع ہے - کہ جس قدر بد عنوانیاں اس محکمہ میں جاری و ساری ہیں وہ شائد پورے پاکستان میں دوسرے محکموں میں جاری نہ ہوں - مجھے ایک قریب کا واقع معلوم ہے کہ ۳۰۰ کوارٹرز ایک فرد واحد کو دے دئیے گئے کہ تم جسے چاہو اسے دو - اس فرد واحد نے جس کا نام لینا میں مناسب نہیں سمجھتا اور میں مناسب سمجھتا ہوں اگر وہ اپنے گریبان میں سر جھکا کر دیکھے گا - اسے آئینے میں اپنی شکل نظر آئے گی - تو اس فرد واحد نے ان کوارٹروں کو اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ اور اپنے پولیٹیکل سیکرٹری کے ذریعہ ۵۰۰ روپیہ میں لوگوں کو تقسیم کئے اور یہ چیز حکام متعلقہ کے نوٹس میں آئی اور یہاں تک ان کوارٹرز لینے والوں نے آج بھی ان کوارٹرز کی دیواروں پر لکھ رکھا ہے - کہ ہماری رقم واپس کرو - ہم سے رشوت کی جو ۵۰۰ روپیہ رقم لی گئی ہے اسے واپس کرو - محکمہ کے لوگ جاتے ہیں اور نوشتہ دیوار بھی انہیں نظر نہیں آتا - میں خصوصاً وزیر متعلقہ سے مطالبہ کرتا ہوں .....

Haji Gul Hassan Mangi : On a point of Information Sir. Are not the Ministers bound to attend the Assembly Session and hear the speeches of the members ?

Mr. Speaker : Two Ministers are there.

Haji Gul Hassan Mangi : Atleast the Finance Minister should hear what we are saying.

Mr. Speaker : Parliamentary Secretary and two Ministers are there.

مسٹر محمد محسن صدیقی۔میں وزیر متعلقہ سے عرض کروں گا کہ وہ نوشتہ دیوار کو پڑھ لیں ۔

Writing on the wall will give you some indication of the ideas of the people.

اگر خدا کے لئے تمہیں ہوش میں آنا ہے تو دیوار پر تحریر دیکھ لو اس میں شائد اگر تم ڈھونڈو گے تو تمہارے قریب کے لوگ بھی نظر آ جائیں ۔ ایسے لوگ نظر نہ آ جائیں جو تمہارے منظور نظر رہے ہیں اور وہ عوام کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں ۔ خدارا ان چیزوں کی طرف توجہ انتہائی ضروری ہے ور فوری ضرورت ہے ۔

جناب والا ۔ دوسرا مسلہ تعلیم سے تعلق رکھتا ہے ۔ شائد آپ کو معلوم ہو گا کراچی میں تعلیمی سلسلہ میں حکومت اور عوام میں بہت زبردست رابطہ رہا ہے ۔ ہمیشہ یہ اصول رہا ہے ۔ کہ وہاں اگر کالج بنانا چاہتے تھے تو گورنمنٹ ۶۰ فیصدی رقم دیا کرتی تھی اور ۴۰ فیصدی عوام دیتی تھی ۔ یہ وجہ ہے کہ چند سالوں میں کراچی میں اچھے اچھے کالجز بن گئے ۔ حکومت نے بھی ایک دو کالج بنائے ہیں۔ ان میں ایک ناظم آباد کالج ہے ۔ مجھے افسوس ہے وزیر تعلیم صاحب یہاں موجود نہیں ہیں ۔ ایک لاکھ کی آبادی میں ناظم آباد کے لئے ایک کالج بنایا گیا اور اس کالج میں اس وقت ۶۰۰ لڑکے تعلیم پا رہے ہیں ۔ ابھی حکم ہوا ہے کہ اس کالج کو وہاں سے چار میل کے فاصلے پر قاسم آباد میں تبدیل کر دیا جائے۔ عقل حیران ہے ۔ ذہن کام نہیں کرتا ۔ شعور جواب دے رہا ہے آخر ان لوگوں کو ہوا کیا ہے ۔ ایک لاکھ کی آبادی کے لئے ایک کالج بنایا گیا اور اس کالج کو وہاں سے چار میل کے فاصلہ پر منتقل کیا جا رہا ہے ۔ جہاں نہ کوئی ٹرانسپورٹ کا انتظام ہے ۔ جہاں پر ایک لاکھ کی آبادی ہو بچے کس طرح وہاں جائیں گے ۔ میں وزیر متعلقہ سے عرض کروں گا ۔ گورنمنٹ

کالج ناظم آباد کی تبدیلی فوراً روکی جائے۔ اس سے نہ صرف ناظم آباد اور لالو کھیت کے لوگوں کو تکلیف ہو گی ۔ بلکہ شہر کے بچے بھی اس کالج میں آتے ہیں ان کو بھی تکلیف ہو گی ۔ کوئی جواز نہیں ہے کہ اس قسم کی کارروائی کی جائے ۔

تیسری چیز محکمہ ہیلتھ سے تعلق رکھتی ہے ۔ یہ آپ کو سن کر تعجب ہو گا ۔ جب کراچی کو مغربی پاکستان میں شامل کیا گیا تو اس وقت یزدانی ملک صاحب کو متعین کیا گیا کہ وہ term of reference بنائے ۔ اور اصول اور ضابطہ طے کیا جائے کہ کس طریقہ سے کراچی کو مغربی پاکستان میں شامل کیا جائے ۔ یزدانی رپورٹ کراچی کے لئے یہ تھی کہ کراچی ایک ریجن ہونا چاہیے اس کی اپنی اہمیت ہے ۔ اس کی اہمیت کسی طرح بھی نہیں گرانی چاہئے اس کی اپنی ریجن ہونے کی حیثیت تو کیا یہ سن کر آپ کو مزید تعجب ہو گا ۔ کہ ڈائریکٹر آف ہیلتھ بجائے اس کے کہ وہاں خود ایک ڈائریکٹریٹ آف ہیلتھ قائم ہو حیدر آباد کے ڈائریکٹر کو چارج دے دیا گیا ۔ کراچی جیسا بڑا شہر جس کی پچیس تیس لاکھ کی آبادی ہے یہ کتنا ظالم ہے کہ اسے حیدر آباد کے ڈائریکٹر چاہے کتنا ہی محنتی کیوں نہ ہو چاہے کتنا ہی ایماندار کیوں نہ ہو وہ وقت نہیں دے سکتا ۔ میں نے کئی دفعہ وزیر متعلقہ کو لکھا ہے ۔ کہ کراچی میں ایک ڈائریکٹریٹ قائم ہونا چاہئے جو کراچی کی ہیلتھ کے مسائل کو ٹھیک کر سکے ۔ میں نے آپ کو ایک مثال بھی دی کہ میرے سامنے ایک بچہ ملیر میں رکشا سے ٹکرایا اتنا زخمی ہوا کہ اس نے فوراً جان دے دی ۔ مگر اس وقت ٹرانسپورٹ نہ ملی اس وقت ایمبولینس نہ ملی اور کوئی انتظام نہ تھا ۔ جب تک ان کو ہسپتال میں لے گئے اس نے جان دے دی اس قسم کے واقعات روز ہوتے ہیں اور چونکہ وہاں ڈائریکٹریٹ نہیں ہے ۔ اس لئے کوئی توجہ نہیں دی

جاتی ۔ سہولتیں اپنی جگہ پر ہیں ۔ ایک بلڈنگ ۷ سال ہوئے جب محکمہ تعمیرات نے ایک ڈسپنسری کے لئے بنائی ۔ سات سال تک لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد وہ بلڈنگ خالی رہی وہاں کتے اور گدھے روتے رہے ۔ اس کے بعد میں نے توجہ دلائی تب وہاں جا کر دوائیاں اور ڈاکٹر بھیجے گئے ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے حضور والا ۔ ایک جملہ کہتا ہوں میں عرض کروں گا ۔ خصوصاً وزیر خزانہ سے عرض کروں گا ۔ ہمارے مسائل جو یقیناً اہم تر ہیں ۔ اور کراچی جیسا سب سے بڑا شہر جہاں آپ کے باہر کے آدمی آتے ہیں کراچی میں سب سے پہلے پاکستان کا نقشہ ۔ پاکستان کا تخیل وہیں آ کر بنتا ہے ۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں امید رکھتا ہوں کہ اس بجٹ میں جو بھی گنجائش ہو جس طریقے سے گنجائش نکلے خواہ کنٹینجینسیز سے نکلے یا کسی اور فنڈ سے نکلے وہ ضرور ہماری امداد کرائیں ۔

مسٹر حمید اللہ خان--پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ پرسوں کی میٹنگ میں میرے متعلق یہ ہے کہ میں نے ڈپٹی سپیکر صاحب کے حکم کی تعمیل نہیں کی ۔ میں ان پڑھ ہوں اور انگریزی نہیں جانتا ہوں ۔ سپیکر صاحب نے انگریزی میں حکم دیا تھا میں اس غلطی کی کی معافی چاہتا ہوں ۔ میرا وقت باقی رہ گیا تھا ۔ مہربانی کر کے مجھے وقت دیا جائے ۔ میں ایک غریب ضلع کا رہنے والا ہوں ۔

مسٹر سپیکر--حمید اللہ صاحب آپ کے اس اظہار خیال کا میں مشکور ہوں ۔ آپ کو ضرور وقت دیا جائے گا ۔

میجر عبدالمجید خان (پشاور ۔ ۳)--جناب والا ۔ میں معزز وزیر خزانہ کی خدمت میں اس جامع اور عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ پیشتر اس کے کہ بجٹ پر میں کچھ کہوں میں اپنے محترم بھائی میر عبدالباقی بلوچ صاحب کی اس تقریر کے جواب میں

جو انہوں نے ۲۰ جون کو اس ایوان میں کی تھی کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ عبدالباقی بلوچ صاحب نے بلوچستان کے فسادات کا ذکر کرتے ہوئے . . . . . .

Mr. Speaker : I think the member need not reply to the argument of Mr. Baqi Baluch. He should better confine himself to the Budget.

Major Abdul Majid Khan : This is a part of the Budget Sir,

میر محمد مراد خان جمالی---پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ میں پوچھتا ہوں کہ رول کے تحت آپ میجر عبدالمجید صاحب کو اس بات سے روک سکتے ہیں کہ وہ عبدالباقی بلوچ صاحب کی تقریر کا جواب نہ دیں ۔

مسٹر سپیکر---پوزیشن یہ ہے کہ یہ role of relevancy ہے ۔ جہاں تک relevancy کا تعلق ہے ۔ this is for the Ministerial benches شیخ مسعود صادق صاحب اس کے متعلق جواب دے دیں گے ۔ میجر صاحب وقت بہت تھوڑا ہے ۔ اس لئے بہتر یہ ہو گا ۔ کہ بجائے اس کے کہ اور وقت کے متعلق آپ کہیں کہ زیادہ دیا جائے آپ بجٹ پر تقریر کریں ۔

میجر عبدالمجید خان---I will make it short Sir. بلوچ صاحب نے بڑی ولولہ انگیز تقریر کی اور حکومت کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے الزامات لگائے ۔ لیکن انہوں نے اپنی تقریر میں یہ نہیں بتایا کہ بلوچستان میں یہ فسادات کیسے شروع ہوئے ۔ ان کا بانی کون تھا ۔ اور ان کا پس منظر کیا تھا ۔ اور اب ان کا سد باب کیا ہو سکتا ہے ۔ میرے خیال میں اس معزز ایوان کے تمام ممبران میرے ساتھ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ دنیا میں کسی ملک کی حکومت خود اپنے ملک میں فسادات برپا

کرکے بدنامی اور درد سر مول لینا نہیں چاہتی ۔ اس لئے ہماری حکومت اس سے بری الذمہ ہے ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے اور اس کا سدباب کیسے کیا جائے ۔ ان فسادات کو روکنے کے لئے کون سی تدابیر اختیار کی جائیں ۔ اس کے متعلق بلوچ صاحب نے کچھ نہیں فرمایا ۔ بہتر یہ ہوتا کہ بلوچ صاحب اپنے بلوچ بھائیوں کی طرف سے ان کے مطالبات اس ایوان کے ذریعے حکومت کے نوٹس میں لاتے ۔ اس صورت میں ہم یقیناً ان کے جائز مطالبات کی حمایت کرتے ۔ کیونکہ بلوچی ہمارے بھائی ہیں ۔ اور بلوچستان مغربی پاکستان کے جسم کا ایک حصہ ہے ۔ اگر جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔

جناب والا ۔ میں اس پر زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا ۔ اب میں بجٹ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں ۔ یہ بجٹ اس لئے قابل ستائش ہے کہ اس میں کم ترقی یافتہ لوگوں کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے ۔ مثلاً بہاولپور کی allocations میں ۲۷ فیصدی کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ اور سابقہ صوبہ سرحد کی allocations میں ۱۰ فیصدی اضافہ اسی بات کا بین ثبوت ہے ۔

جناب والا ۔ کسی ملک کی زرعی ۔ معاشی اور اقتصادی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہاں سڑکوں کی حالت بہتر ہو ۔ اور اس کے اہم مسائل کو حل کیا جائے ۔ یہاں project estimates میں مجھے یہ بات دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ باوجود رقوم کی کمی کے ہمارے علاقے کی دلازاک گل آباد روڈ کو اس بجٹ میں شامل کیا گیا ہے جس کے لئے میں اپنے علاقے کے عوام کی طرف سے معزز وزیر خزانہ اور وزیر مواصلات کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس سڑک

کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے مودبانہ گذارش کروں گا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے اس سڑک پر کام شروع کیا جائے -

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ دلازاک گل آباد روڈ اور متھرا خزانہ روڈ جو میرے مطالبات میں شامل ہے اور اس سے کم اہمیت نہیں رکھتی - کے لئے بھی مہربانی فرما کر فنڈز مہیا کئے جائیں -

جناب والا - گورنمنٹ کے ملازمین کی تنخواہیں مقرر کرتے وقت تنخواہوں کے scales کا جو فارمولا تیار کیا ہے - اسے عام طور پر سراہا گیا ہے - کیونکہ اس میں کم تنخواہ پانے والے ملازمین کے حقوق کے تحفظ کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے - بڑے افسران اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کی تنخواہوں میں جو وسیع فرق تھا - اسے کم تر کر دیا گیا ہے - جس کے لئے صوبے کے گورنر صاحب قابل مبارکباد ہیں -

علاوہ ازیں تنخواہوں کے سکیل تیار کرتے وقت ٹیکنیکل ملازمین کے ساتھ بڑا فیاضانہ سلوک کیا گیا ہے - اور پاکستان بننے کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ میڈیکل گریجوئیٹوں اور انجینئروں کے لئے ٹیکنیکل الاؤنس مقرر کیا گیا ہے - اس طرح تنخواہوں اور پنشنوں میں اضافے کی وجہ سے حکومت کے خزانے پر ۷ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے کا بوجھ پڑا ہے - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر انتظامیہ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو سو فیصدی دیانتداری سے انجام دے تو کوئی بڑا بوجھ نہیں -

جناب والا - بجٹ میں پانی اور بجلی کے لئے کافی رقم رکھی گئی ہے جس کی میں حمایت کرتا ہوں - کیونکہ بجلی اور پانی کے وسائل میں

اضافے کے بغیر صوبے کی ترقی ناممکن ہے ۔ اس سلسلے میں واپڈا نے جو نمایاں کام کئے ہیں وہ قابل ستائش ہیں ۔

اب میں عوام کی طرف سے چند شکایات معزز وزیر متعلقہ اور واپڈا کے چیئرمین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ کہ محکمے کی نئی پالیسی کے مطابق آئندہ ان لوگوں کو بجلی مہیا کی جائے گی جو کل اخراجات کا ۱۵ فیصد بطور ضمانت پیشگی ادا کریں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس شرط سے ملک کی اقتصادی ترقی میں یقیناً رکاوٹ پیدا ہو جائے گی ۔ لہذا میں مودبانہ طور پر عرض کروں گا کہ اس معاملے پر دوبارہ غور کیا جائے اور اس پابندی کو ختم کیا جائے ۔

دوسری شکایت یہ ہے کہ جن لوگوں کو ۱۹۶۲ء سے پہلے بجلی کے کنکشن ملے تھے انہیں ۱۹۶۲ء سے پہلے نرخوں پر بجلی دی جا رہی ہے ۔ لیکن جن کو ۱۹۶۲ء کے بعد دئے گئے ہیں ۔ ان سے تگنے پیسے وصول کئے جاتے ہیں ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نئے صارفین پرانے صارفین کا مقابلہ نہ کر سکیں گے ۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ صوبے کی اقتصادی اور صنعتی ترقی رک جائے گی ۔ لہذا گذارش یہ ہے کہ وہاں بجلی اسی نرخ پر دی جائے جو ۱۹۶۲ء سے پہلے تھا ۔

جناب والا ۔ ضلع پشاور کی ہزاروں ایکڑ متنازعہ زمین ابھی تک بغیر کاشت کے پڑی ہے ۔ مجھے اس logic کی سمجھ نہیں آتی کہ ایک طرف تو حکومت کثیر زر مبادلہ خرچ کرکے بیرونی ممالک سے گندم درآمد کر رہی ہے اور دوسری طرف ہزاروں ایکڑ زمین بغیر کاشت کے رکھ کر ملک کے لئے لاکھوں من گندم کے خسارہ کا موجب ہو رہی ہے ۔ لہذا میں حکومت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ جلد از جلد متنازعہ اراضیات کا تصفیہ کرائے تاکہ مالکان اراضی کو زمین کاشت کرنے کا

موقع ملے اور اس طرح پشاور کے ضلع کو گندم کے معاملے میں خود کفیل ہونے کا موقع ملے -

جناب والا - ضلع پشاور کا ایک دیرینہ مطالبہ یہ تھا کہ پشاور میں Sugar Mill بنائی جائے - صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور گورنر مغربی پاکستان ملک امیر محمد خان صاحب کی مہربانی سے پشاور کے لئے sugar mill کی منظوری دے دی گئی ہے - لیکن اس کے لئے ابھی تک فنڈز نہیں دئے گئے - میں حکومت سے گذارش کرتا ہوں کہ اس مل کو پشاور ہی میں قائم کیا جائے - چاہے کوآپریٹو کے ذریعہ سے ہو یا W. P. I. D. C. کے ذریعہ سے ہو -

میر محمد مراد خان جمالی--پوائنٹ آف آرڈر جناب والا - معزز ممبر نے گورنر صاحب اور صدر مملکت کا ذکر کیا ہے - کیا یہ درست ہے کہ تعریف کے سلسلہ میں ان کا ذکر کیا جا سکتا ہے - مگر تنقید کے سلسلہ میں نہیں کیا جا سکتا -

مسٹر سپیکر--یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں - انہوں نے administrative point of view سے ذکر کیا ہے - وہ personal Remarks کے طور پر ذکر نہیں کر رہے -

مسٹر حمزہ--جناب سپیکر - آپ کے رولنگ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ administrative point of view سے تنقید کی جائے تو درست ہے -

میر محمد مراد خان جمالی--پوائنٹ آف آرڈر - اگر ان کا عمل اور ایکشن مفاد عامہ کے خلاف ہو تو کیا اس ایوان میں بحث ہو سکتی ہے -

Mr. Speaker : That I will decide when a point will be raised.

میجر عبدالمجید خان۔۔محکمہ تعلیم کے لئے کافی رقم مخصوص کی گئی ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے بد قسمت علاقہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔

مسٹر حمیداللہ خان روکڑی (میانوالی ۔ ۱)۔۔جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا . . . . .

مسٹر سپیکر۔۔مسٹر حمیداللہ میں آپ سے گذارش کروں گا کہ آپ کسی پر ذاتی حملہ نہ کریں ۔

مسٹر حمیداللہ خان روکڑی۔۔جناب والا ۔ میں صرف اپنے ضلع کی تکالیف بیان کروں گا ۔ میں تو سب سے پہلے میجر صاحب سے معافی بھی مانگتا ہوں ۔ جناب والا ۔ ہمارا ضلع سابقہ پنجاب کا سب سے زیادہ پسماندہ ضلع ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ جو بھی اٹھتا ہے کہتا ہے کہ میرا ضلع پسماندہ ہے اور اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پسماندہ ضلع کو یہ امداد دی جائے گی اور یہ امداد دی جائے گی ۔ لیکن ہمارے ضلع کو کوئی امداد نہیں دی گئی ۔ البتہ میں گورنر صاحب کا شکر گذار ہوں کہ پہلی بار میانوالی کو ایک لفٹ سکیم دی تھی ۔ جس میں پینے کے پانی کا اور سیرابی کا کچھ رقبہ آیا تھا ۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد کسی وزیر صاحب نے ایک پیسہ کی کوئی سکیم نہیں دی ۔

جناب والا ۔ میانوالی کی تین تحصیلیں ہیں ۔ جن میں سے دو تحصیلوں یعنی میانوالی اور عیسیٰ خیل کی نمائندگی میں کرتا ہوں اور بھکر کی امان اللہ کر رہا ہے ۔ بھکر میانوالی سے ۱۰۰ میل کے فاصلے پر ہے ۔ وہاں ملیں ہیں آبادی ہے ۔ وہاں سب کچھ ہوا ہے لیکن میانوالی نے کوئی ترقی نہیں کی ۱۹۴۷ء سے پہلے میانوالی میں ۵۰ ہزار کی آبادی تھی اب اس کے بعد پچیس تیس ہزار رہ گئی ہے ۔ اس وقت میانوالی میں سب

سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ پینے کا پانی نہیں ملتا - ۱۲ یا چودہ میل سے تالابوں سے پینے کا پانی لانا پڑتا ہے - گرمیوں میں ۷۵ فیصدی لوگ ہجرت کر جاتے ہیں اس سے پہلے نہر تھل نکالنے سے پہلے ہمارا کچے پر گذارا ہوتا تھا - گرمیوں میں سیرابی ہوتی تھی - اور سردیوں میں ہمیں کچھ نہ کچھ مل جاتا تھا اور وہ لوگ جو مشرقی اور مغربی کنارے پر رہتے تھے وہ سندھ کے کنارے پر آباد ہو جاتے تھے جب سے تھل میں نہر نکالی گئی ہے - تمام کچا علاقہ جو مشرق میں ہے وہ برباد ہو چکا ہے - اور اس کا آج تک ہمیں ۱۰ فیصدی معاوضہ نہیں ملا - پانی پینے کو یہ حالت ہے - کہ پانی کہیں سے بھی نہیں ملتا - ہمارے سندھ اور بلوچستان کے بھائی یہ کہتے ہیں کہ پنجاب بہت امیر ملک ہے - میں تو کہتا ہوں کہ ان کو ہماری دو تحصیلیں میانوالی اور عیسیٰ خیل میں بھیج دیں اور دیکھیں کہ وہ کس طرح گذارا کر رہے ہیں -

میر حاجی محمد بخش تالپور—آپ ہمیں لے چلیں -

Mr. Speaker : No interruption please.

مسٹر حمید اللہ خان روکڑی—جو وفد بھی چاہے وہاں جا کر دیکھے کہ واقعی پینے کا پانی کہیں دستیاب نہیں ہوتا - دوسرے ایک اور سکیم تھی جس کے لئے ملک امیر محمد خان صاحب اور ملک قادر بخش صاحب نے جا کر موقع بھی دیکھا - چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ سروے کیا جائے - نہر والوں نے سروے کیا - ۱۶۰۰۰ ہزار ایکڑ کا رقبہ اس سے سیراب ہوتا ہے - اور اس پر صرف بارہ چودہ لاکھ روپیہ خرچ آتا ہے - مہربانی کرکے اس پر عمل درآمد کیا جائے - کیونکہ اس سے پینے کے پانی کی تکلیف بھی دور ہو جائے گی اور آبپاشی بھی ہوگی - میری گذارش ہے کہ اس کے لئے منظوری دی جائے - کہ لفٹ لگائیں - جتنا مالیہ چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں - اگر حکومت نہیں کر سکتی تو جس طرح انڈسٹری

والوں کو کروڑوں روپیہ دے رہی ہے ہمیں بھی قرضہ دے - میں اپنی اور اپنے بھائیوں کی جائداد رہن رکھنے کو تیار ہوں لیکن ان کو پینے کے پانی کی لفٹ دی جائے - ہمیں پانی کی سخت تکلیف ہے - خدا کی قسم یہی وجہ ہے جس کے لئے ہم جرائم کرتے ہیں - ہمارے بچے کونین کی ایک ایک گولی کو ترس جاتے ہیں - ہمارے لئے نہ دوائی ہے نہ پینے کا پانی ہے - اب ہم جرم نہ کریں تو اور کیا کریں -

تعلیم کی یہ حالت ہے کہ جب سے انگریز آئے تھے - اس وقت میانوالی میں ایک بلڈنگ بنائی تھی - جس میں ہائی سکول ہے اس میں اب کالج ہے - اور گورنمنٹ ہائی سکول کا بورڈ لگا ہوا ہے - بچے ایک اور ہندو سکول تھا اس میں پڑھتے ہیں - دوسرے علاقوں میں تحصیلوں اور تھانوں میں کالج بن گئے ہیں - لیکن ہمارے ہاں کوئی نہیں - سکولوں کے ماسٹر بھی کم تعلیم یافتہ ہیں - دراصل وہ بھی نقل کرکے پاس ہوتے ہیں اور بعد میں ٹیچر بن جاتے ہیں - ہم جیسوں کو تعلیم دیتے ہیں - اور پھر ممبر بن کر یہاں آ جاتے ہیں -

جب ہم وٹو صاحب کو کہتے ہیں کہ ہمارے کسی بچہ کو داخلہ دلا دو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو تھرڈ ڈویژن ہے - اب آپ خیال فرمالیں کہ تھرڈ ڈویژن والے لاہور اور کراچی والوں کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں - ہمارے لئے علیحدہ کوٹا بنائیں - جس میں ہمارے نالائق بچے بھی آ سکیں - کئی لوگ کہتے ہیں کہ یہ پٹھان ایریا جرائم پیشہ ہے - اس قسم کے سب الزام ہم پر لگتے ہیں - لیکن جب کشمیر کا معاملہ پیش ہوا تو ہم کسی سے پیچھے نہیں رہے - کئی لوگ اب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم لیگی ہیں - میں بتاتا ہوں کہ لیگی کون ہے اور غیر لیگی کون ہے -

میجر سلطان احمد خان—آپ کون ہیں -

Mr. Speaker : The member should not interrupt him.

مسٹر حمید اللہ خاں روکڑی — میجر صاحب آپ حوصلہ رکھیں ۔ جناب والا ۔ جس وقت لیگ کی برسی ہوئی ۔ اور قائد اعظم نے حکم دیا ۔ ہم اس دن سے لیگی ہوئے اور جو قربانیاں دیں وہ بھی میں بتاتا ہوں ۔ ہم نے خان بہادریاں چھوڑیں ۔ خان صاحبیاں چھوڑیں ۔ مربعے چھوڑے ۔ ہمارے عبدالستار خاں نیازی کا جتنا روپیہ خرچ ہوا وہ ہم نے برداشت کیا ۔ اس میں ہر غریب نے حصہ لیا ۔ الیکشن لڑے ۔ جیتے اور اس سیٹ پر آئے ۔ پھر ۱۹۴۷ء میں جب کشمیر کے لئے ضرورت پیش آئی تو ہم اپنی قوم کے ۱۳۰۰ آدمی لے کر گئے ۔ جس میں ہماری خوش قسمتی ہے ۔ کہ میرا بڑا بھائی حبیب اللہ شہید ہوا ۔ اس کا وزن ایک من ۳۶ سیر تھا ۔ اس میں سے صرف ۱۲ سیر گوشت گھر لے گئے ۔ پھر بھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ غدار ہیں ۔ میں ان سے معافی مانگتا ہوں ۔ ہم غدار سہی کچھ سہی لیکن ہم یہ چاہتے ہیں ۔ کہ مسلمان آگے جائے ۔

یہاں ایک بھائی نے اشارہ کیا کہ آپ کابل والوں کو آٹا دیتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں اس وقت کابل والے کہاں تھے ۔ جب کشمیر میں ضرورت تھی ۔ اس وقت تو وہاں پٹھانوں کی لاشیں تھیں ۔ اور آج یہ کہتے ہیں کہ ان کو آٹا دے دو ۔ میں تو کہتا ہوں کہ خواہ وہ عرب کا ہو یا کابل کا ہو ۔ جو مسلمانوں کی مدد کرے گا ہم اسی کے ساتھی ہیں اور اسی کے بھائی ہیں ۔ جن لوگوں نے برطانیہ کے وقت میں عرب اور دوسرے ممالک پر حملہ کیا تھا ان کو دس دس مربعے مل گئے ہیں ۔ لیکن کشمیر کے مجاہدوں اور شہیدوں کے لئے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کہ * x x x x x x x

Mr. Speaker : The sentence last uttered by Mr. Hamidullah Khan is expunged from the Proceedings.

---

*Expunged as ordered by the Speaker.

نیازی صاحب ۔ ذرا اطمینان سے تقریر فرمائیں ۔

مسٹر حمید اللہ خاں روکڑی — ہمارے مخالف گروپ کے راجہ اللہ داد خود اپنی لاریوں کے ساتھ وہاں موجود تھے ۔ اور ان کو معلوم ہے جب میرا بھائی شہید ہوا ۔ ان سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم نے قربانیاں دی تھیں یا نہیں ۔

پھر جب یہ حکم ہوا کہ سول نافرمانی کرو تو ہم نے جاکر جھنڈے جلا دئے قید ہوئے اور پھر لاہور آ کر رہا ہوئے ۔ ہم نے تو حد سے زیادہ قربانیاں دی تھیں ۔ ۱۰۰۰ آدمی دیا تھا ۔ اسلحہ دیا تھا ۔ اب میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہم نے قربانی نہیں دی تھی ۔ پھر جب لیگ کے ٹکٹ کا وقت آیا ۔ تو جو ہمارے مقابلہ پر یونئسٹ کھڑا ہوا تھا اسی کو لیگ کا ٹکٹ دیا گیا ۔ اور ہمیں غدار کہا گیا ۔

مسٹر تاج محمد خانزادہ — پوائنٹ آف آرڈر ۔ کیمبل پور میں بھی غداروں کو ٹکٹ دیا گیا اور جنہوں نے خدمت کی ان کو پس پشت ڈال دیا گیا ۔

مسٹر سپیکر — یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔

مسٹر حمیداللہ خاں روکڑی — ہمارے مقابلہ میں ہمارے مخالف کو ٹکٹ دیا گیا تھا ۔ تو اس کی ضمانت ضبط ہوئی ۔ اور پھر ہم لیگ میں شامل ہوئے ۔ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم قوم کو آگے جاتا دیکھنا چاہتے ہیں ۔

اب میں تھل میں جو لوٹ مچی اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

میجر سلطان احمد خاں — حمید اللہ خاں میرا دوست ہے میرا

بھائی ہے مجھے اس کا احترام ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ ان واقعات سے میانوالی کی پستی تو دور نہیں ہوگی ۔

مسٹر سپیکر - پستی کے متعلق ابھی وہ ذکر کریں گے ۔

مسٹر حمید اللہ خان—میں نے جناب پہلے عرض کیا تھا کہ میانوالی proper شہر میں جب سے انگریز آئے کوئی نہ وہاں کارخانہ ہے اور نہ مزدوری کی جگہ ہے ۔ مزدوری کے لئے یا تو وہاں کے لوگ بھکر جائیں اور وہاں جا کر اپنا پیٹ پالیں اور یا بھوکوں مریں ۔ زراعت میں جناب وزیر صاحب سے زیادہ میں ڈائرکٹر گل کی تعریف کرتا ہوں انہوں نے حد سے زیادہ کام کیا ہے ۔ وہاں زمینداروں نے جو ٹیوب ویل لگائے ہیں وہ سب ۳۶ - ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں لیکن دو سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ انہیں بجلی نہیں ملی ہے حالانکہ ایک فرلانگ کے فاصلے پر بجلی ہے ۔ ایک شخص نے دو ٹیوب ویل لگائے اور اور اس نے ۵ - سو روپیہ رشوت دے دی تو اس کو connection مل گیا اور جب میں نے connection مانگا تو مجھ سے بھی روپے مانگے تو میں نے غلطی سے تھپڑ مار دیا تو میرا ٹیوب ویل اسی طرح پڑا ہوا ہے اور کوئی پوچھتا نہیں میں کہتا ہوں کہ ملک قادر بخش یا تو اس کا انتظام کریں اور یا بجلی کا محکمہ چھوڑ دیں ۔ اس کے بعد میں تھل کے متعلق کچھ کہوں گا ۔ تھل کی زمین میں اور سندھ میں فرق ہے ۔ تھل میں زمین زمینداروں کی تھی وہاں گورنمنٹ نے تین حصہ دئے لیکن گدو بیراج میں جو زمین ہے اس میں ۳۵ - اور ۴۰ - فیصدی کا کوٹہ مقرر کیا ہے اور ہم لوگوں کے لئے کوئی کوٹہ مقرر نہیں ہے تو کیا ہم واہگہ اور امرتسر کے سکھ ہیں ۔ ہم خوش ہیں آپ سندھ والوں کو ضرور دیں لیکن ہمارے لئے وہاں ایک پائی کا کوٹہ نہیں ہے آپ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقے کے لوگوں کو زمینیں دی جائیں گی

لیکن آپ نے ابھی تک ان کو نہیں دیں ۔ آپ برسر اقتدار لوگوں کو دے رہے ہیں آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ کشمیر میں شہید ہوئے یا جو کشمیر کے مجاہد ہیں ان کو زمینیں دیں ۔ آپ ان ہی لوگوں کو زمینیں الاٹ کر رہے ہیں جنہوں نے ہمارے رقبے زبردستی چھین لئے ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔۔اب آپ تشریف رکھیں ۔

میجر سلطان احمد خان۔۔پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب روکڑی صاحب نے فرمایا ہے کہ برسر اقتدار لوگوں کو آپ زمینیں دے رہے ہیں کیا یہ برسر اقتدار نہیں ہیں ؟

Mr. Speaker : This is no point of order.

مسٹر حمید اللہ خان۔۔تھل میں ٹیوب ویل سکیم بھی چل رہی ہے اس میں یہ حال ہے کہ پسماندہ علاقے جیسے تلہ گنگ کیمبل پور میانوالی ڈیرہ غازی خان بنوں مظفر گڑھ کے لوگوں کو نہیں دیا جا رہا ہے اگر ان کو دیا جائے تو ہمیں تسکین ہو اور سیالکوٹ کے علاقے کو آپ پسماندہ سمجھ کر دے رہے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔وہ بھی پسماندہ ہے ۔

مسٹر حمید اللہ خان۔۔میرا یہ مطلب ہے کہ ہم کو تسلی دے دیں ۔

خواجہ محمد صفدر۔۔میں کسی کو یہ نہیں کہتا لیکن جو کچھ الاٹ منٹ ہیں وہ ہمارے سامنے شیشے کی طرح عیاں ہیں ۔

مسٹر حمید اللہ خان۔۔خواجہ صاحب میرے بڑے بھائی ہیں میں ان کی عزت کرتا ہوں ۔

چودھری عبدالرحیم۔۔میں کہتا ہوں کہ ہمیں کوئی زمین نہیں دی گئی ہے ۔

مسٹر حمید اللہ خان--میں یہ بات کہتا ہوں کہ جو الاٹ منٹ کئے جا رہے ہیں اس میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہئے اور ہمیں بھی دینا چاہئے اور غریبوں کو دینا چاہئے آج حال یہ ہے کہ جو افسر ہیں وہ اپنے اپنے حلقہ میں لوگوں کو دے رہے ہیں اس کی ملک قادر بخش کو - گورنر صاحب کو - تحقیقات کرنی چاہئے کہ الاٹ منٹ میں بد دیانتی نہ ہو یہ ہمارے لئے قابل برداشت نہیں ہوگا - بجلی کے متعلق ہم ۱۵ - پرسنٹ دینے کو تیار ہیں ہمیں دے دیں تاکہ وہاں لوگوں کے پانی پینے کا انتظام کیا جائے اور اس کے لئے میں اپنی جائداد قرضے میں دینے کو تیار ہوں -

مسٹر حمزہ (لائلپور - ٦)--جناب سپیکر - حالات کے مطابق قدریں بدلنا بھی ایک عقیدہ ہے اور ہمارے مقتدر اصحاب بنیادی قدروں کو تبدیل کرنے کے عادی ہیں - میرے خیال میں یہ اصول انہوں نے مغرب سے سیکھا ہے - لیکن میرے خیال میں اہل مغرب نے آدھا تیتر آدھا بٹیر نہیں بنایا - ہمارے سامنے آئندہ سال کا میزانیہ - اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے ایک صوبے کا میزانیہ ہے اگر اس میں اسلام کا نام آتا ہے تو اس کا مقصد محض ایک ہے کہ یہاں کے لوگ شاید غلامانہ زندگی اور مادی بد حالی کو نوشتہ تقدیر سمجھ کر مطمئن رہیں اور خوش حالی کے لئے روز محشر کے منتظر رہیں اور معاشرے کی ناگفتہ بہ حالت کو بلا چوں و چرا گوسفندوں کی طرح برداشت کریں اور گورنمنٹ کے سامنے سر جھکائے رہیں - حقیقت یہ ہے کہ ہماری پلاننگ نے لینن کے اس قول کو صحیح ثابت کیا ہے - کہ مذہب سرمایہ دارانہ نظام کی افیون ہے جس سے انسانوں کو مدہوش رکھا جاتا ہے -

جناب سپیکر - ان حالات کے پیش نظر میں اس میزانیہ کو لا مذہب ریاست کے میزانیہ کے معیار پر جانچوں گا - لیکن دین کے ان ٹھیکیداروں نے جہاں آبادی کو روحانی طور پر تباہ کیا ہے وہاں انہوں نے مادی

لحاظ سے ان کو غربت اور افلاس کا شکار بھی بنایا ہے ۔ اس نظام نے کچھ افراد کا عیش و عشرت کا سامان مہیا کیا ہے لیکن عام آبادی کو بد ترین غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے ۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں اس ڈکٹیٹر کو مقابلتاً پسند کرتا ہوں جو لوگوں کی آواز کو ختم کرنے اور اپنی من مانی کرنے کے لئے ہزاروں انسانوں کو تختہ دار پر لٹکا دے مگر میں اس ڈکٹیٹر کو پسند نہیں کرتا جو تمام کی تمام آبادی کو یا اس کے بیشتر حصہ کو سسکا سسکا کر مار دے ۔ ہمارے ملک کے اکثر ذی شعور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں قانون کے نام پر بد اخلاقی اور تعمیر و ترقی کے نام پر بد حالی اور تنزلی اور سب سے بڑھ کر اسلام کے نام پر گھٹیا قسم کی مفاد پرستی جس سے معدودے چند افراد دولت کو سمیٹ رہے ہیں ۔ وہ اس سے سخت بیزار ہیں ۔

حقیقت یہ ہے ۔ کہ عام فرد کے بجٹ اور ایک ریاست کے بجٹ میں یہ فرق ہوتا ہے ۔ کہ ایک فرد جب اپنے گھر کا بجٹ تیار کرتا ہے ۔ تو اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے ۔ لیکن ریاست کے وسائل اس قدر وسیع ہوتے ہیں ۔ کہ وہ ہمیشہ پہلے اپنے اخراجات کو سامنے رکھتی ہے ۔ اور اس کے بعد اس کے مطابق آمدنی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے ۔ کہ جتنے وسیع وسائل ایک حکومت یا ایک ریاست کو حاصل ہوتے ہیں ۔ وہ ایک فرد کو حاصل نہیں ہو سکتے ۔ اور اس میں سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے ۔ کہ جہاں وہ دولت کی کمی کی صورت میں غیر ممالک سے قرضہ لے سکتی ہے ۔ وہاں وہ ملکی ضروریات کے مطابق کرنسی بھی چھاپ سکتی ہے ۔ جسے عام طور پر نوٹ کہا جاتا ہے ۔ اور جسے عام طور پر ~~as unit of value~~ تسلیم کر لیا جاتا ہے ۔ لیکن اگر ریاست کو اتنے وسیع اور عظیم وسائل میسر ہوتے ہیں ۔ ریاست کی ذمہ داریاں بھی انتہائی عظیم ہوتی ہیں ۔

حقیقت یہ ہے ۔ کہ ہماری حکومت نے اس ملک کے انسانی اور مادی وسائل سے اس قدر بے اعتنائی برتی ہے ۔ کہ وہ اس قوم کو تباہی کے بد ترین گڑھے کی طرف لے جا رہی ہے ۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے ۔ کہ ۱۹۶۱ تک صوبے کے ذمہ ۵۰ کروڑ روپیہ قرض ہوگا ۔ اور اس صوبے میں ترقیاتی کاموں کی وسعت کا اسی سے پتہ چلتا ہے ۔ کہ جن پر محض مالی آئندہ سال میں ۷۱ کروڑ روپے بطور سود ادا کرنا پڑے گا ۔ یہ اعداد و شمار انتہائی خیرہ کن ہیں ۔ لیکن افسوس ہے ۔ کہ اتنے خیرہ کن اعدادو شمار کے باوجود ، ان بلند بانگ دعاوی کے باوجود اتنی بڑی بڑی ترقیاتی سکیموں کے ہوتے ہوئے آج اس قوم کی دولت اور اس کے وسائل بد انتظامی کا شکار ہیں ۔ اور ان کے نگہبان عام طور پر کنبہ پروری اور رشوت جیسی لعنت کا شکار ہیں ۔ حقیقت یہ ہے ۔ کہ اگر آپ انتظامیہ کے ڈھانچے کا گہری نگاہ سے جائزہ لیں ۔ تو آپ کو پتہ چلے گا ۔ کہ انتظامیہ کے بیشتر رکن اس غبن اور رشوت کے روپے کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں ۔ اور ان کا معدہ اس قدر مضبوط ثابت ہوا ہے ۔ کہ وہ ڈکار تک نہیں لیتے ۔ اور سب کچھ ہضم کر جاتے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ جب کوئی ان پر تنقید کرتا ہے ۔ تو وہ اسے قوم اور ملک کا دشمن گردانتے ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں ۔ کہ اس ملک میں معدودے چند لوگوں کے پاس دولت کی ریل پیل ہے ۔ اور ان کو ایئر کنڈیشن بنگلے ۔ آراستہ کوٹھیاں اور لمبی لمبی کاروں کے علاوہ زندگی کی دیگر سہولتیں بھی میسر ہیں ۔ اور ان کی بیگمات بہترین اور قیمتی ملبوسات اور زیورات پہنتی ہیں ۔ جن سے وہ ہماری عام مستورات کو جو کہ غریب ہیں ۔ کو ایک طرف احساس کمتری کا شکار کر دیتی ہیں ۔ اور دوسری طرف ان کو یہ بتاتی ہیں ۔ کہ اگر آپ نے بھی ہماری طرح اس تمام کر و فر کا اہتمام کرنا ہے ۔ تو آئیے ۔ اس قوم کے اندر جو لوٹ مچی ہوئی ہے ۔ آپ بھی اس میں شامل ہو جائیے ۔

کیونکہ میں سمجھتا ہوں ۔ کہ ملک کے موجودہ حالات میں کوئی شخص بھی خواہ وہ کتنا ہی محنتی اور لائق کیوں نہ ہو ۔ اور کتنا ہی کفایت شعار کیوں نہ ہو ۔ اس قسم کی عیاشیانہ زندگی ناجائز طور پر دولت حاصل کئے بغیر گذارہ نہیں کر سکتا ۔

جناب سپیکر ۔ میں وزیر مالیات سے پوچھتا ہوں ۔ وہ مجھے بتائیں ۔ کہ وہ ترقی کہاں ہے ۔ جس کا وہ دعوی کرتے ہیں آپ کو بھی اور جملہ ممبران کو بھی علم ہے ۔ کہ اس ملک کی بیشتر آبادی نیم بیروزگاری ، افلاس یا بیروزگاری کا شکار ہے ۔ اور ہمارے اس ملک میں فی کس سالانہ آمدنی ۳۴۱ روپے ہے ۔ اور میرا ایک ہمنام مصنف ہے ۔ الحمزہ ۔ تو ان اعدادو شمار کو بھی غلط ثابت کیا ہے ۔ یعنی گورنمنٹ کی طرف سے جو فی کس سالانہ آمدنی ۳۴۱ روپے بتائی جاتی ہے ۔ غلط ہے ۔ لیکن چلئے ۔ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے ۔ تو جس ملک کی آبادی کی سالانہ اوسط آمدنی ۳۴۱ روپے فی کس ہو ۔ اس کو آپ ترقی کی طرف گامزن ملک کیسے کہہ سکتے ہیں ۔ اور آپ کو اس کا بھی احساس ہونا چاہئے ۔ کہ اس غریب ملک کی اکثریت یا عام آبادی اپنی آمدنی کا ستر فیصدی حصہ اپنی غذا یعنی روٹی پر صرف کرتا ہے ۔ اور پاکستان میں مختلف طبقوں کی آمدنی کا تفاوت ملاحظہ کریں ۔ ایک امیر آدمی کی آمدنی اور ایک غریب آدمی کی آمدنی میں ایک اور آٹھ سو کی نسبت ہے ۔ جبکہ امریکہ میں ایک اور چالیس کی نسبت ہے ۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے ۔ کہ ہمارے ملک میں ۱۹۴۹-۵۰ء کے مقابلے میں حالانکہ پیداوار دگنی ہوگئی ہے ۔ لیکن آج بھی بندہ مزدور اور کاشتکار غربت اور افلاس کا شکار ہیں ۔ کیا وجہ ہے ۔ جب آپ فرماتے ہیں ۔ کہ ملکی دولت پہلے سے بڑھ رہی ہے ۔ کہ ہماری آبادی آج بھی غربت اور افلاس کا شکار ہے ۔ یہاں ایک ممبر نے جن کو کہ میں سمجھتا ہوں ۔

*x x x x x x x

*Expunged as ordered by the Speaker.

Minister of Revenue : The words ,,تیس مار خاں،، " is unparliamentary, Sir.

Mr. Speaker : The last sentence uttered by Mr. Hamza is expunged from the record of the Assembly. That is derogatory.

مسٹر حمزہ۔اگر آپ فرمائیں ۔ تو میں اس کو واپس لے لیتا ہوں ۔

انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہمارے ہاں ایک ایکڑ زمین میں پچاس من گندم پیدا ہوتی ہے ۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔ کہ زراعت کے لئے آئندہ سال کے ڈیویلپمنٹ بجٹ میں ۳۱ کروڑ اور ۹۸ لاکھ کی رقم مخصوص کی گئی ہے ۔ حالانکہ پچھلے سالوں سے ہم زراعت پر زیادہ سے زیادہ رقم خرچ کرتے چلے آ رہے ہیں ۔ اور یہاں بڑی خوشگوار خبر سنائی گئی کہ ایک ایکڑ زمین میں پچاس من گندم پیدا ہوتی ہے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اسی ملک میں ۴۸-۴۹ میں ایک کروڑ پانچ لاکھ ایکڑ زمین میں گندم کاشت کی گئی ۔ ۶۳-۶۴ء میں ایک کروڑ بیس لاکھ ایکڑ کا رقبہ میں گندم کاشت کی گئی تھی اور اس کے مقابلہ میں صرف ۳۹ لاکھ اور ۱۷ ہزار ٹن گندم پیدا ہوئی ۔ میں اس حقیقت کے پیش نظر ان اعدادو شمار کے ہوتے ہوئے اور یہ اعدادو شمار جو ہمیں گورنمنٹ کی طرف سے مہیا کئے گئے ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس ملک میں تو گندم کی پیداوار اور گندم جو کہ مغربی پاکستان کے صوبے میں عام افراد کی غذا کا ایک بڑا جزو ہے فی ایکڑ ۱۰ من بھی نہیں ہے ۔ ہمیں ۱۹۵۶ء میں گندم درآمد کرنے کے لئے آٹھ کروڑ نو لاکھ اور ۴۱ ہزار روپیہ کا زر مبادلہ خرچ کرنا پڑا تھا ۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے ۶۲ء میں ۱۸ کروڑ ۶۵ لاکھ اور ۳۴ ہزار کا زرمبادلہ خرچ کیا خدارا مجھے بتائیے کہ وہ ترقی کہاں ہے ؟ ۔ حالانکہ اس سال ہم نے ۳۱ کروڑ ۹۸ لاکھ روپیہ زراعت پر اور آبپاشی اور طاقت پر ۷۲ کروڑ اور ۷۸ لاکھ روپیہ کی گنجائش رکھی ہے ان حالات کے ہوتے ہوئے آج ہمارا

ملک زرعی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کے فی ایکڑ کم ترین پیدا کرنے والے ملکوں میں سے کیوں ہے ۔ یہی طرہ امتیاز ہے جس کے متعلق میں چند دن پہلے اس ایوان میں عرض کر چکا ہوں کہ اس ملک کی عام آبادی کی آمدنی انتہائی محدود ہے ۔ اور حالت یہ ہے کہ وہ علاقے جو گندم کے گھر سمجھے جاتے تھے آج وہاں فصل کی برداشت کے ایام میں گندم سولہ روپے آٹھ آنے فروخت ہو رہی ہے اور مجھے جناب منور خان نے بتایا ہے) کہ بنوں کے علاقے میں گندم بیس اکیس روپے من فروخت ہوتی ہے ۔ آخر عوام الناس کو ترقی کا ثمر کیوں نہیں ملتا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظم و نسق چلانے اور ترقیاتی سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دولت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جن ذرائع سے اور جن مزاروں سے حکومت آج تک دولت حاصل کرتی رہی ہے اس سے عام انسانوں کو انتہائی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ جب کبھی کسی ملک کو اپنی ضروریات کے مطابق ریونیو بجٹ سے رقومات حاصل نہ ہوں تو کوشش کی جاتی ہے کہ غیر ممالک سے قرضے لئے جائیں یا نوٹ چھاپے جائیں ۔ ہمارے ملک کے اندر سب سے زیادہ یہ تکلیف دہ پالیسی اختیار کی گئی ہے اور اتنے بڑے اخراجات کے باوجود پیداوار اس تناسب سے نہیں بڑھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا ملک افراط زر کا شکار ہے اور افراط زر کی نشانیاں ہمارے ملک میں بدرجہ اتم موجود ہیں ضروریات زندگی کی قیمتیں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان ضروریات زندگی کی قیمتوں میں روز بروز کا اضافہ عام آبادی پر ایک بالواسطہ ٹیکس ہے حالانکہ اس کو ٹیکسوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا اور خصوصاً ایسا طبقہ جس کی آمدنی مقررہ ہے اس پر یہ بہت گراں گذرتا ہے اور آپ کو اس چیز کا علم ہے کہ مزدور یا چھوٹے ملازموں کی آمدنی مقرر ہوتی ہے اور قیمتوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کی آمدنی میں اضافہ نہیں ہوتا ۔ جناب سپیکر ! اس ایوان کے جملہ ممبران

کو بھی علم ہوگا کہ ہمارے بجٹ میں محصولات سے جو آمدنی ہوتی ہے اس کا بیشتر حصہ بالواسطہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور صرف دس فیصدی آمدنی بلاواسطہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے ان ۱۰ فیصدی ٹیکسوں کو ہمارا دولت مند طبقہ evade کرتا ہے اور ادا نہیں کرتا افسوس ناک امر یہ ہے کہ اتنی رشوت ستانی اور غبن ہونے کے باوجود رشوت یا غبن سے حاصل کی ہوئی رقم یا دولت پر کسی قسم کا ٹیکس یا سپر ٹیکس نہیں لگایا جاتا اور ہماری گورنمنٹ آئندہ سال صوبے میں پندرہ کروڑ روپیہ محض مالیہ کی مد سے وصول کرے گی حالت یہ ہے کہ ایک ایکڑ اراضی کے مالک پر بھی مالیہ لگایا ہوا ہے ۔ ایک طرف تو آپ اتنے فیاض ہیں اور دوسری طرف آپ اتنے سنگ دل ہیں کہ وہ غریب لوگ جو کہ دو وقت پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں کھا سکتے ان کے منہ سے آپ نوالے نوچتے ہیں ۔ ان کے لئے طبی سہولتیں یا رہنے کی سہولتیں مہیا کرنا درکنار آپ کا یہ رویہ ہے میں آپ کو اس رویے پر کس طرح مبارکباد دوں ؟ جناب سپیکر ۔ اکثر ممبران اور وزیر مالیات نے یہ فرمایا کہ گرانی کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے چونکہ ہم نے چھوٹے ملازمین اور گزیٹیڈ افسروں کی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کی پیداوار اور ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے ۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تنخواہوں میں اسی قدر اضافہ کیا گیا ہے جس قدر کہ قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے ۔ تو آپ یہ کلیہ بنا لیں جس کے تحت اگر ایک چھوٹے ملازم کی تنخواہ یا ایک مزدور کی مزدوری میں گرانی کے ساتھ ساتھ بذات خود ~~automatically~~ اضافہ ہوتا چلا جائے تو اس طرح مقررہ تنخواہ والے طبقہ کو بہت سی مصیبتوں سے نجات مل سکے گی اور آپ کو میں اسی صورت ان کا دوست تسلیم کروں گا جناب سپیکر ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب غیر ترقی یافتہ ملک ترقی کی طرف چلتا ہے تو لازمی طور پر قوم کو بچت

کرنی پڑتی ہے اور کافی عرصہ تک اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا ہے - مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے پیٹوں پر پتھر باندھتے ہیں جن کے پیٹ پہلے ہی اندر گھسے ہوئے ہیں اور جن کے اندر خون بھی موجود نہیں اور ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کو روٹی اچھے طریقہ سے ہضم بھی نہیں ہوتی جن کے اندر خون بے تحاشا ہے اور جن کے پیٹ ٹنوں کے حساب سے باہر نکلے ہوئے ہیں آپ ان پر کسی قسم کا ٹیکس لگانے کے لئے تیار نہیں ہیں -

Mr. Muhammad Ishaq Khan Kundi (Dera Ismail Khan II): Mr. Speaker, Sir, enough has been said about the provisions of the budget and all that it stands for has been stated in the budget speech itself The judgement on the budget must primarily be based on the contribution that it makes towards the development efforts of the country and judged by that standared if you accept all the statements that are contained in this budget, this budget really reserves commendation and praise and it has been praised practically on every side. I think, even the members on the other side have got no reasons to say that no sufficient development efforts have been made for the last 6 years. Leaving aside the statements and statistics contained in the budget document, if you go outside in the country, everywhere you see signs of improvement and development in every sphere of life If you go to the fields you may come across a happy farmer with his team of bullocks working in the fields which previsously belonged to big landlords and which he now owns and that would be a miracle of land reforms. You might go in an out of the way place in the country-side where even what you see what is happening there, there even the only visitor was the smalles tax collector there; you will find the building, either there is a new school or there are rural health centres where the male and the female, the child and the adult, all gather together to receive medical aid. This is all the result of the rural health programme.

Year after year improved water supply schemes are being made in those very areas where dirty water from ponds was taken after having travelled for 15 or 20 miles per day. I am pleased to say that as far as potsible within the resources available in this province, that tempo has been continued in this budget.

Generally speaking, I will make one remark that it has become increasingly necessary that problem of unemployment should be now tackled very thoroughly. Apart from being an economic and a social problem, this problem of unemployment is going to be the security problem for the State itself if it is not attended to. We need not go into the reasons why unemployment is on the increase. The main reason is simply this that the opportunities to seek employment are fewer and the people who are pressing it in the labour market are increasing day by day. One of the main reasons, as I could think of and which I will label as

the biggest misdeed of our previous rulers, is this that they failed to foresee what will happen after that period say of 9 or 10 years when new generation is coming out of schools and colleges. They have failed to provide for technical education and take decision in time so that by this time they should have absorbed the greatest portion of those people who are coming from the labour market. In those areas which are under-developed and where industrial potential has not been utilised fully, the problem of unemployment is also becoming very acute. Inspite of the fact that the population is not so thick as in other areas, but still it is increasing. In this connection I will also draw the attention of the Minister for Labour that the recent recommendations of the Hamid Ali Committee should be implemented as far as possible and if the resources allow, branches of the labour exchanges should be opened in those areas which are backward. As far as I could find out, one of the recommendations in the Hamid Ali Committee was that each and every employer, whether it is the Government Department or private institution, a factory or a mill-owner, he should be compelled under the law to make known all the jobs opportunities in his sphere to the exchange concerned and if he fails to do so he should be penalised for that. I submit that if this scheme is extended to all those departments in which even the small jobs are now coming into being increasing numbers, this will decrease the difficulties of those seekers of jobs who are sometime unaware of it. Besides that, one of the greatest difficulties that is being observed and that I can see—is this that whenever small job opportunities become available in the department—and they are sufficiently in large numbers—the officers concerned himself tries to secure his own friends, his own relations and other persons who approach him, and many people, who are better qualified and who, perhaps, after interview, might have greater opportunities to get the jobs, they are deprived of that, even they do not know whether these opportunities exist and when they apply to the labour exchanges, they do not get information about those jobs in time because job giving agency itself has not given the information to the labour exchange itself.

Now, I will come directly to one aspect of the budget. It has been said in the budget that it has been a policy that the less developed areas should be given greater and generous allocations and that this policy has been in action for some time and also that policy has been continued. I am not going to deny that as far as under-developed areas are concerned, naturally every member of the Legislature, who speaks on this aspect of the budget, will discuss it with reference to his own particular area because he will be knowing the conditions in that area far better than these prevailing in other areas. We have also judged the statements contained and the provisions made in the budget from the view point of the impact it makes in my area.

I am pleased to say that this year a very generous allocation has been made in the field of rural water supply. Six new schemes, rather 8 new schemes costing totally more than 27 lakhs have been sanctioned for the district of D. I. Khan alone. Besides, that, there is a scheme costing 12 lakh rupees, out of which 6 lakhs of rupees have been fixed for this year and, I think, 2 lakhs have already been given to the Urban water supply for the town of D. I. Khan itself. That was one of the crying needs of that area and I am pleased to say that after all they

have looked into that. But, Sir, in some other aspects, without being guilty of showing ingratitude to the Government, I will submit that allocations are not upto the desired level.

First of all, in the agriculture sector no new scheme has been introduced at all. The allocation of Rs 21 lakhs is practically all for the old on-going schemes where further instalments are being given. In housing and settlement mainly the provision is only for rural water supply.

Then we come to communications and transport. Rupees 38 lakhs have been provided for that. The Minister for Communications is not present in the House, but I think my submissions will be communicated to him, that inspite of the fact that the district of D. I. Khan has an area of 5000 square miles all the schemes that are either under preparation or are under implementation, that is, Gomal Zam Scheme there and it is admitted that all the potentials for development exist, it is necessary that one of the most important projects, what we call infra-structures of which communications are the main part, as much amount as can be spared should be spent on making the means of communications more farther. But I am sorry to say that this year not a single penny has been provided for any new road All these amounts that appear there are for old schemes which are being implemented in instalments. One of the important roads is from Daraband to Dhansar for which twenty-seven lakhs has been put in the 2nd Plan. Up to this time that amount has not been spent. Within this year's allocation eighteen lakhs will be given to that road. Considering the importance of this road and communications in general in that area I would like to say that at least this road should have been completed in this year. The only reason why it has not been completed so far is that funds are not being made available in time.

Coming to the sector of Health: not a single penny has been provided for the whole District. Only three lakhs have been given for Bannu District.

In Social Welfare and Man Power not a single penny has been provided for the whole Division One large allocation in the sector of water and power is one crore and twenty lakhs for the District of D. I. Khan. Now, the Government might say that this Division has been provided a very large sum running into crores. Now, last year also one crore was sanctioned for the Gomal Zam scheme Out of that fifty lakhs could be spent and fifty lakhs have been surrendered. This year again out of one crore and twenty lakhs, one crore are meant for that scheme alone. Now, that is a huge project and I am happy to say that after all the Government have made up its mind to spend money on that. This scheme will cost twenty crores. But I have to make one submission that all allocation that you are making should not be considered an allocation for that Division or District alone. We should see the all West Pakistan importance of the scheme itself. And I will submit that if we take a fairer view of this we should be crediting practically half of this amount to the amount has been allocated to the schemes on the Provincial basis.

Sir, I may make one submission to make my point clear. This scheme which is meant to irrigate an area of one and a half lakh acres

in D. I. Khan will produce one lakh and twenty seven thousand kilowatts of electric energy. This energy is to be transferred to the Multan grid and it is quite clear that practically the whole of this energy will be consumed in the old Punjab area and they will derive greater benefit from it. It has been calculated, as far as my information goes, by Consulting Engineers that after this scheme is completed the net returns from the electrical component of this scheme will be more than one crores per year excluding the cost of transmission. It is clear that one crore is not to be given to the District of D. I. Khan as this will go to the Provincial Exchequer. Taking this view of the case it is necessary that we should be compensated and D. I. Khan should receive more allocation besides this allocation of one crore and twenty lakh..

Mr. Speaker : How long would the member take ?

Mr. Muhammad Ishaq Khan Kundi : Five minutes more.

I have to make some points for the consideration of the Minister of Education also. In this year for the District of D I. Khan only one lakh has been given from the Development Budget of fifteen crores and that is only for the construction of a laboratory in the Government College for Women. Not a single penny has been provided from the Development Budget of Education in the whole District.

Now, I may make one submissian which involves a point of principle. I will quote an example. In the whole tehsil of Tank which is the most important region of the District there has been only one High School in existence for the last seventy years. It is situated in the town itself. About two years ago another High School, second in the whole of the Tehsil was established in the village Pye which is the centre of the rural area Now there is no doubt that the Department has been kind enough to spent a lot—more than one and a half lakh for the construction of the school building. But one of the most important thing was that in the rural areas when the students have togather from all far-flung villages there must be a boarding house In the towns and cities you can hire a building, you can get evacuee property left by the evacuees but the problem in villages is quite different. There you cannot find even residential quarters for the teachers themselves what to say of a boarding house. Here a plot of land costing eight thousand was donated for the construction of a boarding house. Last year when the Budget was about to be presented I received a communication from the Director of Education saying that seventy-five thousand rupees have been sanctioned for the boarding house. Immediately after a week that amount was transferred to some other problem. I made a representation to the Department and I received a communication from them which I think I need not read though I can privately communicate to the Minister of Education requesting that the scheme for the boarding House may be including in the Budget estimates of next year. I am, however, surprised to find that by this time I have no indication wheher the boarding house will be built or not. Now, I may again say that the Commissioner of the Division himself happened to visit that part of the area and when he went to the school he saw the wretched condition of the boarders. He was so much touched that he was driven to write on his own account saying that you have built a school for the rural areas but where are

the children to be housed, you have made no provision of a boarding house where they may be lodged. I submit that the Minister of Education will be kind enough to look into the matter and if it is possible, then in this year's allocation this amount (it may not cost more than seventy-five thousand) should be spared for that If you build a school you must know that the prosperity of the school is based upon the number of students who take admission there. The students from the rural areas will come if there is accommodation and if there is some place where they can be lodged.

I had also to make some points regarding Agriculture but unfortunately the Minister concerned is not present.

Mr. Speaker : Syed Zafar Ali Shah.

Syed Zafar Ali Shah (Nawabshah-II) : Sir, before we come to discuss some points on the Budget it will be my duty to point out about the calamity in Hyderabad. Already the Government is looking towards providing help but indications are that the help is definitely inadequate to the growing number of problems. Every day news are pouring in and telling us about the distress caused.

It will be most appropriate that at this time some definite steps are taken to mitigate the damage caused ; Firstly the provision of sufficient funds for the villagers, and secondly the remission of land revenue. These two things would be necessary for the Government to do. Sir now I think the Government would be soon doing something in this behalf and we need not be worried at this moment beyond this request.

Sir the budget as we see it is the normal budget as we go through in this august House. The budgets never used to be the points for credit or discredit to the Government. If we look to the history of the sub-continent, the budgets on which the Governments used to fall on the floors of the Houses in this sub continent were not due to the defects of the budget but that was a kind of expression of the people's faith in a Government, and otherwise. Presently we see in front of us a totally different structure of Government in which we are confined merely to say what we want to say about the budget and express our opinions even if the House would be willing to refuse the grant ; it may be put up again and passed by the House. Therefore there is no finality to any grants being refused once. Therefore the budget would be in a way a memoranda for the House to express its opinion thereon. There are the basic factors but beyond that we will consider the budget as a whole and we see there is more expenditure on non-development side than development. because if we consider the development side of the budget, we would know that the actual expenditure that is being incurred is from the loans from different agencies ; from the Central Government and from the said giving agencies of foreign countries, In any case the taxation structure, as it stands today, is more high than in the previous years. The people are more hard-pressed by direct and indirect taxation and, therefore, the capacity of the people to save is getting very limited.

Sir the problems that confront today are very wide in range. Firstly we have water-logging and salinity. which is taking a huge proportion of the lands that are going to be wasted. In this regard whatever is being

done is not a great deal. Although a lot has to be done but we are still on the side of waiting and we still hope that something will come out of it. In the areas that are directly affected by water-logging, there are no schemes that would help in the near future. I mean to refer to the old areas of Sukkur Barrage. Sir in these areas we have suddenly come in the grip of water-logging and salinity ; but I am afraid that besides the scheme in Khairpur, there is no other scheme, which is covering the rest of the area. The villages have gone underneath water, have become devastated and the people are in a very difficult condition. Sir in fact that Government has provided lot of development funds for Guddu Barrage and the Ghulam Muhammad Barrage area in southern region but the old areas of Sukkur Barrage are very much neglected. There is no new scheme that we would say is worthwhile, that has been provided in the present budget regarding the old areas of Sukkur Barrage.

Sir means of communication are mainly the roads and the condition of roads is pitiable. In the last fifteen years there has been not more than a couple of miles added to the mileage of roads in Nawab Shah. It is a pitiable state and every day even the condition of roads is getting worse and there are no repairs. It is a very sad state because if we call it something which is development, then I am afraid we are sorry to say that there has been no development on that side.

On the side of education we would say that before partition there were some schools. We had no new schools in the old Sukkur Barrage area. We have no problem of drinking water as some areas of D. I. Khan or some other areas of Larkana district have. In our area the main problem is communications, which are lacking and the other problem is water-logging and salinity. Sir I think there is a provision available in the water-logging activities in Khairpur and Ghulam Muhammad Barrage Area, but if this would be extended to Nawab Shah District, it would be most appropriate at this time I would like to inform the House that thousands of acres of land have gone under water in Nawab Shah District, even the roads have gone under water and the villages have been devastated I would request that something should be done in this behalf. I know there is no provision in this present budget but if the Government extends the Khairpur Projects to its adjourning areas of Nawab Shah District, it would be the need of the time and the Government will be meeting it.

Then I would like to point out certain things that are necessary. Regarding education there was some provision made in last year and a year before last budget about pilot secondary schools, for which some aid giving agencies had given some grants to the Government. Sir I am not aware that even a single school was opened in the former province of Sind. I don't know whether this amount of 14 lakhs and 4 lakhs provided in three years has been spent. Likewise I would request that the grants received from the aid giving agencies may be proportionately spent in southern region. I would remined the Minister for Revenue that in the previous session of the Assembly he had given an assurance that there would be some rebate provided to the farmers who had suffered damage due to the sweeping loss of their oilseed crops by bitter cold and pests. I think nothing has been done in this behalf after his assurance and the people are being charged the land revenue. In fact the oilseed crop for the farmer is the crop which actually helps them during the year, which they sell

for their food. So the whole crop of oilseeds being destroyed by severe cold and pests they have nothing now to meet the expenses. It is in the fitness of things that if the remission rules are such that nothing could be done atleast some rebate in land revenue be given. It is time for recovery and the people are being pressed. So I would request the Minister to do something in this behalf. I am confident that after his assurance he would be in a position to do something.

Sir, I think, the question of unemployment is a very wide one.

Mr. Speaker : Will the member conclude within two minutes ?

Syed Zafar Ali Shah : Within five minutes.

We have actually shortage of agricultural labour. The fact is that this problem of unemployment is on the side of education. The people who are educated cannot find any employment. It is easier for an unemployed person to get some sort of living because as I requested the actual shortage is of agricultural labour. The thing is that we need more schools of technical nature, schools which would teach kind of things which are used in handicrafts or other small technical things because they will reduce our problem of unemployment. We have seen that our education commission reports have done nothing good to us because we see that no basic change has been brought about in education resulting in the same thing, namely, creation of a class of people-Graduates and non-Graduates who cannot get any employment. What is the use of having more schools and Arts Colleges which can only creats clerks, which can only creats people who can be a liability on the nation. It will be proper that we have schools of technical nature. Even in primary schools some classes may be opened that would teach handicrafts and other things of that nature.

Sir, now, I would like to point out the problem of corruption. I would say that it is a very big problem and would read out the statement of the Minister which has been referred to in Editorials. It was the statement of Malik Qadir Bakhsh in the Institute of Public Administration. He said.

جب تک موجودہ پیچیدہ طریقہ کار میں تبدیلی نہیں کی جائے گی ۔
بدعنوانیوں کے راستے کا انسداد ممکن نہیں ہو گا ۔ انہیں نے کہہ کر
کہا کہ بد عنوانیوں کا میں خود عینی شاہد ہوں مگر اب یہ احساس
ہوا ہے ۔ کہ رشوت اور بد عنوانیوں کا دائرہ شاید پہلے کے مقابلے میں
زیادہ ہو گیا ہے ۔ اور آئندہ کے لئے خصوصی اقدامات عمل میں لانا
ضروری ہیں ۔

Actually, this statement of the Minister is an open admission of the facts but would the Government be able to do something in this connection ? I think he has also provided some answer for it. Better to do something, make it easy and simplify the procedure in the offices so that the people do not have to go and find problem in problems. Sir, I am glad

that the Minister has actually found out what is actually besetting the people and I hope some thing will be done in this connection.

The other problem is the execution of schemes. The constitution has given a large scope to the executing agencies for on-going schemes. Lot of amounts are allocated to different schemes but nothing is spent or little is spent. What is done is that before the 30th June they spend a little amount and say that we have spent this much amount and the work is going on. This is the condition of a bridge over river Indus between Nawab Shah and Dadu. The bridge has been allocated some money but nothing has been spent out of this amount. If we see we will find that for the former Sind area the total allocation would be a lot but up to the 30th June very little amount is spent with the result that lot of schemes could not be completed. They having been started only on paper and a lot of money is shown as having been spent. That is a breach of trust with the Government. I think, the agencies responsible for the execution of these schemes are actually exploiting the constitutional provision of on-going schemes they are also putting the Government in jeopardy. I would request that whatever schemes are provided for in the budget, those must be completed.

سردار محمد رمضان دریشک۔(ڈی - جی خان ۔ ۲) میں جناب وزیر خزانہ کو آئندہ سال کے مثالی ترقیاتی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اس سے صوبے کی ترقی کے لئے ۲۔ارب ۱۰۔کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو موجودہ سال کے ترقی یافتہ پروگرام سے ۴۰۔فیصدی زیادہ ہیں ۔ اس بجٹ کے نمایاں پہلو یہ ہیں اور اس میں پانی بجلی کو فوقیت دی گئی ہے ۔ اس میں پہلا درجہ پانی اور بجلی کو دیا گیا کے دوسرا درجہ مواصلات کو اور تیسرا زراعت کو دیا گیا ہے ۔

۷۲۰۷۸ ۔ کروڑ پانی اور بجلی کیلئے رکھا گیا ہے ۔

۳۶۰۹۰ ۔ کروڑ مواصلات کیلئے رکھا گیا ہے ۔

۳۱۰۹۹ کروڑ ایگریکلچر کیلئے رکھا ہے ۔

زراعت کو ترقی کے لئے ۳ سو فیصد زیادہ ۔ پانی اور بجلی کیلئے ۲ سو فیصد زیادہ مواصلات میں ۹ ۔ سو فیصد ۔ مکانات کی تعمیر و بندوبست میں ۸ ۔ سو فیصد ۔ تعلیم و صحت میں ۴ ۔ سو فیصد ۔ صنعتی ترقیاتی اخراجات میں ۱۱ ۔ سو فیصد اضافہ ہوا ہے ۔

اور آئندہ سال میں اس طرح ۲۱۰ - کروڑ روپے خرچ کے لئے رکھے گئے ہیں - اسکا مطلب یہ ہے کہ دوسرے پنج سالہ منصوبے میں ۶۲۳ -- کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ منصوبے میں ترقیاتی کاموں کی رفتار تیز تر کر دی گئی ہے - اور پہلے دیجانے والی رقم سے تقریباً ۲۸ - کروڑ روپیہ زیادہ رکھا گیا ہے یہ بات بہت حوصلہ افزا ہے اگلے سال کے بی - ڈی کے پروگرام میں ۱۵ - کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور اس کو تعمیر و ترقی کیلئے اختیار دیا گیا ہے - اس ترقیاتی پروگرام کے سلسلے میں کچھ تجاویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ بنیادی جمہوریتوں کے ترقیاتی منصوبوں کو پورا کرنے کیلئے ٹھوس اور طویل مدت کیلئے پروگرام تیار کیے جائیں اور اس نظام کے ذریعہ سے چونکہ عوام میں بیداری پیدا ہو چکی ہے اسلیے اپنی مدد آپ اور اصلاح کے پروگراموں میں انہیں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے اس سے عوام اور حکومت کے درمیان غلامی کے وقت سے جو الگ الگ رہنے کا طریقہ چلا آ رہا ہے وہ دور ہو جائیگا - صدر ایوب نے صوبائی حکومت سے بنیادی جمہوریتوں کے اختیارات کے سلسلے میں جو تجاویز مانگی ہیں میں گذارش کرونگا کہ وہ مرکز کو جلد سے جلد بھیجی جائیں تا کہ اس نظام میں مزید روح پھونکی جائے - اس سے یہ نظام اس قابل ہو جائیگا کہ عوام اپنے تمام مقامی اور علاقی مسائل خود حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے -

میں ایک تجویز اور پیش کرتا ہوں - بی - ڈی - کے ذریعے سارے صوبے میں زکواۃ فنڈ کھولا جائے - اور اس سے غریبوں، نادار لوگوں اور یتیموں کی امداد کی جائے - اور اس سے طلباء کے لئے وظائف مقرر کئے جائیں - تا کہ یہ ایک حوصلہ افزا

بات ہو جائے ۔ سر دست ملک میں تعلیم کا جو سلسلہ چلا آ رہا ہے ۔ وہ بہت کم ترقی کر رہا ہے ۔ خصوصاً ابتدائی تعلیم ۔ پرائمری کی تعلیم جو سکولوں میں دی جاتی ہے ۔ وہاں پر سکولوں کی عمارتیں بہت کم ہیں ۔ یہ ایک دستور کہنہ چلا آ رہا ہے ۔ کہ مساجد میں بھی چھوٹی چھوٹی تعلیم دیا کرتے تھے ۔ اور اب بھی ایسا کرنے سے حکومت کے سر سے بہت سا بوجھ ہلکا ہو جائے گا ۔ اور اس طرح تھوڑی تھوڑی بچت کر کے اسے دفاعی صورت میں اشتعال کیا جائے ۔

اب میں جناب والا کی توجہ اپنے ضلع کے چند امور کی طرف دلاتا ہوں ۔ جو پیچیدگیاں اس وقت میرے ضلع میں ہیں ۔ فاضل میزانیہ کا بغور مطالعہ کرنے سے جو صورت حال میرے ضلع کے متعلق پیش آئی ہے ۔ اس میں بہت سے ترقی کے شعبوں کو نظر انداز کیا گیا ہے ۔ اور جو رقم باقی ماندہ پسماندہ علاقوں کے لئے مختص کی گئی ہے ۔ اس کا حصہ بہت کم اور قلیل ہے ۔ پچھلے پانچ سالہ منصوبہ میں اس پسماندہ ضلع کی ترقی کے لئے اتنا کچھ نہیں کیا گیا ۔ جتنا کہ کیا جانا چاہئیے تھا ۔ بہاولپور ۔ ملتان ڈویژن کے علاقائی ترقیاتی سیمنار کے موقع پر جو ۲۳-۲۴ تاریخ گذشتہ سال کو بہاولپور میں منعقد ہوا تھا اس میں بھی میں نے اپنے ضلع کی پسماندگی کا ذکر کیا تھا ۔ اور چند ایک گذارشات بطور تجاویز کے پیش کی تھیں ۔ اس امید پر کہ ان تجاویز پر مخلصانہ اور ہمدردانہ غور ہو گا ۔ اور ۶۴ء کے بجٹ میں اس کے لئے کافی رقم مہیا کی جائے گی ۔ اور ضلع ڈی۔جی خان کو وہی مواقع میسر آئیں گے ۔ جو دوسرے پسماندہ علاقوں مثلاً بلوچستان وغیرہ کو میسر آ رہی ہیں ۔ میں ان کو یہاں مختصراً دہرانے کی اجازت چاہتا ہوں ۔ اور وہ یہ کہ اس علاقے کے دیگر مسائل کی طرف فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں ۔ اس علاقے میں خام مال

مثلاً اون ۔ چمڑا نہایت اعلیٰ قسم کا پتھر ۔ رنگ اور چکنی مٹی جس سے کہ اعلیٰ قسم کے برتن بنائے جا سکتے ھیں ۔ بکثرت مل سکتے ھیں ۔ اور کسی چھوٹے یا بڑے پیمانے پر کارخانہ نہ ھونے کی وجہ یہ مال ضائع ھو جاتا ھے ۔ اس سے مقامی لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ھوتا ۔ وھاں پر ایسا کوئی کار خانہ قائم کیا جائے ۔ جس سے عوام کو فائدہ ھو ۔ اور ان کی معقول آمدنی سے ان کی زندگی کے بیشتر مسائل حل ھو سکیں ۔ اس طرف وزیر خزانہ کی خاص توجہ کی ضرورت ھے ۔ جو فاضل میزانیہ ھمارے سامنے زیر بحث ھے ۔ اس میں صنعتی ترقی کے لئے کوئی مد نہیں رکھی گئی ۔ اور میں نے جس چکنی مٹی کا ذکر کیا ھے ۔ وہ برتن بنانے کے کام آتا ھے ۔ اور وہ گجرات کے علاقے جیسے برتن بنانے کے کام آ سکتا ھے ۔ جس سے ھم بیرونی در آمد کردہ چیزوں کا مقابلہ کر سکتے ھیں ۔ ضلع کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ھے ۔ کہ تونسہ بیراج کو آخری حد تک شاہ ولی تک بڑھا دیا جائے ۔ اس سے سینکڑوں میل کا رقبہ آباد ھو سکتا ھے ۔ بجلی کا جال ضلع میں بچھا کر ٹیوب ویل لگا کر اس سے بڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا ھے ۔ ضلع ھذا میں تعلیمی حالت انتہائی خستہ ھے ۔ اڑھائی سو میل لمبے علاقے میں صرف ایک کالج ھے ۔ جس کی وجہ سے عوام اپنے بچوں کو تعلیم دلانے سے قاصر رہ جاتے ھیں ۔ اس لئے راجن پور ھائی سکول کو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دیا جائے ۔

میجر سلطان احمد خان—point of information پچھلے چار دن سے تو وزیر خزانہ ایوان میں موجود نہیں ھیں ۔ اس ساری بحث کا جواب کون دے گا ۔

مسٹر سپیکر—اس کا جواب شیخ مسعود صادق صاحب دیں گے ۔ اس وقت وہ اپنے چیمبر میں بیٹھے ھوئے ساری بحث سن رھے ھیں ۔ اور یہاں پارلیمنٹری سیکرٹری بیٹھے ھوئے ھیں ۔

سردار محمد اقبال خان (بہاولنگر - م)۔جناب والا میں نے اپنے کئی دوستوں کی تقریریں سنی ھیں - جن میں سب سے پہلے مبارکباد پیش کی جاتی ھے - اس کے بعد ''مگر - وگر - لیکن''۔ اور پھر وھی پسماندگی - وھی رونا دھونا شروع ھو جاتا ھے - تو میں صرف اپنے علاقے کی پسماندگی کے لئے یہ عرض کرونگا - کہ ھمارے علاقے میں سب سے زیادہ کمی پانی کی ھے - جس کی وجہ سے اناج کی پیداوار میں بھی اسی لحاظ سے کمی واقع ھوتی ھے - میرا یہ مطلب نہیں ھے - کہ یہ مانیں یا نہ مانیں - یہ تو انکی مرضی ھے - بہرحال ششماھی نہر جسکا نام تو ششماھی ھے لیکن پانچ مہینے بھی اسکا ریکارڈ ھے - کہ وھاں پانی ملے - دو مہینے بندیاں - باقی تین مہینے رہ گئے - ان تین مہینوں میں بھی پانی کی سپلائی پوری نہ ھونے سے آج بھی اتنے چھوٹے چھوٹے مواضعات موجود ھیں - جن میں آج تک پانی پہنچ بھی نہیں سکا - وہ کنوؤں سے تھوڑا تھوڑا رقبہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے آباد کرتے ھیں - اور اس پر جو ٹیکس لگتا ھے - وہ اسی لحاظ سے ھو رھا ھے - کہ بھئی یہاں نہری پانی لگتا ھے - باقی جو انصاف میرے علاقے میں ھو رھا ھے - اس کا ایک ثبوت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ھوں - کہ پچھلے دنوں ایک زمیندار کی زمین دوسرے چند سمگلروں نے رشوت دے کر اور بغیر کسی معاوضے کے تحصیلدار نے وہ زمین انکے نام منتقل کر دی - اس سے زیادہ میں اور کچھ بیان نہیں کرتا -

(قطع کلامی)

جناب والا - عرض یہ ھے - کہ یہ درست ھے - کہ میں بہاولنگر کے علاقے سے آیا ھوں - لیکن جہانتک نمائندگی کا تعلق ھے - وہ

سارے مغربی پاکستان کی ہے ۔ تو اس میں کسی خاص علاقے کے لئے میری عرض نہیں کہ فلاں علاقے کی یہ حالت ہے ۔ جہاں تک مزدور کا تعلق ہے کسی علاقے میں اسکو اپنا پورا حق نہیں ملتا ۔ اگر تعلیم نہیں ہے تو وہ مزدور کے بچے کے پاس نہیں ہے کیونکہ اس نے پھر وہی محنت مزدوری کرنا ہے ۔ اس کو تعلیم کی کیا ضرورت ہے اور اگر بیماری ہے تو مزدور کے بچے کو کیونکہ اس کے پاس علاج کے لئے اتنا پیسہ ہی نہیں اور اگر جناب گھر میں جوان لڑکی ہے اور اس کی شادی کرنی ہے تو وہ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ جہیز والی لعنت شروع سے چلی آ رہی ہے ۔ غریب کے پاس اتنا پیسہ ہی نہیں کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی کر سکے ۔ امیر کے پاس تو روپیہ ہوتا ہے ۔ باقی کپڑے کی مہنگائی کا جو تعلق ہے ایک وقت وہ تھا کہ دو تین آنے گز اچھا کپڑا مل جاتا تھا آج ساڑھے تین روپے گز بھی اچھا کپڑا نہیں ملتا ۔ دو روپے من گندم ملا کرتی تھی اب جو گندم ہے وہ ۱۶ روپے من ہے یعنی آٹھ گنا اس کی قیمت میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ اس کی وجہ کیا ہے ۔ اس کی وجہ یہی ہے جو کارخانہ دار ہیں انکے پاس اتنا روپیہ جمع ہے انہوں نے اتنے فنڈ اکھٹے کئے ہوئے ہیں کہ اگر حکومت کسی بھی وقت کوئی ایسا قدم اٹھائے کہ بھائی یہ جو دھاگہ ہے یہ اچھا نہیں بن رہا یا کپڑا اچھا نہیں بن رہا یا اس کی قیمت اتنی گراں ہے تو وہ برداشت کر لیتے ہیں ۔ اور جو فنڈ اکٹھا ہوا ہے وہ ایک ایسی دیوار حائل ہو جاتی ہے کہ وہ کسی مرحلے تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ وہیں دب کر رہ جاتے ہیں ۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ اتنا خرچ نہیں ہوتا اس کپڑے پر اور پھر اس سے کئی گنا کما لیتے ہیں ۔ ۱۰۰ کے ساتھ ۱۰۰ کمانا تو

ایک معمولی بات ہے اور دوسری طرف مزدوروں کو انکی محنت کا معاوضہ بالکل نہیں مل رہا ۔ بہر حال اگر مل بھی رہا ہے تو اس حد تک کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم بھی نہیں دلوا سکتا اور اس کو اتنی سہولت بھی میسر نہیں کہ وہ اپنی بیماری کا علاج بھی کرا سکے ۔ باقی جو ٹیکس ہیں وہ بھی دن بدن بڑھ رہے ہیں ۔ ٹیکس والے کہتے ہیں کہ یہ پھندہ جس کی گردن میں پورا آئے اسی میں چڑھا دو ۔ زمین کسی کے نام مطالبہ کسی کے نام ۔ یہ کام جو ہو رہا ہے اور جو ٹیکس ہے وہ ان کے لئے بہت عزیز ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ان پر لگا دو تو اس کے ساتھ ساتھ مجھے ایک مثال یاد آ گئی کہ ایک حاکم تھا جو شکار کے لئے گیا ۔ تو اس کے بہت پیاس لگی ۔ ادھر ادھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا ۔ ایک پہاڑی کے اوپر اسے ایک باز نظر آیا ۔ گھوڑے کو دوڑایا اور کچھ منٹوں کے بعد ایک انار کے درخت کے پاس پہنچا اور مالی وہاں موجود تھا ۔ اس نے مالی کو کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے تو اس نے انار کے درخت پر سے دو انار توڑے اور انکا گلاس بھر کر دیدیا ۔ اس کے بعد اس نے اس سے پوچھا کہ کیا ٹیکس تمہارے باغ پر لگتا ہے تو اس نے کہا کہ معمولی سا ٹیکس ہے ۔ تو دو اناروں سے اتنا بڑا پیالہ بھر گیا ۔ پھر وہ شکار کو آگے چلا گیا اور دو تین دن کے بعد واپس لوٹا اور پھر اس نے مالی سے کہا کہ پیاس لگی ہے اناروں کا شربت پھر پلاؤ تو اس دفعہ مالی نے دو اناروں کی بجائے ایک ٹوکری اناروں کی نچوڑ ڈالی مگر اس سے ایک گلاس بھی نہ بھرا ۔ اس نے کہا کہ جب پہلے ہم یہاں آئے تھے تو دو اناروں سے اتنا پیالہ بھر گیا تھا اور اب ٹوکری اناروں کی نچوڑ ڈالی ہے اور ایک پیالہ بھی نہیں بھرا ۔ اس نے کہا کہ یہ درخت بھی وہی

ہیں اور آپ بھی وہی ہیں - یا تو میرے دل میں وئی فرق
آ گیا ہے یا آپکے دل میں آ گیا ہے - یہاں اب مجھے ٹیکس
لگ رہے ہیں اور ادھر پانی نہیں ہے - فصل ہوتی ہی نہیں -
تو اب جناب میں عرض کر رہا ہوں کہ فصل جو ہے وہ پتہ
نہیں کہ پانی کی کمی کیوجہ سے نہیں ہوئی -

Mr. M. Ziaullah (Karachi VI): Mr. Speaker, Sir, I appreciate the efforts and the steps taken by our Government to implement speedy development programmes. They have allocated huge amounts for the development of industries, increasing the food production and introducing other welfare schemes. As these would bring economic stability and intimate good in the larger interests of the people, it is very necessary that the money should be spent economically and judiciously. I mean to say, Sir, that there is a lot to be done to improve the efficient use of these valuable finances. Huge amounts have been allocated and we should have proper checks on their use. We have a number of autonomous and semi-autonomous bodies like WAPDA, MPO, PIDC, KDA and lately the Land and Water Management Board. Sir, these bodies are functioning and huge amounts are to be utilised and spent by them. Therefore, we must have some effective control on them. These bodies are handling projects of a highly technical nature. But to my regret these Bodies are manned and controlled by people who are non-technical -absolutely non-technical. Men at the bottom are technical but at the helm of affairs we have non-technical personnel as Chairmen, or members or Project Directors in many Organisations This is one of the reasons why we have a loss and wastage of finances.

Sir, I would like to say something about the MPO—The Machinery Pool Organisation - which was formed basically to coordinate and for the effective use of WAPDA and the Irrigation Department machinery.

This machinery was pooled together so that it may give an efficient, economical and coordinated use. But instead of that performance the Irrigation Department had to suffer a huge loss by this MPO Organisation as they had pooled them excessively. The rates of earthwork done by the MPO is much higher than what the Irrigation Department had worked out previously.

Now, the MPO has equipment worth twenty crores of rupees, one third of it is out of use. The dead stock of spare parts accumulated, of course, wrecklessly is to the tune of ten crores of rupees and about fifty percent of it is in foreign exchange and this ten crores of rupees worth of stock will never be used. Machinery worth about seven crores of rupees (350 in number) which comprise of tractors, drag-lines and heavy machinery has been scrapped and declared out of use much earlier than their normal working hours. There should be some check on this organisation.

The overhead charges are also excessive and they are more than 30%. Then the cost of work done by the MPO is exorbitant. For example the

Qadirabad Work; the earth work was to be done at an estimated cost of Rs. 20 lakhs but it went up to Rs. 50 lakhs. Similarly at Nandipur the earthwork was estimated at 25 lakhs of rupees and it was raised to 30 lakhs of rupees. Besides this Sir the MPO procured the services of Consultants, M/S Morrison Knudsen, where they paid three crores of rupees, and without any effective use. This Morrison Knudsen brought people here who were working as Welders at Kashmore and they were getting Rs. 10,000 per month. One Mr. Liston, who was a welder there, was drawing Rs. 10,000. He stayed there for two years and he had a bank balance of five lakhs of rupees with the Habib Banks at Sukkur. These things should be curbed and you should take effective measures to put a stop to all these things.

Sir this organisation, i.e M P.O. I may tell you again is the Machinery Pool Organisation, who are handling machinery, needs supervision. It is manned primarily by misplaced people. Take for instance the General Manager. He is a misplaced person. Store Controller of MPO was an Assistant Manager in a hotel, who served very well the MK consultants, is now the Store Controller. Similarly the Labour Officer is a retired Jailor, and so many other people there are misfits. The efficiency of the Project Accountant could be judged as there are 20 suits pending against the MPO for non-paymant of bills Recently in the first week of this very month, telephone connection was disconnected because of non-payment. Such is the state of affairs in this Organisation, which needs proper handling and check

ملک سرفراز خان (سرگودھا - ۳)۔۔مسٹر سپیکر - ۱۹۶۴-۶۵ء
کا بجٹ اس اسمبلی میں پیش ہوا ہے جو کہ اس اسمبلی کا آخری بجٹ ہے -
جس میں معزز ارکان نے بحث و تمحیص میں کافی حصہ لیا ہے - حضور والا -
میں نے پچھلے دو سالوں میں دیکھا ہے کہ صوبائی حکومت نے صوبائی
گورنر نواب ملک امیر محمد خان صاحب کی قیادت میں صوبہ مغربی پاکستان
کے پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے کافی روپیہ خرچ کیا ہے - موجودہ بجٹ
میں بھی اس طرف کافی توجہ دی گئی ہے اور موجودہ بجٹ کی رقوم کا
بیشتر حصہ بھی غیر ترقی یافتہ علاقوں پر صرف کیا جا رہا ہے - حضور
والا اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ گورنمنٹ نے جتنا
روپیہ صوبہ مغربی پاکستان کے کم ترقی یافتہ علاقوں پر خرچ کیا ہے آج
تک اس سے پیشتر کسی گورنمنٹ نے خرچ نہیں کیا - (ہیئر - ہیئر)
حضور والا - ترقی کا اندازہ اس معزز ایوان میں بیٹھ کر نہیں لگایا جا
سکتا - ترقی کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ دور افتادہ کم

ترقی یافتہ علاقے میں جا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یونین کونسل کے ممبران کی وجہ سے ان علاقوں میں کافی ترقی ہوئی ہے ۔ یونین کونسلوں نے گورنمنٹ کی مدد سے اور اپنی مدد آپ کے تحت ان علاقوں کی حالت ہی بدل دی ہے ۔ اگر دیہاتیوں کے لئے گورنمنٹ نے اسی رفتار سے روپیہ خرچ کیا تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دیہاتی بھائیوں کو وہی سہولتیں میسر آ جائیں گی جو آج کل ہمارے شہری بھائیوں کو نصیب ہیں ۔

حضور والا ۔ میں نے اس ایوان میں بیٹھ کر اپنے کم ترقی یافتہ علاقہ کے مسائل کی طرف گورنمنٹ کی توجہ دلائی ہے ان کی ترقی کے لئے اس بجٹ میں میں دیکھتا ہوں کافی روپیہ منظور ہوا ہے ۔ حضور والا ۔ سون ویلی جو ہمارا کم ترقی یافتہ علاقہ ہے اس کی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے سون ویلی پراجیکٹ پر ایک کروڑ روپیہ خرچ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے ۔ اور تحصیل خوشاب میں موھاڑ کا علاقہ ہے اس میں نہروں کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے کافی علاقہ آباد ہونے کے لئے بچا پڑا ہے ۔ اس کی آبادی کے لئے اور آبپاشی کے لئے گورنمنٹ نے ایک لفٹنگ ایریگیشن کی سکیم منظور کی ہے ۔ جس سے اس علاقے کی زراعت میں کافی ترقی ہوگی ۔

جناب والا ۔ میں اپنے محترمہ وزیر تعلیم صاحبہ کا شکر گذار ہوں . . . .
(قہقہہ)

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : Sir Mr. Wattoo should accept this compliment.

Minister of Education : I accept that if it pleases my friends.

ملک سرفراز خان—میرا مطلب سابقہ وزیر تعلیم سے تھا ۔ جنہوں نے جوہر آباد میں انٹرمیڈیٹ کالج کو اپ گریڈ کرکے اسے ڈگری کالج بنایا ہے ۔ حضور والا ۔ تھل کے علاقے کی ترقی کے لئے گورنمنٹ نے وہاں

انڈسٹریل ڈویلپمنٹ سکیم شروع کی تھی جس میں اس وقت جوہر آباد میں شوگر مل ۔ لیاقت آباد میں کالونی ٹیکسٹائل مل منظور ہوئی ہیں لیکن اس علاقے کی ترقی کے لئے جو انڈسٹریل ڈویلپمنٹ کی سکیم تھی وہ نہیں بنائی گئی ہے تو میں وزیر صاحب کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ اس علاقہ میں تھل کی آبادی کی ترقی کے مقابلہ میں انڈسٹریل ترقی بھی ضروری ہے تا کہ اس علاقہ میں بے روز گاری کا کسی حد تک ازالہ ہو جائے ۔

حضور والا ۔ سرگودھا ڈویژن میں واٹر سپلائی سکیم پر ۱۹ لاکھ ۱۶ ہزار ۳۷۰ روپے خرچ کئے گئے ہیں ۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اس ڈویژن کے لئے یہ روپیہ بہت ہی ناکافی ہے ۔ اس علاقے میں ایسے بھی دیہات ہیں جہاں سے لوگ چار چار پانچ پانچ میل پیدل چل کر پانی لاتے ہیں تو اس وجہ سے وہاں پر واٹر سپلائی سکیم بنائیں تاکہ پانی کی کمی میں ازالہ ہو جائے ۔

چودھری سلطان محمود (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔۔صاحب صدر ۔ موجودہ بجٹ کے مطالعہ سے تین باتیں نوٹس میں آنا ضروری ہیں ۔ پہلی یہ کہ اگرچہ یہ بجٹ اس ایوان کی تاریخ میں سب سے بڑا بجٹ ہے ۔ تاہم نئے ٹیکسوں سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے ۔

دوسری یہ کہ اخراجات کی مدات میں عوام کے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے ۔

اور تیسری یہ کہ اس بجٹ میں صوبے کے تمام حصوں کو ایک سطح پر لانے کا عزم موجود ہے ۔

جس بجٹ میں یہ تینوں باتیں موجود ہوں ۔ اسے نہ سراہنا ۔ نہ صرف تنگ نظری ہے ۔ بلکہ کفران نعمت ہے ۔ لہذا میں آپ کی وساطت

سے اپنے ہر دلعزیز - پختہ عمر - مگر جوان ہمت وزیر خزانہ اور ان کے سیکریٹریٹ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں -

صاحب صدر - کسی بجٹ کی پرکھ کے لئے ایک سیدھا سا معیار ہے - جس سے نہ حزب مخالف کو اور نہ ہی کسی اور معزز ممبر کو اختلاف ہو سکتا ہے - یہ معیار نہ صرف میرے خیال میں بلکہ ساری دنیا کے خیال میں یہ ہے کہ جس بجٹ میں عوام کی بنیادی ضروریات کی طرف زیادہ توجہ دی جائے - وہ زیادہ اچھا بجٹ ہے - اور جتنی کم توجہ دی جائے - وہ اتنا ہی ناقص بجٹ سمجھا جاتا ہے - اب اس معیار پر میں اپنے بجٹ کو کو پرکھتا ہوں -

صاحب صدر - بنیادی ضروریات کی تعریف آج سے پچاس سال پہلے پنجابی میں - گلی - جلی - تے کلی - یعنی خوراک - لباس اور رہائش ہوا کرتی تھی - موجودہ حالات کے تحت اگر ان کے ساتھ communications - education اور health شامل کر لیں تو یہ موجودہ حالات کے مطابق بنیادی ضروریات بن جاتی ہیں -

صاحب صدر - سب سے پہلے میں خوراک کے معاملے کو لیتا ہوں - ۵۶-۱۹۵۵ء کے بجٹ میں خوراک پر ۳۰۵ کروڑ روپے خرچ ہوئے - ۶۲-۱۹۶۱ء میں ۱۳ کروڑ روپے - ۱۹۶۴ء میں ۲۷۰۶۸ کروڑ روپے خرچ ہوئے اور ۱۹۶۵ء میں ۳۰۰۵۲ روپے خرچ ہوں گے - گویا اب ۵۶-۱۹۵۵ء کی نسبت نو گنا - ۶۲-۱۹۶۱ء کی نسبت تین گنا - اور ۱۹۶۴ء کی نسبت پچاس فیصدی زیادہ خرچ ہوا ہے - اور اگر واپڈا - اے - ڈی - سی - ایگریکلچرل ڈیویلپمنٹ بنک اور کواپریٹو بورڈ پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے - وہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے - تو میرے خیال میں یہ کل بجٹ کا کوئی پچاس فیصدی بن جاتا ہے -

اب روپیہ خرچ کرنے کے بعد ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوا ۔ نتیجے پر غور کرتے وقت صاحب صدر ۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ بیشتر سکیموں کے نتائج برآمد ہونا ابھی باقی ہیں ۔ اور ان کے نتائج کے حصول میں ابھی کچھ دیر لگے گی ۔ لیکن جو کچھ اب تک حاصل کیا جا چکا وہ میں آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں ۔ موجودہ پنج سالہ منصوبے کے مطابق مختلف چیزوں کے Target مقرر ہیں ۔ اس میں خوراک کا Target ۲۲۰۷ اضافہ ہے ۔ جس کے مقابلے میں ہماری خوراک میں ۲۱ فیصد کا اضافہ ہو چکا ہے ۔ اور ابھی ایک سال باقی ہے ۔ گویا ہم Target کے بالکل قریب ہیں ۔ اسی طرح کپاس کا Target ۳۴ فیصد ہے اور اب تک ۳۹ فیصد بڑھ چکا ہے ۔ گویا ہم Target سے زیادہ کا یہاں حاصل کر چکے ہیں ۔ Sugar Cane کا Target ۳۳ فیصد تھا ۔ لیکن اب تک ۴۱۵ فیصد ہو چکا ہے ۔ یہ بھی تسلی بخش ہے ۔

مسٹر حمزہ۔۔اسی لئے کھانڈ مہنگی ہو گئی ہے ۔

چودھری سلطان محمود۔۔جی ہاں اس کے متعلق بھی عرض کروں گا ۔

جناب مجھے یہاں جناب وزیر زراعت صاحب کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ زمینوں کی نیلام کی بجائے اگر زمینیں مالکوں یا کاشتکاروں کو گزشتہ تین سال کی average قیمت پر دی جائیں تو اس سے خوراک کی پیداوار کے متعلق اور بھی بہتر نتائج برآمد ہونگے ۔ اس کے ساتھ ہی اگر بیج اور کھاد کی بہم رسانی کا ذرا بہتر انتظام فرما دیا جائے تا کہ بیج وغیرہ دیر سے نہ پہنچا کرے ۔ تو اس سے ہماری زرعی پیداوار کافی حد تک بڑھنے کا امکان ہے ۔

صاحب صدر ۔ لباس کا مسئلہ اس ملک میں کوئی بڑا مسئلہ نہیں ۔ میرے خیال میں اس گرانی کے زمانے میں بھی میرے جیسے آدمی کیلئے (کرتہ ۔ تہبی) یعنی قمیض اور سلوار سات روپے میں بنتی ہے ۔ یعنی سات روپے میں تن ڈھانپا جا سکتا ہے ۔ میں اس پر زیادہ وقت نہیں لیتا ۔ اسے چھوڑتا ہوں اور اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں ۔

صاحب صدر ۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں اس حکومت نے جتنے پرائمری ۔ مڈل اور ہائی سکول کھولے ہیں ۔ اتنے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولے گئے تھے ۔ سب سے اچھا کام محکمہ تعلیم نے یہ کیا ہے کہ Technical Education میں روز بروز اضافہ کیا جا رہا ہے ۔ گذشتہ سال اس کا اجرا ہوا اور اس میں بتدریج اضافہ کیا جا رہا ہے ۔ میں جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ اگرچہ ہمارے صوبے میں سکولوں وغیرہ کی اور ضرورت ہے ۔ جو کہ صوبے کے مالی وسائل کے مطابق ہر حالت میں کھلنے ہی ہیں ۔ لیکن ان سے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ کالجوں اور سکولوں کے نصاب میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ وہ Teddy اور بے راہ رو نوجوان پیدا کرنے کے بجائے دیانتدار اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار نوجوان پیدا کریں ۔

صاحب صدر ۔ مجھے جناب وزیر تعلیم سے ایک درخواست اور بھی کرنا ہے ۔ اور وہ یہ کہ پرانے زمانے میں ضلع منٹگمری کی ضرورت کے پیش نظر پسرور نے اپنا کالج منٹگمری تبدیل کرا دیا تھا ۔ لیکن اب پسرور کو اپنے لئے Higher Secondary Education کی سخت ضرورت ہے ۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر اپنا وہ (نیوندرا) واپس کریں جو آپ کو بیس پچیس سال پہلے دیا گیا تھا ۔

اس کے علاوہ ڈھوڈہ اور سرنگیاں میں ہمارے دو مڈل سکول ہیں جن کیلئے کافی عرصہ سے یہ درخواست کی جا رہی ہے کہ انہیں ہائی سکول کا درجہ دیا جائے ۔ وہاں کے لوگ ان کے اخراجات کے پیش نظر اپنی گرہ سے دس ہزار روپیہ دینے کے لئے بھی تیار ہیں ۔

صاحب صدر ۔ اب میں سڑکوں کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کے دوران سڑکوں کے معاملے میں اچھا خاصا چکر پیدا کر دیا تھا ۔ انہوں نے کچی اور پکی سڑکوں کو ملا کر حساب کیا تھا ۔

Khawaja Muhammad Safdar : It is incorrect.

چودھری سلطان محمود ــــ جناب اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو خواجہ صاحب ان اعداد و شمار کو چیلنج کریں جو میں پیش کرنے والا ہوں ۔

۱۹۴۷ء میں ہمارے ہاں کل پکی سڑکوں کی لمبائی ۵۰۵۰ میل تھی ۔ ۱۹۵۵ء میں ان کی لمبائی ۷۹۸۰ میل تھی ۔ یعنی اس وقت تک ان کی average سالانہ تین سو میل بیٹھتی ہے ۔

۱۹۶۲ء میں ان کی لمبائی ۸۸۶۵ میل تھی ۔ گویا ۱۹۵۵ء کے بعد اور ۱۹۶۲ء تک ان کی average ۱۲۶ میل فی سال بیٹھتی ہے ۔

اب اس حکومت کے دو سال میں ان کی average ملاحظہ فرمائیے ۔ اس وقت ان کی لمبائی ۱۰۹۷۰ میل ہے ۔ چنانچہ ان کی average ایک ہزار میل سے زیادہ بنتی ہے ۔ یعنی موجودہ گورنمنٹ نے پرانے تمام ریکارڈ توڑ دئے ہیں ۔

اس ہاؤس میں میں سڑکوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ لیکن اس وقت وزیر صاحب یہاں موجود نہیں ہیں ۔

ایک معزز ممبر—وزیر صاحب موجود ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—کیا میں پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب سے پوچھ سکتا ہوں ۔ کہ انہوں نے یہ اعداد و شمار کہاں سے لئے ہیں ۔

چودھری سلطان محمود—اسی کتاب میں سے جو آپ کے پاس ہے ۔ وزیر مواصلات سے میں یہ عرض کروں گا کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے میں ضلع سیالکوٹ کی ان چند سڑکوں کا ضرور خیال فرمائیں ۔

بڈیانہ چونڈہ روڈ

پسرور چونڈہ روڈ

پسرور کلاس والا روڈ

کلاس والا قلعہ صوبا سنگھ روڈ

قلعہ صوبہ سنگھ بدو ملہی روڈ

چونڈہ چوبارہ روڈ اور سبز پیر روڈ

پسرور ستراہ گوجرانوالہ روڈ

وزیر ہیلتھ کا میں شکر گذار ہوں ۔ کہ انہوں ۔ ہمارے پسرور کے ہسپتال کو provincialize کر دیا ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی بلڈنگ وغیرہ کا بندوبست نہیں ہوا ۔ مہربانی فرما کر بلڈنگ کا ضرور کوئی انتظام کیا جائے ۔ ہمارے بہت سے معزز ممبران نے وزراء کا شکریہ ادا کیا کہ انکے اضلاع میں ترقی ہوئی ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ضلع میں ایسا کوئی کام نہیں ہوا ہے ۔ جس کے لئے شکریہ ادا کروں البتہ میں پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آئندہ سالوں میں ہمارے ضلع کی طرف زیادہ توجہ دی جائے ۔

ہمارے ضلع کی موجودہ صورت حال سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ وہاں یا تو فیملی پلیننگ کی طرف زیادہ توجہ دی ہے ۔ یا ہماری عدم توجگی سے ضلع والے ضلع چھوڑ رہے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں دوسرے ضلعوں میں بیس پچیس فیصدی آبادی بڑھی ہے وہاں اس ضلع میں صرف ۴ فیصدی آبادی کا اضافہ ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ فیملی پلیننگ کا نتیجہ ہے یا حکومت کی عدم توجہی کی وجہ سے وہ ضلع چھوڑ کر چلے گئے ہیں ۔

Mr. Speaker : As it was the sense of the House.

یہاں جو حیدر آباد ریلیف فنڈ قائم کیا گیا ہے ۔ اس میں میں نے اپنی ایک دن کی تنخواہ بطور عطیہ دے دی ہے ۔

بیگم جہاں آرا شاہنواز۔صدر محترم ۔ میں بھی اپنی ایک دن کی تنخواہ contribute کرتی ہوں ۔

میر محمد مراد خان جمالی (جیکب آباد ۔ ۲)۔۔جناب صدر ۔ اس سے پیشتر کہ میں اس بجٹ کے متعلق کچھ عرض کروں میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ سرکاری پارٹی کا ذکر خیر کروں جس میں نوکر شاہی درباری اور سرکاری لیگین سب کی سب پیوست ہو گئی ہیں ۔ اور اب وہ یک جان و دو قالب کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی۔۔معزز ممبر سرکاری دربار لیگ کس کو کہتے ہیں وہ خود اپنے گریبان میں منہ کر دیکھیں ۔ کیا یہ روٹھے ہوئے سیاستدانوں کا گروہ نہیں ہے ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔۔اس کا آپ کو علم ہے ۔ کہ اس پارٹی نے کہاں جنم لیا ۔ اس پارٹی نے کراچی میں جنم لیا ۔ جب یہ وہاں سے نکلی تو یہ کنونشن مسلم لیگ بن گئی پھر اس کنونشن مسلم لیگ نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی ۔ ڈھاکہ میں گئی تو پاکستان مسلم لیگ بن گئی ۔ ابھی یہ مزید

ترقی کرے گی ۔ اور میرا خیال ہے کہ پھر اسے آل پاکستان x x x* کا نام دے دیا جائے۔ تو صحیح ہو گا ۔

Mr Ahmad Mian Soomro : Point of order. Sir, Is he speaking on Budget or on the parts.

Mr. Speaker : The member may please confine his arguments to the Budget.

Mr. Ahmad Mian Soomro : The word "Munkirs" is unparliamentary.

Mr. Speaker : Yes, this is unparliamentary and should be expunged from the proceedings.

میر محمد مراد خان جمالی۔صاحب صدر ۔ یہ پارٹی جو برسر اقتدار ہے ۔ اسے اس ہاؤس میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے ۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں اور جو کچھ میں نے کہا ہے میں اسے ثابت کرنے کو تیار ہوں ۔ اس حکومت نے ۶ سال کے عرصہ میں جو کچھ کیا ہے ۔ اس سلسلہ میں میں موجودہ حکومت کو مارشل لا' کا بچہ کہوں گا ۔ تو شاید کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ۔ یا یہ کہوں کہ یہ مارشل لا' کی کنولشن مسلم لیگ ہے ۔ میرا خیال ہے ہم اسے زیر بحث لا سکتے ہیں ۔ اس حکومت کی ۶ سال کی حکمرانی کے دور نے یہ ثابت کر دیا ہے ۔ کہ یہ اسلام کے بالکل خلاف ہے ۔ کوئی چیز جو شریعت چاہتی ہے ۔ یہ اسے نافذ کرنے کو تیار نہیں ہیں ۔

یہاں زنا ۔ شراب خوری جوا بازی عام ہے ۔ اور معزز ممبران اس بات کو بخوبی جانتے ہیں ۔ وہ قانون جو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے نافذ ہوا تھا ۔ وہ ہر مسلمان ہر ملک اور ہر فرقہ کے لئے ہے ۔ اس میں ایسے گناہوں کی سزائیں دی جاتی ہیں ۔ ہماری یہ حکومت جو دو سال سے برسر اقتدار آئی ہے ۔ اس نے اگرچہ زبانی دعوے کئے ہیں ۔ لیکن ان حکمرانوں کے دل میں اسلام کی محبت نہیں ہے ۔ اگر ہوتی تو اسلامی قوانین ضرور

*Expunged as ordered by the Speaker.

نافذ کرتے ۔ اسلامی شریعت کو نافذ کرتے ۔ اور تمام برائیوں کی روک تھام کرتے ۔ یہ ان کا فرض تھا ۔ مگر برائیوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ برائیوں کی روک تھام نہیں ہو سکی ۔ اس بر سر اقتدار حکومت نے لوگوں کی اصلاح کرنے اور اچھے معاشرہ کے پیدا کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ حکومت اگر گندگی کی پالیسی پر قائم رہے گی تو اپنے آپ کو کس طرح قائم رکھ سکے گی ۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے ۔ یہ پاکستان مسلم لیگ نہیں بلکہ یہ آل پاکستان x x x* ہے ۔

Mr. Speaker : I have already expunged and this is again expunged.

میر محمد مراد خان جمالی—جناب والا ۔ ہمارے کچھ علمائے دین نے فرمایا ہے ۔ کہ یہ لوگ قابل اصلاح ہیں۔ اور ان میں ایسے بھی ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ اصلاح ہو ۔ مگر جب ابوجہل قابل اصلاح نہ ہو سکا تو یہ کس طرح قابل اصلاح ہو سکیں گے ۔ چاہئے کہ ایسے لوگوں کو عوام اس ملک اور صوبہ اور اس ایوان سے باہر نکال دیں ۔ تاکہ اچھے لوگ بر سر اقتدار آ جائیں ۔ x x x x x x* ایک سے نہیں ۔

Mr. Speaker : These words may also be expunged from the proceedings.

میر محمد مراد خان جمالی—بجٹ پر اپنی تقریر میں وزیر خزانہ نے فرمایا ہے ۔ کہ پسماندہ علاقوں کے لئے بڑی بڑی رقمیں مخصوص کی گئی ہیں ۔ اور باقی تمام ملک میں سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ غریب عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ۔ ملک میں بے حد گرانی کا دور دورہ ہے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ رچنا دو آب میں واپڈا نے ایک ٹیوب ویل لگایا ہے اس پر ۸۰ ہزار روپیہ خرچ

*Expunged as ordered by the Speaker.

ہوا ہے ۔ ایسا ہی ٹیوب ویل بیس پچیس ہزار میں لگ سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ دور دراز علاقوں پر جو رقمیں خرچ کی جاتی ہیں ۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان پر ۲۵ فیصدی سے زیادہ خرچ نہیں ہوا ۔ سارا روپیہ افسروں کے جیبوں میں چلا جاتا ہے ۔ جب حکومت کسی علاقہ کی بہتری کے لئے خرچ کرتی ہے تو پھر حیرانی کی بات ہے ۔ کہ وہاں بھوک اور افلاس کیوں ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ جتنی رقم کسی علاقہ کے لئے مخصوص کی جاتی ہے اس کا ۷۵ فیصد حصہ خرد برد ہو جاتا ہے ۔

قرضہ کے متعلق ہماری حکومت کی یہ پالیسی ہے ۔ کہ جہاں سے بھی قرضہ مل سکتا ہے لے لیا جائے ۔ اگلے روز جیساکہ خواجہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ہماری حکومت قرضوں پر تقریباً ۲۱ کروڑ روپیہ بطور سود ادا کرتی ہے ۔ حالانکہ سود حرام ہے ۔

ہماری حکومت کی حالت اس وقت سندھ کے وڈھیروں کی طرح ہے ۔ اوپر سے بڑی ٹھاٹھ ہے آپ سمجھیں گے کہ کوئی لکھ پتی ہے یا کروڑ پتی ہے ۔ لیکن آپ کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی تمام جائیداد بنئے کے پاس گروی ہوتی ہے ۔ اگر ضرورت کے تحت قرضہ لیا جاتا ہے ۔ تو اس سے جائز فائدہ نہیں اٹھاتے اس سے ملک کو ترقی پذیر ہونا چاہئے او لوگوں کو خوش حال ہونا چاہئے ۔ مگر ایسا نہیں ہوتا ۔ اور قرضہ کا صحیح مصرف نہیں ہوتا ۔ چاہئے کہ جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلائیں ۔

رشوت ستانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس وقت رشوت اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے ۔ اور موجودہ حکومت اس کا سدباب کرنے میں ناکام رہی ہے ۔ اس کا دامن صاف نہیں ۔ اگر وہ چاہتی تو بالکل نہ سہی کسی حد تک ختم ہو سکتی تھی ۔ رشوت ستانی کی اصل وجہ یہ ہے ۔

کہ ہماری حکومت اپنے افسران سے ناجائز کام لیتی ہے - اور اس طرح افسران بھی من مانی کرتے ہیں - اور عوام کا خون چوستے ہیں - کپڑے اتار لیتے ہیں - اور یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کے سیدھے سادھے خدا ترس لوگوں کو کوئی وقت نہ ملے کہ وہ ترقی کے لئے کوشش کر سکیں - اور عوام کی اصلاح کی کوئی صورت پیدا ہو سکے -

میں ایک یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ صوبے میں کہیں امن و امان نہیں ہے - سندھ کا یہ حال ہے کہ وہاں کے غریب عوام جو دیہات میں رہتے ہیں وہ رات بھر سو نہیں سکتے - چور ڈاکو بدمعاش ہر وقت تاک میں رہتے ہیں - کہ کس وقت موقع ملے اور ان کا سامان اٹھا لیجائیں - اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کے مویشی اٹھا لئے جاتے ہیں - ان کو قتل کر دیا جاتا ہے اور یہ سب صرف اس لئے ہوتا ہے کہ ہمارے ہر سر اقتدار طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ان کی پشت پناہی کرتے ہیں - حالت یہ ہے کہ کوئی برا شخص اس حکومت سے دور نہیں ہے - پٹواری سے لے کر کمشنر تک اور ایک کانسٹیبل سے لے کر - آئی - جی تک برے سے برا آدمی حکومت کی پناہ میں ہے - ہماری انتظامیہ کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے - آفیسر سیاست میں حصہ لینے لگے ہیں - پہلے یہ ہوتا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹا افسر حکمرانوں کی بات اگر معقول نہ ہوتی تھی تو نہیں مانتا تھا - لیکن اب اتنا خوف و ہراس ہے - کہ افسر حکومت کی اور حکمرانوں کی بات ماننے پر مجبور ہے اور ان کے کام کرنے پر مجبور ہے -

آج بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ چپڑاسی سے لے کر افسر تک باہر سے لوگ لائے گئے ہیں - انگریز کے وقت میں اور پاکستان بننے تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن بلوچستان کے لوگ یہ کہتے رہے اور آج بھی یہی کہہ رہے ہیں - کہ ہمیں سروسز میں حقوق دو

اور وہ یہ حق اس حکومت سے بھی مانگتے ہیں ۔ لیکن افسوس ہے کہ نوکر شاہی بری طرح مسلط ہے جس طرح کہ انگریزوں کے دور میں مسلط رہی ۔ حقیقت یہ ہے کہ بلوچستان کا مسئلہ نوکر شاہی کا پیدا کردہ ہے ۔ وہاں کے لوگ اس ملک کے وفادار ہیں جو لوگ ان پر غداری کا الزام لگاتے ہیں وہ خود غدار ہیں ۔ میجر صاحب نے کہا کہ باقی بلوچ نے متبادل تجویز پیش نہیں کی ۔ میری اس سلسلے میں عرض یہ ہے ۔ کہ سپریم کورٹ کے جج اور دوسرے غیر جانبدار لوگوں کا ایک کمیشن مقرر کیا جائے تاکہ وہ وہاں کے حالات کو دیکھے اور پرکھے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بلوچ قوم کا کوئی اور وطن نہیں ہے وہ اسی ملک کو اپنا وطن سمجھتے ہیں ۔

مسٹر سپیکر۔۔اب آپ تشریف رکھئے ۔ اب آپ تشریف رکھئے ۔

صاحبزادی محمودہ بیگم (راولپنڈی ۔ سرگودھا ڈویژن)۔۔صدر محترم ۔ وزیر خزانہ ہر لحاظ سے قابل تحسین ہیں کہ انہوں نے عوام پر کوئی ایسا بھاری ٹیکس نہیں لگایا جو ان کے لئے قابل برداشت نہ ہو ۔

Begum Jahan Ara Shahnawaz : Question !

صاحبزادی محمودہ بیگم۔۔کسی ایسے ملک کے لئے جس کا ڈولپمنٹ اتنا زور سے ہو رہا ہے اس کے لئے کچھ نہ کچھ taxes تو ضرور ہوتے ہیں اور یہ میزانیہ ایسا نہیں جس میں اتنا بھاری ٹیکس لگایا گیا ہو ۔

انتظامیہ میں بلا شبہ بہت سی خامیاں ہیں مجھے خوشی ہے کہ اس ہاؤس کے معزز ممبروں نے بہت کڑی نکتہ چینی کی ہے ان کا یہ حق ہے اور ضرور کرنا چاہئے ۔

واپڈا کا جہاں تک سوال ہے میں سمجھتی ہوں کہ وہ ایک بڑا ادارہ ہے اور اس کی انتظامیہ میں اتنی خرابیاں ہیں کہ اس محکمہ میں

بہت کڑی نگرانی کی ضرورت ہے ۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ واپڈا جیسے ادارہ کا میزانیہ اس ہاؤس میں ڈسکس نہیں کیا جاتا وہاں اس درجہ بد نظمی ہے جس کی نسبت اتنی شکایات ہوتی رہتی ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو کس طرح دور کیا جائے اس میں بعض افسر دیانتدار ہیں محنتی ہیں لیکن جب کسی بڑے ادارے کی انتظامیہ کا یہ خیال ہو کہ اس کا بجٹ پبلک میں ڈسکس نہیں کیا جا سکتا تو میں سمجھتی ہوں کہ اس میں بہت سی گڑ بڑ ہونے کے امکانات ہیں ۔ جیسے واپڈا کی کئی چیزیں بہت قابل اعتراض ہیں مثال کے طور پر ان کے بجلی کے محکمہ بہت ناکارہ ہیں لاہور جیسے شہر میں جو دارالحکومت ہے اس میں واپڈا کی بجلی کا انتظام اس قدر ناقص ہے ۔ ان کے آدمی لوگوں کے گھروں پر جاتے ہیں اور بجلی کے میٹر دیکھتے ہیں وہاں تنخواہیں مقرر ہیں وہ کہتے ہیں کہ جتنی زیادہ تنخواہ ملے گی اتنی ہی ہم بجلی کم چارج کریں گے ۔ یہ بیحد افسوسناک بات ہے اور منسٹر صاحب انچارج کو جو کلی طور پر اس کے انچارج نہیں ہیں ۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ اس طرف خاص توجہ دیں اور وہ تجویز کریں کہ ریٹائر افسروں کی جو اس میں حد درجہ بھرتی ہے وہ نہ ہونی چاہئے ان کے علاجوں کے اخراجات ان کی تنخواہوں سے زیادہ ہیں ۔ ہمارے پاس تعلیم یافتہ اتنے trained نوجوان موجود ہیں کہ کوئی وجہ نہیں کہ واپڈا میں جو لوگ ریٹائر ہو چکے ہیں ان کو بھرتی کیا جائے ۔ اور صرف غرباء پروری کے خیال سے بھرتی کیا جائے کہ ان کو کہیں نہ کہیں کھپانا ہے ۔ ہمارے پاس بیشمار نوجوان ایسے ایسے موجود ہیں جو اس خدمت کو انجام دے سکتے ہیں ۔ میں یہ مانتی ہوں کہ ان ریٹائر لوگوں نے بھی اپنے وقت پر کام کئے ہیں لیکن کیا ضرورت ہے کہ واپڈا کو ایسا ادارہ بنا دیا جائے کہ ادھر لوگ سروس سے ریٹائر ہوئے اور ان کو واپڈا میں کھپا دیا گیا ۔

میں ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے لئے بھی کچھ ضروری چیزیں پیش کرنا

چاہتی ہوں ۔ سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں leave reserve افسران ہمیشہ ہوتے تھے جس وقت ہمارے ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر صاحبان چھٹی پر جاتے تھے تو وہاں leave reserve والے ڈاکٹر کام کرتے تھے یہ تعجب خیز ہے کہ تقسیم ملک کے بعد کوئی کوٹہ leave reserve ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں یہ ہوتا ہے کہ جس وقت ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر چھٹی پر جاتے ہیں تو ہفتوں اور مہینوں ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر نہیں بیٹھتا ہے لہذا leave reserve کوٹہ بحال کیا جائے کیونکہ یہ بیحد ضروری ہے اور محکمہ والے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی توجہ اس طرف وقتاً فوقتاً دلاتے رہے ہیں کہ ہسپتال بنانا اور ان کا انتظام ایک اچھی بات ہے لیکن مریضوں کے رہنے کے لئے تدابیر کرنا اس سے زیادہ ضروری ہے ۔

Mr. Speaker : The member's time is up.

صاحبزادی محمودہ بیگم ۔ جناب میں پانچ منٹ لوں گی ۔ میں یہ عرض کر رہی تھی کہ ہسپتال بنانا بیحد ضروری ہے لیکن ملیریا اور ٹی ۔ بی اور وبائی امراض کے انسداد کے لئے قبل از وقت احتیاطی تدابیر کرنا بیحد ضروری ہے ۔

ہسپتالوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے ۔ کہ لیڈی ڈاکٹروں اور ڈاکٹروں کے رہنے کے لئے ضرور بنانے چاہئیں ۔ کیونکہ کوارٹروں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ڈاکٹر اور لیڈی ڈاکٹر دلجمعی کے ساتھ عموماً ہسپتال میں نہیں ہوتے ۔ اور نہ دلجمعی کے ساتھ کام کر سکتے ہیں ۔

انڈسٹری کا جہاں تک تعلق ہے ۔ میں سمجھتی ہوں ۔ کہ جب یہ ملک ترقی کر رہا ہے ۔ اور لوگوں کو بیشمار لائسنس مل رہے ہیں ۔ تو

صنعت کاروں کو جب لائسنس دئے جائیں ۔ تو ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنے علاقے میں سکول اور ہسپتال ضرور بنائیں ۔ کیونکہ جب ان کے لیبر کو جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے ۔ تو ان کو ہسپتال تک پہنچاتے پہنچاتے وہ جان بحق ہو جاتا ہے ۔

اب میں تعلیم کے متعلق بھی تھوڑا سا عرض کرنا چاہتی ہوں ۔ کہ یہ حکومت اور ملک کا بیحد اہم محکمہ رہا ہے ۔ اور ہمیشہ رہے گا ۔ تعلیمی مسائل اتنے اہم ہیں ۔ کہ اس پر کچھ وقت درکار ہے ۔ کہ ان کے متعلق مفصل عرض کر سکوں ۔ اس وقت مختصر طور پر یہ عرض کرنا چاہتی ہوں ۔ کہ محکمہ تعلیم کے لئے یہ بیحد ضروری ہے ۔ کہ وہ اپنے محکمے میں نئے لوگوں کو رکھتے وقت یہ ضرور دیکھیں ۔ کہ ان لوگوں کو تعلیم سے کوئی دلچسپی بھی ہے ۔ یا نہیں ۔ مجھے سکولوں اور کالجوں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ اور میں یہ دیکھتی ہوں ۔ کہ ہماری خواتین اور اغلباً مرد بھی وہاں پر صرف اس لئے ملازمت کرتے ہیں ۔ کہ ان کو تنخواہ ملے ۔ لیکن ان کو تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی ہے ۔ قوم کے بچے جو ماں کی گودوں سے نکلنے کے بعد جب سکولوں میں جاتے ہیں ۔ ان کے چھوٹے چھوٹے دماغوں پر خواتین اور مرد اساتذہ کا اتنا گہرا اثر پڑتا ہے ۔ کہ وہ ان کی زندگی میں بھی ہمیشہ قائم رہتا ہے ۔ اس لئے ہماری خواتین اور ہمارے مرد اساتذہ کو بچوں کے سامنے اپنے آپ کو مثال کے طور پر پیش کرنا چاہئے ۔ اور محکمہ تعلیم میں صرف وہ لوگ لئے جائیں ۔ جن کو تعلیم سے واقعی دلچسپی ہو ۔ اور جو یہ سمجھیں ۔ کہ یہ قوم کی ایک بہت بڑی خدمت ہے ۔ اور ہمیں بچوں کے سامنے اپنے آپ کو مثالی نمونے کے طور پر پیش کرنا ہے ۔ اس وقت حالت یہ ہے ۔ کہ محکمہ تعلیم میں لوگ اس لئے جاتے ہیں ۔ کہ ان کو بھی روزگار کی ضرورت ہے ۔ اور تعلیم جیسے محکمے میں ان لوگوں کا جانا

کہ جن کو تعلیم سے دلچسپی نہ ہو ۔ میں سمجھتی ہوں ۔ کہ یہ بیحد ظلم ہے ۔ تو دیگر qualifications کے علاوہ جب ان لوگوں کا interview لیا جائے ۔ تو یہ بات بھی ذہن میں ہونی چاہئے ۔ کہ جو لوگ اس وقت محکمہ تعلیم میں آ رہے ہیں ۔ ان کو تعلیم سے کس درجہ شغف ہے ۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا آنا بالکل کارآمد نہ ہوگا ۔ میں مثال کے طور پر عرض کر دوں ۔ کہ میں پچھلے دنوں ایک سکول میں گئی ۔ اور جب میں وہاں پر address کر رہی تھی ۔ تو مجھے بیحد تعجب ہوا ۔ کہ جب ہیڈ مسٹرس وہاں تشریف لائیں ۔ تو انہوں نے ایک بہت ہی گہرے رنگ کی سرخ شال لی ہوئی تھی ۔ جس پر سلمہ بھی ہوا تھا ۔ تو مجھے تعجب ہوا ۔ کہ خواتین استانیاں جب اس حلیے میں بچیوں کے سامنے آئیں گی ۔ تو وہ بات جو ہم ہر وقت کہتے ہیں ۔ کہ ہماری بچیوں کے لئے سادگی ضروری ہے ۔ تو ہمیں ان کے لئے ایک مثالی زندگی بسر کرنا چاہئے ۔ تاکہ ہماری بچیوں کو آئندہ زندگی میں مثالی خواتین بننے کا موقع مل سکے ۔ اس لئے میں وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گی ۔ کہ میں اکثر سکولوں میں جاتی ہوں ۔ تو سکول کا سٹاف جب مجھے بلا چکتا ہے ۔ تو بعد میں مجھ سے کچھ ناخوش بھی ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ جب میں تقریر کرتی ہوں ۔ تو میں ان کو ہمیشہ کہا کرتی ہوں ۔ کہ یہ آپ لوگوں کے فرائض میں شامل ہے ۔ کہ بچیوں کے لئے مثالی بن کر رہیں ۔ کیونکہ وہ ماں کی گود سے نکل کر آپ کے پاس آتی ہیں ۔ تو پھر یہ آپ کا کام ہے ۔ کہ آپ اپنے آپ کو ان کے سامنے مثال کے طور پر پیش کریں ۔

پیر غلام علی چشتی (منٹگمری ۔ م)۔۔جناب سپیکر ۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو دلی مبارکباد اس لئے دے رہا ہوں ۔ کہ انہوں نے نہایت دلسوز ترنم میں بجٹ کی تقریر پڑھی ۔ جب وہ دلسوز ترنم سے

بجٹ کی تقریر پڑھ رہے تھے ۔ تو مجھ پر استغراق کا عالم طاری تھا ۔ اور میں ان کو نہیں سمجھ سکا ۔ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں ۔ اگر از راہ نوازش وہ بجٹ کی تقریر دوبارہ نثر میں پڑھ دیں ۔ تو مجھے بھی سمجھ آ جائے گی ۔ بجٹ پر تقریر کرنا اس لئے فضول ہے ۔ کہ جب بجٹ final نہیں ہوتا ۔ وہ پہلے پارٹی میٹنگ میں پیش ہو ۔ اور ہم یہ کہیں کہ یہ رقم غلط ہے ۔ اور اس رقم کو وہاں رکھیں ۔ لیکن بجٹ final ہونے کے بعد جب ایوان میں یہ بجٹ پیش ہو جاتا ہے ۔ تو وہ کتاب آسمانی کتاب کا درجہ رکھتی ہے ۔ نہ اس میں رد و بدل کر سکتے ہیں ۔ نہ تغیر و تبدل ۔ اس لئے اگر ہم قرآن مجید اٹھا کر اور خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر کہیں ۔ کہ یہ رقم غلط لکھی گئی ہے ۔ تو بھی ایک زیر زبر کا فرق نہیں آئے گا ۔ تو پھر میں اس بجٹ پر تقریر کس لئے کروں ۔ بات تو تب ہو کہ ہمیں اس کے اختیارات ہوں ۔

مسٹر سپیکر۔۔۔لیکن اس کے باوجود آپ تقریر فرما رہے ہیں ۔

پیر غلام علی چشتی۔۔۔میں یہ عرض کرتا ہوں ۔ کہ ایک مورتی تھی ۔ اس کو ایک بھائی پوجتا تھا ۔ اور دوسرا بھائی جوتے مارتا تھا ۔ مورتی اسے خواب میں کہتی تھی ۔ کہ تم اپنے بھائی سے کہو ۔ کہ وہ مجھے مارے نہیں ۔ ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گی ۔ وہ صبح بھائی سے کہتا ۔ بھائی پھر ناراض ہوتا ۔ اور مورتی کو پھر جوتے مارتا ۔ اس پھر مورتی کہتی ۔ آخر اس نے مورتی سے کہا ۔ کہ تم اس کو کیوں نہیں کہتیں ۔ اس نے اسے جواب دیا ۔ کہ جو ہمیں پوجتا ہے ۔ ہم اس کی گردن توڑتے ہیں ۔ ہم جو ان کے ساتھ ہیں ۔ ہمیں تو گرفت میں لے آتے ہیں ۔ لیکن جو آپوزیشن میں ایک صاحب ایسے ہیں ۔ جو میرے پیشے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ پیر ہیں ۔ اور بڑی الوالعزم ہستی ہیں ۔ ایک ''امرتی رکھ'' ضلع کیمبلپور میں ہے ۔ انہوں

نے وہ lease پر لی ہے ۔ حکومت نے کہا ۔ کہ اس کو واپس کر دو ۔ انہوں نے کہا ۔ کہ میں نے اتنے درخت لگائے ہیں ۔ اس کی رقم واپس کر دو ۔ حکومت نے وہ رقم اسے دے دی ۔ لیکن وہ ''رکھ'' اب بھی اس کے پاس موجود ہے ۔ وہ رقم بھی پی گئے ۔ اور ''رکھ'' بھی ۔ میں اس لئے کہتا ہوں ۔ کہ وہ ایک نیک خاندان سے ہیں ۔ ان کی اصلاح ضروری ہے ۔ اور گورنمنٹ نے ان بیچنے والوں کو بھی پوچھا ۔ لیکن وہاں تو وہ اخلاق کا ثبوت دیتے ہیں ۔ چاہے اوپر ہو ۔ چاہے نیچے ہو ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ ہمارا اخلاقی فرض ہے ۔ کہ دشمن پر حملہ نہیں کریں گے ۔ لیکن ہم دوستوں پر کر سکتے ہیں ۔ آپ کی اصلاح ضروری ہے ۔ اس لئے میں کہتا ہوں ۔ کہ اس کی تحقیقات ضرور کی جائے ۔ ہمارے علاقے میں ایک مقام ہے ۔ ڈڈو منڈی ۔ پاکستان آزاد ہے ۔ ممبروں کی تقریروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہم سب آزاد ہیں ۔ بلکہ مادر پدر آزاد ہیں ۔ جیسی زبان چلتی رہے ۔ چلاتے رہتے ہیں ۔ تو وہ منڈی آج تک آزاد نہیں ہے ۔ وہاں بہت سے مہاجر بھی ہیں ۔ مقامی لوگ بھی ہیں ۔ اور ان کو lease پر دکانیں دی جاتی ہیں ۔ لیکن پٹواری ناراض ہو جائے ۔ تو lease cancel ہو جاتی ہے ۔ یا تو پھر through proper channel درخواست بھجوائیں ۔ ہم وزیر مال سے ملے ۔ تو انہوں نے بھی ایسا حکم لکھا ۔ کہ اس پر آج تک عمل نہیں ہوا ۔ بڑی مرتبہ فائل اوپر نیچے آتی جاتی رہی ۔ اس میں ہماری مقامی سیاست دخل انداز ہے ۔ اور ہماری حکومت کے ایک رکن یہاں سیکرٹریٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ جو اس مثل کو اوپر نیچے بھیجتے رہتے ہیں ۔ اگر ہماری یہ درخواست عوام کے مفاد کی خاطر ہو ۔ تو برائے مہربانی اس پر ضرور غور فرمایا جائے ۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی وہ ذات گرامی ہے ۔ کہ جن کا مزار ہندوستان اور پاکستان میں چشتیہ سلسلے میں تیسرے نمبر

پر ہے ۔ وہاں پر ایک روضہ مبارک ہے ۔ جو کہ غیاث الدین تغلق نے بنایا تھا ۔ جو پچاس فٹ لمبا چوڑا اور ساٹھ فٹ اونچا ہے ۔ اور جو محکمہ اوقاف کے تحت ہے ۔ آپ محکمہ اوقاف یا آثار قدیمہ کے محکمے کے ذریعے اس کی مرمت کرائیں ۔ کیونکہ اگر وہ روضہ گر گیا ۔ تو پھر ویسی عمارت بنانا ناممکن ہے ۔ اوقاف والوں نے جو کام وہاں پر کیا ہے ۔ وہ قابل قدر ہے ۔

میں ایک شعر کہتا ہوں ۔

ضبط غم بجٹ پہ رونے نہیں دیتا عامر
عامر آنسو بھی مرے قید ہیں آزاد نہیں

آخر میں میں بجٹ پہ تقریر نہیں کر رہا بلکہ x x x x x x x *

Mr. Speaker : The sentence uttered by Pir Ghulam Ali Chishti is expunged from the proceedings of the Assembly.

پیر غلام علی چشتی--تو آخر میں میں اپنی قوم اور ملک کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں ۔

الٰہی تو اگر دانی بلا را زہر آفت نگاہ داری خدارا
خدا وند توی محبوب عالم خدا وندا توی مقصود عالم

خدا وند تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق دے کہ ہم نیک کام کریں اور یہ ملک آباد رہے ۔

مسٹر غلام رسول (کراچی - ۴)---جناب سپیکر ۔ میں اس بجٹ پر جناب وزیر خزانہ کو مبارکباد نہیں دے سکتا کیونکہ میں جس علاقے کا نمائندہ ہوں ۔ اس علاقے کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے ۔ برائے نام بطور قرض ہم لوگوں کو روپیہ دیا گیا ہے جو کہ معہ سود واپس کرنا

*Expunged as ordered by the Speaker.

ہو گا ۔ میں جس علاقے کا نمائندہ ہوں اسے لیاری کوارٹرز کہتے ہیں اور حکومت نے ایک منصوبہ تیار کیا تھا جس کی رو سے وہاں کے لوگوں کو دور منتقل کرنے کی سکیم بنائی تھی ۔ اس کو سکیم نمبر ۱۷ کہتے ہیں ۔ میں موجودہ حکومت کا نہایت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سکیم میں ترمیم کر کے اب ایسا کیا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو وہاں سے منتقل نہ کیا جائے ۔ تو میں یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ موجودہ بجٹ میں اس ڈیویلپمنٹ کے لئے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی ۔ اس کے علاوہ کراچی میں ہاؤسنگ پرابلم بہت بڑا ہے ۔ اس پرابلم کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی ۔ میں معزز اراکین کو ایک بات یاد دلاتا ہوں کہ پاکستان جو آپ نے حاصل کیا ہے یہ کونسا تخیل تھا ۔ وہ صرف اسلامی نکتہ نظر تھا جس کے اوپر چل کر آپ نے اپنے لوگوں سے مل کر یہ ملک حاصل کیا اور اس کے حصول میں تمام بر صغیر کے مسلمانوں نے آپ کا ساتھ دیا حالانکہ دھلی اور بہار کا مسلمان جانتا تھا ۔ کہ یہاں پاکستان نہیں بنے گا اور انہیں ایک ہی گناہ کی پاداش میں ہندوستان سے نکالا گیا ۔ ان پر مظالم ڈھائے گئے ۔ آج وہ تمہارے وطن آئے ہیں ۔ بے سرو سامانی کی حالت میں آئے ہیں ۔ ان کو پناہ دینا تمہارا اخلاقی فرض ہے ۔ لیکن یہ دیکھ کر میں حیران ہوں کہ آج تک مہاجرین جو کراچی میں بے سرو سامانی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ حکومت نے ان کے لئے کچھ نہیں کیا ۔ مزید ہاؤسنگ سکیم کو ختم کیا ہے ۔ آپ لوگ اگر اس تخیل کو جس کی بنا پر آپ نے پاکستان حاصل کیا تھا ۔ اس کو بھول جاؤ گے تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے کشمیر میں استصواب رائے حق کو بھی پھر کوئی نہیں تسلیم کرے گا اور یہ بھی آپ بالکل غور کریں اور سمجھیں کہ ہندوستان میں جو آج مسلمان ہیں ان کو اسی ملک میں بدیر یا بزود آنا ہے کیونکہ ہندوستان ان کو اپنا دوست نہیں بلکہ دشمن سمجھتا ہے اور ان کے لئے آپ کو ابھی سے اپنے بجٹ

میں اپنی اقتصادیات میں گنجائش رکھنی چاہئے -

جناب والا - آج اس معزز ایوان میں میرے ایک عزیز بھائی نے کے ڈی اے پر ایک الزام لگایا ہے - کہ انہوں نے ۳۰۰ کوارٹرز پیسے لے کر لوگوں کو دئیے ہیں جس کے متعلق مجھے معلوم نہیں اگر یہ واقعی ایسا ہوتا تو معزز اراکین کا فرض تھا کہ اس چیز کو وہ متعلقہ حکام کے سامنے لاتے اور مجھے یقین ہے کہ اس پر انکوائری ہوتی - اب اس کے بعد میں کراچی کے rural areas کی مشکلات آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں - کراچی کے رورل ایریاز کے زمینداروں کو lease ایک سال کے لئے دی جاتی ہے - جس کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ ہر سال وہاں کے زمیندار پٹواری یا دوسرے افسروں کو رشوت دے کر سال بہ سال اپنی lease کو renew کراتے ہیں - اس سلسلہ میں حکام سے بات چیت بھی ہوئی تھی اور اب میں وزیر مال صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اجازت دیں کہ جو زمیندار حقدار ہیں اور جنہیں ۲۵-۳۰ سال سے لیز دی جاتی رہی ہے انہیں وہ زمین انہیں کے پاس رہنے دیں تاکہ یہ رشوت خوری کم ہو - وہاں کے زمینداروں پر ایک پرانا ٹیکس لگتا ہے جس کو Muslim Cess Tax کہتے ہیں وہ ان پر لگتا چلا آ رہا ہے میں درخواست کروں گا کہ اس ٹیکس کو دور کیا جائے اور اور ہمارے دیہاتی علاقوں میں شفا خانے نہیں ہیں - چند موبائیل ڈسپنسریاں تھیں جو کہ وہاں جا کر علاج کیا کرتی تھیں جو کہ اب بند ہو گئی ہیں - میں جناب وزیر صحت صاحبہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ موبائیل ڈسپنسریاں وہاں دوبارہ شروع کی جائیں کہ کراچی الیکٹرک سپلائی جو ہے وہ ہماری صوبائی حکومت کے تحت نہیں ہے لیکن وہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت بڑی فہرست ہے اور بڑے بڑے سٹیشن انہوں نے بنائے ہیں - وہاں کے زمیندار اور کاشتکار جو ہیں ان کے ٹیوب ویلوں

کو بجلی پہنچائی ہے اور وہ بیچارے ان کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں لیکن ان کو پاور نہیں دی جاتی تو میں جناب وزیر صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ کراچی الیکٹرک سپلائی کو یہ ہدایت کریں کہ وہ ان لوگوں کو بجلی سپلائی کریں اور اس کے علاوہ کراچی میں صنعت کار بھی ہیں اور وہاں صنعتی علاقہ میں مزدور بھی رہتے ہیں اور ان کا پرابلم ایسا ہے جو میں نے کئی بار جناب وزیر لیبر صاحب سے گذارش کی تھی اور انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا گذشتہ سیشن میں اور کہا تھا کہ چونکہ قانون میں نقائص ہیں اور ہم مزدوروں کی مدد نہیں کر سکتے اور کہ وہ ان قوانین کو درست کر رہے ہیں اور ان میں ترمیم پیش کریں گے لیکن افسوس کی بات ہے کہ وہ پچھلے سیشن میں بھی پیش نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کو آرڈیننس کے ذریعے لایا گیا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ وزیر لیبر صاحب اس معاملے میں جلد از جلد کوئی قدم اٹھائیں گے اور وہاں کے مزدوروں کی بے چینی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

میاں محمد شریف۔جناب سپیکر۔ پیشتر اس کے کہ میں اپنی بجٹ کی تقریر کا آغاز کروں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کتنے منٹ دئے گئے ہیں بولنے کے لئے کیونکہ مجھے وزیر متعلقہ صاحب نے کہا ہے کہ ریونیو کے متعلق کئی اطراف سے نکتہ چینی کی گئی ہے اور انہوں نے دو مثلیں میرے سپرد کی ہیں۔

Haji Gul Hassan Manghi : May I know if he is speaking on the Budget or he is replying on behalf of the Minister ?

Mian Muhammad Sharif : Both.

Haji Gul Hassan Manghi : Then other members should be allowed to speak first.

Mian Muhammad Sharif : I am speaking as a member.

Mr. Speaker : He has got a right to participate in the debate as a member.

میاں محمد شریف—جناب سپیکر - میں اس بجٹ کو جو اس ایوان میں پیش کیا گیا ہے ۶۴-۶۵ء کے لئے ایک ترقی پسند تعمیری بجٹ کا نام دیتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کو پیش کرنے میں اور اس بجٹ کی تیاری میں جو محنت اور کاوش محکمہ نے وزیر خزانہ صاحب کی قیادت میں کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ قابل تحسین ہے اور اس لئے میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جناب سپیکر - اس دوسرے پنج سالہ منصوبے کا یہ آخری سال ہے اور اس میں انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ وہ منضوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ سکے - اس صورت حال میں یہ بجٹ مکمل خسارے کا بجٹ ہو سکتا تھا لیکن صورت حال اس کی مختلف ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹیکس نہ لگائے جائیں اور دوسرے پنج سالہ منصوبے کے آخری سال میں ان تمام سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جد و جہد کی جائے -

جناب والا - اس بجٹ میں کل آمدن ۸ ارب ۵۴ لاکھ ۶۴ ہزار ۵۱ روپے بتائی گئی ہے - ریونیو کی طرف سے ۱ ارب ۲۴ کروڑ ۷۲ لاکھ ۹۶ ہزار ہے - کیپیٹل اکاؤنٹ کی طرف سے ۲ ارب ۶ کروڑ ۵۴ لاکھ ۵۸ ہزار ہے - کنسالیڈیشن کی طرف سے ۴ ارب ۸۳ کروڑ ۳۷ لاکھ ۹۷ ہزار ہے - جناب والا - opening balance میں ۱۲ کروڑ ۲۰ لاکھ ۵۶ ہزار کو ملا کر کل رقم انکم سائڈ کی طرف سے جو ہے وہ یہ ہے - ۸ ارب ۶۶ کروڑ ۸۵ لاکھ ۴۷ ہزار روپے بنتی ہے - اس طرح خرچ کی مد میں اور اسی طرح مختلف مدوں سے یعنی ریونیو سے ۱ ارب ۵۴ کروڑ ۷۶ لاکھ ۶۲ ہزار روپے ہے - اور کیپیٹل سے ۲ ارب ۳۴ کروڑ ۵۱ لاکھ ۴۷ ہزار ہے - کنسالیڈیشن کی طرف سے ۴ ارب ۳۷ کروڑ ۱۵ لاکھ ۶۳ ہزار یعنی کل خرچ ۸ ارب ۶۲ کروڑ ۸۳ لاکھ ۹۳ ہزار ہے . . . . .

خواجہ محمد صفدر—پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کنسالیڈیشن کون سی مد ہے ۔

میاں محمد شریف—جہاں تک سنٹرل گورنمنٹ کی طرف سے جو ایڈ وغیرہ دی جاتی ہے اسے کنسالیڈیشن کہتے ہیں میں نے یہی سمجھا ہے ۔ میرا خیال ہے آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے ۔ جناب والا ۔ بقایا ۴ کروڑ ۱ لاکھ ۴۸ ہزار کی بچت ہے . . . . .

میجر سلطان احمد خان—جناب میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا ہے کنسالیڈیشن شائد کنسالیڈیٹڈ فنڈ ہے ۔ ان کو مغالطہ ہوگا ۔ (قطع کلامیاں)

میاں محمد شریف—جناب والا ۔ یہ سوال کریں سینہ حاضر ہے ۔ تیر پر تیر چلائیں جگر کس کا ہے ۔ جناب والا ۔ ان حالات میں پیشتر اس کے کہ میں بجٹ کی سکیموں کی طرف اس معزز ایوان کے ممبران کی توجہ منعطف کراؤں سب سے پہلے میں اپنے علاقے کے متعلق آپ کی وساطت سے چند معروضات اس ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جہاں تک میرے علاقے کا تعلق ہے آپ سب دوستوں کو معلوم ہے کہ رولر ایریا کے لوگ میرے علاقے میں آباد ہیں ۔ اور مجھے انتہائی خوشی ہے اور میں اس امر کے متعلق جناب ملک قادر بخش صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ۴۹ $\frac{1}{2}$ لاکھ کی رقم سیم نالی کے لئے میرے علاقے کو عطا فرمائی ۔ وہاں کے عوام جو بستے ہیں وہ اس گورنمنٹ کے انتہائی شکر گذار ہیں ۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اس سیم نالی کو نکال رہے ہیں اور بڑے احسن طریقے سے کام ہو رہا ہے اور وہ اس حکومت کے رطب اللسان ہیں . . . . .

میجر سلطان احمد خان—پوائنٹ آف آرڈر ۔ میاں صاحب نے

اعلان کیا ہے وہ رولر ایریا کے ہیں تو ملک صاحب کے کس طرح محتاج ہوگئے ۔

مسٹر سپیکر—یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

میاں محمد شریف—جناب والا ۔ شائد یہ مجبور ہیں ۔ مینٹلی فرق ہے . . . . (مداخلت) جناب والا ۔ دوسرا بڑا کام جو منصوبہ بندی کا اس علاقے میں لاہور کے قریب ہے ۔ خصوصاً اس کا کچھ حصہ میرے حلقے میں آتا ہے وہ ھڈیالہ نالہ کو وائنڈ اپ کرنے کا ہے ۔ ھڈیالہ نالہ میرے حلقے سے اور سردار خالد عمر صاحب کے حلقے سے گذرتا ہے ۔ جس کو چوڑا کرنے میں اور جس پر پلیاں باندھن کی وجہ سے سینکڑوں ایکڑ زمین ہمیشہ سیم اور تھور کی نذر ہو جاتی تھی جناب والا ۔ ایک کروڑ ۱۷ لاکھ روپے کے قریب رقم مخصوص کر کے ھڈیالہ نالہ کی تعمیر کی گئی اور پلیاں بنائی گئیں ۔ میں سمجھتا ہوں یہ بھی حکومت نے ایک نہایت مستحسن کام کیا ہے ۔ اس کے لئے بھی ملک قادر بخش صاحب کا شکر گذار ہوں ۔

جناب والا ۔ اس کے علاوہ میں عرض کروں گا ۵ لاکھ روپیہ انڈر گراؤنڈ نالہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ۔ جو یونین کونسل اچھرہ کے کی طرف سے ہو کر گذرتا ہے ۔ اس میں اڑھائی لاکھ روپیہ کارپوریشن نے دیا ہے اور باقی اڑھائی لاکھ امپروومنٹ ٹرسٹ نے دیا ہے ۔ وہاں کے اہلیان اور عوام اس انڈر گراؤنڈ نالے کی وجہ سے حکومت کے انتہائی شکر گذار ہیں ۔ حکومت نے ان کے لئے ایک اچھا کام کیا ہے ۔ جناب والا ۔ جو فیکٹس ہیں ان کو ضرور ظاہر کروں گا خواہ میرے دوست برا مانیں ۔ جناب والا ۔ سوا لاکھ روپیہ موجودہ حکومت نے reserviour میٹھا پانی کے لئے فراہم کیا ہے ۔ دو لاکھ روپیہ سے پائپ لائن بچھائی ہے جس سے اہلیان

اچھرہ کے گرد و نواح کو ٹھنڈا پانی اور میٹھا پانی میسر ہوگا ۔ جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ۴۵ ہزار روپیہ . . . . . (مداخلت)

مسٹر سپیکر—آرڈر ۔ آرڈر

میاں محمد شریف—جناب والا ۔ ۴۵ ہزار سے ایک پارک شہریوں کی آسائش کے لئے بنائی ہے . . . . .

ماسٹر خان گل—پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ ہم تو پانی کے لئے ترستے ہیں ان کو ٹھنڈا پانی مہیا کیا ہے ۔

مسٹر سپیکر—یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

امیر حبیب‌اللہ خان سعدی—جناب والا ۔ کیا وہ نالی ان کے کولر میں سے ہو کر جاتی ہے اس لئے ٹھنڈا پانی دیتی ہے ۔

میاں محمد شریف—جناب سعدی صاحب مجبور ہیں ۔ پیر ناصر علی شاہ ان کو ٹھنڈا پانی دینے کے لئے کافی ہیں ۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ وہاں ایک پارک شہریوں کی آسائش کے لئے بنائی گئی ہے ۔ کہ عوام وہاں آرام کریں ۔ وہاں سیر و تفریح کر سکیں ۔

Mr. Speaker : Which is the file which the member was refering.

میاں محمد شریف—وہ وہاں موجود ہے ۔ وہ میاں محمد شریف پارک کے نام پر ۴۵ ہزار کی منظوری ہوئی تھی ۔ (قہقہہ ۔ قطع کلامیاں) جناب والا ۔ میں حکومت کا اس کے لئے شکر گذار ہوں ۔ ۱۰ ہزار روپیہ خرچ کرکے وہاں کی یونین کونسل جو ہے جس کا میں چیئرمین ہوں وہاں پر بجلی فراہم کی ہے اور لوگوں کو روشنی مل رہی ہے ۔ اس کے لئے بھی میں حکومت کا شکر گذار ہوں ۔ جناب والا ۔ ان تمام مراعات کی جو حکومت کی طرف سے عوام کو پہنچائی گئی ہیں میں یہ سمجھتا ہوں

حکومت نے بہت کچھ کیا ہے - میں اس امر کا قائل ہوں کہ جو بات اچھی ہو جو بات معقول ہو اس کو قابل تحسین کہنا چاہئے - لیکن یہ کہنا کہ ہر کام حکومت برا کرتی ہے یہ درست نہیں ہے - (قطع کلامی)

جناب والا - میں یہ عرض کروں گا کہ یہ انسانوں کی گورنمنٹ ہے فرشتوں کی گورنمنٹ نہیں ہے - ان سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے - جناب والا - اس ایوان کے اندر بہت سے اعتراضات اشتمال اراضی کے متعلق کئے گئے ہیں - اشتمال اراضی دراصل ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور اشتمال اراضی کے سلسلے میں ۶۱-۱۹۶۰ء میں ۲۲ لاکھ ایکڑ زمین اشتمال ہوئی تھی - اس کے علاوہ ۶۳-۱۹۶۲ء میں تقریباً ۲۱ لاکھ ایکڑ اشتمال اراضی کی گئی ہے - یہ سارے مغربی پاکستان میں اشتمال ہوئی ہے - ۶۴-۱۹۶۳ء میں ۸ لاکھ ایکڑ کے قریب ہوئی ہے اور اس کے علاوہ ۱۴ اپریل ۱۹۶۴ء تک ۱۲ لاکھ ایکڑ اشتمال کی گئی ہے - جس میں بہت سے پلاٹ ریزور کئے گئے ہیں - جس میں مساجد کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے سڑکوں کے لئے راستے چھوڑے گئے ہیں - سکولوں کے لئے اور طبی سہولتیں یعنی ڈسپنسریوں کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے میں یہ سمجھا ہوں کہ بعض لوگ جو حکومت کو تختہ مشق بنانا چاہتے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ لاکھوں ایکڑ زمین محکمہ مال نے اشتمال کر کے لوگوں کی تکالیف کو رفع کیا ہے اور وہاں راستے چھوڑے ہیں - اور پلاٹ مخصوص کئے ہیں تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں -

جناب والا - اس کے علاوہ ہمارے دوستوں کی طرف سے یہ اعتراضات بھی کئے گئے ہیں کہ بیچارے کاشتکار مر رہے ہیں - اور حکومت ان کا خون چوس رہی ہے - تو میں ان کی خدمت

میں یہ عرض کر دوں کہ ۱۹۵۸ء سے قبل اگر میرے ان دوستوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی اور وہ زرعی اصلاحات کے ذریعے ان لاکھوں کاشتکاروں کو زمینیں دلا سکتے جیسے کہ مارشل لا کی حکومت نے کیا ۔ اور جس کا انہوں نے مسلم لیگ گورنمنٹ کی حیثیت سے وعدہ اور عہد کیا تھا ۔ تو کوئی بات بھی تھی ۔ لیکن وہ دن ہمیں نصیب نہ ہؤا ۔ اور ہم نے یہ انتہائی کوشش کی کہ اس میں ایک شق اور رکھ دی جائے تا کہ باغات کو بھی مستثنے قرار دیا جائے ۔ تو آپ سن کر حیران ہونگے کہ سب سے پہلے لنڈن میں ہمارے ایک دوست جنکا میں نام لینا نہیں چاہتا ۔ (ایک ممبر ۔ یہ بالکل غلط ہے) intention یہ تھی کہ جن رقبہ جات میں باغات لگے ہیں ۔ ان کو زرعی اصلاحات سے مستثنے قرار دیا جائے ۔ چنانچہ وہاں ایک دوست نے ۳۵ ہزار روپے کے پودے خریدے ۔ اور ان کو وہاں لگانا شروع کر دیا ۔ اسی دوران وہاں ڈپٹی کمشنر ملتان گئے ۔ انہوں نے یہ سوال کیا کہ بھئی ۔ یہ کیا کر رہے ہو ۔ تو انہوں نے جواب دیا ۔ جو ہماری مرضی ہم کر رہے ہیں ۔ آپ تشریف لے جائیں ۔ چنانچہ دوسرے لوگوں کو پکڑ کر باہر نکال دیا ۔

Mian Abdul Latif : Absolutely wrong.

Khawaja Muhammad Safdar : I challenge this statement.

میاں محمد شریف—اچھا جناب تو میں ان کا نام ظاہر کر دیتا ہوں ۔ وہ میاں ریاض دولتانہ تھے ۔ جنہوں نے یہ کام کیا ۔

جنابہ والا ۔ جہانتک میں نے اس بجٹ کا مطالعہ کیا ہے ۔ میں نے اس میں ایک حوصلہ افزا چیز دیکھی ہے ۔ جس کی بنا پر اسے ایک ترقی پسندانہ بجٹ کہا جا سکتا ہے ۔ وہ یہ کہ اس

میں بہت سی نئی سکیموں کے لئے رقم مہیا کی گئی ہے ۔ میں ان کو اس ہاؤس کی اطلاع کے لئے ایک منٹ میں پڑھ دیتا ہوں ۔

بیجوں کی افزائش اور تقسیم کے لئے ۱۳ لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : The member need not read the figures.

میاں محمد شریف---بہت اچھا جناب ۔ ساہووال زرعی فارم کیمبل پور ۔ سراب ضلع بستی میں نسل کشی ۔ اور ضلع لورالائی کے لئے کچھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ بہاولپور میں پودوں کی حفاظت کے لئے ۔ اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں زرعی ورکشاپ کیلئے بھی رقم مہیا کی گئی ہے ۔ اسی طرح مغربی پاکستان میں آبپاشی کی سہولتوں کے لئے ۔ دیپالپور میں زرعی ورکشاپ اور بہالپور ڈویژن میں ٹیوب ویل نصب کرنے کے لئے رقم مہیا کی گئی ہے ۔ نیز کوہاٹ میں تحفظ اراضی کے دفتر کے لئے روپیہ مخصوص کیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : The members are presumed to know these details.

میاں محمد شریف جناب میں یہ اعداد و شمار اس لئے پیش کر رہا ہوں کیونکہ میں دلی طور پر انہیں ایسے ہی سمجھتا ہوں ۔ میں اس بجٹ کو اس لئے بھی ترقی پسند سمجھتا ہوں کہ اس میں نہ صرف ترقیاتی سکیموں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے رقوم رکھی گئی ہیں ۔ بلکہ میں بعض سکیموں کے متعلق جانتا ہوں ۔ جن کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بعض افسران مصروف کار ہیں ۔ یہ تمام ترقیاتی سکیمیں محض الفاظ تک ہی محدود نہیں ۔ بلکہ میں اپنے دوستوں کو جو ان پر اعتراض کرتے ہیں ۔ درخواست کروں گا کہ وہ میرے ساتھ چلیں ۔ اور موقع پر جا کر دیکھیں کہ وہ زیر تکمیل ہیں یا نہیں ۔

صاحب سپیکر ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے بھی ایک دفعہ ایک شخص کے متعلق ٹیلیفون کیا تھا کہ اس کی زمین چھوڑ دی جائے۔ (قہقہہ) وہ سکیم اس وقت بھی بروئے کار ہے ۔

مسٹر حمزہ۔۔On a point of order sir ۔ جناب سپیکر ۔ پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے ۔ کہ آپ نے ان کو ٹیلیفون کیا تھا کہ کسی شخص کی زمین چھوڑ دی جائے ۔ کیا یہ درست ہے ؟ اور بحیثیت ایک ممبر کے آیا وہ اس چیز کا اس ایوان میں ذکر کر سکتے ہیں ؟

مسٹر سپیکر۔۔یہ کوئی point of order تو نہیں ۔ لیکن جہاں تک اس Information کا تعلق ہے ۔ that is correct ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔۔ On a point of order sir.

جناب عالی ۔ میاں صاحب کی تقریر پر سرکاری اور غیر سرکاری ممبران کا تو یہ حق ہے کہ وہ ہنسیں ۔ لیکن ان کی تقریر پر تو سرکاری افسران بھی ہنس رہے ہیں ۔ کیا ان کو بھی یہ حق حاصل ہے ؟

(قہقہہ)

میاں محمد شریف۔۔جناب والا ۔ میرے دوست جمالی صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے کسی دن اپنی تقریر کے دوران بچھو کی مثال دی تھی ۔ آپ کو معلوم ہے کہ بچھو کا کام کیا ہوتا ہے ۔ اس کا کام محض ڈنک مارنا ہوتا ہے ۔

بہر حال جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس بجٹ کی خوبی کے سلسلے میں میں نے اس ہاؤس میں چند مثالیں پیش کی ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس ڈیویلپمنٹ پارٹی پر جو ان سکیموں کو عملی جامہ پہنا رہی ہے ۔ جن کے لئے یہ رقوم متعین کی گئی ہیں ۔ مکمل اعتماد ہے ۔ اور وہ ان سکیموں کو آئندہ سال تک عملی جامہ پہنا دے گی ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

مسٹر خالد بن جعفر (پارلیمنٹری سیکرٹری)۔ معزز سپیکر ۔ میں آپ کے توسل سے اس بجٹ کو ہر پہلو ۔ ہر نظریے ہر نکتے اور ہر زاویے سے ایک عوامی بجٹ کہہ سکتا ہوں ۔ اور یہ واقعی ایک عوامی بجٹ ہے ۔

جہاں تک وزیر خزانہ اور ان حکام کا تعلق ہے جنہوں نے شب و روز کی محنت سے اسے تیار کیا ہے ۔ وہ صحیح معنوں میں قابل مبارکباد ہیں اور اسی طرح ہر آزاد ملک اور آزاد قوم کی آپوزیشن بھی مبارکباد کہنے کی مستحق ہوتی ہے ۔ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے ۔ اور برسر اقتدار پارٹی اس کی نکتہ چینی سے اصلاح اور تدارک کا پہلو اختیار کرتی ہے ۔ آپوزیشن حکومت کی خامیاں point out کیا کرتی ہے اور حکومت کو ان کی صحت میں کافی مدد ملتی ہے ۔ میں ان کی قدر کرتا ہوں ۔ لیکن میں ان ممبران کے لئے جو بعض اوقات عجیب قسم کے جملے استعمال کرتے ہیں ۔ صرف یہ عرض کروں گا ۔

زبان بگڑی سو بگڑی تھی خبر لیجئے دھن بگڑا

اس بجٹ کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ جب سے صوبہ مغربی پاکستان قائم ہوا ہے ۔ اس وقت سے لے کر آج تک ایسا عوامی اور عوام کے لئے فوائد کا بجٹ پیش نہیں ہوا ۔ اور اس کی تعریف صرف خواجہ صاحب ہی نہیں ۔ بلکہ ملک دشمن عناصر بھی کر رہے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر۔ میں تو اس کی تعریف نہیں کر رہا ۔

مسٹر خالد بن جعفر۔ جناب والا ۔ میں آپوزیشن کی قدر کرتا ہوں ۔ یہ حضرات ملک دشمن نہیں ہیں ۔

جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے ۔ اس میں تمام کم ترقی یافتہ علاقوں مثلاً بہاولپور ۔ سابق صوبہ سندھ ۔ اور سابق صوبہ سرحد کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے ۔ کہ کون کون سے علاقے اور ضلع میں کس کس چیز کی ضرورت ہے ۔ در اصل ایک یونٹ کا منشا ۔ مقصد اور غرض بھی یہی تھی ۔ اس کی مثال بالکل اس انسان کی سی ہے جس کے ہاتھ اور پاؤں بیکار ہوں ۔ جس طرح وہ مکمل اور صحت مند انسان نہیں کہلا سکتا ۔ اسی طرح ہمارا مغربی پاکستان مکمل اور ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتا ۔ جب تک ہم اسے اس نظریے کو مد نظر رکھ کر نہ دیکھیں ۔

جناب والا ۔ جہاں تک پاکستان کی بقاء ترقی اور سالمیت کا تعلق ہے ۔ اس کے لئے ایک یونٹ کا قیام بہت ضروری ہے ۔ اور میرے نزدیک یہ ایک یونٹ کی برکت ہی ہے کہ پسماندہ علاقوں کو اتنا روپیہ مل رہا ہے ۔ (تحسین و آفرین) میں اس سلسلے میں چند باتیں عرض کروں گا ۔ اس بجٹ میں سابق صوبہ سندھ کے لئے ۳۴ کروڑ اور ۶۰ لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ جو کہ عوام کی مشکلات اور دقتوں کو حل کرنے پر خرچ کیا جائے گا ۔ اس کی طرف میں خاص طور سے ان حضرات کی توجہ دلاتا ہوں ۔ جو اس بجٹ کو خواص کا بجٹ کہتے ہیں ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ عوام کا بجٹ ہے ۔ سابق صوبہ سندھ میں سجاول اور ٹھٹے کے درمیان پل کی مثال اس کا بین ثبوت ہے ۔ جس کے لئے اس بجٹ میں ۱۵ لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے ۔ در اصل یہ ۴ $\frac{1}{2}$ کروڑ روپے کی سکیم ہے جس کے مکمل ہونے پر اس علاقے کے عوام کو جانے آنے میں ۱۲۵ میل کا فرق پڑ جائے گا ۔ چنانچہ آئندہ وہ لوگ سجاول اور ٹھٹے کے دوسرے علاقوں سے صوبے کے دیگر ضلعوں میں ۱۲۵ میل کی کم مسافت طے کر کے پہنچ سکیں گے ۔

اس سے عوام کو فائدہ ہو گا خواص کو نہیں اس پر ہاڑی چلیں

گے ۔ وڈھیرے نہیں ۔ جب یہ پل بن جائے گا ۔ تو نواب شاہ اور دادو جن کے درمیان ۱۴۰ میل کا فاصلہ ہے مل جائیں گے ۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ۔

جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے کاش وہ لوگ سندھ میں رہتے اور پاکستان کے بعد وہاں کی حالت دیکھتے اور یہ دیکھتے کہ اب سندھ کی حالت کیا ہے ۔ سڑکوں کی حالت کیا ہے ۔ بجلی کی حالت کیا ہے ۔ اسی طرح تعلیم اور ہسپتالوں کی حالت کیا ہے ۔ اس سے پہلے وہاں نہ کوئی سکول تھا برائے نام سڑکیں تھیں برائے نام ہسپتال تھے ۔ اب اگر آپ سندھ کو دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے ۔ یہ بہت ہی ترقی یافتہ علاقہ ہے اور اسے پسماندہ کہنا غلط ہے ۔ اور وہ دن رات ترقی کر رہا ہے ۔

حاجی گل حسن منگھی--- x x x x x x x x x x *

Mr Speaker : The remarks made by Mr. Mangi are expunged from the proceedings.

مسٹر خالد بن جعفر--میں اس ملک کا سپاہی ہوں ۔ اور میں جانتا ہوں ۔ کہ ملک نے کیا ترقی کی ہے ۔ اس ملک میں آج غریب وہ غریب نہیں جو پہلے تھا ۔ اب اسے اس کے تہوار پر دیکھئے ۔ عید بکر عید پر دیکھئے وہ مارکیٹ میں مہنگی سے مہنگی چیزیں خرید سکتا ہے ۔ آج ایک مزدور چار پانچ روپیہ مزدوری لیتا ہے اس سے پہلے وہ صرف ۱۲ آنے لیتا تھا یعنی اس کی اجرت میں پانچ چھ سو فیصدی اضافہ ہوا ہے آج اس ملک میں ہر مزدور خوش ہے ۔

جہاں تک چند دوستوں نے فرمایا ہے ۔ کہ مہاجرین کی آبادکاری

---

*Expunged as ordered by the Speaker.

کے لئے حکومت کو زیادہ توجہ دینی چاہئے ۔ میں محترم وزیر خزانہ کی خدمت میں درخواست کروں گا ۔ کہ مہاجرین یا دوسرے غریب لوگ خواہ وہ ملتان میں ہوں یا بہاولپور میں ۔ حیدر آباد میں ہوں یا کراچی میں جو اس وقت جھونپڑیوں میں رہتے ہیں ان کے لئے کوئی سکیم بنائی جائے تاکہ وہ آباد ہو سکیں ۔ یہ بے حد افسوس ناک بات ہے کہ آزادی ملک کے بعد ان کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی گئی ۔ ہر شخص کو کم از کم مکان تعلیم اور صحت کے لئے ہر قسم کی سہولتیں ملنی چاہئیں میری درخواست ہے کہ حکومت اس طرف توجہ دے ۔ اس کے علاوہ آخر میں میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ جہاں تک غلام محمد بیراج اور گدو بیراج کا تعلق ہے ۔ اس وقت روس سے ایک معاہدہ کے تحت ۵ کروڑ روپیہ مل رہا ہے ۔ تاکہ ہم ان کی زمینوں کو ہموار کر کے قابل کاشت بنا سکیں ۔ ہم جانتے ہیں ۔ کہ گورنر مغربی پاکستان کا جو قدم بھی اٹھتا ہے ۔ وہ حکومت کے لئے ملک اور اس صوبہ کی بہتری کے لئے اٹھتا ہے ۔ میں وزیر صحت کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ اور سکھوں کی ایک مثال پیش کروں گا ۔ سنا ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا ۔ کہ کالج امرتسر میں بنے اور اس کا ہوسٹل پنڈی میں بنایا جائے ۔ بالکل اسی طرح انہوں نے کیا ہے کہ ایک ہسپتال جام شورو میں رکھ دیا ہے اور دوسری جگہوں میں نہیں خدا کے لئے ایسا نہیں ہونا چاہئے یہ کتنا ظلم ہے ۔ یہ ایک عذاب جاریہ ہے ۔ ایک ضرورت مند مجبور ہو جاتا ہے ۔ کہ تین چار روپیہ جانے کے لئے خرچ کرے ۔ بعض اوقات تو سواری نہیں ملتی ۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ حیدر آباد میں ایک سول ہسپتال قائم کر دیا جائے ۔

اس بات کے لئے میں جناب کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے ۵ دن کی مسلسل کوشش کے بعد مجھے ۱۰ منٹ تقریر کے لئے دئے ہیں ۔

(اس مرحلہ پر بہت سے معزز ممبران تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔)

مسٹر سپیکر۔۔۔اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ بہت سے اصحاب بولنا چاہتے ہیں۔

Haji Gul Hassan Mangi : Sir no one from Sind has spoken and I may be given time. I have come specially for this.

وزیر خزانہ۔۔۔جناب والا۔ آپ کو پتہ ہے کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں اور I can't sit indefinitely اگر اتنے صاحبان بولنا چاہتے ہیں تو میں بولنے سے قاصر ہوں۔ میں اپنی پارٹی کے ممبران سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ مجھے کچھ عرض کرنے کا موقع دیا جائے۔ اگر وہ چاہیں گے تو کٹ موشن پر بول سکتے ہیں۔

I can give time for double sitting if necessary.

(اس موقع پر حاجی گل حسن منگھی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔)

Mr. Speaker : Mr. Manghi you will get him on cut motion.

چودھری منظور حسین۔۔۔جناب والا۔ وہ آج ہی تشریف لائے ہیں۔ اور آج ہی انہیں وقت دے دیا گیا ہے۔

مسٹر سپیکر۔۔۔ان کو وقت نہیں دیا گیا۔

The member may please take his seat.

POINT OF PERSONAL EXPLANATION

Minister of Law : On a point of personal explanation, sir.

Mr. Speaker : Now the Law Minister is on a point of personal explanation.

Minister of Law (Mr. Ghulam Nabi Muhammad Varyal Memon) : Sir during the general discussion on the budget a member of this House has made a statement that I or my brother had taken out an import licence, which involves foreign exchange four to five lakhs. I take this opportunity to emphatically deny this allegation and say.....

(Voices : *Shame, Shame*)

.....that neither myself nor my brother nor any relation has taken out any import licence involving foreign exchange.

(Voices : *Shame, Shame*)

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق)۔۔جناب والا ۔ اس وقت ہمارے ملک پاکستان نے جو عزت حاصل کی ہے ۔ اس کے پیش نظر ہمارا پکا ارادہ ہے کہ اس ملک کو ایک welfar state یعنی فلاحی مملکت بنایا جائے یہی وجہ ہے کہ امسال ۶۵-۱۹۶۴ء کے میزانیہ میں جو رکھے گئے ہیں ۔ ان کے لئے ۱۵۵ کروڑ کی رقم مخصوص کی گئی ہے ۔

(قطع کلامیاں)

سال رواں کے بجٹ سے لئے سال کے بجٹ میں ترقیاتی کاموں کے لئے ۲۶ کروڑ روپیہ زیادہ رکھا گیا ہے پچھلے سال ۱۸۲ کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا اب اسے بڑھا کر ۲۱۰ کروڑ کر دیا گیا ہے ۔ اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ جتنی ترقی اقتصادی طور پر ہم نے کی ہے ۔ اس کی مثال دنیا بھر میں کم ملتی ہے ۔ ایشیا میں صرف جاپان ہی ایسا ملک ہے جس نے اس قدر ترقی کی ہے ۔ میں حیران ہوں کہ میرے دوست حزب مخالف کے لیڈر نے بڑی کاوش سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم نے ترقی معکوس کی ہے ۔ افسوس ہے صد افسوس ہے ۔ مجھے خواجہ صاحب سے بالکل توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کہیں گے ۔

جناب والا ۔ دنیا کا ہر ملک یہ تسلیم کرتا ہے کہ جو اقتصادی ترقی پاکستان نے کی ہے واقعی وہ قابل تحسین ہے ۔

ہندوستان کے اخبار سٹیٹسمین نے اپنے ۲۰ جون ۶۴ کے اداریے میں جو لکھا ہے وہ میں پڑھ کر سناتا ہوں ۔ ہندوستان کا یہ وہ اخبار ہے جو پاکستان کے کافی خلاف ہے ۔ اس میں لکھا ہے ۔

"The tax payer has been let off lightly in the budget Mr. Muhammad Shoaib Pakistan's Finance Minister, presented last week, bu the comfortable surplus of revenue over expenditure reflects the healthy growth of Pakistan's economy since her Second Plan began in 1960. In contrast to the frustration of the 50s when the economy scarcely managed to keep ahead of the increase in population, growth averaged 4.8% in the first three years when the current year expected to show an improvement to 6.5%, there is every reason for the note of confidence which runs through the budget proposals, and also for the optimim with which the future is currently viewed in Rawalpindi.

How well Pakistan has done for herself is high-lighted by three pointers :

"First, her second plan, which will have run its five-year course by June 1965, will need less foreign aid than anticipated earlier. Although total investment will exceed the target, 60% of it will be out of her own resources against only 51% envisaged. Secondly, her export earnings are going up at 7% a year, a rate three times higher than assumed when the second plan was framed. Finally, over-all domest c consumption has been rising at 4% a year despite the larger reliance upon Pakistan's own resources for investment.

All this is naturally very pleasing to the Ayub Regime for which Mr. Shoaib did not fail to claim credit. Politics apart, the real boost in the Pakistan economy has come from advances on the farm front Except for one bad year, production has been rising steadily at an average of 4% a year, enabling Mr. Shoaib to claim firmness for the agricultural sector in which weather is becoming less decisive in the farmer's fortunes. Industrial out-put is also booming ; .. .. ".

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔۔۔پوائنٹ آف آرڈر یہ سنٹرل اسمبلی ہے یا پراونشل اسمبلی ہے -

Mr Speaker : The member knows it better.

وزیر زراعت (ملک قادر بخش)۔۔۔بیٹھ جائیے سعدی صاحب -

وزیر خزانہ۔۔۔اگر پاکستان کے لئے کوئی اچھی چیز ہوگی تو اس سے آپ کو درد ہوگا آپ کا دل تو ہندوستان میں لگا ہوا ہے - کیا یہ صوبہ مغربی پاکستان پاکستان کا حصہ نہیں ہے - جناب اگر یہ بحث ہوگی تو میں وقت پر ختم نہ کر سکوں گا -

"..... growth over the five years ending 1965 may be of the order of 60%. With more goods thus available from farms and factories, as well as from freer imports permitted in the last three years, Pakistan has been helped to keep inflation in check .....".

They say it is five times. This is a foreign paper against Pakistan and he says that Pakistan has been helped to keep inflation in check.

"..... the price rise averaging only 1.5% a year against 2% allowed for in her plan ".

یہ جناب Statesman New Delhi نے لکھا ہے اور میں عرض کرونگا کہ خواجہ صاحب نے ہماری اقتصادی شہرت کو نقصان پہنچایا ہے - خواجہ صاحب نے ٦٢ - ٦٣ء کے فیگرز نہیں دئے اور

جو انہیں فیگرز Suit کرتے تھے وہ انہیں نے دے دئے اور جو انہیں Suit نہیں کرتے تھے وہ انہیں نے ترک کر دئے اور وہ انکو بھول گئے یہ انہیں نے سیاست سے کام لیا ہے - جو کچھ ہم ترقی کی تھی اسکو انہیں نے نہیں بیان کیا - قائد حزب اختلاف نے اس لئے یہ فیگرز دئے ہیں کہ صدر ایوب کی Regime کو Discredit کیا جائے - اور اسی پر انہیں نے سارا زور دیا ہے - لیکن میں انشاء اللہ تعالیٰ facts and figures سے ناکامیاب بنا دوں گا اور اعداد و شمار سے ثابت کروں گا کہ ہم نے صحیح معنوں میں ترقی کی ہے اور ترقی معکوس نہیں ہے جو خواجہ صاحب نے فرمائی ہے -

اب میں سب سے پہلے سڑکوں کے sector کو لوں گا - جس پر جناب خواجہ صاحب نے بہت محنت کی ہے - میں عرض کروں گا - کہ ۱۹۵۸ - ۵۹ء تک کل سڑکوں کی لمبائی ۱۹۳۲۴ میل تھی - ۱۹۶۳ء ختم ہونے پر یہ لمبائی ۲۳۹۲۲ میل ہو گئی - یعنی سالانہ اوسط ۷۵۰ میل بڑا -

Sir I would request that the time of the House be extended till I finish my speech.

Mr. Speaker : The time of the House is extended till the speech of the Finance Minister is finished.

وزیر خزانہ—خواجہ صاحب یہ لمبائی ۲۳۹۲۲ میل ہے آپ نے تو ۱۹۶۲ء پر ختم کر دی تھی - اس کے علاوہ میں خواجہ صاحب سے عرض کروں گا کہ سڑکوں کا معیار اب بدل چکا ہے اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ صرف روڑی اور کنکر چھوڑ دیا - پہلے جو سڑک ۱۰ فٹ کی ہوتی تھی اب وہ ۱۸ فٹ کی ہوتی ہے تو اس حساب سے ۱۹ ہزار کے بجائے ۱۸ ہزار میل ہو جاتی ہے - اور یہ سڑک ۱۰-۱۰ برس چلے گی - پھر خواجہ صاحب کو میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کیونکہ ان کو شاید علم نہیں ہے

کہ اب سڑکیں all weather کر دی گئی ہیں جس کی مثال ہمارے سامنے لاہور - راولپنڈی روڈ ہے آپ جانتے ہیں کہ سیلاب آنے کی وجہ سے سڑک کا کیا حال ہو جاتا ہے اب اگر سیلاب بھی آئے تب بھی یہ سڑک بند نہیں ہوگی -

ایک ممبر—سیلاب کیوں آئے -

وزیر خزانہ—میں خود کہتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہ آئے -

پرائمری سکولوں کے بارے میں خواجہ صاحب نے جو فیگرز دئے تھے وہ بھی غلط تھے - پرائمری سکولوں کی رفتار ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۸ء تک فی سال ایک ہزار ۸۷ تھی - ۱۹۵۸ء کے بعد سے ۱۷۷۰ فی سال پہنچ گئی ہے - میں نہیں سمجھتا کہ خواجہ صاحب کیسے کہتے ہیں کہ یہ رفتار پہلے سے کم ہو گئی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ تیز تر ہو گئی ہے - خواجہ صاحب کا دعوی بے بنیاد ہے - ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک ان پرائمری سکولوں کی تعداد ۱۹ لاکھ تھی ۱۹۶۵ء میں یہ تعداد انشاء اللہ تعالیٰ ۳۰ لاکھ تک پہنچ جائے گی - مڈل سکولوں کے بارے میں میں ضرور اقرار کروں گا کہ خواجہ صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل تو درست نہیں تھا بلکہ قدرے درست تھا اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی پالیسی بدل دی ہے یعنی ہم مڈل سکول پر کم توجہ دے رہے ہیں پھر بھی میں کہوں گا کہ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۳ء تک اوسطاً فی سال ۶۷ نئے سکول کھلے اور اس سے پہلے یہ تعداد ۶۶ تھی ہم نے per year زیادہ کھولے - ہائی سکول ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۸ء تک نئے سکول کھلنے کا اوسط ۵۷ تھا ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۳ء تک فی سال ۸۷ ہو گیا - میرے پاس پورے فیگرز نہیں ہیں کہ جو لڑکے میٹرک میں ہوئے ہیں مگر ان کی تعداد ۸۲ ہزار ۹ سو ۹۲ تھی اور اب یہ تعداد ۶۲ء میں ایک

لاکھ ۴۹ ہزار ۷ سو ۸۷ ہو گئی ہے اور ۱۹۶۴ء میں آپ کو پتہ ہے میں باوثوق ذرائع سے کہہ سکتا ہوں کہ سال میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے ۔

اب جناب والا ۔ میں کالجوں کی طرف آؤں گا ۔ ہم فی سال جو نئے کالج کھولتے ہیں ۵۸-۵۵ء میں ان کی تعداد سات تھی ۔ اور میرے پاس ۶۲-۵۸ء تک کی تعداد ہے ۔ ساڑھے تیرہ کالج فی سال کے حساب سے کالج بنے ہیں ۔ آپ کہیں گے ۔ کہ یہ ساڑھے تیرہ کیسے ہو گئے ۔ تو جناب والا ۔ دو سال میں ستائیس ہوئے ۔ تو سال میں ساڑھے تیرہ ہی ہوئے ۔ (قہقہے) دراصل حساب کتاب میں خواجہ صاحب بہت کمزور ہیں ۔ ان کے لئے اس طرح بتایا ہے ۔ ۶۰-۵۹ء میں کالج کے طلباء کی تعداد ۷۷،۸۶۴ تھی ۔ اور ۶۴ء میں یہ تعداد ۱،۱۲،۰۰۰ ہو جائے گی ۔ خواجہ صاحب نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ کیونکہ یہ اس قدر زیادہ ہے ۔ کہ انہوں نے سوچا ۔ کہ اس پر چپ رہنا ہی مناسب ہے ۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ۔ کہ ان اداروں میں جو طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ ان کی تعداد ۸،۵۰۰ تھی ۔ اور اب ۶۴ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ۱۵،۷۰۰ تک ہو جائے گی ۔ یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا ۔ چونکہ ہم نے تعلیم کا معیار بہت اونچا کر دیا ہے ۔ خواجہ صاحب ہنسیں یا نہ ہنسیں ۔ وزیر تعلیم گواہی دیں گے ۔ کہ سائنس کو لازمی مضمون کر دیا گیا ہے ۔ بیشمار سائنس کے کمرے بنائے ہیں ۔ اور نئے سکولوں میں پچاس ہوسٹلوں کا اضافہ کیا ہے ۔ اور وظائف بھی تین گناہ زیادہ کر دئے ہیں ۔ ۵۰ء میں پچاس لاکھ روپے کے وظائف دیا کرتے تھے ۔ اور ۶۴ء میں وظائف کی رقم ایک کروڑ پچاس لاکھ کر دی گئی ۔ اور جناب والا ۔ یہی ہسٹری ہسپتالوں کی بھی ہے ۔ جہاں تک ہسپتالوں کے beds کا تعلق ہے ۔ میں مانتا ہوں ۔ کہ اس میں تھوڑی سی صداقت

بھی ہے - اگر ۵۷ء کے بستر جو کہ ۱۵۲۹ ہیں - وہ ۵۸ء کا ایک سال ہے - یہاں ۱۵۲۹ دئے گئے تھے - اگر ان کو نظر انداز کر دیا جائے - تو بھی ہماری ترقی آگے سے بدرجہا بہتر ترقی ہے - اس کی وجہ بتاؤں - ۵۸ء میں کیا ہوا - اس کا پس منظر یہ ہے - کہ ایک تو پرائیویٹ مشن ہسپتال میں ۳۶۱ بستر تھے - وہ ہم نے اپنا لئے - ۳۶۱ کی فگر تو پہلے نکل گئی - یہ رقم نکل گئی - ۸۷ بستر ہم نے نشتر ہسپتال ملتان میں شامل کئے تھے - لیڈی ریڈنگ ہسپتال جو کہ غالباً پشاور میں ہے - اس میں ہم نے ۷۱ بستروں کا اضافہ کیا تھا - اور ۳۲۵ بستر جو سول ہسپتال کراچی کے لئے تھے - وہ مرکزی حکومت کا ہسپتال تھا - وہ ہماری تحویل میں آ گیا - وہ بھی اس میں addition ہو گئی تھی - اس لئے وہ فگر ۱۵۲۹ تھی - اور اس لئے وہ fictitious تھی - خواجہ صاحب نے وہ بھی اس میں شامل کر لئے - تاکہ یہ معلوم ہو - کہ ہم نے کوئی ترقی نہیں کی ہے - یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے - کہ ہسپتالوں کا معیار اب وہ نہیں رہا - مثال کے طور پر میو ہسپتال مغربی پاکستان کے بہترین ہسپتالوں میں سے ایک ہے - اور Originally, Sir, it is meant for five hundred beds. لیکن حقیقت میں یہاں دو ہزار سے اوپر بستر ہوتے ہیں - اب ہم جو بنا رہے ہیں - وہ اس معیار کے نہیں بن رہے ہیں - وہ اس معیار کے بن رہے ہیں - کہ اگر وہ پانچ سو بستروں کے ہوں گے - تو صحیح معنوں میں پانچ سو بستروں کے لئے ہی ہوں گے - یہ نہیں - کہ سو بستروں کے بنا دئے - اور پانچ سو ڈال دئے - اس لئے لازمی ہے - کہ ان پر خرچ بھی زیادہ کرنا پڑے گا - پہلے جو ہسپتال تھے - آپ کو علم ہے - کہ وہاں سامان نہیں ہوتا تھا - ایکس رے کا سامان نہیں تھا - diathermy کا سامان نہیں تھا - ہم ان کو سب سامان سے equipt کر رہے ہیں - اور انہیں modernise کر رہے ہیں - اس لئے خرچ میں اضافہ لازمی ہے - یہی نہیں

بلکہ ہم نے ۷۵ رورل ہیلتھ سینٹر کھول دئے ہیں - اور ۲۱۰ ہیلتھ سینٹر مکمل کرنے والے ہیں - اس پر خرچ ہو گا - یہ دیہاتی بھائی جو ہسپتال جاتے تھے - ان ہیلتھ سنٹروں میں جائیں گے - اس سے لکھو کہا آدمی مستفید ہوں گے - اور یہ خرچ ہے - جسے خواجہ صاحب بھول جاتے ہیں - خواجہ صاحب نے بجلی کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا - کیونکہ وہ بھی ان کے خلاف جاتی تھی - وہ تو ثابت کر رہے تھے - کہ پاکستان ڈوب رہا ہے - بجلی کے متعلق عرض کروں گا - کہ ۵۷ء میں ۸۳۰ ملین کلو واٹ hours تھے - اور ۱۹۶۲ء میں یہ ۱۹۷۲ ملین کلو واٹ hours ہوگیا - یعنی یہ اضافہ اڑھائی گنا ، صرف پانچ فیصد کا ہوا - اور ۱۹۶۴ء میں ماشاء اللہ اس سے بدرجہا بہتر ہو جائے گی - میرے پاس اس کے اعداد و شمار نہیں ہیں -

سیم اور تھور کا انسداد - اتنی بڑی پرابلم تھی - خواجہ صاحب نے اس کو touch نہیں کیا - پچھلے پانچ سالہ منصوبے کے تحت کل آٹھ ہزار ایکڑ رقبہ ہم نے reclaim کیا تھا - اور اس منصوبے میں یہ رقبہ بارہ لاکھ ایکڑ سے زائد ہو گا - کہاں آٹھ ہزار اور کہاں بارہ لاکھ - انڈسٹری کے بارے میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں - خواجہ صاحب نے کپڑے اور چاول وغیرہ کے بارے میں یہاں ریمارکس دئے ہیں - ۱۹۵۸ء میں کل کپڑا جو یہاں بافت ہوا تھا - اس کی مقدار پندرہ کروڑ گز تھی - اور ۱۹۶۲ء میں ۶۶.۲ کروڑ گز ہو گئی - ۱۹۶۳ء میں بڑھ کر اڑسٹھ کروڑ گز ہو گئی -

کھانڈ—۱۹۵۸ء میں کھانڈ کی پیداوار (مغربی پاکستان کی بات کر رہا ہوں پاکستان کی بات نہیں کر رہا ہوں) ۱,۲۶,۰۰۰ ٹن تھی - اور اب ۱۹۶۳ء میں ۱,۷۹,۰۰۰ ٹن ہو گئی ہے -

کھاد—۱۹۵۸ء میں اس کی پیداوار صرف ۲۱,۰۰۰ ٹن تھی - اور اب

۱۹۶۳ء میں ۳,۰۰,۰۰۰ ٹن ہو گئی ہے - (نعرہ ہائے تحسین)

سیمنٹ--۱۹۵۸ء میں اس کی پیداوار ۱۰,۰۰,۰۰۰ ٹن تھی - اور اب یہ ۱۴,۰۰,۰۰۰ ٹن تک پہنچ چکی ہے - بہت سے کارخانے زیر تعمیر ہیں - اور میرے خیال میں انشاء اللہ اس سال ۲۰,۰۰,۰۰۰ ٹن تک پہنچ جائے گی -

بناسپتی گھی--۱۹۵۸ء میں اس کی پیداوار صرف ۲۰,۰۰۰ ٹن تھی - اور اب ۱۹۶۳ء میں ۷۲,۶۰۰ ٹن ہو گئی ہے - خواجہ صاحب نے قومی آمدنی کے بارے میں بھی کہا ہے - کہ ہمارا بیڑا غرق ہو گیا ہے - میں سارے پاکستان کے اعداد و شمار آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں - تاہم اس میں آدھے سے زیادہ اعداد و شمار ہمارے ہیں - ۵۵-۱۹۵۴ء میں ۲۰۳۴ کروڑ تھی - اور اب ۵۸-۱۹۵۷ء میں بڑھ کر ۲۱۴۷ کروڑ ہو گئی - اور ۶۳-۱۹۶۲ء میں ۲۵۲۳ کروڑ روپے ہو گئی - یعنی آپ اضافہ دیکھ لیجئے - ۵۸-۱۹۵۷ء سے ۶۳-۱۹۶۲ء تک ان پانچ برسوں میں تقریباً چار سو کروڑ روپے کا اضافہ ہے - خواجہ صاحب تو پیٹتے ہیں - کہ قرضہ بڑھ گیا ہے - اور ۳۵۵ کروڑ کا قرضہ بڑھ گیا ہے - ایک سال میں - چار سو کروڑ روپے سالانہ کا اضافہ آمدنی میں ہوا -

اللہ کی قدرت ہے جناب کہ اتنی بڑی ترقی کو جو واقعی صحیح معنوں میں ترقی تھی میرے دوست قائد حزب اختلاف اس کو ترقی معکوس کہتے ہیں - جناب میں اس معزز ایوان کی sense پہ چھوڑتا ہوں کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ ترقی ہے یا ترقی معکوس -

وزیر زراعت و خوراک--عقل معکوس ہو گئی ہے -

وزیر خزانہ--خواجہ صاحب نے گرانی کے متعلق بھی بہت بھاری

لیکچر دیا ۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا ملک تو آپ کو پتہ ہے کہ یہ غریب ملک ہے ۔ یہاں پر جو عوام ہیں اور ان کے یہاں نمائندے ضرور بیٹھے ہوئے ہیں ۔ تو جو غریب عوام ہیں ان کو دو ہی چیزیں چاہئیں ۔ اشیائے خوردنی اور سوتی کپڑا اور شائد کسی کو جوتا بھی چاہئے ۔ (قہقہے) ۔ میں عرض کروں گا جناب اگر اس کا دنیا کے اور ممالک کے ساتھ ان دو چیزوں کا مقابلہ کیا جائے اور خاص کر ان ممالک کا جو ہمارے ہمسائیہ ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہماری ان قیمتوں میں اضافہ بالکل کم ہوا ہے بمقابلہ ہمارے ہمسائیہ ملک کے جہاں کہ چھ چھ گنا اور آٹھ آٹھ گنا قیمتیں بڑھ گئی ہیں ۔ ہماری صورت حال یہ ہے کہ یہاں تو صرف ۱۰ فیصدی بڑھی ہیں ۔ میں آگے آگے بتاؤں گا جناب ۔ خواجہ صاحب نے یہ بھی دعوے کیا تھا جناب کہ مہنگائی پانچ گنا ہو گئی ہے ۔ خواجہ صاحب نے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ کہیں بھی ڈبل سے زیادہ ثابت نہیں کر سکے ۔ آپ کو پتہ ہے کہ قیمتیں sea onal ہوتی ہیں ۔ اگر گندم کی قیمت ساڑھے گیارہ روپیہ ہو گی تو کہیں یہ بیس روپیہ بھی چڑھ جاتی ہے ۔ خواجہ صاحب نے اوسط نہیں لی ۔ حالانکہ خواجہ صاحب کو پتہ ہے کہ گندم کی قیمت سولہ روپے ہے جس کی مرضی ہو آ کر خرید لے ۔ اگر خواجہ صاحب کو پچاس ٹن کی ضرورت ہو ۔ پچاس ٹن لینی ہو تو میں خواجہ صاحب کو پچاس ٹن دیتا ہوں ۔ خواجہ صاحب نے اسی طرح اور باتیں کیں اور اعداد و شمار سے ثابت کیا ۔ میں غلط بیانی نہیں کروں گا ۔ وہ یہ غلط فہمی میں باتیں کر گئے ہیں ورنہ خواجہ صاحب بڑے شریف آدمی ہیں ۔

مسٹر سپیکر ۔ شیخ صاحب کیا آپ کے جواب کے مرکز خواجہ صاحب ہی رہیں گے ۔

Minister of Finance : Sir. He is the leader of the opposition while I am the leader of the House. I will come later on to other people. He has attacked the economy.

جتنی ترقی ہم نے کی ہے اور بقول ان کے ترقی معکوس ۔ انہوں نے ہمیں گرا دیا ہے اور قائد حزب اختلاف نے دعوے کیا ہے کہ اضافہ شدہ قرضوں کی وجہ سے مالی حالات صوبہ کے رو بہ تنزل ہیں ۔ حکومت کی مالی حالت کا اندازہ سود پر خرچ کردہ رقومات سے نہیں لگایا جاتا ۔ بلکہ آمدنی اور اخراجات دونوں کو مدنظر رکھنا چاہئے ۔ ۵۸-۵۷ء میں مد محاصل میں آمدنی ہماری صرف ۶۱ کروڑ تھی اس کے مقابلہ میں ۱۹۶۴ء میں مد محاصل کی آمدنی جس میں قرضے کی رقومات شامل نہیں ہیں ۱۶۴ کروڑ ہو گئی ہے ۱۰۳ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے ۔ یہ معمولی کارنامہ نہیں ہے ۔ ۵۸-۵۷ء محاصل کے مد میں ۴۰ لاکھ خسارہ تھا ۔ ۶۵-۶۴ء میں محاصل کی مد میں ۹ کروڑ اور ۹۶ لاکھ کی بچت ہو گئی ۔ ۵۸-۵۷ء میں مفاد عامہ پر اس قدر محکمہ کے اخراجات تین عشاریہ پانچ کروڑ روپیہ تھے لیکن ۶۵-۶۴ء میں چھ عشاریہ ۹۴ کروڑ تک پہنچ گئے ۔ لہذا آپ دیکھیں گے کہ اس اضافے کے باوجود حکومت مفاد عامہ کے محکموں پر ۳۰۰ فیصدی زائد رقم خرچ کرے گی اور اس کے علاوہ مد محاصل میں تقریباً ۱۰ کروڑ روپیہ کی بچت ہوگی اور اس کے علاوہ ترقیاتی منصوبوں پر بھی روپیہ خرچ کیا جائے گا ۔ اب جناب میں خواجہ صاحب کو کہتا ہوں کہ نواب زادہ انصاری صاحب یہاں موجود ہیں ۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ یہ حکومت زمینداروں اور سرمایہ داروں کی ہے اور یہ چند خاندانوں تک محدود ہے ۔ جناب میں اس کی پر زور مخالفت کرتا ہوں ۔ آپ یہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں میں ان سے یہ کہوں گا کہ یہاں کون سا بڑا زمیندار ہے ۔ کون سا سرمایہ دار ہے اور ان میں سے کون سا دولتانہ ہے یا ٹوانوں میں سے ہے یا ان کے افراد میں سے ہے ۔ میں خواجہ صاحب کو کہتا ہوں کہ یہاں سب آدمی منتخب شدہ نمائندے ہیں ۔ یہاں کوئی نامزدہ آدمی نہیں ہے ۔ ہر ایک نے انتخاب لڑا ہوا ہے اور ہم عوام کے نمائندے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اس میں ذرا بھی سچائی نہیں تھی ۔ ہم پر بالکل

بہتان لگایا گیا ہے کہ یہ حکومت سرمایہ داروں کی ہے اور یہ زمینداروں کی ہے اور کہ یہ چند خاندانوں تک محدود ہے ۔ غلام نبی میمن صاحب نے خود جواب دے دیا ۔ اس کا جواب میں بھی دینا چاہتا تھا لیکن یہ بہت بڑا الزام انصاری صاحب نے لگایا تھا ۔ یہ بہتان تھا ۔ یہ الزام تھا ۔ کچھ سمجھئے ۔ میرے پاس مثل پڑی ہوئی ہے ۔ اس میں بالکل غلام نبی میمن کا کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ ایک شخص محمد علی ولد ایم ۔ یو ۔ بھٹی بد قسمتی سے وہ میمن والا حیدر آباد کا رہنے والا ہے ۔ جناب عالی کل کوئی شیخ محلے کا رہنے والا ہوگا ۔ وہ لائسنس لے لیگا ۔ خواجہ صاحب پھر کہیں گے شیخ مسعود صادق دے گیا ۔ یہ تو بڑا ظلم ہے اور اتنا بڑا بہتان لگانا اور میرے خیال میں اگر وہ ہوتے تو ان کو معذرت کرنی چاہئے تھی ۔ میں عرض کروں گا کہ میاں محمد اکبر صاحب جو ذاتیات پر اتر آئے تھے اور ہمارے دوست کو برخاست شدہ سپاہی کہہ دیا ۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں تھا ۔ کیونکہ وہ برخاست شدہ نہیں ہے ۔ انہوں نے تو خود محکمہ چھوڑا تھا وہ سپاہی نہیں تھے وہ تو جناب حوالدار تھے جب انہوں نے چھوڑا تھا (قہقہے) تو یہ حکومت نے تہیہ کیا ہوا ہے ۔ کوئی بڑے سے بڑا آدمی کیوں نہ ہو کسی کی رعایت نہیں کرنی خواہ وہ میری پارٹی کا ہو خواہ حزب مخالف کا ہو ۔ (ہیئر ۔ ہیئر) انہوں نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ کوئی بڑا افسر جس پر اینٹی کورپشن کی تفتیش ہو رہی ہے انہوں نے کہا کہ وہ آدمی ہماری پارٹی کا ہے جو اس میں شامل ہے اور اس کو بچانے کی گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے ۔ یہ حاشا و کلا جناب بالکل غلط ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آدمی اینٹی کورپشن سے تبدیل ہو کر سی آئی اے میں چلا گیا ہے ۔ یہ دوسرا محکمہ بھی ہمارا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ بالکل ٹھیک ہے تفتیش ہو گی اور جس آدمی نے گناہ کیا ہے ۔ چاہے وہ افسر ہو چاہے میں ہوں یا مجھ میں سے

اور کوئی اگر وہ اس میں آتا ہے یعنی اس زد میں آتا ہے تو اس کو قطعاً نہیں چھوڑا جائے گا ۔ اور یہ بھی صحیح ہے جناب کہ ہمارے نواب زادہ کرنل اسد علی خاں کو اور دیگر چند افراد کو واقعی کسی معاملے میں لپیٹ لیا گیا تھا لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہماری حکومت تو انصاف پسند ہے مجھ سے چاہے خواجہ صاحب اختلاف کریں ۔ میرے پاس وہ صاحب آئے تو میں نے پنڈی کے کمشنر صاحب کو کہا کہ بھائی دیکھ بھال اس کی کیجئے اگر یہ واقعی مجرم ہے تو اس کو سات سال کی بجائے ۱۴ سال ٹھوکئیے مگر اگر یہ مجرم نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے ۔ ہم کسی پر ناجائز دباؤ نہیں ڈالنا چاہتے ۔ ہم کسی کو بے انصافی سے پکڑنا نہیں چاہتے وہ اس واسطے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کی حکومت تھی وہ بڑی ظالم تھی ۔ ایسا بالکل نہیں ہو گا ۔ تو مجھے کمشنر صاحب نے اطلاع دی کہ اس مقدمے میں صداقت نہیں تھی اس لئے مقدمہ کو ختم کر دیا گیا (خواجہ محمد صفدر ہیئر ۔ ہیئر) پھر جناب مجھ کو بتائیے ۔ اب میں بہت تھک گیا ہوں اور ایوان بھی میرا خیال ہے کہ تھک گیا ہے ۔ پھر جناب میں اس کو بد قسمتی یا خوش قسمتی کہوں گا کہ عبدالباقی بلوچ صاحب یہاں موجود نہیں ہیں ۔

وزیر زراعت و خوراک—ان کے نمائندے بیٹھے ہیں ۔

وزیر خزانہ—جناب والا ۔ میں عرض کروں گا ۔ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے وہ جیل میں تھے ۔ اور یہ بھی کہا ہے ۔ کہ غلام نبی محمد وریال میمن بڑا ظالم آدمی ہے ۔ ایک پیٹرن کی خبریں دیتا ہے ۔ اخبار بھی مہیا نہیں کیا ۔ کسی کو ملنے بھی نہیں دیا ۔ وہ جیل سے سیدھے اس معزز ایوان میں آئے اور آ کر ایک من گھڑت کہانی سنا دی ۔ میں ان باتوں کو دھرانا نہیں چاہتا ۔ اگر یہ غلطی سے ایک بار چھپ

جائے۔ تو اس سے ہمارے ملک کو بڑا دھکا لگے گا ۔ اس لئے میں ان باتوں کو دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ یہ بالکل غلط ہے ۔ میں ایک پریس نوٹ پڑھتا ہوں ۔ ہماری حکومت کسی سے کوئی بات چھپاتی نہیں ہے ۔ جب یہ حادثہ ہوا تھا ۔ اگلے دن ایک پریس نوٹ نکلا جو self sufficient ہے ۔ میں اسے پڑھے دیتا ہوں ۔ اور اسے پڑھ کر اپنی تقریر ختم کروں گا ۔

"Government have been implementing a huge development programme in the Quetta-Kalat Region which is an under-developed area. Some elements who are averse to the creation of stable and progressive conditions in that region have, however, been doing their utmost to frustrate Government efforts in this behalf. Drawing inspiration from some local miscreants who fear that their overlordship will suffer if conditions of good local government are allowed to flourish, they have resorted to uncalled for violence to hinder the people's welfare and progress.

"In order to improve communications in the hitherto inaccessible areas of Kalat District and to open them up for commercial and industrial development, the Buildings and Roads Department is constructing a road in Jhalawan Sub Division. As the area is deserted and isolated the B & R parties are usually accompanied by a party of policemen. On 3rd February a large number of members of the local Mengal tribe ambushed a Police Party which gave cover to B & R workers, and without any warning or provocation opened fire. Out numbered, the Police Party put up a stout defence, but lost a number of lives in the attack. One Sub Inspector of Police and nine constables were killed besides 13 other ranks wounded.

"An incident of this nature in these times when people all over the country are themselves participating wholeheartedly in the development programmes undertaken by their government cannot be adequately condemned. Government are determined to ensure that such unlawful and unpatriotic acts are not allowed to disrupt peaceful conditions in any part of the Province, and will take every possible measure to preserve law and order in the area.

Meanwhile, Government have decided in addition to cash grants and pensions to grant half a square of land each to the heirs of the constables killed in the attack and one square of land to the heirs of the deceased Sub Inspector of Police".

جناب والا ۔ یہ معروضات تھیں جیساکہ میں نے عرض کیا ہے ۔ میں

نے اس معزز ایوان کا کافی سے زیادہ وقت لے لیا ھے ۔ آخیر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس سال تقریروں کا معیار نہایت بلند رہا اور میں اپنی پارٹی اور حزب اختلاف کے اراکین کا تہ دل سے مشکور ھوں ۔ شکریہ !

Mr. Speaker : The House is adjourned for tomorrow to meet at 8-30 a.m.

(*The Assembly then adjourned till* 8-30 *a.m. on Monday, the* 23*rd June*, 1964.)

PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

SIXTH SESSION OF THE FIRST PROVINCIAL ASSEMBLY OF WEST PAKISTAN

Tuesday the 23rd June, 1964

The Assembly met at the Assembly Chamber, Lahore at 9-0. a. m. of the Clock. Mr. Speaker, Chaudhri Muhammad Anwar, in the Chair.

Recitation from the Holy Qur'an and its translation by Qari Ali Husain Siddiqi, Qari of the Assembly.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ
نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ
جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ
اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ
اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

پ ۴ - س ۴ - ع ۱۲ - آیات ۴ تا ۶

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیدیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے بڑے شوق سے کھا سکتے ہو۔ اور بیوقوفوں کو ان کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو (البتہ) اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو۔ اور ان سے معقول باتیں کہتے رہو۔ اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو۔ بالغ ہونے پر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال انکے حوالے کردو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائینگے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا لینا۔ جو شخص آسودہ حال ہو اسکو پرہیز رکھنا چاہیئے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر (معاوضہ خدمت) کچھ لے لے اور جب انکا مال انکے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی گواہ اور حساب لینے والا کافی ہے۔

ADJOURNMENT MOTIONS

BEATING OF ABDUL WAHID AND ABUSING BROHI TRIBE BY TAHSILDAR OF KHUZDAR

Mr. Speaker : Now we will take up adjournment motion. The first adjournment motion is by Babu Muhammad Rafiq which was deferred for today.

Minister of Revenue (KHAN PIR MUHAMMAD KHAN) : I have received official information from the Commissioner and have been told that the case is sub-judice. I will read out the relevant portion.

"The Deputy Commissioner, Mastung has further informed me on the telephone about more facts of the case. He informs that the Tahsildar, Khuzdar, was in the Treasury on 10-6-64 when he heard the loudspeaker from a hotel opposite the building of the Treasury. He went there and found Abdul Wahid using that loudspeaker. Abdul Wahid is a brother of Abdul Aziz. They are the owners of this hotel. The hotel or its owners had no licence or permission for using a loudspeaker. As it was against the law, the Tahsildar removed the loudspeaker and challaned the owner Abdul Wahid under Section 5 of the use of Louds Speakers Ordinance. The accused Abdul Wahid was released the same evening on furnishing a personal bond of Rs. 500. The challan has been sent to the court of the Nazim. It was further intimated that in the evening when the Nazim was going out in connection with the arrangements for election, Abdul Aziz produced an application before the Nazim who directed him to give the application to him in Court on the following day.

Later, Abdul Aziz the brother of Abdul Wahid put in a criminal complaint in the court of the District Magistrate against the Tahsildar. The District Magistrate has fixed 24th June, 1964, for the appearance of Abdul Wahid."

سردار میر کودا خان زہری — جناب والا ۔ اگر اردو میں بتایا جائے تو اچھا ہے ۔

وزیر مال — میں اردو میں بھی بتا دوں گا ۔

جناب والا ۔ میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ یہ واقعہ ایسے ہوا ہے کہ ۱۰ جون کو تحصیلدار مستونگ خزانہ کے دفتر میں تھا ۔ اس نے باہر سے لاؤڈ سپیکر کی آواز سنی وہ جب باہر آیا اور دیکھا کہ لاؤڈ سپیکر عبدالوحید کی دوکان پر لگا تھا اور اس نے پوچھا تمہارے پاس لاؤڈ سپیکر چلانے کا لائسنس ہے ۔ اس کے پاس لاؤڈ سپیکر چلانے کا لائسنس وغیرہ نہیں تھا ۔ اس نے لاؤڈ سپیکر قبضہ میں لیا اور اس کو گرفتار کر کے ۵۰۰ روپے کی شخصی ضمانت پر چھوڑ دیا ۔ اور اس کے بعد اس کا چالان کر دیا ۔ اسی دن انہوں نے اس کے خلاف ناظم کو درخواست دے دی اور دوسرے دن اس کے خلاف Criminal Complaint دے دی ۔ جو عبدالوحید کے خلاف کیس ہے وہ عدالت میں چل رہا ہے اور تحصیلدار کے خلاف بھی شکایت ہے ۔ اور اس میں بھی ۲۴ تاریخ مقرر ہے ۔ چونکہ ہر دو معاملے sub-judice ہیں اس لئے یہ ایڈجرنمنٹ موشن زیر بحث نہیں لائی جا سکتی ۔

میر ذبی بخش خان زہری— جناب والا ۔ میں یہ عرض کروں گا ۔ جو کیس کے متعلق واقعات ہیں وہ لفظ نہیں آئے ۔ کہ اس تحصیلدار نے اس غریب کو کیوں مارا پیٹا ہے ۔ حکومت کی طرف اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا ۔

مسٹر سپیکر — سوال یہ ہے جب یہ معاملہ sub-j:dice ہے تو اس کے متعلق ایڈجرنمنٹ موشن admissible نہیں ہے ۔

میر ذبی بخش خان زہری— قلات ڈویژن میں جو کچھ ہوا ہے ۔ حکومت کے خلاف اس وقت نفرت پھیل رہی ہے ۔ جس میں اس ڈپٹی کمشنر کا بڑا ہاتھ ہے ۔ اس نے وہاں کے لوگوں کو بڑا بیزار کر رکھا ہے ۔ لہذا میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ایک کمیشن مقرر کرے جو قلات ڈویژن کے حالیہ واقعات کے کے متعلق تحقیقات کرے ۔ اور اس ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار کے رویئے کا خاص طور پر جائزہ لے ۔ میں حکومت کو یقین دلاتا ہوں کہ اس حکومت کا اس میں کوئی قصور نہیں ۔ اور نہ ہی وہاں لوگ اس سے ناراض ہیں ۔ بلکہ وہاں یہ سب کچھ ڈپٹی کمشنر اور مقامی افسران کر رہے ہیں ۔

Mr. Speaker: Mr. Zahri is discussing the merits. He should please take his seat.

بابو صاحب آپ یہ فرمائیں ۔ جیسا کہ وزیر مال صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ معاملہ زیر سماعت عدالت ہے اس لئے اس کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا ۔

بابو محمد رفیق — جناب والا ۔ میں اس بارے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ کہنا بجا ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے ۔ لیکن میں آپ کے توسل سے صرف ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں ۔ وہ یہ کہ آیا لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگانا تحصیلدار کی ڈیوٹی ہے یا پولیس کی ۔ کیا وہ لاؤڈ سپیکر شروع سے ہی وہاں لگا ہوا تھا یا اب لگا ہے ؟

اب جہاں تک اس قسم کے حالات کے قانونی پہلو کا تعلق ہے ۔ یہ درست ہے کہ یہ معاملہ بڑا serious ہے ۔ اس لئے میں آپ کے توسل سے حکومت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ قلات ڈویژن کے حالات پہلے ہی خراب ہیں ۔ وہاں اس قسم کے حالات پیدا کرنا اور اس قسم کا ماحول پیدا کرنا کوئی اچھی بات نہیں ۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ اس معاملے میں دلچسپی لیں اور صحیح کارروائی کریں ۔

Mr Speaker : The member may please take his seat.

سردار میر دودا خان زہری — جناب والا - میں ابھی وہاں سے آ رہا ہوں - اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں - جہاں تک حالات کا تعلق ہے -

مسٹر سپیکر — سردار صاحب آپ حالات کے متعلق کچھ نہ فرمائیں -

سردار میر دودا خان زہری — جناب میں سب حالات آپ کو بتا سکتا ہوں -

میر نبی بخش خان زہری - جناب والا - اگر ہماری حکومت قلات کے معاملات پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں - تو پھر اسے اس ہاؤس میں زیر بحث لایا جائے - اس موقع پر ہم بتائینگے کہ وہاں حالات کیا ہیں -

مسٹر سپیکر — زہری صاحب اس کے متعلق آپ ریزولیشن دیں - اگر قائد حزب اقتدار اس کی اجازت دیں اور اس کے لئے وقت مقرر کریں - تب تو یہ ہو سکتا ہے ورنہ مشکل ہے -

میر نبی بخش خان زہری — جناب والا - اگر ہماری حکومت اس بات پر غور کرنا نہیں چاہتی - تو پھر مجبوری کی حالت میں ہمیں نہیں کچھ کہنا پڑے گا -

سردار میر دودا خان زہری — جناب والا - اصل حالات یہ ہیں کہ چونکہ تحصیلدار صاحب اپنے لئے اس ہوٹل سے کھانا وغیرہ منگواتے رہے ہیں - اس ہوٹل کے مالک نے انہیں اس کا بل بھیج دیا جس سے یہ ساری بات چلی ہے - در اصل وہاں کا دستور یہ ہے کہ چھوٹے طبقے کے افسران اپنے گھر سے کھانا نہیں کھاتے - اور نہ ہی جائے پیتے ہیں - حتاکہ ان کی سرکاری تنخواہ بھی بالکل مفت ہوتی ہے - بلکہ ان کا ذریعہ معاش ہی اسی طرح ہے -

مسٹر سپیکر — سردار صاحب یہ تو آپ واقعات پر بحث کر رہے ہیں - آپ یہ فرمائیں کہ جب یہ معاملہ زیر سماعت عدالت ہے تو اس پر Adjournment Motion کی صورت میں بحث ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

سردار میر دودا خان زہری — جناب والا - میں بحث نہیں کر رہا - میں تو آپ کو حالات بتا رہا ہوں - بات یہ ہے کہ اس ہوٹل والے نے اپنا بل مانگا تھا - اور پولیس کی رپورٹ یہ

ہے کہ وہاں گذشتہ دو ماہ سے کوئی لاؤڈ سپیکر استعمال نہیں ہوا ۔ اور یہ جو تحقیقات ہوئی ہے ۔ یہ بالکل غلط ہے ۔

مسٹر سپیکر۔ سردار صاحب آپ یوں کریں کہ جب General Administration پر بحث کا وقت آئیگا تو اس وقت آپ یہ حالات کسی Cut Motion پر بحث کے دوران پیش کر سکتے ہیں۔

سردار میر دودا خاں زہری۔ جناب عرض یہ ہے کہ جب تک وہ تحصیلدار وہاں سے نہ ہٹے گا۔ اس کے خلاف تحقیقات کرنا فضول ہے ۔

Mir Yusuf Ali Khan Magsi : You say that the matter is sub-judice but the question that I want to ask is what legal right that Naib-Tahsildar or Tahsildar had for giving that fellow a beating ?

Minister of Revenue : If that fellow has got any injury, that will be looked into.

Mir Yusuf Ali Khan Magsi : After all we are living in the 20th century and no officer has any right to treat the people like animals. What legal right this Tahsildar had to give this fellow a beating ?

Mr. Speaker : The Minister says that it would be enquired into.

میر ذبی بخش خان زہری — جناب والا ۔ اس کے متعلق کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا ۔ سوال یہ ہے کہ اسے مارا کیوں ؟ اگر کوئی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کا چالان ہو سکتا ہے ۔ لیکن کسی کو مارنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ۔ اگر میں خاموشی سے ایک تماشائی کی حیثیت سے چپ بیٹھا رہونگا تو اس سے ہمارے ملک کا نقصان ہے ۔ لہذا میری ایماندارانہ رائے ہے کہ حکومت کو قلات ڈویژن کے حالات کے متعلق Thoroughly چھان بین کرانی چاہیئے ۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ وہاں جن افسروں کی وجہ سے حالات خراب ہوئے ہیں ۔ مثلاً ڈپٹی کمشنر وغیرہ ۔ ان کے متعلق تحقیقات کرائی جائے ۔ کیونکہ ان میں ان کا بڑا ہاتھ ہے اس میں حکومت کا کوئی قصور نہیں ۔ اور نہ ہی گورنر صاحب کا کوئی قصور ہے ۔ ہم صدر پاکستان سے خوش ہیں ۔ ہم تو صرف ان لوگوں سے ناخوش ہیں جو ہمارے حالات کو نہیں جانتے ۔

وزیر خزانہ (شیخ مسعود صادق) — I would like to add some-thing Sir. جیسا کہ وزیر مال صاحب نے بار بار فرمایا ہے ۔ یہ معاملہ Sub-judice ہے ۔ جب عدالت میں قانونی طور پر کارروائی ہو رہی ہے تو ہم اس پر discussion کیسے کو

سکتے ہیں - میں یہ عرض کرتا ہوں کہ عدالت کے فیصلے کے بعد میں یہ ذمہ لیتا ہوں کہ کوئی شخص قصوروار ہوا تو ہم اس کے خلاف strict action لیں گے اور سخت کارروائی کرینگے - اب عدالت میں Case چل رہا ہے - How can we enquire. May I know ?

سردار میر دودا خان زہری - جناب والا - جب تک اس تحصیلدار کو وہاں سے تبدیل نہیں کیا جاتا - وہاں کسی قسم کی تحقیقات کرانا بے سود اور بے فائدہ ہوگا -

میر نبی بخش خان زہری - جناب والا - پہلے حکومت وہاں سے ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار کو تبدیل کرے - اس کے بعد تحقیقات کرائے -

Mr. Speaker—That is not the way.

وزیر خزانہ - جناب والا - میں Judicial Inquiry تو کرا نہیں سکتا - اگر اگزیکٹیو انکوائری ہوتی تو میں ان کو remove کر دیتا - لیکن اب جبکہ Judicial Inquiry ہو رہی ہے تو ہم انہیں کیسے remove کر سکتے ہیں -

Mir Yusuf Ali Khan Magsi : I would like to know in whose court this case is going on. If this case is going in D. C's. court, I would request that it should go to some other court.

Minister of Revenue : He can file an application for the transfer of the case in any court.

میر یوسف علی خان مگسی - جناب یہ تو وہی بات ہوئی کہ حاکم خود ہی قصور کریں - اور اس کے بعد ہم انہیں کی عدالت میں درخواست کریں - یہ عجیب بات ہے -

میر نبی بخش خان زہری - جناب - اس ڈپٹی کمشنر کو وہاں سے remove کریں - فی الحال حکومت کیلئے یہی کافی ہے -

Mr. Speaker : The member should take his seat.

As stated by the Minister of Reveuue both these matters are sub-judice and pending in a court of law. The motion is, therefore, ruled out of order.

Next motion is from Haji Gul Hasan Mangi. He is not present, so the motion lapses.

میر محمد مراد خان جمالی - جناب والا! منگھی صاحب بیمار ہیں - انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں یہ درخواست کروں کہ اگر اس Adjournment Motion کو defer کیا جائے تو بہتر ہوگا -

Mr. Speaker : I have already decided that the motion lapses because he is not present in the House.

PROVINCIALC ONSOLIDATED FUND (GENERAL BUDGET)

Mr Speaker : Now, we shall have discussion of expenditure charged upon the Provincial Consolidated Fund (General Budget).

خواجہ محمد صفدر - (سیالکوٹ ۱) جناب والا ! میں اپنی آج کی گذارشات جناب وزیر تعلیم کی نذر کرونگا - ۱۹۶۱ء میں Board of Intermediate and Secondary اس صوبے میں نافذ Education Ordinence ہوا - اس سے پہلے اس موضوع پر جو قانون تھا وہ اس آرڈیننس کی رو سے اس صوبے میں منسوخ قرار دیا گیا۔ اس آرڈیننس کی دفعہ ۴ یوں ہے -

Minister of Education : How does it come under the charged expenditure ?

Mr. Speaker : In the budget there are charged items.

خواجہ محمد صفدر - جناب میں عرض کرتا ہوں۔ جناب والا - جناب وزیر تعلیم صاحب نے یہ اعتراض فرمایا ہے کہ آیا یہ Charged Items کے تحت آتا ہے یا نہیں۔ تو میری عرض یہ ہے کہ جناب گورنر صاحب اس بورڈ کی Controlling Authority ہیں۔ اور یہ ان کے nominee ہیں - دونوں صورتوں میں یہ Charged Item ہے - اگر جناب گورنر صاحب اس بورڈ کو خود کنٹرول کر رہے ہیں۔ تو بھی۔ اور اگر وزیر صاحب کی معرفت کرتے ہیں جن کو انہوں نے nominate کیا ہوا ہے کہ وہ اسے کنٹرول کریں تو بھی یہ Charged Item کے تحت آتی ہے -

Am I clear Sir ?

Mr. Speaker : Demand No. 18 relates to the Education Department.

خواجہ محمد صفدر - جناب والا - چونکہ خاص طور پر اس کے نیچے کوئی Demand نہیں ہے - اس لئے میری گذارش یہ ہے کہ جناب گورنر کی تنخواہ اور جناب وزیر کی تنخواہ دونوں Chargeed Items ہیں جناب گورنر کے متعلق اس آرڈیننس کی دفعہ ۱۳ میں یہ درج ہے کہ وہ Board of Intermediate and Secondary Education کے خود کنٹرولر ہونگے۔ یا ان کا کوئی nominee اس کا کنٹرولر ہوگا -

اس کے بعد یہ بھی دیکھنا ہے کہ کنٹرول گورنر صاحب کے ہاتھ میں ہے - یا ان کے نامزدہ وزیر تعلیم کے ہاتھ میں - دونوں صورتوں میں ہم تقریر کر سکتے ہیں -

مسٹر سپیکر — جہاں تک گورنر صاحب کا تعلق ہے - وہ ہر محکمہ کے انچارج ہوتے ہیں - اس لئے آپ

کہہ سکتے ہیں کہ وہ Charged item ہے - اور تمام Charged item پر آپ کچھ کہہ سکیں گے البتہ منسٹر صاحبان کی پوزیشن مختلف ہے -

خواجہ محمد صفدر - بھی میں عرض کرنے والا تھا - کہ چونکہ گورنر صاحب چیف ایگزیکٹیو ہیں اور سارے صوبہ کی ایڈمنسٹریشن چھوٹی یا بڑی کے انچارج ہیں اس لئے ان items کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے - جب کہ آج ہم Charged Expenditure پر بحث کر رہے ہیں - چونکہ میرا موضوع تعلیم تک محدود ہے - اس لئے ہو سکتا ہے کہ دوسرے پہلوؤں پر بھی اشارتاً کچھ عرض کروں - اس لئے وزیر تعلیم کی تنخواہ کو Charged Expenditure کے تحت زیر بحث لاتے ہوئے یہاں کچھ عرض کر سکتا ہوں -

مسٹر سپیکر - خواجہ صاحب جہاں تک منسٹر صاحب کی تنخواہ کا تعلق ہے آپ یہ بتائیں کہ وہ ایجوکیشن کی item میں زیر بحث آ سکتی ہے یا General Administration کی item کے تحت -

خواجہ محمد صفدر - میں اس موضوع کو اس طرح سمجھتا ہوں کہ دونوں طرح سے میں جو گذارشات پیش کروں گا وہ بالکل relevant ہوں گی -

وزیر خزانہ—انشا اللہ -

خواجہ محمد صفدر—جہاں تک وزیر تعلیم صاحب کی تنخواہ کا تعلق ہے وہ Charged item ہے -

General Administration, Demand No. 11 میں اسے زیر بحث لاتے ہوئے وزیر تعلیم کی تمام ذمہ داریاں زیر بحث لائی جا سکتی ہیں - اب وہ delegated powers کے ذریعہ بورڈ کو کنٹرول کرتے ہیں یا direct بذریعہ اپنے سیکرٹری اپنے محکمہ کو کنٹرول کرتے ہیں -

وزیر خزانہ — کیا آپ ان کی تنخواہ بند کرانا چاہتے ہیں -

خواجہ محمد صفدر—نہیں میں ان کی تنخواہ بند نہیں کرانا چاہتا ۔ ہو سکتا ہے میرے کچھ عرض کرنے سے ان کی تنخواہ میں اضافہ ہو جائے ۔

جناب والا — میں یہ گذارش کروں گا کہ گورنر صاحب کی تنخواہ Charged Expenditure ہے اور آج اس item پر بحث ہو سکتی ہے ۔

Mr. Speaker: This is not particularly for Education. He has not been appointed by the Governor for the sake of Education.

Khawaja Muhammad Safdar: Not at all, Sir.

اس طرح چونکہ گورنر صاحب کو محض ایجوکیشن کے لحاظ سے discuss نہیں کیا جا رہا بلکہ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث کر سکتے ہیں ۔ گورنر صاحب کی تنخواہ کو سامنے رکھ کر ۔ کیونکہ ایجوکیشن کے علاوہ اریگیشن ۔ لینڈ ریونیو ایگریکلچرل لیبر کواپریٹو اور دوسرے تمام محکموں کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے ۔ ان حالات میں آج کا جو موضوع ہے اس پر گفتگو کرتے ہوئے میں نقطہ نظر سے کوئی چیز بھی irrelevant نہیں ہوگی ۔ جس کا صوبہ سے تعلق ہو گا ۔ اور جب ہم گورنر صاحب کی تنخواہ کو زیر بحث لائیں گے تو ان کی تمام ذمہ داریاں بھی شامل ہو جائیں گی ۔

وزیر تعلیم (میاں محمد یاسین خان وٹو) — جناب والا— چونکہ یہ قانونی نقطہ ہے اس لئے میں قانون کا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں ویسے یہ ایجوکیشن کی demand پر آگے cut motions آ رہے ہیں اس میں ساری چیزیں زیر بحث آ سکتی ہیں اور جو ایجوکیشن کے متعلق اعتراضات ہیں۔ وہ بھی پیش ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اس وقت جہاں تک expenditure کا تعلق ہے۔ اس کا تعلق آرٹیکل ۸۸ سے ہے ۔ وہ میں جناب کی خدمت میں پڑھوں گا ۔

The following expenditure is charged upon the Provincial Consolidated Fund of a Province :—

(a) Remuneration payable to the Governor of the Province and other expenditure relating to his office.

(b) (iii) the Members of the Governor's Council of Ministers for the Province;

اس چیز سے میرے فاضل دوست نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ اس provision کی وجہ سے کوئی بھی چیز جس سے گورنر صاحب کا یا وزیر متعلقہ کا کسی حیثیت سے تعلق ہو charged expenditure ہو وہ جاتی ہے ۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ آئین کے الفاظ اور ان کی روح کے خلاف ہے۔ اس لئے اگر charged expenditure میں ساری چیز آ سکتی ہے۔ تو پھر بات discuss کی جا سکتی ہے۔ تو جناب والا charged expenditure اور Other Expenditure میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اور پھر جس طرح واضح ہے کہ تمام Remunerations discuss کی جا سکتی ہیں گورنر صاحب یا وزیر کی ڈیوٹیز متعلقہ طریقہ سے Other Heads میں آئینگی۔ اس کے cut motion یا اس پر بحث کے دوران جو جنرل پالیسی ہوگی یا دوسری چیزیں ہونگی وہ زیر بحث آ سکتی ہیں۔ لیکن اس Charged Expenditure میں گورنر صاحب کے اخراجات اور ان کے آفس کے اخراجات اور وزرا کی تنخواہیں وغیرہ یہ چیزیں ہیں جو اس سلسلہ میں زیر بحث آ سکتی ہیں۔ باقی جہاں تک ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا تعلق ہوگا اور جہاں تک ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی Autonomies Bodies کا تعلق ہوگا وہ ایجوکیشن کے ہیڈ کے تحت زیر بحث لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہاں charged expenditure کے تحت نہیں لائی جا سکتی کیونکہ اگر وہ صورت ہو اور میرے فاضل دوست اس کی یہ interpretation کریں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر وہ خرچ جس کو یہ Charged Expenditure کے تحت لانا چاہتے ہیں۔ اس پر ووٹنگ نہیں ہو سکے گی۔ وہ صرف Charged Expenditure ہے جس کے متعلق Voting نہیں ہوگی۔ بلکہ صرف بحث ہوگی اور دوسری چیزیں جو Expenditure میں آتی ہیں وہ وہ چیزیں ہیں جن پر بحث بھی ہوگی cut motion بھی آئیں گے اور جو new expenditure بھی ہوگا۔ میرے خیال میں میرے فاضل دوست اس interpretation سے آئین اور قانون کی کوئی خدمت انجام نہیں دے رہے بلکہ وہ expenditure جس کے لئے ہاؤس کو زیادہ اختیارات ہیں وہاں زیادہ اختیارات سے نکال کر یہاں محدود اختیارات کی شق میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ مناسب نہیں اور آئین کی spirit کے خلاف ہے۔

Mr. Speaker: Has the member anything to add to his arguments.

خواجہ محمد صفدر۔ میری arguments تو وہی ہیں۔ جو میرے محترم دوست وزیر صاحب نے ارشاد فرمائی ہیں۔ آرٹیکل ۸۸ کے تحت جناب گورنر صاحب کی تنخواہ اور دوسرے اخراجات charged expenditure کے تحت آتے ہیں اور اس کے بعد ۸۸ ب ۳ کے تحت Council of Ministers کی تنخواہیں آتی ہیں۔

مسٹر سپیکر—پھر ان دونوں اخراجات میں کیا distribution ہوگی۔ charged expenditure میں اور other expenditure میں۔

وزیر تعلیم — اگر جناب قائد حزب اختلاف سے یہ بات پوچھ لیں کہ اگر اس استدلال سے وہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی جو ساری شقیں اور مدیں ہیں وہ charge expenditure میں لانا چاہتے ہیں۔

اس استدلال سے کہ گورنر صاحب اور وزیر صاحب کا تعلق اس چیز سے ہے تو کیا اس استدلال سے سارے محکمہ کی ساری چیزیں charged expenditure میں نہ آ جائیں گی ۔

خواجہ محمد صفدر — میری Contention بھی یہی ہے ۔

جناب والا ! میرے محترم دوست نے یہ ارشاد فرمایا ہے charged expenditure پر بحث کرتے ہوئے صرف تنخواہ کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے ۔ غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ میں بحث کروں کہ گورنر صاحب کی تنخواہ میں اتنی کمی کر دی جائے یا اتنی زیادتی کر دی جائے یا وزیر صاحب کی تنخواہ میں اتنی کمی کر دی جائے یا اتنی زیادتی کر دی جائے اس سے آگے میں یہ وجوہات پیش نہ کروں کہ کیوں یہ کمی کی جائے اور کیوں زیادتی کی جائے ۔ charged expenditure میں آپ کو معلوم ہے کہ کس قسم کی کٹوتی کی تحریک ایوان میں پیش نہیں جا سکتی۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمیں اس آئین میں مالیاتی امور کے متعلق اس قسم کی شقیں رکھ دی گئی ہیں ۔ کہ اس ایوان کے اختیارات کو حد درجہ محدود کر کے رکھ دیا ہے ۔

ان محدود اختیارات کے ہوتے ہوئے ہم جس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہم نے اپنے طریقے اور طور استعمال کرنے ہیں اور آئین کے اندر رہتے ہوئے کرنے ہیں ۔ آئین نے یہ واضح طور پر ہمیں حق دیا ہے کہ ہم charged expenditure پر بحث کریں ۔

بحث کرتے ہوئے ہم کسی فرد کی ذات پر بحث نہیں کر سکتے ۔ لیکن میں وٹو صاحب کی خدمت میں یہ عرض نہیں کر سکتا کہ وہ رات کے ۱۲ بجے تک کہاں تھے باہر گئے تھے یا اندر تھے یا صحن میں بیٹھے تھے یا کمرے میں بیٹھے تھے لیکن یہ بحث کر سکتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں ایجوکیشن کا قلمدان ہے آپ نے گذشتہ ۹ ماہ میں تعلیمی معاملات میں کیا کیا۔ اور کیا کچھ نہیں کیا ۔ اور آپ کو اس خزانے سے ۳ ہزار روپیہ تنخواہ ملتی ہے اور دیگر مراعات بھی دیجاتی ہیں آپ اسکے عوض کونسی خدمات انجام دیتے ہیں اور دے رہے ہیں۔ آخر دونوں ہی چیزیں ہیں ایک انکی پرسنل لائف ہے جس پر ہم کوئی بحث نہیں کر سکتے اور دوسری انکی پبلک لائف ہے ۔ پبلک لائف سے میری مراد یہ ہے کہ یہ وزیر ہیں اور ہم اس پر بحث کریں۔ لیکن آئین

اور میرا اخلاق دونوں مجھے اسکی اجازت نہیں دیتے کہ میں کسی دوست یا بزرگ کی ذات پر بحث کروں لیکن میں وزیر صاحب کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں کہ وزیر تعلیم کی حثیت سے آپ نے اس ملک میں کیا کیا ۔ اور اس تعلیم کے ساتھ ساتھ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اور سکنڈری ایجوکیشن آتا ہے ۔ اسکی ڈائرکٹ ذمہ داری ۱۹۶۱ء کا ایک آرڈننس ہے اسکے غالباً سکشن ۱۳ ہے جس میں صاف طور سے دیا ہوا ہے کہ گورنر صاحب کنٹرولنگ آتھارٹی کے طور پر اس بورڈ پر نمائندے قائم کریں گے تو میں اس کنٹرولنگ اتھارٹی کی خدمت میں بھی عرض کرونگا ۔

Mr. Speaker: Will they get their remuneration solely on that ground ?

Khawaja Muhammad Safdar: No Sir , there are so many other grounds.

اور اس طور پر میرا Contention یہ ہے کہ انکو اسکی تنخواہ دیجاتی ہے اور جناب گورنر صاحب چیف ایگزیکٹو ہیں اور چیف ایگزیکٹو ہوتے ہوئے جو فرائض انکے ذمہ ہیں وہ ہم زیر بحث لا سکتے ہیں اور اس قانون میں واضح طور پر اور تنبیہ کے طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ گورنر صاحب چیف ایگزیکٹو ہیں اتھارٹی ہیں اگر کوئی ڈانڈہ پڑے اگر کوئی پرچہ جاری ہو پرچہ کاٹا جائے کچھ بھی کاروبار ہو جائے تو ہم ان سے یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ مہربانی کر کے فرمائیے کہ ایسا کیوں ہوا ۔

مسٹر سپیکر—خواجہ صاحب نے Charged upon the provincial consolidated fund of a province سے شروع کیا ہے یہ فرماتے ہیں کہ ہم سکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں جسپر یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا سکنڈری ایجوکیشن کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے یا نہیں وہ Charged Item ہے یا نہیں اس مسئلے میں آرٹیکل ۸۸ ۔ نہایت واضح ہے جس میں الفاظ

"Charged upon the provincial consolidated fund of a province"

آتے ہیں اور جس میں پہلے یہ ہے کہ گورنر صاحب کی تنخواہ جو انکی واجب الادا ہے دوسرے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر اور پراونشل اسمبلی کے ممبروں کی تنخواہ تیسرا ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہ چوتھے وزراء کی تنخواہ اسکے بعد پارلیمنٹری

سیکرٹریز کی تنخواہ اور پبلک سروس کمیشن کے ممبروں کی تنخواہ اسکے علاوہ ۔

(c) The administrative expenses of, including remuneration payble to officers and servants employed in connection with, the Provincial Assembly, the High Court of the Province and the Public Service Commission of the Province ;

(d) Debt charges for which the Provincial Government is liable, including interest, etc.

(e) Sums required to satisfy any judgement, decree or award against the Province by any Court or tribunal ;

(f) Other sums declared by an Act of the Provincial Legislature to be so charged.

یہ تفصیل آرٹیکل ۸۸ میں Charged Item سے دی گئی ہے جہاں تک ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ڈیمانڈ کا تعلق ہے اگر اسمیں دیکھا جائے تو ڈیمانڈ نمبر ۱۸ ہے ۔ Charged Item ہے اور اس Item پر کوئی ڈیمانڈ نہیں کی گئی اس لحاظ سے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا کوئی Item بھی Charged Item نہیں ہے ۔ رہا یہ سوال کہ گورنر صاحب کی تنخواہ یا فاضل وزراء کی تنخواہیں ایک Charged Item ہے اور Charged Item ہونیکی حثیت سے یہ مسئلہ محکمہ تعلیم میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے ۔ تو اسکے متعلق میں خواجہ صاحب سے متفق نہیں ہوں کہ گورنر صاحب کی تنخواہ صوبے بھر کی محکمہ تعلیم کا انچارج ہونیکی حثیت سے Charged Item بن سکتا ہے اگر وہ گورنر صاحب کی تنخواہ یا فاضل وزراء کی تنخواہ کے متعلق کچھ فرمانا چاہیں تو فرما سکتے ہیں ۔ لیکن جہاں تک محکمہ کی پالیسی اور سکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن کی پالیسی کا تعلق ہے اور اسکی کارکردگی کا تعلق ہے اور وہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں تو وہ اس میں نہیں آ سکتا اسکے متعلق ڈیمانڈ نمبر ۱۸ موجود ہے اسکے اوپر کٹ موشن ہے اسوقت وہ تقریر فرما سکتے ہیں اور فاضل وزرا اور گورنر صاحب کی تنخواہوں کے متعلق اسی stage پر وہ فرما سکتے ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر—جناب والا ! باوجود اس امر کے کہ جناب کی اس رولنگ سے مجھے ذاتی اختلاف ہے لیکن میں اسکے سامنے نہایت ادب سے اپنا سر جھکاتا ہوں ۔ جناب وزیر صاحب جو کہ بورڈ آف سکنڈری اور انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کے کنٹرولر ہیں انکو تنخواہ بحثیت کنٹرولر سکنڈری ایجوکیشن کے دیجاتی ہے لیکن اب اس پر بحث ختم ہو گئی ۔

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن ۱۹۶۱ء میں ایک آرڈننس کے تحت——

Minister of Education : On a point of order Sir. After your honour's ruling and after the very gracious acceptance by the Leader of the Opposition of that ruling, he is again discussing those very things, which your honour has by your ruling over-ruled.

مسٹر سپیکر—وٹو صاحب آپ خواجہ صاحب کو پورا سن لیں کہ وہ کون سا Argument advance کرتے ہیں -

خواجہ محمد صفدر—میں یہ عرض کرنے والا ہوں کہ چونکہ وزیر تعلیم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکے اسلئے انکو تین ہزار روپے تنخواہ نہیں ملنی چاہئے اور اگر ہو سکے تو میری گذارشات سننے کے بعد اگر یہ ایوان مجھ سے اتفاق کرے تو ان پر جرمانہ کرنا چاہئے -

وزیر تعلیم—ویسے میں ان سے متفق ہوں میں تین ہزار سے کم قبول کرتا ہوں -

خواجہ محمد صفدر—تو جناب والا ! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جناب گورنر صاحب کے نمائندے کی حیثیت سے اور بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کے کنٹرولر کی حیثیت سے انہوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں حد درجہ کوتاہی کی ہے اور حد درجہ بلکہ مجرمانہ حد تک لاپروائی برتی ہے جس سے -

مسٹر سپیکر—خواجہ صاحب "مجرمانہ" کا لفظ آپ استعمال نہ کریں -

He should please withdraw that word.

Khawaja Muhammad Safdar : I withdraw.

تو جناب والا ! میں یہ گذارش کر رہا تھا - کہ انکے ذمے چند در چند فرائض اس صوبے کے عوام نے ڈالے ہوئے ہیں - ان فرائض میں سے ایک یہ ہے - کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کو اس طور پر چلائیں - کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ براء ہو سکیں - اس بورڈ کی ذمہ داریاں دراصل کنٹرولر کی ذمہ داریاں ہیں - یعنی وزیر تعلیم کی ذمہ داری ہے - اور وہ ذمہ داریاں کیا ہیں - سیکشن نمبر ۱۰ میں یہ تحریر ہے - کہ . . . .

"Subject to the provisions of this Ordinance, the Board shall have power to organise, regulate, develop and control intermediate education and secondary education."

دیکھنا یہ ہے کہ جناب وزیر صاحب نے اس صوبے کی انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کو کس طرح آرگنائیز کیا ہے - کس طرح ریگولیٹ کیا ہے اور کس طرح بورڈ کو کنٹرول کیا ہے- کیا انہوں نے اس صوبے کی ان خدمات کو جو کہ انکے ذمہ عائد ہوتی ہیں- احسن طریق سے انجام دی ہیں - یا ان میں کوئی کوتاہی برتی ہے- اگر کوتاہی برتی ہے - تو پھر میں یہ عرض کروں گا - کہ انکی تنخواہ کا بوجھ اس غریب صوبے کے خزانے پر نہ ڈالا جائے - تو جناب والا چاہئے تو یہ تھا - کہ جب میں نے اپنی معروضات کا آغاز کیا تھا - تو میرے دوست اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس صوبے میں یا کم از کم لاہور ریجن میں جو انتہائی شرمناک قسم کے سیکنڈل گذشتہ کئی سالوں سے رونما ہو رہے ہیں - انکے متعلق اپنے بورڈ کی پوزیشن واضح کرتے -

وزیر تعلیم—انکے متعلق Demand موجود تھی - اور "Expenditure and other than new expenditure" is coming.

خواجہ محمد صفدر—لیکن انہوں نے یہ مناسب سمجھا - کوئی بات نہیں - اس ضمن میں بھی وہ مرحلہ آئیگا - تو میرے دوست اسکے متعلق کچھ نہ کچھ اپنی گذارشات پیش کریں گے - بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا - کہ اس مختصر سے وقت میں میں یہ ثابت کروں گا - اور کوشش کروں گا - کہ بحیثیت کنٹرولر کے جناب وزیر صاحب نے تعلیم کے نظام اس حصے کو جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے نہ ریگولیٹ کیا ہے - بلکہ irregulate کیا ہے - انہوں نے اسکو improve نہیں کیا- انہوں نے اسمیں بہتری کی کوئی صورت پیدا نہیں کی - بلکہ حالات کو ابتر بنایا ہے - انہوں نے اسکو آرگنائز نہیں کیا - بلکہ Disorganize کیا ہے - اور صورت حال یہ ہے - کہ آج سے چند ماہ قبل ایک سیمینار میں تقریر فرماتے ہوئے چیئرمین بورڈ نے جنکا کہ کنٹرول جناب وزیر تعلیم کرتے ہیں - انہوں نے ارشاد فرمایا کہ انکے تحت امتحانات میں پچیس فیصد طلباء بددیانتی سے پاس ہوتے ہیں - ایسے ذرائع استعمال کرتے ہیں - جن کا تعلق کم از کم دیانت سے نہیں -

یہ ان کا اپنا اعتراف ہے - اگر میں ان کی جگہ ہوتا - تو اور کوئی ثبوت نہ لیتا - محض ان کے اس اعتراف پر- اس اعتراف گناہ پر کہ پچیس فیصد طلباء میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانوں میں unfair means اور طریقے اختیار کرتے ہیں - تو میں ان کو ڈسمس کر دیتا - بورڈ کے چئرمین کو——مسٹر نیازی نے لاہور میں ایک سیمینار میں یہ تقریر فرمائی تھی - کہ

پچیس فیصد طلباء unfair means اختیار کرکے میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانوں میں پاس ہوتے ہیں - میرے لئے ان کا یہی اعتراف کافی تھا - لیکن بس یہاں نہیں ہوتی - محکمہ تعلیم کی تاریخ میں امسال بدترین قسم کا سیکنڈل ہوا تھا - اردو (لازمی) ، انگریزی (لازمی) اور سوکس (Civics) (لازمی) پرچے سابق پنجاب کے صوبے میں بیس بیس روپے پر بکتے رہے ہیں - کیا کسی کو اس بات سے انکار کرنے کی جرأت ہے - لاہور اور گوجرانوالہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی صبح کو جو پرچہ ہوتا تھا - رات کو وہ پرچہ بیس روپے میں فروخت ہوا - لیکن اس کو زیادہ Dilate نہیں کروں گا - کیونکہ یہ Subjudice ہے - اور آج کل میں اس کے متعلق فیصلہ ہونے والا ہے - اور اس کے متعلق تقریر نہیں کی جاسکتی ہے - تین cases کے متعلق پولیس نے پرچہ کر رکھا ہے - اور جن کے متعلق عوام کو علم نہیں ہوگا - ان کی تعداد آٹھ دس کے قریب ہوگی - یا پانچ ہیں - اس سے ان کے گلستان کی بہار کا قیاس ہو سکتا ہے - کہ باقی پرچوں کا کیا حال ہے - اس کے متعلق جناب چیئرمین بورڈ نے پولیس تفتیش کے بعد انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں اپنا سارا زور خطابات اس بات پر صرف کیا - کہ پرچوں کی یہ leakage انکے دفتر سے نہیں ہوئی - بلکہ امتحانات کے کمروں کے جو سپرنٹنڈنٹس مقرر ہوئے ہیں - ان کے کمروں سے ہوئی ہے - میں مانتا ہوں - کہ اس میں بعض سپرنٹنڈنٹس اور invigilators ماخوذ ہیں - لیکن سوال یہ - کہ ان کو مقرر کون کرتا ہے - چیئرمین بورڈ اس ذمہ داری سے کس طرح بری ہو سکتے ہیں - وہ خود ہی ان کو مقرر کرنے والے ہیں - اگر وہ بددیانتوں ، بےایمانوں اور خائنوں کو مقرر کرتے ہیں - جب وہی امتحانات کے سپرنٹنڈنٹس اور invigilators مقرر کرتے ہیں - تو انکی تمام تر ذمہ داری ان کے ذمہ ہے - اگر وہ افراد برے تھے - تو کیوں نہ ان کی چھان بین کی گئی - اور پھر یہ کہنا - کہ وہ مختلف سکول اور کالجوں کے ملازمین ہیں - اس لئے مجھ پر ان کی ذمہ داری عائد نہیں ہو سکتی - میرا خیال ہے - کہ اس دلیل سے نہ کنٹرولر صاحب اور نہ چیئرمین بورڈ اس سے بری الزمہ ہو سکتے ہیں - اگر اسی پر اکتفاء کی جاتی - تو شائد کوئی بات بن جاتی - لیکن بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے حد درجہ کوشش کی کہ یہ

پردۂ راز میں رہ جائے - اور اس پر مٹی ڈالی جا سکے - یہاں تک کہ گوجرانوالہ کے ایک سپروائزر نے بورڈ کے دفتر میں کنٹرولر صاحب کو ٹیلیفون کیا - کہ اس وقت دس بجے ہیں - اور دو بجے دوپہر کو جو پرچہ اس کمرۂ امتحان میں ہونیوالا ہے - وہ out ہو چکا ہے - لیکن وہ وہاں موجود نہ تھے - اس نے اسسٹنٹ کنٹرولر کا پتہ کیا - وہ بھی نہیں تھے لازماً انہوں نے ایک کارک کو پیغام دیا - اور بارہ بجے کے قریب پھر ٹیلیفون کیا - اور جب ان کو بتایا گیا - تو انہوں نے کہا - کچھ نہ کچھ انتظام کرلینگے - Why should you worry یہ ایک سپرنٹنڈنٹ امتحان کو جواب دیتے ہیں - میں کہونگا - کہ وہ بیوقوف تھا - کہ اس نے ان کو دو مرتبہ ٹیلیفون کیا -

اور دو بجے تک وہاں گوجرانوالہ انتظار ہوتا رہا - لیکن نہ کنٹرولر وہاں پہنچے اور نہ اسسٹنٹ کنٹرولر وہاں پہنچے - کیوں اس لئے کہ یہ بات گذر ہی جائے - چھپی ڈھکی رہے تو اچھا ہے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ بددیانتی ہو رہی ہے - لیکن آج سے نہیں ہو رہی ہیں - یہ پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال سے ہو رہی ہیں - بات یہ ہے کہ جب سے موجودہ set up بنا ہے تو یہ اپنی نا اہلیوں کی وجہ سے اور اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اس قسم کی صورت حالات پیدا کر رہا ہے - کہ میں کسی کو بد دیانت نہیں کہتا - میں ان لوگوں کے ذاتی کردار سے واقف تو نہیں ہوں - بلکہ جس کسی دوست سے میں نے بات کی اس نے کچھ حوصلہ افزا جواب نہ دیا - البتہ مجھے ایک افسر نیازی صاحب کے متعلق کہا گیا کہ وہ شریف انسان ہیں - رشوت خور نہیں ہیں اور وہ دوست ایسے ہیں جن پر آپ Depend کر سکتے ہیں - لیکن جناب نیازی صاحب کی شرافت اور دیانتداری کی کیا کہیں جبکہ ان کا ہر ماتحت رشوت لیتا ہے اور وہ چشم پوشی کرتے ہیں اور ان کے ماتحت بد دیانتی کرتے ہیں اور وہ آنکھیں دوسری طرف پھیر لیتے ہیں - تو اس دیانت کا اور اس امانت کا کیا کیا جائے امانت تو یہ ہے کہ جو ان کے ذمہ فرض عاید ہوا ہے وہ اس کو پورا کریں - امانت یہ نہیں کہ میں پیسہ نہ لوں - امانت تو یہ ہے مجھے چیئرمین بنایا گیا ہے - بھاری بھر

کم مجھے تنخواہ دی جاتی ہے میں دیکھوں کہ ماتحت عملہ دیانتداری سے کام کررہا ہے یا نہیں ۔ یہاں تک نہ جائیں ۔ کیا یہ امر واقع نہیں ہے کنٹرولر صاحب سے میں پوچھنا چاہتا ہوں ۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ آپ کے بورڈ کا ماتحت عملہ معمولی چند روپے لے کر پرچے تبدیل کردیتا ہے امتحانات کے ؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ اس صوبے کا ایک ایک بچہ جانتا ہے کہ پچاس سو روپیہ لیکر پرچہ تبدیل کردیا جاتا ہے ۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے ۔ کیا امتحانات کے کمرے میں حل شدہ پرچے اندر آتے ہیں اس لئے کہ بچوں نے یا ان کے والدین نے سپرنٹنڈنٹ کو روپیہ دیا ہوتا ہے یا رشوت دی ہوتی ہے ۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے جناب والا کہ رول نمبر تو آخری دن تک جاری نہیں کئے جاتے ۔ کل امتحان ہے اور بیسیوں طالبعلموں کو ایک دن بھی پہلے رولنمبر نہیں ملتا ۔ کیا یہ Efficiency ہے ؟ کیا یہ دیانتداری ہے ؟ اگر کسی کلرک کسی سپرنٹنڈنٹ کسی اسسٹنٹ کنٹرولر یا کسی بڑے آدمی کی مٹھی گرم کی جائے تو اسی وقت رولنمبر مل جاتا ہے ۔ اس سال میٹرک کے امتحان دینے والا سیالکوٹ کا ایک لڑکا میرے پاس آیا اور وہ رہا رو تھا ۔ وہ کہیں دیہات کا رہنے والا تھا ۔ وہ کہتا تھا کہ میں نے کل امتحان کے کمرے میں بیٹھنا ہے ۔ مجھے رولنمبر نہیں ملا ۔ میری نیازی صاحب سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن اس روز میں نے ٹیلیفون پر نیازی صاحب کو کہا کہ جناب میرے پاس ایک بچہ ہے جو فلاں سکول اور فلاں ضلع سے تعلق رکھتا ہے اس نے کیا گناہ کیا ہے ۔ اس نے اپنی کتابوں پر محنت کی ہے اور اس کا امتحان ہونے والا ہے اور آج وہ لاہور میں مارا مارا پھر رہا ہے تو انہوں نے از راہ کرم مجھے ارشاد فرمایا کہ اس کو میرے پاس بھیج دو میں اس کو رول نمبر دلوا دیتا ہوں اور وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ کیا اس طرح تعلیم کو کنٹرول کیا جاتا ہے ۔ نتیجے پھر نکلتے ہیں ۔ نتیجے جناب نکلتے ہیں تو وہ بالا اقساط شائع ہوتے ہیں اور جناب والا میں آپکو عرض کردوں اور آپ کی معرفت جناب کنٹرولر صاحب کی خدمت میں عرض کردوں کہ آج سے ۷ سات سال پہلے پنجاب یونیورسٹی کی حدود ۔ اور میں ۱۸ سال پہلے کی بات کرتا ہوں ۔ شاید میرے

دوست ناراض نہ ہوں اس لئے میں ذکر کرنا نہیں چاہتا تھا ۔ کراچی سے لیکر خیبر تک اور کشمیر کو شامل کرتے ہوئے کراچی تک پنجاب یونیورسٹی کی حدود تھیں اور میٹرک سے لے کر ہر قسم کی ایم ۔ اے کی کلاسیں ۔ Post-Graduation کے امتحانات یونیورسٹی لیا کرتی تھی ۔ اور آج یہ کہیں یا نہ کہیں کہ ہمارے پاس طلبا کی تعداد زیادہ ہے ۔ صرف اولڈ پنجاب میں بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کو ایسا اختیار ہے ۔ ورنہ پشاور اور حیدر آباد کے لئے علیحدہ بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن ہے ۔ اور کراچی کے لئے علیحدہ ہے ۔ تو یہ کیوں ایسا ہوتا ہے کہ بالاقساط نتیجے شائع ہوں ۔ پہلے ہم نے کبھی نہیں سنا تھا ۔ یہ نتائج کی قسطیں جو آرہی ہیں تو کیا ہوتا ہے ۔ ایک بچے کے امتحان کے نتیجے کا اس سلسلہ میں کارڈ جاتا ہے کہ تم فلاں مضمون میں سپلیمنٹری امتحان دو گے تو وہ کہتا ہے بہت اچھا ممکن ہے کہ میری اس پرچے میں خاصی رہ گئی ہو ۔ جب ۱۰'۱۰ روز رہ جاتے ہیں امتحان کے تو پھر ایک کارڈ چلا آتا ہے بورڈ کی طرف سے کہ فلاں مضمون میں امتحان نہیں دینا بلکہ فلاں میں دینا ہے ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے کارڈ پڑھا ہے کہ بچے کو کارڈ گیا کہ تم فیل ہو اور بعد میں گیا کہ تم پاس ہو ۔ یہ ایک کرتب ہے جو اس بورڈ میں ہو رہا ہے ۔ یہ ایک تماشہ ہے جو بورڈ نے بنایا ہوا ہے کہ فیل کا پاس ہونا اور پاس کا فیل ہونا ۔ میں جناب کنٹرولر صاحب کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ تو غالباً یہ کہ رہے ہوں کہ تھوڑی سی تنخواہ کم کر دیں شائد میری تقریر کے بعد یہ ساری تنخواہ چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے ۔ کنٹرولر جناب وزیر تعلیم سے میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اور سکنڈری ایجوکیشن اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے سے بالکل ناکام رہا ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری جناب کنٹرولر میاں محمد یاسین خان وٹو وزیر تعلیم پر ہے ۔ اس کی وجوہات یہ کہ انہوں نے محض Nepotism کے خیال سے خویش پروری کے خیال سے اور دوست نوازی کے خیال سے وہاں بوڑھے کھوسٹ لوگ بھرتی کئے ہیں جنہیں ریٹائر ہوچکے مدت ہوئی لیکن ان کو دوبارہ Lifepension دی جارہی ہے ۔ میں آپ کو بتاتا

ہوں کہ چیئرمین بورڈ ریٹائرڈ آدمی ہے - اور Controller of Examinations جو ہیں انکی عمر میری اطلاع کے مطابق ستر سال سے زیادہ تجاوز کر چکی ہے لیکن چونکہ محکمہ تعلیم کے بڑے افسروں کے وہ منظور نظر ہیں اس لئے دوبارہ انہیں سروس میں رکھا گیا ہے - لہذا یہ Scandal ایسا ہے جس کے لئے Controller of Examinations کی ڈائریکٹ ذمہ داری ہے کہ وہ امتحانات درست طور پر کروائے - پرچے سیٹ کرائے - اور Leakage کی تمام تر ذمہ داری اس کے کاندھوں پر ہے بلکہ چیئرمین پر بھی ہے اس Leakage کی ذمہ داری اس کے بعد آپ سنکر حیران ہونگے کہ ان کی معیار ملازمت میں ایک سال کی توسیع کردی گئی ہے ان تین پرچوں کے Scandal کے بعد - میں آپکی وساطت سے جناب کنٹرولر صاحب کی خدمت میں گذارش کرونگا کہ انہوں نے ایک معرکہ اور مارا ہے کہ ان کے لئے **ہلال پاکستان** کی سفارش کرنی چاہئے کہ یہ خطاب انہیں آئندہ سال دیا جائے - ادھر ایک سال کی توسیع ہوگئی ہے اور ممکن ہے کہ اگر وہ ۷۰ برس کے نہ ہوں گے تو ۷۲ کے ہوں گے تو اگر ۸۰ سال تک انہیں ملازم رکھا جائے - خدا ان کی عمر دراز کرے تو کونسی بات ہے - پھر انہوں نے ایسا کارنامہ کیا ہے کہ تعلیم کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا - جناب والا میری یہ گزارش ہے جو میں بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کی خدمت میں پیش کرنی چاہتا تھا وہ ہے جناب والا ایک بات جو میں بھول گیا تھا - شاید وہ ان کے علم میں اضافہ کر دے - جناب والا - یہیں نہیں - بلکہ Secrecy Office میں جو کام ہوتا ہے اور بورڈ جہاں کے Fictitious نمبر لگائے جاتے ہیں آپ دس بارہ روپے خرچ کریں اور در قسم کا Fictitious Roll Number وہاں سے آپ کو مل جائے گا - میرے پاس ایک چھٹی ہے اس کا اقتباس میں پڑھوں گا اس چھٹی کی Original جو ہے وہ چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے پاس گئی ہے میرے پاس صرف نقل ہے - اس لئے میں نہیں سمجھتا۔ ان کو اطلاع مل گئی ہے۔ اگر میں آپ کی اور جناب کنٹرولر صاحب کی اور اس معزز ایوان کے معزز اراکین کی خدمت میں یہ اطلاع عرض کردوں تو میرا خیال ہے یہ کوئی بری بات نہ ہوگی -

To

The Chairman, Board of Secondary Eduction, 49-A Lawrence Road, Lahore.

Sir,

The most deplorable and distressing situation is being brought to your kind notice with a deep sense of melancholy that under your able guidance and effective supervision, every nefarious activity is in operation in the Board Office. Who am I am through what sources did I collect information are the questions about which you need not worry at all. The crux of the problem is that how do the people come to know about your secrets and how long will they be allowed to go on playing with the lives of the young generation. To a common mind all that has been done or is being done brings about a stigma on the fair name of an examining body and credit goes directly to its Head in particular, and to the people at the helm of affairs in general.

Please verify the following secret information from your record and then mourn over the fate of the people who have put in such a defamatory state in your last stage of life. This information is about the Intermediate Ist Year Examination held this year :—

(1) English Paper 'A' of Roll No 26510 has been sent to Raja Farooq Hasan, Professor, Gordon College, Rawalpindi.

(2) English Paper 'A' of Roll No. 38002 has been sent to Mr. Ahsan Elahi of Lawrence College, Ghora Gali.

(3) Persian Paper 'A' of Roll No. 12931 has been sent to Mrs. Mahboob Abid, Professor, Govenment Inter. College for Women, Sargodha.

(4) Islamiyat Paper 'A' of Roll No. 960 has been sent to Rana Manzoorul Hasan, Lecturer, Intermediate Trust College, Kamalia.

(5) Civics Paper I of Roll No. 23096 has been sent to Mr. Feroze Qazi, Lecturer, Government College, Jhelum.

(6) Physics Paper I has been sent to Malik M. Aslam, T. I. College, Rabwah.

تو جناب والا آپ اس سے اندازہ کر لیں یہ کس حد تک ہمارے کنٹرولر صاحب اس بورڈ کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں - اور یہ بورڈ ہمارے امتحانوں کو - ہماری تعلیم کو ہمارے بچوں کی تعلیم کو اور اس ملک کی آئندہ نسل کی تعلیم کو کنٹرول کرنے improve کرنے regulate کرنے اس کو بہتر بنانے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے - اس کے علاوہ جناب والا میں چند منٹوں میں آپ کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں گذارش بھی کرنی چاہتا ہوں کہ یہاں ایک اور بورڈ بھی قائم کیا گیا ہے - جس کا نام Test Book Board ہے - وہ ابھی ۱۹۶۱ء میں قائم ہوا اس کے ذمہ فرض کیا ہے -

Minister of Education : Sir both of these Bodies are autonomous.

Khawaja Muhammad Safdar : They are autonomous bodies under the control of the Minister of Education.

جناب والا - میں یہ گذارش کروں گا کہ ایک بورڈ قائم ہوا جس کے وزیر تعلیم کنٹرولر ہیں - اس کے ذمہ یہ فرض ہے کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن کا نصاب مقرر کرے اور یہ بورڈ اس کے نصاب کے مطالق کتابیں لکھوائے اور چھپوائے اور بچوں کو مہیا کرے - یہ تو کوئی چھپا ہوا راز نہیں ہے - کہ امتحان ختم ہونے کو آ جاتے ہیں

کتابیں میسر نہیں ہوتیں اگر یہ میرے دوست سمجھیں کہ اس میں مبالغہ ہے تو اس کو میں modified کر لیتا ہوں کہ امتحان سر پر آ جاتے ہیں لیکن نصاب کی کتابیں بورڈ کی طرف سے ملتی نہیں ہیں ۔ شاید ان کا کسی کتب نویس سے سودا نہیں ہوا ہوتا اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ۔ اگر دیانتداری سے کام کیا جائے پیچھلے ایک سال میں جو آج نصاب مشتہر ہوتا ہے ۔ جس کا فیصلہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اور بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے کیا ہے ۔ اس کو آئندہ سال میں جا کر استعمال ہونا ہوگا یعنی ۱۹۶۵ء کی کلاسز جو آئندہ ہونگی اس میں استعمال ہونا ہو گا ۔ دو سال سے زاہد عرصہ ان کو اسی لئے ملتا ہے کہ وہ کتابیں مرتب کرائیں چھپوائیں اور بچوں کو بہم پنچائیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں اور میں وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں درخواست کروں گا اگر میں غلط کہتا ہوں تو مجھے ابھی بتا دیں ۔ امتحان سر پر آ جاتے ہیں لیکن بچوں کو نصاب کی کتابیں نہیں ملتیں ۔ اگر ملتی ہیں تو کیسے ملتی ہیں ان میں ایک چوتھائی نصاب ہوتا ہی نہیں ہے ۔ اس کتاب کا نصف حصہ نصاب سے باہر ہوتا ہے اور باقی نصف میں ایک چوتھائی حصہ نصاب ہی نہیں ہوتا اور اگر ہو تو مضامین اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ بچوں کی تعلیمی قابلیت سے بلند ہوتے ہیں یا اس قسم کی غلط انفرمیشن مہیا کی جاتی ہے اس قسم کی غلط تعلیم دی جاتی ہے جس سے وہ اس ملک کے نہ تو مفید شہری بن سکتے ہیں نہ وہ خود اپنے آپ کو مفید انسان بنا سکتے ہیں مثال کے طور پر میں اس پر زیادہ delete نہیں کرونگا یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر روز اخبارات میں آتی رہتی ہیں ہر روز کوئی نہ کوئی اخبار میں اگر آرٹیکل نہ ہوگا کم از کم خط تو ضرور چھپا ہوگا ۔ میں صرف ایک مثال دوں گا اور وہ دسویں جماعت کا حساب ریاضی اختیاری ہے ۔ اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ یہ نصف کتاب نصاب سے تعلق نہیں رکھتی اور جو نصاب مقرر ہے وہ اس کا ایک تہائی حصہ اس کتاب میں درج نہیں ہے اس موضوع پر کتاب ریاضی اختیاری واحد کتاب ہے جو Text Book Board کی طرف سے منظور ہوئی ہے ۔

مسٹر سپیکر - خواجہ صاحب بورڈ یہ چاہتا ہے کہ نصاب کا بھی طلباء کو پتہ ہونا چاہیے -

خواجہ محمد صفدر - میری گذارش یہ ہے نصاب کا پتہ جب بورڈ کو نہیں ہے طلباء کو کیسے پتہ ہوگا خود Text Book Board کو پتہ نہیں ہے - اور یہ پتہ ان کو ہوتا ہے کیونکہ میں خیال کرتا ہوں بجائے ہزار خرابیوں کے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے - بورڈ آف سیکنڈری کی طرف سے چھٹی چلی جاتی ہے کہ آئندہ سال Text Book Board کی طرف سے فلاں نصاب اس طرح ہے - فلاں نصاب اس طرح ہے - اب Text Book Board کا کام ہے - وہ چھٹی پڑھے اور جس شخص کو جو نصاب مرتب کرنے کے لئے مقرر ہے ان کو چھٹی کی نقل دیں کہ اس کے مطابق نصاب مرتب کریں - اور جب وہ کتاب لکھی جائے پھر بورڈ کا کام ہے کہ اس کتاب کو دیکھے آیا یہ نصاب کے مطابق ہے - ایک نہیں بیسیوں کتابوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو کہ نصاب کے مطابق نہیں ہیں - نصاب بدلتا رہتا ہے لیکن Text Book Board کتاب تبدیل نہیں کرتا کیا وجہ ہے - کیا اسے بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے -

مسٹر سپیکر—وہ طلبا سے زیادہ محنت کرانا چاہتے ہیں -

خواجہ محمد صفدر - یعنی General Knowledge میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں - اگر General Knowledge میں اضافہ کی صورت ہی اختیار کرنا ہے ، تو پھر جناب امتحان بھی General Knowledge میں ہی ہونا چاہیے - پھر نصاب تو مقرر نہیں ہونا چاہیے - کہ فلاں نصاب ہوگا - اور اس میں سے امتحان ہوگا بہر حال میری گذارش یہ ہے کہ جناب وزیر تعلیم بحیثیت کنٹرولر اپنی ذمہ داری پہچانیں اور محض الیکشن لڑنا ہی اپنا پیشہ نہ سمجھیں -

وزیر مال - ان کو یہی دکھ ہے جناب - The cat is out of the bag

خواجہ محمد صفدر - جناب یہ میں نے اس لئے عرض کیا ہے کہ معزز وزراء صاحبان خوش ہو لیں - ایسی بھی تو کوئی بات ہونی چاہیے - بہر صورت میں ان کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں - ان کے بعد اگر وقت ملے تو ٹھیک ہے - وہ دوسرے مشاغل کی طرف بھی توجہ

دے لیا کریں - لیکن بہر حال پہلے ان کو اپنی ذمہ داریاں نباھنے کی کوشش کرنی چاھیے -

اب جناب ان تلخ باتوں کے بعد میں جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے لئے چند گذارشات کرنا چاھتا ھوں - اگر جناب وزیر تعلیم کو میری معروضات پسند ھوں تو وہ انہیں Study کروالیں اور خود بھی Study کر لیں - اور اس کے بعد اگر ھو سکے تو اس منصوبے میں شامل کر لیں ورنہ چشم ما روشن دل ما شاد -

وزیر تعلیم - کونسی تجاویز - جو آپ اب پیش کرنے والے ھیں ؟

خواجہ محمد صفدر - جی ھاں -

جناب والا - میرے سامنے تشریف فرما میرے دوست یقیناً مجھ سے اتفاق فرمائیں گے کہ ھمارا موجودہ نظام تعلیم اس قسم کا نہیں جو ایک ترقی پذیر اور آزاد ملک کے لئے ھونا چاھیے - ھمارا گو موجودہ نظام تعلیم ھمارے سابق حکمران یعنی انگریزوں نے ایک خاص ڈھب پر وضع کیا تھا جس ذریعے مختلف مقامات پر ایک مشین کی قسم کی چیز نصب کر دی گئی تھی - جس میں سے کارک بن کر نکلا کرتے تھے - جس میں ھم نے آج تک کوئی تبدیلی نہیں کی - اور آج ۱۸ سال گذرنے کے بعد بھی ھماری ڈگر اور ھمارا راستہ وھی ھے - لہذا میں نہایت ادب سے وزیر تعلیم کی خدمت میں بالخصوص اور Council of Ministers کی خدمت میں بالعموم درخواست کرونگا کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس صوبے کیلئے ایک ایسا نظام تعلیم تجاویز کریں جس سے ایک ترقی پذیر اور آزاد ملک کی ضروریات پوری ھو سکیں میری مراد یہ ھے کہ ھمارے ھاں یہ ایک فیشن سا ھو گیا ھے کہ کوئی شخص خواہ وہ دیہات میں رھتا ھو یا شہر میں- اپنے بچے کو جس میں علمی استعداد ھو یا نہ ھو- میٹرک پاس کرانے کے بعد کالج میں داخل کرانا ضروری سمجھتا ھے - آج کل کالجوں میں داخلے ھو رھے ھیں- آپ کو بھی کئی دوستوں نے تنگ کیا ھوگا - کئی دوست میرے پاس بھی آئے ھیں- اور جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں تو شاید ھزاروں لوگ پہنچے ھوں- 3rd ڈویژن طلبا کو کہیں گورنمنٹ کالج میں یا کسی اور کالج میں داخلہ نہیں ملتا- اس کے متعلق اخبارات بھی اکثر

لکھتے رہے ہیں کہ آخر یہ 3rd ڈویژن میں پاس ہونے والے طلبا کہاں جائیں ۔ انہیں کالجوں میں داخلہ ملنا چاہیئے ۔ یہ داخلے کی مجبوری ۔ یہ فیشن یہ رواج کیوں ہے ۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے ۔ ممکن ہے اور وجوہات بھی ہوں۔ کہ میٹرک پاس طالبعلم کو مشغول رکھنے کیلئے اور کوئی راستہ ہی نہیں ۔ ماسوا اس کے کہ وہ کسی کالج میں داخل ہو جائے ۔ وہ اور کوئی کام یا دستکاری نہیں کر سکتا ۔ اس لئے کہ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس کا ذہن ہمارے موجودہ نظام تعلیم کی وجہ سے کچھ اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ وہ بابو بن جاتا ہے ۔ اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ہمارے پاس اتنی ملازمتیں ناممکن ہیں ۔ آخر ڈیڑھ لاکھ میٹرک کے امیدواروں میں پچھلی دفعہ کوئی ۵۸ فیصد امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں ۔ یہ تو ہمارے لاہور کے انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری بورڈ کے نتیجے کا حال ہے ۔ ہمارے صوبے کے دیگر بورڈ اس کے علاوہ ہیں ۔ تو ہم ان ۷۰ یا ۷۵ ہزار پاس ہونے والے امیدواروں کیلئے اتنی بڑی تعداد میں روزگار کہاں سے لائیں ۔ اگر میں ان بزرگوں سے یہ درخواست کروں کہ ان کیلئے روزگار مہیا کیا جائے تو یہ کہینگے کہ یہ پاگل ہے ۔ ان کے پاس ان کیلئے نہ تو روزگار ہے اور نہ ہی ان کو مشغول رکھنے کیلئے اور کوئی طریق کار ۔ تو پھر کیا کیا جائے ۔ لہذا ماں باپ لازمی طور پر یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ چلو بچہ کالج میں داخل ہو جائے ۔ شائد بی ۔ اے پاس کر کے اچھا ہو جائے ۔ کیونکہ اب تو میٹرک پاس کو کلرکی بھی نہیں ملتی ۔ اس لئے مجبوراً اسے کالج میں داخل کرا دیا جاتا ہے ۔ میرے خیال میں والدین کی یہ مجبوری کہ وہ لازمی طور پر اپنے بچوں کو کالجوں میں داخل کرائیں ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ اور میرے نزدیک اس مجبوری کو دو طریقوں سے مٹایا جا سکتا ہے ۔ اول یہ کہ ہر ایک ضلع میں کم از کم ایک اور اگر ہمارا خزانہ اجازت دے تو ایک سے زیادہ تعداد میں Commercial Institutes قائم کئے جائیں ۔ Commercial Institutes سے میرا مراد وہ ادارے ہیں جہاں طلبا کو شارٹ ہینڈ ۔ ٹائپ رائٹنگ ۔ بک کیپنگ اور اس قسم کے مضامین پڑھائے جائیں ۔ تا کہ طلباء اپنے شہر میں یا اپنے گاؤں کے

قریب ہی ایک سال تک تعلیم حاصل کریں اور اس کے بعد اگر کسی دفتر میں نہیں تو کسی کارخانے یا تجارتی ادارے میں معقول معاوضے پر ملازمت حاصل کر سکیں -

جناب والا - ان بچوں کو مشغول رکھنے اور اور مفید شہری بنانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس صوبے میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں Polytechnique Institutes اور سکول کھولے جائیں - Institutes میں مانتا ہوں کہ ایک بڑی درسگاہ ہوتی ہے - اور اس پر بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہے - شاید آئندہ چند سالوں میں ہم اس صوبے کے مختلف حصوں میں اتنے انسٹی ٹیوٹ قائم نہ کر سکیں جتنے ہمارے لئے ضروری ہیں - تا ہم فی الحال اس سے نچلے درجے کے سکول قائم کر دئے جائیں - اور بعد ازاں جوں جوں ہمارے پاس سرمایہ دستیاب ہو - ہم ان سکولوں کو Institutes میں convert یا تبدیل کرتے جائیں - اس طرح یہ دوسرا طریقہ بھی ان طالبعلموں کیلئے مفید ثابت ہو سکتا ہے جو اعلے فنی مہارات حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں -

جناب والا - اس وقت ہمارا صوبہ جس دور میں سے گزر رہا ہے - اس کے پیش نظر ہمیں فنی ماہروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں ضرورت ہے - اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا صوبہ انڈسٹری میں خاص ترقی کر رہا ہے - اس لئے کارخانوں میں فن کاروں اور فنی ماہروں کی ضرورت ہے - اس وقت اکثر کارخانہ دار یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کو فنی ماہر نہیں ملتے - تو یہ طریقہ اختیار کرنے سے ان کو فنی ماہر مل جائینگے اور ہمارے نوجوان فنی مہارت حاصل کرنے کے بعد معقول تنخواہ حاصل کر سکینگے - اس طرح وہ اپنے لئے بھی مفید ہو سکتے ہیں اور صوبے کیلئے بھی مفید ہو سکتے ہیں - میرے نزدیک یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم اپنے نوجوانوں کو گریجوئیٹ بننے سے روک سکتے ہیں - کیونکہ میں سمجھتا ہوں - شاید میں غلط ہوں - کہ گریجوئیٹ بننا ضروری نہیں - میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ جو ڈگری کالجوں کی اتنی بہتات نہیں چاہتے - لیکن یہ چاہتے ہیں کہ یہاں فنی سکول کثرت سے ہوں اور بیشتر اس کے ڈگری

کی ایجوکیشن سے پہلے ہی بچوں کو دوسرے ذرائع میں ڈال کر ان کو سوسائٹی کے مفید رکن بنانا چاہتے ہیں - میری گذارش ہے کہ وزیر تعلیم اس امر کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ آیا یہ ممکن ہے کہ صوبہ کی ہر تحصیل میں انٹر کالج ہو اس میں سائنس کی کلاسز Pre-engineering اور Pre-medical کے لئے ہوں - اور اگر ہم اس کو Phase out کر لیں یعنی زیادہ ضروری ہوں وہاں پہلے کھولیں اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنے خزانہ کو دیکھتے ہوئے ان میں اضافہ کرتے جائیں - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ زمانہ میں مہنگی تعلیم میں کس قدر کمی ہو جائے گی - دیہاتی بچے اپنے گھروں کے نزدیک ہی تحصیل ہیڈ کوارٹر میں ایف - ایس - سی اور ایف - اے تک کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں وہ روزانہ سائیکل پر آ جا سکتے ہیں - نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے ماں باپ پر تعلیم کے اخراجات کا بوجھ کم ہوگا - اور بچے اس دیہاتی ماحول میں رہتے ہوئے ایف - ایس - سی اور ایف - اے تک تعلیم پوری کر سکیں گے - ان میں سے جو ریٹائر ہوں گے وہ پھر ڈگری کالجوں میں جائیں گے - اس وقت ہمارے پاس تقریباً چھ سات میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج ہیں - وہ ان میں چلے جائیں گے - ان میں تو وہ قابل بچے چلے جائیں گے اور جو ایف - ایس - سی میں داخلہ نہیں لے سکیں گے جن کے نمبر کم ہوتے ہیں - جو فرسٹ ڈویژن حاصل نہیں کر سکے ان کے لئے بھی کوئی راستہ چاہئے - آپ ان کو کیوں مجبور کرتے ہیں کہ وہ بی - ایس- سی کریں - اور پھر ناکارہ کے ناکارہ رہیں - اس لئے میں درخواست کروں گا کہ جس طرح بہاولپور میں میڈیکل سکول تھا

علامہ رحمت اللہ ارشد — وہ اب بند ہو چکا ہے -

خواجہ محمد صفدر — معلوم ہوا ہے کہ وہ سکول بند ہو چکا ہے - اسے جاری کیا جائے - اور وہ طالب علم جو ایف - ایس - سی تھرڈ ڈویژن میں پاس کرتے ہیں اس میں چلے جائیں - اس طرح انجینئرنگ کے لئے کیا جائے - جو طالب علم انجینئرنگ یونیورسٹی کے معیار پر نہیں آتے - وہ انجینئرنگ سکول میں داخلہ لے سکتے ہیں - جیسا کہ

رسول میں ہے - اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی گذارش
کروں گا کہ شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ اتنے ڈاکٹر
اور اتنے انجینئر اور اتنے اورسیر بن بنا کر ان کو کہاں
کھپایا جائے گا - اول تو اس کی ہمارے ملک میں ضرورت
ہے - Technicians کی ڈاکٹروں کی - ہمیں یہ بتایا جاتا ہے
کہ دیہات میں ایم - بی - بی - ایس ڈاکٹر نہیں جانا چاہتے -
۵ سال جس نے لاہور میں کاٹے ہوں یا ۵ سال کراچی
میں کاٹے ہوں وہ کس طرح گوارہ کرتا ہے کہ کسی ضلع
کے ہیڈ کوارٹر سے چالیس میل دور جہاں کچی سڑک جاتی
ہو یا مکران میں یا لاس بیلا میں یا راجن پور میں یا
میانوالی میں یا سیالکوٹ میں جہاں ۲ مہینے تک کوئی آر
پار نہیں جا سکتا - وہاں جا کر ملازمت کرے لیکن اگر
ایک سکول کا طالب علم Licenciate آپکا ملازم ہو تو وہ
ایسی جگہوں پر جانا بھی گوارہ کرے گا - اور اگر آپ
کا ملازم نہ بھی ہو تو بھی وہ ان جگہوں میں جا کر
پریکٹس شروع کر سکے گا - آپ دیہاتی ضروریات پوری کر
سکیں گے - ان دیہات کے لئے اس قسم کے ڈاکٹروں سے
جن کو Licenciate کہتے ہیں - اور جو شہروں میں کامیابی
کے ساتھ پریکٹس کر رہے ہیں - پھر بھی اگر آپ سمجھتے
ہیں کہ بچ جائیں گے تو اس کے لئے مشرق قریب اور
سارا بر اعظم ایشیا آپ کی مارکیٹ ہے آپ اپنے Technicians
وہاں بھیجیں - مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے
کہ کئی ایک وفد نائجیریا سے آئے ان کی Technicians
کی ضروریات ہم پوری نہ کر سکے - اس لئے کہ ہمارے یہاں
خود ضرورت تھی - آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے سیاسی فائدہ کیا
ہوگا اقتصادی فائدہ کیا ہوگا - جس غرض کے لئے یعنی زر مبادلہ کے
لئے پاپڑ بیل رہے ہیں - اور قرضے برداشت کر رہے ہیں - اگر
ہمارے نوجوان باہر جا کر ملازمتیں کریں تو وہ زر مبادلہ بھی مل
جائے گا - اور یہ ہمارے ایلچی ہوں گے - اور Goodwill پیدا کریں
گے - نیز تعلقات کو بہتر بنانے میں امداد کریں گے - آپ کو معلوم ہے
کہ عرب ملکوں میں مصر کا اثر و رسوخ کیوں زیادہ ہے اس لئے زیادہ
کہ سعودی عرب اردن اور عراق تک اس کے مصری ٹیچرز اور ڈاکٹر
technicians اور وکیل کام کرتے ہیں ملازمت کرتے ہیں کاروبار

کرتے ہیں ۔ یہ کوئی ڈرنے کی بات نہیں ۔ اگر ہمارے پاس روپیہ ہے اور استطاعت ہے تو ہم ہر تحصیل میں انٹرمیڈی ایٹ کالج کھولیں ۔ ہر تحصیل میں کمرشل سکول کھولیں ۔ ہر ضلع کے صدر مقام پر ایک انسٹی ٹیوٹ کھولیں ۔ اگر ممکن ہو سکے تو ٹیکنیکل سکول بھی کھولیں ۔ تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ طالب علم ان سکولوں میں بھیج سکیں ۔ اور ہماری یونیورسٹی میں بیکار قسم کے گریجوایٹ بننے کی خواہش نہ کریں ۔ یہاں جناب والا ۔ میں ایک اور گذارش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ لا کالج میں شام کی کلاسز بند کر دی گئی ہیں اور قانون کا کورس دو کی بجائے تین سال کردیا گیا ہے ۔ جناب والا ۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہم اپنے بچوں کو محض گریجوایٹ نہ بنائیں بلکہ انہیں فنی تعلیم دلائیں ۔ قانون ایک فن ہے ۔ میں حیران ہوں کہ وزارت تعلیم کو کیا سوجھی کہ انہوں نے قانون کی تعلیم دینے میں رکاوٹیں ڈالنے کی سعی فرمائی ہے ۔ چاہئے تو یہ کہ جو وکیل بننا چاہے یہ ایک پیشہ ہے گورنمنٹ پر اس کا کوئی بوجھ نہیں ۔ یہ ایک کوالیفکیشن ہے ۔ انسان ایک مفید شہری بن سکتا ہے ۔ آپ لاگریجوایٹ ہونے کے بعد بہترین ایڈمنسٹریٹر بن سکتے ہیں ۔ قانون دان تو آپ ہوں گے آپ کو کسی شعبہ میں بھی بھیج دیا جائے آپ کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔ میں حیران ہوں کہ کس بزرگ نے ان کو صلاح اور مشورہ دیا ہے کہ فنی تعلیم بند کر دی جائے ۔

وزیر تعلیم — آپ کی مراد لا کالج سے ہے ۔

خواجہ محمد صفدر — جی ہاں ۔ میں نہائت ادب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس پر نظر ثانی کریں ۔ لاء کالج پر پابندی نہیں ہونی چاہئے ۔ میڈیکل کالج کھل سکتا ہو تو ضرور کھولیں ۔ اور آپ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ بنائیں کمرشل انسٹی ٹیوٹ بنائیں ۔ ان پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں ۔ محض ڈگری کالج بیکار اور بے سود ہے میں ان کو زیادہ توسیع دینے کے حق میں ہوں ۔

رائے منصب علی خان کھرل — جناب والا ۔ میں بھی بولنا چاہتا ہوں ۔

مسٹر سپیکر — رائے صاحب آپ اس محکمہ کے متعلق کہنا چاہتے ہیں ۔ میرا خیال ہے دوسرا item جو ایجنڈا پر ہے ۔ اس پر کٹ موشن آئے گی اس پر آپ بول لیں ۔ اگر اس پر زیادہ وقت دیا گیا تو دوسری items رہ جائیں گی ۔

Minister of Education : They are so many. Shall I not be permitted ?

مسٹر سپیکر — میں آپ کو وقت دوں گا۔

وزیر تعلیم — کب ؟

مسٹر سپیکر — جب کٹ موشن آئے گی ۔

وزیر تعلیم — اس میں تو chance مشکل ہے ۔

Mr. Speaker: There is chance.

DEMANDS FOR EXPENDITURE OTHER THAN NEX EXPENDITURE (GENERAL BUDGET).

Mr. Speaker : Demand No. 2. No cut motion has been moved. The next Demand is No. 5. There is only one cut motion and Mr. Abbassi has withdrawn that. Then we come to Demand No. 7 to which no cut motion has been moved. demand No. 9 to this demand also no cut motion has been moved. Now, we come to demand No. 11.

علامہ رحمت اللہ ارشد ۔ بہاولپور ۲) — جناب صدر میں تحریک کرتا ہوں کہ ۵۷,۰۱,۸۶۰ روپے کی کل رقم بسلسلہ مد مصارف عملہ آبپاشی ۔ میزان نئے اخراجات ماسوائے اخراجات میں بقدر ۵۰,۷۱,۸۵۹ روپے تخفیف کر دی جائے ۔

Mr. Speaker : Motion moved is—

That the total of Rs. 5,70,18,060 on account of Charges on Irrigation Establishment. Total Other Expenditure Other than New Expenditure be reduced by Rs. 5, 70, 18, 059.

علامہ رحمت اللہ ارشد۔ جناب صدر۔ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں تحریک تخفیف زر کے ذریعہ سے اپنے حلقہ کی نمائندگی اپنے علاقہ کی آبپاشی کی تکلیفات آپ کے توسط سے محترم وزیر آبپاشی کی خدمت میں پیش کر سکوں اور اس ایوان کے اندر اپنی گذارشات پیش کر سکوں۔

جناب والا — یہاں اس ایوان کے اندر بہاولپور کے نمائندے موجود ہیں انہیں اکثریت زمیندار حضرات کی ہے اور اچھی طرح اور بہتر طریقہ پر جانتے ہیں کہ وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد جو سہولتیں انہیں اس سے پہلے میسر تھیں جو آرام انکو اس سے پہلے میسر تھا آبپاشی کے ذرائع اور وسائل جو انکو حاصل تھے وہ آج حاصل نہیں حالانکہ آپ کو اسکا علم ہے کہ وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے وقت چھوٹے صوبوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ انکی زندگی کا ہر شعبہ انقلابی سہولتوں کے ساتھ اور مراعات کے ساتھ گویا روشن ہوگا۔ پولیٹیکل طور پر کہا بہاولپور کی طویل و عریض ریاست نئے نظام کے اندر اس انداز میں داخل ہوئی ''جنات تجری من تحتہا انہار،، جناب میں عرض کر رہا تھا کہ وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد آبپاشی میں زمینداروں کو اور بہاولپور کے کاشتکاروں کو اس زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والے اصحاب و حضرات کو جو تکلیفیں پہنچی ہیں اسکی پوری ذمہ داری تو میں اس

گورنمنٹ پر عائد نہیں کر سکتا لیکن ضلع مظفر گڑھ پر اسکی ذمہ داری میں ضرور عائد کر سکتا ہوں۔ اسلئے کہ پاکستان کے قیام کے بعد اور وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد مظفر گڑھ ایک ایسا خوش قسمت ضلع ہے اور یہ گویا ہمارے مغربی پاکستان میں ایک ایسا خطہ یونان ہے جہاں بڑے بڑے سقراط پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ اقتدار میں شریک رہے ہیں اگر مسلم لیگ کی حکومت ہے تو مظفر گڑھ کا وزیر موجود۔ ریپبلیکن کی حکومت ہے تو موجود اور اگر اس مسلم لیگ کی حکومت ہے تو موجود ۔ اور ایک وقت تو جناب ایسا بھی آیا کہ وزارت بھی انکے پاس گورنری بھی انکے پاس حیف پارلیمنٹری سکریٹری شپ بھی انکے پاس تو اس لحاظ سے ذمہ داری ضلع مظفر گڑھ پر عائد ہو سکتی ہے اور اس حکومت پر اسلئے عائد نہیں ہو سکتی کہ اسکا اس تباہی میں چوتھائی حصہ ہے اسکو بر سر اقتدار آئے ہوئے دو ڈھائی برس ہوئے ہیں۔ جناب والا ۔ اچھی طرح اور بہتر طریقہ پر جانتے ہیں کہ محکمہ انہار کی حیثیت ایک دکاندار کی حیثیت ہے اور زمیندار اور کاشتکار کی کی ایک خریدار اور ایک گاہک کی حیثیت ہے لیکن پورے محتاط الفاظ کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادکاندار خائن ہے مثلاً جن نہروں کو کہا جاتا ہے کہ وہ مستقل نہیں ہیں۔ ان میں سے موسم کے اعتبار سے صرف ۸ - ۷ مہینے سے زیادہ پانی نہیں دیا جاتا لیکن ہمارے علاقہ کو تو صرف ۷ دن پانی دیا جاتا ہے ۔ یہ ایڈمنسٹریشن کی کرامت ہے اور یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس سے پہلے یہ صورت حال نہ تھی اسکی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پانی ہندوستان سے آتا ہے اور جن جن علاقوں کو ہندوستان سے آنیوالی نہریں آبپاشی کرتی ہیں ان میں یہ تکلیف ہے اور جو علاقہ اس تکلیف میں مبتلا ہیں وہ ملتان میلسی شجاع آباد اور بہاولپور ہیں لیکن ہمارے لئے ایک مصیبت یہ ہے کہ جب پانی تقسیم کرنے کا مسئلہ آتا ہے تو اسمیں بہاولپور کو کوئی عمل و دخل نہیں ہے ۔ بہاولپور کے محکمہ انہار کے افسر ٹیلی پرنٹر تاریں امد ٹیلیگرام اور ٹیلیفون کیا کرتے ہیں لیکن پھر بھی بہاولپور کے پانی ملنے کے حق کو نہیں مانا جاتا اور وہ اس حق کیلئے گداگری کیا کرتے ہیں۔ بہاولپور کو پانی کی تقسیم میں کوئی عمل دخل نہیں ہے اور اسے وہ حصہ نہیں ملتا جو اسے ملنا چاہئے۔

اس وقت بھی صورت حال یہ ہے کہ اگر گذشتہ چھ مہینے سے اسی طرح پر یہی ہو رہا ہے ۔ اور اب ''یزمان،، کے علاقے میں پانی کی نایابی کی وجہ سے بارہ بارہ اور اٹھارہ اٹھارہ میل کے فاصلے سے پینے کا پانی لایا

جاتا ہے ۔ اور اب ''حصول بار'' کے علاقے کے لوگ دس دس میل سے پینے کا پانی لاتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے ۔ کہ کوئی حکومت، کوئی قدرت پانی تخلیق نہیں کر سکتی۔ پانی بنا نہیں سکتی۔ لیکن جو پانی میسر ہو۔ اسکو زمین پر پھیلانا اور اسکے لئے حق بہ حقدار رسید کو سامنے رکھتے ہوئے انتظام تو کیا جا سکتا ہے ۔ بھائیوں میں بھی آپس میں حساب ہوتا ہے ۔ لیکن اس تقسیم میں انصاف کیا جائے۔ اور پانی کی تقسیم میں انصاف کیا جائے اور پانی کی تقسیم میں بہاولپور کے ساتھ کوئی نا انصافی نہ کی جائے ۔

جناب سپیکر ۔ میرے بزرگ اور محترم وزیر ملک قادر بخش صاحب کو معلوم ہے ۔ کہ تیس تیس لاکھ اور چالیس چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ہمارے ہاں نہروں کی silt صرف کرنے کیلئے بجٹ میں مہیا کیا جاتا تھا ۔ لیکن اس آٹھ سال کے اندر ایک دفعہ مجھے معلوم ہے کہ جناب ملک قادر بخش صاحب نے ذاتی توجہ کی ہے ۔ اور صرف چھ لاکھ روپیہ اسکے لئے انہوں نے ارزانی فرمایا۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔ کہ وہ نہریں جو لبالب چلتی تھیں ۔ اور ان علاقوں کو سر سبز و شاداب بناتی تھی۔ انکی کیفیت آج silt کی وجہ سے کیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ گویا وہ سڑکیں بن گئی ہیں۔ اور انکا نشیب و فراز بڑا تبدیل ہو گیا ہے ۔ اس وقت انہوں نے مہربانی فرمائی کہ silt صاف کرنے کیلئے انہوں نے روپیہ دیا ۔ لیکن وہ ان کی تکالیف اور اس silt کے مقابلے میں صرف ناکافی ہی نہیں بلکہ اونٹ کے منہ میں زیرہ ہے ۔ اس لئے میں آپکی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک عام تکلیف ہے ۔ اور یہ تکلیف صرف بہاولپور کے علاقے سے تعلق نہیں ہے ۔ اس حکومت سے تعلق نہیں ہے ۔ یہ تمام ملک سے تعلق ہے ۔ اور ملک قادر بخش صاحب بھی اس سے باخبر ہیں۔ کہ چھوٹے ملازمین، اوور سیئر، ضلعدار اور پٹواری بھی آبپاشی کی سہولتیں مہیا کرنے میں اپنی رشوت کی وجہ سے حائل ہیں۔ کوئی تجویز، کوئی انتظام ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ ہمیں خاص طور پر اس لئے کہا جاتا ہے ۔ کہ ہماری معیشت زرعی معیشت ہے ۔ اور اسکا تعلق آبپاشی اور پانی کے وسائل کے ساتھ ہے ۔ اور اس کا انحصار اسی پر ہے ۔ اور اسی پر موقوف ہے ۔ زندگی کے کسی اور شعبے میں تو رشوت گوارہ کی جا سکتی ہے ۔ لیکن کوئی مذہب اور کوئی فرض شناس حکومت آبپاشی کے سلسلے میں یہ چیز گوارہ نہیں کر سکتی اور یہ حضرات بھی گوارہ نہیں کرتے اور یہ اس لئے بھی تکلیف دہ ہے ۔

کہ یہ ہماری زرعی معشیت پر اثر انداز ہوتی ہے - اسلئے میں آپکی وساطت سے ملک قادر بخش صاحب کی خدمت میں عرض کرونگا - کہ ماہرین کا کوئی ایسا کمیشن تجویز فرمائیں- یا اپنے علاقے کے آبپاشی کے مختلف چیف انجنیئروں کو اکٹھا کرکے اس چیز پر توجہ دیں- تو اس رشوت کو اگر ناپید نہیں کیا جا سکتا - تو کسی حد تک کیا جا سکتا ہے -

نواب زادہ افتخار احمد خاں (جھنگ -۱)— صدر محترم - میں نے صرف وزیر محترم ملک قادر بخش صاحب کی توجہ ایک ایسے وعدے کی طرف دلائی ہے - جو انہوں نے ایک سال ہوا اس ایوان میں کیا تھا - میں کئی بار پہلے بھی جھنگ میں پانی کی قلت اور خاص طور پر ضلع جھنگ کے ساتھ پانی کے سلسلے میں جو ناانصافی روا رکھی گئی ہے - اسکے متعلق اظہار خیال کر چکا ہوں - آج میں صرف اتنا اعادہ کرونگا - کہ جھنگ وہ ضلع ہے - کہ جہاں تقریباً بیس سال سے دو نہریں ٹریمو ہیڈ ورکس سے نکل رہی ہیں - اور ایک نہر وزیر آبپاشی کے ضلع کو سیراب کر رہی ہے - اور دوسری ضلع ملتان کے ہیڈ ورکس کو پانی دے رہی ہے - لیکن جہاں سے نہریں نکلی ہیں - وہاں وہی مثال ہے کہ القاسم محروم - یعنی ضلع جھنگ ان دونوں نہروں سے محروم ہے - حویلی پراجیکٹ سے بالکل پانی نہیں دیا جاتا - لیکن اسکے سارے اثرات سیم اور تھور کے اثرات اسے ملے ہوئے ہیں - پانی ملتان والوں کو اور سیم اور تھور کی لعنت جھنگ والوں کے لئے - ہیڈ ورکس جھنگ میں اور پھر یہی حال مظفر گڑھ کا ہے - جو بہت بڑے علاقے کو سراب کرتا ہے - اسکا زیادہ سے زیادہ فائدہ مظفر گڑھ والوں کو ہے - اور اب تیسری نہر وہاں نکل رہی ہے - یعنی ایک نہ شد دو شد نہیں - بلکہ سہ شد - اب ایک نہر نکل رہی ہے - جس میں سے ایک Outlet بھی جھنگ کے لئے نہیں ہوگی - وہ بھی کچی ہوگی - اسکی بھی لائنینگ نہیں ہوگی - وہ بھی لنک کنال ہے - اس لئے ملک صاحب نے پچھلے اجلاس میں یہ وعدہ فرمایا تھا ..... اور پھر تقسیم کا کیا حال ہے - لائلپور میں پانی کی اوسط ۶۰ فی صد یا شاید ۸۰ فی صد ، سرگودھا میں ساٹھ ستر فیصدی، ملتان میں بھی یہی لیکن جھنگ میں

اوسط چالیس فیصدی - تو کتنے افسوس کی بات ہے - کہ اتنی ناانصافی ہو - برابر کے تمام اضلاع کو تو ساٹھ ستر اور اسی فیصدی ملے اور جھنگ کو چالیس فیصدی ملے - "یہ بخیلی ہے - رزاقی نہیں ہے - " اس لئے انہوں نے پچھلی دفعہ وعدہ کیا تھا - انکو یاد بھی ہوگا - اور وہ جھنگ میں تشریف بھی لائے تھے - اسکی تکمیل کے لئے - کہ اوسط چالیس فیصدی سے بڑھا کر ساٹھ فیصدی کرینگے - راجباہوں اور نہروں میں اگر توسیع کرنی پڑی - تو کریں گے - اور دوسری بات یہ ہے - کہ یہ ضلع شائد ایک واحد ضلع ہے - کہ جہاں کے ہر گوشے کا پانی ٹیوب ویل کے لئے بہترین ہے - جہاں زمین کھودئیے - پانی قریب سے ملے گا - میٹھا ہے - اور آبپاشی کے لئے، اچھا ہے - لیکن ٹیوب ویل لگانے کے لئے بجلی ناپید ہے - اور اسکی رفتار اتنی سست ہے - کہ شائد اگلے سو سال میں بھی ضلع جھنگ کی ضروریات کو وہ پورا نہیں کر سکتے - اور کرپشن کا مسئلہ ہی دوسرا ہے - چلئے ہم اسکے لئے بھی تیار ہیں - کہ اگر انہیں ایک ٹیوب ویل لگانے کے لئے پانچ ہزار روپے رشوت بھی دینا پڑے - تو وہ بھی دیدینگے - لیکن آپ وہاں بجلی تو پہنچائیں - جھنگ والوں کو روز یہ کہا جاتا ہے - کہ آج پول نہیں ہیں تو آج تار نہیں ہے - امریکہ کی امداد بند ہو گئی ہے - جھنگ والوں کے لئے یہ عذر لنگ اور Stock explanation انکے پاس موجود ہے - اور بے حد دقت ہے - یہ صرف جھنگ کا مسئلہ نہیں ہے - خوراک کا مسئلہ ساری قوم کا مسئلہ ہے - آپکو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئیے - کہ ایسے اضلاع میں جہاں ٹیوب ویل کامیاب ہو - اور بجلی کی ضرورت ہو - تو اسکو سابقت دیں - روشنی کے لئے بجلی کا دینا ضروری نہیں ہے - گذارہ ہو سکتا ہے - ریفریجریٹر کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے - ائیرکنڈیشننگ کے بغیر انسان زندہ رہ سکتا ہے - آپ آج ملک میں خوراک کی حالت کو دیکھیں - کہ روز بروز زیادہ درآمد پر آپکا انحصار ہوتا چلا جا رہا ہے - فصل کے وقت بھی آپکے بھاؤ سولہ اور اٹھارہ روپے پر پہنچے ہوئے ہیں - اور آپکی پلاننگ کا یہ حال ہے - کہ ایک ضلع میں جہاں ٹیوب ویل جہاں بہترین طریقے پر کامیاب ہے - وہاں آپ بجلی نہیں دیتے .... موچی والے کا بھی ذکر کرتا ہوں .... کیا وہاں پر لوگ سنیکڑوں ٹیکس نہیں

دیتے ہیں ۔ لوگ تنگ آ کر تھک ہار کر بیٹھ گئے ہیں ۔ کہ وہاں پر آپ comection دیں ۔ ایک طرف سیم چل رہا ہے ۔ تھور چل رہا ہے جسکو مارنے کے لئے پانی کی ضرورت ہے ۔ اور دوسری طرف بجلی کا یہ عالم ہے ۔ کہ وہاں پر connection دینے کے لئے انکے پاس کوئی سکیم ہی نہیں ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ ہماری حکومت بڑی آرگنائیزڈ ہے ۔ بڑی پلاننگ ہے ۔ اگلے پانچ سال کے لئے پلاننگ کر رہے ہیں ۔ وہ کہاں ہے ۔ کدھر ہے ۔ کیسے ہو رہی ہے ۔ یا تو اس سے میں یہ سمجھوں کہ ضلع جھنگ سے امتیازی سلوک اس لئے ہو رہا ہے ۔ کہ میں اپوزیشن سے متعلق ہوں ۔ لئے وہاں پر بجلی پہنچانا یہ جرم سمجھتے ہیں ۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر آپ خدا کے لئے انصاف کیجئے ۔ وہاں کے رہنے والے بھی اس ملک کے باشندے ہیں وہ بھی حکومت کو چلانے کے لئے ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے نظریات اور اختلافات کی بنا پر آپکے ساتھ متفق نہ ہوں لیکن انکو سزا دینا جھنگ کے آدمیوں کو وہ پوری قوم کو دینا یہ جرم ناقابل معافی ہے ۔ پھر پانی کا مطالبہ ہے ۔ اس کی طرف توجہ دیں اور ٹیوب ویل کے متعلق خاص طور پر توجہ کریں کہ جن جن علاقوں میں زیادہ بجلی کا مانگ ہے وہاں پر اس کو پہنچانے کی کوشش کریں ۔

راؤ خورشید علی خاں (منٹگمری ۔ ۳) — جناب والا ۔ ہر بار اتنی شکایات کی پھر ہوتی ہے اور ہم نے ہر مرحلے پر ان ذمہ دار حضرات کو اس طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ صفر کے سوائے کچھ نہیں نکلتا ۔ بار بار میں نے اپنے حلقہ انتخاب اڑکاڑہ اور رینالہ کے متعلق شکایات یہاں بیان کیں ہیں لیکن جب دوسری دفعہ ہم وہاں پہنچتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اسمبلی میں ان چیزوں کو کئی بار کہا لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا ۔ لیکن پھر ان کو دہرا دیتا ہوں ورنہ نتیجہ تو اس کا معلوم ہی ہے ۔ عام شکایات یہ ہیں کہ tail پر جو چکوک آباد ہیں انکو الاماشاءاللہ پانی نہیں پہنچ رہا ۔ tail سے پہلے جو چکوک واقعہ ہیں لوگ انکے متعلقہ اہلکاروں سے مل کر سارا پانی اپنی زمین کو لگا دیتے ہیں اور tail پر جو لوگ آباد ہیں وہ اکثر اور پیشتر اس سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ بار بار توجہ دلائی گئی ہے لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا ۔ بعض جگہوں پر یہ شکایت تو عام پائی گئی ہے کہ وہ چکوک جو اونچی جگہہ پر واقع ہیں ۔ وہاں پانی اونچی سطح پر پہنچانے کے لئے lift کا انتظام کیا

گیا ہے لیکن ان lifts کی یہ حالت ہے کہ جس وقت عین فصل کاشت
کرنے کا موقعہ آتا ہے یا فصل کے پکنے کا موقعہ آتا ہے تو دیدہ و دانستہ
ان مشینوں کو بگاڑ دیا جاتا ہے اور جب تک رشوت نہ دیجائے اس
وقت تک وہ مشینری کام کرنے سے انکار کرتی ہے ۔ کئی دفعہ ان حضرات
کی توجہ اس بات کیطرف دلائی گئی کہ بعض مشینریاں اتنی ناکارہ
ہو چکی ہیں کہ انکو بدلنے کی ضرورت ہے لیکن انکے لئے فنڈ مہیا
نہیں کئے جاتے اور وہ پرانی مشینیں ہونیکی وجہ سے کام ہی نہیں
کرتیں اور اونچی سطح کی زمین بالکل بیکار ہوتی جا رہی ہے ۔ اس کے
علاوہ جناب والا ۔ ایک یہ شکایت جو کہ بار بار یہاں دہرائی گئی اور
تقریباً ہر علاقے میں یہ صورت حال ہے کہ جو لوگ رشوت دیدیتے ہیں تو
انکے جو موگے ہیں وہ عام متعینہ معیار سے بڑھا دئیے جاتے ہیں اور جو
رشوت نہیں دیتے اور جو انکا ضروری حق تھا پانی کا وہ اس سے محروم
رہتے ہیں ۔ لوگوں نے اس پانی کی کمی کو دور کرنے کے لئے اپنے
خرچ سے ٹیوب ویل لگانے کی کوشش کی لیکن کئی کئی مہینے گزر
جاتے ہیں انکو ٹیوب ویل کے لئے connection نہیں ملتا ہے ۔ اس کے
علاوہ جناب ایک جو تکلیف اوکاڑہ اور رینالہ کے علاقہ میں ہے وہ یہ ہے
کہ بیشمار زمینیں جو ہیں وہ سیم کا شکار ہو رہی ہیں ۔ اس کو دور
کرنے کے لئے سیم نالے بنائے گئے ہیں لیکن انکی کھدائی صحیح طریقے
پر نہیں ہوتی اور وہ پانی دور کہیں علاقے سے نکلنے کی بجائے ان علاقوں
کے اندر پھیل جاتا ہے اور اچھی زمین کو بھی خراب کرتا ہے ۔ جو
زمینیں کہ سیم اور تھور سے تباہ و برباد ہو گئی ہیں ان کے متعلق
گورنمنٹ نے سکیم بنائی ہوئی تو ہے جو یہ ہے کہ جو متاثرہ لوگ
ہیں انکو دوسرے علاقوں میں زمینیں دیجائیں لیکن دفتری کارروائی
کا یہ معجزہ ہے کہ جو لوگ دراصل متاثر ہوئے وہ جو اپنی زمینوں سے
محروم ہیں ان میں سے اکثر اور بیشتر اب تک در بدر کی ٹھوکریں
کھاتے پھر رہے ہیں اور جنکی زمینیں متاثر نہیں ہوئیں انکو دوسرے
علاقوں میں زمینیں دیدی گئی ہیں ۔ ان الفاظ کیساتھ میں اس کٹ
موشن کی حمایت کرتا ہوں ۔

ماسٹر خان گل (کوہاٹ ۔ ۲) — جناب سپیکر میں اس سلسلے میں
ملک قادر بخش صاحب کی خدمت میں معروضات پیش کر رہا ہوں ۔ ضلع
کوہاٹ جو کہ مغربی پاکستان میں کے سب سے زیادہ پسماندہ ضلع ہے اس
میں شک نہیں کہ موجودہ حکومت خاص طور پر صدر صاحب
اور گورنر صاحب اس ضلع کوہاٹ کی پسماندگی کو دور کرنے

کی انتہائی مہربانی فرما رہے ہیں ۔ ٹانڈ و عدف میں جیسا کہ کیڈٹ کالج وغیرہ کا قیام ۔ لیکن کوہاٹ اتنا پسماندہ ہے کہ انتہائی توجہ کے باوجود ابھی بھی اس کو بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے ۔ آبپاشی کے سلسلہ میں گزشتہ سال میں ایک ایکس ای این کو اپنے علاقے میں لے گیا تھا اور اس کو بتایا کہ کرک تحصیل جو کوہاٹ کے ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے وہ بالکل غیر آباد ہے ۔ وہ ان پر آبپاشی کا کوئی ذریعہ نہیں مجھے تو خوشی تھی کہ برساتی نالوں پر چھوٹے چھوٹے بند باندھے جائیں تاکہ برسات کے موسم میں ایک دفعہ تو زمین کو پانی ملے ۔ ایکس ۔ ای ۔ این صاحب نے میرے ساتھ پورہ دورہ کرکے کافی جگہوں کا اندازہ لگایا کہ جہاں بند باندھے جا سکتے تھے ۔ واپسی پر مجھے وعدہ دیا کہ جنوری میں میں کوشش کروں گا کہ ایسی سکیمیں تیار ہو جائیں کہ وہ بجٹ میں چلی جائیں نومبر میں میں یہاں چلا آیا ۔ جنوری میں مجھے امید تھی کہ کرک تحصیل اور ہنگو تحصیل ان سکیموں میں آ جائیں گے اور یہ بجٹ میں شامل ہوں گی ۔ لیکن جنوری میں میں جب گیا تو پتہ چلا کہ پشاور کے چیف انجنئر کے دفتر میں تین ہزار روپیہ بھی نہ تھا جو وہ محکمہ ان تحصیلوں کے مختلف چھوٹے چھوٹے بندوں کے survey پر خرچ کرتا چیف انجینئر کے پاس تین ہزار روپیہ نہیں تھا جو اس survey پر خرچ کرتا ۔ جو سکیمیں بجٹ میں آتی ہیں ۔ وہ منظور ہوتی ہیں ۔ اس میں سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ایک گاؤں یعنی ایک قصبہ ٹھٹی نسرتی ہے جس کو سیلاب کا پانی اس کی زمین اور آبادی کو کافی متاثر کر رہا ہے اور خاص کر میرا اپنا گاؤں جو ہے وہ بالکل سیلاب کے منہ پر ہے اور بہت سی سکیمیں اس میں شامل تھیں تو اس دوران ملک صاحب تشریف لے آئے ۔ میں خوش تھا کہ ملک صاحب میرے وطن میں تشریف لے گئے ۔ انہوں نے مہربانی کرکے وعدہ فرمایا تھا پشاور جانے کا لیکن بد قسمتی سے ان کی طبیعت ناساز ہو گئی اور ان کو میرے علاقہ کے دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکا ۔ میں ملک صاحب کی خدمت میں آپ کی وساطت سے درخواست کرتا ہوں کہ اتنی بہت لمبی چوڑی باتوں کے بعد اگر ایک چیف انجینئر کے پاس

سارے سال میں تین ہزار روپیہ بھی نہیں ہے تو اس نظام کو سوچنا چاہیے ۔ جہاں پہلے لاکھوں روپیہ ہوتا تھا اور ضرورت کے وقت اچانک جو مصیبت آفاق کی طرف سے آجایا کرتی تھی تو اس نقصان کا مقابلہ کرنے کے لئے چیف انجینئر کے پاس ہوتا تھا اور جو انتظام کرتا تھا لیکن اب تین ہزار روپیہ بھی چیف انجینئر کے پاس نہیں ہے تو میں ملک صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس انتظام میں کچھ تبدیلی پیدا کی جائے تاکہ فوری ضرورت کے وقت پانچ دس بیس ہزار روپیہ ہو جو چیف انجینیر استعمال کر سکے میں اپنی تحصیلوں کے لئے ان کی اریگیشن کے لئے ایک پیسہ نہیں لے سکا اور میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے پیسے پر لوگوں نے ووٹ نہیں دیئے مجھے ووٹ بڑا سہنگا پڑا ہے میں ان کی خدمت نہیں کر سکا ہوں تو وہ میری جان نہیں چھوڑیں گے تو میں درخواست کرتا ہوں کہ یہ محکمہ خاص طور پر کوہاٹ کے لئے کوئی ایسا انتظام کرے کہ کم از کم اس سال تو ہم نے گزارہ کیا لیکن اگلے سال کے لئے کوئی لوگوں کے لئے کوئی ایسی سکیمیں ہم بنا سکیں کہ جن سے ان کو فائدہ پہنچے ویسے میں نے تین ہزار روپیہ بی ڈی فنڈ سے لے کر دلوا دیا تھا وقت گزر گیا ۔ تو میں ملک صاحب سے بڑے ادب سے درخواست کروں گا کہ وہ کوہاٹ اریگیشن کے لئے کوئی مناسب رعایت دیں تاکہ وہ غریب اور پسماندہ لوگ کم از بند باندہ سکیں اور اپنی سیرابی کا انتظام کر سکیں ۔

مسٹر محمد امین خان کانجو (ملتان ۔ ۶) — مسٹر سپیکر میں آپ کے توسط سے وزیر زراعت کی توجہ ضلع ملتان تحصیل لودھراں کی طرف دلاتا ہوں ۔ ضلع ملتان ایسا ضلع ہے جہاں گندم زیادہ پیدا ہوتی ہے ۔ اس طرح مغربی پاکستان دوسرے بھی کئی اضلاع ہیں جہاں گندم کی زیادہ پیداوار ہوتی ہے ۔ لیکن پچھلے سال گندم کی کمی بتدریج بڑھ رہی ہے اس کی وجوہات پر امید ہے وزیر زراعت نے غور کیا ہوگا لیکن میں اپنی تحصیل کے واقعات ان کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

مسٹر افتخار احمد خان ۔ کیا یہ کٹ موشن کی حمایت کر رہے ہیں ۔

Mr. Speaker : He is making a speech.

مسٹر محمد امین خان کانجو — جناب والا ۔ تحصیل لودھراں کو دو نہریں شیراب کرتی ہیں ایک پاکپٹن نہر اور ایک میلسی نہر ہے ۔ پچھلے سال بھی دونوں نہروں میں پانی کی کمی کی وجہ سے فصل خریف اچھی طرح نہ بوئی جاسکی ۔ اور ربیع کی فصل کو بھی پانی نہ مل سکا اور وہ خشک ہوگئی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تحصیل لودھراں میں اس وقت گندم کی یہ پوزیشن ہے اگر وہ لوگ گندم چاہیں تو انہیں مہیا نہیں ہو رہی ہے ۔ جو دیہات میں رہنے والے ہیں وہ بھی اپنے گذارے کے لئے گندم کے لئے بیتاب دوڑ کررہے ہیں کہ گندم خرید لیں تاکہ سال بھر کی خوراک مہیا ہو سکے ۔ انہیں بھی سولہ سترہ روپے من گندم مہیا نہیں ہو رہی ہے ۔ بلکہ بہت دقت سے دستیاب ہو رہی ہے ۔ یہ تو ابھی سال شروع ہوا آخر میں اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ اس سال پوزیشن یہ ہے کہ میلسی نہر میں پانی نہیں ہے اور نہ ہی پاکپٹن نہر میں پانی ہے ۔ پاکپٹن نہر سے ایک ایل ۔ دو ایل ۔ تین ایل ۔ چار ایل ۔ یہ چار ایل مائنر تحصیل لودھراں کو آبپاشی کرتے ہیں لیکن ایک ایل ۔ دو ایل ۔ تین ایل اور چار ایل کی حالت یہ ہے کہ فصل خریف کا وقت گزر رہا ہے اور میلسی کینال میں پانی نہیں ہے ۔ فصل خریف کی کاشت میں ایک ہفتہ باقی رہتا ہے ۔ اگر اس وقت پانی مہیا نہ ہوا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فصل خریف اور ربیع دونوں پر برا اثر پڑے گا ۔ ہمیں بہت مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا ۔ میں وزیر زراعت کی خدمت میں درخواست کرونگا کہ وہ پانی کا انتظام کریں تاکہ وہاں کی فصل بر وقت کاشت کی جاسکے ۔

دوسرے جناب والا میری یہ عرض ہے کہ تحصیل لودھراں کا پانی میٹھا ہے وہاں ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں لیکن ڈیزل کی ڈیوٹی بڑھنے سے لوگ ٹیوب ویل نہیں چلا سکتے ۔ بجلی کیلئے پچھلی دفعہ سوال کے جواب میں وزیر زراعت نے فرمایا تھا کہ ۱۹۶۳ء تک بجلی پہنچا دی جائے گی جو ٹیوب ویل کو مہیا کی جائے گی ۔ لیکن اس وقت تک ایک کھمبا بھی نہیں لگا ۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ جس

جگہ سے گندم کی کاشت کی آپ کو زیادہ توقع ہو سکتی ہے وہاں کم از کم بجلی تو مہیا کریں تاکہ ٹیوب ویل بجلی پر چلائے جا سکیں اور پانی کی کمی کو پورا کیا جا سکے ۔ میرے دوست پہلے یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر کولر کے لئے بجلی نہ ہو تو گزارا ہو سکتا ہے میں عرض کروں گا ہم بجلی کولر کے لئے نہیں مانگتے ۔ رات کی روشنی کے لئے نہیں مانگتے صرف اس لئے مانگتے ہیں کہ کم از کم گندم زیادہ کاشت ہو سکے ۔ اس کا فائدہ ہمیں بھی ہے اور حکومت کو بھی ہے ۔ میں عرض کرتا ہوں اگر یہی حالت رہی اور حکومت نے بر وقت بجلی اس علاقے میں مہیا نہ کی تو ٹیوب ویل نہیں چلائے جا سکتے ۔ تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگلے سالوں میں ہمیں بری طرح قحط کا مقابلہ کرنا پڑے گا ۔ اس ازالہ کو صرف اس صورت میں دور کیا جا سکتا ہے کہ جتنی جلد ہوسکے ٹیوب ویلوں کے لئے بجلی پہنچائی جائے تاکہ ٹیوب ویل چلائے جا سکیں اور تھوڑے خرچے سے لوگ بروقت کاشت کر سکیں ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔

سردار غلام محی الدین شاہ (جھنگ ۔ ۳) ۔ جناب والا ۔ میرا ضلع سیم اور تھور سے بہت متاثر ہو چکا ہے اور خاص طور پر تحصیل چنیوٹ میں سیم تھور کا بہت زور ہے ۔ وہاں پانی دریاؤں کے پانی کی طرح بھر رہا ہے ۔ اس کے متعلق پہلے بھی ملک قادر بخش صاحب سے گزارش کی تھی اور ایک دفعہ انہوں نے وعدہ بھی کیا کہ وہاں تشریف لائیں گے لیکن وہ نہ جا سکے ۔ اب حالت ایسی ہے کہ باقی اضلاع کے سیم کا پانی بھی میرے ضلع میں ہے کیونکہ یہ نشیب میں ہے ۔ تمام نہریں مثلاً شیخوپورہ سے سرگودھا وہیں جاکر ختم ہوتی ہیں ہمارے ضلع میں سے کوئی نہر نہیں نکالی گئی کہ وہاں سے پانی نکالا جاسکے ۔

دوسرے جناب والا ۔ ''کلر'' زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ۹۰ فیصد پانی ہمیں مل رہا ہے اور دوسرے اضلاع کو ۱۰ فیصدی پانی ملتا ہے ۔ اتنے کم پانی کی وجہ سے سیم اور تھور نہیں دبایا جا سکتا ۔ وہاں پر بجلی کے کنکشن بھی بہت کم

ہیں ۔ وہاں اگر فیس دے دی جائے تو کنکشن مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا ۔ میری یہی گذارش ہے کہ اس کا جلد انتظام کیا جائے ۔

Major Sultan Ahmad Khan : Three members have spoken on this cut motion from that side.

Mr. Speaker : I will give the member time.

چودھری محمد علی (بہاولپور - ۲) ۔ صدر محترم ۔ ڈویژن بہاولپور میں ستلج ویلی پراجیکٹ کی نہروں میں پانی کی سپلائی سخت ناقص ہے ۔ ضلع بہاول نگر اور بہاولپور میں پانی کی غلط تقسیم سے اس سال فصل ربیع بالکل تباہ و برباد ہوگئی ہے اور مویشیوں کے لئے چارہ نہیں رہا ہے ۔ عوام اپنے کے پانی کو ترس رہے ہیں جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے ۔ میں جناب والا آپکی وساطت سے حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں بلوکی سلیمانکی لنک جو اس غرض کے لئے بنایا گیا تھا ۔ کہ جب ستلج ویلی پراجیکٹ کی نہروں میں پانی کی کمی ہو اس وقت اس لنک سے پانی دیا جاوے ۔ میں عرض کروں گا اس لنک سے وارہ بندی کے ذریعہ ستلج ویلی پراجیکٹ کی نہروں کو پانی دیا جائے ۔

میجر سلطان احمد خان (ہزارہ - ۳) ۔ صاحب صدر میں اپنے معزز بزرگ ملک قادر بخش صاحب کی جو کہ حقیقتاً اور دراصل ان معاملات میں بے حس ہیں اور اس بےحسی کے باوجود چند ایک ایسے واقعات کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جن پر میرے خیال میں بیگم صاحبہ (بیگم محمودہ سلیم صاحبہ) بھی میری تائید کریں گی ہم ۱۹۵۵ء سے لے کر آج دن تک شکار ہوتے چلے آ رہے ہم جناب والا ضلع ہزارہ جس کا میں باشندہ ہوں اس میں آبپاشی کے صرف دو وسائل ہو سکتے ہیں ۔ ایک جو چھوٹے چھوٹے ندی نالے ہیں ان کو Exploit کرنے میں ، دوسرے اگر وہاں کہیں اگر ٹیوب ویل ممکن ہو تب آبپاشی ہو سکتی ہے ۔ تیسرا نقشہ آج کل جو واپڈا اے ۔ ڈی ۔ سی نے نکالا ہے یعنی سمال ڈیم سکیم ۔ یہ بھی آبپاشی کے لئے مفید ہو سکتے ہیں ۔ جہاں تک چھوٹی چھوٹی ندیوں کو Exploit کرنے کا تعلق ہے آخری بار ۱۹۵۵ء میں مسودہ بنایا گیا ہری پور کے قریب ایک ندی ہے جس کو دریائے غور کہتے ہیں یہ چھوٹی سی ندی گزرتے ہوئے نظر آتی ہوگی ۔ ۱۹۵۵ء

میں لوگوں نے غور کے ایک کنارے پر ایک نہر بنانے کی منظوری لی اور وہ نہر بنا کر چھوڑی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر اس علاقہ کا ایک ہزار ایکڑ رقبہ آباد تھا تو اس کی وجہ سے دو ہزار ایکڑ آباد ہو گیا ۔ ایک سکیم یہ ہے کہ اسی ندی پر تین ٹیوب ویل لگانے کی منظوری دی جائے۔ جس کا ایک پانی ایک اعلی قسم کی زمین جو اس معزز ایوان کے ممبران کو ایبٹ آباد جاتے ہوئے راستہ میں نظر آتی ہوگی اور بیگم صاحبہ نے شائد سنا ہو دیکھا نہ ہو جن کو پنیان کہتے اور بیرہ کہتے ہیں ۔ تین ٹیوب ویلوں کی منظوری اس زمین کو پانی پہنچانے کے لئے ہوئی لیکن نا معلوم اس ترقی پسند حکومت سے نہیں سنا کہ اس سکیم کا کیا حشر ہوا ۔ میرے خیال میں یہ ایک بڑا معمولی خرچ ہے اور حکومت کو بے پناہ فائدہ ہوگا ۔ میری وہاں ایک انچ زمین نہیں ہے ۔ اور میری ذاتی غرض بھی نہیں ہے ۔

جناب والا ۔ جہاں تک ٹیوب ویلوں کا سوال ہے ۔ مارشل لا کے دوران ان اصحاب نے شاید اس غرض سے کہ مارشل لا کے نگہبان کا اس ضلعے سے تعلق ہے ۔ اسے خوش کرنے کے لئے وہاں ایک پروگرام کے تحت کوئی ۳۰ یا ۴۰ ٹیوب ویل منظور کر دئے ۔ ان ۳۰ یا ۴۰ ٹیوب ویلوں کی منظوری کے سلسلے میں بلا مبالغہ ۱۰۰ جگہ بورنگ ہوئی ۔ چنانچہ میرے گاؤں میں بھی جو اڑھائی ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے ۔ وہاں بورنگ کے بعد یہاں فیصلہ کیا گیا کہ یہاں اس کی کامیابی کی کوئی possibility نہیں ۔ چنانچہ تین جگہ بورنگ کر کے دکھائی گئی ۔ اس وقت خیال یہی تھا کہ شاید یہ ہمیں خوش کرنے کے لئے کر رہے ہیں ۔ چنانچہ اسی جذبے کے تحت وہاں کوشش کی گئی ۔ ویسے ٹیوب ویل تو پہاڑ پر بھی نکل سکتا ہے بشرطیکہ اس جگہ کی بلندی دس ہزار فٹ سے کم ہو ۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل غرض اور تھی ۔ چونکہ یہ سب کچھ ایک پروگرام کے تحت ہو رہا ہے ۔ جس کے لئے بیشمار پیسہ ہے ۔ جو کہ اوور سیروں اور S.D.Os. کے حوالے کیا جا چکا ہے ۔ اور حکومت نے ۱۰۰ بورنگ کی ceiling limit بھی دی ہوئی تھی ۔ چنانچہ میں ملک صاحب اور محکمہ آبپاشی کے سیکریٹری صاحب جن کا مجھے خاص احترام ہے ، سے بذات خود ملا ۔ اگرچہ میں ٹیکنیکل آدمی نہیں ۔ پھر بھی مجھے معلوم ہے کہ آپ کی ceiling limit تین سو فٹ ہے ۔ یعنی اس level پر Irrigational Tube-well feasible نہیں ہوتے ۔ انہوں نے یہاں

کچھ خطوط بھی لکھے اور مجھے بھی کچھ حوصلہ اور سہارا دینے کی کوشش کی - کہ feasible ہوا تو ہم اس ceiling کو increase کرنے کی کوشش کریں گے - اور شاید کچھ کیا بھی ہوگا - لیکن در اصل واقعہ یہ ہوا کہ یہ جتنی بھی ۱۰۰ بورنگ ہوئی ہیں - ان میں ان لوگوں نے تین سو فٹ کی limit کے باوجود ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو فٹ پر جا کر کسی کا نلکہ توڑا اور کسی کو کچھ کر کے وہ سارا پیسہ ضائع کر دیا اور بالآخر ۱۰۰ بورنگ میں سے صرف دو ٹیوب ویل کامیاب کر کے دکھائے ہیں اور وہ بھی ایسی جگہ جس کے گرد و نواح میں ٹیوب ویل کامیاب ہو نہیں سکتے تھے - اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ کبھی ذمہ دار نہیں رہے - اگر آپ اس کے لئے ذمہ داری محسوس کرتے ہیں تو آپ کو اس کے متعلق انکوائری کرانی چاہیئے - کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک گاؤں کے قریب ایک طرف تو ٹیوب ویل کامیاب ہوئے ہیں اور دوسری طرف اس سے نچلی سطح پر ناکام ہوے ہیں - یہ ایک دن دھاڑے کا ڈاکہ ہے جو ہماری نظر میں ہے اور جو ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے - جہاں ۱۰۰ بورنگ میں سے صرف دو ٹیوب ویل کامیاب ہوئے ہیں -

دوسرے جناب - ان پر ٹیکس یا مالیہ اتنا لگا دیا گیا ہے کہ جو دو ٹیوب ویل کامیاب ہوئے ہیں ان کو باقی لوگ استعمال کرنا نہیں چاہتے - آپ اس پر بھی نظر رکھیں - کیونکہ یہ آپ کا فرض ہے - تاکہ لوگوں کو اس سے کچھ فائدہ ہو - اور اس سے پبلک اور حکومت کا آپس میں تعاون بڑھے -

جناب والا - تیسرا مسئلہ Small Dams Scheme کا ہے - اس Organisation میں میرے خیال میں شروع میں واپڈا نے یہ اعلان کیا تھا اور اب شاید وہی کام A.D.C. کے سپرد ہو چکا ہے - کہ تحصیل ہری پور میں دو Small Dams یعنی کاھل ڈیم اور منگ ڈیم بن چکے ہیں - لیکن پچھلے دو سال میں یعنی Floods کے دوران وہاں ایک بوند پانی بھی کھڑا نہیں ہو سکا - سنا ہے کہ پچھلے سال صدر مملکت بھی وہاں تشریف لے گئے تھے اور جس طرح یہ لوگ عام طور پر جشن منایا کرتے ہیں - اس کی Opening Ceremony یا Destruction Ceremony منائی گئی - وہاں جب ان کو لے جایا گیا تو لوگوں نے شور مچایا کہ جناب اس ڈیم کے بننے سے یہاں پانی کی ایک بوند بھی کھڑی نہیں ہوسکی - اور اسے آب بھی جاتے ہیں - تو اس پر کسی انجینئر صاحب نے صدر صاحب کے سامنے یہ جواز پیش کیا کہ پانی آہستہ آہستہ مٹی سے گھس کر رک جائیگا - اب

آپ ہی اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ ملک صاحب بھی خیال فرمائیں ۔ نہ وہ انجینئر ہیں اور نہ ہی میں انجینئر ہوں ۔ لیکن یہ دن دھاڑے کا مذاق ہے جسے صدر مملکت صاحب تسلیم بھی کر چکے ہیں ۔ اور ہم ان کے ساتھ ضرور وابستگی رکھتے ہیں ۔ یہ ڈیم بغیر کسی سروے اور بغیر کسی Schedule بنائے گئے ہیں ۔ اور ان پر بلا وجہ لاکھوں روپیہ تباہ کر دیا گیا ہے ۔ اور اب جو ایک نیا ڈیم بنایا جا رہا ہے ۔ اگر اس پر بھی کوئی check نہ رکھا گیا تو اس کا بھی وہی حشر ہوگا ۔ جو منگلا ڈیم کا ہوا ہے میں صرف یہی عرض کروں گا کہ آپ اس پر نظر ثانی کریں ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بے حس ہیں ۔ لیکن یہ بڑی ضروری بات ہے ۔

Khanzada Taj Muhammad : Sir, the question be now put.

میر محمد مراد خان جھاٹی(جیکب آباد ۔ ۲)— صاحب صدر ۔ میرے دوستوں کی تقریروں سے یہ پتہ چلا ہے کہ سارے صوبہ مغربی پاکستان میں پانی کی قلت ہے ۔ اور چھوٹے یونٹوں میں خصوصاً ایک یونٹ بننے کے بعد کافی قلت واقع ہوئی ہے ۔

Minister of Irrigation (Malik Qadir Bakhsh) : On a point of order. Sir, I will welcome any criticism from the members of the House on all matters connected with irrigation; whether they are being executed or carried out by the Irrigation Department or by WAPDA or by ADC. They are under my charge. But the cut motion is on particular item "Irrigation Establishment". The small dams towards Hazara, Jhelum, Peshawar region and Rawalpindi etc. do not come in. I will be obliged to the members if they confine themselves to the subject under discussion, because I will be in a position to appreciat what they want and what their difficulties are and I will be further in a position to ask my Department to examine the difficulties which the honourable members now place befor this House. This would be to their bonefit and to my benefit if they confine themselves to the matters which is under discussion Personally I will welcome any criticism regarding Irrigation. It is my job. it is my duty, I want suggestions. But it is better that they should confine themselves to the matter under discussion.

Mr. Speaker : I uphold the point of order raised by Malik Sahib. The members should confine themselves to the items which are under discussion, that is, the charges on Irrigation Establishment.

علامہ رحمت اللہ ارشد ۔ جناب والا ۔ میں آپکی اطلاع کیلئے یہ عرض کر دوں کہ میرے سامنے ایجنڈا موجود ہے ۔ اس میں دیا گیا ہے کہ محکمہ آبپاشی میں پائی جانے والی نا اہلیت کار۔ رشوت ستانی۔ ضیاع۔ اقربا پروری اور بد انتظامی کو زیر بحث لانے کیلئے یہ Cut Motion پیش کی گئی ہے ۔ چنانچہ اس طرف سے جتنی تقریریں ہوئی ہیں وہ سب متعلقہ قسم کی تقریریں ہیں۔ یعنی کسی معزز ممبر نے کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں کیا جس پر ملک قادر بخش صاحب کو اعتراض ہو ۔

Minister of Irrigation and Power : Small Dams which are under the A. D. C. Sir.

علامہ رحمت اللہ ارشد۔ جناب والا ۔ ملک صاحب کو معلوم ہے ۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ محکمے کی نا اہلیت کی وجہ سے پہلے بھی ایک ڈیم تباہ ہوئی ہے ۔

میر محمد مراد خاں جمالی۔ جناب والا ۔ اس ایوان کے اکثر ممبران نے صوبہ مغربی پاکستان میں پانی کی قلت کا شکوہ کیا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صوبے میں پانی کی قلت یکایک کیسے پیدا ہوئی ہے ۔ میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارے حکمرانوں کے *X X X ہیں ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ ہمارے حکمرانوں کے *X X X ہیں تو اس کیلئے صوبے کے عوام کیوں سزا بھگتیں۔ تو اس سلسلے میں میری گذارش یہ ہے *X X X X X X X X X X X X X

مسٹر تاج محمد خانزادہ ۔ جناب والا ۔ ملک صاحب تو بڑے شریف آدمی ہیں ۔ یہ صرف******کا سوال ہی نہیں۔ میرے خیال میں تو یہ*XXXX unparliamentary words ہیں ۔

میر محمد مراد خاں جمالی۔ جناب والا ۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ہمارے صوبے کے لوگوں نے****** ان حکمرانوں کو برداشت کیا ہوا ہے ۔ تو اس جرم کی پاداش میں اس صوبے کے عوام جو ہیں۔

Mr. Speaker : The word "******" unparliamentary. The member should withdraw these words.*

Mir Muhammad Murad Khan Jamali : I withdraw Sir.

Mr. Speaker : It should be expunged from the proceeding.

پارلیمنٹری سیکرٹری (سردار محمد اشرف خاں) — On a Point of Order Sir جناب والا! کل بھی جناب جمالی صاحب نے اپنی تقریر میں موجودہ حکومت اور اس معزز ایوان کے اس طرف تشریف رکھنے والے تمام اراکین کے کیلئے اسی قسم کے بے شمار الفاظ استعمال کئے تھے۔ اور آج بھی وہ انہی الفاظ کو repeat کر رہے ہیں۔ حالانکہ کل قائد ایوان نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ ہماری طرف سے کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائیگا۔ اور نہ ہی ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں گے ۔ لہذا میں آپکی وساطت سے درخواست کرونگا کہ وہ برائے نوازش محتاط الفاظ استعمال کریں ۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ دوبارہ ہاؤس میں تلخی پیدا ہو جائے ۔

*Expunged as ordered by the Speaker.

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔ صاحب صدر۔ آپ Corruption کا ترجمہ اردو میں کیا کرینگے؟ اور یہ* * * *کے سوا اورکیا ہو سکتا ہے ؟

مسٹر سپیکر۔ سعدی صاحب۔ اس نکتہ نثار سے تو اس ترجمہ رشوت یا رشوت ستانی کیا جائیگا ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔ جناب وہ تو bribery کا ترجمہ ہے ۔

مسٹر سپیکر ۔ * * *اور* * * *کہتا تو directly اس کے person پر hit ہے ۔

امیر حبیب اللہ خان سعدی۔ لیکن جناب یہاں کسی شخص کا نام تو نہیں لیا گیا ۔

میر محمد مراد خان جمالی۔ صاحب صدر۔ میں نےاس ایوان میں نے کسی ممبر کے متعلق کوئی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کئے۔ لیکن جہانتک حکمرانوں کا fault ہے ۔ ان کو میں برا سمجھتا ہوں اور برا کہونگا ۔ اس سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا ۔

پارلیمنٹری سیکرٹری (میاں محمد شریف) ۔ جناب والا ۔ معزز ممبر کسی پر ذاتی حملہ نہیں کر سکتے ۔ ان کے کام پر تنقید کر سکتے ہیں ۔

Mr. Speaker : Order, Order. No interruptions.

میر محمد مراد خان جمالی۔ صاحب صدر۔ اگر اس صوبے میں نیک اور اچھے لوگ بر سر اقتدار آ جائیں تو مجھے یقین ہے کہ ہماری بہت سی مصیبتیں کم ہو سکتی ہیں۔ پانی کی قلت۔ خوراک کی کمی اور دیگر آفتیں جو اس ملک پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہتی ہیں ۔ میرے خیال میں ان میں بہت حد تک کمی واقع ہو سکتی ہے ۔

جہانتک سابق صوبہ سندھ کا تعلق ہے ۔ آخر وہاں پانی کی قلت کیوں ہو گئی ہے ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ One Unit بننے کے بعد متعدد Barrages سابق صوبہ پنجاب میں بنے ہیں۔ نتیجتاً سابق صوبہ سندھ کی جو آب نوشیں ہیں۔ وہاں پانی کی قلت کو One Unit بننے کے بعد اور اس حکومت کے دور میں بڑی شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے ۔

صاحب صدر ۔ ۱۹۴۵ء میں سندھ گورنمنٹ نے پنجاب گورنمنٹ کے ساتھ دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک agreement کیا وہ موجود ہے اس کا ذکر اس ایوان میں

کیا گیا ہے ۔ لیکن پنجاب گورنمنٹ نے دستخط دینے سے انکار کر دیا ۔ نیز سندھ گورنمنٹ نے پنجاب کو مزید براجز بنانے سے انکار کر دیا ۔ اس لئے ون یونٹ بننے پر اس پر عمل درآمد نہ ہوا ۔

Minister for Agriculture and Food : What has this got to do with this cut motion ?

مسٹر سپیکر ۔ اس وقت جو چیز زیر بحث ہے وہ محکمہ اریگیشن کے متعلق ہے نہ کہ agreement کے متعلق ۔

میر محمد مراد خان جمالی ۔ محکمہ اریگیشن کے فرائض میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ دیکھے کہ پانی کی تقسیم منصفانہ ہو رہی ہے ۔ یا نہیں ۔ میں تو صرف اس چیز کی نشاندھی کر رہا ہوں ۔ شروع خریف میں جب سندھ میں فصل کاشت ہوتی پانی کی قلت ہوتی ہے ۔ اور کپاس وقت پر کاشت نہیں ہو سکی ۔ وہاں کے لوگوں کو نقصان ہوتا ہے اسی طرح جب ربیع کی فصل کے پکنے کا وقت آتا ہے تو پھر پانی کی قلت شدید طور پر محسوس کی جاتی ہے ۔ سندھ کی بیراجز چونکہ سندھ میں بنی ہیں اس لئے سندھ کے علاقہ کا حق مقدم ہے ۔ اس علاقہ کو پانی مل جانے کے بعد اگر پانی وافر ہو تو پھر صوبہ مغربی پاکستان کے دوسرے علاقوں کو حق پہنچتا ہے کہ ان کو پانی دیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ سندھ کا پانی لے کر صوبہ کے بالائی حصوں کو دے دیا جائے گا اور سندھ کے علاقہ کو بنجر اور غیر آباد کر دیا جائے گا ۔

جناب صدر ۔ میں اپنی تقرر ختم کر رہا ہوں اس لئے مجھے ایک دو منٹ اور دیئے جائیں ۔

جب سے یہ حکومت بر سر اقتدر آئی ہے پانی کی تقسیم بڑے غیر منصفانہ طور پر ہو رہی ہے اس حکومت کے جو ساتھی ہیں وہ تو ان کی ہر جائز اور ناجائز بات کو مانتے ہیں لیکن جو لوگ ان کے سیاسی حریف ہیں ان کو ان کا حق بھی نہیں دیا جاتا اور جو اصولاً اختلاف رکھتے ہیں ان کو ان کے حق سے محروم کیا گیا ہے ۔

Mr. Speaker : That has nothing to do with the establishment.

میر محمد مراد خان جمالی - خصوصاً نصیرآباد سب ڈویژن جو کوئٹہ ڈویژن کا ایک حصہ تھا اور بلوچستان کی سیاسیات میں جمالی قبیلہ کا ایک بڑا اہم کردار ہے -

وزیر زراعت و خوراک - اس کا جمالیوں کے کردار سے کیا تعلق ہے -

پارلیمنٹری سیکرٹری - (چودھری منظور حسین) - جناب والا - تقسیم ملک کے بعد چند سالوں کے لئے سیلابوں کی وجہ سے کافی نقصان ہوا ہے اس کے بعد ہم نے دیکھا ہے کہ یہ محکمہ نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سر انجام دے رہا ہے - اس وقت میں وزیر انہار کی توجہ ایک نہایت ضروری اور اہم تجویز کی طرف مبذول کراتا ہوں وہ یہ ہے کہ نہر اپر چناب تحصیل گوجرانولہ اور تحصیل فیروزوالا (ضلع شیخوپورہ) کے ۲۰ فیصدی علاقہ کو سیراب کرتی ہے - یہ وہ علاقہ ہے جس سے ہر سال لاکھوں من چاول ملک سے باہر جاتا ہے اور Foreign Exchange کماتا ہے میری یہ تجویز ہے کہ اس علاقہ کے ۲۰ فیصدی کو بڑھا کر ۱۰۰ فیصدی کر دیا جائے تاکہ تمام کا تمام علاقہ سیراب ہو جائے - میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فصل خریف میں جب اس علاقہ کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے - ان دنوں دریاوں میں پانی کی کمی نہیں ہوتی - میں ملک صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا - کہ وہ ایک بڑا منصوبہ بنا کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچائیں ضلع سیالکوٹ میں مرالہ لنک اور بمبانوالہ کنال کے درمیانی علاقہ میں پانی نہیں مل رہا ان Links کی وجہ سے زمینداروں کی زمین ضائع ہو رہی ہے یہ حکومت کا فرض ہے کہ ان کو پانی دیا جائے -

مسٹر سلطان محمد اعوان (ہزارہ - ۲) - میں نے میجر صاحب کے خیالات سنے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ انہیوں نے کچھ زیادتی کی ہے - تحصیل ہری پور میں ٹیوب ویل سکیم شروع کی گئی جو بہت کامیاب رہی لیکن میجر صاحب نے مخالفت برائے مخالفت کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا . یہ سکیم جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کامیاب رہی ہے اس کے علاوہ میں

آپ کی اجازت سے ملک صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ تحصیل مانسہرہ میں جو دو نہریں اچھڑ اور اپر رن کافی عرصہ سے نکالی گئی ہیں اور ان نہروں سے جتنی زمینیں سیراب ہوتی تھیں ان کو ابھی تک پانی نہیں دیا گیا ۔ حالانکہ نہر اس علاقہ سے گزرتی ہے ۔ لیکن جتنے عرصہ نہر کی تعمیر کو ہو گیا ہے حیرانی کی بات ہے کہ اتنا عرصہ کا آبیانہ لگا کر بھیج دیا ہے یہ بہت زیادتی ہے ۔ اس کی طرف نگاہ رکھیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہری پور میں ۳۰ ٹیوب ویل منظور کئے اور وہ سب وہیں کھپت ہو گئے ایبٹ آباد ہی بد قسمت تحصیل ہے ۔ مانسہرہ میں نہریں دے دیں ۔ ہری پور میں ٹیوب ویل دے دیئے ۔ ایبٹ آباد کے لوگوں نے کیا قصور کیا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ ایبٹ آباد سے آگے علاقہ مانگل ہے ۔ وہاں کافی میدانی علاقہ ہے لوگوں کی درخواست پر ٹیوب ویل سکیم شروع کی گئی ۔ اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوئی ۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اسے کیوں بند کر دیا گیا ۔ ایک ٹیوب ویل نکالا گیا ۔ اور وہاں کافی پانی آیا ۔ لیکن چیف انجینیئر صاحب جب تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ ٹیوب ویل کامیاب نہیں ہو سکتا وہاں ایک بہت سا بڑے سیاسی راہنما کا بنگلہ ہے وہ سرکاری پیسوں پر ٹیوب ویل کا نکالا ہوا پانی ان کو دے دیا گیا ہے ۔

میجر سلطان احمد خان ۔ کسی جگہ تو کام ہوگا ۔

مسٹر سلطان محمد اعوان ۔ وہاں کے لوگوں نے ایک درخواست کی شکل میں حکومت سے التجا کی ہے کہ ٹیوب ویل سکیم جاری کریں اور وہ تمام آبیانہ دینے کو تیار ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک صاحب اس امر کی طرف فوری توجہ کریں گے ۔

Minister of Irrigation and Power : Sir, though not mostly relevant to the Cut Motion, yet I am indebted to the members for bringing in several difficulties pertaining to their ilaqas. I wont take a long time Sir, but I assure Mr. Ansari that we have taken up the matter in our hands. We are conscious of their feelings about the difficulty at tail in Jhang time Sir because the intensity there is about 40 per cent and we are trying our utmost to remodel the canal and the channels. We are making efforts to provide funds and I still extend an assurance to my friend there and he should not

have said that because my friend belongs to opposition, therefore, purposely we are withholding water from them. If that had been the case we must have withdrawn water from Toba Tek Singh, from Kamalia from where Mr. Saadi and Mr. Hamza come, or from Rao Khurshid Ali's place. I would respectfully request Mr. Ansari to atleast desist from making such remarks against the Government which day and night is anxious to take water to every corner of the province Sir.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Including Campbellpur and Mianwali I hope.

Minister of Irrigation and Power : So far as Allama Sahib is concerned I am again conscious that there were difficulties in Bahawalnagar but the root cause is that Bahawalnagar district and some part of Bahawalpur too are linked with water, which comes from Bharat and that thing stands in our way. Very small quantity of water is let loose. We have to take water from the links to give at least some water to them to which they were not entitled, but on the principle, which he himself enunciated "بھائی کا بھائی پر حق ہوتا ہے" we awalys make our efforts to take water to them also and we will also do that.

Sir, for the information of . . . .

Allama Rehmatullah Arshad : On a point of information, Sir, if you will allow me.

ملک صاحب شاید جناب کو علم نہیں ہے کہ ہلوکی Link
کی تعمیر کے لئے سابقہ بہاولپور گورنمنٹ نے روپیہ Contribute کیا تھا ۔

Minister of Irrigation and Power : Sir, I dont want to say much because otherwise I could read the tolays guages in the river and place my difficulties before this House. Difficulties are in our ways and we are doing our utmost.

For the information of Rao Khurshid Ali Sahib Sir, I mention that we are having one machine more for that lift and shortly I hope it will be installed and there will be no shortage of water for Renala Lift Scheme.

Sir, Master Khan Gul has brought his difficulties before me today.

ماسٹر خان گل - جناب میرے لئے میری زبان میں
بتلائیے ۔

وزیر آبپاشی - جو تکالیف انکو پہنچی ہیں کہ
تین ہزار روپیہ سروے فنڈز سے بہم نہیں پہنچایا گیا ۔ ہو
سکتا ہے کہ ان سکیموں کے سروے کیلئے سال رواں کے
بجٹ میں کوئی گنجائش نہ رکھی گئی ہو اگر یہ فیصلہ
ہوا ہے تو ہم تحریک کریں گے کہ وہاں سروے کرایا
جائے ہو سکتا ہے کہ اسکے لئے کوئی موزوں وقت مل
جائے لیکن میں ماسٹر خان گل کو یقین دلاتا ہوں کہ
آپ کو ووٹ ملیں گے اور آپ ووٹ لیکر یہاں آئیں گے ۔

مسٹر اشتخار احمد خان - ملک صاحب ووٹ
پڑیں گے سہی ؟

وزیر آبپاشی - جی ہاں ووٹ پڑیں گے - پاک پٹن اور میلسی کو بھی پانی دیا جا رہا ہے اور دو نہروں سے پانی دیا جا رہا ہے - اور بہالپور کو بھی دیا جا رہا ہے -

We are starving some people and we are taking water to these two canals. Though it is not upto the mark, yet we want that some water should go there.

میں جناب کانجو صاحب کی اس چیز سے اتفاق نہیں کرتا کہ گندم ۱۶—۱۷ روپے من بک رہی ہے اور یہ بڑی مہنگی ہے - اس سلسلے میں حمزہ صاحب بھی سنیں گے کہ یہ نئی دہلی کی خبر ہے کہ وہاں ۰۰—۰۰ روپئے من بک رہی ہے - اور خدا کا فضل ہے کہ یہاں ایسا نہیں ہے باوجود اس بات کے کہ گذشتہ سال پانی کی کمی تھی اور فصل خریف نہیں ہوئی تھی پھر بھی ہماری پوزیشن Satisfactory رہی ہے - اسکی مجھے خوشی ہے لیکن پھر کہیں یہ نہ ہو کہ حمزہ صاحب پروپیگنڈا موشن لے آئیں کہ وہاں ۰۰—۰۰ روپئے من گندم نہیں بک رہی ہے -

مسٹر افتخار احمد خان - یہ ملک صاحب کون سا اخبار ہے -

وزیر آبپاشی - یہ پاکستان ٹائمز ہے آج کا -

مسٹر حمزہ - آپ کو بھی امریکہ رزق دیتا ہے اور ہندوستان کو بھی امریکہ دیتا ہے - آپ میں اور ان میں فرق کیا رہا -

وزیر آبپاشی - معاف کیجئے میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں یہ سنٹرل سبجکٹ ہے اور آج ہی بھٹو صاحب کی جو تقریر ہے اسے آپ پڑھ لیجئے -

مسٹر افتخار احمد خان - ملک صاحب ان اخبارات کا مالک کون ہے -

وزیر آبپاشی - ایک پاکستانی -

Mr. Speaker: No discussion on that, order, Order.

وزیر آبپاشی — چودھری محمد علیصاحب کو وہی تکلیف تھی جو علامہ صاحب نے فرمائیں تھی لہذا انکا بھی وہی جواب ہے - خان سلطان صاحب کو میں نظر انداز کرتا ہوں - جمالی صاحب نے جن الفاظ کا استعمال کیا ہے اگر

میں بھی وہی الفاظ اور Language استعمال کروں تو پھر
میں بھی اسی سطح پر آ جاؤں گا جس پر وہ ہیں لیکن
میں اپنے آپ کو اس سطح پر نہیں لانا چاہتا ۔

I was not ready for that but still I welcome that. I thought that whatever the gentlemen want to talk about irrigation I should not on technical grounds stand in their way.

لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنے سکرٹری
صاحب سے دریافت کر لیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ
انکے علاقے میں پانی کی قلت ضرور ہے اور میں کوشش
کرونگا کہ جلد سے جلد انکی تکلیف رفع ہو۔ ہو سکتا ہے کہ
اسوقت جو انہوں نے مجھے گالیاں دی ہیں وہ پھر نہ دیں ۔

میر محمد مراد خان جمالی - میں ملک صاحب سے
گذارش کرتا ہوں کہ کیا وہ اپنے محکمہ کے افسروں کو
ہدایت جاری کریں گے کہ سیاسی اختلاف کی بنا پر ہمارے
ساتھ زیادتی نہ ہو ۔

وزیر آبپاشی - میں نے یقین دلایا ہے کہ مجھے
یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہو گا کہ کسی کے پانی
کو بند کیا جائے اور وہ مخالف بنچوں پر بیٹھا ہو ۔ مخالف
بنچوں پر بیٹھنے والے ملک و قوم کی اتنی ہی خدمت
کرتے ہیں جتنی کہ گورنمنٹ بنچوں پر بیٹھنے والے کرتے
ہیں اور کر رہے ہیں ۔ میرے پاس کوئی بھی تکلیف
لیکر آیا ہے تو میں نے اسکی پانی کی تکلیف کو رفع کرنے
کی جلد سے جلد کوشش کی ہے میں اسکو گناہ عظیم
سمجھتا ہوں ۔

Mr. Speaker: I will now put the question.

The question is—

That the total of Rs. 5, 70, 18, 060 on account of Charges on Irrigation Establishment. Total Other Expenditure Other than New Expenditure be reduced by Rs. 5, 70, 18, 059.

The motion was lost.

Next we come to DEMAND No. 12.

(No cut motion moved)

DEMAND No. 15.

(No cut motion moved).

DEMAND No. 18.

علامہ رحمت اللہ ارشد (بہاولپور ۲) - جناب صدر - میں
آپکی اجازت سے یہ تحریک کرتا ہوں - کہ ۲۰ ،۵۱،۳۹،۳۳۰
روپے کی رقم بسلسلہ مد نمبر ۳۷ تعلیم میزان ماسوائے دیگر
اخراجات تعلیم میں ۲۰،۵۱،۳۹،۳۳۹ روپے کی تخفیف کی

جائے - اس تحریک تخفیف سے تعلیمی انتظام کے نقائص کو زیر بحث لانا ہے -

Mr. Speaker : Th motion is—

That the total of Rs. 25, 01, 39, 340 on account of 37—Education— Total Other Expenditure Other than New Expenditure be reduced by Rs. 25, 01, 39, 339.

علامہ رحمت اللہ ارشد - جناب صدر - اس مسئلے کے اندر ملک کے کسی حصے میں اور ملک کے کسی آدمی کی دو رائیں نہیں ہو سکتیں - کہ کسی ملک کی تعمیر و ترقی حتیٰ کہ اسکا تحفظ اور اسکی بقاء ان تمام چیزوں کا انحصار تعلیم کی ترقی تعلیم میں شائستگی اور تعلیمی امور میں تنظیم کے اصول پر منحصر اور موقوف ہے - بلاشبہ ہمارے صوبے کے اندر کالج بن رہے ہیں - یونیورسٹیوں کی فلک شگاف عمارتیں موجود ہیں - اور بورڈ آف سکینڈری ایجوکیشن جیسا ادارہ بھی موجود ہے - میں تعلیم کے ان شعبوں پر تفصیل سے اس لئے معروضات پیش نہیں کرونگا - کہ میرے قائد جناب محترم خواجہ محمد صفدر صاحب نے بڑی تفصیل کیساتھ اپنے دلائل ارشاد فرمائے ہیں - اور بڑی محنت کے ساتھ اس محکمہ کی کار گزاری کا پوسٹ مارٹم کیا ہے - میں آپکی وساطت سے صرف ایک سوال محکمہ تعلیم کے ارباب بست و کشاد سے دریافت کرنا چاہتا ہوں - کہ یہ کالج بھی موجود ہیں - یونیورسٹیوں کی عمارتیں بھی موجود ہیں - روپیہ بھی ہر سال صرف ہوتا ہے - لیکن اسکی وجہ کیا ہے - کبھی انہوں نے یہ بھی سوچا - کہ ہمارے یہ تعلیمی ادارے آج محمد علی جوہر ، ظفر علیخان اور ڈاکٹر عبدالحق جیسے انسان پیدا نہیں کر رہی ہے - ضرورت عمارتوں سے پوری نہیں ہو جاتی - کسی ملک اور قوم کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے - کہ وہ ادارے کو کس قسم کے انسان کسی قابلیت کے کسی اہلیت کے اور کسی استعداد کے انسان پیدا کر کے قوم کو دے رہے ہیں - (نعرہ ہائے تحسین) آج قابل انسانوں کا پڑھے لکھے مدبر اور اہلیت اور استعداد رکھنے والے انسانوں کا قحطالرجال اس صوبے میں پوری قوم محسوس کرتی ہے - کیا یہ واقعہ نہیں ہے - کہ اس قحطالرجال کی سب سے زیادہ ذمہداری ہمارے نظام تعلیم پر عائد ہوتی ہے - میں اپنی طرف سے کوئی مثبت تجاویز

دینے کی بجائے یہ تجویز پیش کرونگا۔ کہ ماہرین تعلیم کا ایک کمیشن ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ کہ وہ بیٹھکر اس مسئلے کو سوچیں۔

جناب صدر۔ تعلیم تو نبوت کا ایک مقام ہے۔ ''یعلمھم الکتب والحکمہ و یزکیھم،، تعلیم تربیت کا مقام اونچا مقام ہے۔ میرے فاضل دوست وزیر تعلیم اس بات کو جانتے ہونگے۔ کہ جہاں بھی تعلیم کا لفظ آیا ہے۔ اسکے ساتھ تربیت کا لفظ بھی موجود ہے۔ ہمیں اس قوم کو یا اس صوبے کو یا intelligentsia کو یا تعلیم یافتہ افراد کو صرف شکایت نہیں ہے۔ کہ نظام تعلیم ناقص ہے۔ لیکن یہ شکایت اس سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ کہ نظام و تربیت بالکل مفقود ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ کہ آج ہمارے کالج، ہمارے تعلیمی ادارے اخلاقی تعلیم دینے کی بجائے جو کچھ نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ اخلاق باختگی، بے راہروی اور ٹیڈی ازم کے فروغ کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ ان چیزوں کو فروغ دے رہے ہیں۔ انکے لئے کوئی قطعی اور موثر انتظام کچھ اس قسم کا کرنا چاہئے۔ کہ یہ ہمارے تعلیم و تربیت کے بہترین ادارے ہوں۔ اور ان سے بہترین قسم کے انسان پیدا ہوں۔ جو ہمارے سیاسی، ملکی، اخلاقی اور تعلیمی مستقبل کے امین ہوں۔ ان گذارشات کے بعد میں اپنے علاقے کی بات بھی کرنا چاہتا ہوں۔

عشق است و صداخیر (؟) نظیری گناہ نیست
تو ہم بگوئے یک سخن از آرزوئے خویش

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو وحدت مغربی پاکستان کو توڑنے میں وحدت مغربی پاکستان کی فلاح و بہبود سمجھتے ہوں۔ لیکن جو تکالیف جو دقتیں جو مشکلات اور جو مصائب اس وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد چھوٹے صوبوں کو پہنچے ہیں۔ اگر ان کا ازالہ نہ کیا گیا۔ تو یہ محرکات اور یہ اسباب خود اس یونٹ کو توڑ دیں گے۔ ان گذارشات کے بعد آپکی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ کہ سابقہ بہاولپور میں لوگوں کو تعلیم کی کیا سہولتیں تھیں۔ بہت بڑی نا انصافی ہوگی۔ اگر میں اس موقع پر بہاولپور کے عباسی فرمانروا کو خراج تحسین پیش نہ کروں۔ جسکی سب سے زیادہ توجہ تعلیم کے فروغ پر تھی۔ اور عباسیوں کی علم پروری کی روائیت کو اسنے زندہ رکھا (نعرہ ہائے تحسین) اور علم کی سہولتیں اسقدر عام اور وسیع کیں کہ مظفر گڑھ، ڈیرہ غازیخانہ

ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے لوگ بھی بہاولپور میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے پہنچتے رہے ۔ خود ملک قادر بخش صاحب جو مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے اور جہاں سے صرف ۱۸ میل کے فاصلہ پر ملتان کا کالج موجود تھا وہ تعلیم پانے کے لئے بہاولپور تشریف لائے اور وہیں سے گریجوایٹ ہوئے۔ میرے محترم اور فاضل وزیر جناب احمد نواز شاہ گردیزی بھی جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں تعلیم عملاً پہلی جماعت سے لے کر بی۔ اے تک بالکل مفت تھی اور ہر سال ۲۰ لڑکے فنی تعلیم کے لئے سرکاری خرچ پر ریاست کے باہر کے کالجوں میں بھیجے جاتے تھے اور ہر سال انکی تعداد مقرر تھی جو اعلے تعلیم پانے کے لئے انہیں انگلینڈ سرکاری خرچ پر بھیجا جاتا تھا۔ وحدت مغربی پاکستان کے قیام کے بعد یہ تمام سہولتیں اور یہ تمام رعایتیں بند کر دی گئیں۔ ایک نقصان تو یہ پہنچا کہ وہ علم کا پھیلاوا اور وہ علم کی روشنی جو سابق بہاولپور کے لوگوں کو میسر تھی اس سے وہ محروم ہو گئے دوسرا انکو نقصان یہ ہوا اور اقتصادی طور پر بہاول پور کو نقصان یہ پہنچا کہ وہاں کے لوگ اعلے تعلیم نہ پا سکیں انکو سہولتیں نہ ملیں اور وہ بر سر روزگار نہ ہو سکیں۔ وہ اعلے صلاحیت نہ رکھتے تھے اس لئے کہ انکے پاس qualifications نہیں تھیں اس لئے وہ اقتصادی طور پر بھی وہ لوگ پسماندہ رہ گئے۔ دوسری بات جناب یہ ہے۔ محترم وزیر تعلیم کو معلوم ہوگا کہ وحدت مغربی پاکستان کے قیام سے پہلے ہر ٹیکنیکل کالج کے اندر زرعی کالج ہو میڈیکل کالج ہو انجنیرنگ کالج ہو اور لاہور اور پشاور میں ہر کالج کے اندر بہاولپور کے لئے سیٹیں Reserve تھیں ۔ اب ہماری ان سیٹوں کی تخصیص کو ختم کر دیا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عملی طور پر بہاولپور کے طالبعلم ان اداروں کے اندر تعلیم نہیں پا سکتے۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ لاہور کے لوگ یہاں سے جاتے ہیں اور مختلف بہانوں سے domicile وہاں کا لیکر یہاں داخل ہو جاتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہاول پور میں تین چار آدمی موجود ہیں لیکن یقیناً ان لوگوں کا اس علاقے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ انتہا محکمہ تعلیم کے متعلق ہی نہیں اصل میں محکمہ اوقاف کے متعلق بھی ہے لیکن وہ بھی تو تعلیم کا ایک شعبہ ہے ۔ میں آپکی توجہ جامعہ عباسیہ جو تعلیم کی ایک بہت بڑی درسگاہ تھی بہاولپور کی طرف مبذول کراتا ہوں ۔ اس کو ختم کر کے جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک ادارہ وہاں قائم کیا گیا ہے ۔ اگر عباسیہ کا لفظ رہنے دیا جاتا تو قطعاً اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

صبح تک تو نے نہ چھوڑی وہ بھی اے باد صبا
یاد گار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

عباسیوں کا نام اگر وہاں رہ جاتا تو شائد کوئی تکلیف کی بات تو نہ ہوتی۔ لیکن اسلام کا نام سب سے بڑا ہے۔ ہمیں یہ یقین دلایا کہ جامعہ اسلامیہ خشت اول ہے ایک اسلامک یونیورسٹی کی۔ اس سلسلے میں میں نے پچھلے سال بجٹ سیشن میں آپکے توسل سے جناب گورنر صاحب اور صدر ایوب صاحب کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا تھا کہ بہاول پور کے ساتھ بڑا کرم کیا ہے کہ وہاں اسلامی تعلیم دیجاتی ہے بڑے عزم کے ساتھ بڑے وسیع عزم کے ساتھ لیکن ابھی تک اس کو یونیورسٹی نہیں بنایا گیا لیکن جو بات آپ سنکر متعجب ہونگے وہ یہ ہے کہ اس ادارے کے اندر جو پروفیسر باہر سے منگوائے گئے انکی تنخواہیں تین ہزار ماہوار سے لیکر ساڑھے سات ہزار ماہوار تک متعین ہیں لیکن جو جامعہ عباسیہ کے سابق ملازمین اس ادارے کے اندر پروفیسر مقرر کئے گئے انکی تنخواہیں کسی کی بھی ۴۵۰ روپے سے زیادہ نہیں۔ آپ ان کارناموں کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹی یونٹوں اور بہاول پور کے لوگ اس یونٹ کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں گے اور مطمئن رہیں گے اس نظم و نسق پر جواب دیا جاتا ہے کہ جامعہ عباسیہ کے ملازمین چونکہ سرکاری ملازمین محکمہ تعلیم سے تنخواہ لیکر آتے ہیں اس لئے انکو انہیں تنخواہیں پر گزارہ کرنا ہوگا اور انہیں یہ ریٹائر کر دیا جائیگا۔ نصاب تعلیم ایک ہے۔ کار کردگی ایک ہے۔ منصب ایک ہے۔ فرائض ایک قسم کے ہیں۔ کسی چیز میں فرق نہیں۔ حتیٰ کہ تعلیمی استاد جو ہیں وہ بھی ایک ہیں لیکن جو بد بخت اس ادارے کے ساتھ منسلک تھے انکی تنخواہ میں ایک پائی کا بھی اضافہ نہیں ہوا۔ جو باہر سے درآمد کئے گئے ہیں انکی ذات پر تنقید نہیں کرنا چاہتا کہ وہ کس قابلیت اور کس اہلیت کے آدمی ہیں لیکن جو منگوائے گئے ہیں انکی قیمتیں تین ہزار سے لیکر پندرہ سو تک پہنچیں۔ ان گزارشات کے ساتھ میں آپکے توسل سے وزیر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اس نا انصافی کو ختم کیا جائے کیونکہ بڑی سرعت کے ساتھ لوگوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ اب وہ برداشت کرنے کے لئے مزید تیار نہیں ہیں اس لئے کہ تعلیم ایک ایسی شے ہے جس کی پس ماندہ علاقے کو زیادہ ضرورت ہوتی۔

چودھری محمد ابراہیم (سیالکوٹ ۔ ۳) — صاحب صدر۔ اس ایوان میں آج علامہ صاحب اور خواجہ صاحب نے اس بات

کا تذکرہ کیا ہے کہ علم کی بلند و بالا عمارتوں کے باوجود اور اس محکمہ پر چالیس کروڑ سے زیادہ خرچ کرنے کے باوجود ہمارا معیار تعلیم دن بدن گرتا جا رہا ہے اور اس میں دو مختلف رائیں نہیں ہیں ہر شخص اس کا احساس رکھتا ہے اور اس کے اسباب میں ہے آپ یقین جانئیے کہ میرے نزدیک بات یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کے ارباب اختیار خود تعلیم کے بہت زیادہ محتاج ہیں ۔ خود ان کو تعلیم دی جانی چاہئیے تاکہ وہ دوسرں کی تعلیم کا بار اپنے ذمہ لے سکیں ۔ تعلیم میں تربیت شامل ہے ۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

تربیت کی وجہ سے ہی تعلیم بنتی ہے ۔ ایک شخص اپنے لئے انفارمیشن کے بہت بڑے ذخیرے ہی کیوں نہ جمع کر لے لیکن وہ صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تربیت نہ ہو ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ وہ تعلیم کسی مقصد کے لئے ہو ۔ آپ دنیا کی مختلف ریاستوں میں نظام ہائے تعلیم پر غور کر کے دیکھیں وہ اپنے سامنے ایک مخصوص کیریکٹر کی تعمیر رکھتی ہیں ۔ ایک اشتراکی ریاست وہ مخصوص خواص پیدا کرنا چاہتی ہے ۔ ایک سرمایہ دارانہ ریاست اپنے سامنے مخصوص کیریکٹر رکھتی ہے تو کیا کوئی ہمیں بتا سکتا ہے کہ ہمارے سامنے وہ مخصوص کریکٹر کیا ہے ۔ ہم بظاہر اس بات کا عزم رکھتے ہیں ۔ آپ نے اپنے منہ سے بیان دئیے ہیں کہ ہم اس ملک کو ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں یہ ہمارا مقصد ہے لیکن کیا اس مقصد کی جانب ہم نے کبھی قدم اٹھایا بھی ہے ۔ اس سلسلے میں ان کو تعلیم کی ضرورت ہے ۔ خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ اس ایک محکمہ تعلیم کے دو مختلف ادارے ہیں ایک ٹیکسٹ بک بورڈ اور ایک بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن ۔ ایک کا کام ہے کہ وہ سلیبس syllabus تیار کرے اور دوسرے کا کام ہے کہ اس کے مطابق کتابیں مہیا کرے ۔

"من چہ می سرائیم و طنبورہ من چہ می سرائید"

والی بات ہے اور بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن جس کے ذمہ

یہ سلیبس تیار کرنا ہے وہ اپنے نقطہ نگاہ سے سلیبس توصحیح تیار کرتا ہے لیکن اس کا منشورہ کسی اور طرف بج رہا ہے اور Text Book Board کا منشورہ کسی اور طرف بج رہا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ انہیں اپنے محکمہ کے متعلق ابتدائی واقفیت بھی نہیں ہے یہ میرے سامنے Explanatory Memorandum ہے جو اس بجٹ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ آج تک انہیں معلوم نہیں کہ وہ کس عرش پر جا کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کا نظام مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے۔

وزیر تعلیم — صفحہ کون سا ہے۔

چودھری محمد ابراہیم — Explanatory memorandum کا صفحہ ۱۱۵ ہے اور بھی اس میں بہت سے گل کھلائے گئے ہیں۔ ان میں کچھ پیش کرتا ہوں۔

(1) Maintenance grants for Vernacular Education to District Boards—

اب جناب والا ڈسٹرکٹ بورڈ کو Maintenance Grant دینے کا کیا مطلب ہے۔ Explanatory memorandum میں اس کو لانے کی کیا تک ہے۔ یہاں فرمایا گیا ہے۔

In the former Punjab, they are given in accordance with the system inaugurated in April 1918, when after a thorough enquiry into the position of each District Board rates were fixed according to the need and capacity of each district, and additional grants were also paid.

شاید یہ سمجھ لیا جاتا کہ کتابت میں کوئی غلطی ہو گئی ہے لیکن اس کے صفحہ ۱۱۶ کو دیکھئے پہلی سطر میں فرماتے ہیں۔

Grants for Compulsory Education. In the case of District Boards in the former Punjab, expenditure on compulsory education is treated as approved expenditure on Vernacular Education and grants are sanctioned in accordance with the grading of each district.

یہی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں۔

Building grants to District Boards.

(اس مرحلے پر مسٹر سپیکر ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)۔

یعنی مسلسل یہ ذکر کر رہے ہیں لیکن ڈسٹرکٹ بورڈ جس کا اب وجود نہیں کوئی نہیں ہے۔ مدت ہوئی وہ ختم ہو چکا ہے آخر یہ دوسروں کو کیا یہ تعلیم دیں گے جبکہ انکو اپنے گھر کی کوئی خبر نہیں ہے۔ پھر صاحب صدر اس سے آگے چل کر آخری فقرہ میں فرماتے ہیں وہ فی الواقع آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آخری فقرہ ہے۔

"The other head do not required any special explanation."

سمجھ لیجئے اسکی گرائمر کیا ہے ۔ اس کا مطلب کیا بنتا ہے ۔ یہ محکمہ تعلیم والوں نے Explanatory Memorandum میں اپنی قابلیت کے ثبوت کے طور پر فراہم کیا ہے ۔ یہ ایک فقرہ ہے جس کے کوئی معنی نہیں جس کی کوئی گرائمر نہیں ہے یہ صفحہ ۱۱۶ پر آپ دیکھ لیں ۔

"The other head do not required any special explanation."

وزیر تعلیم ۔ ہو سکتا ہے پرنٹنگ میں غلطی ہوگئی ہو ۔

چودھری محمد ابراہیم ۔ جب آپ کتابت کیلئے بھیجتے ہیں تو کلرکوں پر انحصار نہ کیجئے ۔ حکومت آخر ان لوگوں کو لاکھوں روپیہ تنخواہ جو دے رہی ہے وہ کس کام کیلئے دے رہی ہے ۔ کیا یہ اپنی لیاقت کا ثبوت پیش کرنے کیلئے ہے ۔

جناب صدر ۔ یہ میں نے ابتدا میں کہا تھا کہ یہ لوگ اس سے زیادہ تعلیم کے محتاج ہیں ۔ ان بے علم لوگوں سے یہ توقع کی جائے کہ یہ لوگوں کو علم سکھائیں گے یہ لوگوں کو تعلیم دیں گے ۔ ان کے پلے ہی کیا ۔ اس طرح ان کے ہاتھوں سے تعلیم کا معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے ۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں یہ اسکی لازمی اور حقیقی وجہ ہے ۔ جناب صدر جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نظام تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ہے ۔ یہ آج نہیں بلکہ اس سے پہلے بہت دنوں پہلے قیام پاکستان کے فوراً بعد اس ضرورت کا احساس ہوا تھا کہ اس نظام تعلیم کو جو کہ لارڈ میکالے نے اپنی ضروریات کے پیش نظر وضع کیا تھا ۔ اس میں اصلاح کی ضرورت ہے اسی وجہ سے ۱۹۵۰ میں ایک تعلیمی کمشن یعنی یونیورسٹی کمشن قائم ہوا تھا پھر اس نے اپنے ذمہ یہ کام لیا ۔ بہت سی چیزوں کو میں چھوڑے دیتا ہوں جو بہت ضروری ہیں ان کو لیتا ہوں ۔ آئٹم نمبر ۷ میں یہ ہے ۔

"The advancement of Islamic study and Oriental Languages."

آئٹم نمبر ۸ medium of instruction کے متعلق ہے ۔ انہوں نے اس میں Advancement of Islamic study کے بارے میں سفارشات کی ہیں ۔ medium of instruction کے بارے میں بھی کی ہیں ۔

گیا دنیا کے کوئی ایسے خود فراموش ملک ہیں جو کہ اپنی زبانوں کو پس پشت ڈالتے ہیں ۔ ہماری قارن زبان جو کہ نہایت ادق ہے جسے انگریزوں کے عہد میں بھی حاصل کرنا آسان کام نہ تھا ۔ اب جبکہ ہمارے ایک ایک بچے کے ذہن میں یہ بات موجود ہے کہ انگریز یہ ظلم کرتا رہا ہے ۔ انگریز سے نفرت پیدا ہو چکی ہے اس کی تہذیب کے لئے ہمارے ذہنوں میں نفرت ہے اب اگر انگریزی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے تو پھر اس سے یہ ہوگا کہ ہم کسی مضمون میں ۔ ہم کسی ٹیکنیکل subject میں قابلیت حاصل نہیں کر سکتے ۔ آخر وہ ذریعہ تعلیم ۔ الفاظ کے معنی اور فقرے جو ہیں ان کو پہلے سمجھنا ضروری ہوگا آپ یقین جانئے ہمارے سلیبس کا نصف حصہ انگریزی میں ضائع ہو جاتا ہے وہ وقت تھا کہ ایک میٹرک کا طالب علم اچھی بھلی انگریزی لکھ سکتا تھا ۔ معمولی خط وکتابت وہ کرتا تھا لیکن کیا آج آپ فرسٹ ڈویژن کے لڑکے سے انگریزی میں یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اچھی بھلی انگریزی لکھ سکے گا اور سمجھ سکے گا ۔ medium of instruction کی بنا پر ۱۹۵۰ سے یعنی آج سے ۱۴ سال پہلے سے ہماری بہت سی قابلیتیں اور صلاحیتیں پائمال ہو رہی ہیں ۔ ہماری بہت سی قوتیں ضائع جا رہی ہے اس کا احساس کرتے ہوئے medium of instruction کے بارے میں واضع اصلاح کی تجویز پیش ہوئی ۔ معلوم نہیں ۱۴ سال بعد پھر بھی وہی رونا رویا جا رہا ہے آپ انگریزی کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں کیا آپ انگریز کو واپس لانا چاہتے ہیں کیا اسی طرح پھر مسلط کرنا چاہتے ہیں ۔ جو صورت حال ہمارے سامنے ہے ۔ وہ تو ایسے ہی عزائم کی آئینہ دار ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ انگریز چلا گیا لیکن اس سے بدرجہا کم تر درجے کے اخلاق اور کریکٹر کا مالک امریکہ ہمارے سروں پر مسلط ہو رہا ہے ۔ تو کم از کم اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ معیار تعلیم کچھ بہتر ہو یہ ضروری ہے medium of instruction کو بدلا جائے ۔ صاحب صدر اس یونیورسٹی کمشن نے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں ۱۹۵۰ میں بڑی معقول سفارشات کی تھیں ۔ ان میں ڈسپلن کی اہمیت کے

بارے میں تھا - ان میں مقاصد تعلیم کے بارے میں تھا - امتحانوں کے بارے میں تھا اور بھی بہت سی اچھی اچھی سفارشات تھیں ایک سوالنامہ جاری کیا گیا تھا - جس کے جواب میں ہر گوشے سے یہ آواز بلند ہوئی جس کا اعتراف یونیورسٹی نے بھی کیا کہ نظام تعلیم میں اصلاح کی بے حد ضرورت ہے اس ضرورت کے احساس کے تحت انہوں نے بڑی قیمتی سفارشات کی تھیں مصیبت یہ ہے کہ کتابوں کی صورت میں ان سفارشات کی لائبریریاں تیار ہو سکتی ہیں لیکن ان کے مطابق عمل کرنے کی ان کو توفیق نہیں مل رہی ہے -

مثلاً یونیورسٹی کمیشن نے اس Character کی وضاحت کی تھی - یعنی ہمیں اس سیرت کی ضرورت ہے - جسے سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنا نظام تعلیم مرتب کرنا چاہیے تھا - انہوں نے اس Character کی تصویر یوں کھینچی تھی - ہماری نگاہ میں Aimes and objects of University Education کیا ہیں - منجملہ دوسری باتوں کے وہ فرماتے ہیں -

"The Islamic idea of a dynamic and all embracing society."

جو ایک متحرک اور پوری سوسائٹی کے ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہو - یعنی ہمہ گیر ہو -

"All embracing and a dynamic society."

فی الحقیقت کسی ملک کی بد قسمتی اس سے اور زیادہ کیا ہو سکتی ہے - بلکہ اس پورے عالم انسان کی اس سے زیادہ اور بد قسمتی کیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے - "Knowing no racial or geographical bounds."

گویا یہ بات بجائے خود لغو ہے کہ ایک انسان بحیثیت انسان پیدا ہو اور صرف اس لیے کہ وہ ایک خاص خطہ ارض میں پیدا ہوا اس کا زاویہ نگاہ بھی اس عالم انسانیت کی بجائے اس طرح سے محدود ہو جائے - چہ جائیکہ ہم ایک ہی ریاست کے اندر ہر قسم کے فتنوں کو ہوا دے رہے ہیں - اور انہیں اپنی بے تدبیریوں کی وجہ سے پھان برپا کر رہے ہیں اس لئے کم از کم ہمارے لئے اسلام میں ایسا لائحہ عمل دیا گیا ہے جس کے تحت یہ ساری لغتیں دور کی جا سکتی ہیں - وہ فرماتے ہیں -

"Man was born human but he has become a German or a British or an American."

یہ اس تعلیم کے مقاصد میں ہے اور اس character کے مقاصد میں ہے - چنانچہ تعلیم کے ذریعے اس قسم کا character پیدا کرنا ایک ریاست کے ذمے ہے -

.....Knowing no racial or Geographical bounds"

وہی عالمگیر مساوات اور عالمگیر اخوت ۔

".....and Knit together by a sense of Universal brotherhood"

میں درمیان میں سے کچھ چھوڑ گیا ہوں ۔

".....Based on Spiritual, Moral and economic Values....."

پھر اس کے بعد کہا ہے —

".....In view of the Spirit of Service and Sacrifice for any noble cause, the dynamic aim of University Education Should be to provide every facility and opportunity for the creation of such a character."

کہ اس کے متعلق یہ جو دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں ۔ اور اس کے بعد National Education کے لئے ایک کمیشن بیٹھا ۔ اس نے بھی ایک بڑی ضخیم سی کتاب لکھدی ۔ اس یونیورسٹی کمیشن اور نیشنل ایجوکیشن کمیشن نے تعلیم کے سلسلے میں جو سفارشات کیں ۔ کیا کسی نے انہیں کبھی دیکھنے کی کوشش بھی کی ہے ۔ ہم اس پرانی ڈگر پر چلے جا رہے ہیں ۔ اور اب اسے چھوڑنا ہمارے لئے ایسا مشکل ہو گیا ہے کہ ہم کسی اصلاح کی طرف کوئی قدم بھی نہیں اٹھا سکتے ۔

صاحب صدر ۔ اس سلسلے میں ہمارے ہاں بعض ادارے ہیں جن کے متعلق میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ اب صرف ٹیکنیکل ایجوکیشن ہی کو لیجئے ۔ اس تعلیم پر ہمارا کافی روپیہ صرف ہو رہا ہے ۔ اس ٹیکنیکل ایجوکیشن کے مختلف اداروں میں سے صرف ایک کو ہی لیجئے جو اس وقت لائلپور میں قائم ہے ۔ جس میں کئی قسم کے طالبعلموں کو ٹریننگ دی جا رہی ہے ۔ چنانچہ میری اطلاع کے مطابق اس ادارے میں میٹرک پاس اور گریجوئیٹ دونوں قسم کے طلبا زیر تربیت ہیں ۔ لائلپور کے اس ادارے پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے ۔ اور ابتدائی طور پر بھی ہو چکا ہے ۔ اس میں بڑے ماہر Technicians بھی ہیں جن کو بیرونی ممالک سے منگا کر بڑی گراں بہا تنخواہیں دی جا رہی ہیں ۔ لیکن اس کا ماحصل کیا ہے ۔ میٹرک پاس طالبعلم تربیت سے فارغ التحصیل ہو کر جب باہر جاتے ہیں تو انہیں کسی ادارے میں ملازمت نہیں ملتی ۔ اور یہ واقعہ ہے ۔ اگر مجھے کوئی خوش نصیب طالبعلم بتا دیا جائے جسے ملازمت مل گئی ہو میرے لئے یہ خوشی کا باعث ہوگا ۔

اسی طرح جو گریجوئیٹ ہیں ۔ جن کو B. Ed. کے مقابلے میں Tech. B. Ed. کا Diploma دیا جاتا تھا یا دیا جاتا ہے ۔ انہیں بھی ان اداروں میں کوئی کسی قیمت پر قبول نہیں کر رہا ۔ اس لئے کہ

وہاں تعلیم بڑی ناقص اور تھوڑی ہے ۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ جب گورنمنٹ خود ان کو اپنے اداروں میں جگہ نہیں دیتی ۔ تو پرائیویٹ ادارے انہیں اپنے ہاں کیسے قبول کر سکتے ہیں ۔ یہ تو ایک کا ال ہے ۔ اسی طرح دوسرے Technical Institutes کی حالت قیاس فرما لیں ۔

صاحب صدر ۔ میں اس بات پر پھر زور دینا چاہتا ہوں کہ درحقیقت کسی ریاست کا استحکام اور اس کی بقا جیسا کہ کسی نے کہا تھا ۔

"....Only men can make a people great and strong".

یعنی یہ آدمی کا character ہے ۔ علامہ اقبال نے بھی اس سلسلے میں فرمایا ہے ۔

قوم را سرمایہ اے صاحب نظر
نیست از نقد و قماش و سیم و زر
مال او فرزند ہائے تندرست
تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست

جس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ زر وسیم سے کسی قوم کی قوت اور استحکام کا اندازہ نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ درحقیقت وہ character ہے جو وہ نظام تعلیم اور نظام حیات اس قوم کے افراد میں پیدا کر رہا ہے ۔ جس کی بنا پر اس قوم کو قوت اور استحکام حاصل ہوتا ہے ۔

مولانا روم نے بھی بڑے خوبصورت پیرائے میں فرمایا ہے ۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

یعنی اگر اس کے سامنے ہوائے نفس کی لذت اور تسکین ہو تو پھر یہ ۔ مارے بود

در حقیقت اگر حصول علم تربیت کے بغیر ہو تو وہ شیطان کا ایک بڑا عظیم‌الشان ہتھیار بن سکتا ہے ۔ آخر یہ ایک قوت ہی تو ہے ۔ انسان کو جسم کی قوت بھی ملی ہے اور ذہن کی قوت بھی ۔ وہ ان سے ڈاکہ بھی ڈال سکتا ہے اور کار خیر بھی کر سکتا ہے ۔ جس نیک مقصد کے لئے وہ ان قوتوں کو استعمال کرنا چاہے ۔ اگر وہ مقصد سامنے سے ہٹ جائے اور اگر وہ مقصد غلط ہو جائے تو پھر وہ شیطان کا ایک بہت بڑا آلہ کار بن سکتا ہے ۔ لہذا آپ ان کمیشنوں کی سفارشات اپنے سامنے رکھیں ۔ اور اس مقصد کو بھی اپنے سامنے رکھیئے ۔ اس کے بعد وہ اخلاق اور character پیدا کرنے کی کوشش کیجئے ۔ تا کہ ہمیں اس تعلیم سے نفع ہو ۔ اگر اس سلسلے میں

صحیح طور پر کوشش کی جائے تو ہماری عقل گواہی دیتی ہے کہ اس معیار تعلیم میں جس کا ہم ہر روز رونا روتے ہیں ۔ اس میں از خود ترقی آجائیگی ۔ جب ہمارے سامنے ایک منزل ہوگی اور ہم اس کی طرف چلنا شروع کر دینگے تو خود بخود اس تک پہنچ جائیں گے ۔

راؤ خورشید علی خاں (منٹگمری ۔ ۳) ۔ جناب والا ۔ محکمہ تعلیم نے حال ہی میں ایک سرکلر جاری کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے اساتذہ کو نہ تو بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں بطور امیدوار حصہ لینا چاہئے اور نہ ہی ان میں canvassing کرنی چاہئے ۔

وزیر تعلیم ۔ یہ کیا ہے ؟ کیا یہ کوئی letter ہے ؟

راؤ خورشید علی خاں ۔ جی ہاں ۔ یہ ایک سرکلر ہے جو محکمے کی طرف سے تمام کالجوں کے پرنسپلوں اور سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو بھیجا گیا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو گورنمنٹ ضرور کچھ نہ کچھ aid دیتی ہے ۔ لیکن اس aid کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ ان پر وہی پابندیاں عائد کی جائیں جو گورنمنٹ سکولوں اور کالجوں کے Teachers, Lecturer اور Professors پر عائد کی جاتی ہیں ۔ دراصل وہ ادارے تو انعام کے مستحق تھے ۔ کیونکہ تعلیمی سہولتیں مہیا کرنے کے سلسلے میں جو کام گورنمنٹ کا تھا اس میں کمی کو پورا کرنے کیلئے یہ تعلیمی ادارے معرض وجود میں آئے ہیں ۔ اب ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ ان کا متعلقہ سٹاف بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں حصہ نہ لے ۔ اس کا جناب سپیکر ۔ صاف مطلب یہ ہے کہ ہم بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں سے اپنے ایک باشعور طبقے کو eliminate کرنا چاہتے ہیں ۔ یعنی دعویٰ تو یہ کیا جا رہا ہے کہ بہتر سے بہتر نمائندے منتخب ہو کر آئیں ۔ لیکن جن لوگوں کے اندر بہتر قسم کی تعلیم و تربیت اور قابلیت کی دیگر صفات پائی جاتی ہیں ۔ انہیں اس قسم کے سرکلر کے ذریعے بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں سے eliminate کیا جا رہا ہے ۔ لہذا میں جناب وزیر تعلیم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس کے متعلق معلوم کریں کہ آیا اس قسم کا کوئی سرکلر issue ہوا ہے یا نہیں ۔ جیسے کہ میری معلومات ہیں ۔ اگر اس قسم کا سرکلر issue ہوا ہے ۔ تو اگر وہ اس معاملے میں میرے ہم خیال ہوں کہ اس سرکلر کے ذریعہ ہم بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات

میں سے ایک با شعور طبقے کو eliminate کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ واقعی اسے برا سمجھتے ہوں تو از راہ کرم اس سرکلر کو withdraw کرلیں۔

جناب والا ۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں ماحول بدل جائے وہاں ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اس نج پر کریں اور انہیں تعلیم و تربیت سے اسطرح مزین کریں کہ جب وہ زندگی کے میدان میں قدم رکھیں تو ان کی دین داری ۔ ان کے اخلاق۔ ان کی امانت۔ دیانت اور کردار کے جو دیگر اجزا ہیں ۔ ان پر اعتبار کیا جا سکے۔ اور اس ملک کے جن اداروں میں فسق و فجور ' مار دھاڑ' ظلم' بے انصافی' اور بددیانتی کا دور دورہ ہے ۔ انکے بارے میں کم از کم آئندہ نسل کے متعلق تو ہم اطمینان کا سانس لے سکیں۔ کہ چلو بھئی ہم تو گئے گزرے سہی آئندہ نسل اس قسم کی تیار ہو رہی ہے کہ اس ملک کے بگاڑ کا کوئی مداوا ہو سکے ۔ اس قسم کے آثار نظر نہیں آتے۔ یہ Policy makers کا قصور ہے ۔ وہ انہیں علمی جامہ کیوں نہیں پہناتے۔ میں وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جو ماحول پیدا ہو وہ اسلامی طرز کا ہو۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز آپ کے توسط سے ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ کہ پبلک سکول اور Institution کو eliminate کیا جائے۔ انگریزوں کے جانے کے بعد بھی یہاں ابھی تک ویسی پالیسی اختیار کی جارہی ہے ۔ اور ان سکولوں میں عوام کی ایک الگ کلاس پیدا ہو رہی ہے ۔ اور ان پر بے انداز روپیہ خرچ صرف ہو رہا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ پہلے ہی بہت خرابیاں تھیں اب ایک اور خرابی پیدا کر دی ہے اس سے عوام کو دو گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ یہ پالیسی اب ہر شعبہ زندگی میں بر سر پیکار ہے ایک طرف وہ درسگاہیں ہیں جن میں بچوں کے لئے جگہ نہیں۔ فرش پر چٹائیاں نہیں اچھے ٹیچرز نہیں اور اسی طرح تمام قسم کی خرابیاں ہیں۔ اور دوسری طرف پبلک سکولوں پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے ۔ جو بالکل بیکار اور نقصان دہ ہے ۔ ان institutions کو ختم کر دیا جائے۔

جناب والا ۔ ایسی institutions سے مستقل ایک رولنگ کلاس کو عوام پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ وہاں کا ماحول عجیب ہوتا ہے ان کو اپنی مادری زبان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔ جس طرح انگریزوں کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ سنا ہے وہاں تو دعا بھی انگریزی میں ہوتی ہے ۔

اس کے بعد میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ یہاں Polytechnical Institutions بہت کم ہیں - بعض ڈویژنوں میں تو ایک کی بجائے دو دو ہیں- میں حیران ہوں کہ منٹگمری کے ساتھ ایسے سلوک کیوں کیا جا رہا ہے - وزیر تعلیم صاحب ہی تو وہیں سے تشریف لائے ہیں- انہیں معلوم ہے لیکن یہ ضلع اس سے محروم ہے -

جناب سپیکر- میں کوئی اعتراض نہیں کر رہا میں تو صرف واقعات عرض کر رہا ہوں تقسیم کے بعد وہاں کوئی بڑی بڑی صنعتیں قائم نہیں ہوئیں- یہی وجہ ہے کہ بیکاری زیادہ ہے- اگر وہاں کوئی بڑی انڈسٹری لگائی جائے تو یہ بیکاری دور کرنے میں بہت مدد ملے گی- جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ بعض ڈویژنوں میں دو دو ہیں اور بعض میں ایک بھی نہیں- غالباً ملتان میں بھی کوئی نہیں-

وزیر تعلیم- ملتان میں بنا رہے ہیں-

راؤ خورشید علی خاں- وزیر تعلیم صاحب کی خدمت میں ایک اور بات عرض کرونگا وہ یہ کہ نئے نصاب کے مطابق کتابیں تیار نہیں کی جاتیں- جس طرح ہر شعبہ زندگی میں کرپشن ہے اسی طرح نصاب کی کتابیں تیار کرنے میں کرپشن آ گئی ہے اس سلسلے میں مجھے کتاب ابھی ابھی مجھے پہنچائی گئی ہے - وہ یہ ہے -

"Elective mathematics for Seconday School examination 1965."

More than half of this book is stuffed with matter which is out of course. About one-third of the new syllabus is conspicuous by its absence from its pages.

اس کے علاوہ-

In the portion of Algebra different types are often indiscriminately grouped together in a single exercise. The portion of Geometry is even worse. Even the first theorem on which the understanding of the suject hinges is omitted. It is more than a year since the syllabus of this subject was revolutionalized but no steps have so far been taken to prescribe a suitable text-book.

(At this stage Mr. Speaker left the chair and it was occupid by Mr. Senior Deputy Speaker)

اس کے لئے وزیر تعلیم صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ یہ دیکھیں کہ اس قسم کی حرکتیں زیادہ دیر تک قائم نہیں رہنی چاہیں -

اس کے بعد ایک اور بات ہے - وہ کبھی یہاں تحریک التوا کا موضوع بنی تھی - یعنی پرنسپل اوکاڑہ کے متعلق - میری معلومات یہ ہیں اور وزیر تعلیم صاحب کو بھی اس پرنسپل کے متعلق پوری معلومات حاصل ہیں - اور ذاتی طور پر اس

چیز کا علم ہے اور اب میں اسے یہاں بیان کرنا نہیں چاہتا ۔ مسائل ہی اس قسم کے ہیں ۔ وہ دراصل بے دین قسم کا آدمی ہے ۔

وزیر مال — کیا وزیر تعلیم ؟

راؤ خورشید علی خان — نہیں پرنسپل ۔

بجائے اس کے کہ وہ اس تعلیمی ادارہ میں اسلامی تعلیم کو جاری و ساری کرے وہ بے دینی کی تعلیمات پھیلاتا ہے ۔

میر محمد مراد خان جمالی — بہتر ہو اگر آپ بے دینی کی وضاحت فرما دیں ۔ اور بتا دیں ایسے کون کون سے لوگ ہو سکتے ہیں ۔

راؤ خورشید علی خان — وزیر تعلیم کو اس بات کا علم ہے کہ اس شخص کی term ختم ہو چکی ہے ۔ اشتہارات دئے جا چکے ہیں ۔ درخواستیں بھی آ چکی ہیں ۔ اور اس کو ہٹانے کے لئے بھی یہ فیصلہ ہو چکا ہے ۔ کہ اسے علیحدہ کیا جا رہا ہے ۔ اس کی عمر ۷۰ سال کی ہے ۔ اس کو آٹھ دس سال کی extention دے دی گئی ہے ۔ مجھے خوشی ہوگی اگر میری معلومات غلط ہوں لیکن ایک ایسے شخص کو جس کی term ختم ہو چکی ہو بوڑھا ہے اور بے دینی اور فحاشی کی باتیں پھیلاتا ہے وہاں سے علیحدہ ہونا چاہئے ۔

آخری گذارش یہ ہے کہ ہماری یونیورسٹی کے اندر اس قسم کی فضا مسلط کی جا رہی ہے ۔ میں وزیر تعلیم صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس فضا کو بدلنے کی جلد از جلد کوشش کریں اگر اس فضا کو بدلنے کی کوشش نہ کریں گے تو آپ اس قسم کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں جب open mind سے تبادلہ خیالات کریں گی تو ان کے دل میں اچھا تاثر پیدا نہیں ہوگا ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ایسے تمام مسائل حل کریں اور عوام کے دل و دماغ پر پہرے بٹھانے کی کوشش نہ کریں ۔ اس طرح قوموں کی ڈویلپمنٹ نہیں ہوتی ۔ بغض پیدا ہوگا ۔ اور خرابیاں پیدا ہونگی ۔ معاشرہ مزید بگڑے گا ۔ اس لئے یونیورسٹی آرڈیننس کے مفاسد کو دور کیا جائے ۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اس کٹ موشن کی حمایت کرتا ہوں ۔

مسٹر افتخار احمد خان (جھنگ ۔ ۱) صدر محترم ۔ صحیح اور مناسب تعلیم اور ذریعہ تعلیم کا فقدان جو ہمارے اس عزیز

ملک میں نہ صرف ایک بہت بڑا مسئلہ ہے بلکہ میں یہ کہونگا کہ بہت سے قومی المیوں میں سب سے بڑا المیہ ہے۔ میں نے فی الحال لفظ فقدان کا استعمال کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ۱۶ سال کے عرصے میں تعلیم کا مقصد اور تعلیم کی منزل کا ہم تعین نہ کر سکے۔ جو نظام اچھا یا برا ہمارے سابق حکمران چھوڑ گئے تھے اس ملک میں ہم ارادتاً یا غیر ارادتاً اسی نظام پر عمل پیرا ہیں۔ اسکولوں میں توسیع ضرور ہو رہی ہے کالجوں کی تعداد میں اضافہ ضرور ہو رہا ہے لیکن جو مقصد تعلیم یا جو اس قوم کی منزل ہے جس کی طرف تعلیم کو لے جانا چاہئیے ہے وہ منزل ہم نہ پہچان سکے۔ اور اسی لئے ہم نے اس کی طرف قدم بھی نہیں اٹھایا تعلیم کا مقصد جہاں ذہن کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور جہاں تعلیم کی دولت کو اپنے ذہنوں میں داخل کرنا ہے وہاں اس کا مقصد اس قوم کی اور اس قوم کے بچوں کے کردار کی تشکیل و نشونما بھی ہے۔ لیکن ایک تعلیم کے محکمہ ہی کے متعلق میں اپنی نکتہ چینی کیوں کروں اصل بات تو یہ ہے کہ آج پوری قوم ایک انحطاط کے دور سے گزر رہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ کا تجار بے ایمان ہے آج آپ کا Industrialist بے ایمان ہے آج آپ کا Bureauerat رشوت خور ہے تو آپ یہ کیسے توقع کریں گے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا استاد آپ کا پروفیسر آپ کی یونیورسٹی کے حکام دیانتدار اور ایماندار ہونگے وہ بھی اسی قوم کے جزو ہیں اگر ایک بھائی سپاہی ہے اگر ایک بھائی دکاندار ہے اگر ایک بھائی تاجر پیشہ ہے تو ایک بھائی محکمہ تعلیم جہاں عام لوگوں کا اخلاق انحطاط پر پہنچ چکا ہے وہاں آپ کیا توقع کر سکتے ہیں کہ تمام شعبوں میں ترقی ہو جائے گی۔ اور تمام شعبوں میں نشو و نما ہو جائے گی۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آج اس قوم کا وہ دور شروع ہو چکا ہے جو آج سے ۱۰۰ سال پہلے مغلوں کے آخر زمانے میں مسلمانوں کا تھا اور آج اس دور سے لکھنو کے واجد علیشاہ رنگیلے کے دور کو تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ حیران ہوں کہ جس قوم کے ولولے آج سے ۱۶ سال پہلے کیا تھے۔ ذرا نظر دوڑائیے آج سے صرف ۱۷ سال پہلے جب یہ قوم ایک نئی مملکت بنانے کا

ارادہ کر کے کھڑی ہوئی تھی ذرا غور کیجئے اس کی دیانتداری کیا تھی اس کا ایثار اور قربانی کیا تھی جذبہ کیا تھا اب یہ وہی قوم ہے -

سردار محمد حیسن - پوائنٹ آف آرڈر وہ جزیہ کس نے ختم کیا -

مسٹر افتخار احمد خان - مجھے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کا فیصلہ نہیں کرنا ہے - کہا جاتا ہے کہ مسلمان قوم اس برصغیر پر ایک ہزار سال حکمرانی کر چکی تھی اتنی لمبی حکمرانی کے بعد یہ انحطاط کا دور آنا لازمی تھا یہ کتنے افسوس کا مقام ہے صرف ۱۶ سال کے عرصے میں یہ قوم زہنی طور پر ختم چکی ہے یہ قوم آج عملی طور پر ختم ہو چکی ہے کیوں نہ ہو - کل کا پرچون فروش آج کا بڑا دکاندار ہے اور آج کا سرمایہ دار ہے کل کا چھوٹا ملازم اور نوکر آج کا بڑا آفسر ہے کل کا سپاہی آج کا سیاستدان ہے تو یہ انحطاط یہ بد نظمی اور یہ افراتفری آنی ہی تھی -

مسٹر تاج محمد خانزادہ - یہ اشارہ میری طرف تو نہیں ہے -

میاں محمد اکبر - جناب والا - یہ پولیس کا سپاہی ہے فوج کا سپاہی نہیں ہے -

مسٹر افتخار احمد خان - میرا اشارہ کسی کی طرف بھی نہیں ہے

ایک آواز - اور سب کی طرف ہے -

مسٹر افتخار احمد خان - میں تو صرف اس قوم کا گلہ کر رہا ہوں اس قوم کا ماتم کر رہا ہوں کہ آج یہ قوم ۱۶ سال میں اس منزل پر پہنچ چکی ہے جہاں اسکا کوئی علاج نہیں معلوم ہوتا ہے - میں عرض کر رہا تھا کہ صرف تعلیم کے محکمہ ہی کو میں کیوں مورد الزام ٹھہراؤں پوری قوم قصوروار ہے تمام محکمہ قصوروار ہے حکام قصوروار ہیں سارا معاشرہ قصوروار ہے جب تک اس پورے معاشرے کی اصلاح نہیں ہوتی جب تک پوری قوم کی اصلاح نہیں ہوتی اور جب تک اس کے ذہن کی اصلاح نہیں ہوتی اور اصلاح ہو بھی تو کیسے ہو - اصلاح کے تمام دروازے

بند کردیئے گئے ہیں تبلیغ کے تمام دروازے بند ہو گئے
آج قدغن ہے بولنے پر آج قدغن ہے اکٹھا ہونے پر آج قدغن
سوچنے پر .....

Mr. Senior Deputy Speaker : Iftikhar Sahib, it is I thinke ducation points are to be discussed.

مسٹر افتخار احمد خان - صدر محترم میں - نے
یہ عرض کیا تھا کہ یہ سب Interlinked ہے - اچھا میں
اس کو چھوڑتا ہوں ..... ہاں تو میں نے شروع میں
عرض کیا تھا کہ تعلیم کا فقدان ہے لیکن میں اپنے لفظ
کو تبدیل کرتا ہوں - اگر صرف فقدان ہی ہوتا اور
صرف کمی ہی ہوتی تب اسکا علاج کیا جا سکتا تھا اور
اسکو برداشت کیا جا سکتا تھا اور اس کمزوری کو اور خلا
کو دور کیا جا سکتا تھا لیکن میں عرض کردونگا کہ یہاں
فقدان نہیں ہے بلکہ غلط طریقہ تعلیم کا رواج ہے اصل المیہ
یہ ہے کہ اس ملک میں تعلیم کے دو ذرائع ہیں اور وہ ایک پبلک اسکول
کا ذریعہ اور دوسرا عام اسکولوں کا ذریعہ سوچئے تو کہ
پوری قوم اور پوری قوم کے بچوں اور آئندہ نسل کی دو منزلیں الگ کر
دیگئی ہیں - انکا ذہن جو پبلک اسکول میں پڑھ رہے
ہیں کس لائن پر تشکیل ہو رہا ہے اور انکا ذہن کن
خطوط پر ترتیب دیا جا رہا ہے ایک ہی قوم کی منزل
میں یہ دو تفرقہ - اگر پبلک اسکولوں کی حالت دیکھئے
تو وہ کچھ اور ہے - میں خاص طور پر مشن سکولوں کی طرف
اس ایوان کی توجہ آپ کے توسط سے دلانا چاہتا ہوں -
مشن اسکول کی کیا حالت ہے - میں اسکا اسلئے مخالف نہیں
ہوں کہ انکو چلانے والے کسی دوسرے مذہب یا دوسرے
عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں -

مگر ایسے عقیدے ——حقیقتاً صرف تعلیم کے نقطۂ نظر
سے اس ملک میں آئیں - تو ہم بشر و چشم ان کا استقبال
کریں گے - جو امداد ہو گی - ہم اس کی کرنے کے لئے
تیار ہوں گے - لیکن میں سمجھتا ہوں - کہ آج اس ملک
میں مشنری سکولوں کو کھلی چھٹی ہے - ہر مسئلے میں
کھلی چھٹی ہے - محکمہ تعلیم کا ان پر کوئی کنٹرول نہیں
ہے - ان کا نظام تعلیم الگ ہے - ان کا Medium of Instruction

الگ ہے ۔ ان کی فیسیں مختلف ہیں ۔ آپ ان کی فیسیں دیکھئے ۔ آپ ان کی فیسوں کا معیار دیکھئے ۔ اور اس غریب قوم کو دیکھئے کہ ۔ ہم مجبور ہونگے ایسے بچوں کو وہاں بھیجنے کے لئے ۔ پندرہ سولہ روپے فیس چھوٹی جماعت کے لئے ہوتی ہے ۔ اور ان کا سٹاف کیا ہے ۔ آپ ان مشنری سکولوں کو ذہن سے نکال دیں ۔ جو تقسیم ملک سے پہلے ہوتی تھیں ۔ ان میں کئی خوبیاں بھی تھیں ۔ ستر اسی روپے پر ایک استانی رکھی جاتی ہے ۔ جو میٹرک یا ایف ۔ اے فیل ہوتی ہے کبھی وزیر تعلیم نے توجہ دی ۔ کبھی محکمہ تعلیم نے کوئی Data اکٹھا کیا ۔ کہ ان کے سٹاف کی قابلیت اور تعلیمی معیار کیا ہے ۔ اور تنخواہوں کا معیار کیا ہے ۔ پاکستانی سٹاف کا معیار کیا ہے ۔ سولہ روپے ایک بچے سے فیس وصول کرتے ہیں ۔ دسویں یا آٹھویں پاس استانی رکھی جاتی ہے ۔ لیکن صرف بیٹھنے کے لئے کرسی یا چلانے کے لئے پنکھا ہے ۔ اور یہ پنکھے کی بھی فیس لیتے ہیں ۔ فرنیچر اور لائبریری کے لئے بھی——آپ اندازہ کیجئے ۔ کہ کے ۔ جی ۔ کلاس کے بچے لائبریری جاتے ہیں ۔ کہ ان سے لائبریری کی فیس لی جاتی ہے ۔ ذرا ذرا سی بات پر ، ذرا سی کسی بچے نے کوئی غلطی کی تو اس کے لئے اور کوئی سزا نہیں ہے ۔ صرف جرمانہ ہے ۔ اس لئے یہ مشنری سکول تو ایسا ناسور ہیں ۔ میں آپ کے سامنے اقرار کرتا ہوں ۔ کہ میں ان کے خلاف اس لئے نہیں ہوں ۔ کہ وہ عیسائی ہیں ۔ وہ اہل کتاب ہیں ۔ اور ہمیں ان سے نفرت نہیں کرنی چاہئے ۔ لیکن—— جاسوس کے علاوہ بھی ہر جگہ پر ان کی صلیبیں ٹنگی ہوتی ہے ۔ ان کی Nuns کے کپڑوں پر صلیبیں ٹنگی ہوتی ہیں ۔ آپکے بچوں کے ذہن نے ابھی پرورش پانی ہوتی ہے ۔ اس نو خیز نے جسکے ذہن نے ابھی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے ۔ تعلیم کے متعلق جو سب سے پہلا نظریہ اسکے ذہن میں آتا ہے ۔ وہ صلیب کا آتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ کو ٹانکتے ہیں ۔ وہی نظریہ ان کے ذہن میں آتا ہے ۔ تعلیم اور صلیب ان کے ذہن میں ایک چیز بن کر رہ جاتے ہیں ۔ اس لئے اب وقت آ گیا ہے ۔ کہ آپ خدا کے لئے ان مشنری سکولوں کی طرف توجہ دیں ۔ ایک طرف تو یہ Profiteering کے ادارے ہیں ۔ اور دوسری طرف دوسرے ممالک

کو پیسے بھیج رہے ہیں ۔ کئی صاحب کہیں گے ۔ کہ بچوں کو ان سکولوں میں نہ بھیجئے ۔ نہ بھیجئے انہیں ان مکتبوں میں بھیجئے انہی کپڑوں میں ۔ لیکن صدر ! محترم آپ ذرا اس باپ کی نظر سے دیکھئے ۔ کہ ان مشنری سکولوں میں پڑھنے والے ، انگریزی جاننے والے ، پبلک سکولوں میں پڑھنے والے کتنے یقینی طور پر سی ۔ ایس ۔ پی ۔ بنتے ہیں ۔ کتنے یقینی طور پر انہیں کالٹیکس (CALTEX) میں نوکری ملتی ہے ۔ کتنی جلدی پی ۔ آئی ۔ اے میں وہ ترقی کرتے ہیں ۔ اور دوسرے سکولوں میں پڑھنے والے بچے کس بری طرح سے اپنی زندگی ختم کرتے ہیں ۔ تو ہر شخص مجبور ہے ۔ باوجود نفرت کے مجبور ہے ۔ باوجود ذہنی اختلاف کے مجبور ہے ۔ بحیثیت باپ کے مجبور ہے ۔

سید احمد سعید کرمانی ۔ ان سکولوں کے بچے بعد میں وزیر بن جاتے ہیں ۔

(قطع کلامیاں)

مسٹر افتخار احمد خان ۔ اس لئے صدر محترم ! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرونگا ۔ کہ اگر میری نحیف آواز محکمہ تعلیم والوں تک پہنچ سکے ۔ تو ان مشینری سکولوں کے متعلق ایک مکمل سوالنامہ اپنے ڈائریکٹروں کو بھیجیں ۔ ہر ڈویژن میں معلوم کریں ۔ کہ وہاں کتنے سکول ہیں ۔ ان میں کتنا سٹاف ہے کتنا فارن سٹاف ہے ۔ کتنا لوکل سٹاف ہے ۔ کتنی فیسیں ملتی ہیں ۔ اور ان کا کتنا سرپلس ہوتا ہے ۔ کتنا وہ باہر بھیجتے ہیں ۔ کتنا اس ملک میں صرف ہوتا ہے ۔ اس تفصیلات کی Statement انہیں جاری کرنی چاہئے ۔ اور جب تک اس کا ate ہی ان کے پاس نہ ہوگا ۔ کہ مشنری سکولوں کے متعلق کسی نظریے پر پہنچیں ۔ میں ان کو آج یہ دعوت فکر دیتا ہوں ۔ کہ وہ اس ناسور کی طرف توجہ فرمائیں ۔

دوسرا جناب والا ! یونیورسٹی آرڈیننس ۔ جہاں اس چھ سال میں ۔ صدر گرامی میں اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کہہ رہا ہوں ۔ جوش خطابت یا جوش کلام میں نہیں کہہ رہا ہوں ۔ یہ میرا ایمان ہے ۔ کہ ان

پچھلے چھ سالوں میں ان موجودہ حکمرانوں نے اس ملک کو قعر مذلت میں پہنچا دیا ہے ۔ اس ملک کو تباہی کے گڑھے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے ۔ اس کی وجہ تعلیمی مسائل ہے ۔ یہ خوش ہوں گے ۔ کہ شاید ہم نے یونیورسٹی آرڈیننس کے ذریعے یونیورسٹی اور کالج کے طلباء کے Agitation کو ختم کر دیا ہے ۔ شاید یہ محسوس کرتے ہونگے ۔ کہ اب انہوں نے طلباء کے مسائل اور مطالبات طے کر دیئے ہیں ۔ لیکن یہ خاموشی طوفان کا پیش خیمہ ہے ۔ جبتک وہ اپنے مسائل اپنے اعتراض اور جو بنیادی باتیں ہیں ۔ جو وہ طلباء محسوس کرتے ہیں جتنی شکایات اور تکالیف انکے ذہن میں جگہ کر چکی ہیں ۔ جبتک آپ انکو دور نہیں کرینگے ۔ اسوقت تک آپ کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ کہ آپ اپنے فرض سے عہدہ براء ہو گئے ہیں ۔ سب سے بڑی بات جو یونیورسٹی آرڈنینس میں قابل نفرت ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ اس نے بچوں کے ذہنوں سے ان کے initiative آزادی فکر اور آزادی عمل کو اس آرڈیننس کے ذریعے سے ختم کر دیا ہے ۔ آپ ایک ایسی قوم ایک ایسی نسل کی پرورش کر رہے ہیں ۔ جو بزدل ہو گی ۔ اور آپ خوش ہوتے ہیں اس بات پر آپ فخر کرتے ہیں ۔ کہ ہم نے بچوں کو کچل کر اور ان پر نیا اور سخت قانون لاگو کر کے بڑا کام کیا ہے ۔ مورخ آپ کو مجرم قرار دیگا ۔ تاریخ آپ کو سیاہ الفاظ سے لکھے گی ۔ یاد رکھئے۔ کہ یونیورسٹی ارڈیننس صرف طلباء کا مسلہ نہیں ہے ۔ یہ اس قوم کے مستقبل کی نسل کا معاملہ ہے۔ آپ نے کہا تھا ۔ کہ آپ اس معاملے پر سوچینگے ۔ بلکہ آپ نے کہا تھا ۔ کہ Agitation ختم ہوا ۔ وہ بھی ختم ہوا سال گذر گیا ۔ آپ نے پچھلے سال اس آرڈیننس میں ترمیم کی ۔ شاید آپ یہ سمجھتے ہیں ۔ کہ یہ صحیفۂ آسمانی ہے ۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں ۔ کہ اس پر جتنے اعتراضات ہیں سب غلط ہیں ۔ تنسیخ کا بل آیا تو آپ نے وعدہ کیا ۔ شاید وٹو صاحب نے کہا تھا ۔ کہ اس میں غلطیاں اور خرابیاں ہیں ۔ یا شاید بیگم محمودہ سلیم خان صاحبہ نے کہا تھا ۔ لیکن کیا آپ نے ان مسائل کو سوچا نہیں ۔ آپ نے ان مسائل کا فیصلہ کیسے کرنا ہے ۔ وہ جو میں نے کہا تھا ۔ کہ بقول کسے گل کے پرچون فروش آج کا تاجر ۔

کل کا سپاہی آج کا کامیاب سیاستدان ۔ آپ سے یہ مسائل کیسے حل ہو سکتے ہیں ۔ آپ میں قابلیت نہیں ہے ۔ آپ میں صلاحیت نہیں ہے ۔ آپ کی نیت ٹھیک نہیں ہے ۔ آپ کا ایمان ٹھیک نہیں ہے ۔ آپ کے سامنے تو بس ایک مقصد ہے ۔ کہ اس وزارت میں رہ کر اس حکومت میں رہ کر صرف خوشامد کی جائے ۔ اور حکومت کو چلایا جائے ۔ یہی مقصد ہے ۔ آپ کا ۔ آپ کے سامنے قوم نہیں ہے ۔ آپ قوم کے مفادات کے منکر ہیں ۔ آپ قوم کے قاتل ہیں ۔

مسٹر عبد الرازق خان ۔ جناب سپیکر ۔ یہ جو انہوں نے کہا ہے ۔ کہ ان کا ایمان ٹھیک نہیں ہے ۔

مسٹر افتخار احمد خان ۔ میرا مطالبہ ہے ۔ سیاسی ایمان.....

اس لئے صدر محترم اب میں finishing touches دیتا ہوں لیکن صدر محترم ! کیا یہ قومی مسائل ۔ یہ الجھنیں تقریروں سے درست ہوں گی ۔ کیا ایلیکشنوں سے یہ مسائل حل ہوں گے ؟ نہیں ۔ یہ حکومت بیلٹ ballot سے تو تبدیل نہیں ہو سکتی ۔ اگر تبدیل ہوگی تو ایک انقلاب سے ہوگی ۔ یہ ملک یہ حکومت اگر ترقی کریں گے تو ایک انقلاب سے ۔ اور وہ انقلاب نہیں جو سن ۵۸ء میں آیا تھا وہ فوجی بغاوت تھی ۔ آپ اپنی بد عملی کیوجہ سے تنگ نظری کیوجہ سے انقلاب کے وقت کو قریب تر لا رہے ہیں اور میری دعا ہے اور قوم سے اپیل ہے کہ جلد از جلد انقلاب آئے ۔

Minister of Education : Sir this is not admissible. This is reasonable speech.

Mr. Senior Deputy Speaker : How do you object to that ? Begum Shah Nawaz to speak.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir, I may be allowed to speak now

Mr. Senior Deputy Speaker : I have now called upon Begum Shah Nawaz. Please take your seat.

Minister of Education : Sir, I have also to reply.

Mr. Senior Deputy Speaker : Yes, after that. Begum Sahiba, you should be short.

Begum Jahan Ara Shah Nawaz : Allow me about ten minutes Sir.

بیگم جہاں آرا شاہنواز (لاہور ۔ ملتان ڈویژن) ۔ صدر محترم ۔ ۱۹۳۰ میں جب میں لیگ آف نیشنز League of Nations میں گئی ہوں تو وہاں Women and Childrens' Committee میں مجھے اس پر صغیر

کی نمائندگی کی عزت حاصل ہوئی ۔ بیلجیم ڈیلیگیٹ Beligum Delegate وہاں جب تعلیم کا مسئلہ در پیش آیا تو میں نے ایک بات کہی جو میرے دل پر نقش ہو گئی ۔ اس نے یہ کہا کہ سب سے زیادہ مشکل آج یورپین ممالک میں ان افواج کی جنکو Armies of Intellectual کہنا چاہیے ۔ جو سڑکوں پر پھر رہے ہیں اور Misfits in the world ہیں جنکے پاس کوئی Vocation in life نہیں ہے اور وہی زیادہ تر یورپین ممالک میں طرح طرح کے مسائل پیش کر رہے ہیں اس کے بعد جب میں لنڈن گئی تو گول میز کانفرنس کے جو صدر تھے لارڈ سینکی Lord Sankey تو انہوں نے ایک دن مجھے کہا کہ میرے دونوں بھتیجے آکسفورڈ اور کیمبرج سے ڈگریاں لے کر آئے ہیں ۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیونکہ انہوں نے کسی Vocation کے لیے اپنے آپ کو qualify نہیں کیا ۔ چنانچہ صدر محترم جب میں وہاں سے واپس آئی تو میرے دل ایک جوش تھا کہ خدا کرے ہماری قوم خصوصاً مسلمان قوم اپنے تعلیمی مقاصد کو ایسے سانچے میں ڈھالے کہ جس سے ہمارے ملک میں Intellectuals کی فوجیں نظر نہ آئیں اور ہمارے شہری Misfits in the world کی طرح اپنی زندگیاں گزاریں نہ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر جب مجھے اور یورپین ممالک میں سفر کرنے کا موقعہ ملا تو میں نے اس چیز کا بغور مطالعہ کیا ۔ مجھے سب سے زیادہ اس کے متعلق ہنگری کا نظام پسند آیا ۔ جہاں انہوں نے اپنے پرائمری ایجوکیشن سکولوں کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں زراعتی مراکز کھولے ہوئے تھے اور شہری حلقوں میں انہوں نے اپنے صنعتی مراکز کھولے ہوئے تھے ۔ ایک دیہاتی بچہ جب پرائمری پاس کرتا تھا ۔ تو وہ زراعتی مراکز میں جا کر اپنی Vocation in life کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا تھا ۔ دو سال کا کورس تھا جس میں وہ یہ سیکھتے کہ وہ اچھے خوش حال کسان کسطرح سے بن سکتے ہیں ۔ اسی طرح شہری حلقوں میں ساتویں یا آٹھویں جماعت پاس کر کے وہ صنعتی مراکز میں جا کر اپنے آپ کو اپنے vocation in life کے لیے تیار کر رہے تھے صدر محترم جس وقت ۱۹۳۷ میں صوبہ جاتی حکومت کا آغاز ہوا اور ہمیں موقعہ ملا کہ ان اہم مسائل پر روشنی ڈال سکیں تو سب سے پہلے ۱۹۳۵ میں سکندر منسٹری نے Compulsory Primary Education Scheme کے سلسلے

میں ایک کمیٹی بنائی - میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گی کہ ہم ممنون ہوں گے اگر وہ اس کمیٹی کی اس رپورٹ کی ایک کاپی نکلوا کر اس کا مطالعہ فرمائیں یہ اس لیے نہیں کہ یہ خاکسار بھی اس کمیٹی کی ممبر تھی بلکہ اس لیے کہ بڑے بڑے ماہرین تعلیم نے اس میں کام کیا ہوگا اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ کانگرس کے تین چار ماہرین تعلیم نے یہ الفاظ کہے کہ اگرچہ ہم نے واردھا اور ریگل رپورٹ نکالیں ہیں مگر پنجاب نے جو پرائمری نصاب تعلیم کی رپورٹ پیش کی وہ ہماری سب رپوٹوں سے بہتر ہے کچھ عرصہ ہوا ہے - آپ نے ایک بڑے تعلیم کے افسر کو یہ کہا تھا کہ عزیز بھائی مجھے آپ سے صرف ایک ہی درخواست کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ۱۹۳۷ سے لیکر اب تک میں اور آپ کئی ایک کمیٹیوں میں تعلیمی مسائل کے سلسلہ میں کام کر چکے ہیں - میری یہ درخواست ہے کہ آپ تو ابھی نوجوان ہو مگر میں ضعیف ہوتی جا رہی ہوں اپنی نہیں میری تو زندگی میں کم از کم ایک رپورٹ پر تو عمل در آمد کرا دو کیونکہ جتنی کمیٹیاں آج تک بیٹھی ہیں ان سب کی رپورٹیں اب تک داخل دفتر ہیں - تو صدر محترم یہ حال ہے - ہماری تعلیم کا - آپ جس وقت یہ ملک تقسیم ہوا تو پہلے ایجوکیشن منسٹر کے سامنے ہم لوگوں میں سے کئی ایک نے کہا کہ آپ نے سنٹرل ایڈ وائزری ایجوکیشن بورڈ کیوں بنایا ہے - اس خاکسار کو بھی یہ فخر حاصل ہوا تھا کہ بورڈ میں کام کروں ان کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ آپ کے پاس اتنی رپورٹیں موجود ہیں - Anderson رپورٹ اور سب سے زیادہ جس کو میں اول سمجھتی ہوں وہ Abbott and Woods report ہے یہ کہا گیا کہ آپ تین چار ڈائریکٹرز آف ایجوکیشن بٹھا دیجیئے اور چند ایک ماہرین تعلیم کو بلا لیجیئے اور پھر تعلیم کا نچوڑ نکال کر تین چار مہینے کے اندر ایک ایسی scheme تیار کر کے اس پر عمل در آمد کرایے جس سے قوم کے ہر cadre کے لوگ اپنے vocation in life کے لیے تیار کیے جاویں - افسوس ہے کہ کسی کی پیش نہ گئی - اس بورڈ نے تین سال کام کیا - کہیں ڈھاکہ اور کہیں بنگالے ٹینگ کمیٹی رپورٹیں بھی نکالیں مگر کیا کسی پر عمل در آمد ہوا - صدر محترم حقیقت ہے آج تک کسی

پر عمل در آمد نہ ہوا ۔ اس کے بعد یونیورسٹی کمشن کا وقت آیا کیا عرض کروں صدر محترم جس وقت میرے فاضل حذب اختلاف کے قائد تقریر کر رہے تھے تو میں پیچھے بیٹھی یہ کہہ رہی تھی کہ ۔ نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی

تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

اتنی طویل داستان ہے کہ یہاں عرض کر نہیں سکتی ۔ یونیورسٹی کمیشن آئی اور اس کے سب سے پہلی glaring mistake یہ ہے ۔ جو کسی ماہر تعلیم سے پوچھ لیں ۔ وزیر قانون میرے سامنے بیٹھے ہیں کیا دنیا کے کسی اچھے ملک میں انٹرمیڈیٹ کالج آپ نے سنے ہیں کرنا یہ تھا کہ آپ ہائی سکول کے کورس میں ایک سال کا اضافہ کر دیتے اور یونیورسٹی کا ایک سال کم کر دیتے اور تین سال کا ڈگری کورس ہوتا جس کے لئے بیچارے طالب علموں نے جانیں دیں اور کیا کچھ نہیں کیا وہ چھوٹی ایک ایسی آسان سی بات تھی جو اسطرح سے حل ہو سکتی تھی ۔ کیا ہندوستان یا اور دیگر ملکوں میں Intermediates colleges ہیں ۔ صدر محترم میں عرض کروں گی ۔ اپنے محترم و فاضل علامہ رحمت اللہ ارشد سے جن کی دل سے عزت کرتی ہوں ۔ وہ بہت قابل ہیں ۔ مگر خدا کے لیے اب کسی اور کمیشن کا نام نہ لیجیئے ۔ کمیشن صرف delay کے لئے ہوتی ہیں ۔ وہ spectacular کام کر کے کمیشن بیٹھا کر رپورٹیں آرام سے داخل دفتر کر کے بیٹھ جانا کام نہیں ہوتا پبلک روتی رہے اور کچھ نہ ہوا نصاب تعلیم کہیں بدل گیا کاش بدلا جاتا اور جلد از جلد بدلا جاتا ۔ کاش نصاب تعلیم وہ ہوتا جس سے سچے اور دیندار مسلمان پیدا ہوتے ۔ وہ نصاب تعلیم ہوتا جس سے ہمارے بچے جو تعلیم حاصل کر کے نکلتے وہ اپنی قوم کی محبت اور ملک کی خدمت کے صحیح جذبے سے سر شار اور سب سے زیادہ ایک اسلامی رنگ لیے ہوئے نکلتے اور میں اپنے عزیز بھائیوں کی خدمت میں عرض کروں گی کہ خدا را اس ایوان میں یہ کہنا چھوڑ دیجیئے کہ سینما بند کرو ۔ اس ایوان میں خدا کے لیے یہ کہنا چھوڑ دو کہ ویڈیو بند کر دو ۔ اس ایوان میں یہ کہنا چھوڑ دیجیئے بلکہ یہ کہیے کہ سینما ہوں مگر سینما میں اخلاق پرور تصویریں دکھائی جائیں جن سے بچوں کے دل پر نقش ہو جائے کہ زندگی کیا ہونی چاہیے اور کن صحیح اصولوں پر قائم کرنی چاہئے ۔

ریڈیو ہونے چاہئیں - ریڈیو پر قرآن پاک سنائیے - ریڈیو پر خلفائے راشدین کے زمانے کے سارے حال بتائیے - ریڈیو پر بتائیے کہ ۸۰ سال جو سنہری زندگی اسلام کی تھی اس وقت کا کردار کیا تھا - اس وقت اخلاق کیا تھا - (مداخلت) (مہربانی کر کے اطمینان سے سن لیجئے پھر جو چاہیں تنقید کیجئے) ورائٹی شو کرائیں - ایک ورائٹی شو میں نے چیف کالج میں دیکھا تھا - شاہ صاحب جو وہاں کے پرنسپل تھے انہوں نے یہ شو دکھایا - انہوں نے اس میں چار سلاطین کا عہد دکھایا - میں آپ کو سچ بتاتی ہوں آج تک وہ میرے دل پر نقش ہے - اور میں سمجھتی ہوں کہ جن طالب علموں نے یہ شو دیکھا ہوگا ان کے دلوں پر یہ نقش ہوا ہوگا کہ ہمارا تمدن کیا تھا - ہماری تہذیب کیا تھی علامہ اقبال نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ''اس وقت ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور آج ہمارے ہاتھ میں کیا ہے - ہمارے ہاتھ میں باجے ہیں،، وہ ساری چیزیں میرے دل پر نقش ہو گئیں - تو آج کل کے زمانہ میں دیکھ لیں کہ تعلیم کس قسم کی ہو اگر ہم ہزار سال پیچھے جائیں تو یہ نہیں ہو سکتا - حالات حاضرہ میں جو کردار اچھے ہیں ان کو اپنانا - اور مغرب کی جو اچھی چیزیں ہیں ان کو اپنانا اور بری جو چیزیں ہیں ان سے کوسوں دور بھاگنا - یہ ہے تعلیم جو ہمیں اپنے بچوں کو دینی ہے اور اسلام کی صحیح محبت ان کے دلوں میں پیدا کرنی ہے -

اب میں وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ عرض کروں گی کہ میرے محترم بھائی تعلیم ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ ایک قوم کا جو تعلیمی سسٹم ہونا چاہئے وہ ایک تصویر کی طرح ہونا چاہئے جس طرح تصویر میں رنگ بھرا جاتا ہے - جیسے Abbott Wood نے آپ کو بتایا ہے - اس کی رپورٹ نکال کر ضرور مطالعہ کیجئے - اور رنگ بھریں -

جناب والا - سب سے پہلے سکولوں کو لیا جائے - یہ جو ہماری ابتدائی تعلیم ہے اس کو کم از کم ۶ سال میں ختم ہونا چاہئے تو کہوں گی ۸ سال اگر مشکل ہیں - آپ کی سارجینٹ رپورٹ نے پہلے ۸ سال رکھے ہیں - ہمارے ملک کے لئے ۸ سال ابھی مشکل ہیں کیونکہ یہ tropical country ہے ایسا ہونا چاہئے کہ پرائمری تعلیم کے بعد وہ illetracy کو واپس آ جا سکیں پھر ۱۱ سال کی عمر سے جیسا کہ Abbott and Wood نے وہ مشورہ دیا ہے Weeding out شروع کی جائے - دیہات میں جتنے بچے ہوں وہ پرائمری

پاس کرنے کے بعد اپنی vocation in life کے سیکھنے کے لئے ایگریکلچرل سینٹر میں جائیں تاکہ وہ وہاں اچھے کسان بننا سیکھیں - ان میں جو بچے پڑھے لکھے ہوشیار بچے زیادہ پڑھنے کے قابل ہوں ان کو ۱۱ سال کی عمر سے علیحدہ کر لیا جائے - اس کے بعد جب ساتویں جماعت تک تعلیم پالیں جب جائیں تو پھر Weeding out کیجئے - شہری حلقوں میں نجی ہر شعبے کی صنعتی کاریگری سکھانے کے لئے مختلف جماعتوں سے Weeding out کی جائے - صنعتی شہری مراکز میں statistics آپ کے پاس موجود ہوں اور آپ aptitude test لیکر بچوں کو دیکھیں جو جس کام کے لئے موزوں ہوں اسی کام کے لئے تیار کئے جائیں اور زیادہ ہوشیار اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجے جاویں یہاں تک کہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے صرف وہی لڑکے جائیں جو ایکسپرٹ expert بننا چاہئیں جو کسی خاص سروس کے لئے تیار ہونا چاہئیں - اسی طرح سے آپ ایک سکیم کے تحت تعلیمی معیار کے مطابق شہریوں کو وہ جس جگہ کے لئے موزوں ہونگے تصویر کے رنگ بھرنے کی طرح سے fit in کرتے چلے جائیں گے - یہی طریقہ لڑکیوں کی تعلیم کا بھی ہونا چاہئے - مجھے سرگلینسی نے ایک دفعہ پوچھا کہ اگر تمہارے ہاتھ میں لڑکیوں کی تعلیم دے دی جائے تو تم کیا کرو - میں نصف تعلیمی ہائی سکول اور نصف کالجوں کو home science اداروں میں بدل دوں - اور انہی اپنی vocation in life کے لئے تیار کراؤں - لڑکوں کی تعلیم میں جو غلطی ہوئی وہ لڑکیوں کے تعلیم میں نہ کیجئے - کہ یونیورسٹی سے جو گریجوایٹ نکلتے ہیں آپ ایک فیصدی لڑکوں کو بھی ان میں سے نوکری نہیں دے سکتے باقی سارے شتر بے مہار ہی رہینگے - جناب والا! آپ کو صنعت کے لئے باہر کاریگر تیار کرنے کے لئے ٹیکنیکل ایکسپرٹ کی ضرورت ہے و کہاں ہیں - وہ ادارے کہاں ہیں جہاں سے فیکٹریاں skilled لیبر لے سکتیں ہیں - آپ لڑکیوں کو ہوم سائنس ایجوکیشن دیجئے جو انہیں اپنی اپنی vocational life کے لئے تیار کرے - میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کروں گی ایک بڑی تعداد میں ہائی سکولوں اور کالجوں کو ہوم سائنس اداروں میں تبدیل کیا جائے -

صدر محترم - آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا - اور کافی وقت دیا کہ میں تفصیل کے اس اہم سوال پر روشنی ڈال سکوں -

Mr. Senior Deputy Speaker : I would now call upon the Education Minister.

Mr. Taj Muhammd Khanzada : Sir, I want to speak and I must be given time.

(Various members, we should be given time)

Mr. Senior Deputy Speaker: I have already called upon the Education Minister, it is up to him now.

وزیر تعلیم- جناب والا - اس میں دقت یہ ہے ڈسکشن جو آج ہی ہو رہی ہے یہ آج ہی ہو سکے گی کل پھر دوسری چیزیں آ جائیں گی -

Mr. Senior Deputy Speaker : Is there any one responsible for the back benchers ?

Minister of Education : I have not followed you, Sir.

Mr. Senior Deputy Speaker : My point is whether there is any one who can take the responsibility for the back benchers on the treasury side ?

(Interruptions)

وزیر تعلیم — جناب والا مجھے ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہیں ہے جتنے صاحب بولنا چاہیں ارشاد لیکن فرمائیں دقت یہ ہے آج جو کچھ ایجنڈے کے مطابق ڈسکس کیا گیا ہے وہ آج ہی ڈسکس کیا جائے گا - کل اور آ ائٹم جائیں گے - محکمہ تعلیم کے متعلق کافی تنقید کی گئی ہے میرا خیال میں اب گورنمنٹ کیطرف سے جواب ملنا چاہئے - (مداخلت) اتنا وقت دیا جانا چاہئے کہ ساری باتوں کے جواب کو explain کر سکوں اور جواب دے سکوں - (مداخلت) اس میں دقت یہ ہے کہ وقت ختم ہونے والا ہے اور بولنے والے حضرات بہت سے ہیں اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ یہ اصحاب New Expenditure پر جب بحث ہوگی اس کٹ موشن پر جو اس وقت حضرات ارشاد نہیں فرما سکے اس وقت ارشاد فرما دیں - آج کی بحث کا جواب آج ہی دیا جاتا ہے -

Mr. Senior Deputy Speaker : Let us hear the Minister of Education.

Rai Mansab Ali Khan : Sir, Mr. Speaker had promised with me that when the debate on cut motions starts he would give me an opportunity to speak. Now, I request you to honour his word.

Mr. Senior Deputy Speaker : I have put it to the discretion of the Minister of Education as a representative of the Treasury Benches.

Mr. Inayatur Rehman Abbassi : The House is not in quorum.

Mr. Senior Deputy Speaker : It is my duty. You have pointed out and I will take a count. (The count was taken)

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : On a Point of order.

Mr. Senior Deputy Speaker : How can you raise a point of order when the House is not in quorum. Please take your seat. Let the bells be rung. (The Bells were rung. The House is in quorum. Can we extend the time for 15 minutes ?

Khawaja Muhammad Safdar : I refuse to accept this suggestion.

وزیر خزانہ ـ خواجہ صاحب میں نے کب آپ سے Co-operate نہیں کیا ؟

خواجہ محمد صفدر ـ میں نے آپ کے متعلق کوئی شکایت نہیں کی ۔

وزیر خزانہ ـ ابھی تو آپ نے کہا ہے ۔

خواجہ محمد صفدر ـ جناب والا ۔ اگر جناب وزیر خزانہ نے اپنے متعلق سمجھا ہے ۔ تو میرا یہ مطلب نہ تھا ۔

دراصل میں نے بجٹ پر عام بحث کے دوران دو دن ملک صاحب سے درخواست کی تھی کہ ہاؤس کا وقت دس دس ۔ پندرہ پندرہ منٹ کیلئے extend کر لیا جائے ۔ لیکن دونوں دفعہ انہوں نے انکار کر دیا ۔

وزیر خزانہ ـ جناب والا ۔ خواجہ صاحب کو یاد ہوگا کہ میں نے ان کو یہ پیشکش کی تھی کہ اگر بجٹ پر بحث کے دوران ہمیں دوسری Sitting بھی کرنا پڑے تو ہم بیٹھنے کیلئے تیار ہیں ۔

خواجہ محمد صفدر ـ جناب والا ۔ مجھے جناب وزیر خزانہ کے خلاف کوئی شکایت نہیں ۔ میں تو ملک قادر بخش صاحب کا حوالہ دے رہا ہوں ۔

وزیر خزانہ ـ جناب والا ۔ میں خواجہ صاحب سے عرض کرونگا کہ وہ ایک گھنٹہ مان لیں ۔

I request Khawaja Sahib to agree to the extension of time for one hour.

Mr. Senior Deputy Speaker : I think the House generally appear to agree to the extension of time. So I extend the time for half an hour.

Minister of Finance : No. Sir, it should be extended upto 2 O, clock.

Mr. Senior Deputy Speaker : The time is extended upto 2 O, clock.

رائے منصب علی خان کھرل ـ (شیخوپورہ ـ ۳) جناب سپیکر ـ میرا خیال ہے کہ وزرائے کرام جن کے کندھوں پر اتنی وسیع ذمہ داریوں کا بوجھ ہے ۔ جب یہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے ہیں تو انہیں پوری طرح اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ انہیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو نبھانا ہے ۔

On a Point of Order, Sir — مسٹر افتخار احمد خان

صدر محترم ـ جن Rules of procedure کے ماتحت ہم کام کر رہے ہیں ۔ اور جس آئین کے تحت ہم بدقسمتی سے یہاں بیٹھے ہیں ۔

وزیر خزانہ ـ جناب والا ۔ معزز ممبر نے اسی آئین کے تحت حلف اٹھایا ہوا ہے ۔

مسٹر افتخار احمد خان — جناب والا - میں نے حلف اسے توڑنے کے لئے اٹھایا ہے - ان تمام چیزوں کے باوجود ہماری کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہم کوئی اچھی پارلیمانی روایت قائم کریں - یہ حیران کن بات ہے کہ حکومت اس پارٹی کو اچھا کہتی ہے - جو سب سے بڑی - منظم اور ایک ہی پاٹی ہے - جو نیچے سے اٹھی اور اوپر کو گئی ہے - لیکن یہ کہاں کا پارلیمانی طریقہ ہے کہ Cut Motions پر گورنمنٹ پارٹی کے حضرات تقریریں فرمائیں اور Cut Motions کی مخالفت کریں یہ پارلیمانی زندگی کا کیا طریقہ ہے - یہ Conventions ہیں جو آپ قائم کر رہے ہیں ؟ ان وزرا کو جو یہ احساس نہیں رکھتے * * *

Mr. Senior Deputy Speaker : That is not a point of order. Please take your seat.

Minister of Finance : Sir the word is unparliamentary. It should be expunged.

مسٹر افتخار احمد خان - جناب وزیر خزانہ صاحب * * *

وزیر خزانہ جناب والا تو خود * * * (قہقہہ)

مسٹر افتخار احمد خان - جناب والا - تو پھر چکنے کھڑے ہیں (قہقہہ) -

Mr. Senior Deputy Speaker : All the objectionable remarks from both sides are expunged from the proceedings.

علامہ رحمت اللہ ارشد - On a point of Order Sir جناب صدر ہمارے پاس آج کا ایجنڈا موجود ہے - اس میں بعض Cut Motions گورنمنٹ پارٹی کے ممبران کی طرف دی گئی ہیں - میں نے اپنی پارلیمانی زندگی کے مختصر سے عرصے میں پہلے کبھی یہ روایت نہیں دیکھی کہ جو بجٹ ایک گورنمنٹ پیش کرے - اس پر Cut Motions بھی گورنمنٹ پارٹی کے ممبروں کی طرف آئیں - یہ روایت اس ایوان میں پہلی دفعہ دیکھنے میں آئی ہے کہ گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے Adjournment Motions بھی آ رہی ہیں - جو دراصل گورنمنٹ کے خلاف مذمت کی قراردادیں ہوتی ہیں - (مداخلتیں اور شور) یہ درست ہے کہ قواعد میں اس کے متعلق کوئی گنجائش موجود نہیں جس کی بناء پر آپ کس کو روک سکیں - تاہم ہر ایوان کی کچھ روایات ہوتی

*Expunged as ordered by Mr. Senior Deputy Speaker.

ہیں ۔ اور کچھ پارلیمانی زندگی کی روایات ہوتی ہیں ۔ ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے ۔ یہ عجیب بات ہے کہ گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے بجٹ پیش ہو رہا ہے ۔ اور گورنمنٹ پارٹی کے ممبران ہی اس پر Cut Motions دے رہے ہیں ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : Please take your seat. This is the third session, the third budget. In first two budgets you had been having the same thing. Why do you take objection at this stage ?

On a Point of Order Sir - **مسٹر حمزہ**

جناب سپیکر — عرض یہ ہے ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : It should be a Point of Order

مسٹر حمزہ — جی ہاں جناب ۔ عرض یہ ہے کہ اس قسم کی غلط روایات قائم رکھنا اسلئے جائز نہیں کہ پچھلے دو Sessions کے دوران ان پر عمل نہیں کیا گیا ۔ اب جاتے ہوئے یعنی جب کہ موجودہ اسمبلی قریب‌المرگ ہے ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم کوئی اچھا کام کر لیں ۔ اور خصوصاً ہم کوئی اچھی روایات قائم کریں ۔ اور سابقہ اچھی روایات پر عمل کریں ۔

مسٹر سینئر ڈپٹی سپیکر — یہ اگلے جہان کے لئے چھوڑ دیں ۔ اور اب آپ تشریف رکھیں ۔

رائے منصب علی خان کھرل — جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وزرائے کرام کو اس وقت اپنی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس ہوتا ہے ۔ ان کو علم ہوتا ہے اور یہ بات ان پر واضح ہوتی ہے کہ ان کے ذمے کیا کیا فرائض ہیں ۔ اور انہوں نے انہیں کس طرح نبھانا ہے ۔ اور اگر وہ ان فرائض کو نبھانے اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کوتاہی کرتے ہیں ۔

Mr. Senior Deputy Speaker : I must point out one thing. It is also an established courtesy of debate that those members who make allegations and objections against the Government must sit the House to hear the Taeasury side.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : The point is this that the practice with the Ministers has been not to reply to the charges. Therefore, when they do not accept those charges why should we be forced to sit.

Mr. Senior Deputy Speaker : The point is to hear the reply of the other side.

Mr. Iftikhar Ahmad Khan Ansari : It is their habit not to reply to the charges.

Mr. Senior Deputy Speaker : Please take your seat.

رائے منصب علی خان کھرل - جناب والا - اگر وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں کوتاہی کریں - تو یہ عوام کا حق ہے - اور عوام کے نمائندوں کا فرض ہے کہ وہ ان کا دامن پکڑ کر ان سے پوچھیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے - اور ایسا کیوں نہیں ہو رہا - لیکن جناب والا الزمات کی بوچھاڑ کرتے وقت میں تصویر کا صرف ایک پہلو ہی سامنے نہیں رکھنا چاہیے بلکہ حقائق کی چھان بین کرکے بات کرنی چاہیے - قائد حزب اختلاف نے اس ایوان میں تعلیم کے بارے میں اپنے ارشادات فرماتے وقت بہت سی باتوں کا حوالہ دیا ہے - اور خاص طور پر انہوں نے

Board of Intermediate and Secondary Education.

اور اس سے اعتراضات کئے ہیں - میں تسلیم کرتا ہوں کہ Pap rs کی Leakage ہوئی ہے جو کہ ایک بڑی افسوس ناک اور Serious بات ہے - اور اس پر جتنا بھی اظہار افسوس کیا جائے کم ہے - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سلسلے میں حکومت کی پوزیشن کیا ہے - اور اس چیز کی ذمہ داری اس پر کس حد تک عائد ہوتی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک وزیر تعلیم - محکمہ تعلیم اور اس گورنمنٹ کا تعلق ہے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسے مجرم اور اور گنہگار لوگوں کی جنہوں نے اس سلسلے میں تھوڑا بہت بھی حصہ لیا ہو - کوئی رو رعایت نہ کی جائے - بلکہ ان کو سخت سے سخت سزا دی جائے - اور محکمے کے ایسے آدمیوں کے خلاف جن پر ان الزامات کے سلسلے میں شک و شبے کا اظہار کیا گیا ہو - محکمانہ کارروائیاں کی جائیں لیکن جناب والا جیسا کہ نوابزادہ افتخار احمد خان صاحب نے فرمایا ہے - کہ اگر آپ رونا روتے ہیں اور ماتم کرتے ہیں - تو سب سے پہلے آپ قومی اخلاق کا ماتم کریں جسے ہم خود اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہیں - اور ماتم کرنا چاہیے بلکہ زیادہ ماتم کرنا چاہیے مرگ انسانیت پر -

جناب والا - گورنمنٹ کا کام ہے قانون بنانا اور قانون نافذ کرنے کے لئے عملہ تقرر کیا جاتا ہے - اس سلسلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی - وہ ایسی

Responsibilities سے بری ہے کہ ان کے دل دماغ سے کھرچ کر باہر نکال دے۔ اور اس بات کی ذمہ داری نہیں لے سکتی کہ اس میں کیا برائی یا کیا اچھائی ہے۔ اگر کوئی قانون شکنی کرے گا تو ظاہر ہے کہ اسے سزا دی جائے گی۔

مسٹر افتخار احمد خان - پوائنٹ آف آرڈر - جناب صدر - اس ہاؤس میں میں نے کچھ الزامات جناب وزیر قانون صاحب پر لگائے تھے - انہوں نے ان کی تردید کی ہے - کیا آپ مجھے موقع دیں گے کہ میں کچھ وضاحت کر دوں۔

Mr. Senior Deputy Speaker: you ought to have been present in the House. Please take your seat:

رائے منصب علی خان کھرل - جناب والا - پارلیمانی طریقہ ہے اور پارلیمانی روایات ہیں کہ ہر منٹ کے بعد غیر ضروری بات کہی جاتی ہے اور بلا وجہ تقرر میں مداخلت کی جاتی ہے۔

جناب والا - ہر انسان کا فرض ہے اور ہر انسان جانتا کہ یہ بات ہونی چاہیے یا نہیں اس کے باوجود اگر کوئی آدمی ان تمام باتوں کو سمجھتا ہے قانون کو سمجھتا ہے اخلاق انسان کی حدود کو سمجھتا ہے تو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے کہ قانون اسے سزا دے لیکن خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ ان کو مقرر کیوں کیا جائے ان پر ایسی ذمہ داریاں کیوں ڈالی جائیں - تو میں یہ عرض کروں گا کہ ان کے دل و دماغ کو کیسے ٹٹول سکتے ہیں۔

خواجہ محمد صفدر - اگر معلوم ہو گیا ہے تو ان کو آج نکال دیں۔

رائے منصب علی خان کھرل - اگر کوئی مجرم ہو گا تو اسے ضرور نکالا جائے گا - گورنمنٹ اس سے کسی قسم کی رعایت نہیں کرے گی۔

جناب والا - اس سلسلہ میں Intermediate Board کے بارے میں کچھ اعتراضات ہوئے ہیں - اور کہا گیا ہے کہ پرچہ جات کی Leakage ہوئی ہے - اور تین جگہوں اور ضلعوں میں

انگریزی اردو اور سوکس کی Leakage ہوئی ہے جیسا کہ میں نے پہلے تشریح کی ہے میں یہ عرض کروں گا کہ Intermediate Board کے چیئرمین بہت شریف آدمی ہیں - ان کے کردار پر تو کسی کو شک وشبہ نہیں ہو سکتا - اور نہ ان پر کوئی الزام لگا سکتے ہیں - کہ ان تمام واقعات میں براہ راست ان کا بھی ہاتھ ہے -

خواجہ محمد صفدر - لیکن میرا یہ الزام ہے کہ وہ نا اہل ہیں -

رائے منصب علی خان کھرل - آپ یہ بات بھول گئے ہیں کہ بورڈ پر بہت ذمہ داریاں ہیں - طلبا کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے -

خواجہ محمد صفدر - یہ غلط ہے - Question

رائے منصب علی خان کھرل - طلبا ابھی بھی پہلے کی طرح امتحانات میں بیٹھتے ہیں ان تمام مسائل کے ہوتے ہوئے اگر کوئی آدمی جو تعلیم یافتہ بھی ہو ایسی بات کرے تو افسوس ہے ان میں کئی پروفیسر صاحبان بھی تھے جو ایم - اے اور ڈبل ایم - اے ہیں جن سے یہ حرکتیں سرزد ہوئی ہیں - تو پھر یہ گورنمنٹ کی یا محکمہ کی ذمہ داری نہیں - ہر تعلیم یافتہ شہری سمجھتا ہے - کہ یہ بات غلط ہے یا صحیح - گورنمنٹ کی صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ مجرم کو سزا دے - اس کے علاوہ یہ ٹھیک نہیں اور حکومت پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے -

دوسری بات ٹیکنیکل اور سائنسی تعلیم کے متعلق ہے - اس بارے میں حکومت نے خصوصی توجہ دی ہے پہلے ہی کافی سکول کھولے ہوئے ہیں اور حکومت کا پروگرام ہے کہ آئندہ ہر ڈویژن میں ٹیکنیکل سکول کھولے جائیں - اور طلبا ٹیکنیکل ایجوکیشن حاصل کریں - یہی وجہ ہے کہ انجینئرنگ کالج کو اب یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا ہے - اسی طرح زراعتی کالج کو بھی یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا ہے - یہ مسائل ہیں جن کی طرف حکومت کی توجہ دلائی گئی ہے - دوسری بات لا کالج کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ Night shift نہیں رہی اور کورس

تین سال کا ہو گیا ہے - اس بارے میں عوام کا یہ مطالبہ تھا کہ چونکہ Legal profession اب over crowded ہو چکا ہے - اور مزید گنجائش نہیں رہی اس لئے عوام کے مطالبہ اور عوام کی رہنمائی پر اور بڑے بڑے Educationists کی رائے پر ایسا کیا گیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں -

راؤ خورشید صاحب نے اوکاڑہ کالج کے پرنسپل کے متعلق اعتراضات میں کہا ہے کہ وہ بے دین ہے - در اصل وہ کالج حکومت کا کالج نہیں وہ میونسپلٹی کا کالج ہے - اس کے افسران ہیں جو اس کالج کو چلا رہے ہیں - اس لئے وزیر تعلیم کو اس کے لئے مورد الزام ٹھہرانا مناسب نہیں -

جناب والا - ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس بجٹ میں ادبی ثقافتی سرگرمیوں کی امداد کے لئے کچھ مدات رکھی گئی ہیں - میں وزیر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ان پر ضرور غور کرنا چاہئے -

سندھ ادبی بورڈ کو ایک لاکھ روپیہ دیا گیا ہے -

بھٹ شاہ کلچرل سنٹر کو ۳۰ ہزار روپیہ دیا گیا ہے -

پشتو اکیڈمی پشاور کو ایک لاکھ روپیہ اور -

پنجابی ادبی اکاڈمی کو ۲۰ ہزار روپیہ دیا گیا ہے -

اس سے پہلے پنجابی اکاڈمی کو ۵۰ ہزار روپیہ دیا گیا تھا - اب اس کی گرانٹ کم کی گئی ہے - میں وزیر تعلیم صاحب سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ جہاں تک تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیوں کا تعلق ہے مقامی زبانوں کو کافی روپیہ دیا گیا ہے - لیکن پنجابی کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے - یہ بڑی ناروا بات ہے - اس پر ضرور نظر ثانی کی جانی چاہئے - اور پنجابی زبان کے لئے جو رقم پہلے مخصوص تھی اسے بحال کیا جانا چاہئے - علاوہ ازیں لاہور میں پاکستان رائٹرز گلڈ کو دس ہزار روپیہ دیا گیا ہے - اس ادارے کو سب سے زیادہ رقم دی گئی ہے لیکن یہ دلچسپ بات ہے جس کا ذکر کرنا

میں ضروری سمجھتا ہوں - یہ کہ سندھی میں ایک کتاب
رائٹرز گلڈ نے چھاپی اس کا نام تھا "ہمرے بھئے اکاس"
اس کتاب کے مصنف کو انعام دیا گیا بعد میں یہ
کتاب ضبط کر لی گئی - یعنی ایک ادارہ کو حکومت
روپیہ گرانٹ دے وہ ایک کتاب چھپوائے اور مصنف کو
انعام ملے لیکن بعد میں کتاب ضبط ہو جائے - یہ کوئی
اچھی بات نہیں - اس لئے میں وزیر صاحب کی توجہ
اس امر کی طرف مبذول کراؤں گا کہ اس قسم کے واقعات
نہیں ہونے چاہئیں -

Mr. Taj Muhammad Khanzada (Campbellpur I) : Mr. Speaker Sir, I am thankful at least for having been gvien time to speak and and it was only after invoking the assistance of the Leader of the House that I am allowed to speak. Even 'safarish' was required here.

Mr. Senior Deputy Speaker : That is a reflection on the Chair. You must withdraw it.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : I withdraw it. I am standing in defence of the few things which my friends in the Opposition, particularly Mr. Ansari have condemned in the present day system of education. I am given very little time, otherwise I would have liked to have gone into the educational background which we inherited from our colonial masters and what I would have personally suggested we should do, in the broader sense to build character. Mr. Ansari in his speeches has been outrightly condemning the institutions of missionaries that are found in Pakistan today. He made a reference that these missionary schools were functioning perfectly but after partition they have turned into more of money-making and corrupt institutions and less educational. To an extent I agree with him that the stafi employed by the missionaries today is not upto the standard of pre-partition but nevertheless I stand in defence of the continuation and patronage of these schools in Pakistan today because I feel I am a product one of these institutions and therefore, I am in a better position to know what those instutions actually teach. I am in a position to speak far better for these institutions than those who have only looked at it from a distance and from only coloured glasses I am as good a Muslim as anybody. I will not lack in my duty in condemning what I consider to be undesirable in these institutions but at the same time I do not wish to deny the credit which they deserve in building the human material in this country. Sir these institutions, though expensive, have no doubt produced people with character among our nation and without any difference of opinion in this House everybody has agreed that education is basically meant to produce human beings, to produce character to produce that which is something which is going to make a nation. What is the use of education? Education is meant to produce men of character who will look after the defence of the country who will look after the destinies of the nation.

Sir, since the time is short I will come to the University agitation. There is no doudt that everybody agrees with me that the youth of this country is the most valuable treasure that we possess today. It is not only for today but for all times to come. In the history of nations, it is the youth that make and unmake a nation. But the treatment of our youth has to be fatherly. It has to be one where things have to be done through love and not through force. I am a believer in the proverb

that if the rod is necessary it should not be spared but that should be the last resort that any father or any parent should resort to as regards his children. (interruption).

Sir, my friend, Mr Kirmani seems to continue to interrupt. This is a usual itch which he cannot help but I love and welcome any remark that he might make. (interruption)

Mr. Speaker : You are not protecting me against these interruptions.

Mr. Senior Deputy Speaker : You go on.

Mr. Iftikhar Ahmad Khan : Mr. Speaker I am very sorry to learn that Mr. Khanzada is the product of missionary schools. I had wished that he should not have been because he has crossed the floor.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir. Mr. Ansari has made a reference and has invited revolution in this country. He has raised the slogan of revolution. I have been through revolution; I have seen revolution and I know what it is. I know that Mr. Ansari will be the first fellow who will save his head. He doesn't mean revolution himself. It does not mean shouting in the Assembly ; it does not mean shouting on the loudespeaker. Revolution means blood and when flows nobody is safe. The blood of children flows, the blood of women flows, the blood of the elderly people go pauper; nations are ruined masters are changed, freedoms are lost. If that is what Mr. Ansari wants he is certainly not a well wisher of the country. All I say is that for Gods sake plead your case; you have got some very good ideas; you differ in opinion, but in order to try and inflict your ideas or principle on this nation, dont pray for revolution. Pray for evolution and bring evolution to this country by trying to persuade and propagate your ideas.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : That is not possible.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir if it is not possible , well you should go on trying . Nothing is impossible. If you don't succeed then it does not mean that you should kill yourself prematurely .

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : We shall kill you .

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir if today you feel that your country is suffering from something, which according to you is undesirable, well try to remove those not by violence becauce violence means not only your destruction if you as an individual are destioyed doesn't matter, but the destiny of this nation is far more important than an individual. And we will do nothing which will upset the destiny of this nation.

Sir, he also made a reference to revolution which was brought as a result of mal-administration our leaderes after partition.

Mr. Iftikhar Ahmed Khan : Mr. Speaker why the industrialists and the capitalists are afraid of revolution ?

Mr. Taj Muhammad Khanzada : Sir, he has made a reference to capitalists. If it is in reference to me then I may tell him that I am as much a socialist as anybody. I want Islamic socialism at the first opportunity in this country. (hear hear)

Mr. Senior Deputy Speaker : Mr. Khanzada you have gone astray from the Cut Motion.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : When you allow people from the Opposition to be irrelevant, I have to give them a reply.

Syed Ahmed Saeed Kirmani : This is the only sensible speech.

Mr. Taj Muhammad Khanzada : I know Mr. Ansari and few of his other colleagues where emotions take the better of their senses. And emotions when they take the better of their senses are detrimental to the bigger interest of the nation. I would request them that their emotions should not take the better of their sense. They should do things which are in the bigger and vital interest of this country.

سردار عنایت الرحمن خان عباسی (ہزارہ—ا - صدر گرامی) میں سمجھتا ہوں کہ بڑی تگ و دو کے بعد آپ نے مجھے کچھ گذارشات پیش کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔ جناب والا - یہ سن کر اور بالخصوص اپنے واجب الاحترام دوست خانزادہ تاج محمد خان صاحب سے یہ سن کر کہ وہ مشنری سکولوں کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں- مجھے اس سے انتہائی صدمہ ہوا ہے - اور میں یہ بھی واضح کردوں کہ چونکہ وقت تھوڑا ہے - میں تھوڑے سے تھوڑے الفاظ جو کہ مناسب ہیں وہ کہونگا- کیونکہ اس میں میرا اپنا ایک مطالب پوشیدہ ہے اور اسکے لئے مجھے وقت چاہئے- میں آپ پر یہ واضح کر دوں کہ یہ مشنری ادارے ہمارے دین پر ایک بڑا عظیم ڈاکہ ہے - آپ بیدار ہو جائیں اور اس پر غور فرمائیں کہ اگر یہ ادارے مزید دس سال تک اس ملک میں قائم رہے - تو میں آپ کو واضح کردوں کہ ''لا الہ الا اللہ'' پر ایمان رکھنے والا ایک بالغ بھی آپکو پاکستان میں نظر نہیں آئیگا- میں یہ بھی واضح کردوں کہ ظاہری کردار جسے آپ کردار کہتے ہیں- میں اسے کردار نہیں سمجھتا- سوٹ پہننا اور میجر صاحب جیسے ہستیاں پیدا کرنا یہ کردار نہیں ہے - کردار یہ ہے کہ وہ کمیونسٹ پیدا نہ کریں- بلکہ خدا اور خدا کے رسول کو شناخت کرنے والے لوگ پیدا کریں -

مسٹر حمزہ—حکومت کی خوشامد کرنے والے پیدا کریں -

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—جس طرح کہ آپ ہیں - آپ ذرا صبر سے کام لیں - ذرا سینہ تھام کر بیٹھیں -

میجر سلطان احمد خان—پوائنٹ آف آرڈر -

اس قسم کے ارکان کی زبان سے کردار کا لفظ ادا کرنا میرے خیال میں ٹھیک نہیں ہے -

مسٹر سپیکر ڈپٹی سپیکر—آپ تشریف رکھیں - یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے -

میاں محمد شریف—آپکا کیا خیال ہے - کسی پاگل کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے چاہئیں -

سردار عنایت الرحمن خان عباسی- صدر گرامی - میں یہ گذارش کر رہا تھا - کہ یہ کافی ہے - بشرطیکہ وہ سمجھ سکیں -

مسٹر حمزہ—اگر گرداوری سے نکل کر ممبر بن جائیں تو -

میاں محمد شریف—جس کے سیاسی ماں باپ نہ ہو ۔ وہ تو بات نہ کریں۔ (قطع کلامی)۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی—ایک چھوٹی سی گذارش کرنی چاہتا ہوں ۔ کہ آپ اس امر پر غور فرمائیں ۔ کہ اسی فیصد آبادی دیہات میں بستی ہے ۔ بیشک آپ نے یونیورسٹی کے کروڑوں روپے مخصوص کئے ہیں ۔ بیشک آپ نے سائنس کے لئے بڑی سے بڑی grants دیں ۔ لیکن آپ اس بات پر غور کیجئے۔ آپکی وہ آبادی ہے ۔ جس نے اس ملک کی اصلاح کرنی ہے ۔ خدمت کرنی ہے ۔ وہ دیہات میں نوے فیصد ہے اور ان دیہاتی آبادی کی یہ حالت ہے ۔ کہ آج ان بچوں کی سکولوں کے لئے کوئی عمارت نہیں ہے انکو کوئی سہولت میسر نہیں ہے ۔ انکے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی فرنیچر ہے۔ کہ جن پر انکے اساتذہ بیٹھ سکیں۔ اساتذہ کی یہ حالت ہے کہ انکو گنتی کے چند ٹرینڈ ماسٹر انہیں مہیا کئے گئے ہیں ۔ اگر اس اسی نوے فیصد آبادی کو اس کسمپرسی کی حالت میں چھوڑا گیا ۔ اگر آپ یہ کہیں اور اعداد و شمار دیں کہ آپ کروڑوں روپے تعلیم کے لئے مختص کرتے ہیں ۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ۔ کوئی کار نمایاں نہیں ہے ۔ محترم وٹو صاحب سے مجھے امید ہے کہ وہ اس امر میں ہماری امداد کریں گے ۔ کیونکہ وہ بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ میں آپکی توجہ ایسے سکولوں کی طرف دلاتا ہوں ۔کہ آپ دیہات میں جائیں۔ وہاں کی حالت دیکھیں ۔ اور انکو سکولوں کے لئے عمارتیں مہیا کی جائیں ۔ انکے وسائل میں اضافہ کیا جائے ۔ اگر وہ تعلیم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں ۔ مجھے ان سے ایک شکوہ تھا۔ لیکن میری گذشتہ بجٹ تقریر کے دوران انہوں نے میرا وہ شکوہ رفع کر دیا ۔ ایسے سکول جو گذشتہ دنوں اجراء ہوئے تھے ۔ میں آپکی وساطت سے انکی خدمت میں عرض کردوں کہ میں جس حلقہ' نیابت سے تعلق رکھتا ہوں ۔ اسکی آبادی تین لاکھ ہے اور اس تین لاکھ کی آبادی کے لئے صرف، رو ھائی سکول بیگم صاحبہ کی مہربانی سے منظور ہوئے تھے۔ گذشتہ دنوں ڈائریکٹر صاحب نے ایک سکول کا اجراء کیا تھا ۔ اب میرے نوٹس میں آیا ہے ۔ اور میرے علاقے والوں نے مجھے بتایا ہے ۔ کہ انہوں نے بند کر دیا ہے ۔ میں وزیر تعلیم صاحب کا خاص طور پر مشکور ہوں ۔ انہوں نے خصوصی توجہ فرما کر ڈائریکٹر تعلیم پشاور ریجن کو ہدایت کی ہے ۔ کہ اس سکول کو بند نہ کیا جائے ۔ بلکہ اسی طرح وہ سکول چلتا رہے۔ میں انکا مشکور ہوں ۔

میجر سلطان احمد خان—انکا شکریہ خط لکھ کر ادا کریں ۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی - جناب والا ۔ وہ سکول یہ ہیں ۔ ایک بانڈی ڈوڈا ہے ۔ دوسرا موری بڈیر ہے ..... یہ سکول ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا ۔ کہ اگر آپ نے وہاں کے لئے اگر اس بجٹ میں کچھ نہیں رکھا ۔ کوئی عمارت نہیں رکھی ۔ کوئی ہائی سکول نہیں رکھا ۔ اور وہاں کے لئے ایک پائی بھی اس بجٹ میں مہیا نہیں کی گئی ہے تو براہ مہربانی ان سکولوں کے لئے اساتذہ تو فراہم کیجئے تاکہ یہ سکول چل سکیں اور بچے تعلیم حاصل کر سکیں ۔

(قطع کلامی)

سید احمد سعید کرمانی — دو اراکین کی تقریر بڑی ضروری ہیں ۔ ایک ماسٹر خان گل صاحب اور دوسرے میاں محمد شریف صاحب ۔ اور ان کے بعد وزیر تعلیم سے کہیے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں ۔

وزیر تعلیم (میاں محمد یاسین خان وٹو) جناب والا اس معزز ایوان کے اراکین نے اس طرف سے بھی اور اس طرف سے بھی بہت سے قیمتی مشورے دیئے ۔ اور بہت سے معاملات میں تعمیری تنقید فرمائی ۔ میں اس کے لئے معزز اراکین کا بے حد ممنون اور مشکور ہوں اور جو بھی ایسی تعمیری تنقید کی گئی ہے ۔ میں اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس تعمیری تنقید کے مشوروں کو قیمتی موتی سمجھکر چنونگا اور فیصلوں میں یقیناً ان مشوروں سے استفادہ کرونگا ۔

جناب والا ۔ اکثر مقامات پر اکثر اوقات یوں بھی ہوا کہ تنقید تعمیری معیاروں سے گر گئی ایسی تنقید یقیناً اس سے زیادہ توجہ کی محتاج نہیں کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے ۔

جناب والا ۔ انسانی اعمال کا کمال یہ ہے کہ ان میں ہمیشہ ارتقاء کی گنجائش رہی ہے اور جو بھی انسانی اعمال ہونگے ۔ جو بھی انسانی کام ہوں گے ۔ یقیناً ہر وقت اور ہر موقع پر اس اصول کے تحت جانچے جائیں گے جو تنقید اور جو اظہار رائے اس ایوان میں محکمہ تعلیم کے بارے میں کی گئی اس کی بڑی بڑی جو باتیں ہیں ان کے متعلق میں ایک ایک کرکے اس ایوان کی خدمت میں

اپنی گزارشات پیش کرونگا ۔ ساری بحث کا لب لباب اگر پالیسی کے طور پر لیا جائے ۔ تو یہی بات ہو گی کہ ہماری تعلیم میں مذہبی تعلیم کا خیال رکھا جائے اور ہماری تعلیم کو آزادی حاصل ہونے سے پہلے غیر ملکی حکام نے جس ڈھب پر چلایا تھا کہ اس سے صرف دفتری لوگ پیدا ہو سکیں ۔ صرف کلرک لوگ پیدا ہو سکیں اس کی بجائے ایک ایسی قوم کی حیثیت سے ایک ایسی مسلمان قوم کی حیثیت سے ہمارے نصاب تعلیم میں ہمارے نظام تعلیم میں جو جو تبدیلیاں ہونی چاہیں ۔ ان کی طرف فاضل دوستوں نے اشارے فرمائے ہیں ۔ ان میں سے ہر بات کو اس حیثیت سے بیان کرنا چاہونگا ۔ کہ تعلیم کا نظام ایک ایسی چیز نہیں ہوتی ۔ اور میرے خیال میں اس معزز ایوان کے اراکین مجھ سے متفق ہوں گے ۔ کہ جسے ایک لمحے میں یا بہت ہی تھوڑے یا قلیل عرصے میں فوری طور پر تبدیل کیا جا سکے ۔ اس کے لئے ہمیں سوچنا بھی تھا ۔ ہمیں مختلف پالیسیوں پر غور بھی کرنا تھا ۔ بہت سے سلجھے ہوئے ذہنوں کی رائے بھی لینی تھی ۔ تاکہ اتنی بڑی تبدیلی جو ہم نے اس سلسلے میں کرنی ہے ۔ اس کو کس طرح لیا جائے اور کس طرح اس پر عمل درآمد کیا جائے ۔

جناب والا ۔ اس سلسلے میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں مذہب کا بھی تعلق ہو ۔ سائنس کی تعلیم پر زور ہو ۔ ٹیکنیکل ~~Vocational and Professional~~ تعلیم پر بھی زور ہو اور جو دوسری چیزیں ہیں زراعت کی تعلیم پر زور ہو ۔ انجینیرنگ اور ٹیکنیکل ایجوکیشن پر زور ہو ۔ یہ چیزیں جناب والا تعلیم کی پالیسی میں بنیادی طور پر رکھی گئی ہیں اور اگر تمام اس بحث کا لب لباب لیا جائے جو آج مختلف صاحبان نے شروع فرمائی ہے تو یقیناً وہ متفق ہونگے کہ ان میدانوں میں تبدیلی ہونی چاہئے تھی اور یہی چیزیں سامنے لانی چاہئے تھیں ۔ میں سب سے پہلے مذہبی تعلیم کے بارے میں عرض کروں گا کہ آپ جس طرح جانتے ہیں کہ مذہبی تعلیم کا آزادی سے پہلے ہمارے نظام میں کوئی دخل نہ تھا ۔ لیکن اب یہ کر دیا گیا ہے کہ پہلی جماعت سے لے کر آٹھویں جماعت تک دینی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے اور اس کے علاوہ باقی کلاسوں میں بھی اسلامیات اور دینیات کے متعلق تعلیم کے انتظامات کردئے ہیں اور نہ صرف کالج کے ~~level~~ پر بلکہ

معیار

یونیورسٹی کے معیار پر اس سلسلے میں اور ہر معاملے میں دینیات اور اسلامیات کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور جس طرح کہ میرے فاضل دوست متفق ہونگے کہ ایم ۔ اے کرنے کا تمام یونیورسٹیوں میں انتظام ہے اور کراچی یونیورسٹی میں اسلامیات میں قابل قدر کام ہو رہا ہے اور اس کے علاوہ اسلامک یونیورسٹی بہاولپور میں قائم کر دی گئی ۔ اب جناب والا چونکہ وقت کم ہے اور باتیں بہت سی کرنی ہیں اس لئے میں ہر چیز کے متعلق "مختصراً" اس ایوان کی خدمت میں عرض کرتا جاؤنگا تاکہ زیادہ سے زیادہ موضوعات پر میں اپنے خیالات اس ایوان کے سامنے پیش کر سکوں اور میرے فاضل دوست جو جناب کے ارشاد کے باوجود خود تعلیم کے انتظام پر تقریر فرمانے کے بعد اب میرے جوابات سننے کے لئے یہاں تشریف فرما نہیں ہیں ۔ میری مراد نواب زادہ صاحب کے متعلق ہے تو جناب والا میں چاہتا ہوں کہ اس تھوڑے سے عرصے میں سے زیادہ سے زیادہ موضوعات پر بات کروں ۔ لہذا میں دینی اور مذہبی تعلیم کے بارے میں یہ بات ختم کرتے ہوئے سائنس اور ٹیکنیکل تعلیم کے متعلق عرض کروں گا ۔ جناب والا ۔ یہ کوشش کی گئی ہے اور ہم اس بارہ میں یہ کر رہے ہیں کہ آئندہ ہائی سکولوں میں سائنس کی تعلیم لازمی کر دی جائے اور اس کے علاوہ کالج ہیں جہاں ان میں جلد از جلد کوشش کی جا رہی ہے کہ وہاں سائنس کا مضمون شروع کر دیا جائے اور کوئی کالج محض آرٹس کالج نہ رہ جائے اور اس کے علاوہ جناب والا ہم نے مڈل سکولوں میں اور ہائی سکولوں میں Vocational Courses شروع کر دئیے ہیں جو اس سے پہلے موجود نہ تھے اور اس سلسلے میں تھوڑی دیر میں مزید اعداد و شمار پیش کروں گا ۔ اب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کے متعلق عرض کروں گا کہ اس دوسرے پانچ سالہ سکیم کے شروع ہونے سے پہلے ہمارے صوبے میں صرف دو ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ تھے ۔ تو اس وقت جناب والا پوزیشن یہ ہے کہ آٹھ پولی ٹیکنیک شروع ہو چکے ہیں جن میں ساڑھے چار ہزار طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ مزید دس مکمل ہو چکے ہیں ۔ جناب والا ۔ اور سات اس وقت زیر تعمیر ہیں ۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ٹیکنیکل تعلیم کی طرف سائنس کی تعلیم کی طرف کس قدر توجہ دی جا رہی ہے اور آئندہ پانچ سالہ منصوبہ میں بھی ٹیکنیکل تعلیم پر مزید زور دیا جا رہا ہے ۔ جناب والا ۔ اگر مجھے جناب اجازت دیں تو اس

سلسلے میں آپ کی اجازت سے یہ تھوڑا سا نوٹ اس ایوان میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کے سلسلے میں پڑھ دوں کیونکہ اس سلسلے میں بھی کافی کہا گیا ہے۔ میں چاہوں گا کہ یہ نوٹ اس ایوان کے ریکارڈ میں آ جائے۔

Technical Education :

"In the field of Technical Education 8 polytechnics with an enrolment of 4500 have already been established. Construction work on seven additional Polytechnics is being undertaken with an ultimate capacity of 3000 students A Polytechnic for women is being established at Lahore at a cost of Rs. 29·20 laukhs. A Technical Teachers College has also been established to train teachers of Secondary Classes in Industrial Arts has subjects. The expenditure on the development of Technical Education during 1960-61 was Rs. 24·85 lacs, whereas it was Rs. 53·06 and Rs. 102·84 lacs during 1961-62 and 1962-63. The revised estimates for the years 1963-64 indicate an expenditure of Rs. 164·6 lacs on Technical Education schemes. The programme for the next years is of Rs. 137·36 lacs excluding Rs. 14·7 lacs for entirely new schemes, viz., grant-in-aid for equipment to private Technical Institutes, establishment of Training College for Teachers of Polytechnics and development of Government of School of Engineering at Rasul".

تو یہ ہے جناب والا جس سے ٹیکنیکل ایجوکیشن پر زور دیا جا رہا ہے۔ پھر زراعت کے میدان میں جیسا کہ معزز اراکین کے علم میں ہے اور وہ پوری طرح متفق ہونگے کہ ہمارا ملک زراعتی ملک ہے اور اس ملک کی تعلیم میں یقیناً زراعتی تعلیم کا بہت بڑا حصہ اور بہت بڑا اہم مقام ہے۔ اور گورنمنٹ نے لائیلپور ایگریکلچر کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیدیا ہے۔ اور یہ بھی اس ایوان کو علم ہے جناب والا کہ لاہور کے انجینیرنگ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ N. E. D. College, Karachi وہ بھی انجینیرنگ کالج ہے اور اس پر بہت سی رقم خرچ کیجارہی ہے اور اس کی توسیع کی جارہی ہے۔ نئی عمارت بھی بنائی جا رہی ہے۔ میرا جناب والا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام وہ باتیں جو اس ایوان کے معزز اراکین کے ذہن میں تعلیم کے نظام کے بارے میں اور اس میں تبدیلی کے بارے میں حکومت انکا پورے طور پر احساس رکھتی ہے اور اس میدان میں یقیناً عمل کر رہی ہے۔ اب جناب والا میں ساری چیزیں ایک ایک کرکے جناب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ اعتراض کیا جا رہا ہے کہ یہ ہونا چاہئے اور فلاں چیزیں میں انقلاب لانا چاہئے۔ اپنے تعلیم کے نظام کے بارہ میں میں نے عرض کر دیا ہے کہ ہر میدان میں ہر فیلڈ field میں یہ تبدیلی شروع ہو چکی ہے اور اس صورت کے لئے یقیناً کیونکہ یہ تعلیم کا معاملہ ہے آپ ایک دم

کسی کو علم نہیں دے سکتے - ساری وہ بات نہیں دے سکتے
جو آپ دینا چاہتے ہیں اس کے لئے ہر صورت میں وقت
درکار ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ ساری باتوں کی تعمیر
ہوتی ہے - نظام تعلیم میں بنیادی طور پر تبدیلی آچکی ہے
اور یقینی طور پر یہ ایک خوشگوار تبدیلی ہے جو ایک اسلامی
ملک کے لئے اور ایک آزاد کے لئے ہونی ضروری ہے اور
ہر میدان میں ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ساری وہ
چیزیں جو ہم آئندہ نسلوں کے لئے اور اس ملک کی
تعمیر کے لئے ضروری سمجھتے ہیں انکا آج خیال رکھا جائے
ہاں کوتاہیاں ہونگی جناب والا جس طرح کہ میں نے عرض
کیا انسانی کام اتنے مکمل بھی نہیں ہو سکتے کہ ان
پر تنقید کی گنجائش نہ ہو انسانوں نے جو کام کرنے
ہیں وہ کئی دفعہ انسانی ذات کی مجبوریوں کی وجہ سے
اس مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے جس مقام پر انسان
انہیں دیکھنا چاہے کئی دفعہ انسان سے غلطیاں سر زد ہو
جائیں گی اور وہ اس مقام پر نہیں پہنچ سکے گا کہ
جس مقام پر کہ وہ پہنچنا چاہتا ہے یا جس پر میرے
دوست چاہتے ہیں کہ وہ پہنچیں - تو دیکھنے والی بات
یہ ہے کہ جب انسان کے کاموں پر انسان تنقید کرتے
ہیں تو انکو اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے کہ تنقید
کرنے والے بھی انسان ہیں - یہ انسانی فطرت ہے اور انسان
کی حیثیت سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں - اگر یہ توقع
کی جائے کہ ہم سے یا ہمارے بورڈ سے یا ہمارے محکمے
سے غلطی سرزد نہ ہو تو شاید پھر ہمیں ساری دنیا
کو کہیں سے فرشتے لانے پڑیں گے اور انسان کی شاید
اس میں گنجائش نہ رہے - ہاں جہاں کہ انسان بدنیت ہے
اور وہ دانستہ بدنیتی سے کوتاہی کرے تو وہ قابل معافی
نہیں ہے اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی سہولت دی
جانی چاہئیے - بورڈ کے معاملے میں جناب والا اور جس طرح آپکے علم
میں ہے کہ کئی بورڈ اور یونیورسٹیاں اور ایسے ادارے ہیں جنکو
Autonomous Bodies بنایا جاتا ہے اس وجہ سے کہ تعلیم کا اپنا تقدس ہے -
اور جب ساری تنقید ہو چکی ہے اور جب ہم سبھی
اعتراض کر چکے ہیں اس معزز ایوان کا کوئی ممبر

اس ملک کا کوئی فرد اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم کی اہمیت کسی ملک کی ترقی کے لئے عظمت کے لئے یا کسی قوم کی بھلائی کے لئے ساری باتوں سے زیادہ اہم ہے ۔ میں نے اکثر بار کہا ہے کہ ہم ساری چیزیں باہر کی دنیا سے منگوا سکتے ہیں اور ان کے بغیر بھی گزارہ کر سکتے ہیں لیکن ہمیں سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ذہنوں کو ۔ ہم کل کی نسل کے ذہنوں کی اس معیار پر تعمیر کریں کہ ہمیں سوچنے والے ذہن غیر ممالک سے نہ لانے پڑیں ۔ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی تعلیم کا معیار اس مقام پر لے جائیں جہاں جا کر یہ قوم فخر کر سکے ۔ یہ ہماری کل کی نسل ان سارے مسائل کو سمجھے ۔ اپنے مسائل کو خود سمجھے ۔ خود سوچے ۔ اسی جگہ کے ذہن ان مسائل کو حل خود کریں پھر جناب والا اس وجہ سے یہ بات ضروری ہے کہ سیاسی اختلاف کے باوجود جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے جہاں تک اساتذہ کا تعلق ہے جہاں تک طلبا کا تعلق ہے چاہے میرے دوست اس طرف بیٹھے ہوں ۔ چاہے میرے دوست اس طرف بیٹھے ہوں تعلیم کی ترقی کے راستے میں سیاست کو اور سیاسی اغراض کو نہیں آنا چاہئے ان کو دخل نہیں دینا چاہئے اور نہ انہیں کسی صورت میں دخل دینے کی اجازت دینی چاہئے ۔ اس وجہ سے کہ جناب والا کل کی قوم آج کی قوم سے عزیز تر ہے ۔ کل کی قوم آج کی حذب اختلاف سے ۔ ہم سے ۔ ہر ایک شخص سے عزیز تر ہے ۔ میں آپکی وساطت سے استدعا کروں گا کہ اس مسئلے پر تنقید خاص طور پر سیاست کو علیحدہ رکھ کر اس بات پر ہونی چاہئے کہ جو چیز کہی جا رہی ہے جو چیز کی جا رہی ہے وہ قوم اور ملک کے مفاد کیلئے کی جا رہی ہے ۔ کل کا پاکستان ۔ کل کی ہماری نسل یقیناً ہم سے زیادہ قیمتی ہے ۔ ہم سے زیادہ اہم ہے اس لئے ہم میں سے وہ لوگ جو موجود بیٹھے ہیں جنہوں نے غیر حاکموں کے تحت تعلیم حاصل کرنے میں وقت گزارا ہے اور جن کے پاس شائد آج کی قوم کو بنانے کیلئے

بہانا کسی صورت میں موجود ہو کہ ہمیں تعلیم کی سہولتیں حاصل نہیں ہیں - اب ہمیں ایک آزاد قوم کے فرد کی حیثیت سے وہ مراعات حاصل نہیں ہیں جو ایک آزاد قوم کے بچوں کو ہونی چاہیں - تو آج کے نوجوانوں کے لئے یہ بہانا نہ ہو گا کہ ان کو تعلیمی مراعات حاصل نہ تھیں - اس پر اس وجہ سے ہم سے بہت زیادہ ذمہ داریاں عائد ہیں -

اب میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں اگر میرے دوست طلبا کے مسائل کو ان کے صحیح مقامات سے نکال کر اس میدان میں لانا چاہتے ہیں جو ان کا مقام نہیں ہے تو چونکہ آج اگر ہم طلبا کو وہ ماحول نہیں دیں گے جس میں رہ کر وہ صحیح طور پر تعلیم حاصل کریں (قطع کلامی) اگر آج کے طالب علم کو ہم ۱۰۰ فیصدی طالب علم نہ رہنے دیں تو اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ آج کا طالب علم اچھا طالب علم نہیں ہو گا کیونکہ وہ اپنے فرائض کے مطابق صحیح تعلیم حاصل نہیں کر رہا ہو گا اور جب کل وقت ان سے تقاضا کرے گا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں تو جناب والا وہ اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکیں گے - کیونکہ آج جب ان کو تیار ہونے کا وقت حاصل ہے تو اس وقت اس شخص نے خود کو صحیح طور پر تیار نہیں کیا - اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں اور آپ کو وساطت سے اس معزز ایوان کے ممبران سے اپیل کرتا ہوں کہ طلبا کے مسائل کو کسی سیاسی مخالفت کی بنا پر نہیں لانا چاہیے - جہاں تک حکومت کا تعلق ہے کہ طلبا کے بارے میں حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ وہ ہمارے بچے ہیں قوم کا مستقبل ہیں - کل کی قوم کے معمار ہیں - حکومت ان کے ساتھ ہر ممکن ہمدردی رکھتی ہے - صرف ہمدردی ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتی ہے - ہم ہر معاملہ کو دیکھ رہے ہیں - سوچ رہے ہیں کہ طلبا کے مسائل کو زیادہ سے زیادہ ہمدردی کے ساتھ حل کیا جائے - ان کو ایک دوست کی حیثیت سے بتایا جائے کہ آپکے فائدہ میں کیا ہے - آپ کے

نقصان - میں کہا ہے - جناب والا اسی وجہ سے ہماری یہ حکومت اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے اور یہ معاملہ تقریباً فیصلے کے قریب ہے - ان طلبا کو جن کے خلاف پچھلے ایجیٹیشن کے سلسلے میں مقدمات چل رہے ہیں حکومت ان میں جہاں تک ممکن ہوا زیادہ سے زیادہ ہمدردی کے ساتھ ان کے مقدمات واپس لیگی -

جناب والا اب میں ذرا بورڈ کے بارے میں بھی کچھ گذارش کروں گا کیونکہ خواجہ صاحب نے کچھ ارشادات بورڈ کے متعلق فرمائے تھے - جناب والا خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ بورڈ کے چیئرمین نے کسی سیمینار میں اقرار کیا ہے کہ ہمارے طلبا ۲۰ فیصد ناجائیز طریقوں سے یا نقل مار کر پاس ہوتے ہیں اور جب انہوں نے اقرار کیا تھا تو اگر خواجہ صاحب میری جگہ ہوتے تو فوراً ان کو dismiss کر دیتے - جناب والا میں یہ عرض کروں گا جب انسان حقائق سے نگاہیں پھیر لے دوسرے سے یہ کہے کہ وہ حقائق بیان کرے گا میں اس کو سزا دوں گا اگر وہ حقائق بیان نہیں کرے گا میں اس سزا نہیں دوں گا - وہ حقائق بیان کرنے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی اس لئے کہ جب آپ کو کسی مرض کا پتہ نہ ہوگا - جب تک آپ کو صحیح تکلیف اور دقت کا پتہ نہ ہوگا آپ اس مرض کا علاج کیسے کر سکیں گے اور جن لوگوں نے اس کا علاج کرنا ہوگا اگر ان کو پتہ چل جائے کہ فلاں جگہ یہ دقت موجود ہے اور اگر وہ اس کا اظہار کرے اور پھر اس کو گرفت میں لے لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ اصلاح کی بات نہ ہوگی بلکہ یہ ایک خرابی کی بات ہوگی - (ہیئر - ہیئر) اب جناب والا میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا....

سید احمد سعید کرمانی - اس لئے منسٹر صاحب کو پون گھنٹہ وقت دیا گیا ہے تا کہ وہ اچھی تقریر کرسکیں -

وزیر تعلیم || جناب والا میرے خیال میں فاضل ممبر نے پہلے تقریر نہیں کی ہے اس لئے ان پر یہ پابندی نہیں کہ وہ میری تقریر کو بیٹھ کر سنیں -

جناب والا میں یہ عرض کرونگا کہ جس طرح میرے اور دوستوں نے اس طرف سے ارشاد فرمایا ہے کہ معاشرے میں کمزوریاں عام ہونگی اتنا ہی کوئی بھی محکمہ ان کمزوریوں سے نہیں بچ سکتا (قطع کلامی) یہ حصہ بھی بہر صورت اس معاشرے کا ہے معاشرہ کا حصہ ہونے کی حیثیت سے وہ کمزوریاں وہاں موجود ہونگی اس میں صرف ایک محکمہ تعلیمی بورڈ ہی شامل نہیں ہوگا ۔ اگر کوئی لڑکا نا جائز طریقے سے پاس ہونا چاہتا ہے اگر کسی طالب علم کے عزیز اسے ناجائیز طریقے سے پاس کرانا چاہتے ہیں اور اگر باوجود ساری کوششوں کے وہاں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اتنی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود خود کو گراوٹ تک لے جائیں تو جناب والا یہ اس معاشرے کے حصہ کی حیثیت سے محکمہ کے ساتھ دوسرے معاشرہ کے افراد پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔ اب میں عرض کروں گا کہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ اپنی کوتاہیاں اور کمزوریوں اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہئے ۔ جو حقائق ہوں ۔ جو ذمہ داریاں ہوں اور جو کوتاہیاں ہوں ان کو تسلیم کرنا چاہئے اور میں نے اپنے محکمہ کے تمام افراد کو کہا ہے کہ اگر کہیں غلطی ہو جائے تو اسے چھپانے کی بجائے اس کا طریقے سے جواب دیں کہ حقائق سامنے آجائیں ۔ آپ سارے حقائق واضح کیا کیجئے ۔ ہم ذمہ داریاں قبول کریں گے ۔ ہم اپنی کمزوریاں تسلیم کریں گے ۔ اس لئے کہ جہاں کمزوریاں ہوں جہاں کوتاہیاں ہوں ان کو دور کرسکیں ۔ تعلیم کا معاملہ اس قدر اہم ہے ۔ اس قدر وسیع ہے ۔ اگر آپ دیکھیں تو یہ وہ محکمہ ہے جس کی حقیقتاً اتنی زبردست اہمیت ہے کہ عام سکول سے لیکر ۔ دیہات سے لیکر وہاں کے بچوں کے مسائل ۔ وہاں کے اساتذہ کے مسائل اور اس کے بعد ہائی سکولوں کے مسائل ہیں ۔ بہت سے مسائل اور یہ اتنے امور ہیں . . . . . .

خواجہ محمد صفدر ۔ دو تین ۔ اور ایڈیشنل وزیر رکھ لیجئے اس لئے کہ یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔

وزیر تعلیم ۔ جناب والا ۔ جمہوریت کا ایک کمال یہ ہے اور یہ بڑی مفید بات ہے کہ یہاں حکومت اور اس

کی پالیسی پر ہر ایک کو اعتراض کرنے کا حق ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہونا چاہیئے کہ جب کوئی دوسرا بات کرے تو اسے بات کرنے کا موقع دیا جائے اور اسے ہمدردی بھی سے سنا جائے ۔ کسی بڑے آدمی نے کہا تھا کہ مجھے آپ کی بات سے اختلاف ہو سکتا ہے ۔ مگر آپ کو بات کرنے کی اجازت دینے کے لئے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ میں میری بات سے بعض حضرات کو اختلاف ہو سکتا ہے ۔ لیکن کم از کم ہر اخلاقی اصول کا تقاضا یہ ہے کہ جب اعتراض کئے جائیں تو ان کے بعد ان کے جوابات بھی سنے جائیں ۔

بہر حال جناب والا ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بورڈ کے بارے میں جو اعتراضات کئے گئے ہیں کہ پرچے leak out ہوئے ہیں ۔ کئی لڑکوں کو رول نمبر دیر سے ملتے ہیں یا نتائج بالاقساط نکلتے ہیں ۔ مجھے یہ سب چیزیں تسلیم ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اگر محکمہ کسی غلط کار کی حفاظت کرے اور اس غلطی کے لئے اس کی بجائے محکمہ بھی ذمہ دار ہو اور میں بھی ذمہ دار ہوں ۔ ایک چیز جو محکمہ کرتا ہے یا کوئی شخص کرتا ہے یہ ہے کہ قوم بلکہ ہر شخص اس سے یہ توقع رکھتا ہے کہ آئندہ وہ یہ کام اتنی نیک نیتی ۔ سوجھ بوجھ اور جانچ پڑتال سے کریگا کہ اس میں کوتاہی کی گنجائش نہ ہوگی ۔ اب جن لوگوں کو امتحانوں میں سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا ۔ آیا اس میں بورڈ نے ذمہ‌داری قبول کی ہے آیا اس نے وہ احتیاط برتی ہے جو اسے برتنی چاہئے تھی اگر برتی ہے تو اس کے بعد بات کی نوعیت اور ہوگی ۔

تو جناب والا جس طریقے سے سپرینٹنڈنٹ مقرر کئے جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ عموماً ان لوگوں کو کالجوں کے پرنسپلوں کی رپورٹ پر مقرر کیا جاتا ہے جن کی نیک نیتی اور دیانت کے متعلق وہ سفارش کریں کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے سپرد یہ کام کیا جا سکتا ہے ۔

Khawaja Muhammad Safdar : Question.

وزیر تعلیم—اب جناب والا ۔ سکولوں کے بارے میں انسپکٹر صاحبان اور ہیڈ ماسٹر صاحبان سے اس سلسلے میں دریافت کیا جاتا ہے ۔

میں نے بھی اس سلسلے میں پوری تسلی کرنی ہے ۔ چنانچہ ان تین اساتذہ نے نہ صرف بورڈ اور محکمہ تعلیم کو ۔ بلکہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ کہونگا کہ ایک طرح سارے صوبے اور ساری قوم کو let down کیا ہے یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے ان کی تعلیم پر اور اس بات پر کہ وہ Double Graduates ہیں ۔ بھروسہ کیا ۔ اس سلسلے میں اس سے زیادہ میں فی‌الحال کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ ان کا معاملہ عدالت میں زیر سماعت ہے ۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی بات میری زبان سے نہ نکل جائے جو قانونی لحاظ سے مجھے نہ کہنی چاہئے ۔ لیکن ہم نے اپنی ذمہ‌داری کو اس صورت سے نبھایا کہ وہ Double Graduates ہیں ۔ ایم ۔ اے ہیں ۔ ان کے ذمہ ایسی ذمہ‌داریاں ڈالی جا سکتی ہیں جو ایک تعلیم یافتہ شخص کی حیثیت سے ویسے بھی ان پر عائد ہو سکتی ہیں ۔ چنانچہ ہم ان کے متعلق صرف اتنا ہی پتہ کر سکتے تھے ۔ کہ ان کے افسران جن کے ماتحت وہ کام کرتے ہیں ۔ ان کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے ۔ اگر کسی شخص کے متعلق یہ چیز نہیں لی گئی اور اگر کسی شخص کو متعلقہ پرنسپل کی رائے کے بغیر یا ان لوگوں کی رائے کے بغیر جن کے قریب وہ لوگ کام کرتے ہیں ۔ ان کو مقرر کر دیا ہے ۔ تو میں ذاتی طور پر اور ذاتی تعلق کی بنا پر اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائیگی ۔ البتہ میری اطلاع کے مطابق اس بات کی پوری تسلی کر لی گئی ہے ۔ اب اس سلسلے میں اگر آپ کسی شخص کو اختیار سپرد کر دیں ۔ یا خواجہ صاحب یہ دیکھتے ہوئے اور جانتے ہوئے کہ کسی شخص کو اختیار سپرد کر دیں کہ وہ اس کام کے کرنے کا اہل ہے ۔ لیکن وہ شخص ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے اور غلط کام کرے ۔ تو اس کے بعد کیا خواجہ صاحب کو اس بات کا احساس نہیں ہوگا کہ دراصل زیادہ ذمہ داری اس شخص پر تھی جس نے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ۔ آئندہ ہم ان غلطیوں سے سبق سیکھینگے ۔ البتہ ان غلطیوں سے سبق نہ سیکھنا جہالت اور کمزوری ہے ۔ اور اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے ہم مزید کوشش کرینگے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم نے ہدایات پرنسپل صاحبان ۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان اور انسپکٹر صاحبان کو جاری کر دی ہیں کہ آئندہ جن لوگوں کی آپ سپرنٹنڈنٹ یا اسی قسم کی اور کسی چیز کے لئے سفارش کریں ۔ تو ان کے متعلق پورے طور پر جانچ پڑتال کر لیا کریں ۔ تا کہ کوئی ایسا شخص

جس کے کردار کے متعلق شک و شبہے کی گنجائش ہو ۔ مقرر نہ کیا جائے ۔

علاوہ ازیں ہم نے آئندہ پرچوں کی تقسیم کے معاملے میں بھی مزید پابندیاں عائد کر دی ہیں ۔ تاکہ ایسی کوتاہیوں اور اس قسم کی چیزوں کے اعادے کا کم سے کم امکان رہجائے ۔

جناب والا۔مجھے ان طلبا سے بڑی ہمدردی ہے ۔ اور اس ایوان کے سب ممبران بھی جانتے ہونگے کہ ایک طالبعلم کی حیثیت سے انہی باتوں کو دوبارہ پڑھنا اور پڑھکر امتحان دینا جنہیں پڑھکر ابھی کل ہی امتحان دے کر فارغ ہوئے ہوں ۔ ذہنی طور پر کس قدر تکلیف دہ بات ہوتی ہے ۔ میری تمامتر ہمدردیاں طلبا کے ساتھ ہیں ۔ کیونکہ اس سلسلے میں یقینی طور پر اخراجات بھی ہوئے ہونگے ۔ جس کے لئے مجھے دلی طور پر بڑی تکلیف ہوئی ہے اور محکمے میں بھی میں نے ہر جگہ اسی بات کا اظہار کیا ہے ۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے متعلق سارے محکمہ کو دکھ اور تکلیف ہوئی ہے ۔ اور اس کی ہمدردیاں بھی ان طلبا کے ساتھ ہیں جن کو ناحق دوبارہ امتحان دینا پڑا ہے ۔ بہر صورت ہم انشاءاللہ تعالے کوشش کرینگے کہ یہ چیزیں دوبارہ نہ ہوں ۔ اور جن لوگوں نے بورڈ اور قوم کے اعتماد کو ٹھکرایا ہے اور اتنے گھروں کو تکلیف پہنچائی ہے ۔ ان کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں ۔ اور اگر ضروری ہوا تو ہم متعلقہ قانون میں ترمیم کرنے سے بھی گریز نہ کرینگے ۔

جناب والا۔یہاں Text Book Board کے متعلق بھی ارشادات فرمائے گئے ہیں ۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ بورڈ ۱۹۶۲ء میں معرض وجود میں آیا ۔ اور یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ چونکہ یہ نیا نظام ہے اور یہ ساری چیز نئی ہو رہی ہے ۔ اس لئے وقت پر کچھ کتابیں نہ دی جا سکیں۔ ریاضی کی ایک کتاب کے متعلق راؤ خورشید علی خاں صاحب اور خواجہ صاحب نے ذکر فرمایا ہے ۔ میں اس کے متعلق تفصیل کا پتہ کر لونگا۔ جہاں کہیں کوئی دقت تکلیف یا خرابی ہوئی تو اسے رفع کرنے کی کوشش کرونگا ۔ کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں ہم سب برابر کے ذمہ دار ہیں ۔ ایسی اور کوئی چیز بھی اگر آپ کے نوٹس میں آئے تو آپ فوراً اس کے متعلق مجھے ارشاد فرمائیں۔ میں انشاء اللہ پوری کوشش کرونگا کہ اس معاملے میں پوری توجہ دی جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے تاکہ ہمارے نصاب تعلیم میں کوئی غلط چیز

نہ رہے ۔ اور جو صحیح چیز ہو اسے صحیح طور پر اپنا لینا چاہئے۔ ویسے نصاب مکمل کرنے کیلئے بھی کسی ایک کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن جہانتک میرے علم کا تعلق ہے ۔ اب کتابوں کے سلسلے میں کوئی دقت نہیں۔ اگر کسی قسم کی کوئی دقت ہو۔ تو جو فاضل ممبر میرے علم میں ایسی کوئی بات لائینگے تو میں اس پر فوری کارروائی کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔

جناب والا۔ بہت سے دوستوں نے Commercial Institutes اور Polytechniques کے متعلق بھی ارشاد فرمایا ہے ۔ ان کی اطلاع کیلئے میں یہ عرض کر دوں کہ صوبے میں بہت سے Cammercial Institutes بھی قائم کر دئے گئے ہیں ۔ اور راؤ صاحب کی اطلاع کیلئے مزید عرض کر دوں کہ ایک ایسا ہی Commercial سکول منٹگمری میں بھی جاری ہو چکا ہے ۔

جہانتک Polytechniques کا تعلق ہے ۔ انشا اللہ کوشش کی جائیگی اور تیسرے پنج سالہ منصوبے کے تحت صرف منٹگمری میں ہی نہیں بلکہ صوبے کے دیگر مقامات پر بھی Polytechniques اور کمرشل سکول کھولے جائینگے ۔

جناب والا۔ خواجہ صاحب نے Law College کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ اس کا تین سال کا کورس کیوں کیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کرونگا کہ اس سے محکمے کا کوئی تعلق نہیں ۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر محکمے کا کوئی تعلق نہیں تو پھر کس نے یہ رائے دی اور کس کے کہنے سے ایسا ہوا ۔ میں جناب کی وساطت سے ان کی اطلاع کیلئے عرض کردوں کہ یہ کسی کی رائے نہیں بلکہ عدالت عالیہ ہائی کورٹ کا حکم ہے کہ جو لوگ عدالتوں میں پریکٹس کرنا چاہیں ۔ ان کا کورس تین سال کا ہو۔ اور جو صرف تعلیمی قابلیت بڑھانے کی غرض سے ایل ایل۔ بی کرنا چاہیں ان کا کورس دو سال کا ہو ۔ اور جو یونیورسٹیاں ایسا نہ کرینگی۔ ان کے پاس شدہ لوگوں کو شاید وہ اجازت بھی نہ دینگے ۔ یہ حکم صرف لاہور کیلئے ہی نہیں ۔ بلکہ یہ سارے ملک کیلئے کیا جا رہا ہے ۔ اور یونیورسٹیوں پر لاگو ہوگا ۔ ہائی کورٹ کے اس ارشاد کے بعد میرے خیال میں خواجہ صاحب مطمئن ہوگئے ہونگے۔ اور مجھے اس سلسلے میں مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ رہیگی۔

جناب والا۔ بورڈ کے متعلق میں ایک بات آپ کی اطلاع کیلئے عرض کر دوں اور میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ وہ کوتاہیاں دقتیں اور تکلیفیں جو طلبا کو درپیش ہیں۔ ہمیں ان کا احساس ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو جلد از جلد ختم کیا جائے لیکن اس سلسلے میں بورڈ کا بہت بڑا ہونا بھی ایک وجہ ہے چنانچہ اس بارے میں اعداد و شمار اکھٹے کئے جا رہے ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی اعلان کیا تھا ہم غور کرینگے کہ ایک کے جائے دو بورڈ کر دئے جائیں تاکہ انتظامی معاملات میں مزید آسانیاں پیدا ہو جائیں

خواجہ محمد صفدر — مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۔

وزیر تعلیم۔ اب جناب والا وقت کی بات یہ ہے کہ بعض دوست اس عینک سے دیکھتے ہیں جس سے صرف ایک پہلو ہی نظر آئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو ان کی تنقید کے صحیح طور پر نتائیج برآمد ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو واقعی کوشش کر رہے ہوتے ہیں ۔ میرے خیال میں اگر balanced view لیا جائے ۔ جہاں کام ہوا ہو ۔ جس کی تعریف کی جائے اور جہاں کہیں نہ ہوا ہو ۔ وہاں سخت سے سخت تنقید جائز ہے ۔ اور یہ ہونی بھی چاہیئے ۔ اس لئے کہ انسانی کاموں میں بعض اوقات تنقید بھی ایک ضروری حیثیت رکھتی ہے ۔ اور اس سے ہر لحاظ سے فائدہ اٹھانا ضروری بھی ہوتا ہے ۔ اور فائدہ اٹھانا بھی چاہیئے ۔

جناب والا ۔ بہاولپور کے متعلق میرے دوستوں نے ذکر فرمایا تھا ۔ اس کے بارے میں مختلف امور کی ایک بڑی لمبی فہرست ہے ۔ ویسے میں یہ عرض کردوں کہ وہاں کالج بھی کھولے گئے ہیں ۔ پرائمری سکول بھی کھولے گئے ہیں اور Polytechnique بھی کھولے گئے ہیں ۔ بلکہ Pilot سکول بھی کھولے گئے ہیں ۔ یہ سب چیزیں کی گئی ہیں میرے فاضل دوست اب تشریف فرما نہیں ۔ اس لئے اس کی مزید ضرورت نہ ہوگی ۔

اب جناب والا جن دوستوں کی تقریر کو میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ سنتا ہوں ان میں میرے بہت سے دوست ہیں جن کی تقاریر دلچسپی سے سنتا ہوں حزب مخالف کے ممبران میں سے چودھری ابراہیم صاحب کی ذات بھی ایک ہے ۔ آج ان سے مجھے

سمجھتا تھا کہ وہ کچھ ارشاد فرمائیں گے لیکن وہ آج کچھ ایک کتاب کی چھپائی میں الجھ کر رہ گئے ۔ اور اس الجھاؤ کی وجہ سے اب میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اس بات کو نظر انداز کر دوں البتہ Medium of Instructions کی بات کے سلسلہ میں سارا ایوان اس بات سے آگاہ ہے کہ ہر روز یہ کوشش کی جاری ہے کہ ہمارے کالج سکول اور یونیورسٹی میں Medium of Instructions اردو کر دیا جائے ۔ اوراس سلسلہ میں عمل بھی ہو رہا ہے اور باقاعدہ کام ہو رہا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایم ۔اے تک اردو کی اجازت دی جا رہی ہے ۔ سکولوں میں بھی ہوگی ۔ کالجوں میں بھی مضامین پڑھائے جا رہے ہیں۔ اب اگر جاری ہے اور ہمارے دوست دیکھتے ہیں پھر بھی اپنے احساس کا اظہار نہ فرمائیں تو دوسری جتنی باتوں کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید یہ بات بھی تنقید برائے تنقید کی گئی ہے ۔ انگریزی کے بارے میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ ہم کو اپنی قومی زبان سے ہر طرح محبت ہے عقیدت ہے ہر ممکن کوشش بھی کر رہے ہیں کہ اس کو وہ مقام حاصل ہو جو اس کا مقام ہے لیکن اپنی قومی زبان سے محبت کے ساتھ ہمیں کسی اور زبان سے اپنے مفاد میں بھی اور اخلاقی قدر کے مطابق اور اپنے مذہب کے مطابق علم حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ کسی اور زبان سے نفرت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ انگریزی زبان بھی ایک بین الاقوامی زبان ہے اس کو کچھ نہ کچھ اہمیت دینی پڑے گی ۔ اپنے دوست جو اس ملک کے شہری ہیں ۔ کل کو وہ اس سے اس قدر ناواقف نہ ہو جائیں اور انہیں انٹرنیشنل معاملات میں دلچسپی نہ رہے ۔ کل ہی ہندوستان کے وزیر چھاگلہ کا بیان تھا کہ وہ انگریزی پر اور زیادہ زور دے رہے ہیں ۔ میں اس امید کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ ہم اردو پر زیادہ زور دے رہے ہیں مگر انگریزی کے ساتھ نفرت کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں ۔

جناب والا ۔ موجودہ کورس میں ہر لحاظ سے اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ طالب علم کی شخصیت اور کردار کی تعمیر ان اقدار پر کی جائے جو اقدار ہمیں عزیز ہیں ۔ اور جن کو ہم اپنانا چاہتے ہیں ۔

ایک بات پبلک سکولوں کے متعلق ارشاد فرمائی گئی تھی ۔ ہماری رائے بھی عین وہی تھی اور ہے جس کا اظہار اس جگہ کیا گیا ہے ۔ اور دنیا کے اور ممالک میں کیا جاتا ہے کیا جا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

اس میں دو طرح سے دلائل دئے جاسکتے ہیں ۔ لیکن کسی بھی بہت بڑے فیصلے سے پیشتر بہت سی باتوں کو خیال میں رکھنا ہوگا ۔ کیونکہ اگر موجودہ وقت میں جو چیز چل رہی ہے ۔ اگر آپ نے اس کو بدلنے کا فیصلہ سارے حقائق کو سامنے رکھے بغیر کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ وہ فیصلہ صحیح طور پر موثر ہوتا ہے اور نہ وہ کام آپ دلجمئی سے کرسکتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں ۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ جب کوئی چیز بدل جائے جب کسی چیز کو ختم کیا جائے یا کسی نئی چیز کو شروع کیا جائے اس سے پہلے اس سلسلہ میں تمام حالات تمام واقعات اور تمام حقائق اس صورت سے اکٹھے کئے جائیں جس حد تک انسان کے لئے ممکن ہو اور پھر ممکن غور و خوض کے بعد کہ یہ بات اس طریقہ پر ٹھیک نہیں اس طریقہ پر ٹھیک ہے پھر اس کو اس رنگ میں بدلا جا سکتا ہے اور اس کے لئے خاصے وقت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ چیز ایسی ہے کہ اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف اعتراضات ہو سکتے ہیں ۔ اعلیٰ اچھی تعلیم مثالی تعلیم کی گنجائش بھی ایک رنگ میں آتی ہے اور پھر دو طبقے پیدا کرنے کی بات بھی دوسری طرف آتی ہے ۔ اور ساری دنیا میں یہ معاملہ چل رہا ہے یقیناً اس بارے میں بھی ہمیں اسی رنگ میں سوچنا ہوگا کہ سارے حقائق سامنے آئیں پھر کسی معاملہ میں پالیسی میں تبدیلی ہو سکے گی ۔

اب جناب والا ۔ ایک بات جس کا میں ویسے تو ذکر نہ کرتا لیکن راؤ صاحب نے چونکہ اوکاڑہ کے پرنسپل کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے ۔ اس وقت وزیر بنیادی جمہوریت یہاں موجود نہیں ہیں انہیں ایک سال کے لئے توسیع دی گئی ہے ۔ میں نے سنا ہے کمیٹی نے ان کو دو سال کے لئے recommend کیا تھا ۔ لیکن ایک سال کی مہلت دی گئی ہے ۔ میں نے خود ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا جب وہ مجھے ملے تو میں نے کہا کہ آپ کے متعلق ایک شکایت سنی ہے کہ دین کے علاوہ آپ خدا پر یقین نہیں رکھتے ۔ تو انہوں نے اس چیز سے انکار کیا ۔ کہا

کہ میں اسی طرح کا سچا مسلمان ہوں جس طرح کہ کوئی اور مسلمان ہو اور کتابوں کے حوالے دیے - جو انہوں نے اسلام کی خدمت میں لکھی ہیں - اب جو شخص اپنی زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں تو بطور مسلمان مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ کم از کم میں خود کو گنہگار مسلمان سمجھتا ہوں کہ میں اسے اسلام کے احاطے سے خارج کرنے کی جرأت کروں - کئی دوستوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم اپنی تعلیم کی منزل اور مقصد متعین کریں - میں نے تعلیم کے بارے میں حکومت کی جو پالیسی بنائی ہے میرے خیال میں وہی مقصد ہے جس کا وہ تعین کرنا چاہتے ہیں اس کا تعین کیا جا چکا ہے اور اس سلسلہ میں پھر قدم اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے -

خواتین کی تعلیم کے بارے میں محترم بہن بیگم شاہنواز صاحبہ نے ارشاد فرمایا ہے - اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ جس طرح ان کو علم ہے کہ لاہور میں Home and Social Science کا کالج ہے اور پائلٹ سکول میں ہائی سکول میں ہم Home Economics کا مضمون شروع کر چکے ہیں اور اس سلسلہ میں خاص طور پر زور دیا جا رہا ہے -

اب جناب ایک بات جس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جس کا اکثر میرے دوست اس ایوان میں ذکر کرتے رہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دیہات کے پرائمری سکولوں کی عمارات اچھی نہیں ہیں - سو ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جس طرح یہ ایوان آگاہ ہے کہ ہمیں ہر طبقہ کو تعلیم دینا ہے Primary level سے لے کر اور Higher Secondary level سے لیکر کالج تک یونیورسٹی تک اور پرائمری تعلیم کا اس میں خاص اہم حصہ ہے - اس وقت کہ جس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے ہمارے ملک کی بیشتر آبادی دیہات میں آباد ہے - اور ان حضرات میں ایک خاص حد تک ذہنی سمجھاؤ پیدا کرنا ضروری ہے کی اہمیت بالغی تعلیم کی اہمیت کم کئے بغیر عرض کروں گا کہ اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس وجہ سے حکومت کو اس پر بے پناہ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ صرف ایک بات عرض کرنا ہے کہ قانون میں بھی یہی بات ہے اور عملاً بھی اگر ہم زیادہ سے زیادہ بچوں کو پرائمری تعلیم دینا چاہتے ہیں تو مقامی طور پر لوگوں کو پرائمری تعلیم کے لئے کچھ نہ کچھ ذمہ داری قبول کرنی پڑے گی - موجودہ ذمہ داری اس حیثیت سے ہے کہ مقامی طور پر ۱۹۶۲ کے پرائمری ایجوکیشن آرڈیننس

کے تحت یہ ذمہ‌داری مقامی لوگوں پر عائد کی گئی ہے کہ وہ پرائمری سکول کی عمارت بنا کر دیں - ہاں کئی مقامات ایسے ہیں جہاں کے لوگ بہت پسماندہ ہیں جہاں تعلیم کا وہ شوق نہیں ہے - جو باقی ملک میں ہے - وہاں حکومت نے پسماندہ علاقوں کیلئے کچھ Grants مہیا کی ہیں لیکن باقی سارے صوبے میں یہ ذمہ‌داری مقامی لوگوں کو قبول کرنا پڑیگی یا یونین کونسلیں اس ذمہ‌داری کو سنبھالیں گی اگر یونین کونسلیں اس چیز میں دلچسپی لیں تو یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے اور یہ ملک کے مفاد میں بہت ضروری ہے -

جناب والا میں نے زیادہ سے زیادہ مسائل کے متعلق اس ایوان میں عرض کر دیا ہے لیکن چونکہ اب زیادہ وقت نہیں ہے تو میں ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک محکمہ تعلیم کا تعلق ہے اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے اور جہاں تک حکومت کا تعلق ہم اپنی بساط بھر ہر ممکن کوشش کریں گے کہ تعلیم صحیح طور پر رائج کی جائے -

Khawaja Muhammad Safdar : Question—

Mr. Senior Deputy Speaker: The Question is—

That the total of Rs. 25,01,39,340 on account of 37—Education Total Other Expenditure Other than New Expenditure be reduced by Rs. 25,01,39,339.

(The motion was lost.)

The House is adjourned to meet again tomorrow at 8-30 a. m.

(The Assembly then adjourned till 8-30 a. m. on Wednesday, the 24th June 1964)).

3015 PLA—600—6-7-65—S.M., Form Press West Pakistan Lahore